ALLAMA IQBAL LIBRARY
27540

تبٰرک الذی نزّل الفرقان علٰی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیرًا

الحمد للہ والمنۃ کہ تفسیر نادر زمانہ موضح اسرار قرآن مجید بطرز محققانہ اعنی

جلدِ ہفتم من

تفسیرِ فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

مصنفہ فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضلِ اجل حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کہ جسمیں پارۂ قال فما خطبکم سورۂ قمر سے لیکر سورۂ المرسلات تک پارۂ انتیسواں پونے تین پارہ کی تفسیر ہے

ناشران

شیخ غلام علی اینڈ سنز
کشمیری بازار لاہور

دار الاشاعت تفسیرِ حقّانی
بلیماران دہلی

جملہ حقوق
بضابطہ محفوظ ہیں

رمضان شریف
۱۳۶۴ھ

بلند پایہ اسلامی مطبوعات

تعمیری انقلاب اور قرآنی اصول حکمت

مصنفہ۔ حیدر زمان صدیقی

حقیقی انقلاب وہ ہے جس سے فکر و عمل کی دنیا سراسر منقلب ہو جائے۔ یہانتک کہ قوم دل سے یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ پہلے جہالت و غوایت کی تاریکیوں میں گم اور ہر قسم کی روحانی و جسمانی مسرتوں سے محروم تھی، اور اب اس کیلئے علم و حکمت مسرت و اطمینان اور عروج و ارتقا کی تمام راہیں کھل گئی ہیں۔

"تعمیری انقلاب" فی الواقع ایک انقلاب آفرین کتاب ہے جو مسلمانوں کو ایسی انقلابی جدوجہد کے لئے تیار کرتی ہے جس کے نتیجہ میں ایک صالح اور کامل معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور انسانی آبادی حقیقی امن و مسرت، عیش دوام اور کیف آور زندگی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ٹھوس تاریخی حقائق کی روشنی میں عہد ماضی اور دور حاضر کے اجتماعی اور ملی مفاسد کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں پیغمبرانہ دعوت انقلاب کے اصول و مبادی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور پھر ان اصولوں کی روشنی میں اور ماضی کی تعمیری اور انقلابی کوششوں پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔ اور آخر میں مستقبل کی تعمیر کا نقشہ کار پیش کیا گیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ کتاب جسد ملت کے ناسور کہنہ کے لئے کامیاب عمل جراحی کا کام دینے والی ہے۔

قیمت دو روپے چار آنے عہ

اسلام کے عالم گیر اصول

مصنفہ۔ علامہ فرید وجدی مصری۔ ترجمہ سید احمد حسن نقوی

مصر کے نامور فلسفی علامہ فرید وجدی کی مشہور کتاب "الاسلام دین عام خالد" کا اردو ترجمہ جس میں اسلامی اصول کا علم و فلسفہ کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے وہ بھی اس دور میں جبکہ مغرب میں نئی نئی ایجادات نے مغربی قوموں کے ہمہ گیر سیاسی اقتدار کو بام عروج پر پہنچا دیا تھا جب سائنس کی کرشمہ سازیوں سے مشرقی اقوام بھی اثر انداز ہو رہی تھیں۔ یہانتک کہ مذہب اسلام پر بھی زد پڑ رہی تھی چنانچہ فاضل مصنف نے اقوام عالم کے سامنے واضح کیا ہے کہ اسلام کو سائنس سے کوئی پرخاش نہیں۔ بلکہ اسلامی تعلیمات ہی سائنس کا مظہر ہیں۔ اسلام کے عالمگیر اصول میں معاصرین و مخالفین کے نظریات و اعتراضات کا مدلل جواب ہے۔ تمدن و معاشرت کے موجودہ سینکڑوں قوانین کے مقابلہ میں اسلام کے ہمہ گیر اور حیرت انگیز اصول پیش کئے گئے ہیں جن سے اسلام کی سربلندی و سرفرازی کو چار چاند لگ گئے اور جو بھی ہماری رہنمائی کیلئے اٹل ہیں۔ ترجمہ نہایت آسان اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے جس سے نئی تصنیف کا شبہ ہوتا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے

اسلام کا تمدنی و سیاسی نظام

مصنفہ

نکہت شاہجہانپوری

فاضل مصنف نے قرآن مجید کی صرف ایک آیۂ کریمہ کی تفسیر شرح و بسط کے ساتھ کرکے یورپ کے موجودہ نظام حکومت کے ہزاروں "ازم" کے مقابلہ میں اسلام کا نظام حکومت پیش کیا ہے۔ جس سے ملک کی آئندہ انتظامی و اصلاحی صلاحیتوں میں گونا گوں اضافہ ہوگا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے طرز حکومت، مسائل حکومت اور لوازمات حکومت کے اسلامی نظریہ کو سمجھنے کی امداد ملے گی۔ بڑے سائز کے تین صد۳۰ صفحات

قیمت مجلد پانچ روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ ناشران کتب، کشمیری بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفصل فہرست مضامین تفسیر حقانی جلد ہفتم پارہ قال فما خطبکم ۲۷

سورہ قمر

مضمون	سطر
اقتربت الساعة سورہ قمر	۳
ترکیب	۷
تفسیر	۱۲
جائے نزول سورہ قمر	″
سورہ قاف اور سورہ قمر کو رسول اللہ صلعم کب پڑھتے تھے	۱۳
ان دونوں سورتوں کے مضامین	۱۴
سورہ والنجم سے سورہ قمر کو کیا مناسبت ہے	۱۶
قیامت کا ذکر	۱۹
علامات وآثار قیامت	۱
معجزۂ شق القمر کا بیان	۴
انشق کے معنی میں اختلاف	۱۰
شق القمر کے متعلق صحیح قول اور اس پر شبہات	۱۴
ان شبہات کے جواب	۱۸
اوّل شبہ کا جواب	″
دوسرے شبہ کا جواب	۲۰
معجزۂ شق القمر سے متعلق ہندوستان کے راجہ بھوج کی حکایت	۱
شق قمر کے متعلق ہنود ویہود و نصاریٰ پر ان کی کتابوں سے الزام	۵
لفظ مستمر کے معنی	۱۲
کفار کی تکذیب کا صریح حال	۱۵
معجزۂ شق القمر سے انبیاء سابقین کے معجزات کا تقابل	۲۴
فتولّ عنہم یوم یدع الداع الخ	۱
ترکیب	۸
تفسیر	۴
ازلی بدنصیبوں کو نصیحت کرنا بیفائدہ ہے	۱۵
حشر کا ہولناک واقعہ و قبروں سے نکل کر	۹

مضمون	سطر	صفحہ
عدالت میں آنے کی کیفیت کا بیان		
انبیاء سابقین کی اقوام کے حالات	۴	۵
نوح علیہ السلام کی قوم کا حال	۵	″
نوح علیہ السلام کی دعا	۱۳	″
قوم نوح کے عذاب کی کیفیت	۱۵	″
چند لفظوں کے لغوی معنی کی تحقیق	۲۰	″
کذبت عاد الخ	۱	۶
ترکیب	۴	″
تفسیر	۷	″
دوسرا حال قوم عاد کا	″	″
قوم عاد کے عذاب کی مجمل کیفیت	۸	″
یسرنا القرآن کے معنے	۱۶	″
فی یوم نحس کے معنی کی تحقیق	۲۲	″
ایام کا فی ذاتہا انسان کی سعادت وشقاوت میں کوئی دخل نہیں	۲۶	″
کوئی دن منحوس نہیں	″	″
دن کو منحوس کیوں کہتے ہیں	۲۷	″
کذبت ثمود بالنذر الخ	۱	۵
ترکیب	۷	″
تفسیر	۹	″
قوم ثمود کا حال	″	″
قوم ثمود کی آزمائش اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا حال اور عذاب کی کیفیت	۱۵	″
چند لفظوں کی لغوی تحقیق	۱۹	″
کفار کے وجوہ انکار اور اسباب عدم اتباع	۲	″
رسول علیہ السلام کی طرف چند اشارات		
اشارہ اوّل	۳	″
اشارہ دوم	۴	″
اشارہ سوم	۶	″

مضمون	سطر	صفحہ
اشارہ چہارم	۱۲	۸
نبی علیہ السلام کے رسول ہونے پر کفار کا تعجب	۲۶	″
کذبت قوم لوط بالنذر	۱	۹
ترکیب	۵	″
تفسیر	۹	″
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ	″	″
قوم لوط کے عذاب کی کیفیت	۱۵	″
ولقد جاء آل فرعون الخ	۱	۱۰
ترکیب	۴	″
تفسیر	۸	″
فرعونیوں کا حال	″	″
خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں دیں جو انہوں نے فرعون اور اسکی قوم کو دکھلائیں	۱۱	″
فرعون اور اس کے لشکر پر عذاب کا ذکر	۱۷	″
پہلے قصے سنا کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل لوگوں سے خطاب	۱۸	″
بل الساعة موعدہم الخ	۱	۱۱
ترکیب	۶	″
تفسیر	۱۱	″
کفار کے عذاب کامل کا وقت	۱۲	″
آخرت کے عذاب کا قانون اور کیفیت	۱۶	″
قیامت کا قائم ہونا اور وہاں مجرموں کو سزا ملنا دو باتوں پر منحصر ہے	۲۱	″
خلقناہ بقدر کے معنے	۵	۱۲
مشرکین کا ستاروں اور خدا تعالیٰ کے متعلق عقیدہ	۷	″
فرقہ قدریہ کی تعریف اور عقاید	۸	″
شیعہ اور فرقہ جبریہ ایک ہیں	۱۲	″

KASHMIR UNIVERSITY LIBRARY

شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب

صفحہ	سطر	مضمون
۱۲	۱۳	فرقہ جبریہ کے عقاید
"	۱۵	اہلسنت والجماعت کا خداتعالیٰ اور بندہ کے اختیار کے متعلق عقیدہ
٠	۹	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان جزا اور سزا کے پیرایہ میں
"	۲۲	خداوند تعالیٰ کے بے انتہا علم کا بیان
"	۲۵	فرمانبرداروں کے نیک انجام کا بیان
"	۲۶	جنت جسمانی اور جنت روحانی کا بیان
۱۳	۳	الرحمٰن علّم القرآن الخ (سورہ رحمٰن)
"	۵	ترکیب
"	۱۰	تفسیر سورہ الرحمٰن
"	"	جائے نزول سورہ رحمان اور اس میں اختلاف
"	۱۸	فبای آلاء ربکما تکذبان کے بار بار لانے کی وجہ
۱۳	۲۳	مسئلہ نبوت اور قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا بیان
"	برحاشیہ ص۲	جملہ فبای آلاء ربکما تکذبان کے استعمال کے موقعے
۱۴	۶	لفظ الرحمٰن کے شروع میں لانے کی حکمت
"	۱۰	شمس اور قمر کے پیدا ہونے کی وجہ
"	۱۳	نجم اور شجر کے پیدا ہونے کی وجہ اور ان دونوں میں فرق
٠	۲۱	میزان کے معنی
۱۵	۱	واقیموا الوزن بالقسط الخ
"	۵	ترکیب
"	۹	تفسیر
٠	٠	عدل قائم کرنے کا صراحۃً حکم
"	۱۶	اللہ تعالیٰ کے قادر و رحیم ہونے کا ثبوت
۱۶	۹	انسان کی پیدائش کا مزید بیان
"	۱۷	جنات کی پیدائش کا مزید بیان
"	۲۳	مشرقین اور مغربین کے معنے
۱۷	۱	مرج البحرین یلتقیان الخ
"	۴	ترکیب
"	۷	تفسیر
"	۱۰	مرج البحرین کے معنے
"	۱۴	دو دریاؤں سے کون سے دریا مراد ہیں۔

صفحہ	سطر	مضمون
۱۷	۱۱	موتی اور مونگے کی حقیقت
۱۸	۱	کل من علیہا فان الخ
"	۶	ترکیب
"	۹	تفسیر
"	۱۰	عالم کے فنا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار
"	۱۵	وجہ ربک کے معنی اور اس کی تفصیل
۱۹	۲	آیت کل یوم هو فی شان میں شان سے کیا مراد ہے
"	۸	دار آخرت کے مسئلہ میں خداوند تعالیٰ کی شان کا بیان
"	۱۱	ثقلان کے معنی اور اس سے کیا مراد ہے
"	۱۴	آیت یرسل علیکما شواظ میں شواظ کے معنی
۲۰	۱	واذا انشقت السماء الخ
"	۵	ترکیب
"	۱۰	تفسیر
"	۱۱	قیامت اور معاد کا ذکر
"	۱۳	وردۃ کالدہان کے معنی میں مفسرین کا اختلاف
"	۲۵	شریعت اسلامی میں آسمان کی حقیقت
۲۱	۲	قیامت کے روز آسمان کی کیا رنگت ہوگی؟
"	۳	قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کی وجہ
"	۹	قیامت کے روز گنہگاروں کے پہچاننے کی علامات
"	۲۲	جہنم میں سب سے کم عذاب کیا ہوگیا؟
۲۲	۱	ولمن خاف مقام ربہ جنتان الخ
"	۸	ترکیب
"	۲۱	تفسیر
"	٠	اہل سعادت کے مراتب کا بیان
۲۳	۱	جنت کی دو قسمیں روحانی و جسمانی ہونے کی وجہ
"	۴	جنت کے باغوں کے اوصاف کا بیان پہلا وصف
"	۵	دوسرا وصف
"	۸	تیسرا وصف
"	۱۳	چوتھا وصف
٠	۱۷	پانچواں وصف

صفحہ	سطر	مضمون
۲۳	۲۰	چھٹا وصف
"	۲۷	آیت هل جزاء الاحسان الا الاحسان ان چار آیتوں کے ہے جن کے سو سو سے زیادہ معنی ہیں
۲۴	۱	ومن دونہما جنتان الخ
"	۸	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	"	اہل سعادت کے مقامات و مراتب کی مزید تشریح
"	۲۱	اہل سعادت میں سے سابقین مقربین کا درجہ کیوں بڑھا ہوا ہے
"	۲۲	اصحاب الیمین کے سابقین مقربین سے درجہ میں کم ہونے کی وجہ
۲۵	۱	مدہامتان کے لغوی معنی کی تحقیق
"	۴	نضاختان کے معنی کی تحقیق
"	۸	امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھجور اور انار فاکہات میں سے نہیں ہیں مع دلیل
		فیہن خیرات حسان کے معنی کی تحقیق
۲۵	۱۳	جنت کی دلکش چیزوں کا بیان
"	۱۷	حوران بہشت کی تحقیق
"	۲۰	خوبصورتی میں دنیا کی عورتوں اور حوران بہشت کا تقابل
"	۲۴	رفرف اور عبقری کی تحقیق
"	۳۰	سورہ الرحمٰن کے ختم پر پڑھنے کی دعا
۲۶	۱۰	سورہ واقعہ اذا وقعت الواقعۃ الخ
"	۷	ترکیب
"	۱۳	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ واقعہ
"	۱۵	سورہ واقعہ کے فضائل
"	۲۳	سورہ واقعہ کی سورہ رحمٰن سے مناسبت
۲۷	۴	واقعہ اور آزفہ کے معنی کی تحقیق
"	۶	قیامت کے دن کی تصریح اور خواص
"	۱۲	نجومیوں کی ستاروں کے متعلق تحقیق
"	۱۹	قیامت کے دن دوسرا عالم پیدا ہونے کی دلیل
"	۲۰	اس عالم کے تین گروہ کا ذکر

سطر	مضمون	صفحہ	سطر	مضمون	صفحہ	سطر	مضمون
۱	ثلۃ من الاولین الخ	۳۵	۲۴	بمواقع النجوم کے معنی کی تحقیق	۳۹	۲۲/۳۰	چار صفتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ
۶	ترکیب	۳۶	۳	" "			کا اظہار
۱۳	تفسیر تین گروہوں کا ذکر	"	۱۱	قرآن میں تحریف نہ ہونے کا ثبوت	۴۰	۱۰	اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کا بیان
"	گروہ اول فرقہ سابقین کا ذکر	"	۱۲	کتاب مکنون کے معنی	۴۱	۴	" "
۱۵	سابقون کے درجات اور ان کی تعداد	"	۱۶	قرآن کو ہاتھ لگانے کا حکم	۴۲	۱	امنوا باللہ ورسولہ
۵	سابقین کے عیش و آرام کا بیان	۳۷	۱	فاما ان کان من المقربین الخ	"	۷	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی ترغیب
۱	واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین الخ	"	۴	ترکیب	"	۹/۱۵	اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنے
۵	ترکیب	"	۸	تفسیر			کی ترغیب وتاکید
۹	تفسیر	"	۹	تین گروہ سابقین، اصحاب الیمین اصحاب	"	۱۷	اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ایک
"	دوسرے گروہ اصحاب الیمین اور ان کے لئے			الشمال کی موت کے بعد کی حالت کا ذکر			صحابی کی حکایت
	نعماء جنت کا ذکر	"	۱۰	مقربین کا ذکر	"	۲۱	ایمان لانے کی تاکید
۱	واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال	"	۱۲	اصحاب الیمین کا ذکر	"	۲۸	خیرات کرنے کے مراتب کا بیان
۸	ترکیب	"	۱۷	اصحاب الشمال یعنی مکذبین کا ذکر	۴۲	۲۳	خداوند تعالیٰ کو قرض دینے کے معنے
۱۸	تفسیر	"	۲۳	حضرت عیسیٰ کی زبانی ایک دولتمند اور	۴۳	۱	خلفاء راشدین کی صفات
"	تیسرے گروہ اصحاب الشمال اور اسکی سزا کا بیان			محتاج کی حکایت	۴۳	۱	یوم تری المؤمنین والمؤمنات الخ
۱	اصحاب الشمال کے جہنم در جہنم میں داخل	۳۸	۱	سورہ حدید سبح للہ ما فی السموات الخ	۴۳	۵	تفسیر
	ہونے کا سبب	"	۱۰	ترکیب	"	"	اللہ تعالیٰ نے جو نیک لوگوں سے وعدہ فرمایا تھا
۲۰	جہنمی لوگوں کی جہنم میں سزا	"	۱۱	تفسیر			اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت
۱	نحن خلقناکم فلولا تصدقون	"	"	مناسبت بسورہ سابقہ	۵	۱۱	بیان اس بات کا کہ مومنین اور مومنات کے
۵	ترکیب	"	۱۲	تسبیح کی کیفیت کا بیان			آگے جو نور دوڑے گا اس سے کیا مراد ہے
۲۰	تفسیر	"	۱۶	لفظ تسبیح کے قرآن میں استعمال کے مواقع			اور کس موقع پر ہوگا۔
"	دلائل حشر کا بیان	"	۲۰	آسمانوں کے فرشتے اور زمین کی تمام مخلوقات	"	۱۸	لفظ سور کے معنے اور اس سے کیا مراد ہے
۲۱	اول دلیل			اللہ کی تسبیح کرتی ہے	"	۱۹	حجاب کے بعد مسلمانوں اور منافقوں کی گفتگو
۱۲	دوسری دلیل	"	۲۲	خاصان خدا کے جمادات کی تسبیح سننے پر	"	۳۰	عرفاء کے نزدیک نور کے معنی
۱۷	تیسری دلیل			بخاری کی حدیث	۴۴	۱	الم یان للذین آمنوا الخ
۲۰	چوتھی دلیل	۳۹	۱	سورۃ کے شروع میں تسبیح کا لفظ لانے کی وجہ	"	۵	ترکیب
۱	فلا اقسم بمواقع النجوم الخ	"	۷	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ثبوت میں	"	۹	تفسیر
۵	ترکیب			چند دلائل			منافقوں اور کافروں کی مصیبت بیان
۱۱	تفسیر	"	۸	دلیل اول			فرما کر ایمان والوں کو تنبیہ
۱۳	قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے اور اس	"	۱۲	دلیل دوم	"	۱۰	اصول سعادۃ کا ذکر
	کے اوصاف کا بیان	"	۱۵	دلیل سوم	"	۱۳	مرتبہ احسان کے معنی
۱۷	مسئلہ نبوت کا ذکر	"	۱۶	دلیل چہارم	"	۱۶	لفظ امد لغت زمانہ میں مفسرین کے اقوال
	مخالفین کے بیجا انکار و شبہات کا رد	"	"	دلیل پنجم	"	۲۰	صحابہ کی گفتار اور طرز دلی کی کیفیت
۱۸/۲۱	انسان کی انتہائی حالت کا بیان	"	۲۱	دلیل ششم	"	۲۳	دل مردہ ہوجائے تو بعد زندہ ہو سکتا ہے

صفحہ	سطر	مضمون
۴۵	۱	وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ
"	۶	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	۱۱	ایمان کی فضیلت ایمانداروں کے درجات اور
		کفر و تکذیب کی خرابی وغیرہ کا بیان
"	۱۴	لفظ صدیق کی تحقیق اور مرتبہ
"	۱۶	امت محمدیہ صلعم میں کون کون صدیق ہے
"	۱۷	لفظ شہید کی تحقیق اور مرتبہ
"	۱۹	اس امت کے شہیدوں کے نام
"	۲۲	دنیا کی زندگی کو لہو لعب اور گھاس سے
		تشبیہ دینے کی وجہ
۴۶	۱	سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ الخ
"	۶	ترکیب
"	۹	تفسیر
"	"	دار آخرت کی ترغیب
"	۱۱	جنت کے اوصاف
"	۱۲	جنت کے طول و عرض میں مفسرین کے
		چند اقوال
"	۱۴	جنت کے آسمان پر ہونے کے معنی
"	۲۳	انسان کو جو کچھ رنج و راحت پہنچتا ہے
		وہ سب نوشتہ ازلی ہے
۴۷	۱	لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ
"	۸	ترکیب
"	۱۴	تفسیر
"	"	رسول کے بھیجنے کی غرض
"	۱۴	بنی آدم کے معاملات دو قسم کے
		ہیں مع تفصیل
"	۱۶	وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ کے معنی
"	۲۰	لوہے کے فواید کا بیان
۴۸	۱۰	لفظ انجیل کے معنی اور اس کی تحقیق
"	۲۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کی حالت
۴۹	۱	ابحاث متعلقہ آیت وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ
"	۱۴	فقیری و مسکنت کے لباس میں آنحضرت
		کی نبوت کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ
"	۱۵	سلطنت آسمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ
		وسلم کی تھی انبیاء سابقین کے اقوال
		اور بخاری کی حدیث سے ثبوت

صفحہ	سطر	مضمون
۴۹	۲۵	رہبانیت کے معنی اور یہ کہ رہبانیت اسلام
		میں نہیں ہے
۱	۱	یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ الخ
۵۰	۶	اس آیت سے عیسائیوں کی طرف خطاب ہے
"	۱۷	اہل کتاب کے اس گمان کا کہ نبوت خاص
		ہمارے خاندان میں ہے رد
۵۱	۱	سورہ مجادلہ۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ الخ
"	۱۴	ترکیب
"	۱۷	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ مجادلہ
"	۸	مناسبت بسورہ سابقہ
۵۱	۲۲	شان نزول سورہ مجادلہ
۵۲	۱	خولہ بنت ثعلبہ و اوس بن صامت صحابی کا قصہ
"	۱۴	مسئلہ ظہار کی تحقیق اور احکام
"	۲۳	ظہار کے الفاظ اور اس کی صورتیں
"	۲۹	مسئلہ ظہار میں ائمہ کا اختلاف
۵۳	۶	بحث دوم اس بارے میں کہ ظہار کون کر
		سکتا ہے اور کس سے
"	۲۴	ابحاث متعلقہ معنی بعض الفاظ
۵۴	۴	ظہار کے متعلق جمہور علماء کا فیصلہ
"	۵	کفارہ ظہار کا بیان اور اسکی تفصیل
۵۵	۸	کفارہ ظہار کے متعلق ایک مسئلہ
"	۱۴	جمیع آیت سے متعلق بحث
۵۶	۱	اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ الخ
"	۶	ترکیب
"	۱۰	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۸	بری باتوں کے لئے مخفی مشورہ اور کانا
		پھوسی کی ممانعت
"	۲۱	کفار و مشرکین کا رسول اللہ صلعم کو
		سلام کرنے کا طریقہ
۵۷	۱	یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ الخ
"	۶	ترکیب
"	۷	تفسیر
"	"	مسلمانوں کو مشورہ کرنے کا حکم
"	۱۵	آداب مجلس کے احکام
۵۸	۱	مباحث، مشورہ اور نجوی میں فرق

صفحہ	سطر	مضمون
۵۸	۲	نجوی اور نجی حکومت کی بحث اور مشورہ کے فوائد
"	۱۹	نجوی یعنی کانا پھوسی کی برائی
"	۲۳	مندرجہ بالا آیت کے متعلق بعض الفاظ
		کی تحقیق
۵۹	۱	یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الخ
"	۵	ترکیب
"	۷	تفسیر
"	۱۴	مسلمانوں کو رسول سے سرگوشی کرنے کا حکم
"	۱۵	مومنوں کو رسول سے سرگوشی کرنے کے لئے صدقہ کا
		حکم دینے اور منافقوں کو منع فرمانے کی وجہ
"	۲۶	رسول سے سرگوشی کرنے میں صدقہ دینے
		کی چند مصلحتوں کا ذکر
۶۰	۱۲	اس صدقہ کے واجب اور مستحب ہونے کا بیان
"	۲۲	یہ صدقہ بعض علماء کے نزدیک منسوخ ہے
۶۱	۱	اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا
"	۸	ترکیب
"	۱۰	تفسیر
"	"	منافقوں کی دوسری حرکات کا بیان اور مسلمانوں
		کو ان سے ہوشیار رہنے کا بیان
"	۱۷	مقہور اور مغضوب قوموں سے ملنے کی ممانعت
۶۲	۱	اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ الخ
"	۶	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	۹	منافق اور یہود کی دوستی کا ذکر
"	۱۴	کفار و مشرکین سے دوستی نہ رکھنے کی تاکید
"	۲۱	رُوْحٌ مِّنْہُ کی تحقیق
"	۲۴	فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم
"	۲۶	صحابی کے نام لینے کے بعد رضی اللہ
		نہ کہنے کی وجہ
"	۲۸	شیعوں کی تردید
۶۳	۱	سورہ حشر۔ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ
"	۷	ترکیب
	۹	تفسیر
"	"	مناسبت بسورہ سابقہ
	"	یہود کی ناحق حرکت اور اس کے نتیجہ کا ذکر
"	"	یہود اور آنحضرت میں قیام عہد اور نقض عہد
۶۴	۱	ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ شَاقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ

صفحہ	سطر	مضمون
[illegible]	١٤	تفسیر
〃	〃	یہود کے نقض عہد کے بعد رسول اللہ کا اعلان جنگ
〃	٢٢	یہود کا محاصرہ اور عبرتناک انجام
〃	〃	پیغمبر سے دغا کرنے کا انجام
〃	〃	مفسرین کی موشگافیاں و آیات کے اسرار
[illegible]	١	وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ
〃	٥	تفسیر متعلقہ بآیات سابقہ ص٦٤
〃	〃	اللہ تعالیٰ کی جبروتیت و قہاریت کی ایک خاص بات
〃	١٤	یہود کی جلاوطنی سے کیا فائدہ پہنچا
〃	٢٥	جہاد کے موقعوں پر میوہ دار درخت اور کھیتی وغیرہ کو نہ کاٹنے کی ممانعت
[illegible]	٧	تفسیر آیت متعلقہ ص٦٥
〃	〃	بنی نضیر کے مال و اسباب کی بابت حکم
〃	١٧	فئ اور غنیمت کے معنی
〃	٢٤	ایک دلچسپ سوال اور اس کا جواب
[illegible]	٥	فئے کے مصارف کا بیان
[illegible]	١٣	ہر ایک مصرف کی وجہ
〃	١٩	مصارف مذکورہ کے علاوہ فئے کے مال کو اور جگہ بھی صرف کر سکتے ہیں
〃	٢٢	تحقیق متعلقہ بعض آیات
[illegible]	١	لِلْفُقَرَآءِ الْمُہٰجِرِیْنَ الخ
[illegible]	١	تفسیر
〃	١	مہاجر و انصار کے فقراء دیگر حاجتمندوں سے فئے کے زیادہ مستحق ہیں۔
〃	٦	مہاجرین کے مناقب
〃	١٣	انصار کے مناقب
〃	٢٠	مہاجرین و انصار کے تعلقات کا ذکر
[illegible]	١	مہمان نوازی کی حکایت بعد انصار کی فضیلت
〃	١٠	بخل کی برائی اور اس کے اختیار کرنے کی خرابیاں
〃	٢٠	انصار و مہاجرین کے بعد کے لوگوں کا تذکرہ اور ان کی خوبیاں

صفحہ	سطر	مضمون
٧٠	٢	شیعہ مہاجر و انصار کو برا کہتے ہیں
〃	٥	شیعوں کے ان بزرگوں کو برا کہنے کی وجہ
〃	١٢	شیعہ سنیوں کے اختلاف کا باعث
٧٠	١٩	بقول شیعہ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کی خلافت کو دل سے تسلیم نہیں کیا، ظاہر میں تسلیم کر لیا تھا۔
〃	٢١	شیعوں کے ہاتھوں حضرت علیؓ کی توہین
〃	٢٣	حضرت فاطمہ زہراؓ کا خلافت پر دعوے اور اس کا فیصلہ
〃	٢٩	خلافت کے فیصلے پر شیعہ مورخین کی مبالغہ آمیز روایات
٧١	٣	حضرت علی نے اس جائداد کو خلافت کا مال سمجھا۔
〃	٥	حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی خلافت اور شیعوں کی رنجش کا باعث
〃	٦	حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کی خلافت کا قائم ہونا
〃	٨	حضرت معاویہ کی بیعت اور حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت علی سے لوگوں کا مطالبہ
〃	١٠	حضرت معاویہؓ کی بغاوت
〃	١١	حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی رنجش کا سبب
〃	〃	حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ میں اختلاف کا سبب
〃	١٦	اس جنگ کو جنگ جمل کہنے کی وجہ
〃	١٧	جنگ صفین کا تذکرہ
〃	٢٠	حضرت امام حسن کی خلافت
〃	٢٢	یزید کی خلافت
〃	٢٣	حضرت امام حسن و امام حسین کی شہادت
〃	٢٥	مروان کی خلافت اور میعاد سلطنت
〃	〃	عباسیوں کی خلافت و حکومت
〃	٢٧	حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ و حسین وغیرہم میں کون حق پر تھا
〃	〃	اہل سنت والجماعت کا فیصلہ

صفحہ	سطر	مضمون
٧٢	١	امامت کے بارہ میں شیعہ اور خوارج کے اعتقادات
〃	٥	حضرت معاویہ اور ان کے بعد والوں کو کافر نہیں کہہ سکتے
〃	١١	خلافت کے بارہ میں شیعہ اور سنیوں کی اختراع
٧٣	١	اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا الخ
〃	٧	تفسیر
〃	〃	بدکاروں کے حال کا بیان
٧٣	١٤	منافقوں کے اقرار کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان اور سچی پیشین گوئی
〃	٢١	منافقین کی وعدہ خلافی کا سبب
٧٤	١	كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ الخ
〃	٤	ترکیب
〃	٩	تفسیر
〃	〃	یہود بنی نضیر کی سزایابی کا ذکر
〃	١١	مدینہ کے منافق اور یہود بنی نضیر پر ایک تمثیل۔
〃	١٨	انسان کے بدن میں شیطان کے اثرات پہنچانے کی کیفیت
〃	٢٢	برصیصا راہب کا قصہ صحیح روایت سے ثابت نہیں
٧٥	١	یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ الخ
〃	٥	تفسیر
〃	〃	اہل سعادت کو ان کے اصول سعادت کی طرف ترغیب
〃	٩	انسانی سعادت کے دو حصے
〃	〃	اوّل قوت نظریہ
〃	١٠	دوسرا حصہ اصلاح عمل اور تہذیب اخلاق
〃	١٨	تقویٰ تمام حسنات و اصول سعادت کا اصل الاصول ہے
〃	٢٤	اصول سعادت انسان کو کس ذریعہ سے پہنچے
٧٦	١	ہُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الخ
〃	٥	اللہ تعالیٰ ذات کا بیان
〃	٨	اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان
〃	١٧	لفظ الرحمن الرحیم کی مزید تشریح

صفحہ	سطر	مضمون
۷۷	۲۶	ابحاث متعلق آیت وللہ الاسماء الحسنٰی
"	"	اسماء الٰہی کے متعلق چند ضروری معلومات
۷۸	۳	اسماء الٰہی کی تاثیر کے متعلق حکماء کے اقوال
"	۸	مؤلف تفسیر حقانی کا ایک مجرب عمل
"	۲۰	اسماء الٰہی کی تاثیر کے متعلق قدیم زمانہ کے حکماء اشراقیین واہل ریاضت کا اعتقاد
"	۲۲	دیگر فرقوں کے عملیات کا تذکرہ
۷۹	۲	سورہ ممتحنہ۔ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الخ
"	"	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	"	مناسبت لسورۃ سابقہ
"	"	منافقانہ سیرت وعادت کی مذمت
"	۱۳	اس سورۃ کی شان نزول میں بخاری کی ایک حدیث اور حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ
۸۰	۱	قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرٰہِیْمَ
"	۷	ترکیب
"	۱۰	کفار کی محبت ومودت سے ایک عجیب پیرایہ میں ممانعت
"	۱۶	کفار سے دوستی رکھنا حرام ہے
۸۱	۱	عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ الخ
"	۶	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	شان نزول اور اس میں اختلاف
"	۹	کفار سے حسن معاشرت کے تعلقات رکھنا جائز ہے
۸۲	۳۰	فوائد متعلقہ آیت مذکورہ
۸۲	۱	یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ الخ

صفحہ	سطر	مضمون
۸۳	۱	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	اسلام کے دشمنوں کی قسمیں اور ان کے حالات
۸۴	"	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے عہد نامہ کے متعلق بخاری کی حدیث
"	"	شان نزول
"	۱۶	مہاجرات یعنی جو عورتیں ہجرت کرنیوالی ہیں ان کا حکم
"	۲۵	پہلا حکم کفار کی بیویوں کے اسلام لانے اور ان کے نکاح کے متعلق احکام
۸۵	۱۱	دوسرا حکم کفار کی عورتوں کو اپنے گھر میں روکنے کے بیان میں
۸۶	۲۲	تیسرا حکم مسلمان عورتوں کو کافروں سے لینے کے بیان میں
۸۷	۸	یہ آیت منسوخ ہے یا محکم اس کی تفصیل
"	۱۶	چوتھا حکم وَاِنْ فَاتَکُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ الخ کے بیان میں
۸۸	۱	یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ الخ
"	۶	ترکیب
"	۱۰	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۱	ان عورتوں کے احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو آتی تھیں
"	۱۲	بیعت کے الفاظ اور انکی تفصیل
"	۱۶	زنا بمقابلہ مرد کے عورت کیلئے زیادہ بُرا ہے
"	۲۲	دواعی زنا اور انکی تفصیل
۸۹	۳	زناکار قوم میں غیرت نہیں ہوتی انجام کار وہ تنزلی اور پستی کا منہ دیکھتی ہیں اس پر ایک دلچسپ روایت
"	۶	ہند بنت عتبہ کا قصہ
۹۰	۷	ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو فرنگیوں کی ہر ہر بات میں تقلید کرتی ہے
"	۸	نئی تہذیب کا نمونہ

صفحہ	سطر	مضمون
۹۰	۲۱	بیعت کے معنی اور اس کی تفصیل
"	۲۲	بیعت کی قسمیں
"	"	قسم اوّل
"	۲۵	قسم دوم
"	۲۶	قسم سوم وچہارم
"	۲۹	قسم پنجم
۹۱	۴	آجکل کی بیعت اور مصنوعی پیروں کے حالات
"	۱۵	مغضوب قوم سے دوستی نہ رکھنے کا حکم اور اس کی وجہ
۹۲	۱	سورہ صف۔ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ
"	۵	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ صف
"	۱۰	شان نزول
"	۱۶	مباحث
۹۳	۲	آیت لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ الخ کے متعلق علماء کی رائے
"	۹	کفار سے لڑنے کی ترغیب
"	۱۲	صف باندھ کر لڑنے سے کیا مراد ہے
"	۱۵	صف کی تعریف اور صفت
۹۴	۱	وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ الخ
"	۵	ترکیب
"	۱۱	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۴	کفار کی تکالیف دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی
"	۱۹	معجزات موسیٰ علیہ السلام
"	۲۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے مشابہت اور یہ کہ رسول اللہ کو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کیساتھ تشبیہ کیوں دی اور نبی سے تشبیہ کیوں نہیں دی
۹۵	۱۳	عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم میں ابن مریم کے لفظ سے یاد کرنیکی وجوہات
"	۱۴	حضرت عیسیٰ تمام جہان کیلئے نبی نہ تھے بحوالہ توراۃ

صفحہ	سطر	مضمون
۹۵	۲۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت کے ثبوت میں علاوہ معجزات کے دو باتیں کہیں
"	۲۷	عیسائیوں پر تورات سے الزام
۹۶	۱	عیسیٰ علیہ السلام بقول نصاریٰ لعنتی تھے بحوالہ کتب نصاریٰ
"	۳	تورات کی بابت ایک حکم
"	۴	موسیٰ کی بابت عیسائیوں کے عقاید
"	۱۱	عیسائی مذہب میں حلال اور حرام کی قید نہیں
"	۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں ایک عجیب بات
"	۲۱	فارقلیط کے متعلق بحث
"	۲۷	عیسائیوں کی دینی کتابوں پر مکمل و مفصل بحث
۹	۱۸	تورات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب
۹	۷	تورات کے متعلق روشن دماغ عیسائیوں کے خیالات
"	۱۷	اہل کتاب کی کتابوں کے متعلق ایک سوال اور جواب
"	۲۸	تورات موجودہ و زبور و دیگر صحف کے متعلق اہل اسلام کے عقاید
۱۰	۲۰	انجیل شریف کا مفصل حال
۱۰	۱۳	انجیل متی کا حال
"	۲۸	انجیل مرقس کا حال
۱۰	۸	انجیل لوقا کا حال
"	۱۴	انجیل یوحنا کا حال
۱۰	۱	اہل کتاب کی کتابوں میں تحریف
۱۰	۶	عیسائیوں میں بہت سے فرقے ہونے کی وجہ
"	۵	اہل کتاب کی کتابوں میں اختلاف کے متعلق دلچسپ بحث
۱۰	۳	عیسائیوں میں جعلسازوں کا دستور
"	۱۳	پرانے نسخوں میں اہل کتاب کی خیانت
"	۱۹	آجکل کی مطبوعہ انجیلیں محض دھوکا ہیں
۱۰	۳۰	آیت مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد

صفحہ	سطر	مضمون
		کی دلچسپ تفسیر
۱۰۷	۲۴	رسول اللہ صلعم کے متعلق بشارت انجیل میں موجود ہے
۱۰۸	۲۵	فارقلیط کے متعلق دو امر قابل غور ہیں
۱۰۹	۱۳	فارقلیط پر پہلی بحث
۱۱۰	۵	نسطور افرقہ کی انجیل
"	۱۸	برنباس حواری کی انجیل
"	۲۸	انجیل یوحنا کی پیشینگوئی کے الفاظ پر بحث
۱۱۲	۱۵	الوہیت مسیح اور تثلیث پر دلچسپ حکایات اور بحث
۱۱۳	۱	وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی
"	۵	ترکیب
"	۱۱	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۵	آیت کی توضیح اور دنیا کے مذاہب باطلہ پر سرسری نظر
۱۱۴	۱۲	اسلام کی ترقی اور مخالفوں کی کوششیں
"	۲۲	اسلام کا دیگر مذاہب پر غلبہ
۱۱۵		یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ الخ
"	۶	ترکیب
۰	۱۵	تفسیر
۱۱۵	۱۵	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۶	مجاہدین کیلئے بیش بہا اجر کا بیان
"	۱۷	اشاعت اسلام سے پہلو تہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف
"	۲۰	تجارت حقیقی کی تعلیم
"	۲۱	تجارت کے معنی اور اس کے اجزاء
"	۲۴	حقیقی اور اللہ کی بتائی ہوئی تجارت میں ضرر نہیں
۱۱۶	۲	ایک دلچسپ سوال اور اس کا جواب
"	۱۰	مراتب جہاد اوّل مرتبہ
"	۱۸	دوسرا مرتبہ
"	۲۱	تیسرا مرتبہ
"	۲۵	حقیقی تجارت کے مثل کا بیان

صفحہ	سطر	مضمون
۱۱۷	۱	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ
"	۳	ترکیب
"	۷	تفسیر
"	"	تجارت کے بعد لشکر آسمانی میں داخل ہونیکی تاکید
"	۱۶	حضرت عیسیٰ کے شاگردوں کو حواری کہنے کی وجہ
"	۱۷	حواریوں کی تعداد اور انکے نام اور مختصر حال
۱۱۸	۳	حواریوں کی تبلیغی سرگرمیاں
"	۱۱	اُمت محمدیہ کو عیسیٰ کے حواریوں جیسا ہونیکی ترغیب
"	۱۵	یہود و نصاریٰ اسلام کے دشمن کیوں ہوگئے اس کی وجہ
"	۲۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عمدہ جماعت کا تذکرہ
"	۲۷	عیسیٰ اور محمد علیہ السلام کے پیروکاروں کا تقابل بزبان سر ولیم میور صاحب
"	۲۹	ہندوستان کے علماء کی حالت
۱۱۹	۱	سورہ جمعہ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ
"	۷	ترکیب
"	۱۱	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ جمعہ
"	۱۶	مناسبت بسورۂ سابقہ
"	"	اللہ تعالیٰ کو بندوں کی دینی اعانت اور استقامت کی حاجت نہیں
۱۲۰	۳	مسئلہ توحید کا عجیب پیرایہ میں ثبوت
"	۱۰	بحث متعلقہ بعض الفاظ قرآنیہ
"	۱۶	امیین کے معنی اور مراد
"	۲۰	رسول بھیجنے کی وجہ
"	۲۸	تکمیل کے مراتب کا بیان
۱۲۱	۱	حکمت کے معنی اور اس کی تقسیم
"	۱۱	حکمت شرعیہ اور اس کے فوائد کا بیان
"	۱۶	حکمت شرعیہ کے فضائل
"	۲۸	عرب اور اقوام دنیا کی ضلالت کا بیان
۱۲۲	۱۹	جملہ لما یلحقوا بہم کے متعلق بخاری و مسلم وغیرہما کی ایک روایت
۰	۲۰	سلمان فارسی کی فضیلت و اوصاف

صفحہ	سطر	مضمون
۱۲۲	۲۵	حضرت امام ابو حنیفہؒ کی بشارت
۱۲۳	۱	مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰتَ
"	۶	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۹	بدنصیب اور جاہل قوم کی حالت اور اس کی مثال
۱۲۴	۸	یہود کے باطل گمان کی تردید
"	۲۱	مسئلہ معاد اور ہدایات انبیاء علیہم السلام سے بےخبری کا نتیجہ
"	۲۲	اسلام میں انبیاء اور اولیاء زادہ ہونیکا اعتبار نہیں جب تک عمل صالح نہ ہوں
"	۲۳	آنحضرت کا عیسائیوں سے مباہلہ
۱۲۵	۱	یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ الخ
"	۵	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	یہود پر تین قسم کی زجر و توبیخ و مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۱	یہود کے یوم سبت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا۔
"	۱۳	جمعہ کے دن خاص عبادت کا حکم
"	۱۹	مباحث، فضائل جمعہ
۱۲۶	۱	احکام جمعہ
"	۲۱	جمعہ کی سنتیں
"	۳۳	جمعہ کی وجہ تسمیہ
۱۲۷	۱	آنحضرت کے حکم کے مطابق انصار نے ہجرت کے پہلے جمع ہونے کا اور ملکر عبادت کرنے کا یہ دن مقرر کیا
"	۲	پہلا جمعہ اسلام میں کب ہوا
"	۵	آنحضرت صلعم کا پہلا جمعہ اور جمعہ کے بارے میں نزول آیت
"	۷	جمعہ کی دو اذانوں کا حکم
"	۱۲	جمعہ کی پہلی اذان سننے کے بعد کاروبار بند کر دینے کا حکم

صفحہ	سطر	مضمون
۱۲۷	۱۴	ذکر اللہ کے معنی میں اختلاف
"	"	سعی کے معنی
"	۱۸	جمعہ کی اذان کے بعد بیع کرنیکا ایک مسئلہ
"	۲۵	آیت وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً الخ کے متعلق بخاری و مسلم کی ایک روایت اور شان نزول
"	حاشیہ ۳۳	نماز باجماعت کا فلسفہ
۱۲۸	۱	سورہ منافقون۔ اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ
"	۹	ترکیب
"	۱۵	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ منافقون
"	۱۸	شان نزول کے متعلق بخاری و مسلم کی ایک حدیث
۱۲۹	۶	منافق کی تعریف اور قسمیں
"	۲۳	لفظ ایمان کے معنی اور تحقیق
"	۲۶	یمین یعنی قسم کی قسمیں
۱۳۰	۱	وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا الخ
"	۸	ترکیب
"	۱۰	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۳	منافقوں کے جرم و تذبذب کا سبب
"	۱۴	منافقوں کے ظاہری حالات کا تذکرہ
۱۳۱	۱	یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ
"	۵	ترکیب
"	۹	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	"	مسلمانوں کو یاد الٰہی اور خیرات کیطرف ترغیب اور ایک ناگہانی آنے والے وقت سے خوف دلانا
"	۱۹	دار آخرت کے توشہ کا ذکر
۱۳۲	۱	سورہ تغابن۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ
"	۹	ترکیب
"	۱۱	تفسیر

صفحہ	سطر	مضمون
۱۳۲	۱۱	جائے نزول سورہ تغابن
"	۱۴	مناسبت بسورۃ سابقہ
"	۲۰	اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنیکی وجہ اور اس کی صفات
۱۳۳	۵	انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ
"	۱۰	بندہ کاسب ہے نہ خالق
"	۱۴	حکماء عرب، یونان و ہند وغیرہم کا رد
"	۲۲	اللہ تعالیٰ کے وصف علم کا ثبوت۔
"	۲۷	برباد شدہ قوموں کے حالات کی طرف اشارہ
۱۳۴	۱	زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ
"	۲۷	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	"	مسئلہ معاد یعنی آخرت کا بیان
"	۲۰	قیامت کے متعلق دہریوں کا عقیدہ
"	"	نیچر کی تعریف
"	۲۳	آریہ دھرم کا خدا کے متعلق عقیدہ
۱۳۵	۸	لفظ تغابن کے معنی اور اسکی تحقیق
"	۱۱	ایمان کے ساتھ نیک کام بھی ہونے چاہئیں
"	۱۳	اعمال صالحہ کے متعلق یعقوب حواری اور پولوس کا عقیدہ
"	۱۵	اہل اسلام کے نزدیک اعمال صالحہ گناہوں کا کفارہ ہیں
"	۱۹	شفاعت اور کفارہ میں فرق
"	"	گناہوں کو بخشنے اور مٹا دینے میں فرق
۱۳۶	۱	مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ
"	۷	ترکیب
"	۹	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۰	دیانداروں کو مصائب و تکالیف پہنچنے کی وجوہات
"	۹	مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہنے کی وجہ

سطر	مضمون
۲۱	سب سے افضل کام کے متعلق آنحضرت کا ارشاد
۲۴	ایمان باللہ اور رسول معرفت کے دو راستے
۹	اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبتوں پر صبر نہ کرنے والے کے واسطے سزا
۱۰	توکل کی تاکید
۱۴	عرب کے غریب اور بےکس مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ جیسے قہار بادشاہوں پر غلبہ ہونے کی وجہ
۱۶	توکل اور تعطل میں فرق
۲۱	بیجا تعلق کے رشتوں کو منقطع کرنے کی تاکید
۲۴	آیت یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم کے معنی کے متعلق ابن عباس کی روایت
۲۵	بیوی بچوں کے قصور کو معاف کرنے کا حکم
برحاشیہ	خلافت علی کوئی آسمانی حکم نہ تھا۔
۱	فاتقوا اللہ ما استطعتم الخ
۴	ترکیب
۸	تفسیر
〃	مناسبت بآیات سابقہ
۱۰	زن و فرزند کی بیجا محبت کا کفارہ
۱۱	مال کی محبت کا کفارہ
۱۳	اجر عظیم کے حاصل کرنے کا طریقہ
۱۶	بروایت قتادہ و ربیع بن انس وغیرہ یہ آیت ناسخ ہے اتقوا اللہ حق تقاتہ کی۔
۱۷	شان نزول آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم الخ
۲۰	حضرت ابن عباس اس آیت میں ناسخ و منسوخ ہونے کے قائل نہیں
۲۵	شح یعنی بخل کے معنی اور اس کا نتیجہ۔
۲۷	خدا تعالیٰ کے راستہ میں قرض دینے کے فواید
۱	سورہ طلاق۔ یا ایہا النبی اذا الخ
۷	ترکیب
۱۱	تفسیر
۸	ربط السورۃ بما سابقہ

صفحہ	سطر	مضمون
۱۳۹	۱۶	ابحاث
〃	۷	بحث اول یا ایہا النبی سے کیا مراد ہے
〃	۱۹	بحث دوم اذا طلقتم النساء سے کیا مراد ہے
〃	۲۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں طلاق کا حکم بحوالہ انجیل
〃	۲۳	طلاق کے متعلق عربوں کا دستور
۱۴۰	۱	فاذا بلغن اجلہن الخ
〃	۵	ترکیب
〃	۹	تفسیر
〃	〃	اسلامی طلاق اور یہودی و عیسوی طلاق میں فرق
〃	۱۴	عورتوں کی کج خلقی پر صبر اور ان سے نیکی کرنے کا حکم
〃	۱۵	ایماندار مرد کو ایماندار عورت سے نفرت نہ کرنے کا حکم
〃	۱۸	اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارنے کا حکم
〃	۱۹	خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ مکروہ ہے
〃	۲۰	عورتوں کو بغیر زنا کے شبہ کے طلاق نہ دینے کا حکم
〃	۲۲	بغرض شہوت طلاق نہ دینے کا حکم
〃	۲۵	حسن معاشرت اور عورتوں سے نرمی اور اخلاق سے پیش آنے کا حکم اور اس میں تھوڑی سی ترمیم
۱۴۱	۱	واللائی یئسن من المحیض الخ
〃	۹	ترکیب
〃	۱۳	تفسیر
〃	〃	جملہ واحصوا العدۃ کی تشریح
〃	۱۸	احکام طلاق
〃	۱۹	اول حکم حیض میں طلاق نہ دے
〃	۲۴	عدۃ طلاق اور ثلثۃ قروء کا بیان اور ائمہ کا اختلاف
۱۴۲	۱۸	طلاق کا دوسرا حکم
〃	۱۹	زمانہ جاہلیت کی طلاق

صفحہ	سطر	مضمون
۱۴۲	۲۱	طلقتم النساء میں نساء سے کون عورتیں مراد ہیں
〃	۲۵	اقسام طلاق
〃	〃	طلاق احسن کی تعریف
〃	۲۷	طلاق حسن کا بیان
۱۴۳	۳	طلاق بدعی کا بیان
〃	۸	الفاظ طلاق اور انکی قسمیں
〃	۱۳	احکام
〃	۱۹	رجوع کرنے میں دو گواہوں کی ضرورت کا بیان
〃	۲۰	حلالہ کے معنی اور اسکی مشروع ہونے میں حکمت
〃	۲۳	طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا شوہر کے سامنے آنا بناؤ سنگھار کرنا رغبت دلانا ممنوع نہیں۔
۱۴۴	۱	وکاین من قریۃ عتت الخ
〃	۸	طلاق کا تیسرا حکم
〃	۹	مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں گھروں سے نہ نکلنے کا حکم
〃	۱۰	مطلقہ کو اسی گھر میں رہنا چاہیے جہاں وہ طلاق سے قبل رہتی تھی
〃	۱۵	بدکار عورت کو گھر سے نکالنا ممنوع نہیں
〃	۲۱	مطلقہ عورت کو مکان اور نفقہ دینا واجب ہے
۱۴۵	۵	مکان اور نفقہ دینے میں جمہور کا مذہب
〃	۱۰	بعض اہل علم کا قول
〃	۱۳	امام مالک و شافعی کا قول
〃	۲۱	طلاق کا چوتھا حکم
〃	۲۹	طلاق کا پانچواں حکم
〃	۳۰	دو گواہ بنانے کی حکمت کا بیان
۱۴۶	۱	رجعت اور وصیت کے گواہوں میں فرق
〃	۸	طلاق کے احکام کی پابندی کی تاکید
〃	۱۷	خوف خدا کی تاکید اور اس کے فوائد کا بیان
〃	۱۸	خوف خدا کرنے والوں کو نعمائے جنت کا وعدہ

صفحہ	سطر	مضمون
۱۴۶	۱۹	اوّل چیز
"	"	دوسری چیز
۱۴۷	۳	گناہ سے روزی کم ہوتی ہے
"	۵	دُعا تقدیر کو رد کرتی ہے
"	۴	نیکی عمر کی زیادتی کا باعث ہے
"	۷	ازلی بدبختوں اور کفار کے مال کی افزائش کا سبب
"	۱۱	توکّل کے فواید کا بیان
"	۲۷	حیض نہ آنے والی عورتوں کی عدت اور ان کی قسموں کا بیان
"	۳۰	قسم اوّل
۱۴۸	۱۶	قسم دوسری
"	۱۸	قسم تیسری
"	۲۰	فوائد و مسائل
"	۲۷	**بحث**
۱۴۹	۴	حاملہ اور غیر حاملہ کی عدت کا بیان
"	۲۶	طلاق کے بعد ایام عدت میں خاوند کو مطلقہ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے اس کے احکام
"	"	اوّل حکم
۱۵۰	۱	دوسرا حکم
"	۶	تیسرا حکم
"	۱۲	سوال
"	۱۴	جواب
"	۱۶	چوتھا حکم اور اس کی صورتیں
"		فوائد و مسائل
"	۲۷	پانچواں حکم
۱۵۱	۶	احکام مندرجہ بالا کی پابندی کی تاکید
۱۵۲	۱	سورہ تحریم۔ یا ایہا النبی لم تحرم الخ
"	۱۰	**ترکیب**
"	۱۷	**تفسیر**
"	"	جائے نزول
"	۱۸	ربط

صفحہ	سطر	مضمون
۱۵۲	۲۲	حلال چیز کو حرام نہ کرنے کا حکم
۱۵۳	۲	اسلام میں رہبانیت نہیں ہے
"	۷	فقراء اہل اسلام ریاضت میں اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہیں کرتے
"	۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر کونسی چیز حرام کی تھی اس کی تفصیل
"	۲۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ شے پر دوسری روایت اور شان نزول
۱۵۴	۳	اس قصہ کی تفصیل
	۱۳	حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کو اس مشورہ کیلئے کمیٹی کرنے پر تنبیہ
"	۱۹	حلال چیز کو حرام کر لینا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یمین ہے
"	۲۲	کفارہ یمین کا بیان
"	۲۵	امام شافعی کا مسلک
"	۲۷	رسول اللہ صلعم کے کفارہ دینے میں اختلاف
	برحاشیہ	حفصہؓ اور عائشہؓ پر شیعوں کا اعتراض اور جواب
۱۵۵	۱	عسیٰ ربہ ان طلقکن الخ
"	۵	**ترکیب**
"	۱۰	**تفسیر**
"	"	ازواج مطہرات کو تخویف
"	۱۱	نیک عورتوں کے اوصاف
۱۵۶	۸	ازواج مطہرات کے متعلق ایک شبہ اور اس کا ازالہ
"	۱۲	ازواج مطہرات کے اوصاف حمیدہ کا بیان اور قسمیں
"	۱۹	عورتوں کو متنبہ کرنے کے بعد مردوں کو تنبیہ
"	۲۵	دوزخ کے داروغہ اور محافظوں کی کیفیت
۱۵۷	۱	یا ایہا الذین کفروا لا تعتذروا الخ
"	۵	**ترکیب**

صفحہ	سطر	مضمون
۱۵۷	۱۰	**تفسیر**
"	"	ملائکہ کی سختی پر کفاروں کی معذرت اور ملائکہ کا جواب
"	۱۵	توبۃ النصوح کا بیان
"	۲۱	توبہ کے نتائج کا بیان
"	۲۴	ابطال کفارہ مسیح
۱۵۸	۲	توبہ سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے
"	۵	توبہ کا دوسرا نتیجہ
"	۷	دخول جنت کا دن
"	۱۵	منافقوں کی روشنی گل ہونے کے وقت جنتیوں کی دعا۔
۱۵۹	۱	یا ایہا النبی جاہد الکفار الخ
"	۸	**ترکیب**
"	۱۲	**تفسیر**
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۰	کفاروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم
"	۱۹	لفظ جہاد کی تحقیق
"	۲۳	منافقوں کیلئے جہاد نہیں ہے اسکی وجہ
۱۶۰	۲	حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال اور ان کی خیانت
"	۶	کسی نبی کی بیوی نے زنا نہیں کیا اس پر عبداللہ بن عباس کی شہادت
"	۱۲	جہنم اور جنت کے متعلق اہل اسلام کا عقیدہ
"	۹، ۱۳	حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کیطرف اشارہ
"	۱۶	اولیاء کرام و بزرگاں کو تنبیہ
"	۲۰	حضرت لوط و حضرت نوح علیہما السلام کی بیویوں کے مقابلہ میں دو نیک بیویوں کا تذکرہ
"	۲۹	فرعون کی بیوی کا ذکر
۱۶۱	۲	فرعون کی بیوی کی دعا
"	۷	مریم بنت عمران کا ذکر
"	۱۶	من روحنا کے معنی

مضمون	سطر	صفحہ
جنت کی نفیس عورتوں کا ذکر	۲۳	۱۰
ان چار عورتوں کی مثال دینے کے فوائد	حاشیہ	
ثرید کے معنی	حاشیہ	
سورہ ملک، تبارک الذی	۱	۱٦
ترکیب	٦	
تفسیر	۱۵	
اس سورۃ کے نام اور وجہ تسمیہ	۸	
فضائل سورہ ملک	۱۷	
جائے نزول سورہ ملک	۲۴	
رحمانیات	۲۵	۱۰
ربانیات	〃	
ربط اول	۲٦	
ربط دوم	۱	۱۰
ربط سوم	۳	
ربط چہارم	۱۱	
آسمانی کتابوں کی زیادہ توجہ چند	〃	
مسائل کی طرف ہے۔	〃	
مسئلہ اول	〃	
مسئلہ دوم	۱۲	
مسئلہ سوم	۱۳	
مسئلہ چہارم	〃	
برکت کے معنی	۲۱	
ملک کے معنی	۲۸	
تبارک الذی فرمانے اور تبارک الرحمن	۲۹	
نہ فرمانے کی وجہ		
لفظ شیٔ کی تفصیل اور علماء کے	۷	۱
اقوال		
موت کے مرادی معنی اور دلچسپ بحث	۱	
حسن عمل کی تفسیر	۳۰	
موت کے متعلق ایک سوال اور	۱	۱
اس کا جواب		
سوال	۷	
جواب	۸	
علم اجمالی و تفصیلی کی بحث	〃	

مضمون	سطر	صفحہ
بندوں کے اعمال کی قسمیں	۱۱	۱٦۵
اللہ تعالیٰ کی قدرت پر چند شواہد	۲۴	〃
شاہد اول	〃	〃
دوسرا شاہد	۵	۱٦٦
آسمانوں کے متعلق ایک سوال	۱۷	〃
جواب	۱۸	〃
سوال	۲۲	〃
جواب	۲۴	〃
ولقد زینا السماء الدنیا الخ	۱	۱٦۷
ترکیب	۳	〃
تفسیر	۸	〃
ستاروں اور آسمانوں کے متعلق اہل	۱۰	〃
ہیئت کی تحقیق		
سبع سمٰوٰت کہنے کی وجہ	۱۹	〃
چوتھا شاہد	۲۰	〃
رجوم کے معنے	۲۱	〃
مصابیح کے معنے	۲۸	〃
ستارہ ٹوٹنے کی کیفیت	۳۰	〃
والذین کفروا بربہم الخ	۱	۱٦۸
ترکیب	٦	〃
تفسیر	۱۲	〃
مسئلہ معاد کا بیان	〃	〃
جہنم اور جہنمیوں کے حالات اور	۲۰	〃
ملائکہ سے گفتگو		
نذیر کے معنی	۲٦	〃
ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے	۲ ح	۱٦۹
کفار کا جواب	۱۲	〃
فرشتوں کا جواب	۲۲	〃
انسان کی فلاح کے دو طریقے	۲۳	〃
تقلید	〃	〃
اجتہاد	۲۵	〃
فوائد	۲۹	〃
فائدہ ۲	۷	۱۷۰
فرمانبرداروں کے اعزاز و اکرام کا بیان	۱۱	〃
گنہگار مسلمان اور کفار کے جہنم میں	۲۴	〃

مضمون	سطر	صفحہ
جانے کے متعلق فرقہ مرجیہ کا عقیدہ		
الوہیت مسیح کا ابطال	بر حاشیہ	۱۷۰
ان الذین یخشون ربہم الخ	۱	۱۷۱
ترکیب	۳	〃
تفسیر	۷	〃
مسئلہ معاد کی بابت گروہ اتقیاء کا حال	۷	〃
شبہ	۱٦	〃
جواب	۱۷	〃
اللہ تعالیٰ سے تنہائی اور پوشیدگی	۲۳	〃
میں ڈرنا بہتر ہے		
اللطیف کے معنی	۲۷	〃
الخبیر کے معنے	۲	۱۷۲
اشقیاء کی سزا اور اتقیاء کی جزا کی	۴	〃
بابت ایک غلط خیال کا ابطال		
خلق افعال کے متعلق بعض علماء	۱۰	〃
کی رائے		
غیب کے معنی	۱۵	〃
لطیفہ	۱۸	〃
فائدہ ۳	۲۰	〃
ہو الذی جعل لکم الارض ذلولا الخ	۱۱	۱۷۳
ترکیب	۵	〃
تفسیر	۱۲	〃
مناسبت و ربط با آیات سابقہ	〃	〃
زمین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بادشاہی	۱۳	〃
اور عالم سفلی کے انعام کا بیان		
زمین بندوں کے لیے کس طرح فائدہ مند ہے	۱۸	〃
ءامنتم الارض سے کیا مراد ہے	۱	۱۷۴
خدا کے باغیوں کو تنبیہ، اول تنبیہ	۱۰	〃
خدا تعالیٰ آسمان زمین میں نہیں ہے	۱۴	〃
اس کی وجوہات		
وجہ اول	۸	〃
وجہ دوم	۱۵	〃
دوسری تنبیہ	۲۳	〃
اولم یروا الی الطیر الخ	۱	۱۷۵

صفحہ	سطر	مضمون
۱۷۵	۶	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	"	مناسبت و ربط بآیات سابقہ
"	۱۳	خداوند کریم کی قدرت کاملہ کا تصرف ہوا اور فضا میں بھی ہے
"	۳۰	فائدہ ۱
"	۳۱	فائدہ ۲
"	۳۳	فائدہ ۳
۱۷۶	۱۷	جن چیزوں سے انجذاب اور پوجا کرنے کے دو سبب ہوتے ہیں
"	"	سبب اوّل
"	۱۹	سبب دوم
"	۲۰	کفار و مشرکین کے خیال کا ابطال
"	۲۵	انسان کی دو عمدہ قوتوں کا بیان
۱۷۷	۱	افمن یمشی مکبا الخ
"	۶	ترکیب
"	۱۷	تفسیر
"	"	ربط و مناسبت بآیات سابقہ
"	"	کفار کے دو وصفوں کی قباحت کا بیان
۱۷۸	۳	کجی اور راستی کا بیان
"	۹	دوسرا شاہد خداوند تعالیٰ کے قادر و مالک ہونے پر
"	۲۵	تیسرا شاہد
۱۷۹	۱۲	قیامت کا ہولناک تذکرہ
"	[illegible]	حشر حقیقی کا بیان
"	۲۳	قیامت صغریٰ کا بیان
۱۸۰	۱	قل ارأیتم ان اہلکنی اللہ الخ
"	۳	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	ربط و مناسبت بآیات سابقہ
"	۹	کفار کے باطل معبودوں کی تردید
"	۱۴	رسول اللہ کو خداوند تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا

صفحہ	سطر	مضمون
۱۸۰	۲۳	بتوں کی کمزوری اور خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل
۱۸۱	۱	سورہ قلم۔ ن والقلم الخ
"	۲	ترکیب
"	۳	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ ن والقلم
"	۱۲	وجہ تسمیہ سورہ ن والقلم
"	۱۳	مسئلہ نبوت پر دلچسپ بحث
۱۸۲	۱	نون سے کیا مراد ہے اس کے متعلق دلچسپ بحث
"	۲۳	نون کے متعلق صوفیہ کرام کا مذہب
۱۸۳	۱	لفظ نون کے متعلق فیصلہ کن بحث
"	۳	قلم سے کیا مراد ہے؟
"	۷	متی کی انجیل سے فرشتہ اوّلی کا ثبوت
"	۲۲	سورہ قلم کو سورہ ملک سے مناسبت
"	۲۷	اس سورۃ میں تین چیزوں کی قسم کھائی
"	۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنے کی وجہ
۱۸۴	۱۳	خلق کے معنے
"	۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیا تھا۔
۱۸۵	۱	خلق عظیم کہنے کی وجہ
"	۹	آنحضرت صلعم کی صداقت کے متعلق ایک پیشین گوئی
"	۱۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا معجزہ
۱۸۶	۱	ودوا لو تدہن فیدہنون
"	۳	ترکیب
"	۹	تفسیر
"	۹	مناسبت بآیات سابقہ
"	"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی اطاعت سے رکنے کی تاکید
"	۱۱	کفار کا رسول اللہ کے پاس آکر تھوڑی برائی کہنے سے روکنا آپ کا جواب
"	۱۸	ولید بن مغیرہ کی مصاحبہ اور رسول اللہ

صفحہ	سطر	مضمون
		دشمنی کی کیفیت اور اس کی صفات رذیلہ کا بیان
۱۸۶	۲۳	بات بات پر قسمیں کھانا مخالف کا ذب ہونے کی دلیل ہے
۱۸۷	۲	زنیم کے معنی
"	۹	ولید بن مغیرہ کی دنیا میں سزا
"	۱۱	فائدہ ۱
"	۱۳	فائدہ ۲
"	۲۱	فائدہ ۳
"	۲۳	فائدہ ۴
۱۸۸	۱	انا بلوناہم کما بلونا الخ
"	۸	ترکیب
"	۱۳	تفسیر
"	۱۵	مغروروں اور متکبروں کے اموال اور شوکت کی وجہ
"	۲۰	باغ والوں کی حکایت
۱۸۹	۱۳	باغ والوں کی آزمائش اور باغ پر مصیبت آنے کی وجہ
"	۱۷	ناشائستہ افعال کی خرابیاں
۱۹۰	۵	مختلف الفاظ قرآنیہ کی تفسیر
"	۲۱	مصیبت اور بلا دیکھنے کے بعد باغ والوں کی توبہ
۱۹۱	۱	ان للمتقین عند ربہم الخ
"	۵	ترکیب
"	۱۰	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	"	سعداء اور نیک لوگوں کے گروہ کا حال
"	۱۲	کافروں کے ایک باطل خیال کا رد
۱۹۲	۱	یوم یکشف عن ساق الخ
"	۵	ترکیب
"	"	تفسیر
"	۵	قیامت کے ہولناک زمانہ کا بیان
"	۱۰	ساق کے معنے اور اس کی حقیقت
"	۱۵	ساق کے متعلق چند اقوال

صفحہ	سطر	مضمون
۱۹	۱۵	قول اوّل
	۲۰	قول دوم
۱۹	۲	قول سوم
	۶	شریعت اسلامیہ میں حقائق الٰہیہ کی چند چیزوں کے ساتھ تفصیل
	۸	حقائق الٰہیہ کے متعلق اہل ظواہر اور معتزلہ کا مذہب
	۹	اہل سنت کا عقیدہ
	۱۲	کشف ساق کے وقت کفار کے سجدہ نہ کرسکنے کی وجہ
	۲۱	آیت وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ کے شان نزول کے متعلق مختلف روایات
۱۹	۸	کفار کی ہنسی اور مذاق پر آنحضرت کی تسلی
	۱۲	اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج یعنے مہلت دینے کے معنی
۱۹	۱	فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ
	۴	ترکیب
	۱۳	تفسیر
	"	ربط بآیات سابقہ
	"	نبی صلعم کو صبر و استقلال کی تاکید و ضمناً ایک نبی کی جلد بازی پر عتاب کا تذکرہ
	۱۶	یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں دعا
"	۱۹	یونس علیہ السلام کا قصہ
۱۹	۱	رسول اللہ صلعم کی اس حالت کا بیان جو قوم کے ہاتھوں پیش آرہی تھی۔
	۱۴	لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِہِمْ کے معنے کی تفصیل
	۲۲	بحث نظر میں کوئی اثر ہے یا نہیں
	۲۴	نظر کے متعلق معتزلہ کا مذہب
	۲۵	محققین کا مذہب
	۲۸	نظر کے اثر پر گفتگو
	۲۹	نظر بد کا علاج

صفحہ	سطر	مضمون
۱۹۷	۱	سورہ الحاقہ۔ اَلْحَاقَّۃُ مَا الْحَاقَّۃُ الخ
"	۵	ترکیب
"	۱۶	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ الحاقہ
"	۱۹	مناسبت
"	"	انسان کی بدکرداری اور کفر پر جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سزا نازل ہوتی ہے وہ دو قسم پر ہے۔
"	۲۱	قسم اوّل
۱۹۸	۲۵	قسم دوم
"	۱۵	حاقہ کے معنی اور مفسرین کے اقوال
"	۲۰	مَا اَدْرٰکَ کے متعلق یحییٰ بن سلام کا قول
"	۲۴	حاقہ کے چند نظائر
"	۲۵	قارعہ کا بیان
۱۹۹	۶	قوم ثمود کی ہلاکت
"	"	طاغیہ کا بیان
"	۱۲	قوم عاد کی ہلاکت
"	۱۷	عربی زبان میں سردی کے آخر موسم کے ایام
۲۰۰	۱	وَجَآءَ فِرْعَوْنُ الخ
"	۳	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	"	فرعون کی ہلاکت
"	۱۶	قوم لوط کی وہ بستیاں جو الٹا دی گئیں
"	۲۳	قوم نوح کی ہلاکت
۲۰۱	۱	فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ الخ
"	۱۱	ترکیب
۲۰۲	۳	تفسیر
"	"	مناسبت و ربط بآیات سابقہ
"	"	قیامت کے برپا ہونے کا ذکر
"	۲۶	فائدہ نمبر ۱
۲۰۳	۲	فائدہ نمبر ۲
"	۵	فائدہ نمبر ۳
"	۶	تخت رب العالمین کے سر پر اٹھانے کے معنے

صفحہ	سطر	مضمون
۲۰۳	۹	تخت کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ
"	۱۵	آجکل کے تعلیم یافتوں کا قرآن شریف کے سمجھنے کا معیار
"	۱۸	فہم قرآن کے متعلق اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ
"	۲۳	آیات مذکورہ میں معتزلہ کی تاویل
"	۲۴	خداوند تعالیٰ کی جہانداری کی چار صفات
"	۲۷	ان چار صفات کی اور چار صفات مزید معاون ہیں
۲۰۴	۶	عرش معنوی اور عرش صوری میں مشابہت
"	۹	عرش رب العالمین کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ
"	۱۳	عرش کے متعلق قول فیصل
"	۲۳	خداوند تعالیٰ کی عدالت کی کیفیت
۲۰۵	۱	جنتیوں کی کیفیت کا بیان
"	۱۳	جہنمیوں کا جہنم میں داخل ہونے کا سبب
"	۲۴	تنگی اور مصیبت کے ٹالنے کے دو سبب
۲۰۶	۱	فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ
"	۶	ترکیب
"	۱۱	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
	۱۷	مسئلہ نبوت کا ثبوت
"	۲۰	مَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ کے معنے میں مفسرین کے متعدد اقوال
۲۰۷	۹	کاہن کے معنی
"	۱۳	قرآن مجید اور دیگر کلاموں میں فرق
"	۲۰	کلام اللہ کو کلام جبریل کہنے کی وجہ اور ایک اعتراض۔
"	۲۵	اعتراض کا جواب
۲۰۸	۱	ایک شبہ
"	۳	جواب
"	۱۱	آنحضرت کی نبوت پر دوسری دلیل

صفحہ	سطر	مضمون
۲۰۹	۱	سورہ معارج سَاَلَ سَائِلٌ الخ
″	۵	ترکیب
″	۱۳	تفسیر
۰	۰	جائے نزول سورہ معارج
″	۱۵	شانِ نزول
″	۲۰	مناسبت بسورۂ سابقہ
۲۱۰	۱	لفظ سال کے سوال کے معنے لینے پر تفسیر
″	۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار کے لئے بددعا
″	۱۰	آنحضرت صلعم کو صبر و بددعا نہ کرنے کی تلقین
″	۲۳	لفظ سال کے سیلان کے معنی لینے پر تفسیر
″	۲۹	لفظ معارج کے معنی
۲۱۱	۱	لفظ معارج کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال
″	۱۱	اللہ کو ذی المعارج کہنے کی وجہ
″	۱۴	رُوح سے کیا مراد ہے
″	۱۷	رُوح کے متعلق بعض اہل کشف کا قول
۰	۲۲	جمہور کے نزدیک پچاس ہزار برس کے دن سے کیا مراد ہے
۲۱۲	۷	آیت یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ الخ کے معنی میں چند اقوال
۰	″	قول اوّل
″	۱۴	قول دوم
″	۱۸	قول سوم
۲۱۲	۲۲	قول چہارم
۲۱۳	۱	یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ الخ
″	۴	ترکیب
″	۱۲	تفسیر
۰	″	مناسبت بآیات سابقہ
۰	″	قیامت کے وقوع ہونے کی اور منکرین قیامت کے حال کا بیان
″	۱۸	نفخۂ ثانیہ کا بیان
۲۱۴	۱	اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ ہَلُوۡعًا الخ

صفحہ	سطر	مضمون
۲۱۴	۸	ترکیب
″	۱۱	تفسیر
″	″	بخل و کنجوسی کی وجہ
″	۱۶	حضرت ابن عباس کے نزدیک ہلوع کے معنی
۲۱۵	۱	آٹھ گروہ کو جہنم نہ بلائے گی
″	″	پہلا گروہ
″	۸	دوسرا گروہ
۰	۱۹	محروم کے معنی میں متعدد اقوال
″	″	قول اوّل
۰	۲۰	قول دوم
″	۲۱	قول سوم
″	۲۷	فائدہ متعلق نماز
۲۱۶	۱	تیسرا گروہ
″	۵	چوتھا گروہ
″	۱۹	پانچواں گروہ
۲۱۷	۱	لونڈی غلام بنانے کا دستور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی تھا معہ حوالہ توریت
″	۸	لونڈی سے بغیر نکاح ہمبستری ہونے کی وجہ
″	۱۲	متعہ کی حرمت
″	۱۴	چھٹا گروہ
″	۲۲	ساتواں گروہ
۲۱۷	۲۷	آٹھواں گروہ
۲۱۸	۱۱	فَمَالِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
۲۱۸	۴	ترکیب
	۱۶	تفسیر
″	۰	مناسبت بآیات سابقہ
″	″	اشراف کفار کے باطل خیال کا رد
۲۱۹	۳	آیت فَمَالِ الَّذِیۡنَ الخ کے متعلق نبی کریم صلعم کی تفسیر بحوالہ محدثین
″	۱۰	منکرین حشر کو تنبیہ
″	۲۴	مشارق و مغارب کے جمع لانے کی وجہ
۲۲۰	۱	سورہ نوح - اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا الخ
″	″	ترکیب

صفحہ	سطر	مضمون
۲۲۰	۱۱	تفسیر
۰	″	جائے نزول سورہ نوح
۰	″	مناسبت بآیات سابقہ
	۱۳	نوح علیہ السلام کا شجرہ نسب
	۱۸	جائے پیدائش نوح علیہ السلام
۲۲۱	۱	ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا الخ
″	۴	ترکیب
″	۷	تفسیر
″	۱۱	نوح علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ
۲۲۲	۱	مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا الخ
″	۴	ترکیب
″	۱۴	تفسیر
″	۱۳	حکم برداری کا ثمرہ
″	۱۸	ان کے دنیا میں نہ ٹھہرنے کی وجہ
۰	۲۲	حضرت نوح علیہ السلام کی مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات
۲۲۳	۵	استغفار کے فوائد
″	۱۴	استغفار کے متعلق حسن بصری کی حکایت
″	۱۸	استغفار کے متعلق علماء کرام کا فرمان
″	۲۶	دلائل توحید پہلی دلیل
۲۲۴	۲	دوسری دلیل
″	۶	چاند اور آسمان کے متعلق ایک سوال
″	″	جواب
″	۸	چاند اور سورج کے متعلق ایک سوال
″	″	جواب
″	۱۲	توحید کی تیسری دلیل
″	۲۰	چوتھی دلیل
۲۲۵	۱	قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ الخ
″	۴	ترکیب
″	۱۱	تفسیر
″	۱۲	کفار کی نافرمانی سے تنگ آ کر بارگاہ خداوندی میں نوح کی عرضداشت
″	۱۶ ف	فائدہ ۱
	بر حاشیہ	ود و یغوث و یعوق و نسر وغیرہ بتوں کی حقیقت
۲۲۶	۱ ف ۲	مذہب صابیہ کی ابتدا کس طرح ہوئی

صفحہ	سطر	مضمون
۲۲۶	۱ ف	دنیا میں بت پرستی اور مذہب صابیہ کی ابتدا کس طرح ہوئی
"	۹	بت پرستی کا دوسرا سبب
"	۱۱	بت پرستی کا تیسرا سبب
"	۱۴	بت پرستی کا چوتھا سبب
"	۲۱	وُدّ کے معنی اور اس کی وجہ تسمیہ
۲۲۷	۲	یغوث کے معنی اور اسکی وجہ تسمیہ
"	۴	یعوق کے معنی اور اس کی وجہ تسمیہ
"	۶	نسر کے معنی اور اس کی وجہ تسمیہ
"	۱۰ ف	مندرجہ بالا چار بتوں کی تاریخ پر سرسری نظر
"	۱۴	قوم عرب کے اور دوسرے بتوں کا بیان
"	۱۹	نوح علیہ السلام کی بد دعا
۲۲۷	۱۴ بر حاشیہ	فرقہ صابیہ کا عقیدہ اور اس کا دوسرا نام
۲۲۸	۱۶ بر حاشیہ	فرقہ صابیہ کے دو فرقے اور انکے عقاید
"	۱	مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوا
"	۵	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	قوم نوح کے عذاب کا تذکرہ
"	۱۲	عقیدہ صابیہ بت پرستی کا ابطال
۲۲۹	ف	عذاب قبر کا ثبوت
"	۶	معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک مرنے کے بعد حشر سے پہلے عذاب ثواب نہیں
"	۸	قوم کے غرق ہونے کے وقت نوح کی بد دعا
"	۱۵ ف	سوال، نطفہ کا اثر کیوں بدلتا ہے
"	۱۶	جواب
"	۲۳	نوح کی اپنی اور اپنے متبعین اور والدین کے لئے دعا
۲۳۰	ف	دعا مقبول ہونیکے لئے پانچ باتوں سے بچنا ضروری ہے
"	۱۱	طوفان نوح کے متعلق مورخین کا بیان
"	۱۶	نوح علیہ السلام کی تبلیغ کے متعلق ایک شبہ
"	۲۰	جواب

صفحہ	سطر	مضمون
۲۳۰	۲۵	طوفان کے متعلق عام اسلام اور یہود و عیسائی اور بت پرستوں کے خیالات
۲۳۱	۱	سورہ جن۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ الخ
"	۶	ترکیب
"	۱۶	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ جن
"	۱۷	سورہ نوح سے مناسبت
۲۳۲	۱	وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ الخ
"	۵	ترکیب
"	۷	تفسیر
"	"	سورہ جن کا شان نزول
"	۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جانا
"	۱۲	طائف کے سرداروں کے نام
"	۱۳	عکاظ میں تبلیغ
"	۱۴	نخلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنوں کا قرآن سننا
"	۲۲	مکہ میں جنوں کی ایک جماعت کا آنا اور اسلام قبول کرنا
"	۲۶	جنات کے وجود میں اختلاف
۲۳۳	۱۳	قائلین وجود جن کے اقوال
"	۱	قول اول
"	۱۶	قول دوم
"	۲۲ ف	جنوں کے متعلق ایک دقیق بحث
۲۳۴	۱۹	ایام جاہلیت میں حضرت عمرؓ کو بت میں سے لا الہ الا اللہ کی آواز آئی بروایت صحیح بخاری
"	۲۴	ایک اور روایت
۲۳۵	ف	کفار مکہ اور عرب کے جاہلوں کو آنحضرت کی نبوت کا اطمینان اور ان کے باطل خیالات کا ابطال بچند وجوہ
"	۱۰	وجہ اول
"	"	وجہ دوم
"	۲۲	وجہ سوم

صفحہ	سطر	مضمون
۲۳۵	۲۴	جن پرستوں کو تنبیہ اور ان کے متعلق مفصل بحث
۲۳۷	۱۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اثبات نبوت کے لئے تمہیدی بیان
۲۳۸	۱	وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ الخ
"	۵	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	"	مسئلہ نبوت پر عقل کی دوسری دلیل
"	۲۲	فائدہ نمبر ۱
"	۲۵	فائدہ نمبر ۲
"	۲۶	فائدہ نمبر ۳
۲۳۹	۱	وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا الخ
"	۴	ترکیب
"	۱۶	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں کا ارشاد
۲۴۰	۱۸	اول بات
"	۶	دوسری بات
"	۸	تیسری بات
۲۴۱	۱	قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ
"	۴	ترکیب
"	۱۲	تفسیر مناسبت بآیات سابقہ
"	"	کفار مکہ کو بت پرستی کی متعلق ایک صاف جواب
"	۱۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرر اور نفع کے مالک نہیں
"	۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت اور گمراہی کا سبب ہیں
"	۲۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ثبوت
"	۲۵	الوہیت میں نبی کا کوئی دخل نہیں،
۲۴۲	۱	حَتّٰىٓ اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ الخ
"	۵	ترکیب

صفحہ	سطر	مضمون
۲۴۲	۱۵	تفسیر مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۷	کفار کی ایذا اور مصائب پر ایماندار طبقہ کو تسلی اور کفار کو تنبیہ
"	۲۷	عالم الغیب کے معنے
۲۴۳	۱	رسول کو علم غیب پر مطلع کرنے کی کیفیت
"	۳ ف	یعلم اور ابلغوا کے فاعل میں مفسرین کے اقوال و احتمالات
"	۱۷	اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے
"	۱۹ ف	علم غیب کی تحقیق اور اس کے اقسام
"	"	علم غیب کی اول قسم
"	۲۳	علم غیب کی دوسری قسم
۲۴۴	۱	اشراقی اور اہل ریاضت رمال و نجومی اور کاہنوں کے علم غیب کی حقیقت
"	۴	انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کشف کے علاوہ دیگر طریقوں میں غلطی کا احتمال ہے
"	"	علم غیب کی تیسری قسم
"	۹ ف	من ارتضیٰ من رسول سے کیا سب رسول مراد ہیں
"	۲۱	جمہور کے نزدیک ملائکہ بھی رسول ہیں
"	۲۲	ملائکہ کے رسول ہونے پر معتزلہ کا اعتراض
"	۲۵	غیب کے متعلق امام فخر الدین رازی کا مسلک
۲۴۵	۱	سورہ مزمل، یا ایہا المزمل الخ
"	۵	ترکیب
"	۱۱	تفسیر
"	۱۲	جائے نزول سورہ مزمل
"	۱۳	شان نزول
"	۲۱	ربط
"	۲۶	رسول کو علم غیب حاصل کرنے کی قابلیت اور اس کا طریق تعلیم
۲۴۶	۱	واصبر علیٰ ما یقولون الخ
"	۴	ترکیب
"	۷	تفسیر

صفحہ	سطر	مضمون
۲۴۶	۷ و ۸	شب بیداری کی وجہ
"	۱۰	قرآن کو شب میں پڑھنے کی وجہ اور حکمت
"	۱۵	سورہ مزمل کی وجہ تسمیہ
"	۱۹	مزمل کے معنی
"	"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تزمل کی کیفیت
"	۲۰	انبیاء سابقین و صلحاء کا لباس
"	۲۳	لباس انبیاء و صلحاء کے شرائط
"	۲۶	آنحضرت کو مزمل کا خطاب ہونے کی وجہ
۲۴۷	۵	قم اللیل کے معنی میں مفسرین کے متعدد اقوال
"	"	قول اول
"	۹	ابتدائے اسلام میں پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پیشتر رات کی عبادت فرض تھی
"	۱۰	قیام لیل کے متعلق بعض علماء کی رائے
"	۲۷	قول دوم
۲۴۸	۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کے قیام لیل پر دلیل قرآنی
"	۷	ترتیل کے معنی
"	۱۴ ف	تلاوت قرآن کے فوائد
"	۲۳	قراءۃ قرآن اور اس پر غور و تدبر کے مراتب
"	۲۶ ف	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دینے کی وجہ
۲۴۹	۲	قولاً ثقیلاً کے معنی اور تفسیر
	۲۴	شب بیداری کے فوائد
	۲۵	ناشئۃ اللیل کے دو معنی
۲۵۰	۴	شب بیداری کرنے والوں کی مدح
"	۱۵	خدا تعالیٰ کے نزول و صعود کے معنی
"	۱۴	تہجد کے فضائل
"	۱۸	رات کے اٹھنے کا کیوں حکم دیا گیا
"	۲۴ ف	ذکر کے اقسام
۲۵۱	۳	تبتل کے معنی
"	۴	ذکر مع تبتل
"	۱۳	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے

صفحہ	سطر	مضمون
		پہلے ذکر مع تبتل کیا کرتے تھے
۲۵۱	۲۲	ذکر تبتل پر خیال البشری کا وہم اور اس کا دفعیہ
"	۲۷ ف	عارف کامل کے لئے دو باتیں ضرور پیش آتی ہیں
۲۵۲	۳	تبتل کی مزید تفصیل
"	۱۵	ہادی کو مخلوق کی درستی کیلئے چار باتوں کی ضرورت ہے.
"	"	اول بات
"	۲۱	دوسری بات
"	۲۲	ہجر جمیل کے معنی
"	۲۶	تیسری بات
"	۲۷	چوتھی بات
"	۲۸	گمراہ اور گمراہ کرنیوالے لوگوں کی سزا
۲۵۳	۸	سزا ملنے کا وقت
"	۹	ایک دولتمند اور ایک غریب کی دلچسپ حکایت
"	۱۹	نماز تہجد کا وقت اور مسائل
"	۲۳	نماز تہجد کی تعداد رکعت
۲۵۴	۱	انا ارسلنا الیکم الخ
"	۴	ترکیب
"	۸	تفسیر
"	۱۱	نبوت کے مسئلہ کی ضرورت کا بیان
"	۲۱	تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت
۲۵۵	۲	حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے مانند و مشابہ نہیں
"	۷	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ میں مشابہت
"	۲۰	قیامت کے ہولناک دن میں لڑکے بھی بوڑھے ہو جائیں گے
۲۵۶	۱	ان ربک یعلم الخ
	۸	ترکیب
	۱۲	تفسیر

صفحہ	سطر	مضمون
۲۵۶	۲۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی شب بیداری کی حالت محمودہ کا بیان
۲۵۷	۴	فاقرؤا ما تیسر من القرآن پر بحث
"	۶	رسول اللہ صلعم وصحابہ پر سے رات کے کسی معین حصہ کی پابندی اٹھانے کی وجہ
"	۱۴	فائدہ متعلق آیت اِن رَبَّک
"	۱۹	بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تہجد منسوخ ہو گیا غلط ہے اس کا ثبوت
"	۲۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض اُمت پر مندوب ہے
"	۲۵	اُمت محمدیہ کو تین حکم
"	۲۶	زکوٰۃ کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب
۲۵۸	۵	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کے معنی
"	۱۰	اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خیرات کرنے والوں کو اجر عظیم کا وعدہ اور اطمینان
"	۱۴	استغفار اور بخشش طلب کرنیکا حکم
"	۱۸	فَاقرَؤا مَا تیسر من القرآن پر ایک دلچسپ بحث
"	۲۴	فائدہ۔ سورہ مزمل کا خلاصہ اور مفہوم
۲۵۹	۱	سورہ مدثر
"	۲	یَا اَیُّہَا المدثر قُم الخ
"	۴	**ترکیب**
"	۸	**تفسیر**
"	"	شان نزول
"	۱۴	سب سے اول کونسی سورۃ نازل ہوئی
"	۱۵	جائے نزول سورہ مدثر
"	۱۰	مناسبت بسورہ سابقہ
"	۲۵	شروع تفسیر سورہ مدثر و تحقیق الفاظ

صفحہ	سطر	مضمون
۲۶۰	۱	سورہ مدثر کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑا اوڑھنے
"	"	قُم فَاَنذِر کی تفسیر
"	۱۹	تکبیر کہنے کی بحث
"	۲۷	وَثیابَکَ فَطَہِّر کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال، قول اوّل
"	"	طہارت جامہ و بدن کے متعلق دلچسپ بحث
۲۶۱	۶	قول دوم
"	۹	قول سوم
"	۱۳	قول چہارم
"	۲۱	طمع دنیا سے ممانعت
"	۲۶	لوگوں کی بدگوئی اور ایذا رسانی پر صبر کی تلقین
۲۶۲	۱	فَاِذا نُقِرَ فِی النَّاقُور
"	۱۱	**ترکیب**
"	۲۱	**تفسیر**
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
۲۶۳	۳	ولید بن المغیرہ کا حال
"	۱۰	جہنم کے داروغوں کی تعداد
"	۱۲	ولید بن المغیرہ کی بابت حضرت ابن عباس کی ایک حدیث
"	۲۲	ذَرنِی وَمَن خَلَقتُ وَحِیدًا کی تفسیر
"	۲۷	ولید بن المغیرہ کے مال و اولاد کی کیفیت
۲۶۴	۲	ولید کو وحید اور ریحانہ قریش کے لقب ملنے کی وجہ
"	۱۰	ولید بن المغیرہ کی زبانی رسول اللہ صلعم کی تصدیق
"	۱۶	لفظ عنید کے معنی
"	۱۸	لفظ صعود کے معنے
"	۲۲	ولید بن المغیرہ کے عناد اور اس پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کی

صفحہ	سطر	مضمون
		کیفیت کا بیان
۲۶۵	۲	ولید بن المغیرہ کے عناد کی سزا
"	۴	سقر و جہنم کے ایک طبقہ کی ہولناک حالت
"	۵	سقر کی صفات کا بیان
"	۶	قول اوّل
"	۸	قول دوم
"	۱۰	قول سوم
"	۱۲	جہنم کے داروغوں کی تعداد بیان کرنے میں علماء اسلام کے چند اقوال اور اس کی حکمت کا بیان
"	"	قول اوّل
"	۲۳	دوسرا قول، انسان کی انیس قوتوں کا بیان
۲۶۶	۴	تیسرا قول۔ علماء کا
"	۸	چوتھا قول۔ واعظوں کا
"	۱۷	جہنم کے داروغوں کی تعداد بیان کرنے میں چند فواید
"	"	اوّل فائدہ
"	۲۶	دوسرا فائدہ
"	۲۸	تیسرا فائدہ
۲۶۷	۱	چوتھا فائدہ
"	۲	یُضِلُّ اللّٰہ مَن یَشاء الخ کی تفسیر
"	۸	جہنم کے سرداروں کے تابع بے شمار فرشتوں کا بیان
"	۱۳	جہنم انسانوں کیلئے ایک نصیحت ہے
"	۱۶	فائدہ، سورہ مدثر کے نزول پر ایک شبہ
"	۲۰	اس شبہ کا جواب
۲۶۸	۱	کَلَّا وَالقَمَرِ وَاللَّیلِ الخ
"	۶	**ترکیب**
"	۱۶	**تفسیر**
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۷	جہنم پر انیس فرشتوں کے تقرر کا سر، مسئلہ حشر، دخول نار کے اسباب، مسئلہ نبوت

صفحہ	سطر	مضمون
		اور دنیا کی ابتداء اور انتہا اور انسان کے انجام کار اور سعادت و شقاوت کے اسباب کا بیان اور ضمناً مذہب باطلہ کا رد
۲۶۹	۶	چاند کا وجود قیامت کے وجود پر کیونکر دلیل ہے
〃	۱۲	آنحضرت صلعم کی نبوت پر چاند کیونکر دلیل ہے
۲۷۰	۱	اصحاب الیمین سے کیا مراد ہے
〃	۵	اصحاب الیمین کے رہنے کی جگہ
〃	۷	جنت والوں کا دوزخ والوں سے سوال
〃	۱۰	دوزخ والوں کا جواب
〃	۱۲	عبادت بدنی اور مالی کی تقسیم اور فرق
〃	۱۵	قوت نظریہ کے فاسد کرنے والے دو کام
〃	۲۱	موت کو یقین کہنے کی وجہ
〃	۲۴	شافعین محشر کا بیان
۲۷۱	۱	فما لہم عن التذکرۃ معرضین
〃	۵	ترکیب
〃	۱۲	تفسیر
〃	〃	مناسبت بآیات سابقہ
〃	۱۴	قرآن سے اعراض کرنے والے کافروں کو جنگلی گدھوں سے تشبیہ دینے کا بیان
〃	۲۱	ان چار صورتوں کا بیان جن سے عقل سلیم مغلوب ہو جاتی ہے
۲۷۲	۴	نبوت و رسالت ہر ایک انسان کو نہ ملنے کا سبب
〃	۱۵	خوف خدا کے متعلق حضرت انس کی روایت
〃	۲۱	سورہ مدثر میں تقویٰ سے کون سا تقویٰ مراد ہے
〃	۲۵	سورہ مدثر کا خلاصہ مضمون
۲۷۳	۱	سورہ قیامہ
〃	۲	لا اقسم بیوم القیامۃ الخ
〃	۷	ترکیب
〃	۱۸	تفسیر
〃	۱۹	جائے نزول سورہ قیامہ
〃	۲۰	سورہ قیامہ کی وجہ تسمیہ

صفحہ	سطر	مضمون
۲۷۳	۲۲	مناسبت بسورہ سابقہ
۲۷۴	۲	دوسری مناسبت
〃	۷	ترتیب سور کے وقت صحابہ پر سورتوں کی مناسبت ظاہر تھیں
〃	۹	شروع تفسیر سورہ قیامہ
〃	۱۰	نفس لوامہ کی تفسیر اور برے لوگوں سے وجہ تشبیہ
〃	۱۶	نفس سے کیا مراد ہے
〃	۱۷	نفوس انسانیہ کی استعداد و فیضان کے لحاظ سے تقسیم
〃	۱۸	حضرات انبیاء کے نفوس کو نفس مطمئنہ کہنے کی وجہ
〃	۲۰	صالحین کے نفوس کو نفس لوامہ کہنے کی وجہ
〃	۲۲	بدکار فاسقوں اور کافروں کے نفوس کو نفس امارہ کہنے کی وجہ
〃	۲۵	قیامت کی قسم کے بعد نفس لوامہ کی قسم کھانے کی وجہ
〃	۲۷	بعض علماء کے نزدیک نفس لوامہ کی تعریف اور آیت کے معنی
۲۷۵	۳	کفار منکرین قیامت کے دو قسم کے شبہات
	۴	اول شبہ کا رد
	۱۲	انسان کے بدن کی ترتیب اور مزاج کا بیان اور اس سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت
〃	۲۳	دوسرے شبہ کا رد
〃	۲۵	امامہ کی ضمیر کے متعلق بعض مفسرین کی رائے
〃	۲۸	قیامت کے علامات و حالات کا بیان
〃	〃	علامت اول
۲۷۶	۸	علامت دوم
〃	۱۰	علامت سوم
〃	۱۴	قیامت کے دن انسان کی ایک عجیب حالت کا بیان
〃	۱۹	قیامت کے دن حساب کتاب کا بیان

صفحہ	سطر	مضمون
۲۷۷	۱	لا تحرک بہ لسانک الخ
〃	۵	ترکیب
〃	۱۵	تفسیر
〃	〃	مناسبت بآیات سابقہ
〃	۲۰	تلقی وحی کا ادب و قاعدہ اور رسول اللہ کو وحی کے نہ بھولنے پر تسلی
〃	۲۶	آیت لا تحرک بہ لسانک کے متعلق بخاری و مسلم کی روایت
۲۷۸	۹	فائدہ
〃	۱۰	قیامت کے دن نامہ اعمال پڑھنے کے متعلق فائدہ
〃	۱۵	قرآن مجید کی جمع و ترتیب کے متعلق فائدہ
〃	۲۷	آخرت کا حال
۲۷۹	۲	دیدار الٰہی کے متعلق اہل سنت و الجماعت کا مسلک
〃	۷	دیدار الٰہی کے متعلق شیعہ اور معتزلہ کا مسلک
〃	۱۳	شیعہ اور معتزلہ کا اہل سنت کی جانب سے جواب
〃	۷	قیامت کے دن جہنمیوں کے چہرہ کی کیفیت اور پریشانی
۲۸۰	۱۴	مومن کی قبض روح کی کیفیت بروایت ابوہریرہ
〃	۲۱	کافر کی قبض روح کی کیفیت
〃	۲۶	کافر و مومن کی مرنے کے بعد جانے کی جگہ
۲۸۱	۱	فلا صدق ولا صلی
〃	۴	ترکیب
〃	۱۵	تفسیر
〃	〃	مناسبت بآیات سابقہ
〃	۱۷-۲۱	کفار و بت پرستوں کا حال اور ان پر خداوند تعالیٰ کا غصہ
〃	۲۶	قیام حشر پر ایک ظاہر اور بین دلیل
۲۸۲	۳	دنیا میں انسان کے آنے کا مقصد
〃	۹	اثبات نبوت پر ایک عجیب و غریب دلیل

صفحہ	سطر	مضمون
۲۸۲	۱۲	قیام حشر پر دوسری دلیل یہ ہے کہ انسان کے پیدا ہونے کی کیفیت
"	۲۶	سورہ قیامہ اور والتین کے ختم پر کیا پڑھنا چاہیے
"	۲۷	سورہ مرسلات کے ختم پر کیا پڑھنا چاہیے
۲۸۳	۱	سورہ دہر
"	۲	ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ الخ
"	۶	ترکیب
۲۸۴	۲	تفسیر
"	"	سورہ دہر کی وجہ تسمیہ اور نام
"	۳	اس کے جائے نزول میں علماء کا اختلاف
"	۷	مناسبت بسورہ سابقہ
"	۱۰	سورہ قیامہ اور سورہ دہر کے مسائل
"	۲۰	مطالب مناسبت دوم
"	۲۶	شروع تفسیر سورہ دہر
"	"	انسانی وجود اور عدم وجود پر ایک عجیب و غریب دلچسپ بحث
۲۸۵	۳	انسان کی پیدائش کے زمانہ کے متعلق اہل کتاب کے عقاید
"	۴	اہل ہند اور اہل پارس کا مذہب اور عقیدہ
"	۵	حکماء یونان و دیگر فلاسفہ دہریہ کا عقیدہ
"	۱۲	حکماء یونان وغیرہ کے غلط عقیدہ کا فلسفیانہ رد
"	۲۷ ف	دہر اور حین کے معنی
"	"	زمانہ کو گالیاں دینے کی ممانعت
۲۸۶	۴	نسل انسانی کے پھیلنے کا طریقہ اور اس کی حقیقت
"	۱۵	انسان کے دنیا میں پھیلانے اور پیدا کرنے کا راز
"	۲۵	آزمائش انسان کی تشریح اور اس کے با اختیار ہونے کا ثبوت
۲۸۶/۲۸۷	۲۸	انسان کا انجام اور دار آخرت کا بیان

صفحہ	سطر	مضمون
		اور شکر کی تعریف
۲۸۸	۱	یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ الخ
"	۶	ترکیب
"	۱۴	تفسیر
"	"	ابرار کے حالات اور اوصاف کا بیان
"	۱۸	نذر کے معنی اور اس میں مفسرین کے اقوال
"	۱۹	اوّل قول
"	۲۳	نذر تقدیر الٰہی کو نہیں ٹال سکتی
۲۸۹	۱	نذر معصیت اور اس کے پورا کرنے اور نہ کرنے میں امام ابوحنیفہ و امام شافعی کے ...
"	۵	نذر معصیت کے علاوہ سب نذروں کا پورا کرنا واجب ہے
"	۷	نذر کے بارے میں مفسرین کا دوسرا قول
"	۹	تیسرا قول
"	۱۰	ابرار اور نیک لوگوں کے حالات
۲۹۰	۱	حضرت علی کی نذر ماننے کے بارے میں ایک قصہ بروایت ابن مردویہ
"	۹	ابرار کی جزاء خیر کا بیان
"	۱۲	جنت جسمانی اور وہاں کے آرام و طعام و لباس کا ذکر
۲۹۱	۱	وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِآنِیَةٍ الخ
"	۷	ترکیب
"	۱۸	تفسیر
"	"	جنت کے ظروف اور ان کی کیفیت کا بیان
"	۲	جنت کی شراب اور ساقیوں کا تذکرہ
"	۲۰	اہل جنت کی پوشاکوں اور ان کو کنگن پہنانے کا تذکرہ
۲۹۳	۵	کنگن پہنائے جانے کی وجہ اور اس میں علماء کے چند اقوال
"	۶	پہلا قول

صفحہ	سطر	مضمون
۲۹۳	۸	دوسرا قول
"	۱۰	تیسرا قول
"	۱۳	شراب طہور کے معنی اور اس کی کیفیت
"	۲۰	اہل جنت کو خوشخبری
۲۹۴	۱	اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الخ
"	۳	ترکیب
"	۷	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۳/۱۵	کاملوں کو چند مضر باتوں کی ممانعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاکباز جماعت کو اطمینان دلانے کا بیان
۲۹۵	۱	اِنَّ هٰؤُلَاءِ یُحِبُّوْنَ الخ
"	۵	ترکیب
"	۸	تفسیر
۲۹۵	۸ ف	کفار و مشرکین کی فرمانبرداری و جاں نثاری اسلامی احکام کے مقابلہ میں ممنوع ہے
"	۹	فرمانبرداروں کو تین چیزوں کے بجالانے کا حکم
"	۲۰	فائدہ عجیبہ
۲۹۶	۱	کفار و مشرکین کے عبادت و شب بیداری کی طرف مائل نہ ہونے کی وجہ
"	۸	کفار و مشرکین کے نامعقول عذر کا جواب اور ان کو تنبیہ
۲۹۷	۵	خدا تعالیٰ کسی ایک قوم کا خدا نہیں
"	۷	ہدایت و گمراہی اللہ ہی کے قبضہ میں ہے
"	۱۵	آخرت میں ظالمین کے لئے سزا
"	۱۶	خلاصہ مضامین سورہ دہر
۲۹۸	۱	سورہ مرسلات
"	۲	وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا الخ

صفحہ	سطر	مضمون
۲۹۸	۴	ترکیب
"	۲۰	تفسیر
"	"	جائے نزول سورہ مرسلات
"	۱۹	ربط
"	۲۳	مسئلہ معاد کو نئے اسلوب سے بیان کرنے کے لئے پانچ چیزوں کی قسم
۲۹۹	۶	ان پانچ چیزوں میں مفسرین کے مختلف اقوال
"	"	اوّل قول، کہ ان چیزوں سے فرشتے مراد ہیں
"	۲۱	ذکر کی قسمیں
۳۰۰	۶	دوسرا قول کہ ان چیزوں سے ہوائیں مراد ہیں
۳۰۱	۲۰	تیسرا قول۔ کہ ان چیزوں سے متعدد چیزیں مراد ہیں
۳۰۲	۱	فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ الخ
	۴	ترکیب
	۱۰	تفسیر
"	"	علامات قیامت کا بیان
"	"	علامت اوّل
"	۱۵	علامت دوم
"	۲۲	فلاسفہ حال و قدیم کا رد
۳۰۳	۳	تیسری علامت
"	۱۲	قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے قیام دربار کے حالات
"	۱۷	قیام قیامت پر کفار کا اعتراض
"	۱۸	جواب
"	۲۴	جملہ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ کے بار بار لانے کی وجوہات اور تعداد
"	"	وجہ اوّل
"	۲۷	وجہ دوم اور انسان کی تین قوتوں کا ذکر، اوّل قوت
۳۰۴	۱	وجہ سوم
"	۲	وجہ چہارم
۳۰۴	۳	وجہ پنجم
"	"	وجہ ششم
"	۴	دوسری قوت
"	۵	تیسری قوت
"	۱۱	منکرین عذاب اور قیامت کا اعتراض اور اس کا جواب
"	۲۲	کفار قریش کو تنبیہ
۳۰۵	۱	اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ الخ
"	۴	ترکیب
"	۱۱	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۵	انسانی توالد و تناسل کا حیرتناک حال
۳۰۶	۱۲	حمل مادری میں انسان کی پیدائش کا اندازہ
"	۱۶	عرفا کے قول من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معنی
"	۱۹	حمل دنیاوی میں انسان کی پرورش کا حال
"	۲۵	پہاڑوں کے منافع
۳۰۷	۱	اِنْطَلِقُوْا اِلٰی مَا کُنْتُمْ الخ
"	۵	ترکیب
"	۱۶	تفسیر
"	"	مناسبت بآیات سابقہ
"	۱۷	قیامت کے دن قبروں سے اٹھنے کے بعد منکرین کو فرشتوں کا حکم
"	۲۱	منکرین کیلئے قیامت میں سایہ کی کیفیت
۳۰۸	۱	جہنم کے دھوئیں کی تین شاخ ہونے کی حکمت
"	۱۸	جہنم کی کیفیت
۳۰۹	۶	جہنم کی چنگاریوں کو زرد اونٹوں سے تشبیہ دینے کی وجہ
"	۱۶	قیامت کے مصیبت کے وقت کوئی عذر و معذرت کام نہ آنے کی وجہ
"	۲۱	اشکال
"	۲۲	جواب
۳۱۰	۹	مصیبت کے وقت کفار و مشرکین کس کو پکارتے ہیں
۳۱۰	۱۴	جہلائے اسلام بھی مصیبت کے وقت بزرگان دین کو پکارتے ہیں
"	۲۴	فائدہ متعلق آیت فان کان لکم کید الخ
۳۱۱	۱	اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ
"	۴	ترکیب
"	۱۲	تفسیر
"	۱۳	قیامت کے دن کفار کے لئے ایک اور مصیبت کا بیان
"	۱۸	ایمانداروں کو نعماء جنت کے کھانے پینے کا حکم اور مبارکباد
۳۱۲	۴	لفظ ظلال کو جمع لانے کی وجہ
"	۶	لفظ عیون کو جمع لانے کی وجہ
"	۱۳	قیامت کے دن کفار پر ایک اور مصیبت کا بیان
۳۱۳	۱	وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ الخ
"	"	ترکیب
"	"	تفسیر
"	"	کفار کے ان مصائب گذشتہ میں مبتلا ہونے کی وجہ
"	"	بعض مفسرین کے نزدیک رکوع کے معنے
"	"	اس آیت کا شان نزول
"	"	اس آیت کے متعلق بعض مفسرین کا خیال
"	"	سورہ مرسلات کے ختم پر پڑھنے کی دعا
"	"	تاریخ ختم تالیف جلد ہفتم

فہرست مضامین جلد ہفتم
ختم شد

فہرست ہذا تالیف کردہ
مولوی عبداللطیف صاحب

The J & K University Library

جلد المجلد السابع ہفتم

سورہ قمر مکیہ ہے اس میں پچپن آیات اور تین رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتربت الساعۃ وانشق القمر ۝ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۝

قریب آ لگی قیامت اور چاند پھٹ گیا اور اگر وہ (منکرین) کوئی نشان بھی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہنے لگیں یہ (نبی کا) جادو ہے جو قدیم سے چلا

وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر ۝ ولقد جاءھم من

آتا ہے اور وہ تو جھٹلا چکے (اور) اپنی خواہشوں کے پیرو ہو گئے اور ہر بات کیلئے ایک وقت ٹھیرا ہوا ہے اور انکو اتنی خبریں (پہنچ چکی ہیں کہ جن میں (کافی) عبرت

الانباء ما فیہ مزدجر ۝ حکمۃ بالغۃ فما تغن النذر ۝

ہے اور پوری دانائی بھی ہے پر کچھ ڈرانے والوں سے فائدہ نہیں پہنچا

ترکیب۔ وانشق عطف علی اقتربت وان شرطیۃ یعرضوا ویقولوا جوابہ سحر خبر مبتدا محذوف اے ہذا وکل امر مستقر خبرہ ویقرأ بالجر صفۃ لامر من الانباء بیان لمزدجر ہو اسم مکان او مصدر میمی یقال ازدجرتہ اذا نہیتہ عن السوء ووعظتہ بغلظ واصلہ مزتجر فتاء الافتعال قلبت دالا لوقوعہا بعد الزاء وما موصولۃ او موصوفۃ حکمۃ خبر مبتدا محذوف او بدل من ما او من مزدجر فما استفہامیۃ او نافیۃ تغن اصلہ تغنی لم یکتب الیاء بعد النون اتباعا لرسم المصحف والنذر جمع نذیر بمعنی المنذر اے الامور المنذرۃ لہم کاخبار الماضیۃ والامور الہائلۃ۔

تفسیر۔ یہ سورہ جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن الزبیر بھی یہی فرماتے ہیں۔ آیات کے فواصل راء ساکنہ ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سورہ قاف اور سورہ قمر عید الضحٰے اور عید الفطر کی نمازوں اور بڑی مجالس میں پڑھا کرتے تھے، کیونکہ ان میں وعدہ وعید وبدء خلق وحشر وتوحید واثبات النبوت وغیرہا اعظم المقاصد مذکور ہیں (تفسیر ابن کثیر)

اس سے پہلے سورہ والنجم کے خاتمہ میں قیامت کے برپا ہونے کا ذکر تھا۔ ازفت الآزفۃ الآیہ کہ قیامت قریب آ لگی اس لئے اس سورہ میں بھی سب سے اول قیامت ہی کے قریب ہونے کا ذکر کرتا ہے اور اس کا ذکر منصب نبوت کے لئے بڑی ضروری بات ہے۔ کس لئے کہ انسان کو جب تک اس بات کا پورا یقین نہ ہو جاوے کہ مر کر زندہ ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان کے بھلے پھل کھانا پڑے گا۔ تب تک وہ سعادت کے راستے کو جو کہ بڑا دشوار گذار راستہ ہے کبھی اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لئے فرماتا ہے اقتربت الساعۃ کہ وہ گھڑی یعنے قیامت کی ساعت (بمعنے وقت) قریب آ لگی آنے والی چیز کا جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے وہ قریب ہوتی جاتی ہے خصوصاً جب کہ اس کے آثار و علامات نمودار ہونے

لگتے ہیں پھر تو اور بھی اس کا قریب ہونا ثابت ہوتا ہے قیامت کے آثار و علامات میں سے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا ہے اسی طرح چاند کا پھٹنا بھی اس کی ایک بڑی علامت ہے جس کا اشارہ پہلے انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے اس لئے اس کے بعد فرماتا ہے وانشق القمر اور چاند پھٹ گیا جمہور مفسرین اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں کس لئے کہ جب آپ مکے میں تھے تو کفار نے آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا تھا تب آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کے دو ٹکڑے لوگوں کو دکھائی دیئے ایک ابوقبیس پہاڑ اور دوسرا اس کے قریب قعیقعان پہاڑ پر نظر آیا۔ اور لوگوں نے دیر تک دیکھا۔ اس بات کو محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں مذکور ہے اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے یہ کہدیا۔ کہ محمد نے جادو کر دیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر کہ اگر وہ نشانی دیکھتے ہیں۔ تو توی یا قدیم جادو کہتے ہیں (طبرانی) اور آیات کا سیاق و سباق بھی یہی کہہ رہا ہے۔ کس لئے کہ اول اقتربت الساعۃ فرمایا اور بعد نشانی دیکھ کر اس کو جادو کہنا۔ اور اس سے انکار کرنے کا ذکر آیا۔

بعض نے یہ کہدیا ہے کہ انشق گو ماضی کا صیغہ ہے مگر مراد مستقبل ہے یعنی پھٹ جاوے گا قیامت میں اس قول کو محققین مفسرین نے رد کر دیا ہے امام رازی وغیرہ کی تفاسیر ملاحظہ کرو بعض کہتے ہیں انشق القمر عرب ... کے ظاہر ہونے پر بطور مثل کے بولا جاتا ہے۔ قمر سے روشن چیز کو تشبیہ دیا کرتے ہیں اور انشقاق ... یہ بات چاند کی طرح سے واضح ہوگئی کہ قیامت قریب آگئی ہے عقلمندوں کے نزدیک۔

یہ قول بھی مردود ہے صحیح وہی ہے جو جمہور کا قول ہے۔ مگر اس پر مخالفین اسلام نے بعض شبہات وارد کیے ہیں (۱) یہ کہ چاند اس قدر بڑا ہے جو زمین کے کرہ سے بہت زیادہ ہے۔ باوجود اس کے اجرام فلکیات میں حکمائے یونان خرق و فساد ممتنع ثابت کیا ہے (۲) اگر یہ واقعی ممکن بھی مان لیا جاوے۔ تو پھر اس کا وقوع الیسا نہ ہوگا کہ پوشیدہ رہتا ... اس وقت مختلف ملکوں میں مورخ تھے۔ کسی نے بھی اس کو ذکر نہیں کیا۔

اول شبہ کا یہ جواب ہے کہ خواہ کس قدر عظیم الجسم کیوں نہ ہو سب اس قادر مطلق کے احاطہ قدرت میں ہیں اور کون خرق و فساد کو جن حکمائے ممتنع ثابت کیا ہے ان کے دلائل کی بنیاد محض توہمات باطلہ پر ہے جن کا بطلان علم کلام میں بدرجہ اتم ہو چکا ہے دوسرے شبہ کا یہ جواب ہے کہ چاند اس وقت باعتبار رویت زمین کے تمام ملکوں پر تو طلوع کیا ہوا تھا ہی نہیں خصوصاً آفاق بعیدہ میں تو اس وقت دکھائی بھی نہیں دیتا تھا پھر ان پر اس کا پھٹنا اور پھر مل جانا کیونکر ظاہر ہوتا؟ پھر ان کا ذکر کیونکر لکھتے۔ اب رہے آفاق قریبہ کے لوگ سو اول تو یہ رات کا معاملہ تھا جب کہ سینکڑوں بلکہ نصف سے زیادہ لوگ سو رہے ہوں گے اور ایک حصہ کثیر اپنے کاروبار میں مصروف ہوگا انکا آسمان کی طرف خیال بھی نہ ہوگا اور اسکے سوا یہ معاملہ پہر دو پہر برابر نہیں رہا تھا صرف چند منٹ میں ہوگیا جو بہت کو بغیر متنبہ کئے خبر بھی نہیں ہوئی اور نہ پہلے سے اس کا اعلان ہو چکا تھا کہ آج رات کو فلاں وقت یہ واقعہ ہوگا جس سے یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف متوجہ تھے یا آفاق بعیدہ کے چند اور اشخاص کہ جنکو اتفاقاً یہ معاملہ دکھائی دیا اسپر بھی عرب میں اس کا ایسا چرچا پھیلا کہ ... کے شعراء نے اس کو نظم کیا اور یہی اشعار انکی تواریخ کا محفوظ دفتر تھا جس سے صدہا واقعات ... معلوم ہوتا ہے ... نے تاریخ میں بھی لکھا ہو تو کیا تعجب ہے اس وقت کے مورخین کی تمام تواریخ ... ہمارے پاس موجود ہوں اور انمیں سے کسی میں بھی یہ واقعہ مذکور نہ ہو تو البتہ تعجب کی بات ہے اور جس حالت میں کہ اس وقت کی کوئی صحیح تاریخ بھی ... ہمارے پاس ... اور ... بھی تو ... یونانی وغیرہ ملکی ... میں ...

له امام احمد نے مسند میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ حضرت ... [illegible]

... [illegible]

شاہان ملک کے ایسے واقعات درج کرنیکا کم التزام کیا تھا تو پھر ہم کس اعتماد پر کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ نے اسکو نہیں لکھا ہندوستان کے راجہ بھوج کی ایک متواتر نقل یہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہندو کی تاریخ میں بھی ہو کہ راجہ بھوج کے عہد میں انکی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر اپنے علماء سے پوچھا انہوں نے آنحضرت کی بعثت اور آپ سے یہ معجزہ سرزد ہونا بحوالہ اپنے علوم متوارث کے بیان کیا جس سے وہ راجہ حضرت صلعم پر ایمان لایا۔

اہل مذاہب میں سے ہر شخص تھوڑی دیر کے لئے اپنی مذہبی کتابیں کی خیال میں رکھے تو کبھی اس واقعہ پر اعتراض نہ کرے ہنود کے وید اور پوران تو اس سے بھی بڑھ بڑھ کر واقعات سے بھرے پڑے ہیں، یہود و نصاریٰ کتاب یشوع کو دیکھیں جس میں لکھا ہے کہ اس روز آفتاب ٹھہر رہا۔ اور عیسائی انجیل کو دیکھیں جس میں لکھا ہے کہ مسیح کو صلیب دینے کے وقت ہیکل کے پردے پھٹ گئے۔ اور تمام زمین پر بڑی دیر تک تاریکی چھا گئی۔ اور قبریں کھلیں اور ان میں سے مُردے نکلے۔ اور بعض لوگوں کو دکھائی بھی دیئے۔ حالانکہ یہود میں اس وقت ایسے واقعات لکھنے کا دستور تھا۔ پھر یہ کس مورخ نے لکھا۔ اور کس نے اس کو دیکھا؟ یہود تو معجزے کے طالب تھے ان کو ایسا معجزہ دکھایا جاتا۔ سب نہیں تو بہت سے ایمان لے آتے حضرات عیسائی ان تو ہمات آمیز باتوں کا پہلے جواب دے لیں۔ پھر ہم سے شق القمر کے معجزے میں گفتگو کریں۔

مستمر کے معنی بعض کہتے ہیں قوی کے ہیں۔ ابوالعالیہ و ضحاک و نحاس کا یہی قول ہے۔ اخفش کہتا ہے کہ یہ امرار الحبل سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مضبوطی سے بٹنا۔ فراء و کسائی و ابو عبیدہ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں فنا ہو جانے والے کے کہ اس جادو کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی ہیں ہمیشہ کے لینی ایسے جادو ہمیشہ سے چلے آتے ہیں۔

اس کے بعد ان کی تکذیب کا اور حال بیان فرماتا ہے وکذبوا واتبعوا اھوا ءھم کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا۔ اور اپنی خواہشوں کا کہنا کیا۔ اب چاہیئے تھا کہ ایسے معجزے کے انکار پر عذاب الٰہی آتا اور فوراً ہلاک کئے جاتے مگر کل امر مستقر ہر بات کا ایک وقت معین ہے کسی مصلحت کی وجہ سے اس نے ان کو چھوڑ رکھا ہے اور اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ ہر ایک بات کی ایک انتہا ہوتی ہے ان کے کفر کی بھی ایک انتہا ہے اسلام کے دبنے کی بھی انتہا ہے اس انتہا کے بعد ان کا کفر زائل ہوگا، اسلام زور پکڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس معجزے ہی پر کیا موقوف ہے ولقد جاءھم من الانباء ما فیہ مزدجر ان کے پاس بہت سی خبریں پہلی امتوں کے ہلاک و برباد ہونیکی آچکی ہیں جن میں اہل بصیرت کے لئے نصیحت و عبرت حاصل ہو سکتی ہے، حکمۃ بالغۃ کامل دانائی حاصل ہو سکتی ہے، فما تغن النذر مگر ان جنم کے اندھوں اور ازلی بدنصیبوں کو پند و نصائح اور خوفناک عبرت انگیز باتوں اور ڈرانے والوں بیدار کرنے والے واعظوں کی نصیحت نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے یہ ویسے کے ویسے گمراہ اور اندھے ہی رہے، پھر جب ان کو ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو اس معجزے سے کیا ہوتا اس کو بھی جادو کہہ دیا۔

ف۔ جیسا یہ معجزہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے ایسا معجزہ کبھی کسی نبی سے صادر نہیں ہوا اور انبیاء کی روحانی قوت کا اثر زمین کی چیزوں پر ہوا پتھر سے پانی نکلا، قلزم جیسے سمندر کو چیر کر راستہ لیا۔ لاٹھی کا اژدھا بنایا ہاتھ میں روشنی دکھائی، ان کی بد دعاؤں سے سرکش ہلاک ہوئے، دعاؤں سے مُردے بھی جی اٹھے، دریا کو ڈانٹا۔ ہوا پر حکومت کی، مگر آسمانی چیزوں پر خاص اسی ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا اثر پہنچا۔ اور ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت و فوقیت ثابت کی گئی۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ

پس (اے رسول) آپ ان سے کنارہ کریں جس دن پکارنے والا ایک ناپسند چیز کیلئے پکاریگا تو اس دن) وہ آنکھیں نیچی کئے ہوئے ہوں گے (اور) قبروں سے ایسے نکل پڑیں

مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ

گے کہ جیسے ٹڈیاں پھیل پڑی ہوں (اور) پکارنے والے کی طرف دوڑے چلے جارہے ہوں گے کافر کہتے ہوں گے یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ

(اے رسول) ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے پس انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلا دیا اور کہا یہ (تو) دیوانہ اور دھتکارا ہوا ہے پھر نوح نے اپنے رب

فَانتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ

کو پکار کر کہا میں تو مغلوب ہوگیا تو میری مدد کر پھر تو ہم نے اپنے پانی کے ریلوں سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین کی سوتیں کھول دیں پھر جا تک پانی کا جڑاؤ

وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۝ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ۝ وَلَقَد تَّرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِن

اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا جو ہماری عنایت سے چلتی تھی یہ اس کا بدلہ تھا کہ جس کا انکار کیا گیا تھا اور ہم نے کشتی کو نشانی بنا کر رہنے دیا کہ

مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے پھر (دیکھا) کیسا تھا ہمارا عذاب اور ڈرانا اور البتہ ہم نے تو سمجھنے کیلئے قرآن کو آسان کردیا پھر ہے کوئی کہ سمجھے؟

وقف لازم — قوم نوح کی ہلاکت

ترکیب یوم ناصبہ یخرجون یدع سقطت الواو من یدع اتباعا للفظ وحذفت الیاء من الداع مبالغۃ فی التخفیف واکتفاء بالکسرۃ نکر بضم النون والکاف وباسکان الکاف ہو صفۃ بمعنے منکر ویقرء بضم النون وکسر الکاف وفتح الراء علی انہ فعل مالم یسم فاعلہ خشعا جمع خاشع وقرء خاشعا علی الافراد وہو حال والعامل یدعو ابصارہم مرفوع بخشعا کانہم حال من الضمیر فی یخرجون مہطعین الاہطاع الاسراع فی المشی حال من الضمیر فی یخرجون وازدجر الدال بدل من التاء انی بالفتح ای بانی علی امر حال او ظرف والہاء فی حملناہ لنوح تجری فی موضع جر صفۃ باعیننا حال من الضمیر فی تجری ای محفوظۃ جزاء مفعول لہ کفرا بہ ونذر قال الفراء الانذار والنذر مصدران

تفسیر منکرین نے جب ایسا بڑا معجزہ دیکھ کر اس کا انکار کر دیا۔ اور اس کو جادو بتادیا۔ تو اب ان سے حق قبول کرنے کی کیا توقع باقی رہ گئی۔ مگر نبی صلعم کو ان ازلی بدنصیبوں کو جہنم سے بچانے کی از حد حرص تھی۔ اس لئے آپ کو حکم ہوا۔ فتول عنہم کہ آپ ان سے منہ پھیر لیں یعنی گفتگو نہ کریں کچھ فائدہ نہیں۔ اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقعہ پر آپ ان سے جنگ نہ کریں۔ اور سزا کے موقعہ پر سزا نہ دیں۔ پھر اس کو آیت السیف سے منسوخ قرار دینا زائد بات ہے یہاں تک کلام تمام ہوگیا۔ اور اسی لئے یہاں قراء کے نزدیک وقف لازم ہے

یوم یدع الداع الخ سے دوسری بات شروع ہوتی ہے یعنی حشر کا ہولناک واقعہ اور قبروں سے نکل کر حساب دینے کے لئے عدالت میں آنے کی کیفیت بیان کرتا ہے تاکہ اس بات کو سنکر منکرین حشر کے دلوں میں خوف پیدا ہو۔ پس فرماتا ہے اس دن کو یاد کرو کہ جس دن پکارنے والا فرشتہ اسرافیل یا جبرائیل یا اور کوئی فرشتہ ایک مکروہ چیز کے لئے بلائے گا اور ناپسند چیز حساب ہے۔ اس کی آواز دیتے ہی ٹڈیوں کی طرح سے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر عدالت کی طرف مجبور دوڑتے چلے آویں گے اور خوف اور شرم کے مارے آنکھیں نیچی ہوں گی پھیلی ہوئی ٹڈیوں سے تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح وہ کثرت سے ہر طرف سے دوڑتی ہوئی جاتی ہیں۔ اسی طرح لوگوں کا بھی ایک بڑا ٹڈی دل ہوگا کس لئے کہ تمام

انسان اگلے پچھلے سب ہی قبروں سے اٹھیں گے اور سب خداوندی حکم کی ہیبت سے عدالت کی طرف دوڑے چلے آویں گے کسی کو یہ مجال نہ ہوگا کہ حاضر ہونے میں دیر و تامل کرے اور انہیں سے منکروں پر بڑی سختی ہوگی جس لئے وہ کہیں گے کہ یہ دن سخت ہے۔

اس کے بعد ان کفار کو دنیاوی مصائب سے بھی ڈراتا ہے۔ اول تو آخرت کی دردناک مصیبت سے ڈرایا گیا۔ مگر آخرت کا ان کو باور نہ تھا وہ تو دنیا ہی پر غش تھے۔ اس لئے چند انبیاء علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کی تباہی و بربادی کے تذکرے سنا کر دنیاوی مصائب سے ڈراتا ہے اور ولقد جاءہم من الانباء الخ کی تفصیل کرتا ہے اور سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا حال سناتا ہے فقال کذبت قبلہم قوم نوح کہ ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی نوح کو جھٹلایا تھا۔ پھر اس جھٹلانے کی مفصل کیفیت بیان فرماتا ہے فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون وازدجر کہ ہمارے بندے نوح کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ دیوانہ مبتذل ہے ہر کوئی اس کو جھڑکتا ہے۔ سینکڑوں برس یہ پاک بندے حق عبودیت ادا کرنے کے لئے ان کو سمجھاتے رہے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے ناصح مشفق کی قدر و منزلت کرتے مارتے پیٹتے بھلا برا ہی کہتے رہے (وہ ہمارے زمانے کے واعظ یا ریفارمر نہ تھے جو بغیر منظوری خداتعالیٰ کے یہ عہدہ جلیلہ آپ لینے کا قصد کرتے ہیں، صرف چرب زبانی ہوتی ہے، مگر ان کی اندرونی خباثتیں اور نفسانی خواہشیں اور نمود و شہرت کی آرزوئیں ان کی چرب زبانی کو صابن بن کر دھو ڈالتی ہیں، جس پر یہ جلد ہزیمت کھا کر اس فرضی عہدے کو خیرباد کہہ بیٹھتے ہیں) آخر غضب الٰہی جوش میں آیا۔ اور نوح علیہ السلام کے عرق عبودیت کو جنبش ہوئی تو دعا کی، فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر کہ الٰہی میں دب گیا میری مدد کر، خاصان خدا کو بھی ایسے گستاخوں کے مقابلے میں جوش بھی آجاتا ہے جو انتقام الٰہی کا پیغام ہوتا ہے ع نہ توڑو ہمیں تم کھلونا سمجھ کر ٭ کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں ٭ پھر کیا تھا ففتحنا ابواب السماء بماء منہمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قدر کہ ہم نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے، پانی کے ریلے گرنے لگے اور زمین سے بھی پانی پھوٹ نکلا۔ پھر جہاں تک کہ خدا نے مقرر کر رکھا تھا پانی چڑھ گیا، زمین کے رہنے والے اور درخت اور پہاڑ بھی ڈوب گئے۔ مگر نوح اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی پر سوار کیا جو ہماری مدد سے چلتی تھی، یہ غرق اور نوح کی نجات بدلہ ہے اس کا کہ جس کا انکار کیا تھا۔ اور اسی کشتی کو یا اس قسم کی کشتیوں کو ہم نے دنیا میں یادگار کے لئے باقی رکھا، پھر کوئی ہے کہ اس بات کو سمجھے، پھر دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈر کیسا ہوا؟

ف۔ اجداث جمع جدث کی جس کے معنی ہیں قبر، مہطعین الاہطاع دوڑنا، ابواب السماء احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ استعارہ ہے بے حد پانی برسنے کے وقت کہہ دیا کرتے ہیں، کہ آسمان کے دروازے کھل گئے۔ کیونکہ پانی تو بادلوں سے برستا ہے اور بادلوں کو آسمان بھی کہہ دیا کرتے ہیں منہمر، ہمر پانی اوپر سے گرنا اور بہت گرنا ذات الواح کشتی۔ الواح جمع لوح تختے، دسر جمع دسار میخیں اور کیلیں کہ جن سے تختے جوڑے جاویں، ترکناہا قتادہ کہتے ہیں۔ کہ اس کشتی کو مدتوں خدا نے باقی رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس امت کے لوگوں نے بھی اس کو دیکھا، چند برس ہوئے۔ کہ ترکی سیاحوں نے اس پہاڑ کی برف پگھلنے سے ایک عظیم الشان کشتی دریافت کی تھی، جس کا تذکرہ اخباروں میں بھی رہا۔ اکثر کا گمان تھا کہ یہ وہی کشتی ہے ورنہ پہاڑ پر چڑھنے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ بعض کہتے ہیں ہا ضمیر جنس کشتی کی طرف راجع ہے بعض کہتے ہیں فعلۃ کی طرف۔ کہ اس کام کو ہم نے عبرت کر دیا، ترکنا بمعنے جعلنا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ۝

قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھا ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا (پھر تو) ہم نے بھی ان پر سخت منحوس دن میں ایک سخت آندھی چلائی جو لوگوں کو

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ

ایسا پھینک رہی تھی کہ گویا وہ کھجور کے جڑ سے اکھڑے ہوئے پیڑ ہیں پھر (دیکھا) ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا اور البتہ ہم نے

يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی کہ سمجھے

ع ۲۲

قوم عاد کی بربادی

ترکیب انا ارسلنا جملہ مستانفہ مبنیۃ لما اجملہ قبلہ فی یوم الظرف متعلق بارسلنا تنزع الناس الجملۃ صفۃ لریح او حال منہا کانہم حال من الناس النخل والنخیل یذکر ویونث ولذا یوصف بالمذکر کما فی قولہ تعالیٰ نخل منقعر وبالمونث کما فی قولہ تعالیٰ اعجاز نخل خاویۃ و قیل التذکیر رعایۃ للفظ والتانیث رعایۃ للمعنی و نذر اصلہ نذری، حذف الیاء رعایۃ للفواصل وبقیت الکسرۃ عوضا عنہا۔

تفسیر دوسرا تذکرہ قوم عاد کا ہے کہ انہوں نے بھی پیغمبر کا انکار کیا، پھر دیکھا ہمارا ڈرانا اور ہمارا عذاب کیسا ہوا؟ پھر اس کی مجملاً کیفیت بیان فرماتا ہے کہ انا ارسلنا ہم نے اس قوم پر سخت آندھی بھیجی نامبارک دن میں جو لوگوں کو اکھاڑ کر پھینکتی تھی، اور لوگ کھجور کے اکھڑے ہوئے پیڑوں کی طرح زمین پر مُردے پڑے ہوئے تھے، پھر فرماتا ہے کہ دیکھو میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی تھی؟ اس کلمہ فکیف کان عذابی ونذر اسی قصہ میں دو بار ذکر کیا اول بار۔ انکار و کفر ذکر کر کے، دوسری بار سزا بیان کر کے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اول بار کے ذکر میں دنیاوی بربادی و ہلاکت کی طرف اشارہ ہو، اور بار دگر میں اخروی عذاب کی طرف ایما ہو ان کے اعمال بد کے نتیجہ بد کو ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ کہ ہم نے قرآن میں ہر قسم کے پند و نصائح ذکر کر دیے ہیں صاف صاف طور پر نہ جن میں کوئی ابہام ہے نہ معمہ ہے نہ ایسے رموز و اشارات ہیں کہ جن کی طرف ذہن نہ جا سکتا ہو جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور بعض پیشین گوئیاں بائبل میں ہیں نہ شاعرانہ خیال کی بلند پروازیاں ہیں بلکہ بہت صاف اور آسان فهل من مدکر پھر کوئی ہے کہ سمجھے؟ اس پر بھی جو کوئی نہ سمجھے تو جان لو کہ اس کی تقدیر میں سعادت ازلی کا حصہ ہی نہیں۔

ف قرآن کے آسان کرنے کے یہ معنی تھے جو ہم نے بیان کئے اب اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو لغات عرب سے واقفیت نہ رکھتا ہو اور قواعد صرف نحو و معانی و بلاغت کے موز سے واقف نہ ہو احکام کے علل و اسرار تک رسائی نہ ہو حقائق غامضہ و لطائف حانیہ تک ذہن جم کر نہ جاتا ہو الہام ربانی و اساس نفس قدسیہ سے آشنا نہ ہو وہ بھی قرآن مجید کو ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جس میں یہ سب باتیں ہوں حاشا و کلا، اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لئے ظہر و بطن ہے اس کے عجائب کی انتہا نہیں یہ دریائے بیکناں ہے اس سے ہر شخص بقدر فہم خود حصہ پاتا ہے پھر اس پر ایک ایسے جاہل کا کہ جس کو بجز ترجمہ کے بارگاہ قرآنیہ تک رسائی نہیں یہ کہہ دینا کہ جو کچھ ائمہ مجتہدین و علماء مستنبطین نے قرآن سے مسائل شرعیہ و معارف حکمیہ ثابت کئے ہیں ہم کو ان کی کچھ پروا نہیں محض یاوہ گوئی اور دریدہ دہنی ہے جو آجکل ظاہر بینوں اور سرسری نظر والوں میں الحاد و انگریزی اور نئی آزادی کی بدولت از حد بڑھی ہوئی ہے۔

ف فی یوم نحس یوم سے مراد مطلق وقت ہے جیسا کہ کلام عرب میں دستور ہے پس یہ آیت سورہ سجدہ کی اس آیت کے منافی نہیں فی ایام نحسات تو نہ الحاقہ کی اس آیت کے مخالف ہے سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما۔ مستمر غالباً نحس کی صفت نہیں بلکہ یوم کی جیسا کہ قرأۃ لعضافتہ یوم نحس کی طرف اس کی مؤید ہے یوم کے مستمر ہونے سے کئی روز تک پے در پے آندھی کا چلنا مراد ہے یا مستمر کے معنی قوی کے ہیں بعض مورخوں اور مفسروں نے لکھا ہے کہ آندھی جس روز شروع ہوئی تھی وہ آخری چہارشنبہ[1] تھا اور ہر مہینہ کا آخری بدھ منحوس ہوتا ہے یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ ایام کا فی ذاتہا انسان کی سعادت و شقاوت میں کوئی دخل نہیں اسی کے اعمال کا نیک و بد ثمرہ ایام میں ظہور کرتا ہے جس لئے وہ اس دن کو منحوس یا سعید کہتے ہیں ورنہ وہی ایک دن ہے جو سینکڑوں کے لئے نحس اور سینکڑوں کے لئے سعید ہے اگر دن میں کوئی اثر ہوتا تو سب کے لئے برابر ہوتا ایسے خیالات و توہمات ہنود اور دیگر بت پرست قوموں میں مدت سے چلے آتے ہیں جن سے ان کے تمدن میں سینکڑوں دقتیں پیش آتی ہیں۔

[1] آخری بدھ ۱۲

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝

قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا پس کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کے کہنے پر چلیں گے تب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑیں گے

أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝ إِنَّا

کیا ہم میں سے اسی پر وحی کی گئی؟ بلکہ وہ تو بڑا ہی جھوٹا (اور) شیخی خورا ہے انکو کل ہی معلوم ہو جائیگا کہ کون جھوٹا شیخی خورا ہے ہم ان کی

مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا

آزمائش کیلئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں پھر (اے صالح) انہیں دیکھتے رہو اور تھمے رہو اور انکو کہدو کہ پانی ان میں بٹ گیا ہے ہر ایک اپنی باری سے پانی پر آیا کرے

صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

پھر قوم ثمود نے اپنے رفیق کو بلایا تب اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر دیکھا ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا (پھر تو) ہم نے ان پر ایک زور کی چیخ

وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

کا عذاب بھیجا پھر تو وہ ایسے ہو کر رہ گئے کہ جیسا کانٹوں کی باڑ کا چورا اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

پھر ہے کوئی سمجھنے والا

ترکیب۔ بشرا ہو منصوب بفعل یفسرہ ما بعدہ ای نتبع بشرا منا نعت و یقرأ بالرفع فہو مبتدا، و منا نعت لہ واحدا حال من الہاء فی نتبعہ و بیننا حال من الہاء۔ الاشر بکسر الشین و ضمہا لغتان مثل فرح و فرح و یقرأ بتشدید الراء ہو فعل من الشر فتنۃ مفعول لہ

تفسیر۔ یہ قصہ ثمود کا ہے کہ انہوں نے بھی نذر یعنی ڈر سنانے والے رسولوں کو جھٹلایا اگرچہ بظاہر انہوں نے اپنے رسول صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ مگر چونکہ صالح کہتے تھے وہی سب اگلے انبیاء کہتے آئے تھے۔ پس ایک کا جھٹلانا گویا سب کا جھٹلانا ہے۔ یا یوں کہو خدا کی طرف کے انسان کو ڈر سنانے والے انسانی انقلابات اور حوادث وہ بھی نشان سے پند پذیر نہ ہونا اور ان کو پس پشت ڈال دینا ان کی تکذیب ہے اور یہی کہہ دیا کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک شخص کے جو ہماری برابر ہے تابع ہو جاویں؟ اس میں کیا فوقیت ہے جو اسی پر خدا کی طرف سے نصیحت نازل ہوئی ہے اس کے تابع ہونا گمراہی اور مصیبت میں پڑ جانا ہے بلکہ یہ جھوٹا شیخی خورا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سیعلمون غدا کہ کل ہی ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ کون جھوٹا شیخی خورا ہے؟ اب ہم ان کی آزمائش کو ایک اونٹنی بھیجتے ہیں اس کو دیکھو اور صبر کرو، اور کہہ دو کہ پانی پینے کو ہر ایک اپنی باری سے گھاٹ پر آوے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قوم نے ایک بدکردار کو آمادہ کیا اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر ان پر عذاب آیا۔ ایک ہیبت ناک آواز رات میں آئی۔ پھر سخت زلزلہ آیا جس سے سب چورا چورا ہو کر رہ گئے اس کا مفصل بیان سورہ ہود میں ہو چکا ہے۔ اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے ایسے عبرت انگیز واقعات ہیں، سمجھو؟ قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ کوئی ہے کہ سمجھے،

ف ۳ سعر آگ کا شعلہ، یا جنون جمع سعیر کی (ابو عبیدہ) فراء کہتے ہیں اس کے معنی ہیں سختی اور مشقت کے (۲) اشر بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں خوشی کرنے والا اور اترانے والا جس کا ٹھیک ترجمہ ہے شیخی مارنیوالا (۳) شرب بکسر شین پانی کا حصہ۔

ف ۵ ہشیم ایندھن محتظر بوزن بکسر ظاء پڑھا ہے یعنی اسم فاعل جس کے معنی ہیں کانٹوں کی باڑ بنانیوالا جو کھیت یا مویشی کی حفاظت کیلئے بناتا ہے

لہ ان میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے نبی وہ بات نہ کہتے تھے جس پر پہلے انبیاء قائم تھے کوئی نئی بات نہیں نہ لائے۔ خدبات ۱۲ منہ

بعض نے بفتح ظا پڑھا ہے جس کے معنی ہیں حظیرہ کے جس کو احاطہ یا گھیر یا باڑ کہتے ہیں مراد ہے چورا چورا اور شکستہ ہونا۔

ف (۱) ابشرا منا واحدا نتبعہ میں کے اول بشر کو مقدم کیا جس میں ان کفار کے وجوہ انکار و اسباب عدم اتباع رسول علیہ السلام کی طرف چند اشارات ہیں اوّل یہ کہ بشر یعنی انسان ہونا ان کے نزدیک اتباع کے مناسب نہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ انسان سب برابر ہیں پھر ہم میں کیا بات نہیں جو اس میں ہے پھر کس لئے ہم اس کے کہنے پر چلیں دوم بشرا کو نکرہ بیان کیا جس سے اس کی تحقیر مقصود تھی یعنی بشر بھی کوئی نامور اور معزز و معروف شخص نہیں جس کے پاس دنیاوی عزت کا کوئی سامان نہیں نہ مال و اسباب ہے نہ اور کوئی تجمل کی بات ہے ایک فقیر آدمی ہے سوم بشر بھی منا ہم لوگوں میں کا ایک آدمی، عقلاء کے نزدیک مجانست انسان کا اصلی حال دریافت کر کے اس پر اعتقاد لانے کا عمدہ ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ آپس کے لوگوں سے اس کی کوئی بات مخفی نہیں رہتی مگر ان حمقاء کے نزدیک یہ بھی ایک عیب کی بات تھی، سچ ہے آپس کے لوگ اور ہمزمانہ اور ہموطن اپنے آدمی کے کمالات پر بہت کم اعتقاد لایا کرتے ہیں۔ اسی لئے حکماء و عرفاء کا قول ہے کہ آدمی کی پاس کے وطن میں قدر نہیں ہوتی باغ میں پھول کی اور کان میں جواہر کی قدر نہیں جب وہ اپنے وطن سے نکل کر جوہریوں کے ہاتھ میں آتا ہے تو بڑی قدر و منزلت پاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کاملین کو قضاء و قدر نے بے وطن کیا ہے اور اسی سبب سے جناب رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وطن چھوڑنے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر مجبور کئے گئے۔ چہارم واحدا یعنے اکیلا ہونا اس کے ساتھ جماعت کثیر نہ ہونا یہ بھی اس کی کسر شان کا باعث عام دل میں سمجھا گیا۔ اور یہی بات عموماً قوموں کی جبلی ہو گئی ہے۔ اسی لئے ہر جگہ کے لوگوں نے اپنے ہم وطن اور ہم قوم اور دنیاوی تجمل و حشمت نہ رکھنے والے نبی کا انکار ہی کر دیا ہے اور اب تک بنی آدم اسی گمراہی میں مبتلا ہیں ہم قوم اور ہم وطن اہل کمال کو حقارت کی نظروں سے دیکھا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح جس کے پاس سامان و اسباب دنیاوی اور ظاہری حشمت و عزت اور جماعت و اعوان و انصار نہیں ہوتے خواہ وہ کیسا ہی باکمال ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے آج کل تو کمالات انسانیہ کا دارو مدار حشمت و مال و اعوان و انصار پر ٹھیر گیا ہے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس زمانہ میں حسیات میں انسان نے ترقی کی ہے۔ مگر روحانی کمالات میں بہت پستی ہو گئی ہے اور یہی سبب ہے کہ فواحش اور ریاکاری و عیاری و نفس پرستی نے بہت رواج پایا ہے اور پانا بھی چاہیے تھا۔ کس لئے کہ جس قدر ہادی برحق سے لوگوں کو زمانہ دور کھینچے لئے جا رہا ہے اسی قدر ان کی روحانی قوت میں سستی اور ضعف آتا جا رہا ہے اور یہی سبب ہے کہ اس زمانے میں نفوس قدسیہ حضرات اولیاء کرام بہت کم نظر آتے ہیں۔

خدا تعالےٰ نے اس ایک چھوٹے سے فقرے میں انسانی جبلت اور اس کے آثار بتلا کر ایمان داروں کو کس لطیف پیرایہ میں اسباب ظاہریہ پر کمالات کی قدر دانی کو منحصر جاننے کو منع فرمایا اور یہ بات بتلا دی کہ ان باتوں کی طرف نظر نہ کیا کرو۔ اصلی بات کو دیکھو، ان اسباب کے مفقود ہونے پر کفار اپنے نبی کی اتباع کرنے کو گمراہی اور جنون سمجھتے تھے،

انا اذًا لفی ضلال وسعر اور ہم جنس اور ہم وطن ہونے کے سبب سے ان کو اس بات کا کمال تعجب تھا کہ ہم میں سے یہ کیونکر خدا کا نبی ہو گیا االقی الذکر علیہ من بیننا آخر جب فہم نے رسائی نہ کی تو یہی کہہ دیا بل ہو کذاب اشر کہ یہ تو جھوٹا شیخی خورا ہے چونکہ وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دلائل ان کے سامنے پیش کئے جاتے اور وہ ان میں غور کر کے نتیجہ نکالتے اس لئے سزا ہی کے تازیانے کی انکو خبر دی گئی جیسا کہ بہائم اور بے عقلوں کو سمجھایا جاتا ہے فقال سیعلمون غدا من الکذاب الاشر ۔

ا کس شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎ سر پھول وہ چڑھا جو چمن سے اتر گیا ۔ عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا ۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍۭ بِالنُّذُرِ ‎﴿٣٣﴾‏ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّآ ءَالَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَٰهُم بِسَحَرٍ ‎﴿٣٤﴾‏ نِّعْمَةً

قوم لوط نے بھی ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا تھا۔ پھر تو ہم نے ان (سرکش قوم) پر پتھر برسائے لوط کے خاندان کے سوا کہ ان کو تو (اپنی عنایت سے) صبح ہوتے بچا لیا جو

مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِى مَن شَكَرَ ‎﴿٣٥﴾‏ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا۟ بِالنُّذُرِ ‎﴿٣٦﴾‏ وَلَقَدْ رَٰوَدُوهُ

شکر کرتا ہے ہم اس کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں — اور البتہ لوط نے تو ان کو ہماری پکڑ سے ڈرا بھی دیا تھا پھر وہ ڈر کی بات کو مکرانے لگے اور وہ اسکے مہمانوں

عَن ضَيْفِهِۦ فَطَمَسْنَآ أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا۟ عَذَابِى وَنُذُرِ ‎﴿٣٧﴾‏ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ

کو چھیننے لگے پھر تو ہم نے ان کی آنکھیں پٹ کر دیں (اور کہہ دیا لو) اب ہمارے عذاب و سزا کے مزے چکھو۔ اور صبح سویرے سے انکو اٹل عذاب نے آلیا (کہا گیا کہ لو اب ہمارے

مُّسْتَقِرٌّ ‎﴿٣٨﴾‏ فَذُوقُوا۟ عَذَابِى وَنُذُرِ ‎﴿٣٩﴾‏ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ‎﴿٤٠﴾‏

عذاب و سزا کے مزے چکھو۔ اور البتہ ہم نے سمجھنے کیلئے قرآن کو آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی سمجھنے والا

ترکیب الحاصب اسم الفاعل من حصب اذا رمی الحصباء وہی الحصاء ومنہ المحصب موضع بالحجاز، قال ابو عبیدہ الحاصب الحجارۃ فی الریح وقال فی الصحاح الحاصب الریح الشدیدۃ التی تثیر الحصباء تذکیر الحاصب مع انہ مسند الی الریح وہی مونث سماعی لکونہا فی تاویل العذاب الا آل لوط استثناء متصل بسحر الباء بمعنی فی او للملابسۃ ای حال کونہم متلبسین بسحر نعمۃ منصوب علی العلۃ او علی المصدریۃ تماروا تفاعلوا من المریۃ وہی الشک والمجادلۃ راودوہ المراودۃ الطلب مرۃ بعد مرۃ

تفسیر یہ چوتھا قصہ قوم لوط کا ہے کہ انہوں نے بھی نبیوں اور ان کی باتوں کو جھٹلایا تھا[1] جس سے ان پر بلائے عظیم نازل ہوئی۔ یہ قصہ کئی ایک جگہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں، مختصراً یہ ہے کہ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سفر مصر میں ساتھ تھے، دونوں کے مواشی بکثرت تھے اس لئے دونوں کو جدا ہونا پڑا حضرت ابراہیم کنعان میں آرہے اور حضرت لوط یردن ندی کی ترائی میں جہاں سدوم اور عمورہ شہر آباد تھے یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور بت پرست تھے مردوں کے ساتھ مباشرت کیا کرتے تھے حضرت لوط نے بہت کچھ وعظ و پند کیا مگر وہ بدبخت اپنی ناجائز شہوت کے نشے میں اندھے تھے نہ مانا اور جھٹلا دیا اب انتقام الٰہی کا وقت قریب آیا کہ دو فرشتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل کر آئے تھے لڑکوں کی شکل میں شام کے وقت حضرت لوط کو جو سدوم کے پھاٹک پر بیٹھے تھے نظر آئے، حضرت ان مہمانوں کو گھر لے گئے، سدوم کے مردوں نے جوان سے لے کر بوڑھے تک سب لوگوں نے ہر طرف سے انکا گھر گھیر لیا اور انہوں نے پکار کر لوط کو کہا کہ وہ مرد جو آج کی رات تیرے یہاں مہمان آئے ہیں کہاں ہیں انہیں ہمارے پاس باہر لا کہ ہم ان سے صحبت کریں تب لوط دروازے سے ان کے پاس باہر گئے اور کواڑ اپنے پیچھے بند کیا اور کہا اے بھائیو ایسا برا کام نہ کرو تب انہوں نے کہا ہٹ جا۔ تو گزران کرنے آیا ہے یا حاکمی کرنا چاہتا ہے اب تیرے ساتھ ہم ان سے زیادہ بدسلوکی کریں گے پھر وہ لوط پر حملہ کر کے آئے اور کواڑ توڑنے لگے، تب ان فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کو جو گھر کے دروازے پر تھے کیا چھوٹے کیا بڑے اندھا کر دیا سو وہ دروازہ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئے تب فرشتوں نے لوط سے کہا کہ تو اپنے لوگوں کو لے کر اس مقام سے نکل جا کیونکہ ہم اس کو غارت کریں گے صبح کو لوط اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کو لیکر نکل گئے اور شہر ضغر تک پہنچے اور جب ضغر میں داخل ہوئے سورج کی روشنی زمین پر پھیلی تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان پر سے برسائی اور ان شہروں کو غارت کر دیا مگر اسکی بیوی نے باوجود منع کر دینے کے پیچھے پھر کے دیکھا سو وہ نمک کا کھمبا بن گئی اور ابراہیم نے فجر کو اٹھ کے اس تمام زمین کے میدان کی طرف نظر کی اور گیا دیکھا کہ زمین پر بھٹی کا سا دھواں اٹھ رہا ہے (توریت سفر الخلیقہ باب ۱۹)

[1] قرآن مجید میں آندھی اور پتھر برسانا آیا ہے اور توریت میں گندھک اور آگ۔ گندھک دہکتے ہوئے پتھر بہمنت ہوا اس گزرگاہ پر جلوے تو کوئی مخالفت باقی نہیں رہتی جو انجام خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں کے ناقص زہن ان کے نزدیک یہ سب کچھ ممکن ہے۔ ابھی آسمان سے مختلف چیزیں لوگوں پر برسی ہیں اور جو غلط فہمی کی تا کہ دنیا میں جتنا ہو ہوتے ہیں کہ آسمان سے سب ہوتا ہے وہ بخرات وغیرہ متفرقہ تصویریں پاس کرکے زمین پر گرا کرتے ہیں مختلف صورتیں بنکر سب وقت کسی خاص قوم پر ان کی بربادی کیلئے گرنا ابتدا بلا جبر کا کام نہیں بلکہ فاعل مختار اور ارادہ فرمانے والا کا

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ — رکوع

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

اور البتہ فرعون کے خاندان کے پاس بھی ڈر سنانے والے آئے تھے۔ انہوں نے ہمارے سب نشانیوں کو جھٹلایا پھر تو ہم نے ان کو بڑی زبردست پکڑ سے پکڑا کیا والے اہل مکہ

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝

تمہارے منکر کچھ ان سے بہتر ہیں کیا تمہارے لئے دفتروں میں معافی لکھی گئی ہے کیا وہ یہ کہتے ہیں ہم زبردست جماعت ہیں

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝

جلد یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی

ترکیب النذر جمع نذیر او مصدر بمعنی الانذار اخذ منصوب علی المصدریۃ اکفارکم الاستفہام انکاری فی الزبر صفت لبراءۃ ای براءۃ مکتوبۃ فی الاوراق او الکتب السماویۃ المنزلۃ علی الانبیاء السابقین الدبر والمراد الادبار لارادۃ الجنس او لان کل واحد یولی دبرہ وقیل لاجل دبرہ وقیل لاجل رؤس الآی وقیل فی الافراد اشارۃ الی انہم فی التولیۃ والہزیمۃ کشخص واحد فلا یقدرون علی المقابلۃ

تفسیر یہ پانچواں قصہ فرعونیوں کا ہے۔ آل فرعون سے صرف اس کا خاندان ہی مراد نہیں بلکہ اس کی ساری قوم۔ ان کے پاس خدا کی طرف موسیٰ کی معرفت خوف اور دہشت دلانے والی باتیں پہنچیں۔ مگر وہ بدبخت ازلی جو جاہ و حشم کے نشے میں بدمست ہو رہے تھے کب ڈرنے والے تھے اور اپنی بدکاریوں سے باز آنے والے تھے؟ خدا تعالیٰ کی کسی نشانی کو بھی نہیں مانا۔ خدا تعالیٰ کی نو نشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھیں، جو انہوں نے فرعونیوں کو وقتاً فوقتاً دکھائیں، ید بیضا، عصا وغیرہ اس کے سوا اور بھی صدہا خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حالات کا تغیر عالم کا تبدل اور ارضی و سماوی حوادث اور اس کے عجائبات قدرت پہاڑوں اور دریاؤں اور زمین و آسمان کے بے انتہا قدرت کے کارخانے خداوند تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ ان میں غور و فکر کرنے والے ہدایت کے صدہا نمونے ہیں۔ پھر جو کسی میں بھی غور نہیں کرتا۔ تو پھر وہ ان سب کو جھوٹا جان رہا ہے۔ پھر اس پر ہدایت کے دروازے بند نہ ہوں تو اور کیا ہو۔

جب فرعونیوں کی یہ حالت ہوئی۔ تو ان کو ہم نے خوب پکڑ کر قابو میں کیا۔ ان پر ہر طرح کی بلائیں آئیں۔ فرعون اور اس کا لشکر بحر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصے سنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل لوگوں سے خطاب کرتا ہے۔ کہ اکفارکم خیر سے لے عرب۔ یا اے اہل مکہ کیا تمہارے کافر ان پہلے کافروں سے جو ہلاک ہوئے۔ اور جن کے تذکرے تم سے آئے بہتر ہیں کہ ان کو وہ بلا کی و بربادی پیش نہ آوے گی؟ اگر بہتر نہیں تو دوسری صورت بچنے کی یہ ہے۔ کہ تمہارے لئے پہلی کتابوں میں کوئی برأت لکھ دی گئی ہے؟ کیا تم کو کوئی پروانہ مل گیا ہے۔ کہ تم پر عذاب نہ آئے گا۔؟ تیسری بات دنیا میں عذاب سے مامون ہونے کی اپنی ذاتی قوت ہے۔ اپنی جماعت کے زور و شوکت سے خدا تعالیٰ کے قہر و جبروت کو مقابلہ کر کے ٹلا سکتے ہو، سو یہ بھی نہیں۔ کیونکہ سیہزم الجمع ویولون الدبر یہ پسپا ہو جاویں گے اور مسلمانوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بخاری و نسائی نے روایت کی ہے۔ کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہن کر مقابلے میں نکلے۔ اور یہ آیت پڑھی۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کون سی جماعت غالب ہوگی اور کون سی مغلوب؟ پھر جب بدر کے روز آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے برآمد ہوئے۔ تو اس کا مطلب معلوم ہوا۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ يَوْمَ

بلکہ وہ گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بڑی سخت اور تلخ ہے　بیشک گنہگار گمراہی اور جہالت میں پڑے ہوئے ہیں　جس دن کہ آگ

يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝

میں منہ کے بل گھسیٹے جاویں گے (تو کہا جاوے گا لو) آگ لگنے کا مزا چکھو　بیشک ہم نے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ

اور ہمارا حکم تو ایک ہی بات ہوتی ہے جیسا کہ پلک کا جھپکنا　اور البتہ ہم تمہارے جیسوں کو غارت کر چکے ہیں پھر کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟ اور وہ جو کچھ کر

شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝

چکے ہیں وہ تو اعمالناموں میں لکھا جا چکا ہے　اور ہر بات چھوٹی اور بڑی سب لکھی ہوتی ہے　بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

(اور) مقام صدق میں بادشاہ قادر کے پاس ہوں گے

ترکیب۔ ادہیٰ اسم تفضیل من الداہیۃ وہی الامر المنکر الفظیع الشدید وامر اسم مرارۃ من عذاب الدنیا کل بشئی والجمہور علٰی نصب کل بالاشتغال اے عالمہ فعل یفسرہ ما بعدہ وقری بالرفع علی الابتداء کلمح اللمح النظر علی السرعۃ وفی الصحاح لمحہ والمحہ اذا ابصرہ بنظر خفیف والاسم اللمحۃ کل شیئ بتداء فی الزبر خبرہ مقعد صدق من اضافۃ الموصوف الی الصفۃ ای فی مجلس حق ومکان مرضی وہو الجنۃ او موضع لہ مزیۃ علی سائر الاماکن فی مقعد صدق بدل من قولہ فی جنت و قولہ عند ملیک بدل منہ ویحتمل ان یکون صفۃ مقعد صدق

تفسیر۔ کفار کے حق میں پہلے بطور پیشین گوئی کے فرمایا تھا کہ ان کی جماعت ہزیمت کھا کر بھاگے گی (ایسا ہی ہوا بھی) اب یہاں یہ بتلاتا ہے کہ اس اگلے ہی پر ان کی سزا و سرزنش موقوف نہیں بل الساعۃ موعدہم بلکہ ان کے عذاب کامل کا وقت ساعت یعنی قیامت ہے وہ سخت مصیبت کی گھڑی اور بڑی تلخ ہے۔ وہاں کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے بہت ہی سخت ہے۔ یعنی ان کو دنیا میں بھی سزا ملے گی اور آخرت میں اس سے بھی بڑھ کر اس کے بعد وہاں کے عذاب کا قانون بتاتا ہے کہ وہ کس کو ہوگا اور کیونکر ہوگا؟ فقال ان المجرمین فی ضلال وسعر کہ مجرمین یعنی گنہگار اللہ اور رسول کے نافرمان گنہگار اور مشرکین (تعمیم ہے ضعیف روایتوں سے قدریہ وغیرہ کے ساتھ مخصوص کرنا تکلف ہے) دنیا میں گمراہی میں ہیں نجات کا راستہ بھولے ہوئے ہیں ان کی یہ گمراہی اور جرم آتش جہنم ہو جاوے گی یا یوں کہو جنت کا رستہ بھولے ہوئے ہیں اور جہنم میں ہوں گے۔ یوم یسحبون اس دن وہ اپنے تکبر کے بدلے میں منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جاویں گے۔ اور ان کو کہا جاوے گا کہ آگ لگنے کا مزہ چکھو۔

قیامت کے قائم ہونے اور وہاں مجرموں کے عذاب پانے کا ذکر کیا تھا لیکن یہ بات دو امر کے ثبوت پر موقوف تھی اول یہ کہ ہر چیز کا خدا خالق ہے اور ہر چیز اس نے انداز سے پیدا کی ہے۔ فقال انا کل شیئ خلقناہ بقدر کہ ہر چیز کو ہم نے ایک اندازے سے پیدا کیا ہے منجملہ ہر شے کے عالم دنیا بھی ہے اس کی بھی ایک حد معین ہے آخر ایک روز یہ تمام ہوگا اور یہی قیامت کا دن ہے ع ہر یک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات پر ہر طرح سے حکمران ہے اس کے حکم کے نافذ ہونے میں کوئی بھی دیر نہیں لگتی پس جب وہ قیامت قائم کرنا چاہے گا اور وہاں مجرموں کو سزا دینا چاہے گا تو فوراً ہو جاوے گا اس بات کو اس آیت

میں بیان فرماتا ہے وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر کہ ہمارا حکم ایک ہی کلمہ ہے وہ کن اور جب ہم ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ تو وہ بہت جلد ہو جاتا ہے جس طرح آنکھ جھپکنے میں دیر نہیں لگتی۔ اسی طرح قیامت برپا ہونے میں اس کے حکم کے بعد دیر نہ ہوگی اور نیز عالم خلق کو انا کل شیئ خلقناہ بقدر میں ذکر کیا تھا۔ پس مناسب تھا کہ عالم امر کو بھی ذکر کرتے۔ اس لئے وما امرنا الا واحدۃ ذکر کیا

ف خلقناہ بقدر صاف دلالت کر رہا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے نافع ہو خواہ ضار ہو۔ اور اس نے ہر چیز کا اندازہ اور پورا پیمانہ اور حد بھی پیدا کرنے میں ملحوظ رکھی ہے۔ اذہان بنی آدم میں مختلف مضامین جانشین ہوتے آئے ہیں مشرکین تمام حوادث کو ستاروں کی تاثیرات اور ان کے اتصالات سے پیدا ہونا خیال کرتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے سوا اور میں بھی قدرت ثابت کرتے تھے۔ اس لئے ان کو بھی قدریہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ اپنے افعال میں اپنے آپ کو مستقل قادر سمجھتے ہیں کہتے ہیں بندہ ہی خالق و مختار اپنے نیک و بد اعمال کا ہے علم ازلی سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں یہ عقیدہ آجکل کے مشنریوں اور بعض ہنود کا ہے۔ اور مسلمانوں میں بھی ایک فریق تھا جس کو **قدریہ** کہتے تھے بایں لحاظ کہ یہ قضا و قدر کے منکر ہیں۔ انہیں کی مذمت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور فرقہ معتزلہ بھی انہیں کے قریب قریب ہے۔ بلکہ شیعہ بھی ان کے مقابلے میں ایک دوسرا فریق تھا جس کو **جبریہ** کہتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ بندہ محض بے بس ہے۔ جو کچھ ہم سے سرزد ہوتا ہے اس طرح سے ہوتا ہے کہ جیسا مرتعش کا ہاتھ ہلنے میں بے خود اور مجبور ہو کر حرکت کرتا ہے پہلا فریق اس جبر یہ فریق کو قدری کہتا تھا۔ کہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے زنا پر ہم کو قادر کیا تو ہم نے زنا کیا بایں معنی کہ یہ اثبات قدر کرتے ہیں۔ مگر **سنت والجماعت** کا فریق نہ قدر کا قائل ہے نہ جبر کا۔ وہ کہتے ہیں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا یہاں تک کہ ہمارے افعال و حرکات ان کا بھی خدا تعالیٰ کو ازل میں علم تھا بندے کو اختیار ہے۔ مگر اس اختیار میں مستقل نہیں۔ اس لئے جمیع افعال کا بھی اللہ ہی خالق ہے۔ بندہ کا سب ہے اس کسب پر اس کو عذاب و ثواب ملتا ہے اور مدح و ذم کا مستحق ٹھیرتا ہے

پھر جب اپنا خالق اور عالم امکا مالک ہونا ثابت کیا گیا۔ تو اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ دجزا و سزا دینے کے پیرائے میں ثابت کرتا ہے فقال ولقد اہلکنا اشیاعکم فہل من مدکر کہ ہم نے اپنی قدرت و جبروت سے اے کفار قریش تم جیسے بہت لوگ غارت کر دیئے پھر کوئی سمجھنے والا ہے یعنی پھر تم کو کیا امن ہے اور کونسی بات حاصل ہے جو ہلاکی سے مانع آوے گی؟

اس کے بعد اپنا بے انتہا علم ثابت کرتا ہے جو عدالت و جزا و سزا اعمال کیلئے اور وہ بھی دوسرے عالم میں ضرور ہے فقال وکل شیئ فعلوہ فی الزبر کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب دفتر اعمال میں موجود ہے اور ہر بات لکھی ہوئی ہے اس لکھنے اور دفتر اعمال کی کیفیت ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں کہ وہ لکھنا اس دوات قلم سے نہیں نہ وہ دفتر دنیا کے کاغذوں پر ہے۔

پہلے مجرموں کی کیفیت سزا بیان کی تھی اب فرمانبرداروں کا انجام نیک بیان فرماتا ہے فقال ان المتقین فی جنات ونہر کہ پرہیزگار جو زیور ایمان و اعمال صالحہ سے مزین ہیں مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہونگے یہ جنت جسمانی ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر عمدہ موقع میں خداوند تعالیٰ کے پاس رہیں گے یہ جنت روحانی ہے متقین میں سے خاص ابرار و احرار کا حصہ ہے مرنے کے بعد انکی روح حظیرۃ القدس کی طرف عالم بالا میں محبوب اصلی کے پاس جا کر آرام پاتی ہے تخت رب العالمین کے دہنی طرف بیٹھنے سے بھی مراد ہے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس بارگاہ قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف نعال ہی میں جگہ دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

سورۃ الرحمٰن مکیہ ہے اس میں | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٹھتر آیات تین رکوع ہیں

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۗ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ

رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا (اور) اس نے انسان کو پیدا کرکے بولنا سکھایا (قوت ناطقہ عطا کیا) سورج اور چاند حساب سے لگے ہوئے ہیں

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝

بوٹیاں اور درخت (اسی کے حکم سے) سربسجود ہیں اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم اندازے سے نہ بڑھو۔

ترکیب۔ الرحمٰن ذہب قوم الی انہا آیۃ فالمبتدا محذوف تقدیرہ اللہ الرحمٰن وعلی قول الآخرین الرحمٰن مبتدا، ومابعدہ الخبر، خلق الانسان مستانف وکذا علمہ ویمکن ان یکون حالا من الانسان وقد محذوف بحسبان قال الاخفش الحسبان جماعۃ الحساب مثل شہب وشہبان۔ وقیل مصدر مفرد بمعنے الحساب کالغفران والکفران والجار یتعلق بجریان محذوف والسماء منصوب لفعل محذوف یفسرہ المذکور الا تطغوا لئلا تطغوا فلا نافیۃ وتطغوا منصوب بان وقبلہا لام العلۃ مقدرۃ وقیل ان مفسرۃ لان فی الوضع معنے القول

تفسیر۔ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ حسن، وعروہ وعکرمہ وجابر وابن عباس کا قول ہے، اور ابن مسعود ومقاتل کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اول قول اصح ہے۔ کیونکہ امام احمد وابن مردویہ نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رکن[1] کی طرف منہ کئے ہوئے اس سورۃ کو پڑھتے سنا۔ اور مشرکین بھی فبای آلاء ربکما تکذبان (۲) سنتے تھے یہ اس سے پہلے کا ماجرا ہے کہ حضرت کو صاف صاف سنا دینے کا حکم ہوا تھا۔ انتہیٰ

اس سورت میں بھی انہیں تینوں اہم مسائل کا بڑے لطف وخوبی کے ساتھ اثبات ہے اور کن کن معانی خیز اور دل پر اثر کرنے والے پیارے پیارے الفاظ اور عرب کی میٹھی بول چال میں خاص انہیں کے مذاق کے موافق مکرر جملے لا کر ان کو دل نشین فرمایا ہے۔

شعرائے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا مخمس کہ ایک ماشتر ایک خاص ملحوظ رکھ کر مکرر لایا کرتے ہیں جس سے اس مضمون کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے اور طبیعت سامع جو کسی قدر غافل ہو جاتی ہے اس پر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لئے پڑجایا کرتا ہے اس صورت میں وہ بند فبای آلاء ربکما تکذبان ہے جو ہر ایک جدا جدا نعمت مضمون کے بعد مکرر آکر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انہیں کو زیادہ آتا ہے جو کچھ مذاق سخن بھی رکھتے ہیں۔ عبارت کا دلکش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے۔

پہلا مسئلہ جو منجملہ اصول کے ایک بڑی اصل ہے اثبات نبوت وقرآن کا منجانب اللہ ہونا ہے اس لئے اس سورۃ میں سب سے اول آیا

[1] رکن خانہ کعبہ کے ایک گوشہ کا نام ہے ۱۲ منہ (۲) یہ جملہ اس سورۃ میں اکتیس جگہ آیا ہے آٹھ بار اس کو نعمتیں اور عالم علوی اور سفلی کے عجائبات قدرت ذکر کرنے کے بعد اور سات بار تجربہ اور ابواب جہنم ودوزخ کے شدائد ذکر کرنے کے بعد کیونکہ مومنین سے ان بلاؤں کا دفع کرنا بڑی نعمت ہے۔ اور آٹھ بار دو جنت اور ان کے نعماء اور ان کے رہنے والوں کے حسن وجمال ذکر کرنے کے بعد بعدد ابواب جنت کہ وہ بھی آٹھ ہیں۔ اور آٹھ بار ان کے سوا اور دو جنتوں کی کیفیات بیان کرنے کے بعد جس میں اشارہ ہے کہ جو کوئی ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا وہ دوزخ کے ساتوں دروازوں سے امن میں رہے گا۔ اور وہ جنتوں کے نعماء اصل کرے گا اور اس جملہ کے بعد سننے والے کو کہنا چاہیے لابشئ من نعمک ربنا لانکذب فلک الحمد ۱۲ منہ

کو کس لطف کے ساتھ بیان فرماتا ہے فقال الرحمٰن علم القرآن کہ رحمٰن نے قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا ہے نہ اس نے اپنے جی سے بنالیا ہے نہ کسی جن وخبیث کا شیطانی کلام ہے الرحمٰن میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم ونزول اس کی رحمت خاصہ کا مقتضیٰ ہے کیونکہ اس وقت مشرق ومغرب تک دنیا تاریک وخراب ہورہی تھی ونیا گمراہیوں کے دریائے بیکنار میں غوطے کھارہی تھی اس کی رحمت کب اس ورطہ ہلاکت میں چھوڑتی اس لئے آپ نے قرآن تعلیم کیا جو ان ڈوبتوں کے لئے نجات کی کشتی اور ان اندھیریوں کی قعر میں مبتلاؤں کے واسطے آفتاب ہدایت ہے۔

اور الرحمٰن کے مقدم کر لینے سے اس بات کو اور بھی واضح کر دیا۔ یہ بات بھی ثابت کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بظاہر امی تھے یعنی کسی کے شاگرد نہ تھے وہ خاص تلمیذ رحمٰن تھے خلق الانسان علمہ البیان اس میں اپنی رحمت خاص کا اظہار کرتا ہے کہ انسان کو اس نے اپنی رحمت سے پیدا کیا اور پیدا کر کے دیگر حیوانات کی طرح گونگا نہ چھوڑا بلکہ اپنی مہربانی سے اس کو بولنا سکھایا پھر جس نے انسان کو بولنا سکھایا وہ رحمٰن کے بندوں کے درست کرنے کے واسطے محمد صلعم کو قرآن کیوں نہ سکھاتا۔

اور تعلیم بیان ہی پر اس کی رحمت کا ظہور منحصر نہیں بلکہ اس نے انسان کے فائدہ کے لئے الشمس والقمر بحسبان چاند اور سورج کو حساب میں لگا رکھا ہے یعنی وہ اس معین اور اندازے کی چال سے چلتے ہیں کہ جن سے سال اور مہینوں کا حساب درست ہوتا ہے۔ یوں ہی بے ڈھنگ حرکت نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس کے حکم جبروت کے مسخر ہیں اور یہ گردش ان کی اس معبود حقیقی کا طواف اور قربان ہونا بھی ہے۔ دیکھو یہ انسان کے حق میں بھی اس کی کیسی رحمت ہے۔ اور عالم میں اس کا کیسا حکومت اور انتظام جلوہ گر ہے اور انہیں پر کیا موقوف ہے والنجم والشجر یسجدان زمین کی بیلیں اور درخت بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ نجم اس پیڑ کو کہتے ہیں کہ جو اپنی ساق پر کھڑا نہ ہو بلکہ زمین یا کسی چیز پر پھیلا ہوا ہو اور شجر اس کے برخلاف جو اپنی ساق پر کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے سجدہ کرنے سے مراد انکا القیاد فطری ہے حسن ومجاہد کہتے ہیں نجم سے مراد آیت میں آسمان کے ستارے ہیں انکا سجود بھی وہی القیاد فطری اور طلوع اور غروب ہے والسماء رفعہا اور آسمان کو بلند کیا یہ بھی منجملہ انتظام عالم کے ایک بات ہے ان سب باتوں میں علویات سے لیکر عالم سفلی تک اسکی رحمت کا ظہور وجبروت کا اعلان تھا اور یہ بات چاہتی ہے کہ ایسا قادر رحیم وکریم اپنے اشرف المخلوقات انسان کو ایسی بری حالت میں کیونکر چھوڑتا اور اس کے پاس نبی وکتاب نہ بھیجتا چنانچہ ان سب بیانوں کے بعد آپ ہی اس نتیجہ کو اگلے جملے میں ظاہر فرماتا ہے ووضع المیزان اور اس رحمان نے دنیا میں ترازو یعنے عدل قائم کیا مجاہد وقتادہ وسدی کہتے ہیں میزان سے مراد عدل والنصاف زمین پر قائم کرنا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے قائم ہوا یعنے قانون النصاف قائم کیا جو بواسطہ وحی والہام انبیاء علیہم السلام خدا نے دنیا میں قائم کیا اور یہی وجہ نبوت قائم کرنے کی ہے الا تطغوا فی المیزان تاکہ تم اس انصاف کرنے میں حد سے نہ بڑھو ہر شخص اپنے اپنے حقوق پر قائم رہے دوسرے کی حق تلفی نہ کرے باہمی معاملات سے لیکر عبادات وتوحید تک۔

وہ قانون الٰہی قرآن مجید ہے جس میں سب معاملات وعبادات وطہارت ونجاست بیع وشرا کے قوانین ماں باپ کے حقوق تربیت اولاد کے احکام زن وشوہر کا دستور العمل حسن معاشرت کے طریقے وتزکیہ نفس کے رستے دار آخرت کی لقب دنیا کی فنا انسانی جذبات کے جزر ومد اسکے عمر گرانمایہ کا نتیجہ حاکم ومحکوم بادشاہ ورعیت کے ضوابط بخوبی مندرج ہیں اور اس کے علاوہ اس کے سیاق میں روحانی برکت اور تحریک دلانیوالے انتہا اثر بھی ہے۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا فَاكِهَةٌ

اور انصاف سے تولو — اور تول نہ گھٹاؤ — اور اسی نے زمین کو لوگوں کے (فائدہ کے) لئے بچھایا اسمیں میوے اور کھجور کے

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

درخت ہیں جنکے پھل گابھوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور دانے ہیں) بالوں میں لپٹے اناج اور خوشبودار پھول (بھی ہیں) پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ۝ فَبِأَيِّ

اس نے انسان کو ایسی کھنکھناتی مٹی سے بنایا جیسا کہ ٹھیکرا — اور جن کو شعلہ دار دھوئیں والی آگ سے بنایا پھر تم (اے جن وانس) اپنے رب کی

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے — وہ دو مشرق اور دو مغرب کا مالک ہے — پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

ترکیب ولا تخسروا بضم التاء ای ولا تنقصوا الموزون وقیل التقدیر فی المیزان ویقرأ بفتح التاء والخاء والاول اصح للانام یتعلق بوضعها والحب بالرفع عطفا علی النخل والریحان کذلک ویقرأ بالنصب ای خلق الحب. کالفخار نعت لصلصال من نار نعت لمارج. رب المشرقین ای ہو وقیل ہو ابتداء والخبر مرج. الاکمام جمع کم بالکسر وہو وعاء الثمر اصلہ یطلق علی ما ستر شیئا ومنہ کم القمیص بالضم۔

تفسیر پہلے بطور علت وسبب کے عدل قائم کرنا فرمایا تھا اب بصراحت حکم دیتا ہے واقیموا الوزن بالقسط کہ دنیا میں انصاف کی ترازو سے تولو یہ حکم بڑا وسیع معنی ہے جس میں اشیاء کا انصاف سے تولنا بھی داخل ہے اور عموماً ہر بات میں حق بات کہنا اور حق پر عمل کرنا اور عبادت ومعاملات میں حقوق العباد سے لیکر حقوق اللہ تک بلکہ اپنے نفس کے حقوق دنیاوی اور دینی سب میں انصاف کی ترازو ہاتھ میں رکھنے اور تولنے کا حکم ہے۔ بات چیت کرنے اور چلنے پھرنے سونے جاگنے میں۔ کیا جامع کلمہ ہے جس میں صدہا حکمت کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر اس کی تائید کی جاتی ہے۔ ولا تخسروا المیزان کہ اس ترازو میں گھٹاؤ نہیں یعنے بے انصافی نہ کرو۔ اور یہ بھی ہو سکتا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت میں تمہارے اعمال کی ترازو میں کمی ہوگی پس تم اپنی اس میزان میں کمی کرنیکا سبب نہ ہو۔

سماویات کے بعد عالم سفلی کی ایجاد میں جو کچھ انتظام اور مصلحتیں اور حکمتیں ملحوظ رکھی ہیں ان کو بیان کرکے اپنا قادر ورحیم ہونا ثابت کرتا ہے۔ فقال والارض وضعہا للانام کہ زمین کو انسان کیلئے کس طرح سے بچھایا اور ان کے آرام کرنے کے قابل بنایا کہ جس پر بلا کلفت وتکلف بستے اور چلتے پھرتے ہیں۔ نہ وہ ڈگمگاتی ہے نہ ایسی گول ہے کہ جس پر یہ ٹھیر نہ سکیں اور نہ صرف یہی بات ہے بلکہ فیہا فاکہۃ والنخل ذات الاکمام۔ اس میں انواع واقسام کے میوے ہیں۔ اور کھجور بھی ہے جس کے پھلوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ یعنے میوے ہی پر موقوف نہیں ایسے بھی درخت زمین پر پیدا کئے ہیں جنکے پھل کھا کر انسان بغیر اناج کے بھی بسر کر سکتا ہے۔ جیسا کہ کھجور اور پھل کس حفاظت سے رہتے ہیں کہ گابھے میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور اس قسم کے درختوں کے سوا۔ والحب ذو العصف چارے والے اناج اور غلے بھی پیدا کئے جن کے تخم تو انسان کی خوراک ہیں اور ان کے بھٹے اور بھنے جانوروں کی جیسا کہ گیہوں چاول جو وغیرہ اور اس کے علاوہ الریحان خوشبو کی چیزیں اور عمدہ پھول بھی پیدا کئے۔ گلاب موتیا چنبیلی وغیرہ بلکہ خود ریحان بھی اسی قسم میں داخل ہے جس کے پھول میں سے خوشبو آتی ہے۔ ان کے پتوں اور پھل خوشبو دار اور آنکھوں میں اپنی مختلف رنگتوں سے نور اور سرور بھی پیدا کرتے ہیں ایک پھول ہے کہ سرخ کوئی گلابی کوئی زرد کوئی کاسنی کوئی اودا کوئی سفید پھر ایک پیڑ میں مختلف الوان

کے پھول بلکہ ایک پھول میں مختلف رنگتیں پھر یہ گلکاری اس صانع مطلق نے تمہارے لئے کی ہے تم شکریہ ادا کرو۔
فبای آلاء ربکما تکذبان اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے آلاء جمع ہے الی و الی کی جس کے معنے ہیں نعمت و احسان کے ربکما تکذبان میں تثنیہ کا صیغہ جن و انس کی طرف خطاب کیلئے آیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ میں نے اس سورہ کو جنوں کے سامنے پڑھا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں خطاب انسان کیطرف ہے اور عرب خطاب میں صیغہ مفرد کو تثنیہ کر کے بول دیا کرتے ہیں۔
یہاں تک جسطرح مسئلہ نبوت کا اثبات تھا اسی طرح دوسرے مسئلہ توحید کا بھی کامل اثبات کر دیا گیا اسطور پر کہ جس نے دنیا میں آفتاب و ماہتاب کو ایک خاص اندازے پر چلایا ستاروں اور درختوں کو جھکایا زمین کو بسنے کے قابل بنایا پھر اس میں طرح طرح کے درخت اناج اور پھل پھول اگائے وہی تنہا خداوند خدا ہے نہ اسکا کوئی شریک ہے نہ سہیم۔

اس کے بعد انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر کر کے دونوں نسلوں کو توجہ دیتا ہے فقال خلق الانسان من صلصال کالفخار صلصال خشک مٹی کھنکھناتی۔ صلصلہ کے معنی ہیں آواز دینا۔ کھن کھن کی سوکھی مٹی میں سے آواز آتی ہے۔ اس لئے اس کو صلصال کہتے ہیں فخار ٹھیکری صلصال بالفتح گل باریک آمیختہ یعنی ریگ فاذا طبخ بالنار فقال الفخار (صراح)
آدمی کی پیدائش متعدد آیات میں بیان ہوئی ہے آل عمران میں من تراب اور حجر میں من حما مسنون اور صافات میں طین لازب آیا ہے اور ایک جگہ ماء مہین آیا ہے اور اس جگہ صلصال کالفخار آیا ہے ان میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر دراصل کچھ اختلاف نہیں کیونکہ روایات اہل اسلام کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کا قالب خشک مٹی سے بنایا گیا جو کھنکھناتی اور ٹھیکرے کی مثال تھی۔ پھر اس کو چھان کر کے پانی سے گوندھا وہ طین لازب گارا ہو گئی۔
پھر جب خمیر اٹھ گیا تو حما مسنون ہو گئی۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد کا سلسلہ ماء مہین منی سے جاری ہوا۔

وخلق الجان من مارج من نار اور جان یعنی جنوں کے جد اعلیٰ کو آگ کے شعلے سے بنایا۔ مارج آگ کا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو جس طرح انسان عناصر سے بنا ہے جن بھی عناصر سے بنا ہے مگر جس طرح انسان کا زیادہ مادہ خاک ہے اسی طرح جن کا آتش جس لئے وہ لطافت کی وجہ سے حس بشر سے محسوس نہیں ہوتا اور سریع الحرکات و خفیف ہوتا ہے پھر انکے بہت سے اقسام ہیں جیسا کہ ہم مقدمہ تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی تاویل کر کے وجود جن کے منکر کہاں ہیں جو تقلید فلاسفہ حال جنکا انکار کرتے ہیں اور اسکو بھی انسانوں کی ایک جنگلی قوم بلحاظ لفظ جن قرار دیتے ہیں وہ بیان کیا کریں گے یہاں تو انسان کے مقابلہ میں دوسری قوم بیان ہوئی اور انکا مادہ بھی بیان فرما دیا فبای آلاء ربکما تکذبان اے انسان و جن تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

رب المشرقین و رب المغربین دو مشرق اور دو مغرب کا رب۔ ابن عباس کہتے ہیں جاڑے میں آفتاب
اور جگہ سے اور گرمی میں اور جگہ سے طلوع کرتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے
مشرقین یعنی دو مشرق کہتے ہیں۔ اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی
دو جگہ سے معلوم ہوتا ہے اسلئے مغربین دو کہے جاتے ہیں
ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب دوسری جگہ سے ہوتا
ہے جس لئے رب المشارق والمغارب کہا جاتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ

اس نے دو دریا ملے جلے چلائے　ہیں پردہ (رکھدیا) جس سے بڑھنے نہیں پاتے　پھر تم اپنے رب کی کس کس　نعمت کو جھٹلاؤ گے

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

ان دونوں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے　پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے　اور دریا میں پہاڑوں جیسے کھڑے ہوئے جہاز

فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ

اسی کے ہیں　پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

ترکیب ۔ المرج الارسال یقال مرجت الدابۃ اذا ارسلتہا یلتقیان حال وبینہما برزخ حال من الضمیر فی یلتقیان ولا یبغیان حال الضا یخرج قالوا التقدیر من احدہما الجواری جمع جاریۃ وہی السفن وحذفت الیاء المنشآت من انشاہ اذا رفعہ المرفوعات وقری بکسر الشین وفی البحر یتعلق بہ کالاعلام جمع علم وہو الجبل الطویل حال من الضمیر فی المنشآت ٭

تفسیر ۔ ان آیات میں دوسرے مسئلہ توحید کو ثابت کر رہا ہے مگر جہاں کہیں قرآن مجید میں اپنے دلائل قدرت و جبروت ذکر کر کے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے دلائل ہیں وہی چیزیں بیان فرمائی ہیں کہ جو بندوں کے لیے انعام اور کار آمد چیزیں ہیں یہ اس لئے کہ انسانی جبلت انعام کی وجہ سے منعم کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہے ان آیات میں بھی وہی قاعدہ ملحوظ ہے فقال مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان کہ اس قادر مطلق نے دو دریا رواں کئے جو ملے ہوئے چلتے ہیں اور باہم مختلط نہیں ہونے پاتے ان میں ایک قدرتی برزخ یعنی پردہ رکھا ہے جس سے دونوں باوجود اتصال کے خلط ملط نہیں ہونے پاتے یہ دو دریا کس کے بس میں ہیں اور کس کی حکومت ان پر نافذ ہے؟ اسی قادر مطلق کی ٭

ان دو دریا سے کون سا دریا مراد ہے؟ ابن جریج کہتے ہیں بحر شور یعنی سمندر اور زمین کی میٹھی ندیاں مراد ہیں جیسا کہ نیل جیحون ۔ دجلہ فرات گنگ وغیرہ جب یہ سمندر میں گرتے ہیں کوسوں تک دونوں پانی جدا جدا ممتاز معلوم ہوتے ہیں دو دھاریں الگ معلوم ہوتی ہیں رنگت میں بھی اور پانی کے میٹھے کھاری پنے میں بھی ۔ بعض کہتے ہیں خود سمندر ہی کے مختلف ٹکڑے مراد ہیں بحر فارس و روم وغیرہ ٭

بعض محققین کہتے ہیں لفظ میں تعمیم ہے یہ بھی مراد ہیں اور ان کے ساتھ اور بھی دریا مراد ہیں جیسا کہ دریائے ملکیت و بہیمیت جو ایک میٹھا اور ایک کھاری ہے انسان کے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں اور مختلط ہونے نہیں پاتے اور ان سے بعد تہذیب و شائستگی حاصل کرنے کے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جنکو موتی اور مونگا کہنا چاہئے اور اسی طرح انسان کی ہر متضاد قوتیں مراد ہو سکتی ہیں جیسے دریا اسکے اندر بہتے چلتے ہیں ۔ موتی سیپ میں پیدا ہوتا ہے ۔ اور مونگا ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخیں نمودار کرتا ہے وہ بھی سمندر سے برآمد ہوتا ہے ۔ موتی سفید یا سرخ کیا قدرت ہے؟ یہ تو کھا ہی اور قدرت کا تماشا دیکھو وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ کہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز اور اگنبوٹ پہاڑ جیسے سمندر میں کھڑے ہیں پانی کی طبیعت تھی کہ ڈوب جائیں مگر وہ قادر مطلق نہیں ڈوبنے دیتا اسکے سامان پیدا کر کے انکو سمندر میں ایسا دوڑاتا پھراتا ہے کہ جیسطرح زمین پر گھوڑے دوڑتے پھرتے ہیں ۔ یہاں تک اپنی قدرت و جبروت عناصر پر ثابت کی کہ جن کو اوہام پرستوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے ۔ ہنود آگ اور پانی کی پرستش کرتے ہیں اور پانی کی مایہ بتاتے ہیں ٭

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

جو کوئی زمین پر ہے فنا ہو جانیوالا ہے اور (صرف ایک) آپکے رب کی ذات باقی رہیگی جو جلال اور بزرگی والا ہے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ

اسی سے مانگتے ہیں آسمانوں والے اور زمین والے ہر دن اسکی ایک نئی شان ہے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اے جن و انس ہم بھی

اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ

تمہارے کام سے فارغ ہوئے جاتے ہیں پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو

اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو نکل جاؤ (کچھ ایسا ہی) زور ہو تو نکل سکتے ہو (لیکن وہ ہے نہیں) پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا پھر تم دفع نہ کر سکو گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

ترکیب فان خبر لکل من ذو الجلال بالرفع علی انہ نعت للوجہ و بالجر نعتا للمجرور یسئلہ مستانف او حال من وجہ والعامل فیہ یبقی۔ کل ظرف لما دل علیہ ہو فی شان لاتنفذون لا نافیہ شواظ بالضم والکسر لغتان ہو اللہب الذی لا دخان معہ من نار صفۃ و متعلق بالفعل نحاس بالرفع عطفا علی شواظ و بالجر عطفا علی نار والاول اقوی +

تفسیر۔ دلائل توحید میں عالم اور اس کی عمدہ اور نافع چیزیں پیدا کرنیکا ذکر تھا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ عالم قدیم نہیں بلکہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اسکے بعد عالم فنا کرنیکی قدرت بیان فرماتا ہے اور انکے فنا کرنے میں اپنی قدرت وجبروت ظاہر فرما کر تیسرے مسئلہ حشر کو بھی اسی کلام کے دوسرے پہلو میں ثابت فرماتا ہے کہ وہی پیدا کرنیوالا وہی مٹانیوالا ہے فقال کل من علیہا فان کہ جو کچھ زمین میں ہے فانی ہے۔ اس تقدیر پر آیت میں جنت دوزخ کی تخصیص کرنا بیفائدہ ہے کس لئے کہ وہ زمین ہی پر نہیں انکا فنا کرنا یہاں مذکور نہیں +

ویبقی وجہ ربک اور اے مخاطب تیرے رب کی ذات باقی رہیگی جو ذو الجلال والاکرام عزت و جلال والا ہے وجہ سے مراد اسکی ذات اور اسکا وجود ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ ربک میں واحد حاضر کی طرف خطاب اس رمز کے لئے ہے کہ اے محمد تم جو اصلی مخاطب ہو تو تم ہی اس بات کو سمجھتے ہو تمہارا رب جیسا کچھ ہے تم ہی اسکو خوب جانتے ہو۔ کہ وہ حی و قیوم ازلی ابدی ہے اور اس کے سوا ممکنات فی ذاتہا فانی ہیں انکی حیات انکا وجود مستعار ہے۔ دنیا کی فنا بھی انسان کے لئے اسکی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کے فنا ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر آویگا جو بڑی نعمت ہے عرفا نے سچ کہا ہے موت پل ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہنچا دیتی ہے۔ اسکے علاوہ انسان کا رنج اور متکبروں کا جاہ و حشم فانی پر غرور اور انکی کامرانی کی انتہا اور ایک محدود زمانہ دیکھ کر مومن کے دل میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے یہ بھی اس کی ایک بڑی نعمت ہے جس لئے فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان۔

ایجاد اور فنا کے بعد یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ بات نہیں کہ ہم نے ایکبار عالم کو پیدا کر دیا پھر سب کچھ آپ ہی آپ ہوتا ہے اور ایک روز ہم فنا کر دیں گے۔ بس ہمارے کام کے یہی دو دور ہیں اور بیچ میں ہم کچھ نہیں کرتے جیسا کہ بعض اقوام کا خیال ہے بلکہ یسئلہ من فی السموات والارض کل یوم ہو فی شان کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے خواہ بزبان حال خواہ بزبان مقال اسی سے مانگتے ہیں اور وہ ہر روز نئی شان میں ہے اسکی شان بے انتہا ہیں جن کا وقتاً فوقتاً

اظہار کرتا ہے۔ عبداللہ بن منیب رضی صحابی کہتے ہیں کہ ہمارے روبرو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ہم نے پوچھا یا حضرت شان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہ وہ گناہ بخشتا ہے اور غم دور کرتا ہے اور کسی قوم کو بلند اور کسی کو پست کرتا ہے۔ روائیت کیا اسکو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن حمود و ابن مردویہ و ابونعیم و ابن عساکر نے اور ابو درداء سے یہی حدیث اپنی تاریخ میں بخاری نے و ابن ماجہ وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ حق سبحانہ کی شیون اور اس کی نئی نئی تجلیات کا عالم میں ظہور ہوتا ہے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا اور قیامت میں ہوگا سب اسکی ایک ایک شان کا جلوہ ہے۔ وہ بیکار اور نکما نہیں کہ دنیا کو پیدا کر کے آپ بیکار بن بیٹھا جیسا کہ بعض حکما اور ہنود اور دیگر اہل مذاہب کا خیال ہے خصوصاً حکماء فرنگ کا +

اس کے بعد پھر دار آخرت کے مسئلہ میں اپنی شان بیان فرماتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلان زجاج و کسائی و ابن الاعرابی و ابو علی فارسی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں فراغ سے مراد وہ فراغ نہیں جو کام کے بعد ہوتا ہے۔ کس لیئے کہ اسکا کوئی ایسا شغل نہیں کہ جس سے فارغ ہونا کہا جاوے اور نہ اس کی کوئی شان دوسری شان کو روکتی ہے۔ بلکہ مراد ہے قصد کرنا۔ ثقلان ثقل کا تثنیہ ہے جس سے مراد جن و انس ہیں۔ ثقل بوجھ کو کہتے ہیں۔ انسان و جن احکام الٰہی کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں اس لئے ان کو ثقلان کہتے ہیں یا اس لئے کہ یہ بہ نسبت اور حیوانات کے بھاری بھرکم یعنی ذی عزت عاقل ہیں یا اس لئے کہ یہ گناہوں کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ یہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے لکم میں جمع کا صیغہ لا کر پھر خطاب میں ایہا الثقلان تثنیہ کا صیغہ لایا اسلئے کہ وہ دو فریق ہیں اور ہر فریق جماعت ہے۔ بعض کہتے ہیں ثقلان سے مراد نیک و بد انسان ہیں یا عالم ناسوت و ملکوت کے لوگ۔ یہ خلاف جمہور ہے یعنی اے جن و انس کیوں حساب و قیامت کے بارے میں جلدی کرتے ہو ہم ابھی تمہارا کام کئے دیتے ہیں یہ دیر ہمارے نزدیک کچھ بھی دیر نہیں اس میں تہدید ہے منکران قیامت کے لئے یہ بھی اس کی ایک نعمت ہے کہ اس سے بد ڈر کر بدی سے باز آوے اور نیک نیکی میں سرگرمی کرے اسلئے فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان اسکے بعد یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک جباری قدرت کے احاطہ میں ہے کوئی اس سے باہر نہیں نکل سکتا فقال یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا کہ اے ثقلان جن و انسان کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کے حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ لا تنفذون الا بسلطان نہ نکل سکو گے مگر قوت کے ساتھ اور وہ قوت تم میں کہاں ہے بلکہ کسی میں بھی نہیں۔ تم سب اس کی قدرت کے احاطہ میں بند ہو وہ جو احکام چاہتا ہے دنیا میں نافذ کرتا ہے کوئی ان پیش آنیوالے حوادثات کو ٹال نہیں سکتا اور آخرت میں تم پر اپنے احکام جبروتی نافذ کرے گا۔ یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فلا تنتصران۔ شواظ ابن عباس رض کہتے ہیں شواظ آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں نحاس۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد پگھلا ہوا تانبا جو قیامت میں دوزخیوں پر ڈالا جاویگا۔ سعید بن جبیر و ابن عباس کہتے ہیں نحاس دھواں جو جہنمیوں پر چھوڑا جائیگا یعنی قیامت میں اے جن و انس کے مجرموں تم پر شعلہ آتش اور دھواں چھوڑا جائیگا جس کو تم دفع نہ کرسکو گے اس بیان میں بھی بوجہ تہدید ہونے کے جس سے انسان بدی سے بچکر نیکی کا راستہ اختیار کرنے میں سرگرم ہو جاوے بڑی نعمت و احسان ہے جسلئے ان شدائد قیامت کے ذکر کرنیکے بعد بھی فبای آلاء ربکما تکذبان کا لانا ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ فَيَوْمَئِذٍ

پھر جبکہ آسمان پھٹ جائے اور ایسا ہو کر گلابی تیل کی طرح سرخ ہو — پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ — پھر اس دن نہ کسی

لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ

آدمی سے اس کے گناہ کی پرسش ہوگی — اور نہ جن کی — پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے — گنہگار ان کے چہروں سے پہچانے جاویں گے

بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ

پھر ان کو چوٹی اور ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹے جاویں گے — پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے — (کہا جاویگا) یہ ہے وہ جہنم

يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۚ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ع ۲ ۱۲۹

کہ جس کو گنہگار جھٹلایا کرتے تھے — گنہگار جہنم میں اور — کھولتے ہوئے پانی میں تڑپتے پھریں گے — پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ترکیب فاذا انشقت شرط فکانت جواب الشرط وقیل جوابہ فیومئذ الخ فکانت علی ہذا عطف وقیل جوابہ محذوف ای رأیت امرا مہولاً کالدہان جمع دہن کقرط وقرط ورمح ورماح وقیل اسم مفرد کالحزام والادام خبر ثان علی کان الناقصۃ وحال علی تقدیر کونہا تامۃ عن ذنبہ والضمیر للانس باعتبار اللفظ وان تاخر لفظا تقدم رتبۃ والاخذ یستعمل بالباء تارۃ وبغیرہا تارۃ یقال اخذت الخطام واخذت بالخطام قالہ الکرخی یطوفون حال من المجرمین ویجوز ان یکون مستانفا آن اسم فاعل منقوص کقاض۔ قال الصحاح آنی یانی فہو آن اذا انتہی فی النضج والحرارۃ ؛

تفسیر پہلے فرمایا تھا یرسل علیکما شواظ من نار کہ تم پر آگ کا شعلہ چھوڑا جائے گا۔ اب یہاں اسکا وقت بیان فرماتا ہے کہ یہ کب ہوگا؟ یعنی قیامت میں اس لئے قیامت کی تشریح کرتا ہے کہ وہ کب ہوگی اور کیونکر؟ اور تیسرے مسئلہ معاد کا بھی ذکر کرنا مقصود تھا مگر اسی سلسلہ میں فقال اذا انشقت السماء کہ جس دن آسمان پھٹ جاویں گے پھر وہ گلابی ہو جاویں گے جیسا کہ سرخ چمڑا۔ فکانت وردۃ کالدہان کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں وردۃ سرخی مائل گھوڑے کی طرح انکا رنگ ہو جاویگا عرب میں ہے ورد بالفتح گل وردہ یکے وقیل الاسد ورد للونہ وللفرس ایضا وہو بین الکمیت والاشقر وللانثی وردۃ والجمع ورد مثل جون وجون وورد ایضا وردہ گلگوں شدن۔ دہن بالضم روغن و باران ضعیف دہان جمع۔ دہان بالکسر ایضا ادیم سرخ۔ صراح۔

یہ اختلاف دہان کے لفظی معنی پر مبنی ہے فراء و ابو عبیدہ کہتے ہیں اس وقت شدت حرارت کی وجہ سے آسمان سرخ ہو جاوے گا۔ اور حسن کہتے ہیں کہ جس طرح تیل کو پانی میں ڈالدیتے ہیں اور اس میں سرخی مائل مختلف ٹکڑے نظر آیا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن آسمانوں کا یہی حال ہو جاوے گا۔ پہلے قول کی علت گازرونی وعمادی وغیرہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اصلی رنگت آسمان کی قدماء کے نزدیک سرخ ہے لیکن بعد مسافت اور کثرت حائل و حواجز اور ہمارے اور اس کے بیچ میں ہوا آجانے کی وجہ سے نیلگوں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ عروق میں خون باوجود سرخ ہونے کے نیلگوں دکھائی دیا کرتا ہے۔

ایسا ہو مگر فلسفہ جدید یا قدیم کے مطابق کرنے میں ہم کو اس قدر موشگافی کرنے کی حاجت ہی کیا ہے خواہ آسمانوں کی اسکی رنگت سرخ یا نیلگوں یا کوئی بھی رنگت نہ ہو بوجہ شفاف ہونے کے اور یہ نیلی چھتری صرف کرۂ ہوا کے سبب ہم کو نظر آیا کرتی ہے اور چونکہ آسمان کے تلے یہ چھت گہری ہم کو دکھائی دیتی ہے اور اسی لئے

ہم اسی کو آسمان کہتے ہیں یا جو کچھ ہو قرآن مجید کا صاف مطلب اسی قدر سے متعلق ہے کہ قیامت کے روز آسمان پھٹ جاوینگے یعنے خواب ہو جاویں گے اور اس صدمہ عظیم کے وقت سُرخی نمودار ہوگی۔ یہ آسمان سُرخ ہو جاویگا اسکے قہر و جبروت کے آثار اس پر ظاہر ہوں گے اور وہ خونی لباس سے ملبوس ہوگا +

یہ بھی اس کی بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ آسمان فنا نہ ہوں تو عالم قدس آباد نہ ہو اسلئے فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ پھر اس روز مجرموں کے ساتھ کیا ہوگا۔ فقال فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان کہ اس روز کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہ کی بابت نہ پوچھا جائیگا۔ یہ بڑی تہدید ہے جس سے عاقل گناہ سے بچنے میں بڑی کوشش کر سکتا ہے اس لئے یہ بھی اس کی ایک نعمت ہے فبای آلاء ربکما تکذبان اس کے بعد اس نہ پوچھے جانیکا سبب بیان فرماتا ہے فقال یعرف المجرمون بسیماھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام کہ گنہگار انکے چہروں سے خود پہچانے جاویں گے گناہوں کا داغ اور اس کی سیاہی انکے مُنہ پر خود بخود کہدے گی کہ یہ گناہگار ہے پھر پوچھنے کی کیا حاجت؟ پھر ان کے سر کے بال اور ٹانگیں پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔ النواصی جمع ناصیہ ماتھے کے بال +

ف اس قسم کی آیات کہ جہاں نہ پوچھے جانیکا ذکر ہے وہ آیات مخالف نہیں کہ جہاں سوال کرنیکا ذکر آیا ہے جیسا کہ یہ آیت فوربک لنسئلنھم اجمعین کہ تیرے رب کی یعنی اپنی قسم کہ ہم ہر ایک سے ضرور ہی پرسش کریں گے اس لئے کہ یہ سوال کرنا ایک مقام خاص پر مراد ہے اور نہ سوال کرنا دوسری جگہ ہوگا۔ یا یہ کہ وہ سوال کرنا بطور دریافت کرنے کے نہ ہوگا بلکہ سرزنش اور تہدید کے طور پر اور یہاں بھی سوال نہ کئے جانیسے یہی مراد ہے کہ بطور دریافت کے سوال نہ ہوگا۔ کس لئے کہ انکے چہروں سے معلوم ہو جاویگا اور انکے ہاتھ پاؤں گواہی دینگے۔ یہ کلام بھی بڑی تہدید کا ہے جو انسان کو سعادت کے رستہ پر کھینچ کر لانے والا ہے اس لئے یہ بھی ایک نعمت ہے۔ فقال فبای آلاء ربکما تکذبان پھر ان دوزخیوں سے کہا جاوے گا ہذہ جہنم التی یکذب بہا المجرمون۔ کہ یہ وہی تو جہنم ہے کہ جس کو یہ گنہگار دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ یطوفون بینہا وبین حمیم آن۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گنہگار اس دوزخ میں اور اس کے اندر جو گرم اور کھولتا ہوا پانی ہے۔ اس میں پھر رہے ہیں جس کا انکار تھا وہ آنکھوں کے سامنے آگیا +

احادیث صحیحہ میں جہنم کے عذابوں کا مفصل طور پر بیان آیا ہے نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب یہ ہوگا کہ اس کی جوتیاں اور انکے تسمے آگ کے ہوں گے جس سے اس کا دماغ ہانڈی کیطرح پکے گا۔ وہ سمجھے گا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو عذاب نہیں حالانکہ اس کو سب سے کم ہے (متفق علیہ)

اس مصیبت دردناک سے خدا لئے اس کی تدبیر بتلا کر بچنے کا سامان کیا یہ اسکی کیسی نعمت ہے؟ اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان انسان وجان بالو پیر کان نہیں دھرتا ہی تو اس نعمت کا انکار کرنا اور جھٹلانا ہے یہاں تک مجرموں کی سزا کا بیان تھا +

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۙ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو باغ ہوں گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں طرف پھیلے پھولے ہونگے پھر تم اپنے رب کی

تُكَذِّبَانِ ۚ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ

کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان دونوں میں دو چشمے جاری ہونگے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور ان میں ہر ایک قسم کے میوے ہونگے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے کہ جنکا استر مخملی ہوگا اور ان باغوں کے میوے

دَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۚ

جھکے پڑتے ہوں گے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان میں نیچی نگاہ والیاں حوریں ہوں گی کہ جن کو اس سے پہلے نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا ہوگا نہ کسی جن نے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۚ هَلْ

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے گویا کہ وہ نگینے ہیں یاقوت اور مونگا ہیں پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے نیکی کا بدلہ

جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

نیکی کے سوا اور کیا ہے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ترکیب۔ جنتان مبتدا، لمن خاف خبره مقام ربه المقام اما اسم مكان اي خاف الموقف الذي يقف فيه العباد للحساب كما في قوله تعالى يوم يقوم الناس لرب العلمين واما مصدر وفيه احتمالان اما بمعنى قيامه تعالى على احوال العباد من قام عليه اذا راقبه كما في قوله تعالى افمن هو قائم على كل نفس بما كسبت واما بمعنى قيام العباد بين يديه۔ فعلى الاول اضافته الى الرب تفخيما وتهويلا۔ وقيل لفظ المقام مقحم اي ولمن خاف ربه والمعنى لكل خائف اثنين منكما او لكل واحد جنتان ذواتا تثنية ذوات على الاصل وذلك لانها تا والحبلال المحلى، قال ابن الصائغ الالف قبل التاء بدل من ياء، وقيل من واو وقال الخطيب في تثنية ذات لغتان الاولى الرد الى الاصل فان اصلها ذوية فالعين واو واللام ياء لانها مؤنثة ذوى والثانية التثنية على اللفظ فيقال ذاتان۔ وهو صفة لجنتان او خبر مبتدا محذوف افنان جمع فنن وهي الغصنة التي تتشعب من فرع الشجر۔ وقال الزجاج جمع فن كما هو الضرب والنوع من كل شئ والمراد بها الالوان وبه قال عطاء وسعيد بن جبير وجمع عطاء بين القولين فقال في كل غصن فنون من الفاكهة۔ وقيل ذواتا انواع واشكال من الثمار وقيل الافنان ظل الاغصان على الحيطان متكئين انتصابه على المدح للخائفين او حال منهم لان من خاف في معنى الجمع وجنا الجنتين مبتدا ودان خبره اصله دانو مثل غاز فاعل اعلاله وجنى فعل بمعنى مفعول الجنى ما يجتنى من الثمار قاصرات الطرف من اضافة اسم الفاعل الى مفعوله تخفيفا۔ لم يطمثهن الضمير راجع الى الازواج المدلول عليهن بقاصرات الطرف الطمث الجماع وقال ابو عمرو الطمث المس۔

تفسیر۔ یہاں سے اہل سعادت کے منازل بیان فرماتا ہے فقال ولمن خاف مقام ربه جنتان کہ جو دنیا میں اس بات سے ڈرا کہ مجھے خدا تعالیٰ کے سامنے جانا اور حساب دینا ہے اور یہی اصول حسنات میں سب سے بڑھ کر ہے یہی نظری اور عملی حسنات پر آمادہ کرتی ہے اور برائیوں سے باز رکھتی ہے اسکے لئے آخرت میں دو بہشت ملینگے

---

۱ شاخ ۱۲ ۲ قسم ۱۲ ۳ چنے ہوئے میوے ۱۲ منہ

ایک[۱] روحانی دوسری[۲] جسمانی اور دو[۲] اس لئے کہ ہمیشہ ایک مقام میں رہنے سے طبیعت بھر جاتی ہے کبھی یہاں کبھی وہاں سیر و تفریح کیلئے ایک گھر دوسرا سیر کا باغ۔ ایک جنت معصیت ترک کرنے کے بدلے میں دوسری طاعت کے بدلے میں یا یہ کہو ایک عقیدہ پاک کے سبب دوسری اعمال کے سبب یا ایک محض فضل الٰہی کے سبب آگے ان دونوں باغوں کا وصف بیان فرماتا ہے ذواتا افنان شاخوں والے یعنی پھلے پھولے ہرے بھرے جن پر خزاں وبادِ صرصر و گرمی و سردی کا کبھی اثر نہ ہو فبای آلاء ربکما تکذبان فیہما عینان تجریان یہ دوسری صفت ہے کہ ان دونوں میں دو نہر جاری ہوں گی نہایت صاف اور فرحت خیز پانی بلوریں پٹریاں اور ان میں منبت کے کام کئے ہوئے اور پھر کہیں فواروں میں سے پانی کا گرنا کہیں چادروں میں چھٹنا عجیب فرحت بخشتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان یہ تیسری صفت ہے صرف بہار ہی نہیں بلکہ ہر ایک قسم کے میوے بھی امنیں ہوں گے جو نہ موسم کے تمام ہونیسے تمام ہوں اور نہ فصلوں کے خراب ہونیسے خراب ہوں زوجان الصنفان والنوعان والمعنی فی الجنۃ من کل نوع من ثمار الدنیا نوعان یعنے دنیا میں جس قسم کے میوے ہیں انکی وہاں دو قسمیں ہوں گی رنگت اور ذائقہ اور خوشبو اور چھوٹے بڑے ہوتے ہیں فبای آلاء الخ متکئین علی فرش بطائنہا من استبرق تکیہ لگا کر ایسے عمدہ فرشوں پر بیٹھے ہوں گے کہ جن کے استر مخمل کے ہوں گے یہ چوتھی صفت ہے کہ پتوں اور گھاس اور پتھروں پر بیٹھنا نہ پڑیگا بلکہ ایسے عمدہ مقامات بنگلے اور بارہ دریاں اور کوٹھیاں ان باغوں میں ان نہروں کے اوپر نہایت صنعت کیساتھ جواہرات سے بنی ہونگی کہ جنمیں ایسے فرش ہوں گے کہ جن کے استر عمدہ ریشمی مخمل کے ہوں گے پھر انکے اوپر کے رخ کے تو کیا کہنے ہیں دست قدرت نے کیا کیا اسمیں گلکاری کی ہوگی اور کیسا عمدہ کپڑا لگایا ہوگا بطائن جمع بطانہ وہ رخ جو زمین سے ملا ہو۔ استبرق۔ موٹی دیبا یعنی ریشمی مخمل۔ اور یہ بھی نہیں کہ باوجود اس خوبی کے جنت کے میوے ایسے بلند اور مشکل چڑھائی کے درختوں پر شاخوں میں ہوں کہ جنکے لئے محنت اٹھانی پڑے بلکہ وجنا الجنتین دان انکے میوے جھکے ہوئے ہونگے ہاتھ بڑھاؤ اور توڑ لو۔ کیسی ہی بلند شاخ ہے جھکی چلی آتی ہے۔ یہ پانچویں صفت ہے عمدہ باغ اور نفیس مکانات اور آراستہ فرش اور عمدہ کھانوں کے بعد انسان کی طبع حسین عورتوں کیطرف مائل ہوتی ہے اور یہ جلسہ انہی سے دوبالا ہو جاتا ہے ایسے عمدہ مقامات پر یہ نہ ہوں تو حظ نہیں اس لئے فرماتا ہے فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان یہ چھٹی صفت ہے کہ وہاں ایسی نیک سیرت عورتیں ہونگی کہ جنکی نیچی نگاہیں ہوں گی شوخ چشم غیروں کی گھورنے والیاں نہ ہونگی اور یہ وصف ان میں پیدائشی ہو گا یہ نہیں کہ پہلے بدکاریں تھی پھر توبہ کر کے نیک بن گئی ہوں ایسی عورتوں سے کبھی غیرتمند طبائع نفرت کیا کرتی ہیں بلکہ لم یطمثہن انکو کسی نے ان سے پہلے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہوگا نہ جن نے نہ انسان نے یہ انکی سیرت کی خوبی بیان ہوئی کسلئے کہ سیرت صورت پر مقدم ہے بدسیرت ہے تو سب حسن صورت ہیچ۔ اسکے بعد حسن صورت بیان فرماتا ہے کانہن الیاقوت والمرجان گویا وہ یاقوت اور مونگا ہیں یہ انکے صفائے رنگ میں تشبیہ ہے جو کمال حسن کو متضمن ہے فبای آلاء ربکما تکذبان انسان کا جہاں تک خیال جا سکتا ہے اور جن چیزوں پر اسکی رغبت ہے وہ یہی چیزیں ہیں جنکا بہ ترتیب بیان ہوا مگر وہاں اسکے خیال سے بھی بڑھکر نعمتیں ہیں ہل جزاء الاحسان الا الاحسان دنیا میں جو نیکی کرتا ہے پھر اسکا وہاں نیک ہی بدلہ ہے گویا یہاں تک نیک بدلہ کی تشریح تھی۔ یہ آیت منجملہ ان چار آیتوں کے ہے کہ جن کے سو سو معنی سے زائد ہیں ان کے کلمات جامع بیشمار معانی کو حاوی ہیں۔ فبای آلاء ربکما تکذبان۔

ف ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں عینان تجریان میں اسطرف اشارہ ہے کہ دنیا میں جو آنکھیں اللہ کی محبت یا خوف میں روتی تھیں ہی جنت میں ہونگی ان کے آنسو وہاں دو نہر جاری کی صورت میں متشکل ہوں گے ابراہیم خواص فرماتے ہیں اسلام کی جزا دار السلام ہے دار السلام جنت کا ایک نام ہے ۱۲ منہ۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

اور ان دونوں باغوں کے سوا اور دو باغ ہونگے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں بہت ہی سرسبز ہونگے پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ

ان میں دو چشمے جوش مار رہے ہوں گے　پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے　ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے　ان میں بڑی با سیرت خوبصورتیں ہوں گی　پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے　حوریں ہوں گی

مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۤنٌّ

جو خیموں میں بند بیٹھی ہوں گی　پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے　جن کو ان سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا ہو گا نہ جن نے

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے　تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز اور رنگ برنگ کے قالینوں پر　پھر تم اپنے رب کی کس کس

تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ع ۱۳

نعمت کو جھٹلاؤ گے آپکے رب کا نام بڑا بابرکت ہے جو بڑے جلال　و عزت والا ہے

ترکیب جنتان مبتدا و من دونہما خبرہ مدہامتان صفۃ لجنتان او خبر لمبتدا محذوف عینان موصوف نضاختان صفۃ الموصوف والصفۃ مبتدا فیہما خبرہ وقس علیہ ما بعدہ۔ حور بدل من خیرات وقیل الخبر محذوف ای فیہن حور۔ متکئین حال وذو الحال محذوف دل علیہ الضمیر فی قبلہم۔ رفرف فی معنی الجمع وقیل رفرفۃ خضر صفۃ والاکرام بالجر عطفا علی الجلال وقراء ابن عامر بالرفع صفۃ للاسم ۔

تفسیر یہ اہل سعادت کے مقامات کی اور زیادہ تشریح ہے کہ ان خدا ترسوں کیلئے دو دو باغ ہوں گے جن کے وصاف بعد میں بیان فرماتا ہے کیا یہ چاروں جنت ایک کیلئے ہوں گی؟ جمہور کے نزدیک وہ دو جنت ایک گروہ اہل سعادت کیلئے ہوں گی اور یہ دونوں دوسرے گروہ اہل سعادت کے لئے۔ وہ پہلی بہتر ہیں یا یہ دونوں پہلی؟ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لکھتے ہیں یہ دونوں جن کا آیات میں ذکر ہے ان دونوں سے جن کا ذکر پہلے ہوا بڑھ کر ہیں دونہما کے معنی ہیں اقربہما واعلیہما کے بہ عرش کے ان سے زیادہ قریب تر ہیں یعنے ان سے بالا تر کے مقامات ہیں مگر اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ یہ دونوں ان دونوں سے کمتر درجہ کی جنت ہیں۔ لفظ دون جسکے معنی کمی کے ہیں اس پر شہادت دے رہا ہے اور احادیث صحیحہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ وہ پہلی دو جنت سابقین مقربین کیلئے ہیں اور یہ اصحاب الیمین کیلئے ۔

بعض کہتے ہیں ان دونوں کا نام جنت عدن وجنت نعیم اور انکا جنت الفردوس وجنت الماوٰی ۔

اہل سعادت میں سے سابقین مقربین کا درجہ بڑھکر ہے کیونکہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام ہیں اور اصحاب الیمین ان سے درجہ میں کم ہیں کیونکہ اصحاب الیمین صلحاء ومومنین ہیں اسلئے ان کیلئے جو دو باغ ملیں گے بڑھکر ہوں گے اصحاب الیمین کے دو باغ سے ۔ اسلئے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں پہلی دو جنتوں کے جو اوصاف ہیں قرآن مجید کے الفاظ سے انکا ان اوصاف سے جو ان جنتوں کے ہیں بڑھکر ہونا ثابت کر کے دکھایا ہے ایسی باتوں کو علم الٰہی کے حوالے کرنا میں پسند کرتا ہوں اسکی حقیقت وہی خوب جانتا ہے۔

مدہامتان مشتق ہے دہمۃ سے جسکے معنی لغت میں سیاہی کے ہیں کہتے ہیں فرس ادہم و بعیر ادہم جبکہ اُس پر سیاہی غالب آجائے دہلم ادہیماما۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں سبز کے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں تیز سبزی سبزی جب تیز ہو جاتی ہے تو سیاہی مارنے لگتی ہے اسی سبزی کو دہمۃ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی پانی کی کثرت اور شادابی کے زیادہ ہو جانے سے اُن دونوں باغوں کے درخت نہایت سبز مائل بہ سیاہی ہو نگے۔ نضاختان نضخ کے معنی ہیں چشمے سے پانی کا اُبلنا فوارے کی طرح جوش مار کر نکلنا۔ اور نضح حاء مہملہ سے جو ہے تو اس کے معنی میں کمی ملحوظ ہے کیونکہ اسکے معنی ہیں ترشح اور چھڑکنے کے۔ یعنی ان دونوں باغوں میں ایسے دو چشمے ہوں گے کہ جنکا پانی فوارے کی طرح سے گرتا ہوگا اس قسم کا پانی نکلنا بھی عجب فرحت خیز ہے فیہما فاکہۃ ونخل ورمان اُن میں میوے اور کھجوریں اور انار بھی ہونگے یہ چیزیں باغوں کو خصوصاً عرب کے قلوب میں نہایت زینت دیتی ہیں کسلئے کہ کھجور تو انکی عام خورش ہے اور انار بمنزلہ شراب کے ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کھجور اور انار پر عرف عرب میں فاکہۃ کا اطلاق نہیں ہوتا کسلئے کہ انکا فاکہہ پر عطف ہے اور معطوف علیہ معطوف کے غیر ہوتا ہے دونوں ایک ہی چیز نہیں ہوا کرتی۔ فیہن خیرات حسان۔ فیہن کی ضمیر انہیں دونوں باغوں کی طرف پھرتی ہے تغلیباً۔ بعض کہتے ہیں ان دو کی خصوصیت نہیں اسمیں پہلے دو باغ بھی شامل ہیں مکانات کی خوبی اور انکی تر و تازگی کے بعد وہاں کی دلکش چیزوں کو بھی بیان فرماتا ہے کہ ان میں خیرات حسان ہیں خیرات کو جمہور نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے تب یہ خیرۃ بوزن فعلۃ کی جمع ہے کہتے ہیں امرأۃ خیرۃ یعنی اچھی عورت جیسا کہ اسکے مقابل میں کہتے ہیں امرأۃ شرۃ بری عورت اور بعض نے خیّرات بالتشدید پڑھا ہے تب یہ خیّرۃ کی جمع ہے پہلی صورت میں اسکی معنی ہیں خوبصورتی کے دوسری میں عادات و اخلاق کی اچھائی کے اور بعض نے عام رکھا ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ خیرات سے اخلاق و عادات کی خوبی مراد لی جاوے اور حسان سے صورت کی۔ اور ممکن ہے کہ ایک لفظ دوسرے کی تائید کے لئے آیا ہو۔ حسان خوبصورت۔ یعنی ان دونوں باغوں میں خوبصورت اور حسین عورتیں ہونگی۔ حور مقصورات فی الخیام۔ ان باغوں میں خیمے ہونگے جنمیں حوریں پردہ نشین ہونگی۔ حسن کہتے ہیں وہ حور عین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ یہی دنیا کی نیک عورتیں ہونگی جن کو حسن و خوبی دیکر وہاں حور بنا دیا جاویگا۔ جمہور کے نزدیک وہ ایک نئی قسم کی عورتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے جنت میں پیدا کی ہیں وہ دنیا کی عورتیں نہیں۔ اس پر جمہور کے پاس بہت سے شواہد نقلیہ موجود ہیں۔ پھر ان دونوں میں کس کا حسن زیادہ ہوگا؟ بعض کہتے ہیں حوریں بڑھ کر ہونگی بعض کہتے ہیں دنیا کی نیک بیویاں ستر درجے بڑھ کر حسن میں حور سے زیادہ ہونگی اور حوریں اُنکے آگے لونڈیوں کی طرح رہیں گی واللہ اعلم ان باتوں میں بھی کسی کے پاس کوئی حجت قاطعہ نہیں مکانات میں اُن حسین عورتوں کا رہنا اور خیموں میں سیر و تفرج کیلئے جانا یا انہیں کا جاکر رہنا یا وہاں حوروں کا موجود ہونا طبائع انسانیہ کیلئے نہایت مرغوب ہے متکئین علیٰ رفرف خضر وعبقری حسان۔ رفرف سبز اور خوبصورت عبقری پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔ رفرف رف یرف اذا ارتفع سے مشتق ہے جسکے معنی بلندی کے ہیں اور اسی لئے جو طائر ہوا میں پر کھول کر اڑتا ہے اُسکو رفرف کہتے ہیں۔ آیت میں اس سے کیا مراد ہے؟ ابو عبیدہ کہتے ہیں اس سے مراد بچھونے اور یہی قول ہے حسن مقاتل و ضحاک وغیرہم کا بعض کہتے ہیں تکیے بعض کہتے ہیں جنت کے چمن مگر صحیح اول قول ہے کہ وہ عمدہ ریشمی قالین سبز رنگ کے ہونگے۔ عبقری عبقر کی طرف منسوب (عبقر زمین پریاں و عرب ہر چیزے از مردم دستور و جامہ و فرش و جز آنرا کہ در غایت قوت و حسن و لطافت باشد بوے منسوب کنند یقال ثوب عبقری وہو واحد وجمع والانثیٰ عبقریۃ) مراد اس سے مراد بھی ہی گدے اور تکیے اور نہالچے ہیں جو نہایت عمدہ ہونگے اسکے بعد کلام کو اپنی ذات کی خوبی و برکت پر تمام کرتا ہے تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام کہ جس نے انسان کیلئے یہ نعمتیں پیدا کیں۔ ثوبان کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تین بار استغفار کرتے اور پھر یہ کہتے تھے۔ اللّٰہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (مسلم)

ف اصل تبارک کی برک ہے جسکے معنے دوام و ثبات کے ہیں اور اسی سے ہے برک البعیر و برکۃ الماء کہ جہاں پانی ٹھہرتا ہے یعنی اے محمد تیرے رب کے اسم کا نام سدا رہیگا۔ اور سب خیر و خوبی اسی کو ہے کس سے کہ برکت کا استعمال خیر میں ہوتا ہے یا اسکے معنی ہیں کہ اس کی شان بلند اور وہ سب عیبوں سے پاک ہے از الجملہ کذب ہے جسمیں اشارہ ہے کہ یہ جو اس کے وعدے ہیں سب سچ ہیں بعد مرنے کے ہر کوئی دیکھ لیگا ترغیب کے لئے جھوٹی باتیں نہیں بنائیں گئی ہیں جیسا کہ ملحد کہتے ہیں ۱۲ منہ

سورہ واقعہ مکیہ ہے اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ چھیانوے آیات تین رکوع ہیں

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ

جبکہ واقع ہوجانیوالی واقع ہوجاوے (قیامت) جس کے واقع ہونے میں کچھ بھی جھوٹ نہیں وہ کسی کو پست کردیگا اور کسی کو بلند جبکہ زمین بڑے زور سے لرز اٹھے

رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْۢبَثًّا ۝ وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَأَصْحٰبُ

اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاویں پھر چورا چورا ہوجاویں گے سو وہ غبار ہو کر اڑنے پھرنے لگیں گے اور (اے لوگو) تم تین جماعت ہوجاؤ گے ایک تو دہنی

الْمَيْمَنَةِ ۝ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ

طرف والے دہنی طرف والے کا کیا ہی کہنا ہے اور دوسرے بائیں طرف والے بائیں طرف والوں کا کیا ہی برا حال ہے اور تیسرے

السّٰبِقُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

آگے والے تو آگے والے ہی ہیں (اور) وہی مقرب بھی ہیں وہ عیش کے باغوں میں ہوں گے

ترکیب۔ اذا والعامل فیہا اذکر او اول ... لیس لوقعتہا کاذبۃ ... اذا وقعت ام تکذب۔ او فی ... [illegible] ... اذا ... بکر بر للاولی او بدل ... کاذبۃ مصدر کالعافیۃ والعاقبۃ ای ... خافضۃ رافعۃ قرأ الجمہور بالرفع علی انہا خبر مبتداء محذوف وقرئ بالنصب علی الحال من الضمیر فی کاذبۃ او ... وقعت۔ فاصحاب المیمنۃ مبتداء ما اصحاب المیمنۃ الجملۃ خبرہ ... الثانی ... الاقاف لم یحتج ... المبتداء ... السابقون مبتداء ... السابقون ... [illegible] ... اولئک المقربون ... خبرہ۔ فی جنات النعیم خبر ثان او حال من الضمیر فی المقربون او ظرف ... قرأ ... جنات بالجمع وقرئ بالافراد ... اضافۃ الجنات الی النعیم من اضافۃ المکان الی ما فیہ کدار الضیافۃ ؎

تفسیر۔ یہ سورۃ مکے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس و ابن الزبیر و حسن و عکرمہ و جابر و عطا کا یہی قول ہے ... [illegible] ... یہ آیۃ وتجعلون رزقکم ... [illegible] ... سفر مکہ میں نازل ہوئیں۔ باقی ... یہی قول قوی ہے ؎ بیہقی نے شعب الایمان میں اور حارث بن اسامہ ... [illegible] ... ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ... [illegible] ... کا اسکو کبھی فاقہ ... نہ آوے گی ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ... سورہ واقعہ ... کی سورۃ ہے اسکو ... اور اپنی اولاد کو سکھاؤ یہ اور اس قسم کی احادیث جو ... [illegible] ... مذکور ہیں محققین کے نزدیک صحت و قوت ... [illegible] ... مگر انکے مطالب میں ذرا بھی شک نہیں کیونکہ ... ہر کلام ... بھی ایک اثر خاص ہے۔ کلام کے اس اثر کے سوا جو اصل مقصود ہے یعنی سامع ... پر بیٹھ جانا ... کلام اللہ کا ... تجربہ ... آج کل کے لوگ جو سائنس ... ترقی ... مگر ابھی ... ترقی ... جب ... ترقی کریگا بہت سی باتوں کو ... تسلیم کریں گے اور ... [illegible]

سورۃ الرحمٰن کے اخیر میں فرمایا تھا تبارک اسم ربک ذو الجلال والاکرام اب اس سورۃ میں اس کے ... جلالی کے ظاہر ہونے کا وقت بیان کرتا ہے کہ وہ کس دن ظاہر ہوگا؟ فرماتا ہے اذا وقعت الواقعۃ کہ ... گھڑی جو کسی طرح ٹلنے والی نہیں آوے گی ... جنت کی نعمتیں اور وہاں کے ... کا ذکر ہے تاکہ نفوس سامعین مشتاق ہو کر پوچھنے لگیں

کہ یہ کب ہوگا؟ فرمادیا کہ جب قیامت آویگی یعنی دوسرے جہان میں ہے اس جہان میں نہیں جسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ جہان عیش و کامرانی کی جگہ نہیں یہ جہان کوشش عمل اور تکالیف کی جگہ ہے جو بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے۔ اس سورۃ میں زیادہ تر نیسرے مسئلہ قیامت کا ذکر ہے ؛

واقعہ قیامت کا نام ہے اسلئے کہ یہ ضرور واقع ہونیوالی ہے۔ اسی طرح اسکا نام آزفہ وغیرہا ہے لیس لوقعتہا کاذبۃ کہ اسکے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ یہ کلمہ واقعہ کی تاکید ہے۔ زجاج کہتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ اس کو کوئی رد نہیں کرسکتا اور یہی حسن و قتادہ کا قول ہے۔ اور یہ بھی کہ اسکو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ پھر اس کی تصریح اور اسکے نتائج بیان فرماتا ہے خافضۃ رافعۃ کہ وہ گھڑی پست کرنیوالی ہے بہت سے دنیا کے سربلندوں کو کہ جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اسکے منکر اور اسکے احکام کی پابندی نہیں کرتے نیچا دکھلاوے گی۔ رافعۃ ابھار کرنیوالی بھی ہے۔ بہت سے لوگوں کو جو نیچے ہیں اس روز سربلندی نصیب ہوگی گو وہ دنیا میں پست اور ذلیل رہتے ہوں ہوگا ؟۔ اذا رجت الارض رجًا کہ جس دن زمین ہلنے لگے۔ رجًا لغۃ ہلنے و حرکت۔ وبست الجبال بسًّا اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں گے۔ بسّ ٹکڑے ٹکڑے ہونا ٹوٹنا۔ فکانت ہباءً منبثًّا پھر وہ غبار اڑتا ہوا ہو جاوینگے ہباء کے معنی غبار اور منبثًا کے معنی منتشر اڑنے والا ؛

حال کی فلاسفی کے بموجب بھی ایسا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں۔ بلکہ منجموں نے دم دار ستاروں کی بابت تحقیق کر کے انکے اجسام کا اندازہ ہزارہا حصے زمین سے بڑا ثابت کرکے یہ بھی کہا ہے کہ انکی حرکت ایسی تیز ہے کہ ایک دو منٹ میں ہزاروں کوس کا راستہ طے کرتے ہیں اور ایک بار قریب تھا کہ یہ ستارہ زمین سے ٹکرا جاوے مگر نیر گذری ورنہ زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی پس اگر ایسا صدمہ آنے سے یہ ہو جاوے تو کیا بعید ہے اسلئے خدائے قہار سے ہر وقت ڈرنا چاہئے کہ ایسے اجرام عظیمہ ٹکرا کر ہر ایک کو چورا چورا کر دیں ہر گھڑی یہ احتمال اور یہ دغدغہ لگا ہوا ہے مگر یہ باتیں ظاہر بینوں کی ہیں جو عالم اجسام اور انکے اسباب پر نظر رکھتے ہیں اور اس قادر کی بے انتہا قدرت اور طاقت کے آگے سب کچھ ممکن ہے وکنتم ازواجًا ثلٰثۃ۔ اس روز دنیا فنا ہونیکے بعد جب دوسرا عالم پیدا ہوگا اور لوگ بارِ دگر زندہ ہونگے تو اے بنی آدم تمہاری تین قسم یعنی تین گروہ ہو جاوینگے پھر آگے تین گروہوں اور انکے حالات و درجات کا بیان کرتا ہے فقال فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ کہ وہ جو تخت رب العالمین کے دائیں طرف کھڑے ہونگے یا یہ معنی کہ انکو نامۂ اعمال دائیں طرف سے دیئے جاویں گے یعنی دائیں والے یا یمن و برکت والے یمن سے مشتق ہے۔ یا یہ معنی کہ بلند مرتبے والے۔ عرب میں جو دائیں طرف سے پرند اڑتا تھا اسکو بہتر سمجھتے تھے اور بائیں طرف سے جو چیز آتی تھی اس کو غیر بہتر محمول کرتے تھے اسلئے عمدہ اور بہتر چیزیں یمین والی اور بری چیزیں شمال والی بطور استعارہ کے مراد ہونے لگی یعنی یمین والے کیا ہی عمدہ ہیں واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ اور بائیں والے یا برے مرتبے والے شوم نحوس کیا ہی برے ہیں۔ یہ دوسرا فریق تھا والسابقون الخ یہ تیسرا فریق ہے یعنی سب سے پہلے ایمان و نیکی اختیار کرنیوالے یا سعادت و حسنات میں سبقت کرنیوالے یا اگلے لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام یا تخت رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونیوالے وہی درجات میں سبقت کرنیوالے ہیں وہی مقرب ہیں جو جنات النعیم میں رہیں گے۔ اب کلام اس میں ہے کہ ان تینوں گروہ میں کون کون داخل ہیں؟ صحیح تر یہ ہے کہ اصحاب الیمین مومنین و صالحین ہیں خواہ امت محمدیہ کے ہوں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یا پہلی امتوں کے اور اصحاب الشمال کافر و منافق و گنہگار ؛

۱؎ ایسی تیز حرکت کا کیا ٹھکانا ہے پھر اسنے بڑے جسم کا جو زمین سے بہت ہی بڑا ہو زمین کے کرہ سے ٹکرانا اگر قیامت برپا ہونا نہیں تو اور کیا ہے ۱۲ منہ ۲؎ بائیں طرف کھڑے ہونیوالے یا بائیں طرف سے نامۂ اعمال پانیوالے ۱۲ منہ ؛

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۙ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۙ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۙ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا

بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے بھی جڑاؤ پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

مُتَقَابِلِينَ ۙ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۙ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّن

بیٹھے ہونگے (وہ) لڑکے جو سدا لڑکے ہی رہیں گے آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام

مَّعِينٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ۙ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۙ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا

لاتے لیجاتے ہونگے کہ جس سے نہ انکو درد سر ہوگا نہ بے ہوشی اور (نیز) جو میوے پسند کرینگے اور جس پرندکا گوشت

يَشْتَهُونَ ۙ وَحُورٌ عِينٌ ۙ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۙ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

چاہیں گے (وہ بھی لائیں گے) اور ایسی حوریں ہونگی جیسا کہ صدف کا پوشیدہ موتی ان کے ان کاموں کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے

يَعْمَلُونَ ۙ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۙ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۙ

تھے وہ نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے نہ خلاف تہذیب مگر باہم سلام سلام کی آواز

ترکیب ثلۃ مبتداء۔ وہی القطعۃ والفرقۃ من ثللت الشئ اذا قطعتہ وقیل معطوف علی المبتدا علی سرر الخ خبر وقیل ہم ثلۃ سرر جمع السریر واتراد الاولی وقری بفتح الراء وہی لغۃ جمع سریر موضونۃ منسوجۃ والضن النسج المضاعف یقال وضن الشئ یضنہ فہو موضون وونین تکئین ومتقابلین حال من الضمیر فی متکئین یطوف مستانفۃ ویجوز ان یکون حالا باکواب متعلق بیطوف اکواب جمع کوب رکوزہ بے دستہ صراحی۔ واباریق جمع ابریق کوزہ بادستہ معطوف علی اکواب وحور بالرفع علی انہ معطوف علی ولدان اولہم حور ویقرء بالنصب علی تقدیر یعطون وبالجر عطفا علی اکواب والحور جمع حوراء والعین جمع عیناء جزاء مفعول لہ او مفعول مطلق لے یجزون جزاء الاقیلا استثناء منقطع سلاما بدل منہ او صفۃ او مفعولہ بمعنی الاان یقولوا سلاما او مصدر لے یسلمون سلاما والتکریر للتکثیر لے یفشون السلام بینہم ؛

تفسیر۔ اور سابقین انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام ہیں۔ ان تینوں فرقوں میں اعلیٰ درجہ کے سابقون ہیں لیکن سب کے اخیر ان کا ذکر اسلئے آیا کہ انہیں کے فضائل ودرجات کا سب سے اوّل بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہوگیا ؛

سب سے اوّل سابقون کے درجات بیان فرماتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلاتا ہے کہ سابقون پہلے لوگوں میں سے کتنے ہیں اور پچھلوں میں سے کتنے ؟ اسلئے فرمایا ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین کہ یہ سابقین پہلے زمانے والوں میں سے ایک گروہ ہے اور پچھلے زمانے والوں میں سے تھوڑے سے پہلا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ بے شک ان میں سابقین زیادہ ہیں کسلئے کہ ان میں تمام انبیاء علیہم السلام اور انکے مخلصین شامل ہیں اور انکی تعداد بہت ہے اور پچھلا زمانہ ہمارے حضرت سے لیکر قیامت تک۔ ان میں سابقین بہ نسبت پہلے زمانے والوں کے کم ہیں گو فی نفسہ بہت ہیں ان میں ہمارے حضرتؐ ہیں اور آل واصحابؓ واولیائے کرام جو سعادت کے درجہ اقصویٰ تک پہنچ گئے تھے ؛

یہ مجاہد وحسن بصریؒ کا قول ہے جیساکہ ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کیا ہے اور ابن جریرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور تائید کرتی ہے اس قول کی وہ حدیث کہ جس کو امام احمدؒ نے ابی ہریرہؓ سے اور حافظ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔۔ یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ پر یہ بات شاق گذری کہ سابقین پہلے لوگوں میں سے بہت ہوں اور ہم میں سے کم۔ آنحضرت نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کے چوتھائی یا تہائی بلکہ نصف ہو گے یعنی گو تم ہی سے سابقین کم ہیں

لے تخت۔ چارپائی۔ پلنگ۔ چھپرکھٹ وغیرہ۔ ۱۲ منہ

مگر جنت میں داخل ہونا سابقین میں سے ہونے پر موقوف نہیں اصحاب الیمین بھی جنت میں داخل ہونگے۔ اصحاب الیمین تم میں سے ایک بڑا فریق ہے جیسا کہ سورۃ کے اخیر میں ہے ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین۔ ابن سیرین وغیرہ کا قول ہے کہ ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین میں اسی امت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں کہ اسکے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں سے کم۔ واللہ اعلم بالصواب ؏

اب سابقین کے لئے جو وہاں عیش و آرام ہیں ان کا بیان فرماتا ہے انکے درجات اجمالاً ایک جملے میں پہلے بیان فرمائے تھے کہ اولئک المقربون کہ وہ مقرب الٰہی ہیں یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ تھا۔ وہ اسکی تجلی جمال و مشاہدۂ انوار میں شاداں و فرحاں رہیں گے۔ فی جنات النعیم یہ مشاہدہ بُری جگہ میں نہ ہوگا بلکہ نعمت کے بھرے ہوئے باغوں میں۔ اب ان نعمتوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتا ہے۔ فقال علیٰ سرر موضونۃ کہ طلائی تاروں سے بنے ہوئے تختوں اور چھپرکھٹوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے تکیہ لگائے ہوئے اور انکے پاس ولدان مخلدون لڑکے کہ جن کا لڑکپن ہمیشہ رہے گا (فراء کہتے ہیں عرب اس شخص کو کہ جو بڑی عمر کا ہو اور اس کی صورت میں فرق نہ آوے مخلد کہتے ہیں۔ یعنی وہ لڑکے ہمیشہ اسی حسن جمال کے ساتھ رہیں گے یہ اسلئے کہا کہ لڑکپن کا زمانہ اور حسن کی بہار بہت ہی تھوڑی ہوا کرتی ہے۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں مخلدون کے معنی ہیں کہ خلدہ یعنی بالا پہنے ہوئے ہونگے۔ اُن کے کانوں میں بالے پڑے ہونگے۔ وہ لڑکے کفار و مشرکین کی وہ صغیر اولاد ہوگی جو نابالغی میں مر گئے اور ممکن ہے کہ حوروں کی طرح وہ بھی ایک نئی مخلوق ہو دنیا کے لڑکے نہوں لڑکوں کا خدمت کیلئے چیزیں لانا لے جانا صرف اُن کے حسن کی وجہ سے بلکہ اُن کی پھرتی اور بالے پنے کے ساتھ ہنسنے بولنے میں عجب لطف دیتا ہے انکے پاس پیالے اور آبخورے اور رکابیاں اور طشتریاں (اکواب) اور لوٹے اور آفتابے یعنی چمکتے ہوئے دستہ دار برتن (اباریق) اور جام جن میں طلائی کام کئے ہونگے (کاس) لاویں لے جاویں گے۔ پھر ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ سب سے پہلے جام کی چیز بتلاتا ہے جس کے پینے سے سرور ہو اور بھوک لگے وہ کیا ہے معین صاف شفاف پانی یا کوئی جنتی عرق یا کوئی خاص وہاں کی ساخت کی شراب جو کسی برتن میں سے نہ انڈیلی جاویگی بلکہ اُسکا وہاں چشمہ جاری ہوگا جس سے نہ سر میں درد اور خمار ہوگا نہ بیہوشی ہوگی لایصدعون عنہا سدع و صداع درد سر ولاینزفون نزف عقل کا زائل ہونا۔ نشہ دنیا کی شراب میں قدرے سرور ہوتا ہے مگر اسکے ساتھ بدبو اور خمار یعنی درد سر اور بیہوشی ضرور ہے اور جب ہوش ہی بجا نہ رہے تو کوئی لطف باقی نہ رہا ایک شخص مردے کی طرح پڑا ہے خواہ منہ میں مکھیاں گھسیں یا کتے موتیں اور اسکی محبوب چیزوں کو کوئی کام میں لاوے وہاں ایسا نہ ہوگا اور اسی لئے دنیا کی شراب حرام ہوگئی۔ اور ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ وفاکھۃ مما یتخیرون وہ عمدہ میوے کہ جن کو وہ پسند کرینگے۔ ولحم طیر مما یشتہون اور ان پرندوں کا گوشت کہ جن کو چاہیں گے۔ پرندوں کا گوشت ہی مزیدار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو۔ یہ تو کھانے پینے کا سامان تھا مگر اسکی زینت اور جان حسین عورتوں سے ہوتی ہے اسلئے فرمایا وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون۔ حور یعنی گوری رنگت والیاں۔ عین بڑی بڑی آنکھوں والیاں۔ جیسے سیپ کے اندر کے موتی۔ نہ کوئی عیب ہوگا نہ کسی کے صرف میں آئی ہوئی ہونگی جیسا موتی سیپ کا کسی کے استعمال میں آیا ہوا نہیں ہوتا۔ نہ اس پہ کوئی بیرونی عیب و نقصان پہنچا ہوتا ہے نہ وہ چھیدا ہوا ہوتا ہے۔ ان سب باتوں میں اور نیز خوبصورتی میں سیپ کے موتی کے ساتھ تشبیہ کیا عمدہ تشبیہ ہے یہ بدلہ ہوگا انکے دنیاوی نیک کاموں کا۔ ان سب چیزوں کے ساتھ کوئی ضرور تکلیف نہ ہونا بھی بڑی خوبی ہے اسلئے فرماتا ہے لایسمعون فیہا الخ کہ وہاں کوئی بیہودہ اور تاثیم یعنی قابل الزام بری سی رنج دہ بات سننے میں بھی نہ آویگی صرف باہم سلام کہنا اور اسکے متعلق جو دل خوش کرنیوالی بات ہو؏

وَأَصْحٰبُ الْيَمِينِ ۝ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِينِ ۝ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝ وَظِلٍّ

اور داہنی طرف والے کیا کہنا ہے داہنی طرف والوں کا وہ ان باغوں میں ہوں گے (کہ جہاں) بے خار بیریاں اور تہ بر تہ کیلے اور دراز سائے ہیں

مَّمْدُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝ وَفُرُشٍ

اور پانی کے جھرنے اور بہت سے میوے ہیں کہ نہ جنکی فصل تمام ہوگی نہ انکی ممانعت ہوگی اور بلند فرشوں میں

مَّرْفُوعَةٍ ۝ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ۝ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِينِ ۝

آرام کر رہے ہونگے یعنی وہاں کی عورتوں کو ایک اٹھان پر اٹھایا پھر انکو کنواریاں اور دل لبھانیوالیاں ہمعمر بنا دیا ہے (یہ سب) دالیں طرف والوں کیلئے ایک جماعت

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝

میں اگلے لوگوں کا بھی ایک انبوہ ہوگا اور پچھلے لوگوں کا بھی انبوہ ہوگا

ترکیب - فی سدر الظرفیۃ للمبالغۃ فی التنعم والانتفاع بہ مخضود لاشوک لہ من خضد الشوک اذا قطعہ او مثنی اغصانہ من کثرۃ حملہ لامقطوعۃ نعتۃ لفاکہۃ وقیل معطوف علیہ انشاناہن الضمیر الفرش ان المراد بہا النساء عرب جمع عروب قال المبرد ہی العاشقۃ لزوجہا وقال زید بن اسلم ہی الحسنۃ الکلام وقیل المحبوبۃ والاتراب جمع ترب وہو المساوی لک فی السن لانہ یمس جلدہما التراب فی وقت واحد قیل لطلق علی النساء والرجال اقران - لاصحاب الیمین اللام متعلقۃ بانشاناہن او بجعلنا

تفسیر - یہ دوسرے گروہ اصحاب الیمین کا ذکر ہے کہ وہ بہت ہی خوب لوگ ہیں اور انکے لئے جنت میں یہ نعمتیں ہیں فی سدر مخضود باغات ہونگے جن میں سے یہ چند درخت ہیں - سدر بیری - مخضود بے خار یا جھکی ہوئی شاخیں جو پھلوں کے بوجھ سے جھک پڑیں حاکم و بیہقی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ایک بدوی آنحضرت صلعم کے پاس آیا عرض کیا کہ یا حضرت میں سمجھتا ہوں کہ جنت میں کوئی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے آپ نے پوچھا وہ کیا - عرض کیا سدر یا سدرہ کانٹے ہوتے ہیں - آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے مخضود نہیں فرمایا - انکے کانٹے توڑ دیے جاویں گے انکی جگہ پھل ہوں گے - بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بیری مراد نہیں بلکہ ایک اور عمدہ درخت جو بیری سے مشابہ ہے جس طرح اکثر مفسر کہتے ہیں اس سے مراد کیلا ہے - منضود تہ بہ تہ اوپر تلے - اور انکے سوا بڑے بڑے سایہ دار درخت ہونگے - ظل ممدود و ماء مسکوب - اور جا بجا سے پانی اوپر سے نیچے گرتا ہوگا اور وفاکہۃ کثیرۃ بہت سے میوے جو لامقطوعۃ قطع نہ ہونگے یعنی کسی وقت تمام نہ ہونگے برخلاف دنیا کے میووں کے کہ ان کی فصل تمام ہو جاتی ہے اور شائقین کا دل ترستا رہ جاتا ہے - ولاممنوعۃ اور نہ انکی ممانعت جس کا جہاں سے دل چاہے کھائے - وفرش مرفوعۃ اور بلند فرش ہونگے یعنی بلند تختوں پر بچھے ہونگے یا یہ معنی کہ خوبی میں بلند ہونگے - بعض مفسرین کہتے ہیں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بچھتی ہیں اسلئے بطور استعارہ کے ان کو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہونگی یا یہ کہ حسن و خوبی میں بلند قدر ہونگی - جیسا کہ سورۂ یٰس میں آیا ہے ہم وازواجہم علی الارائک متکئون اس لئے کہ ان کی مدح میں فرماتا ہے انا انشاناہن الخ کہ ان کو ہم نے پیدا کیا اور عجب اٹھان اٹھایا ہے کہ انکو ابکارا کنواریاں بنادیا ان سے پہلے کسی نے انکو ہاتھ نہ لگایا ہوگا اور اس کنوارپن کی وجہ سے ایسی نہ ہوں گی کہ ان کو مرد سے نفرت یا سرکشی ہو بلکہ عرب یعنی دل بہلانے والیاں محبت کرنے والیاں ناز و کرشمے سے دل کو کھینچنے والیاں ہوں گی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوگا کہ اتراب ہم سن ہوں گی کس لئے کہ بڑی عمر کی عورت سے یا نہایت چھوٹی سے دل بستگی نہیں ہوتی ہم سنی کا بھی ایک عجیب لطف ہوتا ہے یہ کن کے لئے ؟ - اصحاب الیمین کے لئے جو پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے ایک ایک گروہ اور انبوہ کثیر ہوگا :

وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۵ مَآ أَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۵ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۵ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۵ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۵

اور بائیں طرف والے کیا ہی بُری گت ہے بائیں طرف والوں کی لوؤں اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں جہاں نہ ٹھنڈک ہے نہ عزت

إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۵ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۵ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۵

کس لئے کہ وہ لوگ اس سے پہلے بڑے نازو نعمت میں رہے تھے اور بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے

أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۵ أَوَآبَآؤُنَا الْأَوَّلُوْنَ ۵ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِيْنَ

کہ کیا جب ہم مر چکے اور مرکر مٹی اور ہڈیاں ہو جاویں گے تو کیا ہم تب بھی زندہ کرکے اٹھائے جاویں گے اور کیا ہمارے باپ دادا بھی کہہ دو اگلے پچھلے سب ایک روز معلوم

وَالْآخِرِيْنَ ۵ لَمَجْمُوْعُوْنَ إِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۵ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۵

کے وقت سب اگلے اور پچھلے مقرر جمع کئے جاویں گے پھر بیشک تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو ضرور

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۵ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۵ فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۵

تھوہر کا پیڑ کھانا ہوگا پھر اسی سے پیٹ بھرنا ہوگا پھر اسپر کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا

فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۵ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۵

پھر تم اسکو پیاسے اونٹوں کی طرح پیو گے قیامت کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی

ترکیب۔ السموم حر النار وقیل الریح الحارة والحمیم الماء الحار الذی انتہی فی الحرارة یحموم یفعول من الاحم او الحمیم وہو الاسود وقیل
ہو دخان اسود ماخوذ من الحم وہو الشحم المسود باحتراق النار وقیل من الحمم بمعنی الفحم۔ والیاء فیہما زائدة من یحموم
صفة ظل او صفات لا بارد ولا کریم ائذا الہمزة للانکار اذا والعامل فیہ ما یدل علیہ مبعوثون لان ما بعد الاستفہام لا یعمل
فیما قبلہ او آباؤنا معطوف علی ضمیر فی مبعوثون لوقوع الفصل بینہما بالہمزة والمیقات ما وقت بہ الشیء ای حد ومنہ مواقیت الاحرام
والاضافة بمعنی من والمعنی انہم یحشرون الی ما وقتت بہ الدنیا یوم الحساب من شجر من زائدة وقیل لابتداء الغایة من زقوم من
بیانیة منہا الضمیر تعود الی شجر الزقوم لکون الشجر اسم جنس واسم الجنس یذکر ویؤنث شرب الہیم شرب قرأ الجمہور بضم الشین وفتحہا
وکسرہا والفتح مصدر والہیم جمع اہیم والانثی ہیماء وقیل جمع ہیمان للذکر وہیمی للانثی
کعطشی او عطشة الابل عطاش وقیل الرمال جمع ہیام بالفتح وہی الرمل الذی لا یتماسک جمع ہیام علی وزن
بدل والتقدیر شربا مثل شرب الہیم وکل من المعطوف
والمعطوف علیہ اخص من الآخر من وجہ فلا اتحاد۔

اصحاب الشمال کے احوال

تفسیر: اب تیسرے گروہ اصحاب الشمال کا ذکر کرتا ہے کہ اصحاب الشمال۔ اصحاب الشمال کہ بائیں والے کیا ہی بُرے ہیں پھر آگے اُن کی بُری حالت جو اُنکے اعمالِ بد کا نتیجہ ہے بیان فرماتا ہے فی سموم وحمیم کہ گرم ہوا یا آگ کی لپٹ اور گرم کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں ہونگے اور یہ سایہ گرم دھوئیں کا سایہ ایسا ہوگا کہ نہ جس میں کچھ خنکی ہوگی جیسا کہ اور چیزوں کے سایہ میں ہوا کرتی ہے اور نہ کچھ آرام و راحت ہوگا اور نہ کوئی عزت ہوگی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب ہر لفظ کریم کو اور الفاظ کے پیچھے محض تبعاً ذکر
دیا کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ہذا الطعام لیس بطیب ولا کریم
سایہ بھی ملا تو کیسا اور جگہ ملی تو ایسی!

اسکے بعد اُنکے اس ہیبت ناک جگہ اور مصیبت کدہ میں داخل ہونے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال انہم کانوا قبل ذلک مترفین کہ وہ پہلے دنیا میں بڑے عیش و آرام اور ترفہ میں تھے۔ فراغ دستی اور ترفہ اگر خداپرستی اور نیکوکاری سے مانع نہ آوے تو کوئی بُری چیز نہیں اس کی نعمت ہے مگر اسمیں خرابی ہے تو یہی ہے کہ یہ نفس پروری اور غفلت اور شہوانی اور غضبانی کاموں کی طرف کھینچ لے جاتی ہے ظلم اور غرور اور دین اور بزرگان دین سے مقابل کر دیتی ہے اور دنیا ہی میں رہنے اور یہاں کے اسباب تجمل پیدا کرنے پہ آمادہ کرتی ہے جس کی سزا جہنم ہے اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے وکانوا یصرون علی الحنث العظیم اور بڑے گناہ پر اڑی کیا کرتے تھے اسی دنیا کے مال و جاہ کے نشے میں غریب آدمی کو جب کسی بُرے کام پر ملامت کی جاتی ہے تو بیشتر وہ نادم ہو جاتا ہے اور اڑتا نہیں مگر پیٹ بھرے دولتمند کب مانتے ہیں بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں بڑے گناہ سے کیا مراد ہے ؟ واحدی کہتے ہیں شرک اور یہی ضحاک و حسن و ابن زید کا قول ہے مگر قوی یہی ہے کہ عموماً ہر ایک بڑا گناہ مراد ہے خواہ شرک ہو خواہ انکار آخرت و نبوت خواہ زنا و قتل وغیرہ اور اُس پر اصرار کرنیکے یہ معنی ہیں کہ اس سے نادم نہ ہو توبہ نہ کرے وکانوا یقولون ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون اوآباؤنا الاولون اور منجملہ انکے گناہ عظیم کے ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ بار دگر حشر میں زندہ ہونیکا انکار کرتے تھے اور تعجب کر کے کہتے تھے کہ بھلا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کا چورا ہو گئے تو پھر ہم اور ہمارے باپ دادا اگلے زمانے کے جن کی قبروں اور ہڈیوں کا نشان بھی باقی نہیں رہا بار دگر زندہ ہو کر اٹھیں گے؟

یہ بات اُنکے نزدیک بڑی تعجب انگیز اور انکے عقول ناقصہ کے احاطہ سے باہر تھی۔ اور اصل سبب اس تعجب و انکار کا وہی کم بخت حُبّ دنیا اور اسکا ترفہ تھا جس نے اُنکے انوار فطریہ اور عقول صافیہ کو سیاہ کر کے ایسی باتوں کے سمجھنے سے قاصر کر دیا تھا اور اُن کی محبتِ دنیا اس خطرے کو بھی اُنکے دل میں جگہ نہ دیتی تھی کہ آخر ایک روز مرنا ہے اور مر کر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے جانا ہے ؛

اُن کے جہنم میں جانے کی یہی تین باتیں سبب ہوئیں جو تمام گناہوں اور ہر قسم کی بدکاریوں کی اصل الاصول ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ اس انکار کے جواب میں فرماتا ہے۔ قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم کہ اے محمدؐ ان منکروں سے کہہ دیجئے کہ اگلے اور پچھلے سب لوگ زندہ کر کے ایک روز جمع کئے جاوینگے ؛

پھر اس روز ایہا الضالون المکذبون لآکلون من شجر من زقوم فمالؤن منہا البطون۔ اے گمراہو جھٹلانے والو ان نعمتوں کی جگہ تم تھوہڑ کا درخت کھاؤگے اور یہ نہیں کہ ذرا چکھ لو بلکہ اس سے پیٹ بھروگے ہر چند وہ جہنم کا پیڑ جو دنیا کے تھوہڑ سے المشابہ ہے نہایت بدمزہ اور تلخ اور گلا گھونٹنے والا انتڑیوں کا زخمی کرنیوالا ہے مگر بھوک کی تکلیف اس سے بھی زیادہ تم کو معلوم ہوگی اسی سبب سے اس سے پیٹ بھرنا غنیمت جانوگے۔ پھر اسکے کھانے کے بعد پیٹ میں ایک سخت گرمی اور بے انتہا پیاس معلوم ہوگی سرد پانی کی تلاش کروگے سرد پانی وہاں کہاں ناچار جہنم میں جو کھولتا ہوا پانی ہے فشاربون علیہ من الحمیم اسی کو پیوگے اور کس طرح فشاربون شرب الہیم اس طرح سے اس پانی پر گروگے کہ جس طرح کہ کئی دنکے پیاسے اونٹ خشک بیابانوں میں جو پانی دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف بیخود ہو کر دوڑتے ہیں اور اس پانی پہ گرتے ہیں اس طرح یہ لوگ اُس پر بھی گریں گے۔ اس پانی کے پینے سے انتڑیاں کٹ کٹ کر دستوں میں نکلیں گی ہر روز یہی معاملہ رہے گا۔ ہائے یہ کیسی بیماری اور کیسی مصیبت ہوگی (اللہ محفوظ رکھے) یہ ان کی ضیافت ہوگی قیامت کے دن جسکی وہ نعمتیں کھا کھا کر منکر ہو رہے ہیں ؛

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝

ہمنے تم کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں سچ نہیں جانتے (کہ وہ پھر بھی پیدا کرسکتا ہے) بھلا دیکھو تو سہی وہ منی جسکو تم (رحم میں) ڈالتے ہو کیا تم اسکو بناتے ہو یا ہم بنانیوالے ہیں

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا

ہمنے تم میں مرنا ٹھیرا دیا ہے اور ہم اس سے بھی عاجز نہیں کہ شکلیں بدلدیں اور کسی دوسری حالت میں کہ جسکو تم جانتے بھی نہیں تم کو بنا کھڑا کر دیں

تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ

اور تم اول بار کا پیدا کرنا جان بھی چکے ہو پھر کس لئے یہ نہیں سمجھتے (کہ قیامت کیدن بھی بنا سکتا ہے) بھلا دیکھو تو سہی تم جو کچھ بویا کرتے ہو پھر کیا اسکو تم لگاتے

تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا

ہو یا ہم اگایا کرتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسکو چورا چورا کردیں پھر تو تم باتیں ہی بناتے رہجاؤ کہ لے ہم

لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاۗءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ

زیر بار ہوگئے بلکہ بے نصیب ہوگئے بھلا بتلاؤ تو سہی وہ پانی کہ جس کو تم پیا کرتے ہو کیا تم نے اسکو بادل

اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاۗءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝

سے اتارا یا ہم اتارتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسکو کھاری کردیتے پھر تم کس لئے شکر نہیں کرتے بھلا بتلاؤ تو سہی

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

وہ آگ کہ جسکو تم سلگایا کرتے ہو کیا تم نے اسکا درخت اگایا ہے یا ہم اگاتے ہیں ہم نے اسکو یادگار (قدرت) اور مسافروں کیلئے کار آمد بنا دیا ہے پھر اپنے رب کے نام کی تقدیس کرو جو بڑا

ترکیب ۔ نحن مبتدا خلقناکم خبرہ افرءیتم الہمزۃ للاستفہام والفاء للتفریع اما العطف ما موصولۃ تمنون قرء الجمہور بضم الفوقیۃ من امنی یمنی وقری بفتحہا من منی یمنی لغتان بمعنی واحد قیل بینہما فرق امنی اذا انزل عن الجماع ومنی اذا انزل من الاحتلام والمعنی ما تقذفونہ فی ارحام النساء والجملۃ صلتہ۔ والموصول مع صلتہ مفعول ارءیتم بمسبوقین ای لا یسبقنا احد فیہرب من الموت او العذاب او لا یغلبنا احد من سبقتہ علی کذا اذا غلبتہ علیہ علی الاول حال من فاعل قدرنا الموت کائنین علی ان نبدل امثالکم او صلۃ نقدرنا او علی بمعنی اللام و ما نحن بمسبوقین اعتراض وعلی الثانی صلتہ ظلتم بفتح الظاء مع لام واحدۃ وقری بکسرہا معہا وقری ظللتم بلامین اولاہما مکسورۃ علی الاصل تفکہون تندمون علی ما اصبتم بذلک من المعاصی فتحدثون فیہ والتفکہ التنقل بصنوف الفاکہۃ وقد استعیر للتنقل بالحدیث المزن جمع مزنۃ وہی السحابۃ البیضاء والمطر۔ اجاجا الاجاج الماء الشدید الملوحۃ الذی لا یمکن شربہ وقیل المر من الاجیج وہو تلہب النار فانہ یحرق الفم ولو لیست خالصۃ للشرط بخلاف ان وانما جاء فیہا معنی الشرط اتفاقا من حیث انہا تدخل علی الجملتین امتنع الثانیۃ لا متناع الاولی فلا بد فی جوابہا من اللام لتکون علما علی ذلک وفی ہذہ الآیۃ حذفت حیث قال جعلنا ولم یقل لجعلنا لعلم السامع بہا حیث ذکرت انفا المقوین الذین ینزلون القواء ای البوادی والصحراء ای المسافرین یقال ارض قواء بالمد والقصر ای مقفرۃ وقال قطرب المقوی من الاضداد بمعنی الفقر والغنی

تفسیر ۔ تینوں گروہوں کا حال بیان کر کے دلائل حشر بیان کرتا ہے جو خاص انسان کی پیدائش اور اسکے حالات اور کار آمد چیز دنسے پیدا ہوتے ہیں :۔ اول دلیل انسان کا پیدا کرنا ہے اس بات کو پہلے تو اجمالی طور پر بیان فرماتا ہے فقال نحن خلقناکم کہ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے فلولا تصدقون پھر تم کسلئے اس بات کو سچ نہیں جانتے کہ وہ بار دگر بھی پیدا کرسکتا ہے پھر اس پیدا کرنے کی کیفیت مشاہدہ کراتا ہے افرءیتم ما تمنون کہ کیا تم نے منی کو رحم میں ڈالدیتے نہیں دیکھا ۔ کیوں نہیں بلکہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے پھر وہ منی ایک قطرہ پانی کا ہے جو غذاؤں کا نچوڑ ہے ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون پھر اس منی کو تم انسان بناتے ہو یا ہم؟ نہیں اللہ ہی

ل اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ خداوند قادر مطلق کے حقائق غیوب بے انتہا ہیں اور بیشمار و بیحد قدرت کے سانچے ہیں جنمیں چاہے ڈھالدے سعادت کے سانچے میں یا شقاوت کے اور پھر ہر وقت ایک جدا سفر کی منزل اور بیابان اسکے سامنے ہے اسلئے سمجھ لینا کہ انسان تناسخ کا لباس پہنتا ہے غلط فہمی ہے کیونکہ یہ اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے کہ ایسا کرسکتے ہیں اور نیز یہ تغیرات یا انکی عالم کے ہیں جو اس کے حالات کے تغیر و تبدل ہیں یا اس عالم سے دوسرے عالم کے ۱۲ منہ

اُس قطرۂ منی سے انسان بناتا ہے ورنہ انسان کو تو منی ڈالنے کے بعد کچھ بھی خبر نہیں رہتی کہ رحم میں قرار پانیکے بعد متحد الحقیقت چیز سے مختلف الطبائع چیزیں کس نے پیدا کیں کسی جزو کو قلب کسی کو دماغ کسی کو جگر پھر کسی کو ہاتھ کسی کو کچھ۔ یہ کاریگری کسی فاعل مختار کا کام ہے جسکے قبضے میں طبیعت کل کی طرح کام کرتی ہے اور منی کی طرف بھی ضمیر پھر سکتی ہے کہ منی کو بھی تم نہیں بلکہ ہمہی پیدا کرتے ہیں۔ پھر جسطرح ابتدا ہماری طرف سے ہے انتہا بھی ہمارے حکم سے ہے فقال نحن قدرنا بینکم الموت کہ ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ مختلف اوقات اور مختلف حالات میں لوگ مرتے ہیں پھر جس کی ابتدا و انتہا ہمارے بس میں ہے کیا بار دگر پیدا کرنا ہمارے بس میں نہیں؟ ہم قادر ہیں کہ تمہارے جیسے اور لوگ پیدا کر دیں یا تمہاری حالت بدلدیں کہ مار کر ریزہ ریزہ کریں اور پھر جلادیں اول صورت میں امثال مثل بالکسر کی جمع ہے اور دوسری میں مثل بالفتح کی جس کے معنی ہیں صفت و حالت وننشئکم فیما لا تعلمون اور تم کو اس ہیئت و حالت میں پیدا کر سکتے ہیں کہ جنکو تم جانتے بھی نہیں یعنے انسان بناکر نہیں اور دوسری چیز بھی بنا سکتے ہیں ابتدا و انتہا و درمیانی حالت بھی سب ہماری قدرت کے احاطے میں ہے اسلئے دلیل کو اجمالی طور پر اعادہ کرتا ہے فقال ولقد علمتم النشأۃ الاولیٰ فلولا تذکرون کہ تم اول بار کا پیدا ہونا جان چکے ہو پھر کسلئے اس کو یاد نہیں کرتے اور کسلئے نہیں سمجھتے کہ بار دگر بھی پیدا کر سکتا ہے ؛ ف

دوسری دلیل افرأیتم ما تحرثون الخ بھلا رحم کے اندر پیدا کرنے کی کیفیت تو مخفی ہی اب تم اپنی کھیتی کرنیکو دیکھو کہ تم زمین میں تخم ڈالتے ہو جو ہمارا پیدا کیا ہوا ہے پھر دیکھو زمین کے اندر تمہارا کوئی فعل مؤثر نہیں ہم ہی اسکو اُگاتے اور پیڑ بنا کر باہر لاتے ہیں اور اس پر بھی ہم ہر طرح سے قادر ہیں چاہیں تو سکھا کر گھانس اور چورا کر دیں جس پر تم افسوس و حسرت کرنے لگو معلوم ہوا کہ نہ اسکے پیدا کرنے میں تمہارا اختیار تھا نہ باقی رکھنے میں پھر جو زمین میں ایک دانے سے ویسا ہی پیڑ پیدا کرتا ہے کہ جس کا وہ دانہ تھا کیا انسان کے کسی جزو جسم سے پھر اسکو اسی طرح زمین سے نہیں اُگا سکتا؟ ضرور اُگا سکتا ہے اور اُگاوے گا۔ یہ بات ایسی ہی ہے جسکا تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو؛

تیسری دلیل افرأیتم الماء الذی تشربون الخ بارش کے پانی کو دیکھو کہ جسکو تم پیتے ہو بھلا اسکو بادل سے کس نے برسایا ہے ہم نے یا تم نے ہمیں نے بادل اٹھائے اور ہمیں اُن میں سے شیریں پانی برساتے ہیں اور چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں پھر تم کسلئے شکر نہیں کرتے اور پوری شکر گذاری یہ ہے کہ اسکی قدرت کاملہ پر ایمان لاوے کہ وہ قادر مطلق انسان کو بار دگر بھی زندہ کر سکتا ہے ؛

چوتھی دلیل افرأیتم النار التی تورون الخ تم اس آگ کو دیکھو کہ جسکو سبز درختوں میں سے لیکر سفر میں جنگلوں میں سلگایا کرتے ہو پھر وہ درخت کس نے پیدا کیا تم نے یا ہم نے؟ ہم نے اس آگ کو اپنی قدرت یاد دلانے والا یا جنگل میں بھولوں کو رستہ بتانیوالا کر دیا کہ آگ کی روشنی دیکھ کر رات میں بیابانوں کے مسافر وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مسافروں کے برتنے کی چیز بنا دیا اب سبز درخت کو دیکھو اور اس میں سے آگ کا نکلنا دیکھو خالق کی کیسی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے ؛

عرب میں ایک قسم کا درخت ہے جب اسکی شاخوں کو باہم رگڑا جاتا ہے یا از خود ہوا سے رگڑ کھاتی ہیں تو آگ نکل آتی ہے عرب جنگلوں میں جہاں آگ نہیں ملتی اُس آگ سے کام لیتے ہیں۔ ہندوستان کے کوہ ہمالیہ میں بانسوں میں بھی باہم رگڑ کھانے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ دلائل کو تمام کر کے خدا کی طرف رجوع کرنے اور اُسکے پاک نام کی تسبیح و تقدیس کرنیکا حکم دیتا ہے فقال فسبح باسم ربک العظیم ؛

ہونے ودیعت رکھا تھا اسکو بھی ظاہر کرکے دکھا دیا اور اسکو اپنی قدرت کاملہ کا یادگار اور انسان کیلئے کار آمد بنا دیا سفر و غربت کی حالت میں اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ یہ حرارت جس سے بیکار و بار جلتے ہیں خشک پیڑوں میں سے ظاہر نہیں ہوتی یعنی زندہ دل انسانوں میں بھی یہ حرارت رکھی ہوئی ہے مسافرین راہ عرفان و ترقی تمدن کیلئے چراغ ہدایت ہو کار آمد ہے ایسی حرارت نے جو عرب کے سر سبز لوگوں میں ودیعت تھی انکو دینی و دنیاوی مقاصد کے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا اور انکے کار و بار انکے لئے برترقی کی راہ طے کرنیکے لئے تسفر کرتے رہبر ہوئی سبحان اللہ دلائل میں کیا ہی ارتباط ہے اور پھر الفاظ میں کیا ہی رموز و اسرار ہیں ان دلائل میں غور کر لینے کے بعد زندہ دل انسان فوراً یقین کر سکتا ہے کہ وہ قادر مطلق بار دگر بھی انسان کو دوسرے طور سے پیدا کرکے حشر کے روز عدالت میں کھڑا کر سکتا ہے ۱۲ ابو محمد عبدالحق

ف اوّل دلیل کو منی ڈال کر انسان کے پیدا ہونے سے ذکر کیا کہ وہ بھی ایک طرح کی کھیتی ہے پانی کے قطرہ کو تخم بنا کر عورت کے رحم میں اگاتا ہے جو اس کا کھیت ہے دوسری دلیل کو ایک اور زیادہ محسوس کھیتی سے شروع کیا اور دونوں میں نہایت مناسبت ہے مگر اول سے انسان اور دوسری سے نباتات پیدا ہوتے ہیں اس لئے دلیل کو مقدم کیا اشرف انسانی کی مگر پانی کے ڈالنے سے دونوں کی پیدائش تھی۔ ان مناسبت سے تیسری دلیل میں پانی کا ذکر کیا جو اوپر سے زمین میں قضاء قدر ڈالتی ہے جس میں اہل انسانی صنعت کو کچھ بھی دخل نہیں لیکن دونوں کھیتوں میں گو پانی سے پیدائش ہوتی ہے مگر ان پیڑوں کا نشو و نما بغیر حرارت کے نہیں ہوتا اسلئے چوتھی دلیل میں ایک ایسی حرارت آگ کا ذکر کیا جو انہیں نباتاتی چیزوں میں سے برآمد ہوتی ہے جس کو قضا و قدر نے

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝

پھر میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں اور اگر سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے کہ یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ دفتر میں لکھا ہوا

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَ

جسکو بغیر پاکوں کے اور کوئی نہیں چھوتا رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے پھر کیا تم اس بات میں شک کرتے ہو اور تم نے اپنی

تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ

روزی بنالی ہے کہ تم جھٹلایا کرو پھر کس لئے جان کو روک نہیں لیتے جبکہ وہ گلے تک آجاتی ہے تم اسوقت تکا کرتے ہو اور ہم تم سے زیادہ ہم اسکے

اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے پھر اگر تم کسی کے محکوم نہیں تو کیوں اسکو لوٹا نہیں لیا کرتے اگر تم سچے ہو

سلہ الہام سے بھی زیادہ مرنے والے کے قریب اور پاس ہوتے ہیں۔ قرب علمی مراد ہے یا ہم سے مراد اسکی جان قبض کرنے والے ملائکہ مجازاً ملازموں کے کام اور انکے موجود ہونے کو اپنا کام اور اپنا موجود ہونا کہا جایا کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

ترکیب فلا لا مزیدۃ للتاکید کما فی قولہ لئلا یعلم۔ وقیل انہا للنفی لا اقسم اذ لا حاجۃ الی القسم فان الامر واضح وقیل معناہ لیس الامر کما زعم الکفار ثم اکدہ بالقسم فقال اقسم بمواقع النجوم وانہ خبرہ عظیم لو تعلمون جملۃ معترضۃ بین القسم والمقسم علیہ انہ لقرآن کریم صفۃ فی کتاب صفۃ ثانیۃ لا یمسہ ثالثۃ تنزیل رابعۃ لقرآن مع صفاتہا خبران والجملۃ جواب القسم وتجعلون معطوف علی مدہنون رزقکم مفعول الاول لتجعلون انکم تکذبون الجملۃ مفعول ثان فلولا المعنی ہلا اذا ظرفیۃ والعامل فیہا ترجعونہا وانتم الخ الجملۃ حال ونحن الخ حال من فاعل تنظرون فلولا تکریر وتاکید للولا الاولی ترجعونہا المحضض علیہ لولا ان کنتم شرط جوابہ محذوف یدل علیہ ترجعونہا والمعنی ہلا ترجعون الروح ان کنتم غیر مملوکین مجزیین ؛

تفسیر۔ ان دلائل میں اعجاز قرآنی بھی اپنا جلوہ دکھا گیا تھا اور چوتھی دلیل میں ایک حرارت قدرتی کا ذکر تھا کہ مسافرین کے لئے رہنما بھی ہوجاتی ہے اب ترقی کرتا ہے کہ ارضی چیزوں پر کیا موقوف ہے ستاروں میں بھی اس رہنمائی کا وصف رکھا گیا ہے اسلئے مواقع النجوم کی قسم کھا کر اور یہ جتلا کر کہ یہ قسم بڑی قسم ہے۔ قرآن مجید کا منجانب اللہ ہونا اور اسکے چند اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے جو اسکے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہیں اور وہ اوصاف بھی چار ہیں جن کو چار دلیل سمجھنا چاہیئے۔ اس خوبی اور لطف کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو تمام کر کے مسئلہ نبوت کو ذکر کرتا ہے اسلئے کہ دلائل کے بعد کامل تسلی اس مسئلہ میں نقلی دلائل سے ہوتی ہے اور نقلی دلائل مخبر صادق کی تصدیق اور اس پر ایمان لائے بغیر فائدہ بخش نہیں ہوسکتیں ؛

تنزیل من رب العالمین تک مسئلہ نبوت کا ذکر ہے۔ پھر افبہذا الحدیث الخ سے مخالفین کے بیجا انکار و شبہات کا رد اور انکا لچر و پوچ ہونا بیان کرتا ہے اور پھر انسان کی انتہائی حالت بیان کر کے (جو دنیا سے کوچ کرنے کیوقت نہایت عجز و بے بسی کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس سفر سے اس کا عزیز و قریب اسکو روک نہیں سکتا اور سب پڑے دیکھا ہی کرتے ہیں اور اسکی جان ہے کہ گلے تک پہونچ گئی ہوتی ہے اور وہ ہچکیاں لے لے کر دم توڑتا ہے اور اقارب و احباب پاس بیٹھے ہوئے محض بے بسی کی حالت میں آنکھوں سے آنسو بہایا کرتے ہیں اور اپنے آہ و نالے کی صدائیں بلند کرتے ہیں) اپنی قدرت و جبروت کا اظہار کرتا ہے کہ انسان یوں ہمارے بس میں ہے اور یوں اسکو ہم کشاں کشاں دوسرے عالم میں لئے جاتے ہیں اور تم بیٹھے دیکھا کرتے ہو ؛ یہاں سے پھر مسئلۂ معاد کی طرف (دلائل و تصدیق نبوت سے مستحکم کر کے) کلام کو متوجہ کیا جاتا ہے اور الفاظ میں سینکڑوں رموز و حقائق کی طرف اشارہ کرتا جاتا ہے فلا اقسم بمواقع النجوم مواقع موقع کی جمع جسکے معنی ہیں ستاروں کے واقع ہونے یعنی ٹوٹنے یا غروب ہونے کی جگہ۔ مُبَرّد کہتے ہیں مواقع اسجگہ مصدر ہے یعنی ستاروں کے غروب یا ٹوٹنے کی قسم کھاتا ہے۔ ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ پچھلی رات جب جلوہ دکھا کر ستارے غروب ہونے کو ہوتے ہیں وہ بھی ایک عجیب وقت ہوتا ہے۔ گویا عارف کی نظر

لٰکھیں (جو تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر اور اُن انوار و برکات سے حصہ پا کر بیٹھتا ہے جو اس وقت مناجات و عبادت کرنے والوں کیلئے مخصوص ہیں) ستاروں کا غروب ہونا یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ اس آفتاب بنانے والے پر نثار ہوتے جاتے ہیں اور اُسکے جمال کا جو ایک ادنےٰ مظہر آفتاب برآمد ہونیوالا ہے اسکے سامنے رونمائی کی اُن کو تاب نہیں۔ اور یہ کہ دنیا کی بے ثباتی اور اسی طرح یکے بعد دیگرے انسانوں کا غروب یاد دلاتے ہیں (قتادہ وغیرہ حسنؒ کہتے ہیں مواقع النجوم سے مراد قیامت کے دن انکا ٹوٹنا اور بے نور ہونا جو بڑا عبرت انگیز وقت ہوگا۔ بعض کہتے ستاروں سے مراد قرآن مجید کی آیات اور انکا یکے بعد دیگر نازل ہونا۔ مواقع یعنی ٹوٹنا۔ یہ استعارہ ہے۔ نزول آیات کی اللہ تعالیٰ قسم کھا کر اگلے کلام کو مؤکد کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں انبیاء و اولیاء کرامؑ کے دل مراد ہیں جہاں اسکے انوار و محبت کے ستارے ٹوٹ کر گرا کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد نیک باخدا لوگ ہیں جو دنیا کی اندھیری رات میں ستارے ہیں اور انکا ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا یکے بعد دیگر دنیا سے گزر جانا اور اُسکو خالی کرتے جانا ہے جو حسرت و افسوس و عبرت کا مقام ہے اس بات کی خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے۔ کلام الٰہی میں ان سب احتمالات کی گنجائش ہے کیا بلیغ کلام ہے۔ یہ چیزیں کہ جن کی قسم کھانا مذکور ہوا بڑی چیزیں ہیں اسلئے فرماتا ہے کہ یہ بڑی قسم ہے مگر کب؟ جبکہ تم جانو۔ اور جب جہالت اور نادانی ہے جانتے ہی نہیں تو تمہارے نزدیک کچھ بات ہی نہیں۔ قرآن کریم اوّل مدح ہے فی کتاب مکنون یہ قرآن کی دوسری مدح ہے کہ وہ مخفی دفتر میں ثبت ہے کوئی اسمیں تحریف و تبدیل نہیں کر سکتا۔ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ جو لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہے اور ممکن ہے کہ حفاظ کے دل مراد ہوں کہ اس مخفی دفتر میں قرآن کو قضاء و قدر نے لکھ دیا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب مکنون سے مراد توریت و انجیل ہو۔ کیونکہ یہ کتابیں مکنون یعنی مخفی ہیں اصلی کتابیں تو چھپ گئیں انکے نام کی دو کتاب موجود ہیں اُن میں قرآن کا ذکر تھا۔ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ مصحف بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جس میں قرآن مجید لکھا ہوا ہوتا ہے یعنی اوراق لا یمسہ الا المطہرون کہ اس کو پاک ہی ہاتھ لگاتے ہیں۔ یہ تیسری مدح ہے۔ اگر اسکو جملہ خبریہ مانا جائے جیسا کہ ظاہر ہے۔ واحدی کہتے ہیں اس تقدیر پر اکثر مفسرین کے نزدیک ضمیر کتاب مکنون کی طرف پھرتی ہے جبکے یہ معنی ہوئے کہ کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ کو بجز پاک لوگوں کے یعنی ملائکہ مقربین کے جو جمیع نجاستوں ظاہری و باطنی سے پاک ہیں اور کوئی نہیں چھوتا کیونکہ وہی اُسکو وہاں سے یاد کر کے دنیا میں لاتے ہیں۔ اور اگر اسکو معناً نہی قرار دیا جائے جو تاکید[1] کیلئے بصورت نفی صادر ہوئی ہے تب اسکے یہ معنی ہونگے کہ پاکوں کو ہی اسے چھونا چاہیئے۔ اس تقدیر پر لا یمسہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف پھرتی ہے یہ جمہور فقہا اور اکثر محدثین کا قول ہے۔ یعنی بے وضو بے غسل جنابت اور حیض و نفاس میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ و ابن مسعودؓ و سعد بن ابی وقاصؓ و سعید بن زیدؓ و عطاؒ و زہریؒ و نخعیؒ و حکمؒ و حمادؒ وغیرہ کا یہی قول ہے اور اس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں چنانچہ طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ کتب حنفیہ میں ہے کہ محدث و حائض و نفاس والے کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیئے مگر جدا گانہ غلاف میں ہو تو مضائقہ نہیں کہ غلاف کو ہاتھ لگایا جاوے۔ ہاں بے وضو کو پڑھنا درست ہے اگر حافظ ہو اور اگر دیکھ کر پڑھتا ہے تو قلم یا اور کسی چیز سے ورق اُٹھے مدہنون۔ ادہان۔ مداہنت۔ جھٹلانا اس کے اصلی معنے ہیں چکنا کرنا چونکہ جھٹلانے والا چکنی چپڑی باتیں بنایا کرتا ہے اسلئے اُسکے اس فعل کو مداہنت و ادہان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غیر مدینین غیر مطیعین اور غیر مجزیین اور غیر محاسبین۔ واللہ اعلم ؕ

[1] کس لئے کہ نفی کی صورت میں مخاطب خیال ہوتا ہے کہ خلاف کرنے میں امر کی تکذیب لازم آئے گی اس کو وہ گوارہ نہیں رکھتا مثال نہی امتم نہ کرو اور نفی یہ کہ تم نہ کرو گے۔ دوسری بات میں تاکید ہے۔ ۱۲ منہ۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ

پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے تو (انکے لئے) راحت اور خوشبوئیں اور عیش کے باغ ہیں اور اگر وہ داہنی طرف والوں میں سے ہے (تو اسکو

الْيَمِيْنِ ۙ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ فَنُزُلٌ

سنایا جائیگا) کہ اے شخص تجھ کو داہنی طرف والوں میں سے ہے تجھ پر سلام اور اگر وہ جھٹلانیوالوں گمراہوں میں سے ہے تو (اسکے لئے) کھولتے پانی اور

مِّنْ حَمِيْمٍ ۙ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۚ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

آگ میں جلنے کی ضیافت ہے بے شک یہ (جو بیان کیا گیا ہے) کامل یقینی ہے پھر اپنے رب کے نام کی تقدیس کیا کرو جو بہت بڑا ہے۔

٣ ع ٢٢ ١٦

ترکیب۔ فروح جواب فاما جواب ان مستغنی عنہ بجواب اما والتقدیر فلہ روح قرا الجمہور بفتح الراء وقری بالضم فالفتح مصدر والضم اسم لہ وقیل بالفتح معناہ الراحۃ وبالضم معناہ الرحمۃ مجازا لعلاقۃ السببیۃ لانہا کالسبب لحیوۃ المرحوم ریحان اصلہ ریوحان علی افعلان قلبت الواو یاء وادغم ثم خفف مثل سید وسید وقیل ہو فعلان قلبت الواو یاء وان سکنت والفتح ماقبلہا راہن الصائغ تصلیۃ بالرفع عطفا علی نزل وبالجر عطفا علی حمیم حق الیقین ای حق خبر الیقین فالموصوف محذوف والصفۃ قائمۃ مقامہ ؀

تفسیر۔ حشر کے دن تین گروہوں کی پیش آنے والی حالت بیان کر کے پھر ان تینوں گروہوں کا بعد موت کے جو حال ہوتا ہے اس کو بیان فرماتا ہے یعنی جبکہ روح جسم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جاتی ہے نیست و نابود نہیں ہو جاتی نہ وہ دنیا کے تنگ میدانوں میں تناسخ کے ذریعے سے اجسام مختلفہ کے لباس پہن کر ٹھوکریں کھاتی ہے بلکہ فاما ان کان من المقربین اگر وہ شخص مقربین یعنی سابقین میں سے ہے تو اسکے لئے روح وریحان وجنت نعیم۔ عیش و عمدہ روزی اور نعمتوں کے بھرے پُرے باغ ہیں باغ و بہار اور خوشبوئیں اور بہشت میں ہر قسم کی شادمانی نصیب ہوتی ہے واما ان کان من اصحاب الیمین اور اگر اصحاب الیمین میں سے ہے تو فسلام لک من اصحاب الیمین تو تجھے لئے محمد یا اے مخاطب انکی طرف سے سلام یعنی سلامتی ہے رنج و غم سے انکا ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جس کو دیکھ کر تجھے رنج و غم نہ ہوگا وہ عذاب سے سالم و محفوظ ہونگے یا یہ معنی کہ وہ ایسے خوشحال میں ہونگے کہ وہاں خوش ہو کر تجھ پر سلام بھیجیں گے یا یہ کہ اے صاحب الیمین تجھے تیرا دوسرا بھائی سلام کریگا یعنی آپس میں خوش و خرمی میں ایک دوسرے سے سلام علیکم کہیگا جیسا کہ عید وغیرہ خوشی کے دنوں میں باہم ملتے اور سلام کیا کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے اسکو سلام کہیگا اور خبر دیگا کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے ؀ واما ان کان من المکذبین الضالین اور اگر وہ اللہ کی باتوں کو جھٹلانیوالوں گمراہوں میں سے ہے یعنی اصحاب الشمال مگر اصحاب الشمال کو ان الفاظ سے اسلئے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہی بدخصلت انکو اس عذاب میں لائی ہے) فنزل من حمیم تو اسکی مہمانی اور ضیافت کھولتا ہوا پانی و تصلیۃ جحیم اور آگ میں ڈالا جانا ہے یعنی وہ زقوم کھانیکے بعد کھولتا پانی پیویگا اور آگ میں ڈالا جاویگا اسکی ضیافت اور مہمانی ہے اور یہ اسکے لئے سامان مہمانی تیار ہیں جانے ہی کی دیر ہے۔ ہائے بہت لوگ دنیا میں بدکاری و کفر میں گرفتار ہیں اور انکو ہر قسم کی کامرانی اور عیش اور دنیاوی عزت و جاہ بھی ہے اور اپنے لئے بڑے بڑے سامان دوام کیلئے کر رہے ہیں کہ یکایک موت آویگی صبح دنیا کی ان شادمانیوں میں تھا شام سے پہلے اس عالم میں ان بلاؤں میں گرفتار ہو گیا اور ایسے بھی ہیں کہ نیک و باخدا ہیں مگر دنیاوی تکالیف تنگدستی بیماری خواری بیکسی غربت میں گرفتار۔ موت آگئی دوسرے عالم میں سلطان و کامران ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دولتمند اور ایک معزر نامی محتاج و بیمار کا انجام کار بیان فرمایا کہ دولتمند دوزخ میں گیا اور وہ محتاج جو اسکی ڈیوڑھی پر اسکے بچے ہوئے ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا اور کتے اسکے زخم چاٹا کرتے تھے حضرت ابراہیم کی گود میں بیٹھا ہوا اسکو نظر آیا اور التجا کی کہ کاش اے عزیز اپنی انگلی کا سرا بھگو کر میرے منہ میں ٹپکا دے حضرت ابراہیم نے فرمایا یہ نہ ہوگا تو دنیا میں مزے اڑا چکا وہ تکلیف پا چکا تیرے اسکے درمیان جہنم کا گڑھا ہے یہ تیرے پاس بھی نہیں آسکتا (انجیل لوقا باب ۱۶) یہ باتیں بظاہر اہل دنیا کے خیال میں نہیں آتیں اسلئے فرماتا ہے ان ہذا لہو حق الیقین کہ یہ مذکور یقینی ہے۔ پھر دار آخرت کے توشہ حاصل کرنیکا حکم دیتا ہے فسبح باسم ربک العظیم کہ اسکے بزرگ و برتر نام کی تقدیس و تسبیح کیا کر یہی آخرت کا بڑا ذخیرہ ہے اور اسمیں اشارہ ہے کہ وہ جھوٹ بولنے سے پاک ہے جو کچھ فرمایا حق ہے کس موقع پر کلام کو تمام کیا ہے کہ جسکا لطف بیان سے باہر ہے ؀

ف۱ الریحان الرزق فی الجنۃ قال مجاہد ومقاتل و قیل رزق بلغۃ الحمیر وقال الحسن ہو الریحان المعروف الذی یشم ۱۲ منہ

ف بعض پاک لوگوں کو خواب یا مکاشفہ میں دار آخرت کے یہ حال جو مرنے کے بعد پیش آتے ہیں دکھائے بھی جاتے ہیں جس سے دنیا انکی آنکھوں میں گرد و سرد ہو جاتی ہے اور وہ اس جلسہ کے ہر دم مشتاق رہتے ہیں یہاں انکا کسی حال میں دل نہیں لگتا اور خواب میں کبھی آکر بعض نے یہ کیفیت بیان کر دی ہے ۱۲ منہ

سورۂ حدید مدنیہ ہے اس میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَ

اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہی زندہ کرتا اور مارتا

یُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ

وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا پھر وہ عرش پر قائم ہوا جو کچھ کہ زمین میں

مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ

گھستا ہے اور جو کچھ کہ اس میں برآمد ہوتا ہے اور جو کچھ کہ آسمانوں سے اترتا اور جو کچھ کہ اوپر کو چڑھ کر جاتا ہے وہ سب کو جانتا ہے اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے

مَا کُنْتُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ

ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے آسمانوں اور زمین کا وہی بادشاہ ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف

الْاُمُوْرُ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ

رجوع کرتی ہیں وہی داخل کر دیتا ہے رات کو دن میں اور داخل کر دیتا ہے دن کو رات میں

وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

اور وہ دلوں کے (راز) کو خوب جانتا ہے۔

ترکیب یحیی ویمیت فی محل الرفع لکونہ خبر المبتدا المحذوف ای ہو۔

تفسیر۔ اس سے پہلی سورت کو اپنے نام پاک کی تسبیح کرنے پر تمام کیا تھا فسبح باسم ربک العظیم اب اس سورت کی ابتدا میں اس تسبیح کی کیفیت بیان فرماتا ہے فقال سبح للہ ما فی السموٰت والارض کہ تمہیں پر کچھ موقوف نہیں آسمانوں کے رہنے والے فرشتے (اور روحانیات حضرات انبیاء و اولیاء کرام) اور زمین کے رہنے والے ملائکہ و جمادات و نباتات اور کل موجودات اپنی زبان حال سے اسکی یکتائی و صنعت و ربوبیت و کمال کی گواہی دے رہے ہیں اور یہی انکی تسبیح و تقدیس ہے۔ جو لوگ زبان سے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں مومنین و ملائکہ کرام خواہ وہ ارضی ہوں خواہ سماوی وہ زبان سے باقی کا دلالت حال تسبیح کر رہا ہے۔

یہ لفظ تسبیح قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں آیا ہے۔ اس سورہ اور سورۂ حشر اور صف وغیرہ میں بصیغۂ ماضی اور سورۂ جمعہ و تغابن وغیرہ میں بلفظ مضارع یسبح اور بعض میں بصیغۂ امر سبح جیسا کہ سورۂ اعلیٰ اور سورۂ بنی اسرائیل کے اول میں بصیغۂ مصدر سبحان الذی اسری بعبدہ۔ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اسکی تسبیح و تقدیس کسی وقت کسی حال میں منقطع نہیں بلکہ ہر حال میں ہونی چاہیئے گویا یوں فرمایا اسکی تسبیح و تقدیس ہوتی آئی ہے اور رہے گی اور ہونی چاہیئے اور ہوتی رہتی ہے اور اے لوگو تم بھی کرو۔ اور ما فی السموٰت الخ میں یہ اشارہ ہے اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اسکی تسبیح و تقدیس موقوف نہیں اسکی تسبیح و تقدیس کرنے والے بہت ہیں آسمانوں کے فرشتے اور دیگر چیزیں اور زمین کے رہنے والے اور دریا کے جانور اور دریا اور انکے وحوش و طیور سوراخوں کے چیونٹے اور درند و پرند۔ نباتات و جمادات۔ اگر سننے والے کے کان ہوں تو عرش سے لیکر فرش تک اسکی تسبیح و تقدیس کا غلغلہ اور شور ہے۔ خاصان خدا نے کبھی جمادات کی تسبیح بھی سنی ہے۔ بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی جس وقت کہ وہ کھانا کھایا جاتا تھا تسبیح سنا کرتے تھے یعنی آنحضرت صلعم کیساتھ

اور غرض اس کہنے سے کہ اُسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ ہے کہ اے منکرو اے جاہلو تم نے جو اپنے اوہام باطلہ اور
قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کسی نے اسکے لئے بیٹیاں کسی نے بیٹا کسی نے اُسکے کارخانۂ قضاؤ
قدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں کسی نے انسان کو خدا کا ہمشکل قرار دیا ہے کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اُسکا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا ہے کسی
نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونیکے بعد اسکے لئے تکان ثابت کیا ہے کسی نے اسکو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا ہے کسی نے اسکو بغیر وسائل
کے بندوں کی دعائیں سننے سے بہرا قرار دے کر وسائل تجویز کر کے انکی پرستش اختیار کی ہے کسی نے اس عالم پیدا کرنیکے بعد معطل ٹھیرا رکھا ہے۔ وہ
ان سب باتوں سے پاک ہے اسکی پاکی زمین و آسمان کی ہر ایک چیز بیان کر رہی ہے۔ اسکے بعد وہ ان امور کے ابطال اور اپنی قدرت و کمال دلیل اول
کے ثبوت میں جو تسبیح و تقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرماتا ہے مگر ایسے سادے اور دل پسند طریق سے :

دلیل اول وھو العزیز الحکیم تسبیح تنزیہ یعنی برائیوں سے مبرا کرنا۔ یہ دو باتیں چاہتا ہے اول یہ کہ جسکو عیوب سے مبرا کہا جاتا ہے وہ بے انتہا
قدرت کاملہ رکھتا ہو کہ جسکے سبب کوئی عیب و نقص عجز کی وجہ سے اسکے گرد نہیں آنے پاتا اسمیں بیشمار باتیں آگئیں جورو بچوں سے پاک
ہونا جسم و مقتضیات جسم اور ہر قسم کی شہوانی و نفسانی خواہشیں بھوک پیاس نیند اونگھ موت و بیماری کسی کام کے کرنے پر بغیر کسی آلات
واسباب معین و مددگار کے قادر نہ ہونا سب سے پاک ہے۔ دوسری بات قدرت کے ساتھ حکمت بھی ہو کہ حقائق الاشیاء اور ہر چیز کی مناسب دلیل ۲
تدبیر آغاز و انجام حاجات و عبادات انکے دلی معاملات عالم کے انقلابات سب سے بخوبی واقفیت بھی ہو ورنہ حکمت اور تدبیر بیہودہ دلیل ۳
بھی بہت سے عیبوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ اس واقفیت کو حکمت کہتے ہیں پہلی بات کیلئے العزیز دوسری کیلئے الحکیم فرما کر دعوے کو
مدلل کر دیا۔ اب رہی یہ بات کہ دراصل اسمیں یہ دونوں وصف ہیں بھی یا نہیں؟ اسکے ثبوت میں عالم کے تصرفات کو دلیل میں پیش کرتا دلیل ۴
ہے فقال له ملک السمٰوٰت والارض کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کی حکومت اور اسی کی سلطنت ہے یہ بات ہر روز مشاہدے میں دلیل ۵
آرہی ہے کیونکہ یحیی و یمیت وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے گو عالم اسباب میں انسان اور حیوان اور جملہ موجودات کا وجود و عدم جسکو حیات دلیل ۶
موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب عقل دوربین سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کیطرف جا کر
منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا جس لئے آخر یہی کہنا پڑیگا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے پھر جسکے قبضۂ قدرت میں عالم کا ایجاد و انہدام ہے
پھر اُسکی کامل بادشاہی میں کیا کلام ہے؟ کس بادشاہ کو رعیت پر یہ اختیارات حاصل ہیں؟ - اور لطف بلاغت یہ دیکھو کہ اسکو مضارع کے
صیغوں سے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ بالفعل بھی مارتا جلاتا ہے ہر روز یہ فعل جاری ہے اور رہیگا یہ نہیں کہ کر چکا جسمیں کوئی کلام کر سکے
اسلئے اس بات کی آپ ہی تصریح بھی کرتا ہے وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر کہ وہ ہر بات پر قادر ہے پھر اس قدرت کاملہ کا اظہار اپنی چار صفتوں میں ثابت
کرتا ہے۔ فقال ھو الاول کہ وہ سب سے اول ہے اور اس سے پہلے کوئی نہیں کیونکہ ہر شے کا موجد ہے اور علت کا وجود جملہ معلولات سے مقدم ہوتا ہے
اس کی ابتدا جب ہوتی کہ کوئی اس سے پہلے ہوتا پس وہ ازلی اور قدیم ہے ذات و صفات میں اور جو کچھ ہے وہ حادث ہے ذات و صفات میں اُن
کی ہستی انکی ہستی سے مقدم ہے اور اسی طرح وہ الآخر بھی ہے سب کے بعد وہی رہیگا یعنی ابدی بھی ہے سب نیست ہو جائیں گے وہ رہیگا۔ والظاہر اور
وہ سب پر غالب اور بلند بھی ہے سب سے برتر ہے۔ یا یہ معنی کہ تجلیات اور موجودات کے پردوں میں سے ایسا ظاہر ہے کہ اسقدر کوئی چیز ظاہر نہیں
مصنوع جب اپنی خوبیوں کا جلوہ دکھاتا ہے اس سے پہلے اسکے صانع کی خوبی اور اسکا وجود جلوہ گر ہوتا ہے انہیں معنوں میں بعض عارفین نے فرمایا
ہے کہ میں جب کسی چیز کو دیکھتا ہوں سب سے پہلے اسمیں اللہ کو دیکھتا ہوں ۔ کہ بچشمان دل مبیں جز دوست ؛ ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست ؛ باوجود
اسکے الباطن مخفی بھی ایسا ہے کہ کسی کو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اسکی حقیقت ذات ادراک الصار و عقول سے محتجب ہے۔ یا یوں کہو کہ جسطرح سب سے
بلند اور اونچا ہے اسی طرح سب سے نیچا بھی وہی ہے وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ " اگر تم کنوئیں میں رسّی ڈالو گے تو وہ اللہ ہی پر جا کر پڑیگا " اسکے یہی معنی ہیں
وہ ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے اسکے احاطے سے کوئی باہر نہیں سبکو گھیرے ہوئے ہے۔ ترمذی و مسلم وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں ایک دعا کا تلقین فرمانا مذکور ہے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ

اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اس چیز میں سے جسمیں تمکو قائم مقام کر دیا ہے (اللہ کی راہ میں) پھر وہ جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ بھی کیا انکے لئے بڑا اجر

كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

ہے اور تم کو کیا ہوا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول ہے کہ تم کو تمہارے رب پر ایمان لانے کیلئے بلا رہا ہے اور تم سے عہد بھی لے چکا ہے اگر تم کو یقین ہے

مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰي عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

وہی تو ہے جو اپنے بندہ پر کھلی کھلی آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم لوگوں کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے اور اللہ تو تم پر

بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ

بڑا عنایت فرما مہربان ہے اور تم کو کیا ہوگیا جو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ کے لئے ہے تم میں سے اور کوئی

مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ

اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک جنکا بڑا درجہ ہے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

اور یوں تو اللہ نے ہر ایک سے نیک وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے کوئی ہے جو اللہ کو خوش دلی سے قرض دے کہ وہ اسکو دو چند کر کے دے اور اسکے لئے عمدہ بدلہ ہے۔

وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں اور یہی تفسیر کی ہے اور اسی طرح احمد و مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور بھی نقل کی ہے جسمیں ان چاروں لفظوں کے یہی معنی بیان ہوئے ہیں :

یہاں تک پہلی بات کا ثبوت یعنی العزیز کی توضیح و تفسیر تھی۔ مگر انہیں میں سے دوسرے وصف کا بھی جلوہ نمایاں تھا اسلئے اسکی بھی تصریح کردی وہو بکل شیء علیم یہ الحکیم کی تفسیر ہے اسکے بعد ایک گذشتہ اور ماضی فعل کو ذکر کرتا ہے جس سے اسکی کمال قدرت و حکمت کا اظہار ہوتا ہے فقال ہو الذی خلق السمٰوٰت الخ کہ اسی نے تو آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں بنایا۔ اسکی تفسیر کئی جگہ ہو چکی ہے ثم استوٰی علی العرش۔ اسکے بعد تخت حکومت پر تصرفات کرنے کو بیٹھا۔ اسکی بھی تفسیر و تحقیق ہو چکی۔ اسکے بعد پھر اپنی حکمت و علم کا اظہار کرتا ہے یعلم ما یلج فی الارض کہ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں گھستا ہے۔ پانی اور نباتات کے تخم اور خزانے اور مُردے کی لاشیں وغیرہ وما یخرج منہا اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اسکو بھی جانتا ہے نباتات معادن وغیرہ وما ینزل من السماء اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے۔ ملائکہ، رحمت عذاب۔ بارش۔ احکام حوادث وغیرہ سب کو جانتا ہے وما یعرج فیہا اور جو کچھ نیچے سے اوپر چڑھ کر جاتا ہے بندوں کے نیک اعمال اور نیک روحیں اور بعض انبیاء زندہ۔ اور بندوں کی دعائیں اور زمین کے ابخرات۔ سب کو جانتا ہے۔ اور انہیں پر کیا موقوف ہے وہو معکم اینما کنتم وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے واللہ بما تعملون بصیر اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔ پھر اسی جملہ کا اگلے مضمون کی تمہید بنا کر اعادہ کرتا ہے فقال لہ ملک السمٰوٰت والارض اسکے بعد پھر اپنی قوت و سلطنت کا اظہار شروع کرتا ہے فقال والی اللہ ترجع الامور عالم سفلی سے لیکر علوی تک اور جسمانی سے لیکر روحانی تک جنکے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی منتہٰی وہی ہیں اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے سب کا میلان اسی طرف ہے ع ہمہ روسوئے تو بود و ہمہ سو روئے تو بود۔ مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم و رواج کی تقلید کے پتھر اسکے رستے میں حائل ہو کر اسکو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انہیں کے دور کرنیکو دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں سب چیزوں کا اللہ کی طرف رجوع کرنا یعنی اسکے ہاتھ میں ہونا بیان فرمایا تھا اسکے بعد چند بڑی بڑی باتوں کا

۲ بالخصوص مراد نہیں بلکہ عام ہے فتح بمعنی انکشاف حجاب ہو یا فتح بمعنی فتح مصائب فتح یعنی حصول مرادات وغیرہ جو ان سے انصار دین پر فتح اور اعلٰے مسکن پر غلبہ بھی ہے بحکم ملک کو بھی شامل ہے اور تفسیر اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بھی شامل ہے مگر اصل معنی وہی ہیں جو متن تفسیر میں ذکر ہوئے جو قبل از اہل الفہم ہیں ۱۲ منہ

ف دالرسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ... انسان ... ع ۱۷

اسکی طرف رجوع کرنا فرماتا ہے فقال یولج الیل فی النہار الخ رات دن کو دیکھو کہ قادر مطلق انکو کس طرح سے الٹ پلٹ دیا کرتا ہے۔ تمام جہان منور ہوتا ہے دن کی بادشاہت زور پر ہوتی ہے کہ اس کو نیست کر کے رات کو اسمیں داخل کر دیتا ہے پھر رات دخیل ہو کر تمام جہان پر اپنا قبضہ کر لیتی ہے اسکے بعد پھر دن کو اسمیں داخل کر دیتا ہے یہ کیسا انقلاب عظیم ہے پھر کس کے قبضہ میں ہے؟ اسی کے۔ آفتاب بھی اسکے حکم سے چلتا ہے اسکی لگام بھی اسکے ہاتھ میں ہے۔ یہ اسکی قدرت کا نمونہ ہے اور علم کی یہ کیفیت ہے کہ وہو علیم بذات الصدور۔ وہ اُن چیزوں کو بھی تو جانتا ہے جو سینہ میں ہوتی ہیں دل کی بات کو سینے کی بات بھی محاورۂ عرب میں کہتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ دل سینہ میں ہوتا ہے انسان کے تمام مخفی ارادے اور خطرات بھی اسکے سامنے حاضر ہیں۔ جب یہ ہے تو انسان کو اپنے دل میں سب سے عمدہ خیال اور سب سے اعلیٰ اعتقاد رکھنا چاہیئے اسلئے اسکے بعد فرمایا آمنوا باللہ ورسولہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات اور حیات ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگانی کی روح ہے۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں اسکے بعد کچھ عمدہ کام بھی کرنے چاہئیں اور اعمال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا بڑا عمدہ کام ہے اسلئے اسی کو ذکر کیا وانفقوا الخ کہ خیرات بھی کرو۔ ابتداء اسلام میں جبکہ آنحضرت صلعم کفار قریش کی سخت کشاکش میں تھے ایمان لانا اور خیرات کرنا ہی سکھایا جاتا تھا اور باتوں کے ماننے کی ابھی انمیں صلاحیت نہ تھی جب صلاحیت بڑھتی گئی اور احکام بھی تکمیل سعادت کیلئے فرض ہوتے گئے اسلئے اس آیت میں ان کفار قریش کو انہیں دو باتوں کی طرف بلایا جاتا ہے۔ مگر مال خرچ کرنا آسان کام نہیں طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہے اسلئے مختلف طور سے اسکی تاکید کیجاتی ہے (۱) مما جعلکم مستخلفین فیہ اس مال میں سے دو جسکا خدا نے تم کو خلیفہ یا وارث بنایا۔ باپ دادا کی میراث یا کسی کے عطیہ یا کسی سبب سے حاصل ہوا۔ کل وہ غیر کے پاس تھا آج اسکے پاس یہ اسکا خلیفہ یعنی قائم مقام ہے اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ سدا کسی کے پاس نہیں رہا ہے نہ تمہارے پاس رہیگا آنی جانی چیز ہے اسمیں جو کچھ ہو سکے اپنے عہد میں نیکی کر لو مرنے پیچھے یا دیگر اسباب سے یہ دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے (۲) فالذین آمنوا الخ کہ جو ایمان لائیں گے اور اللہ کے رستے میں دینگے انکے لئے بڑا عمدہ بدلہ ملے گا یہ ضائع نہ جائیگا کبھی اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے ورنہ اکثر تو اُس جہان ملتا ہے جہاں یہ مر کر جاتا ہے اور دوسری زندگی حاصل کرتا ہے۔ اسلئے نیک لوگوں کو جو کچھ ملا اللہ کی راہ میں صرف کر دیا۔ ایک اصحابیؓ سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں تمہارا کچھ مال و اسباب کھائی نہیں دیتا کیا کرتے ہو اس نے کہا بھائی یہ میرا گھر نہیں مسافر خانہ ہے چند روزہ مہمان ہوں مجھے جو ملتا ہے اسکو اپنے اصلی گھر میں بھیج دیتا ہوں جسکو نہ کوئی چور لے سکے نہ ظالم چھین سکے۔ یہ جواب سن کر سائل پھوٹ پھوٹ کر اپنی غفلت اور محبت مال پر رونے لگا۔ یہاں سے ایمان کی بھی تاکید شروع ہو گئی کیونکہ یہ نہیں تو خیرات کا کچھ نفع نہیں اور یہی اعتقاد تو اسکو خیرات پر حرکت دیتا ہے اسلئے ایمان کی تاکید کرتا ہے۔ فقال مالکم لا تؤمنون الخ کہ تم کسلئے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اللہ کا رسول تمکو ایمان لانیکے لئے کہ رہا ہے اور تم سے عہد بھی لے لیا ہے یا تو وہی عہد ازلی جو روح سے لیا گیا تھا یا دنیا میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا حاصل کرنا اور روز مرہ صدہا دلائل دیکھنا عقل سلیم کا عہد ہے کہ اپنے اللہ پر ایمان لائے۔ ان کنتم مؤمنین اگر تم کو ایمان لانا منظور رہے تو کسلئے نہیں لاتے۔ بعض کہتے ہیں ان الخ جملہ شرطیہ ہے جزا محذوف ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو تم کو اجر عظیم ملیگا۔ ہو الذی ینزل الخ کہ اللہ جس پر ایمان لانا چاہیئے وہ ہے کہ جو اپنے بندے محمد (صلعم) پر آیتیں نازل کر رہا ہے خاص تمہارے بھلے کو کہ تم کو گمراہی کی اندھیریوں میں سے نکال کر ہدایت و سعادت کی روشنی میں لا دے۔ اور اللہ تم پر بڑا مہربان ہے جو اسنے ایمان لانیکے لئے رسول بھیجا ورنہ اسکو کیا پروا تھی۔ یہ بیچ میں تاکیدیں ایمان کیلئے تھیں جو مقصد اصلی ہے (۳) تاکید وما لکم الا تنفقوا الخ خیرات کیلئے کہ تم کسلئے خرچ نہیں کرتے آخر چھوڑ جاؤ گے سب اللہ کیلئے رہ جاویگا۔ یا یہ کہ سب مال اللہ کا ہے اسکے بدلے میں تمہیں اور دیگا (۴) پھر خیرات کے مراتب بیان فرماتا ہے۔ لا یستوی کہ خیرات اگرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اسکی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسکا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ ابتداء اسلام میں مکہ فتح ہونے سے پہلے فقراء اسلام پر بڑی تنگدستی تھی اسوقت کا دیا بعد کے دیئے کے برابر نہیں جسنے اسوقت اللہ کی راہ میں دیا اور جہاد کیا جان و مال دونوں کو کام میں لایا اسکا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے مگر جسنے بعد میں بھی ایسا کیا ثواب اور نیک عمدہ اسکے لئے بھی مگر مدار نیت اور

سے ۱ تجارت ہو یا خیرحسنہ ۱۲ منہ

سے ۲ گمراہی کے بہت سے اقسام تھے ہر ایک کی جداگانہ ظلمت تھی جس میں اس عہد کے لوگ مبتلا تھے اسلئے ظلمات جمع کا صیغہ لایا اور ایمان و ہدایت کی روشنی ایک ہی نور ہے اسلئے مفرد لایا ۱۲ منہ

معلوم ہوا کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ

اے رسول جس دن کہ آپ دیکھیں گے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے آگے اور انکی داہنی طرف انکی روشنی (ایمان) دوڑتی چلی جارہی ہوگی (اور اسوقت ہانسے کہا جائیگا آج کے روز تم کو

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ

مژدہ ہے ایسے باغوں کا کہ جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں جنمیں تم سدا رہا کروگے یہ ہے ان کی بڑی کامیابی   جس دن کہ منافق مرد اور عورتیں ایمانداروں سے

لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم

کہیں گے ذرا ٹھیرو کہ ہم (بھی) تمہاری روشنی میں چلیں   ان سے کہا جائیگا کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی ڈھونڈ کر لاؤ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار

بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا

کھڑی کردیجائیگی جسمیں دروازہ ہوگا جس کے اندر کی رخ تو رحمت اور باہر کے جدہر کفار ہوں گے عذاب ہوگا۔ (اور اسدن) وہ منافق پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے

بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم

وہ کہیں گے بیشک لیکن تم نے اپنے آپ کو خود خرابی میں ڈال رکھا تھا اور دیم پر مصیبت کے آنیکا انتظار کرتے تھے اور شک میں پڑ گئے تھے (اور بیجا) آرزوں ہی نے تمکو دھوکے میں

بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ

ڈال رکھا تھا یہانتک کہ حکم الٰہی آن پہنچا اور تم کو فریب دینے والے نے اللہ سے غافل کردیا تھا پھر آج کے روز تم سے نہ فدیہ لیا جائیگا اور نہ ان سے ہی کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (تو اب)

مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

تمہارا ٹھکانا آگ ہے یہی تمہاری جگہ ہے اور بہت ہی بری جگہ ہے۔

ترکیب۔ یوم ظرف لیضاعف وقیل العامل یسعٰی وقیل التقدیر یوجرون یوم ترٰی یسعٰی نورہم حال بین ایدیہم ظرف لیسعٰی او حال من النور بشراکم مبتدا و جنات الخ خبرہ اے دخول جنات والجملۃ حال اے یقال لہم ذلک یوم یقول بدل من یوم الاول وقیل التقدیر اذکر باطنہ الجملۃ صفۃ لباب او لسور ینادونہم حال من الضمیر فی بینہم ؛

واللہ بما تعملون خبیر کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسکو اللہ جانتا ہے۔ اسمیں یہ بھی رمز ہے کہ اس سے مت ڈرو کہ ہمارے دینے کا اسکو علم نہ ہوگا پھر بدلہ کیونکر ملیگا۔ جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کے کارگزار دینکو فکر ہوتی ہے جسلئے وہ کوشش کرتے ہیں کہ آقا کو یہ کارگزاری معلوم ہو جائے۔ (۵)

من ذالذی الخ یہ اور زیادہ اللہ کی راہ میں دینے کی تحریک ہے یعنی جو کچھ تم دیتے ہو اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دُگنا کرکے دینے والا ہے پھر کوئی ہے جو اس کو قرض دے جو دُگنا واپس دے اور اپنی طرف سے عمدہ اجر بھی دے ؟ ہر چند خدا تعالیٰ کو کسی کی کچھ حاجت نہیں نہ وہ محتاج ہے نہ اسکو قرض لینے کی حاجت ہے مگر یہ اسکی رحیمی ہے کہ جو کوئی اسکے لئے کسی حاجتمند کو دیتا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ اپنی ضمانت دیتا ہے کہ یہ اسنے ہم کو قرض دیا ہم دُگنا کرکے دینگے۔ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے قیامت میں خدا تعالیٰ فرمائیگا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کریگا کہ آلہی تو ان باتوں سے پاک تھا فرمائیگا تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اس کی عیادت کرتا گویا میری عیادت کرتا اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اسکو کھانا کھلاتا گویا مجھ کو کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے اور اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اسکے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور رہر درد مند پر اسی لئے یہ مصائب خاص لوگوں پر نازل ہوتی ہیں بندہ بدبخت نے اس بات کو سمجھا نہیں یہ جملہ سنکر کہدیا کہ اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں جو ہم سے قرض مانگتا ہے ؛

سبحان اللہ اس آیت میں اللہ کی راہ میں دینے کی کس قدر بلیغ تاکید کی گئی اور کن کن پیرایوں میں۔ اول یہ کہ مسکین کو دینا ہمکو قرض دینا ہے دوم یہ کہ ہم دُگنا کرکے دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ اسکے سوا اور بھی عمدہ اجر دیتے ہیں۔ چہارم من ذالذی استفہام کیا کہ کون ہے جو ہمیں قرض دے گویا ہم مانگتے ہیں پھر اسپر بھی جو کوئی نہ دے تو بڑا ہی بدبخت ازلی ہے۔ اے میرے اللہ آپ پر جان اور مال فدا[1] ہے جو تو نے ہی دیا ہے ؛

[1] ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تم پہ اے ہمکو کرکے زندگی مستعار سکتے ہیں ۱۲

یہ تمام صفات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں موجود تھے فتح مکہ سے پہلے وہ ایمان لائے جہاد بھی کیا اللہ کی راہ میں مال بھی دیا خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر امامت کے مسئلہ سے جس کا مدار انتخاب پر تھا جو حسن خدمات و لیاقت و کارگزاری اور فضل علم و صحبت پر منحصر تھا جیلئے ان تمام اصحابہؓ نے ابوبکرؓ کو منتخب کیا تو کس لیئے کہ انکو کافر و مرتد اور غاصب بنایا جاوے؟ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعد میں خلیفہ بنانے سے انپر جھوٹے الزام لگائے جاویں بیجا بات ہے :؛

تفسیر: پہلی آیتوں میں جہاد کرنیوالوں ایمانداروں اللہ کو قرض دینے والوں کیلئے دو چند ملنے اور اجر عظیم کا وعدہ ہوا تھا اسلئے اس ایفائے وعدہ کا وقت بیان فرماتا ہے فقال یوم تری المؤمنین والمؤمنات الخ کہ یہ اسدن ہوگا کہ جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے انکا نور دوڑتا ہوا چلیگا اور انکو جنت کا مژدہ دیا جاویگا اور جسدن منافق اس نور کی حسرت کرینگے یعنی قیامت کے روز کہ جہاں سخت حاجت ہوگی اور وہ ایک دوسرے جہاں کی جاودانی زندگی ہوگی اس روز انکو یہ بدلہ ملیگا۔ دنیا چندروزہ ہے اس دُرِ بے بہا کی یہاں چنداں ضرورت نہیں کہ دیکر ضائع کردیا جائے ہاں کسی قدر اجر یہاں بھی کبھی دیدیتے ہیں اجر ملنے کا وقت بھی بیان فرمادیا اور اسکے ضمن میں قیامت کا حال بھی ذکر کردیا جسکا خوف انسان کو نیکی کیطرف حرکت دیتا ہے :؛

اب کلام اسمیں ہے کہ مومنین و مومنات کے آگے نور دوڑنیسے کیا مراد ہے اور کس موقع پر ہوگا؟ جمہور مفسرین اسکے قائل ہیں کہ پلصراط کا قصہ ہے جو جہنم کے اوپر ایک باریک تار کھنچی ہوگی جسپر سے چلنے کا حکم ہوگا اور اسکے سامنے جنت کی دیواریں دکھائی دینگی کہ لو جنت میں جاؤ مگر اس پل پر سخت اندھیری ہوگی وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کا نور یا قندیل آگے آگے دوڑتی چلے گی۔ ایماندار برق خاطف کی طرح عبور کرکے جنت میں چلے جاویں گے۔ منافق ایمانداروں سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کسلیئے کہ انکے پاس روشنی نہ ہوگی۔ ایماندار کہیں گے پیچھے جاؤ یہاں روشنی نہیں ہم بھی وہیں سے لائے ہیں یعنی دنیا سے پھر انکے درمیان حجاب ہوجاویگا۔ الغرض منافق و کافر اُس اندھیری میں اور اُس باریک رستے میں جو ایسے قعر جہنم کے منہ پر ہوگی چل نہ سکیں گے کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہ بھی منجملہ انکے الزام دفعہ کرنیکا طریقہ ہوگا کہ ہم نے تمہاری روشنی نہیں بجھائی تمہیں دنیا میں اس کو ضائع کرکے آئے ہو۔ یہ احادیث صحیحہ صریحہ کا خلاصہ ہے جن کو اہل سنت ملتے ہیں تسور سور دیوار اس سے مراد حجاب ہے جسکے اسطرف عذاب اور پرکی طرف جنت و رحمت ہوگی اسمیں ایک دروازہ ہوگا جسمیں گذر کر ایماندار جنت میں جاویں گے۔ مجاہد کہتے ہیں یہی وہ دیوار اعراف ہے :؛ حجاب ہونیکے بعد منافق مسلمانوں کو پکارینگے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے تمہارے جیسے اعمال نماز و روزہ عمل میں نہ لاتے تھے پھر آج کسلیئے تم نے ہمکو چھوڑ دیا؟ مسلمان جواب دینگے ہاں تھے مگر تم کو اعتقاد نہ تھا جو کچھ کرتے تھے دکھانیکے لیئے اور تم دنیا کی محبت میں فریفتہ تھے جسلیئے اپنے آپ کو کفر و معاصی میں ڈال رکھا تھا جو فتنہ تھا اور اسلام کے درپردہ دشمن تھے تکا کرتے تھے کہ کب اسلام کو شکست ہو کہ ہم آزادانہ بدکاری و خراباتی کے مزے اُٹھائیں احکام کی تکلیف سے چھوٹ جائیں۔ اور دار آخرت اور نئی زندگانی میں تم کو شک تھا اور تمہاری تمناؤں نے تم کو بھول میں ڈال دیا تھا کہ ایسا مال ہو ایسی اولاد ہو ایسی جائداد ہو۔ راتدن اسی فکر میں تھے اور شیطان نے خدا تعالیٰ کیطرف سے دھوکے میں ڈال رکھا تھا کہ وہ غفور رحیم ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں معاف کردیگا یا یہ کہ خدا تعالیٰ کو اس روز کے برپا کرنے پر قادر ہی نہیں جانتے تھے یا یہ کہ اسکے منکر تھے اور دہر اور طبیعت ہی کو متصرف جان رہے تھے آخر موت آگئی۔ غرکم باللہ الغرور کے یہ سب معنی ہوسکتے ہیں پھر آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہ لیا جاویگا کہ کوئی جرمانہ لیکر چھوڑ دیا جاوے۔ فدیہ مایفتدی بہ نہ آج کے روز تمہاری توبہ قبول ہے نہ روپیہ پیسا لیا جاتا ہے ماویکم النار تمہارا ٹھکانا آتش جہنم ہے۔ ہی مولٰکم یہی تمہارے پاس کی جگہ ہے یا یہی تمہارے لائق ہے۔ یا یہی تمہاری چارہ ساز ہے اور کوئی نہیں :؛

الغرور بالفتح شیطان۔ دھوکا دینے والا و بالضم مصدر ہے جسکے معنی ہیں دھوکا کہ دنیا میں تم پر کوئی سزا نہیں آتی تھی اس دھوکے نے تم کو اللہ کی طرف سے غفلت میں ڈال دیا تھا۔ عرفا کے نزدیک وہ نور جو اسکے آگے چلتا ہے معرفت و محبت الٰہی ہے۔ یہی جاذبہ عشق اس کو طبیعت و خواہش کی اندھیریوں اور عادم و امکان کے سخت ظلمات متراکمہ سے نکال کر نور محض حق جل عظمتہ کے جوار عاطفت تک لے جاتا ہے اور یہ جوار جنت و گلزار و حیات جاودانی کی جگہ ہے اور جن کو یہ نور نصیب نہیں وہ انہیں ظلمات میں ٹکراویں گے اس صحن نور تک نہ پہونچ سکیں گے اور یہ ابدی ظلمات جہنم و نار کی شکل میں جلوہ گر ہونگی پھر وہاں اس نور کی تمنا کرینگے جو محض بے سود ہے :؛

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ

کیا ایمانداروں کے لئے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے اور اس (کلام) برحق سے جو اس نے نازل کیا ہے گداز ہو جائیں اور وہ اپنے سے اگلے اہل کتاب

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اِعْلَمُوْۤا

جیسے نہ ہو جاویں کہ جن پر مدت دراز گذر گئی جس سے ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت تو ان میں سے بدکار ہی ہیں جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ

اللہ زمین کو اس کے مرنیکے بعد زندہ کر دیا کرتا ہے ہم نے تمہارے سمجھنے کو کھول کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو بیشک خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات

وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ

کرنیوالی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو خوشدلی سے قرض دیا ہے ان کو دو چند دیا جاویگا اور ان کو عمدہ بدلہ ملے گا

ترکیب - الم یان من انی الامر یانی اذا جاء اناہ ای وقتہ - وقری الم یئن من آن یئین بمعنی انی یانی - ان تخشع الجملۃ فاعل یان واللام للتبیین وما بمعنی الذی وہو عطف علی الذکر عطف احد الوصفین علی الآخر وفی نزل ضمیر یعود الیہ - ولا یکونوا عطف علی تخشع والمراد النہی عن مماثلۃ اہل الکتاب فیما حکی عنہم لقولہ فطال الخ واقرضوا اللہ فیہ وجہان احدہما ہو معترض بین اسم ان وخبرہا وہو یضاعف والثانی انہ معطوف علیہ لان الالف واللام بمعنی الذی ای ان الذین تصدقوا ؛

تفسیر - منافقوں اور کافروں کی دردناک مصیبت آنیوالے دن کی بیان فرما کر ایمان والونکو تنبیہ کرتا ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہیں اور آئندہ سعادت کے میدان میں ترقی کرتے رہیں اسلئے اصول سعادت ذکر فرماتا ہے فقال الم یان الخ اعمش کہتے ہیں صحابہ مدینے میں آکر کسی قدر کھیتی باڑی کے شغل میں اس سرگرمی سے سُست ہو گئے تھے اس آیت میں ان پر عتاب ہے تاکہ پھر پہلی حالت کیطرف رجوع کریں - ایمان و اعمال صالحہ کے بعد تخشع یعنی نرم دل ہونا اور اللہ سے ڈرتے رہنا بھی ترقی درجات کیلئے عمدہ سیڑھی ہے اسکو مرتبۂ احسان کہتے ہیں جس کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرئیل میں خوب فرما دی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

فرماتا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ انکے دل لرزا کریں اللہ کا ذکر اور اسکی نازل کی ہوئی برحق بات (قرآن) سُن کر اور وہ اگلے اہل کتاب جیسے نہ بن جائیں کہ جن پر زمانہ گزرنے سے انکے دل سخت ہو گئے اور بہت سے بدکار ہو گئے یعنی ذکر اللہ اور قرآن سنا کریں اور ڈرا کریں اور یہود و نصاریٰ کی طرح سخت دل نہ بن جائیں - زمانہ جو امد کا ترجمہ ہے اسمیں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ ان میں اور انکے انبیاء میں مدت گزر گئی تھی اسلئے انکے دل سخت ہو گئے تھے زبان پر سب کچھ تھا مگر دل مر چکے تھے (۲) یہ کہ اس غفلت میں انکو مدت گزر گئی تھی یہاں تک کہ یہ غفلت اور حُب دنیا اور دین سے بیخبری ایک پشت سے دوسری پشت تک متوارث ہو کر طبیعت ہو گئی تھی (۳) یہ کہ انکی اس بیہوشی اور سخت دلی پر مدتوں کوئی عذاب و مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی جس سے اور بھی ڈھیٹھ اور نڈر ہو گئے تھے - صحابہ کے ڈر اور نرم دلی کی یہ نوبت آنحضرت صلعم کی برکت سے پہنچی تھی کہ قرآن مجید سن کر زار زار رویا کرتے تھے صبح کی نماز میں امام قرآن پڑھ رہا تھا اسمیں وہ آیت تھی جس میں تہدید و تنبیہ ہے سنکر ایک مقتدی پر دہشت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑا لوگ اٹھا کر اسکے گھر لے گئے اسی حالت میں مر گیا - (ترمذی) اسا پر خیال گزر سکتا تھا کہ جب دل ایسے سخت ہو جاتے ہیں تو مر جاتے ہیں پھر وہ کسی کی صحبت یا وعظ و قرآن سننے سے کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں گویا مایوسی سے فرماتا ہے اعلموا ان اللہ الخ کہ مایوس نہ ہونا چاہیئے کوشش کرنا چاہیئے کس لئے کہ اللہ مردہ زمین کو خشک کو ابر رحمت سے پھر زندہ (سبز) کر دیا کرتا ہے اس بات کو جان لو ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان فرما دی ہیں تاکہ تم سمجھو - اس میں حشر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح مُردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں مرنیکے بعد ہم انسانونکو زندہ کر دیں گے - یہ بھی خوف دلانیوالی بات تھی کس لئے کہ حشر کا یقین کامل ہونیکے بعد ڈرنا لازمی بات ہے ؛

دل مُردہ کے زندہ کرنیوالے اسباب بھی ضمناً بیان فرما دیئے گئے کہ اللہ کے ذکر اور اسکی نازل کی ہوئی کتاب سے زندہ ہوتا ہے اسکے بعد اسکا ایک اور نسخہ بھی تھا اسکو دوسرے پیرایہ میں ذکر فرماتا ہے ان المصدقین کہ صدقہ دینے سے بھی دل زندہ ہو جاتا ہے زکوٰۃ دیگر خیرات سبکو شامل ہے کسلئے کہ کسی کا دل خوش کر دینا اور حاجت برآری کرنا اسکی خوشنودی کا باعث ہے اسکے بدلہ میں وہ دو چند دیتا ہے اور آخرت میں اجر عظیم جنت عطا کرتا ہے - رواقرضوا اللہ) اسی برقہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ کو قرض دیا بطور حیلہ ترغیب کے م ؛

ف اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ صرف علم کافی نہیں ہوسکتا بس پڑھ لینا بلکہ ایسے کاملین کی صحبت جو نور مجسم ہوتے ہیں دل کی زبان سے سننا اور اثر پیدا کرتا ہے کہ جب تک اپنی خوش بیان عمدہ تقریر سے اگر کہا جاتا ہے اسکا اثر تو رہتا نہیں ... تو قائم نہیں رہتا اسلئے کہ وہ نور مجسم سوائے لفظوں میں بیان کر کے بھی دکھاتی تا شہر ... پر ہاجرہ اور سمجھ اسکو گرو سنکا ایک دریا روانی ہو کر ... اور ملکیہ احاطہ کر لیتا ہے یعنے قرآن ہے کہ جسکو نبی صلعم سنا تے تھے پھر تو یہ بس میں کیسا انقلاب عظیم عرب میں نمودار ہوا یہ ہے کہ جیکو اور لوگ پڑھتے اور سنتے ہیں آج کل جہل کا اور سیکر حضرت الارض کی کلام نکل رہے مگر اثر نداد خود نہیں کے دلوں میں اثر نہیں ہوتا پھر وہ نیکے دلوں پر انکی حکومت کیونکر ہو سکتی ہے ۔ یہ ہے کہ دل بزندہ ہوتا سنکے ہیں اور ذکر الٰہی جنکو اس جسکو مردہ سے تشابہ ہے تو ہو جاتی ہے جس کو زندگی سے تشابہ ہے اسی طرح مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں - ۱۲ منہ -

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ؕ وَ

اور جو اللہ اور اس کے رسولوں پر یقین لائے وہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کیلئے انکا اجر و نور ملیگا اور

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ

جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں جان رکھو کہ دنیا کی زندگی یہی کھیل اور کود اور آرائش اور

بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ؕ

ایک دوسرے سے بڑائی اور زیادتی ڈھونڈھنا ہے جیساکہ بارش جس کا سبزہ کھیتی کرنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے پھر وہ زور پر آتا ہے پھر تو اسکو زرد دیکھتا ہے پھر چورا ہو جاتا ہے

وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

اور آخرت میں تو دنیا پر فریفتہ ہونیوالوں کیلئے سخت عذاب ہے (اور خدا پرستوں کیلئے) اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی ہے کیا یہی ایک دھوکے کا اسباب

ترکیب ۔ والذین مبتدا باللہ متعلق بآمنوا و رسلہ معطوف علیہ اولئک مبتدا ہم الصدیقون الخ خبرہ والجملۃ خبر والذین عند ربہم ظرف للشہداء کمثل الکاف فی موضع نصب من معنی ما تقدم ای ثبتت لہا ہذہ الصفات مشبہۃ لغیث ویمکن ان تکون فی موضع رفع ای مثلہا کمثل غیث

تفسیر ۔ پہلے فرمایا تھا کہ ایک دن آنیوالا ہے کہ جہاں ایمانداروں کا نور اُن کے آگے دوڑتا ہوا انکی راہبری کریگا اور منافق نور نہ ہونیکی وجہ سے حسرت کریگا۔ اسکے بعد فرمایا تھا کہ کیا ابھی وقت نہیں آن پہنچا کہ ایماندار ڈریں اور غافل نہ ہو جاویں اور صدقہ خیرات و ذکر و تلاوت عمل میں لاویں اور صدقہ و خیرات کے بعد صدقہ و خیرات دینے والوں کیلئے دوچند ملنے اور اجر عظیم پانے کی بشارت بھی تھی جس سے ظاہر بینوں اور دنیا پرستوں کا خیال جا سکتا تھا کہ جو کچھ ہے روپیہ پیسہ ہے اسی کی خیرات کے بدلہ میں اجر عظیم ملتا ہے۔ خالی عبادت و ایمان و محبت الٰہی کو کون پوچھتا ہے؟ اسلئے ان آیات میں ایمان کی فضیلت اور ایمانداروں کے درجات اور کفر و تکذیب کی خرابی کو کافر و مکذب دنیا بھر کی خیرات کرے بیان فرماتا ہے اور اسکے بعد خود دنیا کی بے ثباتی اور اسکی بیقدری ظاہر فرماتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اصول سعادت ایمان ہے یہی اسکو صدیق و شہید عند اللہ بنا دیتا ہے یہی اجر عظیم کا مستحق اور اس نور کا مالک کر دیتا ہے۔ وہ نور ایمان ہی سے حاصل ہوتا ہے جو دنیا میں بھی اسکا رہنما ہے اور آخرت کی اندھیریوں میں بھی رہنمائی کریگا:

صدیق بروزن فعیل تصدیق کرنیوالا۔ دل سے سچا جاننے والا۔ عرف شرع میں ایک خاص مرتبہ ہے نبوت سے کم اور رتبوں سے بڑھ کر۔ صدیق نبی کا قوت نظریہ میں پرتو اور ظل کامل اور سچا نمونہ یا روحانی فرزند اکبر اور جانشین ہوتا ہے۔ ہر امت میں صدیق گزرے ہیں جنکے ہاں فیض نبوت کا لوگ مشاہدہ کرتے تھے اس امت میں ابوبکر و علی و عثمان و زید و طلحہ و زبیر و سعد و حمزہ رضی اللہ عنہم تھے۔ شہید بھی نبی علیہ السلام کی قوت عملیہ کا ظل ہے۔ صدیق کے بعد اسکا مرتبہ ہے۔ مگر بڑا بلند مرتبہ ہے۔ اس شخص سے خارق و کرامات اس کثرت سے خود بخود ظاہر ہوتے ہیں کہ جنکا شمار مشکل ہے حیات میں بھی اور بعد الممات بھی انکے اجساد پاک سے انکا روحانی تعلق ایک نئی قسم کا باقی رہتا ہے۔ اس امت میں حضرت عمر فاروق و حمزہ و علی و حسنین وغیرہم گزرے ہیں۔ اللہ کی راہ میں کفار سے لڑکر جہاد میں مرجانیوالے کو بھی شہید کہتے ہیں اور اسی طرح مبطون وغیرہ کو بھی اس ذیل میں درج کیا جاتا ہے مگر شہید اکبر وہی لوگ ہیں کہ جنکی قوت روحانی اس اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی ہو۔ عام ہے کہ جہاد میں یا کافر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہوں یا نہ وہ اپنے بستر و نیمہ پر بھی مرجاویں تو بھی شہید ہیں۔ اولیاء کرام رحمۃ اللہ اسی مرتبہ میں ہیں:

انما الحیوۃ الدنیا دنیا کی زندگی کو لہو و لعب کہا جو لڑکپن اور شہوانی لوگوں کی زندگی ہے۔ اور زینت جوانی کے ایام میں آرائش و تجمل مرغوب ہوتا ہے۔ اور تفاخر و تکاثر بڑھاپے میں۔ پھر انکو ساون کی گھانس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے کہ جب اُگتا ہے خوشنما معلوم ہوتا ہے پھر چند روز میں زرد ہو کر سوکھ کر چورا ہو جاتا ہے یہی انسان کا حال ہے۔ گھانس تو دار آخرت کے عذاب و ثواب سے فارغ ہے مگر اس پر وہاں کا عذاب و ثواب باقی رہ گیا۔ اسلئے دھوکے کا سرمایہ ہے:

؎ ان کا جہاد نفس کے ساتھ تھا جو اعلا درجہ کا جہاد ہے واللہ اعلم:

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ

اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو کہ جسکا چوڑان آسمان و زمین جیسا ہے جو ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَآ اَصَابَ

ایمان لائے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے نصیب کرے اور اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے جو کوئی مصیبت

مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ

زمین پر یا خود تم پر پڑتی ہے وہ اس سے پیشتر کہ ہم اس کو پیدا کریں کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے بیشک یہ اللہ کے نزدیک

عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ

آسان بات ہے۔ تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو اور جو تم کو دیدے تو اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ کسی اترانیوالے بڑائی مارنیوالے کو پسند نہیں کرتا

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

کہ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی سکھلاتے ہیں اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ ہی بے پروا خوبیوں والا ہے۔

ترکیب ۔ عرضہا مبتدا کعرض السماء الخ خبرہ والجملۃ صفۃ جنۃ ۔ اعدت صفۃ اخری فی الارض الجار متعلق بمصیبۃ لانہا مصدر ویجوز ان تکون صفۃ لہا علی اللفظ او المحل ۔ ومثلہ ولا فی انفسکم الا فی کتاب حال ای مکتوبۃ ۔ من قبل نعت لکتاب او متعلق بہ لکیلا کی ناصبۃ للفعل بمعنی ان (آسی) اندوہ واندوہ گین شدن من سمع یسمع یقال اسی علی مصیبۃ یاسی حزن واسیت لفلان ای حزنت لہ صراح ؛

تفسیر ۔ دنیا کی بے ثباتی اور بے قدری بیان فرما کر دار آخرت کی طرف توجہ دلاتا ہے جسکے لئے انسان اس فانی گھر میں چند روزہ مہمان بنا دیا گیا ہے فقال سابقوا الی مغفرۃ من ربکم الخ کہ ان کاموں کی طرف دوڑو اور جلد حاصل کرو کہ جو اللہ کی مغفرت اور حصول جنت کا باعث ہیں پھر جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) عرضہا کعرض السماء والارض کہ اس کا چوڑان آسمان اور زمین کی برابر ہے اس تفسیر میں مفسرین کے چند قول ہیں سُدّی کہتے ہیں کہ جنت کی چوڑان کو تشبیہ دی ہے آسمان اور زمین کی چوڑان سے اور بتلایا گیا ہے کہ طول تو کہیں زیادہ ہے پھر اس قدر وسیع جنت کا آسمان پر قائم ہونا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے (اس کے معنی سورۂ آل عمران کی تفسیر میں جہاں کہ یہ جملہ آیا تھا ہم بیان کر آئے ہیں جسکا خلاصہ) یہ ہے کہ جنت دوسرے عالم کا نام ہے اسکے آگے یہ عالم ناسوت جسمیں آسمان و زمین ہیں ایک بہت چھوٹی چیز ہے ۔ پھر آسمانوں پر جو جنت کا ہونا بیان ہوا ہے اس سے مقصود صرف بجہت علو عالم قدس بیان کرنا ہے مقدس چیزوں کو سمٰوٰت کی طرف اور ادناس کو زمین کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو بھی اسلئے آسمانوں پر کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ عالم ناسوت اسکا کسی طرح ظرف و مکان ہو نہیں سکتا ؛ بعض نے کہا ہے کہ عرض سے مراد چوڑان نہیں بلکہ صرف فراخی مقصود ہے جیسا کہ آیا ہے فذو دعاء عریض اے کثیر ۔ بعض کہتے ہیں عرض سے مراد قیمت و قدر ہے (۲) اُعدت للمتقین کہ وہ پرہیزگاروں کیلئے تیار ہے ۔ یہ نہیں کہ تیار کی جائیگی یہ بھی رغبت کا باعث ہے ۔ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ جنت بالفعل موجود ہے اور احادیث صحیحہ کہ جن میں شب معراج آنحضرت صلعم کا جنت کی سیر کرنا آیا ہے اسکے لئے مؤید ہیں معتزلہ کہتے ہیں قیامت کے روز تیار ہوگی ۔ یہ قول غلط ہے ۔ پرہیزگاروں کیلئے تیار ہونا فرمایا تاکہ پرہیزگاری کی طرف توجہ ہو کسی قوم اور کسی ملک کے باشندوں یا امیروں کا خاص حصہ نہ سمجھا جائے جیسا کہ بعض اقوام نے خیال رکھا ہے یعنی برہمن اور یہود تو اسکو اپنے باوا کا گھر سمجھ بیٹھے ہیں اور تثلیث کے عقیدے سے عیسائی بھی اسکے مالک بنے بیٹھے ہیں پرہیزگاری بقول پولوس بیکار اور لعنتی کام ہے ۔ اسی طرح اشراف عرب بھی اپنے آپ کو اسکا مستحق سمجھے بیٹھے تھے ؛ دار آخرت کے بعد انسان کی عاجزی اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں بھی رنج و راحت جو کچھ سامنے آتا ہے سب نوشتہ ازلی کے موافق ہوتا ہے فقال ما اصاب الخ کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط و بدامنی یا خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے جیسا کہ مرض و تنگدستی اولاد و احباب کا مرنا بیعزتی و ذلت و ناکامی نصیب ہونا ۔ تم پر اور زمین پر آنے سے پہلے کتاب یعنی دفتر قضا و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے یہ تم کو اسلئے سنا دیا کہ تم کسی ہاتھ سے جانیوالی بات پر رنج نہ کرو اور کسی نعمت پر اتراؤ نہیں کہ اپنی محنت و تدبیر کا ثمرہ سمجھ بیٹھو اور بخل کرنے لگو کسلئے کہ اللہ کو اترانے والے متکبر پسند نہیں جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل پر ترغیب دیتے ہیں اور جو نہ مانے تو اللہ کو بھی کچھ پروا نہیں اس میں سب خوبیاں موجود ہیں چاہیئے کہ مصیبت پر صبر اور نعمت کو عطیہ الٰہی سمجھ کر شکر کرے اور اسکے بندوں پر اسکے شکریہ میں احسان کرے ؛

۱؎ یقال عارض الکتاب بالکتاب ای قابلہ وعرض الجاریۃ علی البیع والعرض بوزن الفلس المتاع یہ مختار الصحاح ۱۲ منہ ۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دیکر بھیجا اور انکے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازو (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا بھی اتارا

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تاکہ خدا معلوم کرے کہ کون اسکی اور اسکے رسول کی غائبانہ مدد کرتا ہے البتہ اللہ قوی زبردست ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

اور البتہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب قائم رکھی پھر کچھ تو ان میں سے راہ پر ہیں اور بہت تو ان میں سے بدکار ہیں

فٰسِقُوْنَ ۞ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ

پھر ان کے بعد ہم نے اپنے رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو بعد میں بھیجا اور اس کو ہم نے انجیل دی اور اسکے ماننے والوں کے

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

دلوں میں ہم نے نرمی اور مہر قائم کی اور ترک دنیا بھی تو لم کیا تھا جو ہم نے تو انکے اوپر فرض نہ کیا تھا خود انہوں نے ہی خدا کی خوشنودی حاصل

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞

کرنے کیلئے پیدا کیا تھا پھر جیسا چاہئے تھا اسکو نباہ نہ سکے پھر ہم نے ان میں سے ایمانداروں کو انکا اجر دیا۔ اور بہت سے تو ان میں بھی بدکار ہی ہیں۔

ع ۳ ۱۹

ترکیب۔ فیہ باس الخ الجملۃ حال من حدید و منافع معطوف علی محذوف وہو یستعملوہ وقیل عطف علی قولہ لیقوم الناس بالغیب حال من فاعل ینصر او مفعولہ ای غائبا عنہم او غائبین عنہ رہبانیۃ منصوب بفعل مضمر یفسرہ ما بعدہ وہو ابتدعوہا وقیل بالعطف علی ما قبلہا ای جعلنا فی قلوبہم رہبانیۃ مبتدعۃ من عندہم وابتدعوہا علی ہذہ التقدیر صفۃ لہا۔ الرہبانیۃ الفعلۃ المنسوبۃ الی الراہب وقرئ بالضم الراء کانہا نسبۃ الی الرہبان جمع راہب ؛

تفسیر۔ پہلے بخل کی برائی بیان فرمائی تھی۔ اب یہ ذکر فرماتا ہے کہ بخل پر کیا منحصر ہے جمیع نیک و بد امور بتلانے کیلئے ہم نے رسول بھیجے معجزات و نشانیاں دے کر تاکہ بنی آدم کی اصلاح کریں مگر بنی آدم کے معاملات دو قسم پر تھے ایک ان کی ذات کے متعلق عقائد سے لیکر اعمال حسنہ عبادت و ریاضت تک۔ دوئم امور تمدن جن میں حقوق عباد ہیں پہلی باتوں کے لئے انزلنا معہم الکتاب کتاب نازل کی دوسری قسم کے معاملات کیلئے والمیزان ترازو یعنی عدل و انصاف نازل کیا لیقوم الناس الخ تاکہ بنی آدم ان باتوں میں انصاف پر قائم رہیں زیادتی کی جور و ظلم نہ کریں۔ مگر سرکش اور کج طبع لوگوں کیلئے جو قانون انصاف پر نہیں چلتے ہیں وانزلنا الحدید لوہا نازل کیا لوہے سے مراد حکومت و شوکت ہے جو حاکم کیسے آدمیوں کے آہنی ہتھیاروں سے پیدا ہوتی ہے پھر وہ حکام تلوار کے زور سے انکو انصاف پر چلاتے ہیں اور لوہے کے نازل کرنے سے مراد اس کا پیدا کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج اسکے احکام و قضا یا عالم بالا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسلئے ایسی کار آمد چیز کے پیدا کرنے کو انزلنا سے تعبیر کیا ؛

پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتا ہے (۱) فیہ باس شدید باس سختی و سخت حرب شدن (صراح) کہ اسمیں جنگ کیوقت بڑی سختی و شدت ہے کیسلئے کہ تلوار۔ بندوق۔ نیزہ۔ گرز۔ توپ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں (۲) ومنافع للناس اور بہت نفعے ہیں کیسلئے کہ انسان کی حاجت کے متعلق جس قدر پیشے ہیں زراعت و معماری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات مستعمل ہوتے ہیں (افسوس کہ آجکل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں رہا جس سے یہ نوبت پہنچی) (۳) ولیعلم اللہ الخ تیسرا فائدہ اسمیں اللہ اور اسکے رسولوں کے مددگاروں حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کون ہے جو جان کو ہاتھ پر رکھ کر ہتھیار باندھ کر خدا کے قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور اور دنیا میں ظلمت و فساد پھیلانے والوں خدا پرستوں پر ظلم کرنے والوں کی خبر لیتا ہے ؟۔ (اس میں جہاد کی ترغیب ہے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو اپنی عنایت سے دگنا اجر دے اور تم کو ایسا نور عطا کرے کہ جس سے تم رستہ

تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا

چلو اور تم کو اللہ بخش دے اور اللہ غفور رحیم ہے تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

ہم اللہ کے فضل پر کچھ بھی قادر نہیں اور یہ کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دیوے

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے

اس کے بعد ان اللہ قوی عزیز بھی فرما دیا کہ اللہ کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں صرف تمہارا امتحان مقصود ہے کہ آیا تم بھی اسکے دین کے باقی رہنے اور شایع ہونے میں مدد کرتے ہو؟ ورنہ وہ تو خود قوی زبردست ہے آپ قائم کر کے رہیگا۔ رسولوں کے اجمالی ذکر کے بعد چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر کرتا ہے کہ عرب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اچنبھا نہ معلوم ہو فقال ولقد ارسلنا نوحا الخ کہ ہم نے نوح کو اس کے بعد ابراہیمؑ کو بھیجا اور انکی نسل میں کتاب و نبوت کو قائم رکھا ان کے بعد بھی ان کی نسل میں سے صاحب کتاب نبی اُٹھے جیسا کہ موسیٰؑ و داؤدؑ یکے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے پھر کچھ لوگ ان سے ہدایت پاتے رہے اور کچھ بدکار ہی رہے آخر عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور اسکو کتاب دی جس کا نام انجیل ہے۔ یا انجیل یعنی خوشخبری دی کہ ایمان والوں کو نجات کی خوشخبری دیتے تھے (یہ معنی جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں) انجیل عبرانی لفظ انگیول کا معرب ہے جس کے لغوی معنے خوشخبری کے ہیں۔ مراد اس سے کتاب ہے جو ان پہ نازل ہوئی تھی جو قیاصرہ گردی میں تلف ہوئی۔ یہ بات پولوس کے بعض خطوط سے بھی سمجھی جاتی ہے ان کے بعد متیؔ اور مرقسؔ اور لوقاؔ اور یوحناؔ ان کے حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں نے جو کتابیں ان کے حالات میں لکھیں جن کا مبدا سمعی اور مروی باتیں ہیں اور انکا نام بھی انجیل ہے وہ دراصل وہ انجیل نہیں یہ ممکن ہے کہ ان میں اس کی بھی بعض باتیں شامل کر دی گئی ہوں۔ یوں تو اور بھی بہت سی انجیلیں عیسائیوں کے بزرگوں نے بنائی ہیں جنکو یہ لوگ الہامی نہیں جانتے ؛

پھر فرماتا ہے وجعلنا فی قلوب الذین الخ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دل میں ہم نے نرمی اور مہر قائم کر دی تھی وہ لوگ نرم دل اور متواضع اور فروتن تھے اور رہبانیت بھی ان کو ملی تھی جس کو انہوں نے از خود پیدا کیا تھا ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی لیکن ان سے وہ جیسا چاہیئے تھی نبھ نہ سکی پھر جو اُن میں سے پیغمبر آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اجر کے مستحق ہو گئے اور بہت تو ان میں سے بدکار ہیں ؛

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو لوگوں میں سے جو تارک الدنیا ہو جاتے تھے کسی گوشے میں عبادت کرتے نہ وہ بیاہ شادی کرتے تھے نہ عمدہ لباس پہنتے تھے نہ عمدہ کھانا کھاتے تھے انکا نام راہب ہوتا تھا۔ جس کی جمع رہبان آتی ہے جسکے معنی درویش اور رہبانیت درویشی ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے راہبوں میں بہت سی بُری باتیں شرمناک پیدا ہو گئی تھیں جنکا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے۔ قرآن نے اپنے اخلاق کریمانہ سے انکا صراحۃً ذکر کرنا مناسب نہ جانا۔ فما رعوھا حق رعایتھا میں اشارۃً ذکر کر دیا ؛

ابحاث - (۱) وانزلنا الحدید کے متعلق کچھ اور بھی اسرار ہیں از انجملہ یہ ہے۔ انسان کے کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ جن کو کرنا چاہیئے دوسرے وہ کہ جن کو کرنا نہ چاہیئے۔ پھر جن کو کرنا چاہیئے وہ دو قسم ہیں ایک وہ جو نفس سے متعلق ہیں دوسرے وہ جو بدن سے علاقہ رکھتے ہیں افعال انسانیہ یعنی معارف انکا سرچشمہ کتاب ہے کس لئے کہ کتاب اللہ ہی حق و باطل میں تمیز کردیتی ہے اور بدنی اعمال جو ہاتھ پاؤں اعضاء سے متعلق ہیں ان بڑا حصہ وہ ہے جن کا لگاؤ خلق خدا کے ساتھ ہے ان کیلئے میزان ہے اسی عدل کی ترازو میں تُل کر عدل و ظلم میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ اب رہے وہ افعال کہ جن کو کرنا نہ چاہیئے ان سے روکنے والا دنیا میں لوہا ہے واعظ برسوں سمجھائیں کوئی نہ ملنے لوہے کے خوف سے دم بھر میں ترک ہو جائیں۔ خلاصہ یہ کہ کتاب قوت نظریہ کے لئے اور میزان قوت عملیہ کیلئے اور حدید نالائق کاموں سے روکنے کیلئے نازل ہوا ہے :

از انجملہ یہ کہ اگر معاملہ خدا سے ہے تو اسکے لئے کتاب ہے اور جو بندوں سے ہے تو میزان اور دشمنوں سرکشوں سے ہے تو اسکے لئے لوہا ہے۔

از انجملہ بنی آدم تین قسم کے ہیں ایک سابقون جو انصاف کرتے ہیں مگر انصاف کے طالب نہیں ان کا معاملہ کتاب سے ہے دوسرے وہ جو انصاف کرتے ہیں اور انصاف ہی چاہتے ہیں یعنی درمیانی لوگ ان کو میزان درکار ہے تیسرے بدکار ظالم ہیں کہ انکے لئے حدید درکار ہے وہ اس کی دھمکی سے ٹھیک ہوتے ہیں شہوات کے تمام نشے تلوار دیکھ کر ہرن ہو جاتے ہیں دم بھر میں بھلے مانس اور نیک ہو جاتے ہیں اور یہی حکمت تھی کہ آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کے عہد میں گمراہی و شہوت پرستی کا دریا طغیانی پر تھا کتاب و حکمت کے ساتھ حدید یعنی زور و شوکت بھی عطا ہوا فقیری و مسکنت کے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تھی بلکہ شان و شوکت شاہانہ کے پیرائے میں جلوہ گر ہوئی اور اسی کو سلطنت آسمانی کہتے ہیں جس کی خبر پہلے انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کہ جس کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے مکارم اخلاق تعلیم کر کے سب کے بعد فرما دیا وذروۃ سنامہ الجہاد کہ ان سب باتوں کا سر جہاد ہے اور اسی لئے قیامت تک جہاد و احتساب قائم کر گئے اور اپنے جانشینوں اور پیرووں کیلئے ایک عمدہ دستور العمل چھوڑ گئے جسکو آجکل مسلمانوں نے ترک کر رکھا ہے اور دنیا کی آنکھوں میں حقیر ہو گئے۔ اہل اسلام خدا تعالیٰ کا لشکر خاص ہے جسکی تنخواہ دار آخرت و حیات جاودانی ہے۔

از انجملہ یہ ہے۔ انسان یا عارف کامل ہے جو مقام حقیقت تک پہنچ گیا ہے اس کیلئے بجز محبوب کی کتاب کے اور کوئی بات تسلی بخش نہیں۔ یا وہ طالب ہے یعنی مقام طریقت میں ہے اور یہ مقام نفس لوامہ کا ہے اور مقام اصحاب الیمین کا جیسا کہ اول مقام نفس مطمئنہ اور سابقون کا تھا تو اس کیلئے معرفت اخلاق کیلئے میزان درکار ہے یہانتک کہ افراط و تفریط سے بچے اور کسی کجی کی جانب اس رستے میں نہ جھکے اور یا وہ مقام شریعت میں ہے جو نفس امارہ کا مقام ہے اسو نت اس کے لئے مجاہدہ و ریاضت کے ہتیار اور نفس بد کے لئے آہنی گرز درکار ہے :: کبیر

(۲) لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ یہ مسئلہ جمہور علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ مذہب اسلام میں رہبانیۃ نہیں۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ دنیا ترک کر بیٹھنا نکاح نہ کرنا فقیری کا لباس اور قلندرانہ وضع نہ اختیار کرنا چاہیئے کسلئے کہ ان باتوں میں خدا نہیں ملتا اور نیز منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد نکاح کئے اور نکاح کرنے کی ترغیب دلائی۔ عمدہ لباس بھی پہنا۔ عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تناول فرمایا۔ دنیا کے سب کار و بار کرو۔ نوکری تجارت زراعت بال بچوں کی پرورش اقارب و ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرو۔ خدا دے تو اچھا کھاؤ پیو پہنو مگر ہر کار میں اللہ کو نہ بھولو اسکے احکام کو ملحوظ رکھو :

مگر نہ ایسا بھی کہ لذائذ و شہوات کے بندے بن جاؤ رات دن اسی دھندے میں پڑے رہو اور آرائش و تجملات کے حاصل کرنے میں عمر گراں مایہ برباد کرو دین کو خیرباد کہہ بیٹھو نفس کو موٹا کرو کس لئے کہ گو اسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر زہد ضرور محمود ہے اور بزرگان دین نے زہد و تقویٰ اختیار کیا ہے۔ زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ بالالتزام مباحات و لذائذ و طیبات کو حرام کر لینا۔ ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف چنداں التفات نہیں ہوتا نہ وہ ان کے طالب و جویاں ہوتے ہیں۔ اگر اتفاقاً میسر آ گئیں تو کچھ انکار بھی نہیں برخلاف راہب کے زاہد و راہب میں یہ فرق ہے اور بڑا فرق ہے۔

اسکے بعد عیسائیوں کی طرف خطاب کرتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کہ اے عیسیٰ پر ایمان لانیوالو اتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرو نفسانیت و تعصب کو چھوڑ دو و آمنوا برسولہ اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کی بشارت دی ہے۔ یؤتکم کفلین من رحمتہ تاکہ تم کو اپنے فضل سے دوہرا حصہ ثواب کا دے دونوں پیغمبروں پر ایمان لانے کے سبب جیسا کہ اگلی آیت میں بیان فرمایا تھا فاتینا الذین آمنوا منہم اجرہم کہ جو ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا یعنی دیں گے کفل حصہ۔ دوہرا حصہ پانے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جو عیسائی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اس کو دوہرا حصہ ملنے کے سبب سب سے زیادہ اجر ملیگا کسلئے کہ دوہرے ہونے سے زیادہ ملنا ثابت نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک چیز کے دس حصے کئے اور ایک شخص کو ان دس حصوں میں سے دوہرا حصہ ملا اور پھر اسی چیز کے تین حصے کرکے ایک شخص کو ایک حصہ دیا تو یہ ایک حصہ[1] پانیوالا اس دوہرے پانیوالے سے کم نہیں رہا ویجعل لکم نورا تمشون بہ اور اس ایمان نبی آخر الزمان سے تمہارے لئے ایک نور قائم کردیگا جس کے سبب تم دنیا میں سیدھا رستہ چلو گے یا پل صراط پر چلو گے۔ یہ تو بغیر اسکے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ویغفر لکم اور تم کو بخش دے گا وہ غفور رحیم ہے پچھلے گناہ اسلام لانے سے معاف ہو جائیں گے۔

اہل کتاب کو یہ گمان تھا کہ نبوت خاص ہمارے خاندان اسرائیلی کا حصہ ہے اخیر نبی کہ جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے وہ بھی ہمارے خاندان سے ہوگا۔ یہ عنایت خاندان بنی اسرائیل پر منحصر ہے۔ اس لئے اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تاکید اور ایمان کے ثمرات اور برکات بیان کرکے یہ فرماتا ہے لئلا یعلم اہل الکتاب ان لا یقدرون علیٰ شیء من فضل اللہ الخ کہ یہ بیان ہم نے اسلئے کیا ہے کہ اہل کتاب جان لیویں کہ ان کو فضل الٰہی پر کوئی قبضہ و قدرت نہیں کہ وہ اس کو اپنے ہی گھر میں منحصر کریں بلکہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس پر چاہے کرے بنی اسرائیل کی کیا خصوصیت ہے؟ اس نے بنی اسمٰعیل پر کردیا اس تقدیر پر لئلا میں لا زائد ہے۔

---

[1] بلکہ اس نے زیادہ پایا اور یہ اہل اسلام ہیں اس بات کی طرف بخاری کی وہ حدیث اشارہ کر رہی ہے جسکو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اے اُمت محمدیہ تمہاری اور تم سے اگلوں کی ایسی مثال ہے جیسا کسی نے کسی کو نصف روز پر خاص اجرت پر معین کیا اور کسی کو نصف النہار سے لیکر عصر تک اسی اجرت پر امور کیا اور کسی کو عصر سے لیکر غروب آفتاب تک دوچند اجرت پر معین کیا۔ پہلوں نے کہا ہمارا وقت زیادہ اور ان کا وقت بھی کم اور اجرت دوچند اس نے کہا میں نے تمہاری مزدوری میں سے تو کچھ کم نہیں کردیا۔ صبح سے نصف النہار تک والے اور اس سے لیکر عصر کے وقت تک والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور عصر سے آخر دن تک والے جن کو باوجود بہت کم وقت محنت کے دوچند اجرت ملی مسلمان ہیں ۱۲ منہ۔

سورۂ مجادلہ مدنیہ ہے اس بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں بائیس آیات تین رکوع ہیں

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ

اے نبی، البتہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے اپنے خاوند کی بابت گفتگو کرتی اور اللہ کے آگے شکوہ کرتی تھی اور اللہ تمہارے جواب و سوال سن رہا تھا بیشک

اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـىِٕيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ

اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ در حقیقت ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ

اور بیشک وہ ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے نکالتے ہیں اور بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں سے

نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ

ظہار کر لیتے ہیں پھر اس کہی بات سے پھرنا چاہیں تو ایک بردہ ایک دوسرے کے ہاتھ لگانے سے پیشتر آزاد کریں یہ اس لئے کہ اس سے تم کو نصیحت ہو

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ

اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسکی خبر رکھتا ہے بلکہ جسکو بردہ نہ ملے تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے ہاتھ لگانے سے پہلے

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

پھر جو روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یہ اس لئے تاکہ تم اللہ اور اسکے رسول کی پوری پوری تصدیق کرو اور یہ تو اللہ کی حدیں

اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ

باندھی ہوئی ہیں اور منکروں کو سخت عذاب ہے جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ خوار ہونگے جیسا انسے پہلے لوگ خوار ہوئے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ

اور ہم نے تو صاف صاف آیتیں نازل کر دی ہیں اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہے جس دن کہ ان سب کو اللہ قبروں سے اٹھائیگا پھر

بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

انکو بتا دیگا کہ وہ کیا کرتے تھے جسکو کہ اللہ نے یاد رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہر چیز موجود ہے۔

ترکیب۔ وتشتکی معطوف علی تجادلک وقیل حال من فاعلہ ای تجادلک وہی متضرعۃ الی اللہ تعالیٰ الذین موصول یظاہرون الخ صلۃ والکل مبتدا ما ہن امہاتہم الجملۃ خبرہ امہاتہم بکسر التاء علی انہ خبر او بضمہا علی اللغۃ التمیمیۃ والذین یظاہرون من نسائہم مبتدا فتحریر رقبۃ الجملۃ وہی فعلیہم تحریر رقبۃ خبرہ۔ ذلکم مبتداء توعظون بہ خبرہ واللام فی لما قالوا متعلق بیعودون وما مصدریۃ ویمکن ان تجعل بمعنی الذی ونکرۃ موصوفۃ وقیل اللام بمعنی فی وقیل بمعنی الی وقیل فی الکلام تقدیم وتاخیرہ وتقدیرہ ثم یعودون فعلیہم تحریر رقبۃ لما قالوا فصیام شہرین ای فعلیہ صیام شہرین ذلک ومحلہ النصب بفعل معلل بقولہ لتؤمنوا او الرفع علی الابتداء یوم منصوب بما تعلق بہ اللام من الاستقرار او مہین او باضمار اذکر:

تفسیر۔ یہ سورۃ بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں جمہور علماء اسی کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کسی قدر مکے میں بھی نازل ہوئی ہے مگر یہ قول معتبر نہیں۔ سورۂ حدید کے اخیر میں واللہ ذو الفضل العظیم آیا تھا جو یہود و نصاریٰ کے گمان فاسد کا رد تھا کہ وہ نبوت اپنے خاندان میں ختم سمجھتے تھے۔ اس سورۃ میں منجملہ افضال الٰہی کے جنہیں سے نبوت نبی آخر الزمان بڑی چیز ہے اس نبوت کے برکات اور اپنے بعض افضال کا ذکر یعنی سہل احکام اور آسان شریعت نازل کرنے کے پیرایہ میں اظہار فرماتا ہے کہ یہ بھی اسکے فضل کی ایک بڑی بات ہے کہ اس نے ظہار میں جو جاہلیت میں اشد طلاق سمجھی جاتی تھی یہ سہولت کی کر کفارہ سے عورت کو اس کے مرد کیلئے حلال کر دیا۔ اب اسکی تشریح بضمن ایک واقعہ کے کرتا ہے۔ فقال قد سمع اللہ قول التی الخ۔ اس کے شان نزول میں جمہور مفسرین نے یوں نقل کیا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ پس

قسمہا مجادلہ فی اللغۃ کردن و باز داشتن حق تھا وکذا۔ قولہ تعالیٰ ان الذین یحادون کمت باز گردانیدن و خوار کردن و بر روئے در افگندن یقال کبت اللہ العدو اے صرفہ واذلہ ع ۱

بوجہ صیغ آل ۲۴۔ صراح ۱۲

ابن صامتؓ کی بیوی کو اسکے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہہ دیا تھا (انت علیّ کظھر امی) کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے یہ کلمہ جاہلیت میں سخت طلاق کا تھا کہ جس کے بعد ملاپ نہیں ہوتا تھا اس کو بڑا رنج ہوا خاوند سے محبت تھی اور بچہ دار بھی تھی اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں اسوقت حضرتؐ کا سر دُھلا رہی تھی اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی مصیبت ناک حالت بھی عرض کی کہ میں پہلے جوان مالدار تھی اب عمر رسیدہ بھی ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں کہ اگر آپ رکھتی ہوں تو بھوک سے ہلاک ہوتے ہیں اور اُس کو دیتی ہوں تو برباد ہوتے ہیں اور مجھے اس سے محبت بھی ہے اب میں کیا کروں گی؟ اب میں اوس سے پھر بھی مل سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا تجھے تو طلاق ہو گئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سُن کر اور بھی رنج ہوا۔ بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت و تنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں وہی بات فرماتے تھے۔ آخر وہ مایوسانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اٹھا اٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں میری مشکل کشائی کیلئے اپنے نبی پہ کوئی حکم نازل کر دیجئے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ یہی کہتی جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپ پر قربان جاؤں میرے معاملے میں کچھ تدبیر فکر کیجئے۔ عائشہ رضؓ نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت کو کہا چپ رہو اور اپنی تکرار کو بند کر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو نہیں دیکھتی؟ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہو چکی تو اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دیکر اسکو خاوند کیلئے مباح کر دیا۔ اس کے خاوند نے کفارہ ادا کیا۔ یہ اس کا کیسا فضل ہے؟ اور سہل الحکام اس سورۃ میں ہیں۔ اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں:

الذین یظاھرون منکم الخ ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو یوں کہے انت علیّ کظھر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح سے حرام ہے ظہار شرع میں اپنی بیوی کو یا اسکے کسی جزء شائع کو یا ایسے جزء کو جس سے کل تعبیر کیا جا سکتا ہو اپنی ماں سے یا اسکے کسی ایسے جزء سے تشبیہ دینا کہ جسکا دیکھنا جائز نہیں اور اسی طرح اور محرمات ابدیہ عورتوں سے تشبیہ دینا بھی ظہار ہے۔ یہ ظہر بمعنی پشت سے مشتق ہے مسئلہ ظہار اور پشت ذکر کی اور مراد اس سے پیٹ ہے یا مقام مخصوص مجازاً۔ اور شرم کی وجہ سے ایسی چیزوں کو دوسرے ناموں سے تعبیر کر دینا زبان عرب کا دستور ہے۔ بعض علما کہتے ہیں ظہر کہ جس سے ظہار لیا گیا ہے اسکے معنی پشت کے نہیں کسلئے کہ اور اعضا میں سے صرف پشت ذکر کرنیکی کوئی وجہ نہیں بلکہ یہ ظہر بمعنی علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اسکو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے یہ ایام جاہلیت میں سخت طلاق تھی اس آیت کے نازل ہونے سے پیشتر شارع نے بھی اسکو طلاق ہی قرار دے رکھا تھا جبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق ہو گئی جبپر وہ عورت حیرت زدہ ہو کر اور حکم چاہتی تھی۔ بالاتفاق جمہور علماء اس کلمہ سے عورت مرد پر ایک وقت تک حرام ہو جاتی ہے یعنی جبتک کفارہ نہ دے اور اس لفظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی بلکہ ظہار ایک جداگانہ چیز ہے:

ان الفاظ کے کہنے سے تو بالاتفاق ظہار ہو جاوے گا اور ان میں سے دوسری صورت بدل کر کہنے میں اختلاف ہے اور صورتیں چار پیدا ہوتی ہیں (۱) یہ کہ ظہر و ام یا ان کے ہم معنی الفاظ دونوں مذکور ہوں جیسا کہ بیان ہوا اسمیں بالاتفاق ظہار واقع ہوگا (۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو اور ام مذکور نہ ہو پس اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت ذکر ہے یعنی محرم عورت سے تشبیہ نہیں اس صورت میں بھی بالاتفاق ظہار نہ ہوگا کسلئے کہ اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی اور اگر ماں کے سوا ان عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جو اس پر ہمیشہ حرام ہیں خواہ قرابت سے جیسا کہ بہن بیٹی خالہ پھوپھی نانی دادی نواسی بھتیجی بھانجی خواہ دودھ کی شرکت سے جیسا کہ دودھ بہن یا دودھ ماں یا رشتے کے سبب جیسا کہ بیوی کی ماں۔ ان سب صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہار ہوگا کسلئے کہ جو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے غرض تھی وہی ان کے ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہے۔ امام شافعیؒ کے اسمیں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ظہار نہ ہوگا آخر قول یہ ہے کہ ظہار ہوگا مگر بعض شافعیہ قول اول کو ترجیح دیتے ہیں (۳) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہ ہو بلکہ اسکے کسی اور عضو کے ساتھ اس کی دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ اسکے کسی اور عضو سے تشبیہ ہو کہ جسکا دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ ہاتھ پاؤں ان صور تو نمیں بھی ظہار نہیں مگر امام شافعی تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے ان اعضاء کے ساتھ تشبیہ ہے کہ جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہے منہ آنکھ اسمیں دو قول ہیں پہلا یہ کہ ظہار نہیں آخر یہ کہ اظہار ہے دوم یہ کہ ان اعضاء سے تشبیہ ہو کہ جن کا دیکھنا حرام ہے پیٹ ران جو تڑ وغیرہ - ان صور تو نمیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہار ہے - امام شافعیؒ کے دو قول ہیں مگر بعض نے قوت اسکو دی ہے کہ ظہار نہیں (۴) یہ کہ نہ ماں کا ذکر ہو نہ پشت کا بلکہ یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران - یا یوں کہے کہ تو میری بہن یا بیٹی جیسی ہے - ان صور تو نمیں اختلاف ہے مگر امام اعظمؒ کے نزدیک ظہار ہے بحث دوم ظہار کون کرسکتا ہے اور کس سے؟ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جو مسلمان طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار کا بھی ہے کافر ذمی کا ایسا فعل ظہار نہ ہوگا کسلئے کہ آیت میں منکم کا لفظ ہے جو اہل اسلام کی طرف خطاب ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں مسلمان ہو یا نہ ہو جو کوئی طلاق دے سکتا ہے ظہار بھی کرسکتا ہے و میونکے ایسے افعال کا وہی حکم ہوگا جو مسلمانوں کا ہے - ابو حنیفہؒ و شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک عورت ظہار نہیں کرسکتی اسکے اس کہنے سے کہ تو میرے پر ایسا ہے جیسے میری ماں کی پشت کچھ نہیں ہوتا اوزاعی فرماتے ہیں یہ یمین ہے عورت کو کفارہ دینا پڑیگا مسئلہ اگر مرد نے ظہار میں دن کی قید لگا دی کہ آج کے روز تو مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہے تو ظہار نہ ہوگا امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیؒ کہتے ہیں ظہار ہوگا - آیت میں من نسائھم کا لفظ ہے اس سے ثابت ہوا کہ ظہار خاص بیوی سے ہو سکتا ہے نہ لونڈی سے اگر لونڈی کو ایسی بات کہے گا تو امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک ظہار نہ ہوگا مالکؒ و اوزاعی کہتے ہیں ظہار ہوگا کسلئے کہ من نسائھم میں لونڈی بھی داخل ہے وہ بھی مرد کی عورت ہے -

ف آیت میں لفظ منکم عرب پر ایک طرح کی چوٹ ہے کسلئے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ عادت تھی جس سے خدا تعالیٰ نفرت ظاہر فرماتا ہے اسلئے بعد میں صراحت کرتا ہے ماھن امھاتھم کہ اس کہنے سے وہ انکی مائیں نہیں ہوگئیں - ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم مائیں تو انکی حقیقۃً وہی ہیں کہ جنہوں نے ان کو جنا ہے اور حکم حرمت میں انکے ساتھ وہ مائیں بھی شریک ہیں کہ جنکو شرع نے ماں کے قائم مقام کیا ہے جیسا کہ دودھ کی ماں جسکی نسبت ماں کا لفظ آیا ہے و امھاتکم من الرضاعۃ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنکی نسبت بھی ماں کا لفظ آیا ہے و ازواجہ امھاتھم مگر یہ عورتیں نہ تو حقیقی مائیں ہیں نہ حکمی - و انھم لیقولون منکرا من القول و زورا یہ تو ایک بری اور جھوٹی بات منہ سے نکال دی ہے - جسکی سزا کفارہ ہے اسلئے اسکے بعد کفارے کا ذکر کرتا ہے - فقال والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ - کہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرتے ہیں (ان کی ماں کی ظہر یعنی پشت سے تشبیہ دیتے) پھر وہ لوٹنا چاہتے ہیں تو انکو ایک بردہ آزاد کرنا چاہیے بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے یہ تمہاری نصیحت کیلئے ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے اور جسکو بردہ یعنی غلام میسر نہ ہو تو بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور جسکو اسکی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں یعنی فقیروں کو کھانا کھلاوے - یہ کفارہ ہے اسکے بعد پھر بدستور اسکی بیوی اسکے لئے حلال ہے ؛

ابحاث - (۱) ثم یعودون لما قالوا - محاورہ عرب میں اس کلام کے دو معنی سمجھے جاتے ہیں - اول کلام کے برخلاف ہونا اور اُسی کو بار دگر کرنا کہتے ہیں - عاد کما فعل جبکہ اسکے کام کو بگاڑنا چاہے - اور جب بار دگر کرنا چاہے تب بھی یہی جملے بولتے ہیں - اور ہر ایک کی نظائر موجود ہیں - یہ اسلئے کہ الی اور لام ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کلام کے دو معنی ہو سکتے ہیں پہلے معنی کیطرف (یعنی برخلاف مراد لینے کیطرف) جمہور مجتہدین گئے ہیں انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو ظہار کرکے اس سے پھرنا چاہیں اور برخلاف ہونا چاہیں تو کفارہ دیں - پھر ان پہلے معنوں کی تعیین میں کئی قول ہیں (۱) امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں یہ معنی ہوئے کہ جو ظہار کرکے وطی وغیرہ فوائد حاصل کرنا چاہیں تو کفارہ دیں کسلئے کہ ظہار سے بجز اس خاص فائدہ کے اور کوئی فائدہ ممنوع نہیں ہوا خانہ داری کے سب کام بعد ظہار بھی کرنے درست ہیں پھر عود کس چیز کیطرف ہے؟ اسی چیز کیطرف ہوگا جو فوت ہوگئی اور وہ وطی اور اسکے دواعی ہیں (۲) امام

ف
فتح القدیر میں ظہار کے متعلق یہ قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ حلال عورت کو یا اس کے جزو مستورہ یا جزو شایعہ کو اس عورت کے ساتھ تشبیہ دینا جس سے کبھی نکاح درست نہیں یا اسکی کسی چیز سے جسکا دیکھنا درست نہیں یا اس جزو سے کہ جس سے وہ تعبیر کیجاتی ہو جیسا کہ سر و گردن نصف وغیرہ مگر اسمیں اختلافی صورتیں بھی داخل ہیں ۱۲ منہ -

ف
و منہ المثل عاد و غیث، علی ما افسد ای تدارک بالاصلاح کشاف ۱۲ منہ -

شافعیؒ فرماتے ہیں ٹھہرا رکھنا یعنی جو شخص ظہار کر کے عود کرے کہ بیوی کو اسقدر زمانے تک اپنے پاس ٹھہرا رکھے کہ اسقدر زمانے میں طلاق دے سکے پس جب اس نے ظہار کر کے عورت کو رہنے دیا طلاق نہ دی تو بیوی پنے کا حق جو ظہار کرنے سے تلف کیا تھا پھر حاصل کیا (۳) امام مالکؒ کہتے ہیں کہ وہ عود کہ جو کفارے کا باعث ہے ظہار کر کے بعد وہ صحبت وطی کا قصد کرنا ہے۔ ظہار کے بعد جب یہ قصد کر لیا تو عود کیا؛

خلاصہ یہ کہ جمہور فقہاء کے نزدیک کفارہ محض ظہار سے واجب نہیں بلکہ عود سے ان وجوہ ثلاثہ میں سے کسی وجہ پر عود ہو ابن عباسؓ نے عود کی تفسیر کی کہ نادم ہوا اور الفت چاہیے اسکے بھی یہی معنی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اور جو علماء عود کے دوسرے معنی لیتے ہیں یعنی بار دگر اس فعل ظہار کا کرنا تو انکے نزدیک وجوب کفارہ کا باعث ظہار ہے نہ اور کوئی چیز پھر اسکے معنی بھی کئی ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ تکرار الفاظ منہ سے کہنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے نہ ایک بار کے کہنے سے جیسا کہ ابی عالیہ و داؤد ظاہری اور جمیع اہل ظواہر کا قول ہے انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر کے ثم یعودون لما قالوا پھر انہیں کلمات کو بار دگر منہ سے نکالیں و داعادہ کریں تو انپر کفارہ ہے اور جو ایک بار کہا تو کچھ نہیں۔ مگر یہ قول محض ضعیف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی ناراضی ان کلمات پر ظاہر فرما رہا ہے جو زمانہ جاہلیت کی بات تھی ایکبار کہنے سے بھی وہی جاہلیت کی ناشائستہ حرکت پائی گئی دوم اس صحابی کا جسکی عورتکا آیات میں اشارۃً ذکر ہے کسی روایت سے دوبارہ کہنا ثابت نہیں بلکہ اس نے ایکہی بار یہ کلمات منہ سے نکالے تھے جسپر اسکی بیوی حیران و پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی (۲) یہ کہ صرف ظہار کے کلمات باعث ایجاب کفارہ ہیں یہ مجاہد و سفیان کا قول ہے انکے نزدیک ثم یعودون لما قالوا کے یہ معنی ہوئے کہ جو ایام جاہلیت میں کہا کرتے تھے اگر اب بھی کہیں تو کفارہ دیں۔ انکے نزدیک والذین یظاھرون من نسائھم کا بیان ثم یعودون لما قالوا ہے کہ وہ جو ظہار کرتے ہیں اہل اسلام میں بار دگر پھر اسی جاہلیت کی بات کا اعادہ کرتے ہیں؛

کفارۂ ظہار۔ فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا۔ تحریر حر بنانا یعنی آزاد کرنا۔ رقبہ گردن۔ اس سے مراد گردن والا جزو سے کل تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں کہتے ہیں۔ ہر سر پیچھے یہ ہو۔ یعنی ہر شخص کیلئے۔ رقبہ سے مراد غلام لونڈی۔ تماس ہاتھ لگانا۔ مراد عام ہے ہاتھ لگانا بوسہ لینا جماع کرنا سب کو شامل ہے عموم الفاظ کی وجہ سے صحبت کرنے اور اسکے اسباب عمل میں لانے سے پہلے ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا چاہیے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں رقبہ مطلقہ ہے مومن ہونے کی کوئی قید نہیں غلام ہو کافر ہو یا مومن کالا ہو یا گورا آزاد کر دینا چاہیے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں دوسری آیت میں رقبہ کو مومنہ سے مقید کر دیا ہے یہاں بھی وہی مراد ہوگا یعنی مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔ مگر دوسری آیت میں جو قید تھی وہاں یہ قید قتل کے کفارے میں ہے جو سخت جرم ہے اس کو یہاں لانا اور قیاس کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا من قبل ان یتماسا کے متعلق ایک اور بحث ہے وہ یہ کہ آیت کا حکم یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کو ہاتھ نہ لگائے مگر جو کسی نے لگایا اور صحبت کر لی تو پھر کیا حکم؟ اکثر علماء امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمد حنبلؒ و سفیان ثوریؒ و اسحاقؒ وغیرہ کے نزدیک ایک ہی کفارہ دینا ہوگا۔ پہلے ہاتھ لگانا دوسرا گناہ ہے اس کیلئے کوئی کفارہ نہیں استغفار کرے۔ عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں دو کفارے دینے ہونگے ذلکم توعظون بہ۔ یہ کفارہ یا غلام آزاد کرنیکا حکم تمہاری نصیحت کیلئے ہے تاکہ پھر ایسی بات نہ کہو۔ واللہ بما تعملون خبیر۔ اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔ اگر کوئی یہ کلمات کہہ کر کفارے کے ڈر سے مکر جائیگا تو کیا؟ اللہ تو جانتا ہے (یہ کفارے میں ایک بات تھی) فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا پھر جس کو غلام میسر نہ آوے تو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ دوسری بات ہوئی۔ ان روزوں میں بھی یہ شرط ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے پہلے رکھے اگر دس بیس روزے رکھ کر بیچ میں بیوی سے صحبت کر لی تو نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ رات میں نہ دن میں کفارے سے پہلے بیوی کو ہاتھ لگانا نہ چاہیے عمداً تو عمداً اگر سہواً بھی کر بیٹھے گا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر رات میں بیوی سے صحبت کی تو اس سے تتابع میں فرق نہ آویگا۔ امام مالکؒ و امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تتابع نہ رہا پھر نئے سرے سے رکھے اور جو کسی عذر سے اس نے دو مہینوں کے روزوں میں سے کوئی روزہ نہ رکھا تو اسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نئے سرے سے رکھے

ف ۱ اصحاب سنن اربعہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا کفارہ ادا کرنے سے پہلے اسکے ساتھ صحبت کر لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تونے کسلئے کیا اس نے عرض کیا کہ چاندنی رات میں اس کی پازیب اور گوری پنڈلی دیکھ کر نہ رہ گیا فرمایا کفارہ دینے تک اسکے پاس نہ جانا ۱۲ منہ ۔ ف ۲ اتفاق ۱۲ منہ

بعض کہتے ہیں نہیں۔ پھر اگر بیماری یا بڑھاپے یا کسی معتبر عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلا دے فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا۔ صبح و شام دو وقت پیٹ بھر کے معمولی کھانا ہو اور معمولی کھانے والے ہوں۔ اور جوان کو کھانا پختہ یا غیر پختہ دے کر اپنے گھر جا کر کھالیں تو کس قدر فی کس دے؟ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ہر مسکین کو گیہوں کا نصف صاعؑ اور جو چھوارے کا پورا صاع دے یا ان کی قیمت دیدے اور دلیل ان کی حدیث اوس بن الصامتؓ و سہل بن صخر کی ہے جسمیں نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو چھوارے دینے کا حکم آنحضرت صلعم نے دیا ہے۔ اور نیز صدقۃ الفطر میں یہی مقدار آئی ہے اور صدقات واجبہ برابر ہیں۔ یہ حدیثیں ابوداؤد احمد و طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہر ایک مسکین کو ایک مد دے جو مد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم وزن ہو اور وہ ایک رطل اور ثلث مقدار کی ہے :۔

مسئلہ۔ اگر ساٹھ روز تک ایک ہی مسکین کو دے گا تو کافی ہوگا اور اگر ساٹھ روز کا ایک فقیر کو ایک ہی روز دیدیگا تو یہ صرف ایک روز کا دینا سمجھا جاویگا (ہدایہ) آیت میں جہاں کھانا دینے کا ذکر ہے۔ اس جگہ من قبل ان یتماسا کی قید نہیں جیسا کہ غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے میں تھی۔ اس سے امام ابوحنیفہؒ یہ بات کہتے ہیں کہ ہر چند کھانا پہلے کھلانا واجب ہے اور جو کسی نے کھانا کھلانے سے پہلے صحبت کر لی تو یہ کفارہ کافی ہو جائیگا یعنی ہنوز مساکین دوسرے وقت کا کھانا نہ کھانے پائے تھے اس نے صحبت کرلی برا کیا استغفار کرے مگر کفارہ ادا ہو گیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں گو اسجگہ قید من قبل ان یتماسا مذکور نہ ہو مگر اس سے پہلے دو چیزوں کے ادا کرنے میں مذکور ہو چکی ہے یہاں بھی وہی مراد ہے۔ یہ کفارہ ادا نہ ہوگا :۔

جمیع آیت سے متعلق بحث۔ اللہ تعالیٰ نے الذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ الخ ارشاد فرمایا۔ جس سے کئی باتیں پیدا ہوئیں (۱) ثم یعودون لما قالوا بہ تحریر رقبہ الخ کا سبب ثابت ہوتا ہے جس سے تحریر پر ف سببیہ آئی پھر اگر کوئی ظہار کرے رجوع کرنا نہ چاہیئے تو کفارہ لازم نہ ہوگا گیا عورت کو عمر بھر یوں ہی لٹکائے رکھ سکتا ہے؟ فقہا فرماتے ہیں عورت کفارہ ادا کئے بغیر مرد کو اپنے پاس نہ آنے دے اور مرد کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے کیونکہ ادا نہ کرنے میں عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں حاکم سے رجوع کر کے کفارہ ادا کرالے (کبیر) :۔

(۲) من نسائہم کے لفظ میں وسعت ہے کہ اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور چاروں کو ایک بار خطاب کر کے یہ کہدے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہو یعنی حرام۔ یہ چار ظہار گنے جاویں گے اور چار کفارے دینے پڑیں گے جس سے صحبت کرنیکا قصد کریگا پہلے کفارہ دے گا جیسا کہ ایک ساتھ سب کو طلاق ہو سکتی ہے۔ ظہار بھی ہو سکتا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ شافعیؒ حسن بصریؒ زہریؒ سفیان ثوریؒ وغیرہم کا قول ہے۔ امام مالکؒ و امام احمد حنبلؒ کہتے ہیں کہ ایک کفارہ دینا ہوگا اور عمرؓ و علیؓ و عروہؒ و طاؤسؒ و عطاؒ و شعبیؒ سے بھی منقول ہے۔ یہ لوگ یمین باللہ پر قیاس کرتے ہیں ایلا میں۔ فتح القدیر :۔

(۳) اگر کوئی ایک بار ظہار کر کے اور کفارہ دیکر پھر ظہار کرے تو ف سببیہ یہ کہہ رہی ہے کہ کفارہ دینا ہوگا تکرار علت سے معلول مکرر ہوگا (ہدایہ) کفارے کے بعد پابندی احکام کی بابت تاکید فرماتا ہے فقال ذلک یہ تعلیم احکام اسلئے ہے کہ اللہ اور رسول پر بجا آوری احکام میں ایمان لاؤ اور اسکے حدود پر قائم رہو اور کافروں کو عذاب الیم ہے اور خدا کو ناخوش کرنے والے عزت نہیں پاتے ایک روز ذلیل ہونگے جیسا کہ پہلے لوگ ہوئے۔ ہم نے آیات بینات نازل کر دیں انکو جو نہ مانے اس پر خدا کی مار اور ذلت کا عذاب ہے اس روز ان سب کو اللہ اٹھا کر انکے اعمال بتائیگا اللہ نے انکو لکھ رکھا ہے یہ بھول گئے ہیں اللہ کے نزدیک سب چیز حاضر ہے۔ اس میں مسئلہ معاد بھی کس لطف سے ثابت کر دیا اور آخرت کا ذکر بھی جو انسان کو نیکی پر تحریک دلاتا ہے :۔

۱ صاع پختہ تول سے جس کا اسی روپیہ کلدار کا سیر ہے تخمیناً ساڑھے چار سیر کا وزن ہے اور مد ایک سیر سے کچھ کم ہے ۱۲ منہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (ایسا نہیں) کہ جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو

خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا

پانچ میں ہوتا ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو یا زیادہ کی مگر وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر انکو قیامت کے روز جتا دیگا کہ جو

عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

کیا کیا کرتے تھے کیونکہ اللہ ہر شے سے واقف ہے کیا آپ نے اے رسول انکو نہیں دیکھا کہ جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کر دیا تھا پھر بھی وہ اس

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ

سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے مشورہ کرتے ہیں اور جب آپکے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان

يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

الفاظ کے ساتھ صاحب سلامت کرتے ہیں کہ جن سے اللہ نے نہیں کی اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں جو کچھ ہم کہتے ہیں اس کے لئے اس پر ہمکو عذاب نہیں دیتا ان کے لئے جہنم بس ہے جس میں گریں گے

ترکیب - مایکون جملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من سعۃ علمہ۔ یکون من کان التامۃ وقری تکون من التاء اعتبار التانیث النجوی۔ ان کان غیر حقیقی۔ نجوی مصدر کالتناجی وقال الزجاج النجوی مشتق من النجوۃ وہی ما ارتفع من الارض فان السر امر مرتفع عن استماع الغیر کالارض المرتفعۃ لارتفاعہا انفصلت عن اتصال غیر۔ ثلاثۃ مجرور باضافۃ نجوی الیہ او علی انہا موصوفۃ بہا بتقدیر مضاف الاستثناء مفرغ من اعم الاحوال۔ ولا خمسۃ ای ولا نجوی خمسۃ ولا اکثر معطوف علی العدد وقری بالرفع علی الابتداء ؛

تفسیر پہلے فرمایا تھا واللہ علی کل شئی شہید کہ اللہ کے نزدیک ہر چیز حاضر و موجود ہے[۱۲ منہ تنگی المجلس للنجاوی ترہیب] - اب اس جگہ اس وسعت علمی کی تشریح فرماتا ہے تاکہ ہر مکلف کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دلی خطرہ بھی خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ جزا دیگا اس بات پر یقین آنا انسان کا بڑا ہادی اور منہیات سے منع کرنیوالا ناصح مشفق ہے فقال الم تر کہ کیا اے انسان تو نہیں دیکھتا (کیلئے کہ اس بات کے دلائل تیرے آگے ظاہر ہیں پھر جاننا بمنزلہ دیکھنے کے ہے اور یہ بات محسوس و مشاہدہ ہو گئی ہے) کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کی سب چیزیں معلوم ہیں۔ انسان کی مخفی اور مشورہ نہانی کی باتیں بھی اسکو معلوم ہیں جہاں تین شخص ملکر مشورہ کرنے بیٹھتے ہیں چوتھا ان کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور جو چار ہوتے ہیں تو وہ پانچواں ہوتا ہے اور پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہوتا ہے (غالباً مخفی مشورہ میں کم تین ہی ہوا کرتے ہیں جن کی اکثر یہ تعداد یہ ہوتی ہے) خواہ کم ہوں خواہ زیادہ ہر حال میں اللہ انکے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے روز جتا دیگا کہ کیا کرتے تھے وہ ہر بات جانتا ہے۔ مخفی مشورے کے ذکر کے بعد خاص مشورہ ہی کی بابت ایک مناسب حکم دینے کا موقع آگیا اسلئے بری باتوں کے لئے مخفی مشورت اور کانا پھوسی کی ممانعت کس عمدہ پیرایے میں بیان فرماتا ہے۔ فقال الم تر الی الذین نہوا عن النجوی کہ اے پیغمبر (صلعم) کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ جو مخفی مشورہ سے منع کئے گئے تھے وہ باز نہیں آتے پھر کرتے ہیں اور کس بات کی کانا پھوسی کرتے ہیں؛ گناہ اور بغاوت کی۔ رسول کی نافرمانی کی۔ اور اسی پر بس نہیں جب وہ اے رسول تیرے پاس آتے ہیں تو سلام اس طرح سے کرتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے نہیں کیا خدا نے سلام علی عبادہ الذین اصطفی فرمایا ہے اور السلام علیکم سنت قرار پائی ہے مگر یہ کم بخت ان لفظوں سے سلام نہیں کرتے یا تو السام علیک زبان دبا کر کرتے ہیں یا انعم صباحا وغیرہ الفاظ ؛ اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو دلبری سے کہتے تھے خدا ہماری باتوں پر کیوں عذاب نہیں دیتا انکو جہنم کی سزا ہے مگر جلدی نہیں کرنا وہ بہت بری جگہ ہے۔

معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینے کے منافق اور بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود جو اس پاس رہتے تھے مسلمانوں کو حیران و پریشان کرنیکے واسطے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھ کر سرگوشی کرتے اور آنکھوں بھوؤں سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے اس سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیونکہ اسوقت بدامنی تھی کفار کا غلبہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع فرما دیا تھا مگر پھر بھی باز نہ آتے تھے اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ۔ جو شعار اسلامیہ ہے کہیں السام علیک کہیں انعم صباحا کہتے تھے مقصود خلاف کرنا ہوتا تھا؛

ا؎ سلام موت مدینے کے یہود ایسا کرتے تھے بدبخت لوگوں میں ایسی کمینگی اور چالاکی اور گستاخی کی عادت اخلاق کریمانہ کی جگہ ہو جاتی ہے۔ ۱۲ منہ

۲؎ اسلام کا آسمانی قانون جسطرح روحانی اور اخلاقی امور کی تعلیم کرتا ہے اسی طرح بعض رسمی اور ظاہری باتوں کو بھی بڑے زور سے قائم کرتا ہے خصوصاً ایسی وضع و اطوار کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کرتے تھے جو انکے دین کے نشان اور علامات قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ داڑھی رکھنا مونچھیں کتروانا ختنہ کرانا زیر ناف کے بال لینا سنت کرنا کہ جس میں بوقت ملاقات السلام علیکم کہنا اسکا غلبہ اور قوموں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان باتوں میں پیروی کریں اور دوسروں کو جھکانا ہے تمدن اور فاحشہ کی طرح ہر ایک کی طرف آپ اپنے کپڑے وضع بدل کر نہیں چاہتا دیکھو آجکل ہندوستان میں انگریزی لوگوں کو اپنی زبان اور اوضاع کی طرف کھینچ رہی ہے ہمارا ملکی مصلحت یہ تھی کہ خود انگریز رعایا کی زبان و اطوار کا تتبع کرتے۔ ۱۲ منہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ

اے ایماندارو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کیا کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا

اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس کے پاس تم کو جمع کر جانا ہے ایسا سرگوشی تو صرف شیطانی بات ہے تاکہ ایمانداروں کو رنج ہو حالانکہ انکو بغیر اللہ کے حکم کے کچھ بھی ضرر نہیں دے

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ

سکتی اور ایمان دار تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ایمان والو جب تم کو کہا جائے کہ بیٹھنے کی کشادگی کرو تو کھل بیٹھو خدا تم کو فراخی دے گا

لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اور جب اٹھ جانے کو کہا جائے تو اٹھ جایا کرو۔ جو تم میں سے ایماندار ہیں اور ان کو جنکو علم دیا گیا ہے درجے بلند کریگا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے

ترکیب۔ لیحزن خبر آخر لانما النجوی والاول ابن الشیطان والذین اوتوا العلم فی کل الخصیب لکونہ معطوفا علی الذین آمنوا درجات منصوبۃ بالتمیز۔

تفسیر پہلے مخفی مشاورت کی برائی بیان ہوئی تھی اب یہاں مسلمانوں کو مشورے کی بابت حکم دیتا ہے فقال یاایہا الذین آمنوا الخ کہ مخفی مشورہ بالکل ممنوع نہیں ہاں اگر ہو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی بابت نہ ہو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کیلئے ہونا چاہیئے اور اگر مصالح دنیاویہ کی بابت ہو بشرطیکہ گناہ اور بغاوت اور نافرمانی رسول نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کے پاس جمع ہونا ہے قیامت میں یا مرنے کے بعد عالم ارواح میں۔ اب اس پہلے مخفی مشورہ کی حالت بیان فرماتا ہے انما النجوی الخ کہ وہ مشورہ شیطانی اور مسلمانوں کو رنج دینے کیلئے ہے اور خدا کی مرضی بغیر اس سے ضرر تو کیا دے سکتے ہیں؟ اور ایمانداروں کا اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے وہ مخفی مشورہ اور اشارہ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے یعنی نہ کرنا چاہیئے۔

مخفی مشورہ جس طرح مجلس میں حضار جلسہ کی پریشانی و رنج کا باعث ہے بلاضرورت کرنا وہ ممنوع کیا گیا اسی طرح مجلس میں پھیل کر بیٹھنا اور آنیوالے کو جگہ نہ دینا یا خواہ مخواہ جگہ تنگ کرنیکے لئے اڑ جانا بھی اہل مجلس اور قومی جماعت اور سردار کو رنج دینے والی بات تھی۔ اسلئے اسکی بھی اصلاح کرنی ضرور تھی فقال یاایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا الخ یہ نشست و برخاست کی بابت دو حکم ہیں جو سراپا تہذیب ہیں (۱) یہ کہ جب مجالس میں (عام ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو یا کسی دینی بزرگ کی یا وعظ و پند کی یا مصالح دینی و دنیوی میں مشورہ کرنیکی یا کوئی تدبیر ملکی و مصلحت قومی کی) تنگ ہو کر نہ بیٹھو اور جب تم کو سردار کشادہ ہونیکا حکم دے تو کھل کر بیٹھو اللہ تمہارے لئے کشائش عطا کریگا دنیا میں اور دنیاوی امور میں قبر میں آخرت میں۔ نہم و عقل میں۔ دائرہ محبت و اخوت اسلامی وقومی میں۔ مجالس میں کھل کر بیٹھنے سے دائرہ محبت و تہذیب کھل جائے گا (۲) واذا قیل انشزوا الخ کہ جب تم کو سردار جانے کیلئے کہے تو چلے جاؤ حکم سن لیا جو کام تھا کر لیا چل دیئے اژدحام کرنیکو اڑ کر نہ بیٹھو کہ سردار پر اور دیگر آنے والوں پر شاق گذرے۔ دعوت و عبادت میں بھی زیادہ جم کر نہ بیٹھنا چاہیئے۔ تم سردار کے کہنے سے مجلس سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو خدا تمہارے میں سے ایمانداروں بالخصوص علم والوں کے درجے بلند کریگا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے یعنی تم اٹھنے میں جو بلند ہوتے ہو تو درجے میں بھی بلندی حاصل کرتے ہو عجب پر معنی الفاظ ہے یہ بھی اور اس سے پہلا یفسح اللہ بھی۔ اس آیت میں اہل مجلس کے مراتب بھی اشارۃً بیان کر دیئے کہ اسلامی مجلس میں ترجیح ایمان و علم سے ہے نہ کثرت مال و اسباب و زن و فرزند سے۔ علم کے فضائل احادیث صحیحہ میں اس قدر بیان ہیں کہ جنکے ذکر کو ایک دفتر چاہیئے۔

مباحث - (۱) مشورہ اور ہے جس کا حکم خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وشاورہم فی الامر فرمایا - نجویٰ اور چیز ہے نجویٰ بھی مشورہ ہے مگر مخفی اور تھوڑے آدمیوں میں ہوتا ہے اور مشورے میں یہ قید نہیں بلکہ کبھی وہ علیٰ رؤس الاشہاد سب کے سامنے ہوتا ہے رائیں سقم وصحت دریافت کرنے کیلئے جو کسی خاص بات میں دیجاتی ہے - یہ عمدہ چیز ہے کسلئے کہ ہر قسم کے لوگ اور مختلف ذہن اور دماغ والے (جو مختلف تجربے اور کامیابی وناکامی کی ورزش کئے ہوئے ہوں) کسی بات پر توجہ کرنا مجموعی قوت کے لحاظ سے بڑا اثر رکھتا ہے۔

اسلامی سلطنت جو آسمانی سلطنت کے نام سے بائبل میں نامزد کی گئی ہے اسی مشورے پر مبنی تھی اور جمہوری تھی مگر رفتہ رفتہ بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یا قومی نحوست وبدبختی سے جسطرح اور باتوں میں فرق آگیا اسمیں بھی آیا سلطنت شخصی رہ گئی جسمیں ایک ہی شخص پر تمام بار پڑتا ہے اگر وہ لائق مدبر اور اولو العزم ہوا تو اس نے بڑے بڑے کارنمایاں کئے اور اس کے مرتے ہی چراغ گل ہوگیا - اور اگر جمہوری ہوتی تو کیوں چراغ گل ہوتا اور نیز شخصی سلطنت میں بادشاہ کو غیر محدود اختیارات حاصل ہونیسے وہ لہو ولعب جور وظلم خلاف قانون مذہب وملت خلاف دستور جو چاہے کر سکتا ہے - خزانۂ شاہی خاص اسکی ملک ہوتا ہے جسکا بڑا حصہ اسکے شہوانی اور آسائشی وآرائشی کاموں میں صرف ہوتا ہے اور پھر اسکو انتظام ملک تدابیر سلطنت وبقائے قوت اعوان وتحفظ جماعت ونظر قوانین سلطنت وملک وملت وانتخاب کارکنان سلطنت کیلئے کوئی وقت بھی نہیں ملتا اس غافل کے کارکن وقت کو غنیمت جان کر خوب دست برد کرتے ہیں اسلئے ملک برباد سلطنت تمام ہوجاتی ہے اور نیز بدخواہان سلطنت یہ سمجھ کر کہ اسی ایک شخص کے مارنے سے ملک ہاتھ لگتا ہے مارنے میں کوشش کرتے ہیں جسلئے بادشاہ اپنی جان کو سپاہیوں کی حفاظت میں رکھتا ہے اور کھانے پینے پھرنے چلنے میں اسکی آزادی جاتی رہتی ہے وہ ایک قیدی یا ایک بیچارہ ہوتا ہے جو ہر کہیں نہیں جاسکتا ہر کسی کے ہاتھ کھانا کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اسکو اپنی بیوی اور اولاد اور خاندان سے بھی اطمینان نہیں رہتا یہ کیسی مصیبت ہے! اگر جمہوری ہو تو اسکا بوجھ بھی بٹ جائے اور نہ کوئی اسکے مارنے کا قصد کرے نہ اسکے مرنیسے اپنی کامیابی تصور کرے کیونکہ جانتا ہے قوم کو اختیار ہے وہ بعد میں بھی باقی ہے ہمارے بادشاہوں نے باغ لگائے سڑکیں بنائیں قلعے مستحکم چنے مگر ایسے پودے نہ لگائے کہ انکی چھاؤں میں ملک وسلطنت کو بیٹھنا نصیب ہوتا یعنی جمہوری کر دیتے قوم وملک میں ایسے حوصلے اور علوم کارآمد شائع نہ کئے کہ جس سے عمدہ افراد پیدا ہوتے اور ہر شخص ملک وسلطنت کو اپنی جان کر سچی ہمدردی اور کامل سرگرمی کرتا:

نجویٰ یعنی کانا پھوسی اور وہ بھی ایک مجلس میں خصوصاً بڑے شخص کے سامنے دینی ودنیاوی شہنشاہ رسول کریم صلعم کے روبرو بد معاشوں اور چھوٹوں کا کمینہ فعل ہے اسلئے اسکو من الشیطان اور مومنین کو رنج رساں کہا تھا اسلئے ان آیات میں اذا تناجیتم الخ اس پیرایہ سے ذکر کیا کہ جس سے نجویٰ کی کوئی خوبی اور بہتری نہیں نکلتی کیونکہ یوں فرمایا کہ اگر سرگوشی کرو یا جب کبھی سرگوشی کرو تو بُری باتوں کیلئے نہ کرو - اچھی باتوں کیلئے کرو وتناجوا بالبر الخ اس تقدیر پر پہلے کلام کا تتمہ ہے مستقل حکم نہیں:

(۲) اثم گناہ - عدوان - سرکشی بغاوت معصیت الرسول رسول کی نافرمانی یہ تین باتیں ہوئیں بظاہر تینوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں گناہ سب کو شامل ہے مگر گناہ دو قسم کے ہیں ایک بندوں کی حق تلفی ان پر ظلم وزیادتی دوسرے خدا تعالیٰ کے گناہ نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا وغیرہ پہلے گناہ کی تفسیر بالتفصیل عدوان کے ساتھ اور دوسروں کی معصیت الرسول کے ساتھ کی کسلئے کہ ان امور کا ثبوت کہ جن کے ترک وفعل سے گناہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ہے بوحی متلو یا غیر متلو اور اسمیں باریک فرق ہے جسکے ذکر کی کوئی گنجائش نہیں - (۳) بر نیکی نیک سلوک کرنا تقویٰ پرہیزگاری بر عدوان کے مقابلے میں اور تقویٰ معصیت الرسول کے مقابلے میں ذکر کی اور جسطرح اثم نہی میں دونوں کو شامل تھا اسی طرح یہاں امر میں اتقوا اللہ دونوں کو شامل ہے اور اللہ کی صفت میں الذی الیہ تحشرون کا ذکر منہی عنہ سے بچنے اور مامور بہ کے بجالانے کا باعث ہے کیونکہ جب انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ ہم سب کو خدا کے پاس جمع ہونا اور بندوں کے حقوق کا مطالبہ ہونا اور اپنے گناہوں سے بھی پوچھا جاتا ہے تو بُری باتوں سے بچیگا اور نیک باتوں کو کریگا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَٰجَيْتُمُ ٱلرَّسُولَ فَقَدِّمُوا۟ بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَىٰكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ

اے ایماندارو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنے مشورہ سے پہلے صدقہ دے لیا کرو یہ تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ءَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا۟

لئے بہتر اور ستھری بات ہے پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ غفور الرحیم ہے کیا تم اپنے مشورہ سے پہلے صدقہ دینے سے

بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَىٰكُمْ صَدَقَٰتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا۟ وَتَابَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَ

ڈر گئے پھر جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے تمکو معاف بھی کر دیا۔ تو نماز پڑھا کرو اور

ءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کیا کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے

ع ۲

ترکیب - اذا ناجیتم الرسول الشرط فقدموا جوابہ والجملۃ ندا بین یدی بمعنی قبل ای قبل نجواکم۔ ہو ظرف لقدموا وصدقۃ مفعولہ ذلک مبتدا خیر لکم خبرہ واطہر خبر بعد خبر و شفقۃ مہربانی شفق کذلک۔ اشفاق ترسیدن از کسے یا چیزے از مہربانی بر سے صلۃ بعلی و بمعنی ترسیدن از سے صلۃ بمن

تفسیر - پہلے صرف سرگوشی کی برائی بیان فرمائی تھی کہ یہ شیطانی کام اور رنج دہندہ بات ہے۔ خیر یہ تو انکی باہمی مشورت کیلئے حکم تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خواہ مخواہ سرگوشیاں کر کے مسلمانوں کو وحشت دلاتے تھے۔ مگر منافق تو عجب حیلہ گر تھے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنی اختیار کی۔ بات کچھ نہیں یوں ہی مشیخت جتانے کیلئے اور اسلئے کہ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و پند تلقین کرنیکا موقع نہ ملے۔ مسلمانوں کو کسی بات کے دریافت کرنے کا موقع ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے کہ آپ سے کچھ مخفی طور پر عرض کرنا ہے کان جھکا کر ادھر ادھر کے قافیے ملانے لگتے۔ آپ سراسر اخلاق مجسم تھے جانتے تھے کہ بیہودہ کام کی بات میں مشورہ نہیں مگر پھر بھی اخلاق کریمانہ سے کسی کی دل آزاری بھری مجلس میں پسند نہ کرتے تھے مسلمانوں پر شاق گزرتا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ ایک خاص حکم اس بارے میں نازل فرما دیا فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الخ کہ اے مسلمانوں جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اس سے پہلے صدقہ دے لیا کرو۔

ایسی سرگوشیاں منافق کیا کرتے تھے مگر رسول پاک کے تو اخلاق کریمانہ تھے ہی اللہ تعالیٰ کی ستاری و دلجوئی کو دیکھو یہ نہ فرمایا کہ اے منافقوں جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو اسمیں کئی باتیں بُری پیدا ہو جاتیں ایک تو ان منافقوں کا پردہ کھل جاتا۔ دوسرے منافق کہنے میں انکو بڑی ندامت و شرمندگی و رنج ہوتا۔ تیسرے اخلاص و ایمان کی امید ان سے منقطع ہو جاتی کس لئے کہ جب اللہ نے انکو منافق کہہ دیا تو پھر مومن کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سے لوگ اخیر میں مخلص اور سچے ایماندار ہو گئے گویا آمنوا کے لفظ سے ان کے حق میں نیک فالی اور ایک طرح کی پیشین گوئی اور ایک مژدہ تھا جو تھے اس میں منافقوں ہی کی تخصیص ہو جاتی ایمانداروں کیلئے یہ حکم نہ ہوتا حالانکہ انکے لئے بھی تھا کس لئے کہ رسول خدا سے ہر کس و ناکس کا ہر بات میں مخفی طور سے سرگوشی کرنا منصب رسالت کے کاموں میں ہرج کرنا ہے اور رسول کو اسکے اعلیٰ مقاصد سے روکنا ہے فی الجملہ یہ بھی ایک قسم کی خطا ہے جس کا کفارہ اسکے وقوع سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا۔ یعنی یہاں ادھار نہیں نقد النقد ہے۔ پہلے صدقہ دے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرو۔ پانچویں اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب ہم نے مسلمانوں کو ان کی ضروری اور غیر ضروری باتوں میں صدقے کا حکم دیا تو منافقوں کو کیوں نہ حکم ہو کہ وہ نہ دیا کریں۔ کیا پُر حکمت بول چال ہے۔ انہیں باتوں کی رعایت رکھنا تو اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے ؛

اس صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں تھیں (۱) ایک تو یہی کہ اس ہرج کا کفارہ ہے (۲) یہ کہ اس میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے (۳) مخلصین وغیر مخلصین کا امتحان ہے (۴) فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔ (۵) سب سے بڑھ کر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد ہے پہلے تو مفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کان میں کہہ دینا آسان بات تھی مگر اب تو صدقہ دینا پڑا اسلئے یہ سرگوشی بہت کم ہوگئی اور کس لطف کے ساتھ کم کی گئی؟ - دنیا کے عقلاء جب کسی بات کی قلت اور اس کا انسداد چاہتے ہیں تو دفعۃً اس کے بند اور معدوم کرنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ اس پر کوئی ٹیکس یا جرمانہ یا فیس قائم کر دیتے ہیں جس کی صدہا نظائر آجکل موجود ہیں۔ قرآن روحانی اخلاق تو سکھاتا ہی ہے دنیاوی تدابیر بھی تعلیم کرتا ہے۔ نیک لوگوں نے اس مسئلہ کو اپنے اخلاق ذمیمہ کم کرنے پر بہت برتا ہے اور خوب عمدہ نتائج پیدا کئے ہیں۔ کسی بزرگ نے التزام کر رکھا تھا کہ اگر کسی کی غیبت یا کوئی جھوٹی بات یا کوئی ایذاء دہندہ کلمہ منہ سے نکلے گا تو سات روزے رکھوں گا دو ایک بار روزے رکھے پھر نفس کو خبر ہو گئی زبان بھی کھل گئی اسی طرح اور باتوں پر بھی ایسے احکام لگا رکھے تھے ایسے باخدا اپنی اصلاح میں شب و روز سرگرم رہتے ہیں اور یہی جہاد اکبر ہے جس نے نفس پر اس کی شہوانی خواہشوں کے روکنے میں فتح پائی اس نے انہیں جاودانی کو حاصل کر لیا ؛

ف آیت میں اس صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہ ہوئی کہ کس قدر؟ اور نہ تعیین کہ کیا چیز؟ اور کس کو دے ان سب باتوں کو سہولت کے لئے عرف پر چھوڑ دیا اور صدقہ نکرہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا **مسئلہ** یہ صدقہ کیا واجب تھا یا مندوب؟ بعض علماء کہتے ہیں واجب تھا بعض کہتے ہیں مندوب تھا۔ آیت کے اخیر الفاظ بتا رہے ہیں جیسا کہ فان لم تجدوا۔ واشفقتم الخ خیر جو کچھ ہو مگر کیا یہ حکم اخیر تک باقی رہا تھا یا منسوخ ہو گیا تھا؟ - اکثر علماء کہتے ہیں کہ منسوخ ہو گیا تھا اور یہ اخیر جملے جو بعد میں نازل ہوئے تھے ناسخ ہیں اور وہ یہ ہیں فان لم تجدوا الخ اور ءاشفقتم الخ اور یہ سرگوشی کی عادت بھی جاتی رہی تھی جو مسلم کہتے ہیں جن جملوں کو ناسخ قرار دیتے ہو ان میں کوئی بات پہلے حکم کی مخالف نہیں یا تاکید ہے یا تشریح پھر کیونکر ناسخ کہا گیا؟ - بلکہ یہ حکم باقی رہا اسکی وجہ سے یہ فصل بھی جاتا رہا اور بہت سے منافق رفتہ رفتہ مخلصین ہو گئے ؛

صدقے کی نسبت فرمایا تھا ذٰلک خیر لکم واطہر کہ یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ بات ہے۔ بہتر میں۔ چار اخیر مصلحتوں کی طرف اشارہ ہے اور اطہر میں پہلی مصلحت کی طرف۔ پھر فرماتا ہے فان لم تجدوا الخ اگر تمہیں صدقہ دینے کا مقدور نہ ہو تو خیر معاف ہے پھر اسی پہلی آیت کے تمام مضمون کی تاکید کرتا ہے فقال ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات کہ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے؟ - یعنی نہ ڈرو صدقہ دو صدقے میں بہتری اور پاکیزگی ہے فاذ لم تفعلوا۔ پھر اگر نہ کرو جیسا کہ فان لم تجدوا میں ذکر تھا۔ یعنی بے مقدوری کی وجہ سے صدقہ نہ دے سکو اور تاب اللہ علیکم اللہ نے تم کو معاف بھی اسی حالت میں کر دیا ہے تو اقیموا الصلوٰۃ الخ نیک کام کیا کرو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اس پر کوئی بات مخفی نہیں ؛

ف پہلے تو صدقہ مفرد لفظ فرمایا تخفیف کیلئے کہ حکم کے وقت مامور بہ کو تھوڑا دکھانے میں مکلف کی ہمت بڑھتی ہے کہ یہ تھوڑی سی بات ہے اسے کر دونگا مگر اخیر میں بلحاظ افراد مخاطبین۔ بافراد صدقہ جمع کا لفظ صدقات ارشاد فرمایا ؛

ف بعض علماء فرماتے ہیں خصوصاً جو اسکے منسوخ ہونیکے قائل ہیں کہ فاذ لم تفعلوا میں بے مقدوری میں صدقہ نہ دینا مراد نہیں کیسلئے کہ اگر یہ ہوتا اقیموا الصلوٰۃ کے بعد آتوا الزکوٰۃ نہ فرماتا کس لئے کہ مفلس کیا زکوٰۃ دے گا جو تھوڑا سا صدقہ نہ دے سکا؟ بلکہ حکم کو منسوخ کرتا ہے کہ اگر ایسا نہ کرو تو تمہیں اختیار ہے۔ اس تقدیر پر یہ پہلی آیت کی تصریح و تاکید نہیں بلکہ جدید حکم ہے ؛

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ

کیا آپ نے انکو نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کر رکھی ہے کہ جس پر اللہ کا غضب ہے نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں کے اور جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھایا کرتے ہیں

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ

اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے وہ جو کچھ کر رہے ہیں بُرا ہے اپنی قسموں کو آڑ بنا لیا ہے

جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ لَّن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ

سو (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں سو ان کیلئے ذلت کا عذاب ہے ہرگز اللہ کے مقابلہ میں نہ تو ان کے مال ہی کچھ کام آئینگے اور نہ انکی اولاد ہی کچھ

اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ

کام آئیگی یہ دوزخی لوگ ہیں سدا اس میں رہا کریں گے جس دن کہ اللہ ان سب کو قبروں سے اٹھائیگا تو اسکے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں

كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ

کھایا کریں گے جیسا کہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ رستہ پر ہیں دیکھو یہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے قابو پا لیا ہے پھر اس نے انہیں

فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اللہ کی یاد بھلا دی یہی شیطان کا گروہ ہے دیکھو شیطان کا گروہ ہی خسارے میں رہے گا

ماہم منکم ولا منہم جملۃ مستانفۃ او حال من فاعل تولوا ویحلفون عطف علی تولوا داخل فی حکم التعجب وصیغۃ المضارع للدلالۃ علی تکرار الحلف وتجددہ وہم یعلمون حال من فاعل یحلفون تفید شناعۃ قولہم ای الحالف علی ما یعلم انہ کذب فی غایۃ القبح۔ یوم یبعثہم قیل ظرف لقولہ تعالیٰ لہم عذاب مہین ۞

تفسیر: پہلی آیات میں منافقوں کے اعمال بد کو ذکر کیا تھا جو اہل ایمان کی ایذا اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے یعنی کانا پھوسی کرنا۔ اب اسی گا انکی دوسری بدعادت ایذا دینے والی ذکر کرتا ہے تاکہ اس سے باز آئیں اور دیگر مسلمان بھی دور رہیں فقال الم تر الخ اور وہ بدعادت یہ تھی کہ منافق اس قوم سے (کہ جس پر غضب الٰہی ہے یعنی یہود) مخفی یارانہ رکھتے تھے اور (اس) یارانے میں بھی سچے اور قائم نہ تھے نہ یہود کے ساتھ نہ اہل اسلام کے ساتھ مذبذبین بین ذلک۔ اور مسلمانوں کے روبرو آ کر جھوٹی قسمیں کھایا کرتے۔ یہ مجموعہ ناپسند اور ایذا دہ کام تھا۔ اگر یارانہ یہود سے کیا تھا تو صاف کہہ دیتے مسلمان پھر ان سے بھی خبردار رہتے۔ اس سازش کو چھپانا اور بھی ظلم تھا۔ اس مکروہ بات کو تعجب کے صیغہ میں بیان فرمایا کہ اے نبی تم نے وہ لوگ بھی دیکھے جو ایسا کرتے ہیں؟ اس سے مقصود حضرت صلعم کا دیکھنا دریافت کرنا نہیں بلکہ یہ محاورہ تعجب اور افسوس کیلئے ہے۔ یہود کا نام نہیں لیا بلکہ یوں کہہ دیا کہ ان سے ملتے ہیں جن پر خدا کا غضب ہوا ہے اسلئے کہ یہود سے بالذات حضرت کی کوئی مخالفت نہیں بلکہ مغضوب علیہم مغضوب قوم ہے۔ مقہور اور مدبر لوگوں کے ساتھی ہونے میں انسان خود بھی قہر الٰہی میں آ جاتا ہے ڈوبتی کشتی کا بچانیوالا آپ بھی ڈوبتا ہے یہ ایک بڑی کار آمد بات ہے کبھی بداقبال اور تباہ لوگوں سے میل جول نہ کرے۔ یہود ایک متبرک اور خاندانی قوم تھی دین اور دنیا دونوں ہمت سے [illegible] جس طرح ہر حادثہ کی عمر طبعی ہے قوموں کے اقبال کی بھی ہے انکے اقبال کی عمر ہو چکی تھی مدت سے ستارہ اقبال غروب ہو چکا تھا مگر اپنے بزرگوں کے [illegible] میں پڑے ہوئے تھے اپنے بزرگوں پر تفاخر اور خاندان پر ناز انکا مایہ ہوا تھا اور انہوں نے من گھڑت منصوبے کی بابت سمجھ رکھا تھا کہ ہم انبیاء زادے ہیں دوزخ ہمارے لئے نہیں کسلئے کہ ہم نبی کا جز ہیں اور نبی کا جز بدن جہنم میں نہیں جائیگا ہم جو چاہیں کریں۔ مثلاً دوسرے خاندان کے کسی شخص کو نام نہ لیں اور افسوس مسلمانوں میں بھی بعض لوگوں کی اسکے قریب قریب نوبت آ گئی ہے خصوصاً مصنوعی سید اور نالائق بزرگ زادے ایسی باتیں سنایا کرتے ہیں اور بادشاہوں اور امیروں کی بداقبال اور کمبخت اولاد نمونہ کو نمونہ کام کا وسیلہ جانتی ہے خود کچھ بھی نہیں ہوتے) اسلئے وہ نبی کریم صلعم کے سخت دشمن ہو گئے تھے مدینہ کے پاس انکے دو قبیلے رہتے تھے یہ مدینہ کے منافق ان سے ملا کرتے تھے ان قسموں کو اپنے بچاؤ کیلئے ڈھال بنا رکھا تھا۔ فرمایا ہے انکو ذلت کا عذاب ہے انکے اموال و اولاد آخرت میں کچھ کام نہ آئیں گے کیونکہ خدا کے دشمنوں سے یارانہ کرتے ہیں۔ یہ جہنمی ہیں ہمیشہ وہاں رہیں گے جب اللہ انکو بار دگر زندہ کریگا یعنی قیامت میں وہاں بھی اپنی عادت کے موافق اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے لئے کھاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ مگر جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے قولہ استحوذ علیہم بمعنی غالب آ گئے اسلئے اللہ کو بھول گئے یہ شیطانی گروہ ہے خسارے میں ہے۔ [illegible] یہ بڑے کم بخت لوگ ہیں ۞

ف: وہم یعلمون کی قید سے جاحظ کا قول غلط ہو گیا [illegible] کہ خلاف واقعات [illegible] جب [illegible] ہوگا کہ جب جان کر [illegible] کہ یہ خلاف واقع ہے کس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہم یعلمون [illegible] بلکہ [illegible] جھوٹ [illegible] بے خبری میں خلاف واقع [illegible] [illegible]

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿﴾

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ہو کر رہیں گے اللہ نے لکھدیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے کیونکہ اللہ زبردست اور زورآور ہے

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ

آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ

عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

یا بھائی یا کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھدیا ہے اور اپنی روح سے مدد بھی کی ہے اور وہ انکو ایسے باغوں میں داخل کریگا

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿﴾

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ سدا رہا کریں گے اللہ ان سے خوش ہوگا اور وہ اس سے خوش یہی ہے اللہ کا گروہ دیکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہو کر رہیگا

ترکیب - اولئک الجملۃ خبر ان الذین لا تجد ما یتعدی الی مفعولین نحو قولہ تعالی یوادون مفعولہ الثانی واما متعدی الی واحد فقولہ یوادون حال من مفعولہ لتخصصہ بالصفۃ وقیل صفۃ لقوماً ولو کان متصلۃ بقولہ لا تجد الخ اولئک مبتدا کتب خبرہ وایدہم ویدخلہم معطوف علیہ ؛

تفسیر - یہ کفار کی اسی دوستی کے متعلق بیان ہے کہ جس کا پہلے بیان ہوا تھا کہ خدا کے دشمنوں سے دوستی کرنا اللہ کو ناراض کرنا ہے اور جو اللہ کو ناراض کرتے ہیں وہ ذلیل ہیں منافق یہود سے یارانہ اسلئے رکھتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت ہوگی اور ہم اپنے دشمنوں پر غالب ہو جائیں گے انہیں دونوں باتوں سے انکا محروم رہنا بیان فرمادیا پہلی بات کا اولئک فی الاذلین میں انکا ذلیل ہونا ظاہر ہے کیونکہ کہ عزت والا خدا تعالی ہے ایسے عزت دار کے مخالف کو ذلت کے سوا اور کیا ہے - دوسری کا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ہیں اللہ کے دفتر میں لکھا گیا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے بعض رسول منکروں کے مقابلہ میں گو سر دست مغلوب ہو گئے تھے مگر انجام کار وہ منکر ہلاک و برباد ہوئے اس رسول کے گروہ کے لوگ غالب آئے اسکے بعد کفار و مشرکین سے دوستی رکھنے کی مخالفت کا تاکیدی حکم دیتا ہے فقال لا تجد قوماً الخ کہ اے محمد بلکہ ہر ایک اہل بصیرت تم اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان لانیوالے لوگوں کو نہ دیکھو گے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرنیوالوں سے دوستی رکھتے ہوں خواہ اُن کا باپ ہو یا بیٹا ہو بھائی ہو یا برادری ہو - وہ سچے ایماندار کبھی ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرتے ہیں - اسمیں ان کا بھائی ہو یا باپ یا بیٹا کوئی کیوں نہ ہو وہ کسی کی اللہ کے مقابلے میں پرواہ نہیں کرتے - پھر ان سچے ایمانداروں کے (جو اللہ تعالی کیلئے بھائی بیٹے باپ برادری کی پرواہ نہیں کرتے) چند اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) کتب اللہ الخ کہ اللہ نے انکے دلوں میں ایمان قائم کر دیا - انکے الواح قلوب پر ازلی قلم سے ایمان لکھا گیا وہ صرف زبانی ایمان والے ہی نہیں (۲) وایدہم بروح منہ کہ انکی اپنے ہاں کی روح سے مدد کی روح مؤید کے علماء نے کئی ایک معنی بیان فرمائے ہیں - نور قلب قرآن مجید دشمنوں پر فتحیابی ان سب کو روح کہا گیا اور ایسے ایمانداروں کی تائید ہوئی - سُدّی کہتے ہیں کہ منہ کی ضمیر ایمان کی طرف پھرتی ہے - یعنی انکی روح ایمان سے مدد کی ؛

کاتب الحروف کہتا ہے یہ بھی سہی مگر روح منہ روح القدس ہے جس سے خدا تعالی اپنے نیک بندوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وایدناہ بروح القدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کے حق میں فرمایا تھا اللھم ایدہ بروح القدس پھر روح القدس کیا ہے اور اس سے کیونکر تائید ہوتی ہے اسکا بیان ایدناہ بروح القدس کی تفسیر میں دیکھو (۳) ویدخلہم الخ انکو ایسے باغوں میں رکھے گا کہ جنمیں نہریں جاری ہیں وہاں ہمیشہ رہینگے یہ جسمانی بہشت کی طرف اشارہ تھا (۴) رضی اللہ عنہم الخ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے یہ روحانی بہشت کی طرف اشارہ ہے - یہ سب انعام حضرات صحابہ کے نصیب ہوئے کیونکہ انہوں نے خصوصاً ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ نے جنگ بدر احد وغیرہ مواقع پر اپنے اقارب سے دل کھول کر جنگ کی اور ہر موقع میں آنحضرت کے روبرو اور بعد میں دین پر ثابت قدم رہے اسلئے یہ خوبیاں انکو نصیب ہوئیں اسلئے صحابہ کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنے کا اہل سنت میں قدیم سے دستور ہو گیا ہے (۵) اولئک حزب اللہ کہ یہ اللہ کا گروہ ہے جو فلاح پائیگا - اسلام میں اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ بات عطا کر دی کہ اہل حق کبھی مغلوب نہ ہونگے دیکھو تھوڑے ہی دنوں میں دنیا کی بڑی بڑی عالیشان سلطنتوں پر غالب آگئے اور قیامت تک اہل حق غالب رہیں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے تعجب ہے کہ حضرت علیؓ مغلوب ہو کر عمر بھر تقیہ کے ناگوار گھونٹ پیتے رہے جیسا کہ حضرات شیعہ کا اعتقاد ہے اور وہ تو گیا انکے امام مہدیؓ بھی خائف و مغلوب رہے اور اب تک چھپے بیٹھے ہیں کیا انکے لئے خدا کا یہ وعدہ نہیں ہے ف کفار سے جو مودت و محبت ممنوع ہے وہ دینی امور اور اسلام کے مقابل دنیوی امور میں ہے ورنہ حسن معاشرت و خوش اخلاقی نیکی و احسان جسکے بنی آدم مستحق ہیں یہ ممنوع نہیں ؛

ع ۳

لہ روح حیات کا باعث ہے بطور تشبیہ وغیرہ ان کے استقلال کی حیا کا باعث ہے - اس مشابہت سے ان پر لفظ روح کا اطلاق ہوا ۱۲ منہ

سے حزب اللہ ہونا صحابہ کا یہاں تک ہے کہ اہل بدر کے اسماء گرامی ہمہ وجاو دفع غلبہ اعداد شیاطین کیلئے عجب خاصیت رکھتے ہیں بارہا تجربہ ہوا ہے الحلی روحانیت واسماء شریفہ میں یہ تاثیر خدا نے دی ہے ۱۲ منہ

سے دوسری جگہ غالبون بھی آیا ہے کہ اللہ کا گروہ غالب رہیگا ۱۲ منہ

سورہ حشر مدنیہ ہے اسمیں چوبیس۲۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آیات تین رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کی تقدیس کرتے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے اسی نے تو اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ

لشکر جمع کرنے سے پہلے نکال باہر کر دیا۔ حالانکہ تمکو ان کے نکلنے کا گمان نہ تھا۔ اور وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ انکے قلعے انکو

حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

اللہ سے بچا لیں گے پھر ان پر اللہ کا عذاب وہاں سے آیا کہ جہاں کا انکو گمان بھی نہ تھا اور انکے دلوں میں ہیبت ڈال دی

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۞

کہ اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے آپ ڈھانے لگے پس اے آنکھوں والو عبرت پکڑو

ترکیب۔ مانعتہم بالرفع علی انہ خبر مقدم وحصونہم مبتدا موخر والجملۃ خبران من اللہ متعلق بالجملۃ ویمکن ان یکون مانعتہم خبران حصونہم مرتفع علی الفاعلیۃ یخربون الجملۃ حال او تفسیر للرعب فلا محل لہا۔ وقرئ یخربون بالتشدید للتکثیر وقیل الاخراب التعطیل والتخریب الہدم ؛

تفسیر۔ پچھلی سورۃ میں منافقوں کے افعال ناشائستہ کا ذکر تھا اس سورۃ میں انکے معین و مددگار یہود کی نالائق حرکت اور اس کا نتیجہ ذکر فرماتا ہے کہ عبرت ہو۔ فقال سبح للہ ان آیات میں اور نیز انکے بعد کی آیات میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جسکو مورخین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب پچھلے زمانوں میں یہود پر مصائب پڑے کچھ لوگ ان میں کے عرب میں بھی آرہے تھے۔ بیشتر مدینہ منورہ کے آس پاس آبسے تھے اس خیال سے کہ وہ نبی جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے یہیں آ کر رہیگا اور یہی شہر اس آفتاب کا تجلی گاہ بنے گا مجملہ انکے مدینے کے آس پاس ایک ایک فرسنگ کے فاصلے سے دو فرقے یہود کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر کہلاتے تھے آنحضرت صلعم جب مکہ میں ہجرت کر کے آئے تو یہ دونوں آنحضرت صلعم کے حلیف[2] ہو گئے تھے مگر احد کی جنگ میں جو مسلمانوں کو کفار قریش سے ہزیمت پہنچی تب سے بنی نضیر کے دماغوں میں بھی سرکشی کا مادہ بھر گیا اگرچہ اس سے پہلے بدر کی لڑائی کے بعد ابو سفیان سردار قریش کو بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے اپنے ہاں مہمان رکھا تھا جو آنحضرت صلعم پر شبخون کرنے آیا تھا آخر اسکو مدد دی اور ابو سفیان نے اسکی مدد سے مدینے کے بعض مسلمانوں پر جو اپنے کھیتوں میں مصروف تھے رات کو حملہ کیا مسلمانوں نے خبر پا کر تعاقب کیا یہ تو تھا ہی اب ایک اور نئی بات پیدا ہوئی۔ آنحضرت صلعم بنی نضیر کی گڑھی میں مع چند صحابہؓ اسی عہد نامہ اور معاہدے کی رو سے ایک مسلمان کو خون بہا دینا تھا اس روپے کے چندے میں انہیں بھی شریک کرنے تشریف لائے تھے حضرتؐ سے کہا آپ تشریف رکھیے ہم چندہ دیتے ہیں اور بہت کچھ مدد دینگے آنحضرتؐ گڑھی کی دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے یہود اندر گئے جا کر تجویز کی کہ اس کے اوپر سے بھاری پتھر ڈال دو فیصلہ ہو جائے جھگڑا ہی تمام ہو اسکی خاطر سے بھلا ہم قریش سے اور تمام عرب سے بگاڑ کر کے کہاں رہیں گے۔ جب بدبختی سوار ہوتی ہے تو ایسی ہی کمینگی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں وہ ہنوز پرادہ پورا نہ کرنے پائے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو خبر کی آپ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام آپ کے حق میں فرما چکے تھے کہ جو آپ پر گریگا چور چور ہو جائیگا اور جس پر آپ گریں گے اسکو بھی چورا کر دیں گے۔ بموجب اس بشارت نے ان متواتر بدذاتیوں پر قہر الٰہی کیسا غضب کر کے پایہ تخت اسلام میں ان پیشینی بدذاتوں اور ان کی منحوس رسموں کو فتنہ انگیزی کی مہلت دے سکتا تھا ؛

[illegible] کورٹ مارشل لا اتفاقی مجلس کے بعد جمعرات پر گولیاں مارنا ہمیشہ وحکومت جانتی ہیں تو اس حکم پر کیا اعتراض ہے ۱۲ منہ۔ انجیل ؛ ؛ ؛ ؛

[1] خیبر بھی مدینے کے پاس ہے جہاں ابھی حضرت ہارون کی نسل کے یہود رہتے تھے بنی قینقاع اور بنی قریظہ اور بنی نضیر تو بہت ہی قریب تھے ۱۲ منہ

[2] عرب میں قدیم دستور تھا کہ جب دو شخص یا دو قوم باہم ایک عہد نامہ حلفیہ قائم کر لیتے تھے کہ ہماری جان تو مال تمہاری اور تمہاری جان و مال ہماری تو انکو حلیف کہتے تھے ان میں حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ اتحاد و حمایت ہوتی تھی اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں خانہ بدوش قوموں سے بچنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی مستحکم قلعہ متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ آنحضرت صلعم سے بنی نضیر و بنی قریظہ نے حلف کر کے عہد باندھا تھا جو [illegible] خلاف کیا اور [illegible] ہی برے طور پر [illegible] اور بدذاتیاں [illegible] سزا قانون الٰہی میں [illegible] تھی بنی نضیر نکالے گئے [illegible] قریظہ غزوۂ احزاب کے بعد جو اس واقعہ کے [illegible] ہوا ہے [illegible] دو برس بعد [illegible] اور زہر [illegible] جانوروں کی طرح قتل کئے گئے اور انکے ناپاک [illegible] زہریلے وجود سے دنیا کو پاک کر کے اسلام کا [illegible] جو واقع ہوا اس کو [illegible] علیہ السلام کی [illegible] نہیں [illegible] سکتی تھی [illegible] سب [illegible]

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ

اور اگر اللہ نے ان کے لئے دیس نکالا نہ لکھ دیا ہوتا تو انکو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کی تھی اور جو کوئی اللہ سے مخالفت کیا کرتا ہے تو اللہ سخت سزا دیتا ہے مسلمانوں تم نے جو کھجور کا

قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

پیڑ کاٹ ڈالا یا اسکو اسکی جڑوں پر بدستور کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہو اور تاکہ بدکاروں کو رسوا کرے۔

تفسیر۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اعلان کر دیا کہ اب ہمارا تمہارا عہد باقی نہیں رہا اب تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ پھر جنگ ہے ان مغروروں نے قریش اور مدینہ کے منافقوں کی مدد کے بھروسے پر کہہ دیا اچھا جنگ ہے آئیے ہمارا آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی گڑھی کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے یہ گڑھی بھی مستحکم اور ربند تھی لشکر اسلام نے محاصرہ کیا گیارہ روز تک سخت محاصرہ رہا یہود کی باہر سے کوئی مدد نہ آئی ادھر مسلمانوں نے انکے باغوں کو جن میں بہت عمدہ کھجوریں تھیں کاٹنا اور رکھیتوں کو جلانا شروع کیا (انکی گڑھی سے لیکر مدینے تک باغات تھے) آخر مجبور ہو کر پیغام بھیجا کہ امن دیجئے آپ جو کہیں گے ہم کرینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امن دیا اور یہ حکم دیا کہ اپنا اس قدر مالی معہ اسباب کہ تم سے چل سکے یعنی ایک اونٹ پر لد سکے لے جاؤ یہود نے منظور کیا اور دس روز کی مہلت مانگی۔ اس عرصے میں اپنا اسباب لادنا شروع کیا اور اس جلن کے مارے کہ بعد میں مسلمان ہمارے گھروں میں نہ رہیں اور اس لالچ سے بھی کہ اپنی کڑی کاٹھ کیوں چھوڑ دیں مکانوں کو گرانا شروع کر دیا آپ بھی ڈھاتے تھے اور مدینے کے مسلمانوں سے بھی اس کام میں مدد لیتے تھے پھر اکثر تو اریحا اور اذرعات کی طرف چلے گئے (یہ شام کے مقامات ہیں) اور ابی الحقیق اور حیی بن اخطب کا خاندان کچھ تو خیبر میں جا رہا اور کچھ حیرہ چلا گیا:

اس واقعہ کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنی شان کبریائی جتلا کر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اُس قادر مطلق نے ان سرکش یہود کو حشر سے پہلے ہی اُنکے گھروں سے نکلوا دیا۔ محاصرہ سے پہلے یہ کہتے تھے کہ ہم حشر تک بھی اپنے گھر بار نہ چھوڑیں گے۔ تو اس نے حشر سے پہلے ہی گھر بار چھڑوا دیئے۔ ان کی بابند اور مستحکم گڑھی کو دیکھ کر ظاہر میں مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نہیں نکل سکتے اُدھر خود ان کو بھی یہ غرور تھا کہ ہماری گڑھی اور مستحکم قلعہ ہم کو ہر قسم کی آفت سے بچائے گا ہم کو اسمیں کون مار سکتا ہے؟ مگر اُن کو اس بدروز کا خیال بھی نہ تھا کہ محاصرہ ہوتے ہی اُنکے دلوں میں رعب بھر گیا نامردی چھا گئی امان مانگ کر جلا وطنی پر راضی ہوئے اپنے ہاتھ سے اپنے بنائے ہوئے مکانوں کو کس نامرادی کے ساتھ آپ ڈھانے لگے۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے۔ آنکھ والوں کیلئے آسمانی حکم کا مقابلہ ایسے برے نتیجے پیدا کرتا ہے۔ پیغمبر سے دغا کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کسی سے دوستی کا عہد مستحکم باندھ کر مکاری دعیاری کرنا ضرور برا دن دکھاتی ہے۔ دنیا اور اسکے سامان دل لگانے کے قابل نہیں کل کس شادمانی اور کن کن امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور کیا کیا خیالات بکار ہے تھے آج کس حسرت و یاس کے ہاتھوں سے ڈھا رہے ہیں۔ عبرت عبرت پچھلی آیتوں کا یہ مطلب صاف صاف تھا۔ اب ہم مفسرین کی موشگافیاں بھی نقل کرتے ہیں اور آیات میں جو اسرار ہیں اُنکو بھی دکھاتے ہیں:

سبح للہ۔ تسبیح تنزیہ و تقدیس۔ یعنی اللہ کی تقدیس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے کرتے ہیں شریعت و نبی بھیجنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُنکی عبادت کا حاجتمند ہے بلکہ انہیں کے فائدے کیلئے۔ آسمان اسکے ستارے اور اُنکے اندر کی کائنات اور اسی طرح زمین کے رہنے والے سب زبان حال سے اپنے خالق کی یکتائی اور شان بیان کر رہے ہیں گویا ہر ایک شے اہل بصیرت کیلئے اسکے کمالات اور عظمت شان کا آئینہ اور مکمل دفتر ہے اور یہی اسکی تسبیح و تقدیس بے اختیاری ہے اور ملائکہ اور ارواح طیبہ آسمانوں میں نیک لوگ زمین پر اسکی تسبیح و تقدیس بالارادہ کرتے ہیں آسمانوں اور زمین اور انکے اندر کی جملہ کائنات کا اس طرز و روش فطری پہ لگا رہنا گویا جبراً انکو اُنکے خالق و مالک نے لگا دیا ہے اُنکی تسبیح و تقدیس ہے۔ تمام کائنات پر اسکے احکام جبروتی نافذ ہیں طوعاً و کرہاً سب اُنکو تسلیم کر رہے ہیں یہ بھی تسبیح و تقدیس ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

اور جو کچھ اللہ نے ان سے لیکر اپنے رسول کو دلا دیا تو اس پر تم نے نہ تو گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

قَدِیْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا

جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے لیکر دیا ہے سو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تا کہ وہ تمہارے

یَکُوْنَ دُوْلَۃًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ق وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ　　وقف لازم

دولتمندوں ہی میں نہ پھرتا رہے اور جو کچھ تم کو رسول دے اسکو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی سخت سزا ہے۔

تفسیر۔ اس جملہ میں اس کی کمال عظمت و شوکت و توانائی بیان ہوئی ہے اس کے بعد اس کی جبروتیت و قہاریت کی ایک خاص بات ذکر کرتا ہے کہ ہو الذی اخرج الذین کفروا من اہل الکتاب کہ وہی جبار و توانا ہے کہ جس نے اہل کتاب کے کافروں کو حشر سے پہلے ان کو گھروں سے نکال دیا۔ کفروا میں اشارہ ہے کہ یہ کفر و بدبینی اس سزا کی باعث ہوئی۔ اور اخرج کے لفظ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ ایک تو ان کے باپ دادا وہ تھے کہ جو توریت میں لکھا دیکھ کر نبی عربی علیہ السلام کے ظہور کے انتظار میں باُمید اعانت و اطاعت یہاں آئے تھے ایک یہ اُن کی نااہل اولاد ہے کہ اس سے مخالفت کرنیکے جرم میں نکالے گئے۔ لاول حشر کے صاف معنی وہی ہیں جو ہم بیان کر گئے ہیں لیکن بعض مفسرین نے اور بھی بیان کئے ہیں۔ حشر جمع کرنا یعنی اس دن سے پہلے کہ ان پر مسلمانوں کے لشکر جمع ہوں جیسا کہ ہرقل روم و کسریٰ و فارس پر ہوئے اس سے پہلے ہی آسانی سے نکالے گئے یا یہ معنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معین و مددگار جمع ہوں اس سے پہلے یہ کم بخت نکالے گئے ان میں شریک ہونا جس لئے یہاں آئے تھے نصیب نہ ہوا۔ یا یہ کہ معین و مددگار جمع کرنے سے پہلے نکالے گئے کوئی بھی اُن کی مدد کو نہیں آیا اپنے قلعہ پر بڑا گھمنڈ تھا ناگہانی بلا کی خبر نہ تھی۔ اس کے بعد فرماتا ہے ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء کہ اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا میں ان کو عذاب دیتا اور اس عذاب سے آخرت کے عذاب میں کمی نہ ہوتی بلکہ وہاں بھی عذاب ہوتا یعنی دونوں ہوتے اس جلاوطنی سے دونوں نہ ہوئے بلکہ صرف آخرت کا ہوگا۔ دنیا میں عذاب دیتا۔ یا تو بنی قریظہ کی طرح قتل کراتا یا لونڈی غلام بنواتا یا تنگدستی و بیماری میں مبتلا کرتا یا زلزلہ یا برق یا کسی اور آسمانی بلا سے ہلاک کرتا اس کے دنیاوی عذاب صدہا قسم کے ہیں اس کی امان فرماتا ہے۔ ذلک بانہم شاقوا اللہ الخ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے گردن کشی کی اور جو ایسا کرتا ہے تو اللہ اس کو سخت سزا دیتا ہے ؏

بعض مسلمانوں کو اپنی بہادری کا خیال پیدا ہوگا کہ بنی نضیر کو جو بڑے بہادر لوگ تھے ہم نے یوں نکال دیا اس لئے فرماتا ہے ما قطعتم من لینۃ او ترکتموہا قائمۃ علی اصولہا الخ کہ تم نے جو کوئی لینہ (عمدہ کھجور) کاٹی یا ویسی ہی قائم چھوڑی سو سب خدا کے حکم کا مقتضیٰ تھا تاکہ بدکاروں کو سزا دے وہ دیکھیں اور حسرت کریں تم اپنی بہادری اور جوانمردی کا نتیجہ نہ سمجھنا ؏

اور ممکن ہے کہ کفار نے درختوں کے کاٹنے پر طعن کیا ہو کہ یہ فساد فی الارض ہے جس کو تم خود منع کرتے ہو اور صحابہ کے دلوں میں اس کا کوئی اثر پیدا ہوا ہو اس کے جواب میں یہ جملہ ہے کہ جو کچھ تم نے کیا حکم الٰہی سے کیا اللہ کو بدکاروں کا رسوا کرنا منظور تھا (بخاری کی کتاب التفسیر سے یہی متبادر ہوتا ہے) ؏

ف۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے موقع پر منع کر دیا ہے کہ میوہ دار سبز درخت نہ کاٹو نہ کھیتی اجاڑو کار آمد جانوروں کو نہ مارو۔ مگر ضرورت کے موقع پر ایسا کرنا جائز ہے ممانعت تو اس لئے ہے کہ ان کار آمد چیزوں کو برباد کرنا فساد فی الارض اور اپنی قسمت میں آنے والی چیز کو مفت برباد کرنا ہے اور اجازت کسی خاص موقع پر اس لئے ہے کہ مخالفین کو صدمہ پہونچے یا وہ اسباب معیشت کے منقطع ہونے سے صلح پر یا اطاعت پر آمادہ ہوں جیسا کہ بنی نضیر کے نخلستان میں ہوا ؏

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ

(وہ مال) مفلسوں وطن چھوڑ دینے والوں کیلئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کے طالب رہتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کی مدد

وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ

کرتے رہتے ہیں یہی راستباز بھی ہیں اور (وہ مال) ان کیلئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو کوئی انکے پاس

لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ وَ مَنْ یُّوْقَ

وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا جاتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کچھ خلش نہیں پاتے اور انکو اپنی جان سے مقدم سمجھتے ہیں گو انکو احتیاج بھی کیوں نہ ہو اور جسے

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ

اپنی جان کو لالچ سے بچایا وہی کامیاب ہوا اور انکے لئے بھی جو مہاجرین اولین کے بعد آئے (اور) دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے

سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۠

جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کیطرف سے کینہ و دشمنی (تو کم) نہ ہونے پائے تو شفقت کا دھیان اور مہربانی کرنیوالا ہے

ربع

تفسیر- اس کے بعد بنی نضیر کے مال و اسباب کی بابت فرماتا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور جس کو وہ نہ لے جا سکے فقال وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الخ مبرو کہتے ہیں فاء یفیئ کے معنی ہیں رجوع کے اور افاء اللہ جب کہتے ہیں کہ جب اللہ بھیجے۔ ازہری کہتے ہیں فیٔ اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ مخالفوں سے حاصل ہو خواہ اس طور سے کہ کفار چھوڑ کر چلے جاویں یا جزیہ کے طور ادا کریں یا رعب میں اگر جان بچانے کیلئے کچھ رقم یا چیزیں دیں یہ سب فیٔ ہے۔ اس کو لغوی معنی کے حساب سے فیٔ اسلئے کہتے ہیں کہ کفار سے اللہ نے مسلمانوں کے پاس بھیجا ہے۔ برخلاف غنیمت کے کہ جنگ و جدال و محنت و مشقت سے جو مال کفار سے ہاتھ لگے اس کو غنیمت کہتے ہیں۔ انفال کہ جس کا شروع سورہ انفال میں ذکر ہے اس کے دو معنی ہیں کبھی تو وہ غنیمت کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے کس لئے کہ نفل کے معنی لغت میں زیادت کے ہیں اور فرض کے علاوہ نماز کو اسلئے نفل کہتے ہیں کہ وہ زائد علی الفرض ہے۔ اور غنیمت بھی جہاد کے اصل مقصود اعلاء کلمۃ اللہ سے ایک زائد بات ہے اس لئے اسکو انفال کہتے ہیں اور کبھی سردار لشکر کے اس انعام کو بھی کہتے ہیں جو وہ کسی خاص مردانہ کام کے مقابلے میں معین کرتا ہے ؛

انفال کی تقسیم کا حکم اللہ اور رسول کے سپرد ہونا بیان کر کے پھر اس کی تقسیم بھی ذکر کر دی گئی۔ دیکھو سورہ انفال فیٔ اور غنیمت میں فرق ہے اس لئے سب سے اوّل اس فرق کو قائم کرتا ہے فقال فما اوجفتم الخ کہ تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ یعنی تمہاری محنت و مشقت اس میں کچھ نہیں اللہ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس طرح یہ تقسیم نہ ہوگی جیسا کہ غنیمت ہوتی ہے صحابہؓ کو شاید تقسیم کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔ اس کا فیٔ میں بقول مورخین بنی نضیر سے پچاس زرہیں پچاس خود تین سو چالیس اونٹ اور دیگر اسباب حاصل ہوا جس کا اختیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا جس کو جس قدر مناسب جانا عطا کیا۔ پچھلی آیت میں فیٔ کے صرف کا مسئلہ بھی آتا ہے وجف یجیف وجفا و وجیفا۔ جلد چلنا دوڑانا اونٹ اور گھوڑے کا خیل گھوڑے رکاب اونٹ ان لفظوں میں سے مفرد صیغہ نہیں۔ ہاں دوسرے لفظ سے ہے راحلہ گھوڑے کے سوار کو فارس اونٹ کے سوار کو راکب کہتے ہیں ؛

ف یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ بنی نضیر کے مال کو فیٔ کہنا اور یہ فرمانا کہ اس پر تمہارے گھوڑے اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں کس لئے کہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرے کھپے بھی آخیر جلاوطنی پہ وہ راضی ہو گئے تھے اس کو غنیمت کہنا چاہیئے ؛

جواب یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھے اُن کیلئے کچھ زیادہ سامان سفر اور تیاری کی ضرورت نہ ہوئی پا پیادہ جا کر محاصرہ کر لیا گیا

صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اُٹھا کر فتح ہوتی ہے اسمیں اس قدر تکالیف اُٹھانی نہ پڑیں گویا کہ مفت ہاتھ آ گیا اسلئے اس کو فئی کہا گیا۔ بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں فدک کی طرف اشارہ ہے البتہ وہ جائداد بے محنت حاصل ہوئی تھی جس میں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقارب اور مہمانوں کیلئے خرچ کیا کرتے تھے اور سامان جنگ گھوڑے ہتیار وغیرہ میں بھی صرف کرتے تھے ؛

اس کے بعد فئی کے مصارف بیان فرماتا ہے۔ فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ کہ جو کچھ گانوں والوں سے پہنچایا۔ گانوں والے یعنی کفار سے جو گانوں اور بستیوں کے لوگ تھے اُن سے بشوکت اسلامی وصول ہوا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں گانوں والوں سے مراد قریظہ[۱] و نضیر[۲] و فدک[۳] و خیبر[۴] ہیں (معالم) فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔ تو وہ اللہ[۱] اور رسول[۲] اور قرابت[۳] داروں اور یتیموں[۴] اور فقیروں[۵] اور مسافروں[۶] کے لئے ہے یعنی اللہ کا مال ہے اسمیں لشکر کا کوئی حق نہیں وہ رسول کے پاس رہے۔ رسول اسکو اپنے ذاتی مصارف میں بھی بقدر ضرورت صرف کرے اور اپنے قرابت داروں کو بھی دے بوجہ قرابت صلہ رحمی کرے اور جو قرابت دار محتاج ہوں بدرجہ اولیٰ صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور یتیموں کو بھی دے عام ہے کہ رسول کے خاندان کے یتیم ہوں یا اور فقرا کو بھی دے کوئی ہو۔ اور حاجتمند مسافروں کو بھی دے۔ اور محتاج نہ ہوں یوں مہمان آئے ہوں رسول کے پاس جیسا کہ قوموں کے وکیل اور جماعتیں آیا کرتی تھیں یہ شاہی مہمان ہیں انکا خرچ بھی اسی شاہی خزانہ پر ہے آیت میں چھ شخص ذکر ہوئے۔ اوّل اللہ جل جلالہ۔ یوں تو سب کچھ اسی کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کیلئے اپنا خزانہ بنا کر رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بیفائدہ بات ہے۔ دوم[۲] رسول۔ سوم[۳] قرابت دار چہارم[۴] یتیم پنجم[۵] مساکین۔ ششم[۶] مسافر۔ آیت میں یہ قید نہیں کہ قرابت دار کس کے؟ بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور آنحضرتؐ کے بعد جو آپ کا جانشین ہو۔ اس کو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جسکا بار بقدر ضرورت شاہی خزانے پر ہونا عین انصاف ہے اور یتیم و مسکین و ابن السبیل قومی ذو حاجت لوگ ہیں خصوصاً شاہی مہمان جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا اُنکی مہمانداری شان سلطنت اور اسکے فوائد آئندہ پیدا کرنے میں موثر ہو یہ بھی اسی شاہی خزانہ سے ہونی چاہیئے۔ آیت میں یہ بھی ذکر نہیں کہ ان چھوں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ کیونکہ ان چھوں کی طرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ان اشخاص کو دینا مراد ہے جسکی قبل از وقت کوئی تعداد معین ہو نہیں سکتی اور آیت میں یہ چند ذو حاجت اسلئے مذکور ہیں کہ انکی طرف زیادہ تر توجہ مبذول ہوتی ہے یہ اسکے منافی نہیں کہ اور کسی حاجتمند کو یا اور کسی کام میں جو قومی[۱] اور سلطنت کے مفید ہو صرف نہ کیا جائے الحاصل فئی شاہی خزانے میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لئے ہے۔ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ مبرد کہتے ہیں دُولۃ بالضم وہ چیز جو لوگوں کے ہاتھوں میں آئے جائے کبھی اس پاس کبھی اُس پاس اور دولۃ بالفتح خوشحالی جو ایک قوم سے منتقل ہو کر دوسرے پر آوے پس بالضم اسم ہے اسکا جسکا تنداول کریں۔ روپیہ پیسہ کپڑا زیور وغیرہ اور بالفتح اسکا مصدر (کبیر) کہ یہ اس لئے مقرر کیا تاکہ وہ فئی تمہارے اغنیاء کے ہاتھوں میں نہ پڑے بلکہ اسکے مستحقین ہی کے پاس رہے۔ اے اغنیاء تم اُس کی حرص نہ کرو بلکہ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ جو تم کو غنیمت یا اور کسی چیز میں سے رسول دے یا حکم کرے اسکو لو وما نہٰکم عنہ فانتہوا۔ اور جس سے منع کرے جیسا کہ اس فئی سے یا اور بُری باتوں سے تو اُس سے باز آؤ۔ واتقوا اللہ الخ اللہ سے ڈرو نافرمانی نہ کرو اُسکی سزا سخت ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا کیلا یکون سے لیکر یہانتک اسکے مہاجرین انصار کے فقرا اور حاجتمندوں کو انکے محامد اور اسلامی سرگرمیاں اور اُنکی سچی جانفشانیاں ذکر فرما کر مستحق ٹھہراتا ہے اور تعمیم کے بعد تخصیص کرتا ہے کہ اور فقیروں سے یہ زیادہ تر مستحق ہیں؛

فئی کے مصارف

[۱] قومی سے اسلام اور سلطنت سے دینی آسمانی سلطنت مراد ہے جس کی پہلے انبیا علیہم السلام نے خبر دی تھی جو مدینہ میں آنحضرت صلعم نے قائم کی اور پھر آپ کے جانشینوں کو پہنچی جو جمہوری تھی خود بگڑتے بگڑتے شخصی رہ گئی اور آخر کار ڈوم ڈھاڑی شراب رنڈیاں اس کے مصارف میں رہ گئے انا للہ۔ ۱۲ منہ؛

فقال للفقراء المہاجرین الخ کہ یہ ان فقراء مہاجرین کو ملنی چاہیئے کہ جو اللہ کے لئے اپنا گھر بار مال و اسباب چھوڑ کر ہجرت کر کے نبی علیہ السلام کے پاس آئے ہیں جب عرب میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اسی سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دیگر جگہوں کے لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے مگر جہاں کوئی مسلمان ہوا اس پر اس کی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں مار دھاڑ شروع ہوئی اسلئے گھر بار چھوڑ کر مدینے میں آنحضرت صلعم کے پاس چلے آتے تھے اب اُن کے پاس بجز صبر و فاقے کے اور رکھا کیا؟! انکو مہاجرین کہتے تھے اسلئے ان پر ترحم دلاتا ہے کہ ان کو بھی دو انکی فکر بھی آنحضرت صلعم کو رہتی تھی۔ فرماتا ہے یہ لوگ صرف یہی بات نہیں کہ ہجرت کر کے چلے آئے ہیں بلکہ ینصرون اللہ و رسولہ اللہ اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ اسلام کا لشکر جرار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا انہیں لوگوں کا تھا۔ اولئک ہم الصادقون یہ سچے لوگ ہیں۔ یہانتک مہاجرین کے محامد تھے (۱) یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی حاصل کرنے کو اپنے گھروں سے اور مالوں سے جدا کئے گئے اور نکالے گئے ہیں (۲) وہ اللہ اور رسول کے مددگار ہیں (۳) وہ صادقین ہیں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ بھی مہاجر تھے اور جو جو دین کی حمایت میں انہوں نے کوششیں کی ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ فقراء بھی ہو گئے تھے۔ پھر وہ کون سی روایت اور کون مورخ ہے جو جھوٹے افسانے گھڑ کے انکو بدنام کرے اور یہ کہے کہ آنحضرت کے بعد انہوں نے وہ بُرے کام کئے جو پیغمبر اسلام کا سخت دشمن بھی نہیں کر سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لات ماری اور اہل بیت پر ظلم کئے۔ معاذ اللہ صادقین سے یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اولئک کا لفظ کہہ رہا ہے کہ یہی سچے تھے اور ان پر جو الزام لگائے وہ جھوٹا ہے۔ اسکے بعد فقراء انصار کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ فقال والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم کہ ان فقیروں کو بھی دو کہ جنہوں نے دار یعنی دار الہجرت مدینہ کو اور ایمان کو گھر بنایا پہلے سے۔ یعنی آنحضرت صلعم کے تشریف لانے سے پہلے مدینے میں رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے آنحضرت صلعم ہنوز مکے میں تشریف رکھتے تھے کہ عرب میں آپ کی نبوت کا شہرہ ہوا۔ ایام حج میں چند اہل مدینہ آکر آنحضرت صلعم سے ملے اور اسلام لائے اور جا کر مدینے میں لوگوں کو ترغیب دی وہ بھی ایمان لے آئے۔ جب کفار قریش نے مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو خود آنحضرت صلعم و ابوبکر صدیقؓ مدینے تشریف لے گئے جو اہل مدینہ کی دلی تمنا تھی اور رفتہ رفتہ اور لوگ بھی جانے شروع ہوئے۔ اہل مدینہ نے آنحضرت صلعم و دیگر مہاجرین کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ جیسا کہ بعد کی آیت میں ذکر آتا ہے من قبلہم یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے مدینے کو جگہ بنایا اور ایمان کو دل میں جگہ دی۔ یا انکے گھر بنانے سے پہلے گھر بنایا۔ یحبون من ہاجر الیہم جو ان کے پاس ہجرت کر کے آیا اسکو دوست رکھتے ہیں محبت کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک مہاجر کا ہر ایک انصاری سے بھائی چارا کرا دیا تھا یہانتک کہ آیت میراث نازل ہونے سے پہلے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اوروں کو مرنے کے بعد ورثہ نہیں ملتا تھا اور ہر ایک دوسرے کی جان و مال پر اپنا جان و مال فدا کرتا تھا جس کی مفصل کیفیت کتب سیر میں موجود ہے۔ ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا۔ حسن بصری کہتے ہیں حاجۃ کے معنی یہاں حرارت و حسد و غیظ کے ہیں کہ مہاجرین کو جو دیا جاتا ہے اس سے انکے دل میں کوئی رنج نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ بخاریؒ نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ انصار نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ بنی نضیر کے باغ ہم میں اور ہمارے مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں تم کام میں شریک رہو تم کو پھل دینگے انصار نے کہا ہم راضی ہیں بسر و چشم منظور۔ اس سے بڑھ کر ان میں یہ صفت ہے ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کہ وہ باوجود حاجت فقر و فاقہ کے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں۔ اپنی حاجت کے کام میں نہیں لاتے مہاجرین کو دیتے ہیں یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے ہر ایک کو نصیب نہیں۔ آپ بھوکا رہے اپنے بھائی کو کھلائے خصاصۃ حاجت فقراء۔ اس ایثار کا کیا ٹھکانا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیئے تھے جسکے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے

فضائل مہاجرین

مناقب انصار

۵ تبوء الایمان تغلیب کقول الشاعر ؏ ولقد رأیتک فی الوغیٰ متقلدا سیفا ورمحا یہ مع ان الرمح لا یتقلد ۵ او یقال کانہم استقروا علی الایمان وتمہدوا حتی جعلوہ دارا ۱۲ منہ

مہاجر بھائی کو دے دیا تھا دو کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو اسی طرح سب چیزوں میں کیا تھا۔ بخاریؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اُسکو مہمان بنایا گھر میں کسی کو بھیجا کہ کسی کے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیویوں نے عرض کیا بجز پانی کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہ کون ہے جو اسکو مہمان بنائے ایک انصاری نے غالباً ابوطلحہؓ تھے کہا میں یارسول اللہ۔ پھر اسکو وہ اپنے گھر لیگئے اور بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر کر واس نے کہا لڑکوں کے کھانے کے سوا ہمارے ہاں اور کوئی چیز نہیں اسنے کہا کھانا تیار کر چراغ جلا۔ لڑکوں کو سُلادے جب کہ وہ کھانا مانگیں۔ پھر اس نے کھانا تیار کیا چراغ جلایا لڑکوں کو سُلا دیا پھر بتی اکسانے کے بہانے سے اٹھی اور چراغ گُل کر دیا تاکہ اندھیرے میں مہمان کو یہی معلوم ہو کہ میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں مگر آپ نہ کھایا مہمان نے کھایا آپ بھوکے سو رہے صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے فرمایا تمہاری رات کی بات سے خدا تعالیٰ نہایت خوش ہوا تب یہ آیت نازل فرمائی ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اسی طرح اور مواقع پر انصار نے ایسی ہمدردی اختیار کی ہے جسکا نظیر اور قوموں یا کسی نبی کے پیروؤں میں پایا نہیں جاتا۔ اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون یعنی انصار کو لالچ نہ تھا اس سے خدا نے انکو بچالیا تھا اور جس کو خدا لالچ سے دُور رکھے وہ کامیاب ہے شح بالضم والکسر شح اور بخل میں علماء نے فرق کیا ہے۔ بخل صرف منع کرنا نہ دینا اور شح وہ نفسانی حالت ہے جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ شح صفات ذمیمہ میں سے ہے جسکا ترجمہ لالچ ہے اسلئے اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا۔ دنیا و دین کی صدہا محرومیاں اسی شح سے پیدا ہوتی ہیں لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتا ہے ہمدردی اور سعادت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتا۔ لالچی اور بخیل کو ہم نے اپنے گھر میں بھی اسکے متعلقین کے نزدیک عزت پاتے نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی کو لعیم کہتے ہیں جسکا مال اسکے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے دنیا میں جسقدر اُلوالعزم لوگ آئے ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ ناپاک خصلت نہ تھی۔ تمام عمر خون جگر کھایا دولت سے متمتع نہ ہوا نہ نفس کو آرام دیا نہ کار خیر میں حصہ لیا مر گیا چھوڑ گیا حسرت لے گیا یہی انسان کو چوری۔ خیانت۔ قتل۔ ظلم جھوٹ بولنے کم تولنے پر مجبور کرتا ہے۔ بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے اسکے نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں مرنیکے بعد بُرائی سے یاد کرتے ہیں پھر جسکو خدا نے اس ناپاک خصلت سے بچالیا اسکے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے۔ انصار و مہاجرین جو اسلامیوں کی دو اعلیٰ اور بزرگ ترین جماعتیں ہیں انکے محامد بیان فرما کر تیسرے گروہ کی مدح کرتا ہے جسمیں تابعین اور انکے بعد آنیوالے نیک اور بزرگ لوگ ہیں فقال والذین جاؤا من بعدہم یہ بھی مہاجرین پر عطف ہے یعنی جو اُن کے بعد ہجرت کر کے آئے یا اسلام میں اُنکے بعد آئے قیامت تک جو کوئی ہو انکے اندر یہ خوبی ہے یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان وہ اپنے لئے بخشش مانگتے ہیں کہ الٰہی ہم کو بخش دے اور اسکے بعد اپنے متقدمین بھائیوں کے لئے بھی بخشش مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخشدے جو ہم سے پہلے ایماندار گزرے ہیں۔ ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں رنج اور عداوت[1] نہ پیدا کر ربنا انک رؤف الرحیم اے ہمارے رب تو نرمی کرنیوالا اور رحمت کرنیوالا ہے جسمیں یہ خاصیت نہیں وہ اس تیسرے گروہ میں داخل نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں لوگوں کے تین درجے ہیں مہاجرین[1] انصار[2] اور وہ[3] جو انکے بعد آئے اور اُن سے محبت رکھتے ہیں اُنکے لئے استغفار کرتے ہیں دعائے خیر میں شریک کرتے ہیں انکے رستے پر چلتے ہیں پس تو کوشش کر کہ ان تینوں سے خارج نہ ہونے پائے مہاجرین اور انصار تو گزر گئے انمیں داخل ہونا تو ممکن نہیں خیر یہ نہیں تو تیسرے فریق میں تو شامل رہے کہ انکو بھلا سمجھے دل سے انکی محبت رکھے ان کی مساعی جمیلہ کی قدر دانی کرے نہ یہ کہ ان پر جھوٹے سچے الزامات قائم کر کے تبرا کر نیکو ایمان و سعادت جانے بیہودے

[1] مسلمانوں سے عداوت رکھنا گناہ ہے بدگمانی اور بھی گناہ ہے اتہام اور بھی معصیت ہے اور سب وشتم تو سب سے زیادہ خراب ہے ۱۲ منہ

اگر پوچھا جاتا ہے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو اچھا کہتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو اچھا جانتے ہیں مگر افسوس شیعہ حضرات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین و انصار کو باستثنائے چند اشخاص سب کو بُرا کہتے ہیں بلکہ بُرا کہنے کو حسنات و برکات کا موجب سمجھتے ہیں۔ دنیا میں اس خصلت کا یہ اثر ہے کہ کبھی انکا جھنڈا کھڑا ہونے نہیں پاتا نا مقابلے میں پاؤں جمتا ہے اہل حق کے مقابلہ میں مقہور ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے :: انشاء اللہ

شیعہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں

اور وہ بات کیا ہے؟ جس سے وہ ان بزرگوں سے پھر گئے۔ اس آیت کے ذیل میں اسکا بیان محققانہ طور پر مناسب ہے۔ بنی نضیر اور فدک اور خیبر کی کچھ زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے معین ہوئی تھی جسمیں سے آپ کسی کو مہمانوں اور سامان حرب کیلئے اور کسی کو خرچ ازواج مطہرات کیلئے کسی کو اقارب و یتامٰے و مساکین کیلئے معین کر رکھا تھا چنانچہ فدک کی آمدنی سے آپ قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے آنحضرت صلعم کے بعد جب جانشین کی ضرورت سمجھی گئی تو انہیں مہاجرین و انصار نے جنکی مدح آیات مذکورہ میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ اس وجہ ترجیح کو وہی لوگ خوب جانتے تھے جو ایک مجموعی اوصاف سے ان کے دلوں میں جاگزیں تھی جسلئے ان بزرگوں کے نزدیک یہی حضرت اس مسند پر بیٹھنے کے مستحق ٹھیرے۔ ہاں کوئی رعایت یا ابوبکرؓ کا ذاتی دباؤ تو قطعًا نہ تھا کسلئے کہ نہ ان کی قوم زیادہ تھی نہ انکے پاس کوئی لشکر و خزانہ تھا اور ایسے مہاجرین و انصار ایسے بیجا دباؤ کو ماننے والے بھی کب تھے فوراً مخالفت ظاہر کرتے اور سیوف کے قبضوں پہ ہاتھ دھر لیتے :: شیعہ کہتے ہیں یہی بات بُری کی کسلئے کہ نبی صلعم کے بعد جانشینی کا استحقاق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھا اور امامت لوگوں کے انتخاب پر موقوف نہ تھی بلکہ آسمانی عہدہ ہے نبوت کے عہدے کی برابر یا کسی قدر کم مگر مشابہ حضرت علیؓ کے لئے آسمانی سند موجود تھی۔ مگر افسوس حضرت علیؓ نے اس آسمانی سند کو پیش نہیں کیا اور نہ وہ مہاجرین و انصار کو معلوم ہوئی کسلئے کہ اگر معلوم ہوتی تو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ باوجود اس آسمانی سند کے اور باوجودیکہ حضرت علیؓ پیغمبر خدا صلعم کے بھائی اور داماد اور مہاجرین میں ذی مرتبہ شخص تھے ان سے عداوت و بغض رکھتے جو رحماء بینہم اور مہاجرین و انصار کی اسلامی سیرت کے برخلاف تھا اور ابوبکر کو قائم مقام کر دیتے۔ اور بکرؓ یا عمرؓ سے ڈر جاتے حالانکہ کوئی ڈرانے کا سامان اُن کو میسّر نہ تھا۔ اس پر وہ سب مہاجرین و انصار کو جو اس جانشینی میں شریک تھے بُرا بھلا کہتے ہیں ::

شیعہ سنیوں کے اختلاف کا باعث

اول اختلاف

یہ پہلا اختلاف تھا۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اُنکی جانشینی تسلیم کی اور انکے ساتھ بخوشی و خرمی کار و بار میں شریک رہے۔ شیعہ کہتے ہیں دل میں ناراض تھے ظاہرداری کرتے تھے اس کو تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ایسے بزرگ کی نسبت یہ ظاہرداری ظاہر کچھ اور باطن کچھ منسوب کرنا ان کی شان حیدری کو گھٹانا ہے۔ حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے مقابلے میں حضرت حسینؓ نے یزید کے مقابلے میں تقیہ نہ کیا تو یہ تو بہ برگزیدۂ ہاشم کبھی کسی سے دبنے والے تھے جو زبان سے جھوٹی باتیں بناتے اور دل میں کچھ اور رکھتے؟ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدعیہ تھیں اور خلافت مدعیٰ علیہ۔ دعویٰ یہ تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائداد میں سے بموجب فرائض مجھے حصہ ملنا چاہیئے۔ دعویٰ بہت درست تھا مگر خلافت کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس جائداد کو وقف کر چکے تھے پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان نہ تھی کہ وہ جائداد یا روپیہ پیسہ چھوڑ کر دُنیا سے رحلت کریں اس پر شہادت گزر گئی دعویٰ نہ چلا مگر جس قدر جائداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقارب کے مصارف میں لگادی تھی خلافت نے اقارب کے خرچ و اخراجات بلحاظ قرابت پیغمبر علیہ السلام بدستور جاری رکھے۔ یعنی منافعہ جاری رہے تملیک عین نہ کی بلکہ وہ سب خلافت کا مال تصور ہوا۔ اس پر حضرت فاطمہ زہرا کو اگر رنجیدگی ہوئی تو انسانی جبلت اور برادرانہ رنجش خیال ہوسکتی ہے۔ یہ **دوسرا اختلاف** ہوا۔ اس پر شیعہ کے مورخین نے جس قدر مبالغہ آمیز روایات تیار

دوسرا اختلاف

کی ہوں تو تعجب نہیں کس لئے کہ منشا موجود تھا اور ایسے مواقع پر مبالغہ کرنیوالوں کو بڑا موقع ہاتھ آتا ہے۔ میں ان ناپاک روایات کا ذکر بھی اہل بیت کی اہانت سمجھتا ہوں مگر یہ سمجھنا چاہیئے کہ فاطمہ رضؓ کس کے باپ کی بیٹی ہیں اور کس رتبے کی ہیں وہ ایسے قلیل دنیادی معاملات پر اس قدر رنج و بغض دل میں اپنے باپ کے جانشین سے رکھیں حیطۂ امکان سے باہر ہے حاشا کلا ثم حاشا کلا۔ مگر حضرت علی رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس جائداد کو خلافت کا مال سمجھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثہ میں تقسیم نہ کیا ؛

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی انتخاب سے خلیفہ کیا ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بھی شیعہ کے نزدیک رنجش کا باعث ہوا یہ تغیر اخلاف تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد مگر معاویہ رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے عہد سے شام کے حاکم یا گورنر تھے اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اور انکے احباب سلطنت کی باریکیاں خوب سمجھتے تھے اور دنیاداری کی تدابیر پر پورے قابو یافتہ تھے۔ لوگوں نے حضرت علی رضؓ سے کہا اوّل معاویہ سے بعیت لے لیجئے پھر چاہیئے ان کو معزول کیجئے اور عثمان رضؓ کے قاتلوں سے بھی اوّل دار و گیر کیجئے۔ مگر شیر خدا نے جانے کس مصلحت سے مہاجرین و انصار کے اس مشورے پر عمل نہ کیا؟۔ معاویہ رضؓ نے بغاوت اختیار کی اور کہدیا میں تم کو خلیفہ ہی نہیں سمجھتا تم سے ابتک قاتلان عثمان رضؓ کا بھی پتا نہ چل سکا اس بنا پر طرفین میں رنجش آمیز خط و کتابت بھی جاری رہی۔ ادھر لوگوں نے حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ اور طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ وغیرہ کو تحریک دلائی کہ قاتلان عثمان رضؓ علی رضؓ کے لشکر میں پناہ گزین ہیں اور اس وقت حضرت علی اطراف کوفہ میں ہیں ام المومنین رضؓ حضرت علی رضؓ کے پاس چلیں اور صدہا لوگ شریک ہوتے گئے ایک لشکر مہیا ہو گیا جب یہ لشکر حضرت علی کے لشکر کے قریب پہنچا اور باہم قاتلان عثمان رضؓ کی بابت گفتگو شروع ہوئی ایک رات چند بدمعاشوں نے حضرت ام المومنین رضؓ کے لشکر پر تیر مارنے شروع کر دیئے پھر تو ادھر سے بھی تیاری ہو کر دونوں لشکروں میں خاطر خواہ جنگ ہوئی حضرت عائشہ کے لشکر کو شکست ہوئی یہانتک کہ جنگ آور اس اونٹ تک پہنچ گئے تھے کہ جس کے اوپر ہودے میں ام المومنین رضؓ سوار تھیں اسلئے اس مصیبت ناک واقع کو جنگ جمل کہتے ہیں حضرت عائشہ رضؓ کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا اور طرفین سے بڑے بڑے اسلام کے نام آور اور بہادر شہید ہو گئے اسکے بعد حضرت علی رضؓ کی معاویہ کے لشکر سے لڑائیاں شروع ہوئیں صفین کا میدان مسلمانوں کے گراں بہا خونوں سے لالہ زار ہو گیا۔ ایسے مواقع پر برادرانہ رنجشیں ایک معمولی بات ہے اور طرفین کے غالیوں کیلئے افراط و تفریط اور بیشمار روایات بنانے کا عمدہ محل ہے اسکے بعد حضرت علی رضؓ شہید ہوئے ابن ملجم ملعون نے رجوگھات میں تھا مسجد کوفہ میں زخمی کیا۔ اسکے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ بمسند خلافت پر بیٹھے پھر باہمی جنگ شروع ہوئی آخر کار ابن رسول اللہ صلعم نے خلافت معاویہ کے سپرد کر کے کنارہ کشی کی اور باہمی معاہدہ ہو کر جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اسکے بعد معاویہ کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ ان کا نالائق فرزند یزید پلید نہ انتخاب سے بلکہ ان کے باپ کی شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا تھا مسند پر بیٹھا۔ اس ناخلف نے حضرت حسن رضؓ کو زہر دلوا کر شہید کیا اور پھر امام حسین رضؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا اور مسلمانوں پر جور و ظلم کئے۔ اسکے بعد یہ مر گیا اور چند روز کے لئے اس کا بیٹا جانشین ہوا مگر اب انتخاب نہ رہا حکومت و سلطنت کی تخت نشینی رہ گئی اسکے بعد مروان خلیفہ ہوا اور مروانی خاندان میں کچھ کم سو برس حکومت رہی پھر اس خاندان کا استیصال بنی العباس نے کیا عباسیوں کی خلافت و حکومت کا پایہ تخت بغداد تھا ان باہمی لڑائیوں میں حضرت علی کی اولاد پر ظلم و ستم بھی ہوتے رہے۔ معاویہ کی لڑائی سے لیکر اخیر تک اہل سنت کے نزدیک بھی جو حضرت علی رضؓ اور حسنین رضؓ کے مقابلے میں ہوئیں ان میں فریق مخالف سراسر خطا پر تھا اور حق اسطرف تھا۔

ف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصیبت ناک واقعات کی پہلے ہی سے نہایت درد انگیز الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی۔ ۱۲ منہ ؛

شیعہ حضرت علیؓ کی اولاد میں فرضی طور پر اسی سند آسمانی سے اس مسند نشینی کو بہ لقب امامت بارھویں امام مہدی بن حسن عسکریؒ کے بیٹے تک مانتے ہیں اور کسی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے پھر ان میں بھی کئی فرقے پیدا ہو گئے کسی نے حضرت علیؓ کی اولاد کو کسی نے اور کسی کو امام مانا۔ اسی طرح ایک فریق جو ابتدا میں حضرت علیؓ کا طرفدار تھا وہ دونوں فریق سے برگشتہ ہو کر دونوں کو برا کہنے لگا۔ ان کو خوارج کہتے ہیں ؛

معاویہ اور انکے بعد والے اگرچہ خطا کار تھے مگر ان باہمی ملکی لڑائیوں سے جنکا بیشتر منشا برادری کی عصبیت و حمیت ہے ہم انکو کافر نہیں کہہ سکتے اور نہ کفر و اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص خاص کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر ہے کفر و اسلام وہی ہے جس کو خدا اور رسولؐ نے کفر و اسلام بتایا ہاں باہمی فساد و معصیت ضرور ہے جس کی سخت الفاظ سے پیغمبر خدا صلعم نے ممانعت فرمائی ہے اصلی بات تو یہ ہے اس پر لوگوں نے حاشیہ چڑھا چڑھا کر کاہ کا کوہ بنا دیا اور افراط و تفریط کو کام میں لا کر ایسے مباحث سے کتابیں بھر دیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ بڑی نامبارک لڑائیاں تھیں اسلام کی تلوار جس نے تھوڑے عرصے میں قطعہ ارض پر بے نظیر قبضہ کیا تھا اسلامیوں ہی پر الٹ پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

افسوس کہ ہر فریق کے تیز طبع اور چالاک لوگوں نے ان واقعات سے کیا کیا باتیں اختراع کی ہیں بعض سنیوں نے تو بمقابلہ شیعہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے لئے آسمانی سند بنانے میں کوشش کی اور روایات و احادیث بنائیں اسی طرح شیعہ نے سینہ بسینہ علوم و اسرار شریعت محمدی گڑھنے میں کوشش کی اور روایات کا تو ڈھیر لگا دیا۔ کسی نے زبر بینات نکالے کسی نے دعویٰ کیا کہ علی مرتضےٰؓ و فاطمہ زہراؓ و حسنینؓ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو خاص انکو آنحضرت صلعم نے عنایت کی تھی اس میں لکھا ہے کہ بارہ امام اس ترتیب سے ہونگے اور یہ معصوم تھے نبی کی طرح ان کے پاس بھی وحی آتی تھی جس طرح موسےٰ علیہ السلام کے بعد انکے اتباع میں سے نبی گزرے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سے نبی ہیں گو نبی کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے مگر معنی اسی کے لئے جاتے ہیں بارہ اماموں کو اہل سنت بھی مانتے ہیں یعنی ان کو بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں جنکے عقائد و اعمال اہل سنت کے موافق تھے نہ یہ کہ وہ معصوم تھے اُن پر وحی آتی تھی ؛

بعض نے قرآن مجید کے آیات کی ایسی تفسیریں لکھیں کہ گویا قرآن اسی باہمی جھگڑے اور علیؓ کی خلافت اور دیگر خلفاء کی مذمت میں نازل ہوا ہے اور کوئی اہم مقصد بجز اسکے نہ تھا اور لطف یہ کہ سارے قرآن میں صاف صاف کہیں بھی انکے مقاصد کو خدا تعالیٰ نے بیان نہیں فرما دیا کہ جھگڑا ہی طے ہو جاتا اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے صحابہؓ کے مجمع میں اس بات کو طے کر دیا معاذ اللہ کیا اللہ اور اسکے رسول کو صاف بیان کرنا نہیں آتا تھا کیا وہ بھی ابوبکرؓ و عمرؓ سے ڈرتے تھے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ رہیں مناقب علی مرتضیٰ کی بعض سچی احادیث سو ان میں کلام ہی کیا ہے مگر ان سے وہ بات پیدا کرنی توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کا مضمون ہے اور سب سے بڑھ کر غور طلب بات یہ ہے کہ وہ خلافت جو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کی اسمیں دنیا کا حظ ہی کیا تھا وہ تو ایک سخت مشقت تھی جس لئے ان بزرگوں نے اپنی اولاد کو نہ دی شیعہ اسکو دنیاوی سلطنت و امارت سمجھے ہوئے ہیں جس لئے اپنے پیارے علی مرتضےٰ اور انکی اولاد پاک کے پاس بلا فصل نہ آنے سے ناخوش ہیں ہاں یزید کے عہد میں امارت ہو گئی تھی اسوقت تو ہم بھی یہی کہتے کہ یہ نعمت دنیا جگر گوشہ رسولؐ کو دی جائے بشرطیکہ وہ اس کو قبول بھی کرتے ؛

ف شیعہ کے بارہ امام یہ ہیں اوّل علی ان کے بعد حسنؓ انکے بعد انکے بھائی حسینؓ ان کے بعد انکے بیٹے علی زین العابدینؒ ان کے بعد انکے بیٹے محمد باقرؒ ان کے بعد انکے بیٹے جعفر صادقؒ انکے بعد انکے بیٹے موسےٰ کاظمؒ انکے بعد انکے بیٹے علی رضاؒ انکے بعد انکے بیٹے محمد تقیؒ انکے بعد انکے بیٹے علی نقیؒ ان کے بعد انکے بیٹے حسن عسکریؒ انکے بعد انکے بیٹے محمد مہدی ۱۲ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو غار سر من رائے میں چھپے بیٹھے ہیں ۱۲ منہ ؛

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب بے دین بھائیوں (یہود) سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے

مَعَكُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ

اور تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں اگر وہ کافر (اہل کتاب) نکالے گئے تو یہ انکے

مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ۞ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً

ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ انکی مدد نہ کریں گے اور جو ان کی مدد بھی کریں گے تو پیٹھ دیکر بھاگیں گے پھر کہیں سے مدد نہ پاویں گے ان کے دلوں میں تو تمہارا ہی خوف

فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۞ لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۞

اللہ سے زیادہ ہے یہ اسلئے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں وہ تم سے سب مل کر بھی نہیں لڑ سکتے مگر محفوظ بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں

بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۞

ان کی لڑائی تو آپس میں سخت ہے آپ ان کو متفق سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے دل تو پھٹے ہوئے ہیں یہ اس لئے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں

تفسیر - ایمانداروں کے اقسام بیان فرما کر ان کے مقابلے میں بدکاروں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ بدبخت بجائے ان اصول سعادت کے جو پہلے مذکور ہوئے یہ باتیں کرتے ہیں فقال الم تر الی الذین نافقوا بطور تعجب کے منافقین کی پوشیدہ نالائق حرکات سے خبر دیتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ اپنے کافر بھائیوں سے یوں کہتے اور ایسے غلط وعدے دیتے ہیں جن کو وہ ہرگز پورا نہ کر سکیں گے۔ اللہ اور رسول کی مخالفت میں اسکے دشمنوں سے یہ سازو باز اور زبان سے ایمان کا دعویٰ ایک۔ وہ لوگ تھے ایک یہ ہیں ؛

جب یہود بنی نضیر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہو رہی تھی اور ابھی ان کا محاصرہ بھی نہیں ہوا تھا اسوقت مدینہ کے منافق اور اُن کے سردار عبداللہ بن اُبی نے یہود سے مخفی یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم کو نکالیں گے تو تمہارے ساتھ ہم بھی وطن چھوڑ کر نکل جاویں گے اور اس میں کسی کی بات بھی نہ مانیں گے اور جو تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے مضبوط رہو۔ یہ سردار منافق کا کلام تھا اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی کے نہایت تاکید سے فرماتا ہے واللہ یشہد انہم لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ہرگز ہرگز کوئی بات بھی ان دونوں میں سے نہ کریں گے لئن اخرجوا الآیۃ جو لا یخرجون معہم اگر وہ نکالے گئے تو انکے ساتھ آپ نہ نکلیں گے ولئن قوتلوا الخ اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہ کریں گے اور بالفرض مدد بھی کی تو شکست کھاویں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اور پھر کبھی غلبہ نہ پاوینگے اس پیشین گوئی کی پوری تصدیق ہوئی بنی نضیر سے نوبت جنگ آئی انکی گڑھی کا محاصرہ ہوا اسکے بعد وہ عرب سے نکالے گئے مگر منافقوں پر وہ رعب غالب آیا کہ نہ تو انکی مدد کر سکے نہ انکے ساتھ آپ جلاوطن ہوئے۔ پیغمبر علیہ السلام کی خبر کو جھوٹا کرنے کیلئے ان کے لئے بڑا موقع تھا کچھ مدد کرتے یا دس بیس کوس دو چار روز کیلئے نکل جاتے مگر خدا نے قادر کب تکذیب کرنے دیتا یہ بھی منجملہ اخبار بالغیب کے ایک پیشین گوئی تھی جو صادق ہوئی اعجاز قرآن و نبوت کی کھلی دلیل ہے ؛

اس خلاف وعدگی کا سبب بیان فرماتا ہے لانتم اشد رہبۃ الخ کہ یہ منافق اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جسقدر اے مسلمانوں تم سے ڈرتے ہیں بے سمجھ لوگ ہیں۔ بندہ کا کیا ڈر اللہ سے ڈرنا چاہئے جسکے قبضۂ قدرت میں ہر بات ہے۔ جو قوم اللہ سے ڈرتی ہے اس سے خوب ڈرتے لگتے ہیں اُنپر پھر کسی کا خوف غالب نہیں آتا یہی شجاعت کا اصل اصول ہے جو صحابہؓ کو حاصل تھا۔ اب یہ یہود وہ بھی بزدل ہیں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتے مگر گڑھیوں میں بیٹھ کر اور شہر پناہ کی آڑ میں۔ ہاں آپس میں خوب لڑتے ہیں ظاہر میں موافق اور باطن میں باہم مخالف یہ بدعقل ہیں افسوس یہی خصلت آجکل ہم مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئی ہے

لہ کہ گویا ان سے اسلئے انکے بھائی کہا بالناس ہیں اور یہود میں بھائی چارہ تھا مولفات و موالات تمام تھی ۱۲ منہ علہ جدر دیوار جدر۔ ان ... جدار بالکسر شلہ جہ بضمتین مرح ۱۲ مراح
عہ شتی اشتات پراگندہ شت الامر پراگندہ شت و انشت بمعنی قوم شتی و اشیاء شتے و جاوا اشتاتا ای متفرقین ۱۲ صراح۔

ف کتاب یسعیاہ کے بائیس باب میں اس واقعہ بنی نضیر و بنی قریظہ کی طرف ان الفاظ میں صاف صاف بیان ہے جو لیما ہوا اس کتاب کی یہ عبارت ہے خداوند ایک سپاہ کی صورت میں نکلیگا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکاویگا وہ چلاویگا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا وہ شریعت کو بزرگی دیگا اور اسے عزت بخشیگا (پیغمبر علیہ السلام خدا کی طرف سے بہادر از لباس میں نمودار ہوئے۔ شریعت کو عزت بخشی) لیکن یہ ایک گروہ ہے جو لوٹے گئے اور غارت کئے گئے (بنی نضیر لوٹے گئے بنی قریظہ غارت ہوئے) وہ شکار ہوئے اور کوئی نہیں بچاتا وہ لوٹے گئے اور

تسمین ثانی

کوئی نہیں کہتا پھیر وہ منافق بچانے سے بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی کی اسلئے اسنے اپنے قہر کا شعلہ اور جنگ کا غضب ڈالا اسیر گرداگرد آگ لگی بنی نضیر کی گڑھی کا شعلہ جب مسلمانوں نے لے ... اسمیں آگ لگا دی خدا کی

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ

انکا حال تو پہلوں جیسا ہے کہ جنہوں نے ابھی اپنے کام کی سزا پائی ہے اور ان کو آخرت میں بھی سخت عذاب ہے (اور) انکی مثال شیطان کی سی ہے وہ آدمی سے

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

کہتا ہے کہ تو منکر ہو جا۔ پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے تجھ سے کچھ سروکار نہیں کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہان کا رب ہے۔

الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ۧ ركوع ٥

پھر ان دونوں کا یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ دونوں ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈال دئے جلتے ہیں اور ستمگاروں کی یہی سزا ہے۔

ترکیب کمثل خبر مبتدأ محذوف ای مثلہم قریبا ای استقروا من قبلہم زمنا قریبا او ذاقوا وبال امرہم قریبا ای عن قریب فکان عاقبتہما یقرأ بالنصب علی الخبر وانہما فی النار الاسم ویقرء بالعکس وخالدین حال وحسن لتکرار الظرف ویقرء خالدان علی انہ خبر ان ۔ ابن الصائغ ؛

تفسیر ۔ یہود بنی نضیر نے اپنی نالائقی کی ایسی سزا پائی جیسا کہ ابھی ان سے پہلے لوگ اپنے افعال بد کا وبال اور سزا پا چکے ہیں دنیا میں اور آخرت میں انکے لئے سخت عذاب ہے ان بنی نضیر سے پہلے تھوڑے دنوں آگے کون لوگ آسمانی تازیانے سے پٹے تھے؟ مجاہد کہتے ہیں مشرکین مکہ تھے جو بدر میں قتل اور قید ہوئے بنی نضیر کے واقعے سے پہلے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں یہود بنی قریظہ کی سزا کی نسبت ارشاد ہے کہ ان کو ایسی سزا دی جو تھوڑے دنوں آگے بنی نضیر کو ہوئی تھی۔ بنی نضیر کے دو برس بعد یہود کے دوسرے قبیلے پر جس کو بنی قریظہ کہتے تھے اور وہ بھی مدینے کے قریب رہتے تھے انکی بد عہدی سے آفت آئی كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ الخ مدینے کے منافق جو یہود بنی نضیر کو حضرت صلعم کے مقابلے میں جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر ابھارتے تھے اور وہ کم بخت ان کی باتوں میں آکر خراب ہوئے اس کی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ یہود بنی نضیر کے بہکانے کی مثال ایسی ہے کہ جب شیطان آدمی کو کافر بنا دیتا ہے اور جب بہکا چکتا ہے تو شیطان آپ الگ ہو جاتا ہے اور الٹی ملامت کرنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں مجھے اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ اسی طرح منافق بہکا کر الگ ہو گئے اور جب ان پر آ بنی تو انہیں کو برا بھلا کہنے لگے۔ انجام کار شیطان اور اسکے بہکے ہوئے آدمی کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کی سزا بھی یہی ہے ؛

یہ ایک بڑی عبرت انگیز نصیحت دل پر اثر کرنے والے الفاظ ہیں انسان کے لئے ہے کہ وہ کسی بہکانے پھسلانے والی باتوں میں آکر برباد نہ ہو وہ بہکانے والا بوقت مصیبت ساتھ نہیں دیتا الگ ہو جاتا ہے شیطان سے مراد ابلیس ہے وہ ہر روز انسان کو بہکاتا اور کفر و بد کاری میں مبتلا کرتا ہے انسان کے اندر قوائے بہیمیہ و شہوانیہ و غضبیہ تین زور آور کلیں ہیں جن تک بذریعہ سرایت شیطان کا ہاتھ پہنچتا ہے اگر مدد غیبی کا محافظ نہ روکے تو یہ بدبخت ان میں ناجائز تحریک پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کی ان تینوں قوتوں کی ناجائز تحریک اور فطری مرکز سے دوسری طرف روانگی شیطانی تحریک و تضلیل ہے جس طرح ملائکہ کو ان چیزوں کی اصلاح کے لئے بذریعہ الہام و تلقی رسائی ہے اسی طرح شیطان کو فساد کیلئے اور خود انسانی خیالات فاسدہ جو خلاف فطرت پیدا ہوتی ہے اور بنی آدم کے بد راہ کرنے والوں کی تائید و تحریک بھی تضلیل شیطانی ہے ؛

بعض مفسرین نے كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ کے الفاظ سے چسپاں کرنے کیلئے ایک قصہ طول طویل نقل کیا ہے جس میں برصیصا راہب کے پاس شیطان کا بشکل راہب آنا اور ان کو اسماء سکھانا اور بیماروں کا بھیجنا اور ان میں بادشاہ کی لڑکی کا آنا اور برصیصا کا اس سے زنا کرنا اور اسکو حمل رہ جانا اور بدنامی دور کرنے کیلئے بمشورۂ شیطان اس کا قتل کر کے دبانا اور شیطان کا جا کر خبر دینا اور برصیصا کا دار پر چڑھنا اور اس وقت شیطان کو بامید خلاص سجدہ کرنا اور پھر شیطان کا ملامت کر کے غائب ہو جانا اور برصیصا کا حالت کفر میں مرنا نقل کیا ہے جس کا صحیح احادیث سے ثبوت نہیں ہاں کہیں ایسا ہوا ہو تو کچھ تعجب بھی نہیں ؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل کیلئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرا کرو کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور تم ان جیسے نہ ہو جاؤ

كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ

جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی انکو ایسا کر دیا کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے یہی لوگ نافرمان ہیں دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی ہی کامیاب ہیں

الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْـيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اس کو دیکھتے کہ خدا کے خوف سے پھٹ جا ہوتا اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں

تفسیر۔ اہل سعادت اور اہل شقاوت کا ذکر کر کے اہل سعادت کو ان کے اصول سعادت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو دارین میں اسکیلئے کافی ہیں فقال یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ واضح ہو کہ انسانی سعادت کے دو حصے ہیں اول قوت نظریہ کی تکمیل۔ جہل بسیط، جہل مرکب کی ظلمات سے نجات پانا۔ علم کی روشنی میں آنا خدا تعالیٰ کی صفات و ذات اور دیگر امور ضروریہ کو واقعی طور پر یقین کر کے توہمات و تخیلات باطلہ کی دلدل سے گذر جانا اس کو شرع میں ایمان کہتے ہیں۔ جن کو یہ صفت حاصل ہوگئی ہے ان کو ایمان والے کہتے ہیں پس وہ ایمان والوں کو اس پر ثابت رہنے یا اس میدان میں ترقی کرنے کیلئے تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ تقویٰ اللہ سے ڈرنا اور ڈر کر عمدہ اور کارآمد وسائل سعادت حاصل کرنا مضرات سے بچنا۔ دوسرا حصہ سعادت کا اصلاح عمل و تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی ہے اور یہ ایک مشقت کا کام ہے اور نفس پر بڑے جہاد کرنے پڑتے ہیں اسلئے اسکو ان تاکیدی الفاظ میں ادا کرتا ہے۔ فقال ولتنظر نفس ماقدمت لغد واتقوا اللہ کہ ہر شخص (نکرہ میں تعمیم ہے) کسی قوم کسی رتبہ کا ہو یہ دیکھے کہ میں نے کل کے لئے یعنی اس جہان کیلئے (جو بہت قریب پیش آنے والا ہے گویا دنیا اور اسکی تمام زندگی ایک روز ہے اگلا دن اس دوسرے جہان کا ہے گویا بہت ہی قریب ہے غد کے لفظ میں اس مطلب کو کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا) کیا آگے بھیجا ہے؟ یعنی کیا توشہ اور کون سا سرمایہ اس جہان کے لئے جہاں سدا رہنا ہے تیار کیا ہے؟ اور وہ توشہ تقویٰ ہے اسلئے تقویٰ کرنا چاہیے۔ انسان جب اپنی عمر رواں اور اسکے اندر کے ملک جاودانی کیلئے توشہ مہیا کرنے کا خیال کریگا تو قطعاً اسکے تمام قوائے باطنیہ میں ایک سخت تحریک پیدا ہوگی اور اسکے بعد جب یہ بھی خیال ہوگا کہ ان اللہ خبیر بما تعملون اللہ خبردار ہے ہمارے ہر عمل سے واقف ہے تو اور بھی کوشش اور اخلاص میں سرگرمی کریگا۔ تقویٰ تمام حسنات و اصول سعادت کا اصل الاصول ہے۔ اسلئے ہر ایک بات یا ہر ایک حصہ کیلئے جداگانہ اتقوا اللہ کا اطلاق ہوا۔ اور بظاہر اس لفظ کو مکرر لا کر نفس غافل کو متنبہ کر دیا۔ اسکے بعد اور بھی سرگرمی کرنے کا حکم دیتا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الخ اور ان جیسے نہ ہو جاؤ کہ جو اللہ کو بھول گئے اور شب و روز اس چند روزہ زندگی کیلئے شہوات و لذات میں ایسے محو ہوئے کہ اللہ کو بھی بھول گئے پھر دار آخرت کی یاد اور وہاں جانیکا خیال کیسا! اسلئے اللہ نے بھی انکو بھلا دیا یعنی سعادت و حیات جاودانی سے محروم کر دیا اور وہ بدکار لوگ ہیں یہ اہل سعادت کی برابر نہیں ہونگے لا یستوی اصحاب النار الخ کہ جہنم میں جلنے والے اور جنت میں آرام پانیوالے ہرگز برابر نہیں اہل جنت جو ہیں بامراد ہیں اور جہنمی کون؟ یہ بیان نہیں کیا اسکو عاقل خود سمجھ سکتا ہے یعنی نامراد ہ یہ اصول سعادت جو قوت نظریہ اور عملیہ کے متعلق ہیں سب انسان کو بذریعہ ایک الہام کے پہنچے ہیں جسکا نام قرآن ہے اس سعادت کا دارومدار قرآن کی پابندی پر ہے اب قرآن مجید کی عظمت شان بیان فرماتا ہے فقال لو انزلنا ہذا القرآن الخ کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے جیسا کہ انسانوں پر نازل کیا ہے تو ہیبت الٰہی کے مارے پھٹ جاتا یہ تمثیل ہے یعنی باوجودیکہ پتھر سخت اور غیر متاثر ہے اگر وہ عاقل اور قابل خطاب ہوتا اس پر قرآن نازل ہوتا تو وہ خوف کے مارے پھٹ جاتا مگر انسان کیسا سخت دل ہے اسی لئے روز میثاق آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں نے بار امانت نہ اٹھایا۔ انسان نے اٹھا لیا ہ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں چھپے اور کھلے کا جاننے والا وہ بڑا مہربان رحمت والا ہے وہ اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ

بادشاہ پاک ذات سلامتی دینے والا امن دینے والا نگہبان زبردست دباؤ والا عزت دینے والا ہے اللہ پاک ہے ان کے شریک ٹھہرانے سے وہ اللہ پیدا

الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

کرنیوالا ایجاد کرنیوالا صورت بنانے والا ہے اس کے (لیے) بہت سے عمدہ نام ہیں آسمانوں اور زمین والے اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ زور آور حکمت والا ہے۔

اصول سعادت میں سے اعلیٰ حصہ تکمیل قوت نظریہ تھا جسکا اعلیٰ حصہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کو علیٰ ما ینبغی یقین کرنا تھا اسلئے اسکے بعد اپنی ذات و صفات کا حال بیان فرماتا ہے تاکہ اسکی عظمت ذہن میں آوے اور پھر قرآن کی عزت بھی خیال میں آجاوے کہ وہ کس کا کلام ہے؟ اسکا کہ جس کی ہیبت سے پہاڑ لرزتے ہیں آسمان کانپتے ہیں سمندروں کا زہرہ آب ہوتا ہے فقال ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو۔ کہ اللہ وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی یکتا بے انتہا طاقتوں والا آسمانوں کا خالق اور انکو تھامنے والا زمین اور اسکے اوپر جو ہیں انہیں پھیلانیوالا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہانتک ذات حق سبحانہ کا بیان تھا اسکے بعد صفات کا بیان کرتا ہے عالم الغیب والشہادۃ پوشیدہ اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے جو بندوں کے نزدیک ظاہر اور جو پوشیدہ ہے سب کو جانتا ہے۔ الغیب بڑا وسیع المعنی لفظ ہے انسان کے حس بصر سے لیکر حواس خمسہ سے بھی جو غائب ہے اور انسان پر کیا موقوف بلکہ ملائکہ کے بصر بلکہ جمیع ادراک سے غائب ہے وہ بھی غائب ہے عالم ملکوت انسان کا غیب اور لاہوت جبروت ان سے اوپر والوں کا غیب بلکہ عالم ناسوت ہر ایک پر نہ چیز کے لحاظ سے یا بُعد زمانی و مکانی کے سبب یا حس بصر اور اسکے بعد دوسرے حس کے لحاظ سے غیب ہے گو دوسرے کا کہ جس کے آگے حجاب نہیں شہود ہے غیب کے بیشمار پردے بے انتہا اور عمیق گہرائیاں ہیں فرشتوں کے ادراک سے بھی غائب صدہا چیزیں خدا تعالیٰ کے نزدیک حاضر ہیں اسکے غائب الغیب پر کسی کو آگاہی نہیں عالم شہود میں آنیوالی چیزیں جو مسافت طے کرتی ہوئی آرہی ہیں اور پھر عالم شہود میں رہ کر جو عالم غیب کی بے انتہا وسیع وادیوں کو طے کرتی جاتی ہیں ہزاروں منازل طے کرگئیں یہ سب انسان سے غائب اسکے نزدیک حاضر ہیں ہر شخص اور ہر قوت ادراک کے لحاظ سے غیب اور شہادت میں اضافی اور اعتباری درجات نکلتے آویں گے بلکہ غیب و شہادت اضافی ہوگا جسطرح غیب کے مراتب ہیں اسی طرح شہود کے بھی مگر اسکے نزدیک سب عیاں ہے سب برابر جانتا ہے ہو الرحمن الرحیم ان دونوں لفظوں کی شرح بسم اللہ کی تفسیر میں ہوچکی۔ کسی قدر خلاصہ یہ ہے کہ دونوں لفظوں میں رحمت کا مادہ موجود ہے مگر قلت و کثرت تمام خیر تمام دنیا و آخرت کی رحمت مومن و کافر پر رحمت کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں فرق ہے۔ رحمٰن میں کمال اور پوری رحمت ہے اسلئے بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی پر اس لفظ کا اطلاق عموماً درست نہیں برخلاف لفظ رحیم کے رحمت مہربانی۔ عنایت۔ اگر معنی پر غور کیا جائے اور آدمی تھوڑی دیر بھی ان لفظوں کے معنی کا مراقبہ کرے تو معلوم ہوجائے کہ اس کی رحمت کے ہزاروں دریا موجیں مار رہے ہیں بلکہ آسمان و زمین اور جو کچھ اسکی ظاہری اور باطنی نظر میں آوے سب رحمت ہے وہ تمام اشیاء خواہ بعض اشیاء بعض کو بلحاظ فوت ہونے کسی منفعت کے زحمت معلوم ہوتی ہو مگر رحمت ہی رحمت ہے۔

اس کے بعد پھر اسی کلمۂ توحید کا اعادہ کرکے چند اوصاف بیان فرماتا ہے فقال ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو۔ اسکا اعادہ مضمون توحید کی تاکید ہے۔ الملک بادشاہ تمام کائنات پر حقیقی سلطنت اسی کی ہے نہ اسکے خزانوں کی کچھ انتہا ہے نہ لشکروں کی تعداد ہے۔ دنیا میں بادشاہت اسی کی بادشاہت کا ایک ادنیٰ پرتو ہے اور پھر سریع الزوال جسکو ہزاروں خطرے سینکڑوں دغدغے بغاوت کا ڈر۔ کارکنان سلطنت کی خیانت کا خطرہ اس پر ارضی و سماوی مصائب کا کوئی مقابلہ نہیں خزائن صرف ہوجانے کا اندیشہ سب سے بڑھ کر یہ کہ رعیت کی احتیاج اسکے اموال کی دست نگری برخلاف اس شہنشاہ حقیقی کے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیاوی بادشاہ کو ملک الملوک کہلانا زیبا نہیں وہی مالک الملوک ہے۔ وہی خداوند جدا نگانہ ہے۔ القدوس پاک ہر عیب سے بری ہر بات سے جو اسکو شایاں نہیں کثیر البرکات دبالضم و بالفتح لغتہ۔ السلام یا تو اس کو سلامتی سے لیا جائے اور اسی سے دار السلام و سلام علیکم ہے تب اسکے معنی ہیں ہر نقصان و زوال سے سلامت

مصدر ہے مبالغۃً اطلاق ہوا جیسا کہ کسی کو کہتے ہیں رجاً و غیاث پھر اس میں اور قدوس میں یہ فرق ہے کہ سلام آئندہ نقصانوں سے بری ہونیوالا اور زوال پذیر نہ ہونیوالا۔ قدوس زمان ماضی و حاضر کے نقصانوں سے مبرا۔ یا اسلام کے معنی باعث سلامتی تب یہ معنی ہونگے کہ وہ سلامتی عطا کرنیوالا۔ المؤمن یا امن سے لیا جاوے کہ وہ امن دینے والا ایمانداروں کو اور اسکی پناہ میں آنیوالوں کو عذاب و بلیات سے۔ یا ایمان سے لیا جائے کہ وہ اپنے انبیاء اور ملائکہ اور احوال آخرت کی تصدیق کرنیوالا ہے معجزات و آیات قدرت سے۔ المہیمن خلیل اور ابو عبیدہ کہتے ہیں ہیمن یہیمن فہو مہیمن اسکو کہتے ہیں جو محافظ اور نگہبان ہو اور علماء کہتے ہیں کہ مہیمن اصل میں مؤیمن تھا امن یؤمن سے ہمزہ کو ہے سے بدل لیا جیسا کہ ارقت ہرقت میں اسکے معنی ہیں مومن کے حسن کہتے ہیں اسکے معنی ہیں امین خلیل کہتے ہیں محافظ سعید بن المسیب و ضحاک کہتے ہیں کہ قاضی۔ ابن کیسان کہتے ہیں اسکے ناموں میں سے ایک نام ہے معنی وہی جانتا ہے۔ العزیز عزت والا۔ غالب قاہر زبردست۔ الجبار فعال کے وزن پر ہے جبر نقصان سے یعنی وہ فقیر کو غنی کرنے والا ٹوٹے کو جوڑنیوالا۔ نقصان کی جگہ فائدہ دینے والا۔ بھر دینے والا۔ یا جبر بمعنی قہر سے لیا جاوے۔ جبار بمعنی قہار مجبور کر دینے والا اسکے کاموں سے اسکو کوئی روکنے والا نہیں۔ فراء کہتے ہیں فعال افعل سے بجز ان دو جگہ کے نہیں آیا آیات اجبر سے جبار دوسرا ادرک سے دراک۔ ابن عباس کہتے ہیں جبار کے معنی ہیں عظیم اور اس کی جبروت اسکی عظمت ہے۔ المتکبر کبر بسکون الوسط کبریا و بزرگی و بزرگ شدن تکبر استکبار بزرگی نمودن (صراح) اس کے معنی ہیں بزرگی والا۔ اور علو و برتری ظاہر کرنیوالا۔ تمام صفات کمال اسی کو حاصل ہیں۔ یہ وصف بھی اسی کو حاصل ہیں۔ یہ وصف بھی اسی کو زیبا ہے نہ مخلوق میں سے کسی کو ؎ مراورا رسد کبریا و منی ٭ کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی ٭ حدیث میں آیا ہے کہ کبر میری چادر ہے جس نے اسکو اختیار کیا گویا میری چادر پر ہاتھ ڈالا۔ سنت اللہ جاری ہے دنیا میں متکبر اور گردنکش اور نخوت شعار ایک روز ضرور سرنگوں کیا جاتا ہے۔ بندگان خدا کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اسکے بعد فرماتا ہے سبحان اللہ عما یشرکون کہ لوگ تکبر کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اس وصف میں مشارکت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ اس تکبر سے جو خلق کو حاصل ہے پاک ہے کسلئے کہ وہ اپنی ذات و صفات میں ناقص ہیں پھر ادعا رکبر نقصان پر اور نقصان ہے۔ ہو اللہ الخالق کہ پیدا کرنیوالا اللہ ہی ہے۔ الباری بنانے والا۔ خالق اور باری کے ایک ہی معنی ہیں مگر کسی قدر فرق ہے۔ باری کا استعمال جواہر و اجسام میں ہوتا ہے نہ اعراض میں برخلاف خالق کے کہ وہ عام ہے دنیا میں اجسام و جواہر یا مواد کسی بندے کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہاں بعض مواقع میں بندہ ترکیب دے دیتا ہے جسکے بعد ایک نئی صورت پیدا ہو جاتی ہے گارے میں کمہار تصرف کرتا ہے آبخورے پیالے بناتا ہے۔ المصور بلکہ حقیقی طور پر صورت بھی وہی بناتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے جو کوئی کسی ذی روح کی تصویر یا مورت بناتا ہے قیامت کو حکم ہوگا کہ ان میں جان ڈالے مگر نہ ڈال سکیگا عذاب ہوگا قطع نظر اسکے کہ اس کام میں خداوندی فعل کی نقالی ہے بت پرستی کا بھی سامان ہے اسلئے شرع محمدی میں حرام کر دیا گیا۔ یہ چند اسماء بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے لہ الاسماء الحسنیٰ اسکے اور بھی نیک نام ہیں یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمین میں اسکی تسبیح و تہلیل ہوتی ہے وہو العزیز الحکیم اور وہ زبردست بھی ہے اسکے ساتھ حکمت والا بھی ہے ٭

ابحاث (۱) ولہ الاسماء الحسنیٰ اسکی بابت ہم بحث کر آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بیشمار صفات حمیدہ ہیں ہر صفت کے لحاظ سے اسکا ایک نام ہے جس سے اسکو تعبیر کرتے ہیں اور حدیث میں ننانوے نام آئے ہیں انہیں حصر نہیں۔ امام ابو موسیٰ اشعری وغیرہ اہل سنت کے اکابر کہتے ہیں کہ اسمائے الٰہی توقیفیہ ہیں کہ حسبقدر شارع کی طرف سے اسماء کا اطلاق اسپر وارد یا جائز ہوا ہے انہیں پر بس کرنا چاہیئے گو اسکا ہم معنی لفظ آیا ہو۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ بت پرست قوموں نے اپنے اوہام باطلہ سے مخلوقات کے پیرایہ پر قیاس کر کے خدا تعالیٰ کے نام بنائے ہیں جن سے صفت

ف ابن الانباری کہتے ہیں جبار اللہ کے صفات میں بایں معنی مستعمل ہے کہ سمجھ سے باہر وہ کھجور جس تک ہاتھ نہیں پہنچتا اسکو جبارہ کہتے ہیں ۱۲ منہ ٭٭٭

نامرضیہ کا ثبوت ہوتا ہے یا وہ نام کسی خاص وجہ سے جیسا کہ اشتراک بالا باطلہ عند اللہ مکروہ ہیں بہرطور اس باب میں شرع نے وسعت نہیں دی مگر معتزلہ و قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں اگر اس نام کے معنی میں کوئی قباحت نہیں اور عقلاً اس صفت سے خدا کا اتصاف جائز ہے تو اس کا اطلاق ذات باری پر عقلاً ممنوع نہیں (۲) کیا اسماء میں کوئی جداگانہ خاصیت یا تاثیر رکھی گئی ہے؟ حکماء کہتے ہیں کہ صرف یہی تاثیر ہے کہ ان معانی کے تصور سے جو ان اسماء سے مستفاد ہوتے ہیں دل پر ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مگر محققین نے اسکے سوا اور بھی تاثیر ثابت کی ہے یہاں تک کہ حروف مفردہ میں جداگانہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اثر رکھا گیا ہے جیسا کہ ادویہ میں اور پھر ان سے مرکب نام میں خواہ وہ کسی کا نام ہو ایک نیک یا بد نحس یا سعد اثر ہے اور پھر اس تاثیر یا ظہور کیلئے شروط ہیں جنکے بعد قطعاً اثر ظاہر ہوتا ہے پڑھنے سے بھی اور انکو لکھ کر پاس رکھنے اور باندھنے سے بھی بلکہ انکے اعداد بقاعدہ فن تکسیر لکھنے سے بھی جسکا صدہا بار تجربہ ہوا ہے اور اُسکا انکار بداہت کا انکار ہے **راقم الحروف** ورم طحال (تاپ تلی) کے لئے چند اسماء لکھ کر دیا کرتا ہے صدہا بار تجربہ ہوا ہے کہ مرض جاتا رہا اور حسب منشاء میں خلاف ہوا اثر نہ ہوا یا ان اسماء کی جگہ دوسرے بدل دئیے گئے پھر بھی اثر نہ ہوا میں تجربہ کرا سکتا ہوں لوگ بہت لوگ موجود ہیں کہ جن پر تجربہ ہوا۔ یہ تاثیر کچھ ان اسماء کے مسمیات کے روحانی تصرفات پر موقوف نہیں بلکہ جن اسماء کے کچھ معنی بھی نہیں اور نہ ہم کو ان کا حکم ہے نہ انکا تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے انکے مسمیات سے استمداد و استعانت کا تو کیا ذکر ان میں بھی اثر ہے اور یہ اثر کچھ عربی یا فارسی الفاظ پر موقوف نہیں مگر جس صورت میں کہ وہ اسماء منزل من اللہ ہیں اور انکے معانی قلب میں تحریک پیدا کرتے ہیں اور ان کے مسمیٰ کا روحانی اور علوی اثر عظیم بھی انکے ساتھ مربوط ہے انکے اثر میں کوئی شبہ ہی نہیں دفع مرض رزق کی [illegible] نجات آخرت۔ فتح بر اعداء وغیرہ میں قرآن مجید کے الفاظ میں یہ اثر ضرور رکھا گیا ہے اسی لئے جو معنی پر واقف ہوئے بغیر بھی تلاوت کرتے ہیں تنویر قلب اور حل مشکلات میں بیحد اثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے احادیث صحیحہ میں بعض بعض سور یا اسماء کے جداگانہ اوصاف آئے ہیں چنانچہ سورۂ حشر کی ان اخیر آیات کی بابت ہو اللہ الذی سے آخر تک ترمذی و دارمیؒ نے یوں روایت کیا ہے کہ جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر یہ تین آیتیں صبح کو تین بار پڑھے گا تو اسکے لئے ستر ہزار (یعنی بہت سے) فرشتے مقرر ہونگے کہ اسکے لئے دعاءِ خیر کرینگے اور جو اس روز مریگا تو شہید مرے گا اور جو شام کو مریگا یہی بات پیدا ہوگی ترمذیؒ نے کہہ دیا کہ یہ حدیث غریب ہے جو خاص ایک سند سے ثابت ہے ؛

اسماء کی تاثیرات کی بابت قدیم زمانے سے حکماء اشراقین کا اور خصوصاً اہل ریاضت کا یہی اعتقاد تھا اور اسکا ایک خاص علم تھا حکماء مصر و یونان وغیرہ اس فن میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے یہ فن بہت مخفی کیا جاتا تھا اشاروں اور رموز میں لکھا جاتا تھا اسلئے شدہ شدہ تلف ہو گیا اور لوگوں کے بخل نے اور بھی اس کو خاک میں پنہاں کر دیا قدماء یہود میں جو سحر بابل یا نقوش سلیمانی کے آثار عجیبہ مشہور تھے وہ اسی فن سے متعلق تھے اسی طرح قدماء ہنود ہوم اور یگ کرنے میں منتر پڑھا کرتے تھے دفع بلا و شکست اعداء کیلئے یہ انکا قوی ہتیار خیال کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ سہی مگر عالم کے کارخانے اور اسباب تمدن و تدابیر ترقی ان باتوں پر کچھ بھی وابستہ نہیں اسی لئے صحابہ کرامؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہ کی بلکہ عالم اسباب کی تدابیر کا اتباع عملی و قومی طور پر ثابت کر دیا ان باتوں کے پابند بھیک مانگا کرتے ہیں یا جہلا خصوصاً عورات کو دام تزویر میں پھنسا کر پیٹ پالتے ہیں ہندو فقیر اور مسلمانوں کے پیر زادے اور سیانے تو اسی ورطۂ ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں انہیں خیالات سے بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہوئیں افلاس آیا تجارت و حرفت سے محروم ہے۔ بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا گیا کہ تدابیر عالم اسباب یا توکل کو تو چھوڑ دیا ہے اور صدہا تعویذ لٹکا رہے ہیں بچوں کو سوانگ بنا رکھا ہے صبح شام جھوا چھو ہو رہی ہے مگر ہوتا خاک بھی نہیں۔ ہندو قوم اس بلا میں سب سے زیادہ گرفتار ہے معاذ اللہ ؛

ف منجملہ اسباب تنزل کے ایک سبب یہ بھی ہوا کہ مزدوری نہیں کی جاتی تجارت نہیں کرتے صنعت و حرفت نہیں سیکھتے۔ کرتے کیا ہیں دست غیب کی تلاش میں سامنے یا داموں کا ڈھیر لگا رکھا ہے۔ ترک حیوانات سے رات دن مشقت اٹھائی جاتی ہے مگر حصول کچھ بھی نہیں اگر ہر ایک کے ساتھ یوں ہوا کرے تو انتظام عالم بگڑ جائے اسی طرح کیمیا کی تلاش میں گھر پھونک دیا تانبے وغیرہ کے گھروں میں چاندی سونے کا ڈھیر ہے ان کم بختوں کے ہاں راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خزائن تلاش کرتے کرتے دیوانہ بن گیا رمل جفر و نجوم والوں سے۔ دریافت کر کے غیب کے آئندہ حالات پر مطلع ہونے میں کوشش ہو رہی ہے حالانکہ رمال و نجومی آپ کچھ نہیں کر سکتا۔ فقراء کا لباس پہن کر گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو مرادیں دیتے پھرتے ہیں یہ سب بداقبالی کے زیورات ہیں پناہ بخدا ۱۲ منہ ؛

سورۂ ممتحنہ مکیہ ہے اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تیرہ ۱۳ آیات اور دو ۲ رکوع ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ

اے ایماندارو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے اسکے یہ منکر ہو چکے ہیں

الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ

رسول کو اور تم کو اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو اگر تم جہاد کرنے میری راہ میں اور میری رضاجوئی کیلئے نکلے ہو تو انکو دوست نہ بناؤ۔

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ اِنْ

تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی کرتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے رستہ سے بہکا

يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ لَنْ تَنْفَعَكُمْ

اگر تم پر قابو پاویں تو وہ تمہارے دشمن ہو جاویں اور تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ تمہاری رشتہ داری اور تمہاری

اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ عند المتاخرین ۱۶ مع

اولاد تمہارے کچھ کام نہ آوے گی قیامت کے دن وہ تم میں فیصلہ کر دیگا اور تم جو کر رہے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے۔

ترکیب۔ تلقون الخ حال من ضمیر الفاعل فی تتخذوا او صفۃ لاولیاء او استیناف والباء زائدۃ۔ وقد کفروا الخ حال من فاعل تلقون وقیل من فاعل لاتتخذوا یخرجون الخ حال من فاعل کفروا او استیناف مبین لکفرہم وصیغۃ المضارع لاستحضار الصورۃ ان تؤمنوا مفعول له معمول یخرجون ان کنتم جوابہ محذوف دل علیہ لاتتخذوا جہادا مصدر فی موضع الحال او مفعول لہ فعل محذوف دل علیہ الکلام تسرون تاکید لیلقون بتکریر معناً وانا اعلم حال وقیل اعلم مضارع والباء زائدۃ وما موصولۃ او مصدریۃ

تفسیر۔ سورۂ حشر میں منافقوں کی بد سیرت کا بیان تھا جس سے حذر کرنا چاہیے اب اس سورۃ میں منافقانہ سیرت کی مذمت کرتا ہے اور اس سورت کی شان نزول میں بخاریؒ وغیرہ محدثین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی بدری نے ایک عورت کو جو مدینہ سے مکے واپس جارہی تھی مشرکین مکہ کے نام ایک خط دیا جس میں اظہار محبت کے بعد آنحضرت صلعم کے راز کا اظہار تھا کہ حضرت تم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں ہوشیار رہو۔ وہ عورت خط لے کر نکل گئی جبرئیلؑ نے آنحضرت صلعم کو خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ و زبیرؓ و مقدادؓ کو دوڑایا کہ ایک عورت فلاں باغ کے پاس ملے گی اسکے پاس حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ اور عورت کو جانے دو۔ یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے اسی باغ کے پاس عورت کو جالیا اس سے خط مانگا وہ مکر گئی حضرت علی نے تلوار سے ڈرایا تو خط بالوں میں سے نکال کر دیا۔ یہ لیکر حضرت کے پاس آئے حاطب کو بلایا اور خط دکھایا اس نے سچا عذر کر دیا کہ میں نے دین سے برگشتہ ہو کر یہ کام کیا نہ مشرکین کی محبت سے۔ ہر مہاجر کا کوئی نہ کوئی مکے میں قرابت دار ہے جو اسکے عیال اطفال کی نگہبانی کرتا ہے میرا وہاں کوئی بھی نہیں اسلئے یہ خط لکھا کہ اسکے سبب مشرکین میرے عیال و اطفال کو نہ ستاویں اور اسمیں آپکا کوئی ضرر بھی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا حکم ہو تو اس منافق کی گردن ماروں آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ سچا ہے اور اہل بدر سے ہے خدا نے بدریوں کے حق میں کہہ دیا کہ میں نے انکو بخش دیا۔

یہ کام خدا کے نزدیک ناپسند تھا ان آیات میں اس محبت اور مودت کو ناپسند کرتا ہے کہ ان سے دوستی اور پیار نہ کرو اگر میری رضامندی مطلوب ہے کیونکہ وہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں اگر قابو پاویں تو تم پر ہاتھ اور زبان سے نہ چوکیں اور تمہیں کافر بنانے میں کوشش کرتے ہیں اور تمہاری رشتہ داری اور اولاد قیامت میں کچھ کام نہ آوے گی جن کے لئے تم یہ ناپسند باتیں کر رہے ہو۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

تم کو ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں کی عمدہ چال چلنی چاہیے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہدیا تھا کہ ہم تم سے اور جسکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ

بیزار ہیں ہم تمہارے قائل نہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کیلئے دشمنی اور کاوش پیدا ہو گئی جبتک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کی اس بات میں پیروی نہیں

لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا

کہ جو اس نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں ضرور تیرے لئے بخشش مانگونگا اور میں اللہ کیطرف سے تمہارے لئے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں (اور یہ بھی کہا تھا) اے رب ہمنے

تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بھروسا کر لیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر آنا ہے اے رب ہمکو کافروں کے ہاتھ میں نہ ڈالیو اے ہمارے رب ہمکو بخشدیجیو تو جو ہے تو زبردست حکیم ہے البتہ تم کو انہیں کے اچھے

لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

طریقے پر چلنا چاہیے اسپر ہی چلیگا جو اللہ اور قیامت دیکھنے دن کے سامنے ہونے کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پروا خوبیوں والا ہے

ع ۷

فی ابراہیم الخ صفۃ ثانیۃ لاسوۃ او خبر لکانت ولکم بیان او حال من المستکن فی حسنۃ او صلۃ لہا اذ قالوا ظرف لخبر کان برآء جمع بری کظریف وظرفاء وقری براء بالکسرۃ مثل ظراف وبالفتح اسم مصدر مثل سلام والتقدیر انا ذو براء الا قول الاستثناء منقطع من قولہ تعالیٰ اسوۃ حسنۃ

فان استغفار ابراہیم علیہ السلام لابیہ وان کان جائزا قبل النہی عنہ لکنہ لیس ان یوتسی بہ لمن کان بدل من لکم ۱۲

تفسیر کفار کی محبت و مودت سے دوسرے پیرایہ میں منع کرتا ہے فقال قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ کہ اے مسلمانو! تم کو ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کی پیروی کرنی چاہئے۔ انکا عمدہ طریقہ اور بہتر روِیہ تمہارے لئے قابل اقتدا ہے۔ پھر انکے عمدہ طریقے کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کیا تھا اذ قالوا لقومہم انا براء منکم الخ کہ جب ابراہیم اور انکے ساتھ والوں نے اپنی بت پرست قوم سے یہ کہدیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں۔ ہم تمہارے منکر ہیں یعنی تمہارے معبودوں اور انکی نسبت جو کچھ تمہارے اعتقاد ہیں کہ وہ نفع وضرر کے مالک ہیں ہم اسکے منکر ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ ہے وبدا بیننا وبینکم العداوۃ الخ کہ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کو دشمنی اور رنجش پیدا ہو گئی جبتک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

نینوی اور بابل کے بادشاہ اور ان کی قوم اور سردار بت پرست تھے صرف ابراہیم علیہ السلام اور انکے بھتیجے لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ایمان لائی تھی اسوقت اس قوم کے مقابلے میں جو ہر طرح سے قابو یافتہ تھی اس بیکسی کی حالت میں یہ کہدینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ یہ جوانمردی محض اس قادر مطلق کے بھروسے پر تھی مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم کو بھی ابراہیمؑ کی پیروی کرنی چاہیے مشرکین تمہارا کیا کر سکتے ہیں کسلئے اُن سے محبت رکھتے ہو پابندی اور دوستی خدا کے دشمنوں سے کیسی، مسلمان کے سچے ایمان اور خدا تعالیٰ کی پوری محبت کا یہ مقتضیٰ ہے کہ اسکے دشمنوں بددینوں ملحدوں پر قولاً و فعلاً تمسخر کرنیوالوں سے قطع کردے۔ ان سے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔ ہاں خوش خلقی اور حسن معاشرت کی ممانعت نہیں یہ اور بات ہے۔ الا قول ابراہیم الخ ہاں اس بات میں ابراہیمؑ کی پیروی نہیں جو اس نے اپنے باپ کے لئے کہی تھی کہ میں خدا سے ضرور بخشش مانگونگا الا انکہ مجھے اسکے معاملے میں کچھ اختیار نہیں (ابراہیم سا پیغمبر اپنے باپ کے حق میں بدلے اختیاری ظاہر کرے پھر وہ بزرگ زادے جو اپنے بزرگوں کے طریقے پر نہیں کس بھروسے پر نجات کا بیڑا اٹھاتے ہیں) پھر آگے ابراہیمؑ کی مناجات ہے جو اس وقت اپنے رب سے کی تھی کہ ربنا علیک الخ اے رب تجھ پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر جانا ہے ہم کو کافروں کے ہاتھ میں ڈالکر آزمائش نہ کر اور ہم کو بخشدے تو جو ہے تو زبردست اور حکمت والا ہے حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے کفار کی تکلیف سے بچایا اور جو کوئی ایسا کرے اسکو بچاتا ہے۔ الغرض کافر باپ کیلئے بخشش مانگنے میں ابراہیم کی پیروی نہ کرو اور سب باتوں میں کرو اگر اللہ اور قیامت کے سامنے ہونیکی امید ہے اور جو اس بات کو نہ مانے اور کفار وغیرہ سے دوستی رکھے تو اللہ کو بھی اسکی پروا نہیں یہ سخت تہدید کا کلمہ ہے

له اسوہ بالضم والکسر پیشوا و رہنما (صراح) اسوہ حسنہ یعنی اچھا نمونہ یا اچھا طریقہ ہے ۱۲ منہ

کفار سے دوستی رکھنا منع اور حرام ہے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تم کو دشمنی ہے دوستی قائم کر دے اور اللہ قادر ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اللہ تم کو ان لوگوں سے منع نہیں کرتا کہ جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے دین سے نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور انصاف سے پیش آؤ۔ اس لئے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تم کو اللہ منع تو انہیں سے کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر لوگوں کی مدد بھی کی کہ ان سے دوستی کرو اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہیں۔

ترکیب۔ اللہ فاعل عسیٰ ان یجعل الجملۃ خبرہا مودۃ مفعول یجعل ان تبروہم فی موضع جر علی البدل من الموصول بدل البعض او تقسطوا معطوف علی تبروا منصوب بان ان تولوہم بدل من الموصول (الذین) بدل الاشتمال ای ینہٰکم ان تتولوہم ؛

تفسیر پچھلی آیت میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور ملاپ سے منع کر دیا تھا اسکے بعد مسلمانوں نے بالکل ملنا ترک کر دیا اور اس حکم کی پابندی میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ حسن معاشرت کے قانون سے تجاوز ہو گیا چنانچہ بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس مکہ سے اسکی ماں آئی اسوقت کہ قریش میں اور نبی صلعم میں معاہدہ قائم ہو گیا تھا اسماءؓ نے بغیر آنحضرتؐ سے دریافت کئے اپنی مشرکہ ماں کو گھر میں بھی نہ آنے دیا نہ اُسکے تحفے قبول کئے اسماءؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ میری ماں مشرکہ ہے کیا میں اس سے سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا اس سے سلوک کر اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے آنحضرت صلعم سے عہد کر لیا تھا کہ ہم آپ پر چڑھائی نہ کریں گے نہ آپ کے برخلاف کسی کو مدد دیں گے۔ خیر کوئی واقعہ ہو مگر یہ آیات اس افراط کو روکنے کیلئے نازل ہوئیں جنکا خلاصہ ایک درمیانی برتاؤ اور اعتدال کی کارروائی ہے۔ فقال عسی اللہ الخ کہ شاید خدا تم میں اور تمہارے دشمن کافروں میں دوستی کر دے اب اتنا زیادہ ہو کہ حسن معاشرت اور مکارم اخلاق سے بھی گذر جاؤ کہ پھر دوستی ہو جانے کے بعد شرمندہ ہونا پڑے اسی جگہ سے عقلاء نے کہا ہے کہ دشمنی کے وقت اس بات کو بھی لحاظ رکھ کر دوستی ہو جانے کے بعد کسی نامناسب بات پر ندامت نہ اٹھانی پڑے اور دوستی میں بھی دشمنی کے زمانے کو خیال کرے کوئی ایسی بات اس کے ہاتھ میں نہ دے کہ دشمن ہو جائے اور تجھے مشکل پڑے ؛

واللہ قدیر اللہ اس بات پر قادر ہے اور تمہاری افراط و تفریط کیلئے غفور رحیم ہے اور شاید ملاپ کی ممانعت سے مسلمانوں پر عزیز و اقارب کا کلیۃً ترک کرنا شاق بھی گزرا ہو جیسا کہ انسانی طبیعت کا مقتضیٰ ہے۔ مگر جب وہ لوگ اس حکم کے امتحان میں پورے نکلے تو خدا نے آئندہ دوستی قائم ہونے کا مژدہ بھی سنا دیا اور اس میلان قلبی کی معافی بھی کر دی بقولہ۔ واللہ غفور رحیم اور اس بشارت کا جلد ظہور بھی ہو گیا فتح مکہ کے بعد جس سے لڑائی تھی شیر و شکر ہو گئے پھر اس امر میں یہ امتیاز کر دیا لاینہٰکم کہ جو لوگ تم سے لڑے نہیں نہ انہوں نے تم کو گھروں سے باہر کیا اُن سے احسان و انصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا۔ احسان و انصاف اُنسے کرو مگر دوستی و محبت اور چیز ہے وہ نہیں۔ اور جنہوں نے تم سے لڑائی کی گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور انکے حلیف قبائل اُنسے دوستی کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔ تو ان سے دوستی بالکیے کرنا (مع) احسان اور عدل کرنے کی بابت ان لوگوں سے کچھ نہیں فرمایا۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے اسکی بھی ممانعت ہے آیت کا سیاق دلالت کر رہا ہے یہ لوگ حربی کہلاتے ہیں اُن سے بجز مقابلہ کے اور کیا کیا جائے۔ اور احسان و سلوک کفار میں سے صرف ذمیوں کے ساتھ درست ہے جو اسلام کے ذمے یا عہد میں داخل ہوں جیسا کہ عرب میں قبیلہ خزاعہ تھا ؛

فوائد (۱) عسی اللہ الخ ایک بشارت اور پیشین گوئی تھی جس میں ضمناً اسلام کی ترقی اور اسکے غلبہ کی طرف اشارہ تھا کیونکہ ان صادق اہل اسلام کی ان کفار سے دوستی ہونیکی بجز اسکے کوئی صورت نہ تھی کہ یا وہ کفار مسلمان ہو جاویں یا مغلوب ہو کر اسلام کی ماتحتی اختیار کرلیں اس آیت کے نزول کے تھوڑے زمانے بعد اسکا ظہور کامل طور پر ہوا۔ مکہ اسکے بعد فتح ہوا وہاں کے کفار جو مسلمانوں کو محض اسلام کیلئے تکلیف دیتے تھے مغلوب ہوئے اور اسلام لائے پھر کیا تھا بھائی بھائی تھے۔ اس سے پہلے علی مرتضیٰؓ اور ان کے اقارب میں دینی عداوت تھی پھر ہی محبت ہوگئی ابوسفیان کو قہری نظروں سے دیکھتے تھے پھر ایک ہوگئے مسلمانوں کے اس صبر و برداشت اور فرمانبرداری کا یہ نتیجہ خدا نے دکھایا اسکے فرمان کے موافق اقارب سے یک لخت بیگانگی ہوگئی تھی (۲) دنیا میں اسلام کا آنا ایک تغیر عظیم تھا اسکے مقابلہ میں اسکے تین دشمن کھڑے ہوئے اول کفر و بت پرستی۔ کیونکہ اسکی تو اسلام نے دنیا میں ظاہر ہوتے ہی بیخ کنی کی مکے کے قریش جو مسلمانوں کے قرابت دار اور بھائی بند تھے سب سے اول مقابل ہوئے اور بڑی بے رحمی اور بے مروتی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مار پیٹ گالی گلوچ قتل و ضرر رسانی کا کوئی دقیقہ ان غریب مسلمانوں سے اٹھا نہیں رکھا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان وطن عزیز سے نکال دیئے گئے جو سب مدینے میں اجمع ہوئے۔ دوسرا رقیب عیسائیت تھی جو نہایت بدنما و مہیب صورت میں ظاہر ہو رہی تھی اور ایک ایسے بیمار کی حالت میں تھی کہ جس کو صدہا امراض نے گھیر لیا ہو یہ بھی مقابل ہوئی اور شام کی سرزمین پر اس میں اور اسلام میں آخر کشت و خون کی نوبت پہنچی اور پھر قرنوں تک دونوں دنیا کے اکھاڑے میں لڑتے رہے اور قیامت تک لڑتے رہیں گے تیسرا دشمن اور بغلی گھونسا یہودیت و مجوسیت تھی آخر کار اسلام کے دلکش نظاروں نے دنیا کو اپنے اوپر فریفتہ کر ہی لیا اور یہ کشمکش اسلام کو اب بھی جہاں نیا عمل دخل کرتا ہے پیش آتی ہے اسلئے اسکے مخالفوں کے برتاؤ کے لئے خدائے پاک نے ان آیات میں دستور العمل قائم کر دیا جسکی تفصیل یہ ہے (۳) اسلام کے غیر لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں قسم اول جو اس سے مقابلہ نہیں کرتے اور نہ اسکی ایذا و ضرر رسانی میں سعی کرتے ہیں اب عام ہے کہ وہ اسکے ذمے یا عہد میں بھی داخل ہیں یا نہیں اس قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ صلہ رحمی حسن سلوک انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا اسلام کی فیاضی و ہمدردی ایسے کافروں پر بھی ہے اور ان میں سے اہل ذمہ کو تمدنی حالت میں کسی طرح بھی کم نہیں سمجھا گیا۔ دوسری قسم وہ ہیں جو اس سے مقابلہ کرتے ہیں تکلیفیں دیتے ہیں قتل و ضرب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے جو انکے امکان میں ہو جیسا کہ قریش مکہ تھے اب ایسے لوگوں کے ساتھ وہ مذہب (جو دنیا میں سلطنت و شوکت کے لباس میں جلوہ گر ہوا ہو اور خدا تعالیٰ کے ان سخت وعدوں کا ایفا جو اس نے سرکشوں کیلئے کیا تھا اسی کی شمشیر آبدار کے قبضے سے بندھا ہوا ہو) کیا کریگا؟ مقابلہ اور اپنی قوت کا اجتماع۔ اجتماع قوت اعوانیہ کا یہ پہلا اصول ہے کہ مخالفوں سے یکسوئی اختیار کریں تاکہ انپر اثر پڑے اور انتخاب صادق ہو کر ایک لشکر قہار تیار ہو جاوے اسلئے خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کی محبت سے منع کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کے حال کو نمونہ پیش کر کے یہ بھی کہہ دیا کہ ان کی دوستی کچھ بھی نفع نہ دے گی الٹا دنیا و آخرت میں خسارہ ہوگا۔

حکم تو یہ تھا مگر اس کو کس عمدہ عبارت میں ادا فرمایا ہے اور لفظوں میں دوسرے مطالب کی طرف اشارہ بھی کرتا گیا اول تو کفار کیساتھ جو قسم اول ہی کیوں نہ ہو سلوک کرنیکا حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہہ دیا لاینھٰکم اللہ تم کو اللہ منع نہیں کرتا اجازت و رخصت دیتا ہے کہ کفر کی ذلت اس عارضی صلح و ذمہ سے مٹ نہ جائے دوم ان تبروا و تقسطوا فرمایا کہ نیکی و انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جس سے یہ نکلا کہ دوستی کی اجازت نہیں دیتا۔ سوم قسم دوم کے کفار کیلئے یہ فرمایا کہ ان سے دوستی کرنیکو منع کرتا ہے نیکی و انصاف کا ذکر چھوڑ دیا تاکہ دونوں پہلو محفوظ رہیں کفر و عداوت پر غور کیا جائے تو ان سے بجز جنگ اور جواب ترکی بہ ترکی کے اور کچھ نہ کیا جائے تاکہ دنیا سے کفر کا جھنڈا اکھڑ جائے اور جو ان میں سے کسی کی حالت زار فقر و فاقہ و مصیبت پر خیال کیا جاوے تو نیکی اور حسن سلوک کرو بھوکے کو کھانا کھلا دو ننگے کو کپڑا پہنا دو تمہاری عدالت میں انکا جھگڑا آوے تو انصاف کرو۔ چہارم قاتلوکم فی الدین میں مسلمانوں کو جوش مذہبی دلایا۔ واخرجوکم الخ میں جوش عصبیت و حمیت وغیرہ کو دوبالا کر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ

اے ایماندارو جبکہ تمہارے پاس ایماندار عورتیں ہجرت کر کے آویں تو ان کا امتحان کر لو　اللہ انکے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم جان لو کہ وہ

عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ

ایماندار ہیں　تو انکو کافروں کی طرف نہ بھیجو　نہ یہ عورتیں انکو حلال ہیں نہ وہ کافر ان عورتوں کو حلال ہیں اور ان کافروں کو

مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

دیدو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اور تم پر ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب تم ان کے مہر دے چکو اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو

وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

اور جو تم نے (ان عورتوں) پر خرچ کیا مانگ لو　اور جو انہوں نے خرچ کیا مانگ لیں　اللہ کا یہی حکم ہے جو تمہارے لئے صادر فرمایا　اور

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ

اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی چلی جائے کافروں کی طرف پھر تمہاری باری آجائے تو تم ان مسلمانوں کو دیدو کہ جن کی

أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

بیویاں چلی گئی ہیں　جتنا کہ انہوں نے دیا تھا۔　اور اس اللہ سے ڈرو　کہ جس پر تم ایمان لائے　ہو۔

ترکیب مہاجرات حال من المؤمنات فامتحنوهن جواب اذا اللہ اعلم جملہ معترضۃ مؤمنات مفعول ثان لعلمتموهن مفعول اول فلا ترجعوهن الجملۃ جواب الشرط لا هن الجملۃ فی موضع التعلیل لقولہ فلا ترجعوا ولا تمسکوا من الامساک وقرء ابو عمرو و یعقوب بالتشدید والآخرون بالتخفیف بعصم جمع عصمۃ وهی ما یتعصم بہ من العقد والنسب والعهد والمراد بہ ههنا النکاح الکوافر جمع کافرۃ وان فاتکم ای سبقکم وانفلت منکم شیٔ فاعل فاتکم من ازواجکم بیان للشیٔ وایقاع شیٔ موقعہ للتحقیر والاشباع فی التعمیم او شیٔ من مهور ازواجکم۔ فعاقبتم ای فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المهر شبہ الحکم باداء هؤلاء مهور اولئک تارۃ واداء اولئک مهور نساء هؤلاء تارۃ بامر یتعاقبون فیہ کما یتعاقب فی الرکوب وغیرہ قال المبرد فعاقبتم ای فعلتم ما فعل بکم یعنی ظفرتم وهو من قولک العقبی لفلان ای العاقبۃ ومعنی العاقبۃ الکرۃ الاخیرۃ وقال ابن عباس و مسروق و مقاتل معنی عاقبتم غنمتم وغزوتم معاقبین غزوا بعد غزو وکانت العقبی والغلبۃ لکم وقیل اصبتم الکفار فی القتال بعقوبۃ حتی غنمتم۔ قری حمید الاعرج فعقبتم بالتشدید وقرء الزهری بالتخفیف بغیر الف وقرء مجاهد فاعقبتم ای صنعتم بهم کما صنعوا بکم فهو معطوف علی فاتکم فی حیز الشرط فآتوا الخ جوابہ مثل مفعول ثان فآتوا۔

تفسیر دشمن اسلام تین قسم کے تھے اوّل وہ کہ ان کی دشمنی ہنوز باقی تھی دوئم وہ کہ جنکی دشمنی مجبور ہو جانے کی امید تھی سوئم وہ کہ انکی دشمنی جاتی رہی تھی اور وہ مطیع اسلام ہو گئے تھے ان آیات میں خدا تعالیٰ نے انکے احوال بیان فرما کر ہر ایک فریق سے اسکے مناسب معاملہ کرنے کا حکم دیا قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم الخ میں اوّل قسم کے کفار کا حکم دیا کہ ان سے بالکل ترک کر نا چاہیے اور دوسری قسم کے لوگوں کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ کہ ان سے ایک روز دوستی ہو جاوے گی حسن معاشرت سے پیش آؤ تیسری قسم کے کفار کا حال اور حکم ان آیات یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات میں بیان فرماتا ہے کہ اب جو کفار میں اور تم میں بمقام حدیبیہ صلح و عہد ہو گیا ہے وہ دشمنی تمام ہو گئی ان سے عدالت و انصاف کی کاروائی کرو جس کی تفصیل آگے آتی ہے ؎

بخاری ؒ نے روایت کی ہے کہ بمقام حدیبیہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور کفار مکہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا اور سہیل بن عمرو کفار کی طرف سے عہد نامہ لکھ رہا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ ہمارا آدمی جو کوئی اے محمدؐ تیرے پاس بھاگ آوے تو آپ اسکو ہمارے حوالے کر دیں اگرچہ وہ آپ ہی کے دین پر ہو مسلمانوں کو یہ شرط شاق معلوم ہوئی اور انکار کیا مگر اس نے نہ مانا آخر لکھی گئی۔ اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل سہیل مذکور کے بیٹے کو جو مکے سے بھاگ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا تھا اسکے حوالے کیا اس میں بھی مصلحت الٰہیہ تھی وہ یہ کہ یہ لوگ مکے کو واپس نہ گئے نہ مدینے میں رہے بلکہ ایک مقام تجویز کر کے کفار مکے کے آیندہ روند کو لوٹنا شروع کر دیا جن سے کفار نے انکو مدینے ہی میں رہنا غنیمت جانکر واپس لینے کی درخواست کو چھوڑ دیا۔ یہ معاملہ مردوں کے ساتھ تھا مگر عورتوں کی بابت اس عہد نامے میں کوئی بات طے نہیں ہوئی تھی اس عرصہ میں چند عورتیں بھی مکے سے محض دین اسلام اختیار کرنیکی غرض سے مسلمانوں میں آملیں منجملہ انکے سبیعہ بنت حارث قبیلہ اسلم کی بھی آئی اور عہد نامہ لکھکر اسپر مہر ہو چکی تھی اسکے پیچھے اس کا خاوند بھی آیا جس کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں . . . . . مسافر مخزومی مقابل کہتے ہیں اسکا نام صیفی بن راہب تھا اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ میری بیوی کو میرے ہمراہ کر دیجئے آپنے ہمراہ نہ کیا کسلیے کہ یہ آیت نازل ہو گئی تھی اس آیت میں عورتوں کا دینا ممنوع ہو گیا خلاصہ یہ کہ اسلام کا دریا جوش زن تھا لوگ مسلمان ہوتے تھے مگر اپنے وطنوں میں کفار برادری سے امن نہ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آتے تھے مکے کے لوگوں سے صرف مردوں کی بابت معاہدہ ہو گیا تھا اس آیت نے کھول دیا کہ عورتوں کی بابت معاہدہ نہیں وہ ہرگز واپس نہیں دی جائیں گی کسلیے کہ کفر واسلام میں زوجیت باقی نہیں رہتی نہ کافر مرد کو مسلمان عورت حلال ہے نہ مسلمان عورت کو کافر مرد مگر شرط یہ تھی کہ وہ عورت خاص اسلام کیلئے ہجرت کر کے آئی ہو کسی مرد یا دنیوی خواہش یا اپنے شوہر کی نفرت سے نہ آئی ہو اسلئے سب سے اوّل اس آیت میں اسی مسئلہ کی تشریح ہوئی ؛

فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات فامتحنوہن کہ اے مسلمانوں جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آویں تو انکا امتحان کر لو۔ کہ آیا دراصل دین کیلئے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے؟۔ امتحان آزمائش قرآن میں اسکا کوئی خاص طریقہ بیان نہیں ہوا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم ان سے حلف دیکر پوچھتے تھے کہ تو اپنے خاوند سے ناراض ہو کر یا کسی مرد کی رغبت سے یا کسی دنیاوی غرض سے تو نہیں آئی ہے؟۔ اللہ اعلم بایمانہن حقیقت الامر اور انکا ایمان تو اللہ ہی کو معلوم ہے یہ اسلئے فرمایا کہ دنیا میں احکام شرع ظاہر پر جاری ہوتے ہیں جب وہ حلف سے ایمان ظاہر کر دیں تو تمہیں اعتبار کرنا چاہیئے کسی بدگمانی کو دخل نہ دینا چاہیئے اور نیز انکے ایمان کی تائید بھی ہے کسلیے کہ امارات تو ظاہر ہیں مگر وطن و اقارب کا چھوڑنا ان پاکبازبیویوں کا محض ایمان اور محبت الٰہی سے تھا فان علمتموہن مؤمنات فلا ترجعوہن الی الکفار اگر تم کو یقین ہو جاوے کہ وہ ایمان دالیاں ہیں تو پھر انکو کفار کے پاس نہ جانے دو کسلیے کہ لاہن حل لہم یہ عورتیں ان کفار شوہروں کیلئے حلال نہیں ولاہم یحلون لہن اور نہ وہ کافر شوہر انکو حلال اور جائز بنا سکتے ہیں ؛

ان آیات میں یہ پہلا حکم ہے کہ کفار کی بیویاں اگر اسلام لاکر مسلمانوں کے گروہ میں آملیں تو انکا نکاح سابق باقی نہیں رہتا کبھی مسلمان عورت کافر کیلئے حلال نہیں کوئی مسلمان عورت کسی ہندو یا نصرانی یا مجوسی یا یہودی یا کسی غیر مذہب والے سے نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا بلکہ حرام کاری ہوگی بادشاہ اسلام کا فرض ہے کہ انکو جدا کر دے اور جو نہ مانیں تو سزا دے تاکہ ملک بدکاری سے پاک رہے اس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے ؛

ف۱ جب کوئی عورت مسلمان ہو جاوے یا اسلام کے ارادے سے مسلمانوں کے گروہ کی طرف سفر کرے برابر

نیت کہ پھر کفار میں نہ جاویگی اس کا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہوگیا۔ اسی طرح مرد اسلام لاوے یا بہ ارادہ اسلام دارالاسلام کی طرف آوے اس کی کافرہ بیوی سے اسکا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ ان دونوں میں زوجیت باقی نہیں رہتی۔ عینی شرح ہدایہ باب العدۃ ؛

ف۲ اب اس مسلمان عورت کو مسلمان مرد سے نکاح درست ہے پہلے خاوند کا جو کافر تھا کچھ تعلق باقی نہیں رہا اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت کے بعد یوں فرماتا ہے ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اجورھن کہ مسلمان پر ان مہاجرات عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ ان کے مہر ادا کر دیں مہروں کا ادا کرنا اس حکم کیلئے دائمی قید نہیں بلکہ اس واقعے کے لحاظ سے یہ قید لگائی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آ رہا تھا وہ یہ کہ کفار مکہ سے عہد نامہ ہو چکا تھا اور مکے والوں کی عورتیں ہجرت کر کے مدینے میں آتی تھیں۔ یہ واپس نہ بھیجی جاتی تھیں بلکہ انکا نکاح مسلمانوں سے درست تھا مگر بموجب اُس باہمی مصالحت کے یہ ضرور ہوتا تھا کہ اُنکے کافر خاوندوں نے جو مہر ان بیویوں کو دئے تھے وہ واپس دئے جاتے تھے چنانچہ اس آیت سے پہلے جملے میں اسکا ذکر تھا واٰتوھم ما انفقوا کہ ان کافروں نے جو کچھ اپنی بیویوں پر صرف کیا ہے وہ دے دو۔ ما انفقوا جو کچھ خرچ کیا گرچہ لفظ عام ہے روٹی کپڑے دیگر عطیات کو بھی شامل مگر مراد مہر ہے کس لئے کہ اور چیزیں عرب میں کم واپس لی جاتی تھیں۔ جدائی کے وقت مہر ضرور واپس لیا جاتا تھا۔ اب یہ مہر کون دے؟ ۔ بیت المال دے اگر اس عورت سے کسی نے نکاح نہیں کیا ورنہ جس نے نکاح کیا وہ عورت کو مہر دیسے اور یہ مہر اس مہر کے بدلے میں جو اس نے کافر خاوند سے وصول کیا تھا واپس دیدے۔ مہر جدید جو مسلمان مرد سے بندھا وہ اسی قدر ہونا چاہیئے کہ جس قدر اس کافر نے دیا تھا۔ اس میں اور علماء کے اقوال بھی شاید کچھ ہوں ؛

مگر اس بات کی تشریح آیت میں نہیں کہ مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً۔ ہدایہ کتاب العدۃ میں لکھا ہے وکذا اذا خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ فان تزوجت جاز الخ وہذا کلہ عند ابی حنیفۃ رح وقالا علیہا وعلی الذمیۃ العدۃ۔ کہ اس عورت پر عدت نہیں صاحبین رح کے نزدیک عدت ہے۔ امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں آیت لا جناح میں عدت کی کوئی قید نہیں صاحبین کہتے ہیں گو نہ ہو مگر اس بات کے امتیاز کیلئے کہ پہلے کافر خاوند کا حمل ہے یا نہیں عدت ضرور ہے کسلئے کہ اگر اسکو حمل ہے تو نکاح درست نہیں اور جو درست بھی کہا جاوے تو صحبت کرنا وضع حمل تک قطعاً ممنوع ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور نیز امام احمد اور ابو داؤد اور دارمی رح نے ابوسعید خدری رض سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی عورتوں کی بابت جن کو مسلمان اسیر کر کے لائے تھے یہ فرما دیا تھا کہ حمل والی سے صحبت نہ کی جاوے جب تک نہ جنے اور بغیر حمل والی سے صحبت نہ کی جاوے جب تک ایک حیض نہ ہووے۔ استبراء کرنے کا حکم گو سبایا اوطاس میں صادر ہوا مگر علت عامہ مہاجرات میں بھی پائی جاتی ہے ؛

ف۳ میاں بیوی کافر تھے اور ان میں سے کوئی اسلام لا کر دارالاسلام میں چلا آوے تو انکا نکاح جاتا رہتا ہے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اگر پھر دوسرا بھی اسلام لاوے تو نکاح جدید کرنا پڑے گا۔ واذا خرج احد الزوجین الینا من دار الحرب مسلماً وقعت البینونۃ بینہما۔ ہدایہ کتاب النکاح امام شافعی رح کہتے ہیں اگر اس عرصہ میں بیوی نے مسلمان ہو کر اور مرد سے نکاح نہیں کیا ہے اور اسکا خاوند بھی مسلمان ہو گیا تو نکاح جدید کی حاجت نہیں پہلا نکاح کافی ہے کس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بہت سی عورتیں مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں آئیں اور بعد میں انکے شوہر بھی مسلمان ہو گئے

اور ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی نکاح سابق[1] باقی رکھا ؎

مسئلہ اگر دونوں یک لخت مسلمان ہو جاویں اور انکا نکاح کفر میں اس طور سے ہوا تھا جو ان کے نزدیک بھی درست تھا تو وہی نکاح کافی ہوگا مگر جو کسی نے اپنے ناجائز قانون یا دستور کے موافق بیٹی یا بہن سے نکاح کیا تھا تو اسلام میں یہ باقی نہ رہیگا بلکہ جدا کر دیئے جاویں گے۔ ہدایہ کتاب النکاح) مسئلہ اگر کافر میاں بیوی مسلمانوں کی قید میں آجاویں یعنی لڑائی میں پکڑے جاویں جیساکہ مغلوبی کے بعد ہوتا ہے پھر انکا باہم نکاح سابق رہا یا نہیں؟۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں نکاح باقی نہیں رہا یہ عورت لونڈی میاں غلام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے باقی رہتا ہے۔ہاں اگر دونوں میں سے ایک قید میں آجاوے تو باقی نہیں رہتا اگر عورت ہاتھ آگئی تو مسلمان کی لونڈی ہے اگر اس کو حمل نہیں تو ایک حیض کے بعد اس سے صحبت درست ہے مسئلہ اگر کوئی عورت مسلمان ہو جاوے اور دارالحرب میں ہی رہے اس کا نکاح تین حیض کے بعد فسخ ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں اگر اس عورت سے اسکا خاوند صحبت کر چکا ہے تو بیشک عدت کے بعد فسخ ہوگا ورنہ اسلام لاتے ہی نکاح فسخ ہو جاوے گا۔ خواہ دارالحرب ہو یا دارالاسلام۔ ہدایہ ؎

دوسرا حکم ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔ اور نہ تھام رکھو کافر عورتوں کی عصمت یعنی انکو اپنے نکاح میں نہ سمجھو کہ ان کی حفاظت عصمت کی طرف تمہیں حاجت پڑے بلکہ ان کو چھوڑ دو کسی مرد سے نکاح کریں یا نہ کریں۔تم کچھ علاقہ نہ رکھو جو لوگ ہجرت کر کے مدینے چلے آئے تھے اور مکے میں انکی بیویاں اسی کفر کی حالت میں تھیں مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا تھا۔ زہری کہتے ہیں اس آیت کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں جو مکے میں رہ گئی تھیں چھوڑ دیا ایک کا نام قریبہ تھا جو ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی تھی جس نے اسکے بعد معاویہ بن ابی سفیان سے مکے میں نکاح کیا۔ اور اس وقت وہ دونوں مشرک تھے دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن جرول کی بیٹی تھی عبداللہ بن عمر کی ماں۔ اس سے ابوجہم بن حذافہ ابن غانم نے نکاح کیا اور وہ دونوں بھی اس وقت مشرک تھے ؎

ف اسلام نے ایک عظیم الشان تفرقہ پیدا کر دیا تھا اور شرک میں کوئی رشتہ نہ رکھا تھا جس کی صادق الایمان صحابہؓ نے بڑی خوشی سے تعمیل کی جو ان کی موافقت اور سچے جوش کا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر پر اعجاز کا کامل نمونہ تھا مگر اسلام کے سبب اس بیوی سے مفارقت ہے کہ جس سے اسلام میں بھی نکاح درست نہیں۔ مثلاً اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ ہے اور وہ خاوند کسی مذہب کا تھا اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس صورت میں بیوی خاوند سے جدا نہ ہوگی زوجیت باقی رہے گی کس لئے کہ مسلمان مرد کا اہل کتاب عورت سے نکاح درست ہے ہاں اگر عورت کسی ایک مذہب کی تھی اور مرد اہل کتاب تھا عورت مسلمان ہوگئی نکاح فاسد ہو جاوے گا کسلئے کہ مسلمان عورت بجز مسلمان کے اور کو درست نہیں (ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں ایسا ہی ہے)

تیسرا حکم واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا۔ تمہاری جو عورتیں کافرہ ہیں اور کافروں سے انہوں نے نکاح کر لیا ہے اور تم نے انکو مہر دیا تھا وہ تم واپس لے لو اور جو کافروں کی عورتیں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آگئیں اور انہوں نے تم سے نکاح کر لیا ہے تو کافروں نے جو مہر دیا تھا وہ واپس کر دو

ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم۔ یہ اللہ کا حکم ہے تمہارے لئے

[1] منجملہ ان کے زینبؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں وہ اسلام لائیں اور ہجرت کرتے مدینے چلی آئیں اور انکے شوہر ابوالعاص مشرک مکے میں رہے پھر جب وہ بھی مسلمان ہو کر مدینے میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو انکے حوالے کر دیا ۱۲ منہ ؎

اس کے فوائد اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے کس لئے کہ اللہ علیم بڑا علم والا حکیم حکمت والا ہے۔ واضعان قوانین ملی و قومی و سیاسی کے قوانین و احکام جب ہی قابل پذیرائی ہوتے ہیں کہ جب انکو علم بھی ہو عواقب امور پہ نظر ہو طبائع بشریہ و خواص قومیہ و ملکیہ سے واقف ہوں اور اس کے ساتھ رفق و سہولت و تدابیر برجستہ بھی پہچانتے ہوں۔ اللہ تعالے سے ان باتوں میں کون زیادہ ہے! بلکہ وہ سب سے زیادہ ہے پھر خرابی ہے اس ملک و قوم کی جس کے واضعانِ قوانین ان باتوں سے واقف نہ ہوں نہ ان میں عایت مصالح کا مادہ ہو بلکہ وہ جاہل ہوں یا غیر لوگ اپنے طبائع اور خیالات، پر دوسرے لوگوں کو حکومت اور شوکت کے دباؤ سے مجبور کرتے ہوں اس لئے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام سے کوئی قانون اور دستور العمل بہتر نہیں بشرطیکہ اس بات کے سمجھنے کا دماغ بھی رکھتا ہو ؛

ف یہ آیت منسوخ ہے یا محکم؟ یعنی اب اگر ایسا واقع ہو تو کیا مہر لینے اور دینے چاہئیں؟۔ اکثر کے نزدیک یہ حکم محدود اور موقت تھا کفار مکہ کیلئے بموجب عہد نامہ حدیبیہ کے۔ کفار عرب میں بھی مہر دینے کا دستور تھا وہ عورت کو پہلے دے دیا کرتے تھے اسلام نے بھی اسکو باقی رکھا اسلئے عہد نامہ ہونے کے بعد یہ واپسی قائم رکھی کیونکہ کفار کی بیویں جو مہر لے چکی تھیں مسلمان ہو کر مسلمانوں میں آملتی تھیں اور مسلمانوں کی مہر دی ہوئی عورتیں جو اسلام نہیں لاتی تھیں کفار کے پاس رہ جاتی تھیں۔ فتح مکے کے بعد پھر اس حکم کی ضرورت نہ رہی عرب کے اور قبائل کی عورتیں مسلمان ہو کر آئیں نکاح مسلمانوں سے کئے یا ان قبائل کے لوگ بیویں چھوڑ کر مسلمان ہوئے مہر نہ لئے گئے نہ دیے گئے۔ اسلئے دار الحرب کے کفار کی بابت تو یہ حکم ہرگز نہیں۔ اور ذمیوں کی بابت یہ حکم نہیں کوئی ذمی عورت مسلمان ہو کر مسلمان سے نکاح کرلے تو مسلمان کو اسکے ذمی شوہر کا مہر یا خرچ شادی واپس دینا لازم نہیں۔ ہاں اگر کسی قوم سے معاہدہ ہو تو دینا چاہیئے ؛

چوتھا حکم وان فاتکم شیٔ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل ما انفقوا کہ جو تمہاری بیویوں میں کوئی کفار کی طرف جائے اور تمہاری نوبت آئے تو تم وہ مہر جو مہاجرہ کی بابت اس کے پہلے خاوند کافر کو دینا تھا ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں مہر پا کر کفار کے پاس چلی گئیں ؛

عام مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے مرتد ہو کر کفار کے پاس چلی جاویں الخ مگر بغور دیکھئے تو تعمیم ہے جو ان کو بھی شامل ہے کہ جن کی بیویں مسلمان نہیں ہوئیں اور کفار ہی کے پاس رہ گئیں اور مہر پا چکی تھیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ چند عورتیں اس قسم کی تھیں جن میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی تھی فاتکم شیٔ من ازواجکم الی الکفار ان لوگوں پر صادق آتا ہے اور یہ بھی یہی کہ جن کی بیویاں وہاں رہ گئیں تو مہاجرات کا مہر جو انکے کفار خاوندوں کو دینا چاہیئے تھا ان مسلمانوں کو دینا چاہیئے کہ جن کی عورتیں مہر پا کر وہیں رہ گئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو غنیمت میں سے مہر دیا۔ تاکہ حساب برابر ہو جاوے کس لئے کہ کفار سے ان عورتوں کا مہر لینا تھا جو انکے ہاں رہ گئیں اور انکی عورتیں جو یہاں آئیں انکا مہر واپس کرنا تھا وہ اس میں وضع ہو گیا

عاقبتم کے معنی میں بھی علماء کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ تمہاری باری آوے مہر لینے کی اس صورت میں کہ تمہاری بیویاں کفار کے پاس رہ جاویں۔ دوم یہ کہ تم کفار سے جہاد کرکے غنیمت حاصل کرو۔ ان سب باتوں کے بعد یہ بھی فرمادیا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون کہ تم اس اللہ سے ڈرو کہ جس پہ ایمان رکھتے ہو۔ یہ جملہ تمام احکام کی پابندی پہ ابھارنے والا ہے ؛

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا

اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ

يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا

زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے (یعنی رو برو دیدہ و دانستہ) کوئی بہتان نہ باندھیں گی اور نہ

يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو انکی بیعت قبول کر اور انکے لئے اللہ سے بخشش مانگ اللہ جبکہ تو معاف کرنیوالا ہے مہربان ہے اے ایمان والو!

آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۞ ع ۲

تم اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غصہ ہوا وہ کو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے کہ جیسے کافر قبر والوں سے ناامید ہو گئے

ترکیب۔ اذا جاء شرط یبایعنک حال من المؤمنات ولا یسرقن وما بعدہ معطوف علی ان لا یشرکن یفترینہ نعت لبھتان او حال من الضمیر فی یاتین فبایعھن وما عطف علیہ جواب الشرط غضب اللہ علیھم الجملۃ نعت لقوم قد یئسوا الخ نعت اخریٰ من اصحاب القبور متعلق بیئس ای یئسوا من بعث اصحاب القبور ویمکن ان یکون حالا ای کائنین من اصحاب القبور والکاف فی کما فی محل النصب

تفسیر

پہلی آیات میں مؤمنات کے امتحان کا ذکر تھا جبکہ وہ ہجرت کر کے آویں اور اس کے بعد ہجرت سے جو تفرقہ کافر خاوند اور بیوی میں تھا اس کے احکام تھے کہ باہمی معاہدے کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے اب یہاں ان عورتوں کے احکام بیان کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو آتی تھیں کہ اگر وہ ان باتوں پر بیعت کریں یعنی عہد موثق کریں تو بیعت قبول کر لے۔ (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ عرب میں بت پرستی عام تھی عورتیں اس بلا میں زیادہ مبتلا تھیں اب بھی توہمات باطلہ اور تخیلات فاسدہ کی پرستش اسی گروہ میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے اسلئے سب سے اول اسی اہم بات کو پیش کیا (۲) چوری نہ کریں گی۔ چوری اگرچہ مردوں کے لئے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ عیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری خانہ بربادی کا سبب ہے اسکے بعد اسکو منع کیا (۳) زنا نہ کرینگی۔ زنا مردوں کے لئے بھی بڑا کام ہے مگر معاذ اللہ عورت کیلئے تو اور بھی شرمناک دھبہ ہے جو اسکی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا اور گو توبہ کر کے یہ عورت محاسبۂ آخرت سے پاک ہو جائے مگر دنیا میں تو عمر بھر کلنک کا ٹیکہ ہے لیکن شرفا عورتیں ایسا کام نہیں کرتیں اور بہت کم ان سے یہ حرکت وقوع میں آتی ہے اسلئے چوری کے بعد اس کو ذکر کیا خاوند کے مال میں سے کچھ تیر الینا شرفا عورتیں ایسا بڑا عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ چوری کا عام لفظ ہے پیسہ سے لیکر بے انتہا تک خواہ نقد کی ہو خواہ گھر کے اسباب کی ہو میاں کی بے اجازت اسکی کوئی چیز چھپانا یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں یا اور کسی کو دیدینا سخت معصیت ہے اور خدا تعالیٰ کی بازپرس کا باعث اور دنیا میں اسکی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اس عورت سے خاوند کو نفرت ہو جاتی ہے اور پھر خاوند کے گھر کا پورا اختیار اسکو نصیب نہیں ہوتا۔ امانت و دیانت عجب چیز ہے۔ زنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اسکے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب ہیں۔ غیر محرم کا گھر میں آنے دینا یا اس سے بے ضرورت باتیں اور اخلاق کا اظہار کرنا یا اس سے تخلیہ کرنا اور اسی طرح خاوند کے گھر سے باہر جانا اور غیروں کیساتھ سیر و تفریح میں باغوں سیر گاہوں میں جانا۔ یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی کی کتابیں دیکھنا یا سننا جیسا کہ فسانہ عجائب۔ بدر منیر وغیرہ اخلاق کو برباد کرنیوالی کتابیں ہیں یا نئے ناول نکلے ہیں۔ اسی طرح ناچ و رنگ کی محفلوں میں شریک ہونا انکی شہوت انگیز نقل و حکایات سننا۔ یا آپ گا کر لوگوں کو سنانا یا اپنے زیور یا کپڑے کی جھلکی دکھانا شراب و مسکرات کا استعمال کرنا یہ ساری

باتیں زناکاری کے دروازے ہیں جنمیں یہ باتیں ہیں وہاں زناکاری کی بھی کچھ انتہا نہیں جس قدر ترفہ ہوتا ہے یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں وہیں زناکاری بھی زیادہ ہوتی ہے برخلاف زہاد و قبائل کے لوگوں کے کہ انمیں یہ کم ہے اور اسلئے عصبیت اور جوانمردی بھی ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے زناکار قوم میں غیرت نہیں رہتی انجام کار وہ قوم دنیا میں تنزل اور پستی کا منہ دیکھتی ہے۔ اس بات پر ایک روایت یاد آئی جسکو مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ فتح مکہ کے دن جب عموماً وہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے اور مردوں کی بیعت سے آنحضرت صلعم فارغ ہوئے تو مسلمان عورتیں بھی بیعت کیلئے آمادہ ہوئیں نبی کریم صفا پہاڑی پر چڑھے اور عمرؓ نیچے تھے عورتوں نے بیعت کرنی شروع کی۔ انہیں میں ہند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان بھی برقعہ اوڑھے بے پہچانے پیش ہوئیں (یہ ہند آنحضرت صلعم کی پہلے بڑی دشمن تھی حضرت حمزہؓ کا کلیجہ دانتوں سے اسی نے چبایا تھا اسکا ایک بیٹا حنظلہ تھا بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا) عمرؓ نبی صلعم کی طرف سے بیعت لے رہے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ سے شرک نہ کرنا ہند نے سر اٹھایا اور کہا کہ ہم نے اب تک بت پرستی کی تھی آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیا ان سے تو صرف اسلام و جہاد پر عہد لیا تھا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا چوری نہ کرنا اس پر ہند نے کہا ابوسفیان کنجوس آدمی ہے اسکے مال سے میں نے کچھ لے لیا اب نہیں معلوم کہ حلال ہے یا حرام ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے مال سے جو کچھ تو نے پہلے لے لیا یا آئندہ لے سب تجھ کو معاف اور حلال ہے۔ اسپر آنحضرت صلعم ہنس پڑے اور ہند کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تو ہند عتبہ کی بیٹی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ جو کچھ مجھ سے پہلے قصور سرزد ہوا معاف کیجئے اللہ آپ کو معاف کرے اسکے بعد آپنے فرمایا زنا نہ کرنا ہند نے کہا کیا بیبیاں بھی زنا کرتی ہیں؟ یہ تو چھوکریوں لونڈیوں کا فعل ہے۔ بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ ہند نے یہ کہا کہ ان بیویوں میں سے کسی نے کبھی یہ کام نہیں کیا (اللہ رے شرافت و عصبیت کفر و بت پرستی میں بھی یہ کام نہایت برا اور حقیر سمجھا جاتا تھا تف ہے ان پر کہ بہن بیٹیوں سے یہ کام کراتے اور انکی کمائی سے عمدہ کپڑے پہن کر اینٹھتے پھرتے ہیں) اسکے بعد آپنے فرمایا (۴) ولا یقتلن اولادھن کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ عرب میں دستور تھا کہ دامادی کی عار و ننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے اسکی بھی ممانعت ہوئی۔ اس پر ہند نے کہا ہم تو انکی لڑکپن میں پرورش کرتی ہیں جب وہ بڑے ہوتے ہیں تم انکو مار ڈالتے ہو اب تم جانو وہ جانیں (جنگ بدر میں مقتول ہونے کی طرف اشارہ تھا جن میں اسکا بیٹا حنظلہ بھی مارا گیا تھا) اسپر عمرؓ کو اسقدر ہنسی آئی کہ لوٹ گئے اور آنحضرتؐ نے بھی تبسم کیا (۵) ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن پھر فرمایا کہ کوئی بہتان نہ باندھے۔ یہ لفظ عام ہے ہر قسم کے بہتان کو شامل ہے۔ خواہ کسی پر چوری کا لگایا جاوے یا زنا کا۔ عورتوں میں یہ عادت بہت ہے کہ وہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں اس سے بھی منع کیا خاوند پر بہتان لگا دینا تو ایک ادنیٰ بات سمجھتی ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اسکے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناوے۔ فراء کہتے ہیں عرب کی عورتیں کسی کا بچہ اٹھا لاتی تھیں اور خاوند سے کہہ دیتی تھیں کہ میرا بچہ ہے تجھ سے۔ یہ ہے وہ بہتان کہ جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا اور یہ اسلئے کہ لڑکا جب وہ جنتا ہے تو ماں اسکو سامنے ڈال لیتی ہے اور اسکے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہوتا ہے مگر اسکے معنی دیدہ و دانستہ کے ہیں۔ بین ایدی محاورہ ہے اس معنی میں کہ دیدہ و دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔ یہ سخت جرم ہے اسکے بعد ہند نے کہا واللہ بہتان بری بات ہے اور آپ عمدہ باتیں اور مکارم اخلاق سکھلاتے ہیں (۶) ولا یعصینک فی معروف پھر فرمایا اور کسی نیک بات میں رسولؐ کی نافرمانی نہ کریں۔ یہ بڑا وسیع لفظ ہے اسمیں ورسب عمدہ باتیں آگئیں اگر ان چھ۶ باتوں پر عہد کر لیں اور اس پر بیعت کریں تو اے نبی انکی بیعت قبول کر لے اور انکے پہلے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگ اللہ غفور رحیم ہے اس بیعت پر قائم رہنے کا یہ صلہ ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور اگلے جہان میں جہاں کی زندگانی ہے عیش و آرام ابدی ہے ؛

ف آجکل نئے علوم اور نئی روشنی کا بہت کچھ زور شور ہے اور نئی تہذیب یافتہ قومیں جو عیسائی مذہب کے برائے نام پابند ہیں اس امر میں بہت کچھ دعویٰ کرتے ہیں عورتوں کی تعلیم پر انکی بڑی ہمت مصروف ہے اور اپنے کالجوں اور اسکولوں کی تعلیم یافتہ عورتوں کو فوقیت دیتے ہیں اور اسباب تمدن کے علاوہ ناچنا گانا بھی سکھاتے ہیں۔ جو کچھ ہو اگر نہیں یہ باتیں نہیں تو کسی غیرتمند آدمی کے نزدیک اُن کا مرتبہ ایک بازاری عورت سے بھی زیادہ نہیں جو دلربائی اور عیش و نشاط کے طریقے اپنے خانگی مکتبوں میں سیکھ کر بیٹھتے ہیں ان چند باتوں کے سوا سینا پرونا اور ہنرمندی کی باتیں بھی اگر عورتیں ہوں تو نور علی نور۔ اسلام اپنی تعلیم نسواں میں بائیبل پر بلکہ بڑے حکیموں پر بھی فخر کرسکتا ہے۔ زمانہ حال کے غیرتمند تعلیم یافتہ سے وہ صدمہ پہنچنا چاہیئے جو اسکو اپنی دلربا بیوی کی خیانت اور سرکشی اور غیروں کے ساتھ اختلاط کرنے سے ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ایک گروہ ایسا ہے جو فرنگیوں کی ہر بات میں تقلید کرنا ہی ترقی جانتی ہے فرنگی تو اپنی آزادی نسواں سے تنگ آگئے ہیں اور یہ اپنی نیک بیویوں کو اسی طرح آزاد ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں یہ کیا کہ بیوی گھر میں بیٹھی ہوئی ہے بجز ہمارے اور کسی مرد کی شکل بھی نہیں دیکھتی اس کی عقل میں فراخی نہیں آتی بلکہ ہمارے ساتھ بن ٹھن کر کسی تھیٹر یا مجلس میں چلے اور ہمارے جوان جوان دوست اٹھ اٹھ کر اس سے مصافحہ کریں بغل میں لیں پاک محبت سے بوسہ بھی لیں اور بغل میں ہاتھ دباکر کسی کرسی پر جا بٹھاویں اور کوئی دبنگ جنٹلمین برانڈی کی بوتل چڑھائے ہوئے اس کی بغل میں ہاتھ دیکر اس کو کرسی سے اٹھالے وہ دونوں ناچتے ہوئے چلے جاویں اور ہمارے بھلے ہی دیر میں دورہ تمام کرکے آویں کبھی وہ ہماری غیبت میں ہمارا کوئی سچا دوست آوے اور سوار کرکے اسکو سیر کرانے یا ہنسانے کو لے جاویں پھر آویں اور چلی جاویں اور کبھی یہ بھی ہو کہ بیگم صاحبہ کے کمرے میں ہم کو اسکا کوئی دوست بیٹھا ہوا ملے جسکو ہم نہ پہچانتے ہوں اور ہم تہذیب کے قاعدے سے ان کے پاس نہ جاسکتے ہوں اور جب تک چاہیں وہ بیٹھے رہیں اور ہم جلا کریں اور کچھ نہ کرسکیں ایسی باتوں سے ذہن میں فراخی ہوجاتی ہے پھر یہ پولیٹکل امور میں بھی رائے دینے کے قابل ہوجائیں گی۔ عورتیں کسی طرح مردوں سے کم نہیں تمام باتوں میں انکو مردوں کا ہم پہلو اور ہم پلہ رہنا چاہیئے پرانے خیالات نے انکو اثاث البیت سمجھ رکھا تھا۔ استغفر اللہ اس نئی روشنی کے خیال کو نبوت کے پہلے ارشاد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قوائے بہیمیہ کا کہاں تک غلبہ ہوگیا۔ الامان الامان ؎

ف بیع خریدن و فروختن۔ اسلام میں یہ بھی ایک قسم کا معاہدہ قوی ہے کہ کسی بزرگ یا سردار قوم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کیا جاتا ہے جس کی پابندی اشد ضروری خیال ہوتی ہے۔ گویا اس بیعت کرنے والے نے کسی ثواب یا رضائے الٰہی میں اس اقرار کو پورا کرنے کیلئے اس بزرگ کی معرفت اپنے تئیں بیچ ڈالا۔ اس بیعت کی چند قسمیں ہیں **اوّل** جو بیعت اسلام پر ہوتی وہ غزوۂ حدیبیہ میں تھی صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کیا تھا کہ آپکا ساتھ دیں گے پیٹھ نہ پھیریں گے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم کہ اے نبی جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے کر رہے ہیں کسلئے کہ تیرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اللہ کی طرف سے ہے گویا اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے اس کا نام بیعت رضوان تھا **دوم** اسلام وجہاد پر بھی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت لیا کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے **سوم** بیعت ترک معصیت و التزام حسنات پر اس آیت میں یہی بیعت مراد ہے **چہارم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت پر بھی بیعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی پر شروع ہوئی۔ یعنی خلیفہ تسلیم کرنے کیلئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے اسکو بیعت خلافت کہتے تھے خلفائے اربعہ اور ان کے بعد کے خلفا کے لئے یہی رسم تخت نشینی تھی۔ عباسی خلفاء بھی لوگوں سے بوقت خلافت بیعت لیتے تھے یہ بھی اسلام کی قدیم سُنت ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد جاری ہوئی **پانچویں قسم** بیعت انابت ہے۔ جو پیران طریقت سے کی جاتی ہے۔ دراصل یہ کوئی نئی قسم نہیں بلکہ وہی ہے یعنی تیسری قسم کی بیعت ہے جو ترک معصیت و التزام حسنات کے لئے ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ہوتی تھی مگر

بیعۃ

اس میں قدرے تغیر ہو گیا ہے وہ کیا ؟ - التزام اذکار طریقہ معینہ اور انکے روش کی پابندی اس قدرے تغیر سے اسکو بدعت قرار دینا بڑی زیادتی ہے یہ بیعت بھی بیعت خلافت کی ہم عمر ہے اسی عہد سے یہ بھی جاری ہے اور بڑی مقدس جماعت میں جاری رہی اور اسکے عمدہ نتائج پیدا ہوئے - تہذیب قوائے باطنیہ و تزکیہ روح و اکتساب کمالات روحانیہ اسی کے ثمرات ہیں ؛

مگر آجکل بعض نے تو اس کو بہت ہی بدنما کر دیا ہے - یہ حالت ہو گئی ہے کہ خود بیعت لینے والا جاہل طریقت تو درکنار شریعت سے بھی محروم صرف یہی تفاخر ان کو حاصل ہے کہ وہ کسی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں یا کسی خانقاہ کے موروثی سجادہ نشین ہیں پھر بیعت بھی ایک نئی بیعت کہیں شربت کا پیالہ پلایا جاتا ہے کہیں صرف شجرہ لکھ کر دے دیا جاتا ہے نہ کسی عمل کا تقید نہ اور اذکار کی تلقین نہ معاصی کے ترک کا اقرار لیا جاتا ہے پھر بیعت کرنیوالے کون ؟ - اکثر عوام جہلا بدکار امرا شہوت پرست رنڈیاں قوال - اور بیعت کسلئے ؟ محض اس لئے کہ ایسے صاحب کا ہم جمیع آفات و بلیات دنیاوی سے محفوظ رہیں گے آخرت میں وہ بزرگ کہ جن کی طرف یہ سلسلہ منسوب ہے خواہ ہم کچھ ہی کریں عذاب کے فرشتوں سے چھڑا کر جنت میں لے جاویں گے - اور یہ سجادہ نشین بھی اسی خیال بخشش کی ترغیب کو نذرانہ حصول کرنے اور اپنی فرمانروائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں - بعض پیرزادے تو رنڈیوں ڈوموں بھانڈوں کو مرید کر کے ناچ مجرا دیکھتے ہیں اور اس شہوت پرستی کو فقیری اور معرفت و حقیقت کی سیڑھی سمجھتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان بدکاروں اور فواحش کا انکی قبروں پر جھمگھٹا رہتا ہے - بہتوں نے تو یہ پیری مریدی معاش کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے - اگر وہ امرا اور فساق کو معصیت و ترک شریعت پر تنبیہ کریں اور انکے اعمال بد کے برے نتائج پیش آنیوالوں سے ڈرائیں تو نذرانہ و آمدنی جاتی رہے بلکہ اپنے بزرگوں کی بے انتہا قدرتیں بیان کر کے اور انکے مبالغہ آمیز قصے سنا کر اور بھی جرأت دلاتے ہیں - ایسی پیری مریدی بدعت کیا بلکہ دام شیطانی ہے - نعوذ باللہ منہ -

عورتوں کیلئے بیعت امور مذکورہ پر بیان فرما کر مردوں کو حکم دیتا ہے - یا ایھا الذین آمنوا لا تتولوا الخ کہ اے ایمان والو تم اس قوم سے دوستی اور محبت نہ رکھو کہ جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے غصہ ہوا - قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور وہ قوم آخرت سے ایسی ناامید ہو گئی ہے کہ جیسا کفار مُردوں سے ناامید ہیں کہ وہ پھر جی کر اٹھیں گے یا یہ معنی کہ وہ قوم جسپر خدا غصہ ہوا ہے آخرت سے ایسے ناامید ہیں (خیر و ثواب آخرت کی انکو کچھ امید نہیں یا تو اس لئے کہ وہ قوم یعنی یہود آخرت کے منکر تھے - کس لئے کہ یہود میں ایک فریق آخرت کا منکر تھا یا اپنے اعمال بد کی وجہ سے) ہو گئے ہیں جیسا کفار جو اصحاب القبور ہیں یعنی مُردے آخرت کے ثواب سے منکر ہیں چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی سے ناامید ہو جاتے ہیں کس لئے کہ قبر میں اپنے کفر اور بد اعمال کا بد نتیجہ انکو ناامیدی دلا دیتا ہے - اور دار آخرت کی کیفیت انکو معلوم ہو جاتی ہے وہاں اپنے لئے کوئی بھلائی نہیں پاتے ؛

یہ کون قوم ہے ؟ مفسرین کہتے ہیں یہود مراد ہیں - اور معاذ اللہ جب انسان کو دار آخرت کا خیال نہ ہو تو پھر اس سے کسی کو بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہئے - دغا فریب عیاری سب کچھ اس سے بعید نہیں اسلئے انکی دوستی سے منع کیا گیا کہ سوائے مضرت کے اور کوئی بات نہیں ؛

مسلمانوں میں کچھ لوگ تنگدست و محتاج تھے وہ یہود مدینہ سے جا کر ملا کرتے تھے انسے یہود کچھ سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیا کرتے تھے اور زمانہ جنگ کا تھا ہمیشہ جدال و قتال کا پھر یہ غریب اندرونی حالات انکو مطلع کر دیتے تھے اسلئے منع کر دئے گئے کہ انسے دوستی نہ کرو اور قطع نظر اسکے یہ ایک تہذیب تمدنی ہے کہ ایسی قوم سے دوستی رکھنے والا بھی انکے ساتھ اس بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جسمیں وہ مبتلا ہیں اور نیز بروں کی صحبت سے ضرر لازم ہے جسطرح امراض متعدیہ کا دوسرے میں اثر پہنچتا ہے اسی طرح بد کی صحبت کا اثر پڑتا ہے ؛

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسمیں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ

آسمان و زمین کے رہنے والے اللہ کی تقدیس کر رہے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے مسلمانو! تم ایسی بات کیوں کہہ بیٹھتے ہو جو

تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

جو کرتے نہیں اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے کہ جو کہو اور اس کو کرو نہیں بے شک اللہ تو ان کو

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○

پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے

ترکیب - ان تقولوا الجملۃ بتاویل المصدر فاعل کبر مقتا تمیز منہ عند اللہ متعلق بکبر صفا حال من فاعل یقاتلون فی سبیلہ متعلق بہ۔ کانہم الجملۃ کذا حال منہ وصفا بمعنی صافین قال صاحب الکشاف لم ہی لام الاضافۃ داخلۃ علی ما الاستفہامیۃ کما دخل علیہا غیرہا من حروف الجر کقولک بم وفیم وعم ومم وحذف الالف لان ما والحرف کشئی واحد ۔

تفسیر - یہ سورۃ بھی بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے - یہ بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی جب ملک عرب میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کفار کا مسلمانوں پر ہر طرف سے نرغہ تھا اور مسلمانوں کی قلیل جماعت کو استقلال و جوانمردی سے اپنے دینی دشمنوں کا مقابلہ ضرور تھا اس لئے اس صورت میں ان باتوں کی بھی ترغیب ہے - خدا تعالیٰ سب سے اول اس صورت میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ہر ایک چیز ہماری قدرت و یکتائی کا نمونہ اور مظہر ہے ہر شے کا حال اور بعض کا مقال اسبات کو بیان کر رہا ہے یہی انکی تسبیح و تقدیس ہے - پھر اے انسان اشرف المخلوقات تو کس لئے جہل و غفلت و شبہات کے عمیق گڑھوں میں اوندھا پڑا ہے کس لئے اس کی تسبیح و تقدیس نہیں کرتا اور اسکے اوامر کو بجا نہیں لاتا اور کس لئے لاف زنی کرتا ہے ؟ - اے مسلمانوں لڑے پا کباز جماعت تمہارا صف باندھ کر ثابت قدمی سے اعلائے دین سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھ کر ہماری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہو کر تمہاری جان نثاری کرنا ہے اس لئے ہم کو نہایت پسند ہے -

مباحث (۱) کفار مشرکین حق سبحانہ کی نسبت بُرے بُرے اعتقاد رکھتے تھے اور ان پر جمے ہوئے تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے کمال ہٹ کر مقابلہ کرتے تھے اس لئے شروع سورۃ میں فرمایا سبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے دیانتدار خدائے پاک کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور بُری باتوں اور عیوب سے اسکی ذات کو مبرا ٹھیراتے ہیں اور اسی طرح ہر چیز اسکی مخلوق میں سے بزبان حال اسکی پاکی بیان کر رہی ہے پھر ان نادانوں کے عیوب لگانے سے کیا ہوتا ہے انکے مقابلے میں انکی کیا مقدار اور کیا اعتبار ؟ - اسکے بعد فرما دیا وہو العزیز الحکیم کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین والونکی تسبیح و تقدیس پر موقوف نہیں وہ خود بھی عزیز یعنی ہر شے پر غالب اور حکیم حکمت والا ہے ان دو لفظوں میں بیشمار صفات حمیدہ کے ثبوت اور بُری باتوں اور عیوب سے مبرا ہونے پر دلالت ہے اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ وہ غالب ہے کسی کا مقابلہ اسکی مرضی کو روک نہیں سکتا اور حکیم ہے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رسولوں کو بھیجتا ہے (۲) کفار و مشرکین جو بیہودہ باتیں ذات پاک کی نسبت بلتے ہیں اسپر انکی سبح للہ الخ میں بڑی حکمت بالغہ سے تنبیہ و توبیخ کی گئی مگر اسکے ساتھ ان مسلمانوں پر بھی تنبیہ کرنا مناسب ہوا جو بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے تھے کیونکہ یہ تسبیح و تقدیس کرنیوالونکی شان سے بعید ہے یعنی ایسا کرنیوالے اس جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں اسلئے اسکے بعد فرما دیا یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون الخ - کہ

اے مسلمانو تم کس لئے وہ باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں یہ بُری بات ہے۔ مسلمان جو کہے اُسکو کرے بھی صرف زبانی لاف زنی سے کچھ فائدہ نہیں **علماء** کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہار محبت و جلالت کرتے تھے کہ ہم آپ پر جان فدا کریں گے مگر اُحد کی لڑائی میں سُست پڑ گئے اور ہیر پھیر کرنے لگے۔ بعض کہتے ہیں ان منافقوں کی طرف اشارہ ہے کہ جو زبان سے دعویٰ ایمان و جان نثاری کا کرتے تھے مگر وقت پر کچھ بھی نہ نکلے۔ قوی تر یہی بات ہے کہ اسمیں کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی لاف کرے اس کی نسبت ہے۔ اس آیت میں ایک سخت مؤکد حکم کی جو اس سے پچھلی آیت میں آنیوالا ہے تمہید ہے کہ جو کچھ اللہ اور اُسکے رسولؐ یا رسولؐ کے جانشینوں سے عہد کرو اس کو پورا بھی کیا کرو۔ اس آیت نے صحابہؓ کے دلوں میں ثبات اور بات پر قائم رہنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا اور حقیقت میں جس قوم میں یہ مادہ نہیں وہ کبھی کسی قوم میں کامیاب نہ ہوگی۔ ان کی مجلسیں اور کمیٹیاں سب بچوں کا کھیل ہیں اس لئے اس کے بعد یہ فرما دیا ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص کہ اللہ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ یعنی جسطرح کفار و مشرکین خدا تعالیٰ کے کام روکنے میں اور انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ کرتے ہیں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بہت برے ہیں اسی طرح ایمانداروں کو انکے دفعیہ کرنے میں صف بستہ ہو کر لڑنا چاہیئے اس میں جہاد کی ترغیب ہے۔

صف باندھ کر لڑنے سے کیا مراد؟ - لڑائی میں صف باندھ کر عرب لڑا کرتے تھے حال کے زمانے میں باقاعدہ فوجیں صف بستہ ہو کر لڑتی ہیں اس سے مخالف پر رعب بھی پڑتا ہے اور دشمن کے مغلوب کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ صدہا آدمی بمنزلہ شخص واحد کے ہو جاتے ہیں پھر ان کے زور کا کیا کہنا۔ اتفاق عجب چیز ہے اسلام نے عبادت سے لیکر دشمنوں کے مقابلہ کے وقت تک جماعت اور اتفاق کی تاکید کر کے افراد متفرقہ کو جمع کر دیا پھر معنا بھی کیسی؟ - کانہم بنیان مرصوص گویا وہ سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر مستقل اور بھگوڑے نہ ہوں بلکہ آہنی دیوار کی طرح جم جاویں کسی کے مرجانے زخمی ہو جانے سے تر بتر ہو کر نہ بھاگ پڑا کریں (فراء کہتے ہیں مرصوص یا رصاص اسوقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کر دیا جائے۔ لیث کہتے ہیں رص کے معنی ملا دینا ہے کہ ایک کو دوسرے کیساتھ ملا دیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پتھر پر پتھر دھر کر چھوٹے پتھروں سے درز بندی کرتے تھے اس کے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل عرب مرصوص کہتے تھے) **بعض علماء** کہتے ہیں کچھ خاص صف بستہ ہونا بھی مراد نہیں بلکہ یہ ثبات قدمی اور باہمی اتفاق اور یکدلی کیلئے ایک تمثیل ہے یعنی ایکدل ہو کر لڑنا چاہیئے۔

اس آیت نے صحابہؓ کا ایک ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کر دیا تھا جس کے مقابلہ میں اسلام و ہدایت کے روکنے والے ٹھہر نہ سکے قیصر و کسریٰ کے چمکدار ہتھیار اور زرق برق کے سپاہی کچھ بھی کام نہ آئے۔ ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر سب سے ایسا لشکر ایسے مفلس اور خود سر ملک میں پیدا کر دینا جس پر کسی خزانہ سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی تھی ایک **عظیم الشان** معجزہ اور کتب مقدسہ کی پیشین گوئیوں کی پوری تصدیق تھی آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا صف بستہ ہو کر لڑنا انسان کا اپنے جمیع قویٰ روحانیہ کو اُبھار کر شیطانی قوتوں اور شہوات کے لشکر کو زیر و زبر کرنیکی طرف بھی اشارہ

کر رہا ہے اس جنگ میں استقامت و استقلال شرط ہے ذرا
دنیا کی تجمل دیکھا اور پھسل گئے خواہش نفسانی نے غلبہ کیا
اور اپنے تجملات دکھائے ڈگمگا گئے۔ ایسے لوگوں کو اس
ملکِ باقی اور شہر قدس کی سلطنت کب نصیب ہوتی ہے ؎

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا

اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کس لئے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے

اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ

تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دئے اور اللہ ازلی بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا اور جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی

اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ

اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ سے پہلے جو توریت (وغیرہ) ہے اس کی تصدیق کر رہا ہوں اور جو میرے بعد ایک رسول آنیوالا ہے

يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

جس کا نام احمد ہے خوشخبری دیتا ہوں پھر جب ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے

ترکیب۔ واذ منصوب علی المفعولیۃ باضمار اذکر۔ والجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من شناعۃ ترک القتال یاقوم بیان لقولہ قال وقد تعلمون الجملۃ حال موکدۃ لانکار الایذا والتقدیر لم تؤذوننی عالمین علما قطعیا انی رسول اللہ وقد لتحقیق العلم وصیغۃ المضارع للدلالۃ علی استمرارہ۔ واللہ الخ اعتراض تذییلی مقرر لمضمون ماقبلہ من الازاغۃ واذ قال عیسیٰ اما معطوف علی اذ الاولی معمول لعاملہا واما معمول لمضمر معطوف علی عاملہا مصدقا حال موکدۃ والعامل فیہا رسول اوما دل علیہ الکلام وبلیثہ احال۔ ایضا انی رسول اللہ الیکم حال کونی مصدقا لما تقدمنی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ الجملۃ فی موضع جرنعتا لرسول اوفی موضع نصب حالا من الضمیر فی یاتی۔

تفسیر

پہلے بعض لاف زنوں کی بُرائی بیان ہوئی تھی اور اللہ کی راہ میں ثابت قدم ہو کر مخالفان راہ راست کے مقابلے کا حکم تھا۔ وہ لاف زن جن کو بسبب ظاہری ایمان کے مومن کے لفظ سے تعبیر کیا دراصل منافق تھے وہ علاوہ لاف زنی کے پیغمبر علیہ السلام کی جناب میں اور نیز مخلصین اہل ایمان کے حق میں بدگمانی اور تمسخر بھی کیا کرتے تھے اور ایذائیں بھی دیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دیتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں موسیٰ کو بھی باوجود صدہا معجزات دیکھنے کے اس کی قوم نے ایذائیں دیں اور اس پاکباز بندے نے سہیں اس لئے فرمایا واذ قال موسیٰ لقومہ یاقوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم کہ یاد کر جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم کی پے درپے ایذاؤں کے بعد ان سے یہ کہا کہ اے قوم مجھے کس لئے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں یوں بھی کسی ہادی اور خیر خواہ قوم کو ستانا بُرا ہے مگر جب کہ اس بدنصیب قوم کو یقین ہو جاوے کہ یہ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے ہیں تو اور بھی بُرا ہے موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل تھی آپ کے صدہا معجزات اس قوم نے مصر میں بھی دیکھے تھے۔ قلزم سے خشکی سے پار لے جانا اور فرعونیوں کا اسی رستے میں غرق ہونا اور نیز فرعون کی قید سے آزاد کرنا اور ید بیضا اور عصیٰ اور پتھر میں سے پانی نکلنا ابر کا سایہ کرنا من وسلویٰ نازل ہونا وغیرہ سینکڑوں معجزے دیکھے تھے جن سے ان کو آپ کے رسول ہونے کا یقین کامل تھا مگر جبلی شرارت اور ازلی بدبختی سے مجبور تھے پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے ستاتے تھے کہیں بچھڑا پوجنے لگے کہیں قارح وغیرہ ایک جماعت نے موسیٰ سے ہارونؑ کی امامت کی بابت سخت جھگڑا کیا ایک بار عمالیق کے مقابلے کے وقت پھر گئے کہ ہم سے نہیں لڑا جاتا کہیں سفر کی صعوبتوں پر ناخوش ہو کر مصر کی ترکاریاں یاد کر کے موسیٰ کے حق میں سینکڑوں ناشائستہ باتیں کہنے لگے (از توریت) اس پر موسیٰؑ نے ان سے یہ کہا کہ مجھے کس لئے ستاتے ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ سے کمال درجہ کی مشابہت نبوت میں تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اٹھارویں باب اور قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اسلئے اس بارے میں خاص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ورنہ اور بہت نبیوں کو انکی قوم نے ایذائیں دی ہیں کس نبی کے رستے میں قوم نے پھول بچھائے ہیں؟ بلکہ کانٹے ڈالے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا جسطرح انکی قوم کو یقین کامل تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی کسی ہوشمند کی نظر غائر میں مخفی نہ تھی قطع نظر آیات معجزات کے آپ کی سیرت وصورت پاک بھی ایک اعجاز تھی اسکے سوا سب اخیر بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ظاہر ہونیکی خبر دے چکے تھے اسلئے اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور نیز خاص انکا معاملہ بھی ذکر کرتا ہے کہ بنی اسرائیل نے انکے ساتھ صدہا معجزات وآیات دیکھکر کیا سلوک کیا؟ - یہ دو نبی حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ موجودہ دنیا کے مسلم الثبوت نبی تھے پھر انکے ساتھ ایذا اور نافرمانی کا برتاؤ جو انکی قوم نے کیا انکی رسالت میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا تو آپ کی شان میں چند منافقوں کا ایذادہ معاملہ کیا نقص پیدا کرسکتا ہے؟ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو قضا وقدر نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دئے بدکام کے کرتے کرتے بدی کا ملکہ اور دل میں کجی پیدا ہو جاتی ہے یہی اللہ کا ٹیڑھا کرنا ہے اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوتی اور یہی مراد ہے اس سے کہ اللہ بدقوم کو ہدایت نہیں دیتا - یا یوں کہو ازلی بدکاروں کو جو علم الٰہی میں ہمیشہ کیلئے بدکار قرار پاچکے ہیں ہدایت نہیں ورنہ عارضی سینکڑوں بدکاروں کو ہدایت ہوتی ہے اور انہیں کی ہدایت کے لئے قرآن اور نبی علیہ السلام آئے بیمار کو حکیم کی زیادہ ضرورت ہے فقال اذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم اور یاد کرو جب کہ عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس رسول اور پیغام پہنچانے کو بھیجا گیا ہوں -

ف عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں اکثر جگہ ابن مریم کے لفظ سے یاد کیا ہے - تاکہ زمانہ موجود کے عیسائیوں کا وہ خیال دور ہو جاوے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اسمیں اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ مریم کے بیٹے ہیں (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ شام میں اور قومیں بھی تھیں مگر خاص بنی اسرائیل یعنی یہود سے کہا کہ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تمام جہان کیلئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لئے گویا حضرت موسیٰؑ کے دین کے مصلح اور کامل کرنیوالے تھے (انجیل متی باب دسواں درس پانچواں) (۳) حضرت عیسیٰؑ نے یاقوم نہ کہا بلکہ یا بنی اسرائیل کہا اسکا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل اپنا ہم قوم سمجھتے تھے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انکا دنیا میں کوئی باپ نہ تھا ہاں انکی ماں مریم ضرور اسرائیل کے خاندان سے تھیں اور اولاد کا نسب باپ کی جانب منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اس لئے بنی اسرائیل ان کو اپنی قوم سے شمار کرنے میں کلام کرتے تھے - اناجیل میں جو ابن داؤد کے لقب سے حضرت کو یاد کیا گیا ہے یہ انکے معتقدین خاصہ کا کام ہے (۴) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبوت کے ثبوت یا اظہار میں علاوہ معجزات وآیات بینات کے دو باتیں کہیں اوّل مصدقا لما بین یدی من التوراۃ کہ میں اپنے سے پہلی کتابوں کی یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہوں یہی مضمون انجیل متی کے پانچویں باب سترھویں جملے میں ہے - "یہ خیال مت کرو کہ توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں - میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین ٹل نہ جاویں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو" انتہیٰ ؛

جن لوگوں میں حضرت عیسیٰ نبی ہو کر آئے تھے وہ توریت کو مانتے تھے پھر آپ کا اسکی تصدیق کرکے معجزات دکھانا عمدہ تعلیم دینا ان لوگوں کیلئے صاف نبوت پر یقین دلانیوالا امر تھا اور کوئی وجہ سرتابی اور سرکشی کی نہ تھی مگر ازلی بدبختی مانع آئی ؛

ف حضرت مسیح علیہ السلام تو توریت کی بابت یہ فرمائیں اور نیک کاموں پر پابند ہونیکی تاکید کریں اور پولس اور اسکے بعد لوتھر وغیرہ جو عیسائیوں کے رسول اور مجتہد اور دینی بزرگ ہیں وہ توریت اور حضرت موسیٰؑ کے حق میں یوں کہیں اور حلال وحرام عمل کی قید سے آزادی دیویں جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں ۔ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا کہ

ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی (یعنی مسیح) کاٹھ پر (صلیب پر) لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ ۱۲۔ پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔ یہ حضرت پولس کے اس خط کے فقرے ہیں جو آپ نے گلتیوں کو لکھا تھا اسکے تیسرے باب میں مذکور ہیں۔ پھر اس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا تھا اس کے ساتویں باب میں پولس صاحب توریت کی بابت یہ فرماتے ہیں قولہ اگلا حکم اسلئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اٹھ گیا یعنی توریت جو کمزور اور بیفائدہ تھی اٹھ گئی۔ وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحے ۳۰ میں مارٹین لوتھر کا قول اسکی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ اور یہ مارٹین لوتھر فرقہ پراٹسٹنٹ کا جو آجکل ہندوستان میں حکومت کر رہا ہے پیشوا اور مصلح دین اور مجتہد ہے۔ مارٹین فرماتے ہیں اپنی ایک کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۴۰۔ ۴۱ میں قولہ ہم نہ سنیں گے اور نہ دیکھیں گے موسیٰ کو اسلئے کہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا۔ اور اسکو ہم سے کسی چیز میں علاقہ نہیں۔ پھر دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہم موسیٰ کو قبول نہ کریں گے اور نہ اس کی توریت کو اس لئے کہ وہ دشمن عیسیٰ ہے۔ پھر لکھتے ہیں موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے۔ پھر لکھتے ہیں توریت کے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں ان کو دور کرنا چاہیئے تمام بدعات ان سے موقوف ہو جاویں گی۔ حالانکہ ان دس حکموں میں یہ باتیں بھی ہیں۔ بت پرستی نہ کرو ماں باپ کی تعظیم کرو ہمسایہ کو ایذا رنہ دو ناحق خون نہ کرو زنا نہ کرو جھوٹی گواہی نہ دو وغیرہ۔ پھر لوتھر فرماتے ہیں حرام و حلال کی قید سے آزاد ہو جاؤ حرامکاری کرو خون کرو جس قسم کی چاہو بدکاری کرو اور خوب دلیری سے کرو اور دن میں سو بار کرو مگر صرف مسیح پر ایمان رکھو تمہاری نجات ویسی ہی یقینی ہے جیسا کہ مسیح کی۔ سب عیسائیوں کا صدہا برس سے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی عقیدہ ہو گیا تھا اور اسلئے وہ بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے اس لئے حکمت الٰہیہ کا مقتضے ہوا کہ ان سب کو سدھارنے کیلئے ایک زبردست رسول قائم کرے اور الہام سے یہ بات کہ عیسائی ایسے ہو جاویں گے اور ان کے پاس اصلی کتابیں بھی نہ رہیں گی اور وہ مجھ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگیں گے آپ کو معلوم کرا دی گئی تھی جس لئے آپ نے یہ دوسری بات اپنی نبوت کے ثبوت میں بیان فرمائی ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہ میں ایک رسول کی خوشخبری بھی دیتا ہوں کہ جو میرے بعد آئیگا جس کا نام احمدؐ ہے البتہ ایک ایسے نبی کی پیشین گوئی نبوت مسیح علیہ السلام کی پوری دلیل تھی۔ اور ایسی پیشین گوئی جب کہ اس قوم سرکش نے حضرت مسیحؑ کو قبول نہ کیا اور ایذا رسانی پر کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے پر ضرور تھی تاکہ ان سرکشوں کو تنبیہ کیا جاوے کہ ایک ایسا نبی صاحب شوکت بھی آنے والا ہے جو تمہارے بل سیدھے کر دے گا ؁

اب ہم کو اس پیشین گوئی کی بابت بحث کرنی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جبکی بابت خبر دی ہے اور اس کو فارقلیط سے تعبیر کیا ہے اس سے روح القدس کا نازل ہونا مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں پر جبکہ وہ ایک مکان میں مجتمع تھے نازل ہوا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے۔ روح القدس کسی خاص شکل میں دکھلائی نہیں دیا تھا بلکہ ان پر اس کا ایک ایسا اثر ہو گیا تھا جیسا کسی کے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن چڑھ کر بولتا ہے اور یہ معاملہ تھوڑی دیر تک رہا تھا اس سے مراد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہیں ؁

قبل اس کے کہ میں فارقلیط کی تحقیق کروں اور اسکے ساتھ جو اور بھی الفاظ ہیں جو کسی طرح روح القدس کے نازل ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور روح القدس پر چسپاں نہیں ہو سکتے ان کو بیان کروں عیسائیوں کی دینی کتابوں پر بحث کرتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ان کا کیا حال تھا؟ آیا وہ اصلی کتابیں بغیر تحریف و تبدیل کے سب کلیساؤں میں موجود تھیں؟ یا نہیں ؁

دوسری بات

فارقلیط علیحدہ بحث

اہل کتاب موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کو توریت کہتے ہیں اور پھر حضرت یوشع بن نون خلیفہ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء[1] علیہم السلام کے تصنیف کردہ کتابوں کو ملا کر عہد عتیق کو اور انجیل اربعہ اور حواریوں کی تاریخ اور انکے ملفوظات و مکاشفات کو عہد جدید کہتے ہیں اور کبھی عہد عتیق کو کہ جس کو پرانا عہد نامہ یا اولڈ ٹسٹمنٹ بھی کہا کرتے ہیں سب کو توریت کہدیتے ہیں اور عہدِ جدید کہ جس کو نیا عہد نامہ یا نیو ٹسٹمنٹ بھی کہتے ہیں سب کو انجیل کہدیتے ہیں ؛

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام الٰہی الہام ہوا خواہ ان کو کوہِ طور پر ہوا یا دیگر مقامات پر اصل توریت جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہی ہے اور ہونا بھی چاہیے اور اس کے برحق ہونے میں کچھ بھی کلام کسی ایماندار کو نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس توریت کو کاغذوں پر لکھوایا تھا یا لکڑی کے تختوں پر یا اور کسی چیز پر اسکا پورا پتہ دریافت کرنا مشکل بات ہے خواہ کسی چیز پر لکھوایا ہو مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک وہ کتاب (جس کا غالباً ایک ہی نسخہ ہوگا کاغذ و کتاب کی قلت کی وجہ سے) بنی اسرائیل میں رہی کسی خاص دن میں لوگ اسکو پڑھا بھی کرتے تھے اور اسکا وعظ بھی سنتے تھے۔ اور وہ کتاب حضرت موسیٰ ؑ نے صندوق شہادت میں رکھوا دی تھی جیسا کہ توریت سفر استثنار اکتیسویں[31] باب کے چوبیسویں جملہ میں ہے قولہ اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے ایک بغل میں رکھو تاکہ وہ تمہارے برخلاف گواہ رہے انتہیٰ۔ شریعت کی کتاب توریت ہی تھی ورنہ اسکے سوا اور کوئی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ثابت نہیں ہوتی ؛

پھر رجعام بادشاہ یہود کے عہد میں ایک بار مصر کا بادشاہ سیسق بنی اسرائیل پر چڑھ آیا وہ بیت المقدس کا تمام سامان لوٹ کرلے گیا جو اسکے باپ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کیا تھا اور اسی حادثے میں وہ کتاب اور صندوق بھی غارت ہوا مگر اول کتاب السلاطین کے آٹھویں باب نویں درس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب حضرت سلیمان ؑ کے عہد سے پہلے ہی حادثوں میں جاتی رہی تھی کیونکہ اسمیں لکھا ہے کہ سلیمان ؑ نے جب وہ صندوق کھولا تو بجز دو لوحوں کے اس میں سے اور کوئی چیز نہیں نکلی " اس عہد سے لیکر یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو چوبیس[624] برس پہلے تھا توریت کا کہیں پتا نہ تھا مگر اسکے عہد میں اٹھارویں سال خلقیاہ سردار کاہن نے دعویٰ کیا کہ میں نے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب پائی ہے (۲۔ کتاب السلاطین باب ۲۲) اس کے بعد یوسیاہ نے تمام قوم کو جمع کر کے یہ کتاب جسمیں احکام شرعی تھے سنوائے اور اسی کا نام توریت تھا ؛

فرض کرلو کہ اس عرصۂ دراز تک کوئی توریت سے واقف بھی نہ تھا صرف خلقیاہ کو کسی جگہ سے مل گئی اور اسمیں کوئی کمی بھی نہ ہوئی نہ کوئی ورق گم ہوا نہ عبارتیں مٹیں مگر یہ بھی اسکے بعد بخت نصر کے حادثے میں دنیا سے معدوم ہوگئی جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں پھر ستر برس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے احکام شریعت دستورات عبادت و بعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا۔ عام اہل کتاب اسی کو توریت کہتے ہیں کہ از سر نو اس کو لکھوایا مگر یہ نہیں ثابت ہوتا بلکہ یہی کہ دینی دستورات و روایات کو یادداشت کے موافق جمع کیا تھا مگر اسکے بعد انیٹوکس ابی فلنس سُریا کے بادشاہ نے سن عیسوی سے ایک سو ستر برس آگے یروشلم پر کئی بار چڑھائی کی۔ ایک بار اس نے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام

[1] اسمیں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبورات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے امثال اور غزلیں بھی شامل ہیں جو استعارات و تشبیہات سے پُر ہیں ۱۲ منہ

کتابوں کو تلاش کر کے جلا دیا اور بیت المقدس کو مسمار کر کے اس کی جگہ بت خانہ بنا دیا اور کئی کروڑ کا قیمتی اسباب لے گیا۔ مقابیس کی پہلی کتاب کے اوّل باب میں ہے کہ انیٹوکس نے یروشلم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے ائے ملے پھاڑ کر جلا دئے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کے رسم بجا لائیگا مارا جاوے گا اور ہر مہینے میں یہ تحقیقات ہوتی تھی۔ انتہی ؛

اس حادثے میں حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیا کی تصانیف یا ان کے بعد جو شمعون صادق نے تخمیناً دو سو بانوے ۲۹۲ برس مسیح علیہ السلام کے پہلے یادداشت کے طور پر یا توریت کی سنی سنائی باتیں لکھیں اور اسی کو یہود توریت سمجھتے تھے وہ بھی سب کچھ اس حادثے میں تلف ہو گیا اور یہود بالکل دینی کتابوں اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہو گئے۔ یہ عہد عتیق پر تیسرا حادثہ تھا جو بہت بڑا حادثہ تھا۔ اس کے بعد یہوداہ مقابیس نے سن عیسوی سے تخمیناً ایک سو پینسٹھ برس پہلے پھر بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح یادداشت پر عہد عتیق کی نقل جمع کی پھر یہی نسخہ بنی اسرائیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک بلکہ ان کے بعد تک توریت اور کتب انبیاء سمجھا جاتا تھا اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا جو بیت المقدس میں دھرا رہا کرتا تھا مگر ۷۰ عیسوی میں روم کا شہزادہ یہودیوں کی سرکشی اور بدعہدی کی وجہ سے بڑے طیش میں آکر شہر یروشلم پر چڑھ آیا اور محاصرے کے بعد شہر کو غارت کیا اور بیت المقدس کو بالکل مسمار کر دیا اور گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور بہت کو غلام بنایا اور کتابوں اور بے شمار اسباب اور بیت المقدس میں آگ لگا دی جس کا شعلہ آسمان تک بھڑک اٹھا۔ اور اس نسخے کو اپنے ساتھ روم میں لے گیا جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے استفتاح الکتاب رومن صفحہ ۱۲۔ مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء) پھر جب توریت کا یہ حال ہوا تو اور کتب انبیاء علیہم السلام زبور وغیرہ کیوں کر ان حوادث میں بچ رہے ہوں گے؟ ؛

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا توریت کی تصدیق کرنا اور وعظ فرمانا اور اسی طرح حواریوں کا اس سے سند لینا اکثر تواریخ سے ثابت ہے پھر جب اصل توریت دنیا میں موجود نہ تھی تو یہ کیونکر ہوا ہے ؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی تاریخ اور قوی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری کرام نے یہ شہادت دی ہو کہ یہ وہی توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں کسی جگہ تحریف و تبدیل نہیں ہوئی نہ کمی زیادتی اور یہ ہرگز ہرگز وہ حضرات نہیں کہہ سکتے تھے کس لئے کہ کیا حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ کا جنگ نامہ اور یاہو عیب بن کی کتاب اور اسی طرح اور کتابیں جنکی تعداد پندرہ بیس کے درمیان ہے مفقود ہو گئیں اور کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ کتاب استثناء کا اخیر باب اور کتاب یشوع کا اخیر باب اور دیگر مقامات کہ جن میں ان چیزوں کا ذکر ہے کہ جو حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئیں ہرگز ہرگز موسیٰ ع و یوشع ع کا کلام نہیں بلکہ بعد میں کسی اور نے ملا دیا اور اس ملانے والے نے حاشیہ و تفسیر کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا اور نہ اپنا نام ظاہر کیا یوں خوش اعتقادی سے چاہو حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لیلو یہ اور بات ہے۔ اسی طرح زبورات و دیگر صحف انبیاء کے مصنفین میں آج تک علمائے اہل کتاب کو اختلاف ہے پھر کیوں ان کی بابت حضرت مسیح علیہ السلام نے فیصلہ نہیں کر دیا؟ اور سامریوں نے اپنی توریت میں عیبیال پہاڑ کی

جگہ جرزین بنالیا اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ توریت میں ہمارے موافق ہے۔ سامری کہتے تھے کہ جرزین پہاڑ پر حکم ہوا تھا اصلی ہیکل ہماری ہے۔ اور یہود کہتے تھے نہیں بلکہ عیبال پہاڑ پر بنانے کا حکم ہوا تھا وہ اصلی ہیکل ہماری ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے (جبکہ ایک سامری عورت نے آپ سے اس کا فیصلہ پوچھا۔ یوحنا ۴۔ باب ۱۹ و ۲۵) تو اس کا بھی فیصلہ نہ کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا سچا نہ بتایا۔ اور ممکن ہے کہ توریت کی تحریف اور اصلی حال بھی کھول دیا ہو مگر لکھنے والوں نے نہ لکھا ہو کیونکہ آپ کی بہت سی باتیں نہیں لکھی گئیں جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۲۰۔ باب ۳۰ درس اور ۲۱۔ باب ۲۵۔ درس میں تصریح ہے ؛

اور جبکہ حال کے روشن دماغ توریت کے طرز کلام کو دیکھ کر فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت دنوں بعد تاریخ کے طور پر کسی نے جمع کی ہے۔ چنانچہ لنڈن میں ایک لشپ (پادری) نے توریت کی بابت اپنی یہی رائے ظاہر کی جس پر وہ اس عہدہ سے معزول کیا گیا پھر اس کا اپیل اس نے کیا پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا ہو گا خصوصاً جبکہ یہود کی دیانتداری اور سخن پروری اور حق پوشی کا ان کو صدہا باتوں سے یقین کامل ہو گیا تھا اور عیبال اور جرزین کے مقدمے میں ایک گروہ دوسرے پر تحریف کا الزام لگا رہا تھا ؛ ۵/ کلنز و ۲ المہ

طیطس کے بعد روم کے بت پرستوں کی طرف سے جو سخت حادثے اہل کتاب پر پڑے وہ ایسے تھے کہ ان میں جان بچانا بھی مشکل تھا۔ پھر ایسی کتاب کہ جس کے متعدد نسخے نہیں اور سامان کتابت میسر نہ آنے کے سبب تختیوں یا موٹے بدنما کاغذوں پر لکھی ہوئی ہو کہ جو کئی اونٹوں پر لادی جائے کیونکر بچ سکتی تھی؟۔ اور جو بچی بھی تو یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اس میں سے کوئی جزو یا ورق یا حصہ کم نہیں ہوا ؛

اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تھا تو یہ کتابیں جو اہل کتاب کے پاس بالفعل موجود ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی استشہاد کی طرف منسوب ہیں وہ کہاں سے آگئیں؟۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک بھی اہل کتاب کے پاس تھیں جن کا قرآن مجید میں متعدد جگہ ذکر ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی استشہاد کے طور پر ذکر کیا ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح علماء اہل کتاب (پچھلے حادثوں میں جہاں توریت کا دنیا سے مفقود ہو جانا یقیناً ثابت ہوتا ہے) یادداشت کے طور پر بنام نہاد ان اصلی کتابوں کو جمع کرتے رہے۔ اسی طرح ان حادثات کے بعد کسی نے اصل توریت کے مطالب جو پچھلے نسخوں میں جمع تھے اور مسائل شریعت اور حکایات و روایات کو اپنی یادداشت سے اور کسی سے سن سنا کر یا کوئی شکستہ و برباد شدہ پہلے نسخوں کا حصہ بہم پہنچا کر جمع کیا اور اسکا نام توریت و زبور وغیرہ رکھا۔ یہ دستور اہل کتاب میں نیا نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد خلقیاہ بزرگ کاہن نے کیا جبکہ دنیا میں کوئی بھی توریت کا واقف کار نہ رہا تھا اسکے بعد بابل کی اسیری کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے مل کر کیا اسکے تلف ہو جانیکے بعد شمعون صادق نے کیا جب انٹیوکس گردی میں یہ بھی جاتا رہا تو مقابیس کا جمع کردہ ذخیرہ طیطس گردی میں جاتا رہا تو پھر اور کسی نے جمع کر لیا ہو گا ؛

توریت موجودہ میں اور اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحف انبیاء علیہم السلام میں اصل توریت وغیرہ کے الہامی مطالب بھی ہیں اور دیگر رطب و یابس روایات و حکایات بھی ہیں اسلئے جہاں تک یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں ٹھیک ہیں ورنہ غلط

یا منسوخ چنانچہ نورالانوار وغیرہ کتب اصول فقہ میں علمائے اسلام نے اسکی تصریح کردی ہے اور صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم الحدیث کہ انکی تصدیق کرو نہ تکذیب یہ وہاں ہے جہاں کتاب و سنت ساکت ہو۔ اور چونکہ اس مجموعے میں اصل توریت کا خصوصاً احکام شریعت میں ایک بڑا حصہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو احکام شرعیہ کی مخالفت پر الزام دینے کیلئے ان کے زعم کے موافق اسکو استشہاد میں لانا اسکا حوالہ دینا یا اسکی تعظیم کرنا اس بات کی شہادت نہیں ہوسکتی کہ ان بزرگواروں نے بلاکم وکاست اس کتاب کو اصلی اور غیر محرف مان لیا ہے یا کسی مورخ کا ان کے حوالے دینے سے بھی اس بات کی شہادت نہیں ہوسکتی۔ لا تصدقوا۔ کا فقرہ جو خاتم المرسلین کے دہن مبارک کا نکلا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا یہود کے حق میں یہ فرمانا قولہ پس تم نے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کیا انتہیٰ۔ انجیل متی ۱۵ باب ۶ درس۔ اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کررہا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا قول کہ میں توریت کو مٹانے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اس بات کی شہادت نہیں کہ وہ موجودہ کتاب کو اصلی اور غیر محرف کہہ رہے ہیں یہ اس کے احکام کی بابت ہے کہ جن کو یہود نے ترک کردیا تھا خواہ وہ احکام کسی کتاب میں درج کئے ہوں یا سینہ بسینہ چلے آتے ہوں :

اسکے سوا عیسائیوں کے قدما محققین بوقت مباحثہ یہود پر یہی الزام قائم کرتے تھے کہ تم نے بہت سی پیشین گوئیاں کتاب مقدس سے نکال ڈالیں۔ چنانچہ جسٹن نے جو عیسائیوں کا بڑا عالم تھا طریفون سے جو ایک یہودی عالم تھا مباحثے کے وقت یہ کہا۔ اس بات کو یوسی بلیس مورخ اپنی کتاب چہارم کے ۱۸ باب میں لکھتا ہے اور علاوہ اسکے صدہا مقامات میں اختلاف اور غلط ہونا جسکی تفصیل علمائے اسلام نے کتب مناظرات میں کی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ وہ توریت نہیں اگر اسمیں اصلی حصہ بھی ہے تو اس کے ساتھ لوگوں کا کلام بھی اسی طرح مخلوط ہوا ہے کہ امتیاز کرنا مشکل ہے :

پھر اسکے بعد بھی جو کچھ تبدل وتغیر اہل کتاب کی غفلت یا بددیانتی سے اسمیں واقع ہوئی وہ بھی کتاب مذکور کو قابل اعتبار نہیں ہونے دیتی اور اسیات کا ذکر ابھی کسیقدر آتا ہے اسی لئے سینکڑوں محققین یورپ نے اور دیگر مورخین نے اقرار کرلیا ہے کہ اصلی توریت جاتی رہی :

انجیل شریف۔ اس کا حال تو توریت مقدس سے بھی زیادہ افسوسناک ہے اسمیں کوئی شبہ بھی اہل اسلام کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی تھی کہ قال واتیناہ الانجیل کہ ہم نے عیسیٰ کو نہ کسی اور کو انجیل عطا کی۔ انجیل کے حضرت مسیح علیہ السلام کو دئے جانے سے ان کو صرف قوت الہام و بشارات دیا جانا مراد لینا ایک بیکار توجیہ اور سست تاویل ہے اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتاب کتنی بڑی تھی اور کس طرح اور کسوقت لکھی گئی تھی؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کس کے پاس رہا کرتی تھی؟ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے الہامات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی جس پر اہل اسلام کو ایمان لانا ضرور ہے :

نصاریٰ اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں مسیح علیہ السلام پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی تھی نہ آپ نے اپنے اہتمام سے ان الہامات کو جمع کرایا تھا جسکے گم کردینے کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے بلکہ الہامات کو حواریوں نے ان کے بعد جمع کیا۔ حواریوں کی جمع کردہ کتابیں ہی انجیل ہیں :

مگر پولس کے خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حضرت کی کوئی کتاب تھی پولس اس خط میں

جو گلتیوں کو لکھا ہے اسکے اوّل باب کے ۶ جملے سے۔ اُنک کہتا ہے **قولہ** میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنی جلدی اس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں ملا دیا پھر کے دوسری انجیل کیطرف مائل ہوئے سو وہ دوسری انجیل تو نہیں مگر بعض ہیں جو تم کو گھبراتے ہیں اور مسیح کی انجیل اُلٹ دینا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم یا کوئی آسمان کا فرشتہ سوائے اس انجیل کے جو ہم نے سنائی دوسری انجیل تمہیں سنائے سو ملعون ہوا انتہی ؛

یہ لوگ کہ جن سے پولس خطاب کر رہا ہے دوسرے عیسائی واعظوں کے تابع ہو کر بدعات کیطرف متوجہ ہوئے تھے جن کو پولس انجیل حضرت عیسیٰؑ کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس عہد میں ان چاروں اناجیل کا جواب انجیل[۱] متی و انجیل[۲] مرقس و انجیل[۳] لوقا و انجیل[۴] یوحنا کے نام سے نامزد ہیں وجود بھی نہیں تھا کس لئے کہ یہ انجیلیں اس خط لکھنے کے بعد لکھی گئیں جیسا کہ تواریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے پھر بتلاؤ کہ وہ کونسی انجیل اسوقت پولس کے پاس تھی جسکو وہ حضرت مسیح علیہ السّلام کی انجیل کہتا اور اسکی پابندی پر مامور کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ وہی انجیل کہ جسکا ہم نے ذکر کیا۔ اور اسیطرح انجیل مرقس کے ۱۶ باب ۱۵ ادرس میں بھی اس انجیل کا ذکر ہے **قولہ** اور اس نے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔

اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس مصیبت کے سفر میں توریت لکھیں حضرت یوشعؑ کو اس لڑائی کے وقت کتاب لکھنے کی فرصت ملے اسیطرح اور اور انبیاء علیہم السّلام کے صحیفے اُنکے روبرو لکھے جاویں مگر حضرت مسیح علیہ السّلام کو نہ فرصت ملے نہ وہ حکم الٰہی سے اس ضروری کام پر مامور ہوں؟ پھر اگر انجیل چند بشارات و تعلیم ہی کا نام تھا اور اس نام کی کوئی کتاب نہ تھی تو حواریوں کو اپنی کتاب کا نام انجیل پر رکھنا کس نے بتا دیا اور اس کی ان کو کیوں ضرورت ہوئی اور کس لئے اس بات کی طرف ان کا دل للچایا۔ اور ان کے بعد پھر سینکڑوں انجیلیں پیدا ہو گئیں؟۔ ؛

ضرور ایک کتاب اس نام کی بھی جو خاص[۵] حواریوں کے پاس پاس رہتی تھی جس پر اُنہوں نے بھی اپنی کتابوں کے نام تبرکاً اور اعتبار جمانے کیلئے انجیل رکھے اور بعد تک یہ دستور جاری رہا مگر پولس کے عہد کے بعد سے خصوصاً جبکہ یہ چاروں انجیلیں مشہور ہوئیں اس اصل انجیل کا نام و نشان بھی سننے میں نہ آیا اسکے مفقود ہونیکا زمانہ ان بے انتہا مصائب کا زمانہ ہے جو اوّل ہی صدی میں عیسائیوں پر پڑیں اور سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان دین مسیحی نے حواریوں سے وہ نسخہ چھین کر تلف کر دیا۔ اسکے بعد حواریوں نے یادداشت کے طور اس کے مضامین اور حضرت مسیح علیہ السّلام کے تاریخی واقعات کو لیکر جمع کر کے اسکا نام انجیل رکھا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر ایک نے اپنی انجیل مروّج کرنیکے لئے اس تسلی سے کہ اس کے مضامین بھی تو اسمیں ہیں اصل نسخہ کو طاق نسیاں میں ڈالدیا جو شدہ شدہ مفقود ہو گیا ہرچہ باشد مگر ضرور حضرت مسیحؑ کی عبرانی زبان میں ایک کتاب انجیل تھی جو سینکڑوں برسوں سے مفقود ہے بلکہ دوسری صدی عیسوی سے اسکا پتہ نہیں۔ حفظ کا رواج نہ تھا قلمی نسخوں کی قلت تھی اس پر ہر ایک کو اپنے اپنے پیر و مرشد انجیلی۔ کے انجیل پر تکیہ تھا کہ بس یہی تو وہ ہے بلکہ مع شے زائد اس لئے اس کے مفقود ہو جانیکی پروا نہ کی اہل اسلام کے سے ان کے نہ طبائع تھے نہ حافظے نہ خدا کے کلام کو جدا محفوظ رکھتے اور پیغمبر کی احادیث و تاریخ کو جدا۔ نہ خدا کو یہ منظور تھا نہ اسکی حفاظت کے اسباب پیدا کئے جس مصلحت سے اس نے اگلے انبیاء علیہم السّلام کے صحیفوں کو مفقود ہونے دیا آنے والے ختم المرسلین علیہ السّلام کی کارگذاری کی وجہ سے اس کے بھی مفقود ہونے کو روا رکھا تلک حکمۃ بالغۃ ؛

اب جنکو عیسائی انجیل کہتے ہیں میں کسی قدر انہیں کا حال بیان کرتا ہوں و ہو ہذا۔ انجیل[۱] متی۔ انجیل لوقا۔ انجیل[۲] مرقس

[۵] ہارون مفسر اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں کہتا ہے کہ قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک صحیفہ تھا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حالات تھے اور انہوں نے اس سے نقل کیا۔ متی نے بہت لوقا اور مرقس نے تھوڑا۔ انتہی فاضل نورٹن نے اپنی کتاب علم الاسناد مطبوعہ شہر بوسٹن ۱۸۴۶ء کے دیباچہ جلد اوّل میں اکھارن کا قول نقل کیا ہے کہ ابتدائے ملت مسیحی میں ایک کتاب تھی جائز ہے کہ یہ وہی اصل انجیل ہو ؛ فرقہ ابیونی کے پاس عبرانی کی ایک انجیل تھی جسکو وہ بارہ حواریوں کی انجیل کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں ہمارے خیال کی مؤید ہیں ۱۲ منہ

انجیل یوحنا۔ حواریوں کے اعمال یعنی تاریخ پولس کے خطوط یعقوب کا خط وغیرہ۔ ان اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اقوال وافعال مندرج ہیں طرز تحریر کہہ رہا ہے آنکھوں دیکھے یا سُنے سُنائے حالات لکھتے ہیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ الہامی طور ہے نہ الہام کی حاجت ان کتابوں میں واقعات کی نسبت کمی زیادتی بھی ہے اور مخالفت بھی پائی جاتی ہے ؛

ان کتابوں کو عیسائی منزل من اللہ جانتے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ نہ ان کے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ ان سے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تعجب ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں اور متی اور یوحنا جو حواری ہیں تو حواریوں میں بڑے مرتبے کے نہیں ان سے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون پطرس وغیرہ تھے ان کی کوئی انجیل نہیں ؛

ان کتابوں کے سوا تخمیناً ایک سو تیس ۱۳۰ اور کتابیں ہیں کہ جنہیں عیسائیوں کے ہاں اختلاف ہے یا یوں کہو اختلاف تھا قدمانے ان میں بعض کو الہامی بعض کو غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اسمیں اختلاف کیا اور بعض کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہل اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی ان کو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں انہیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے ؛

متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی لارڈنر نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۲۷ء بمقام لندن کے صفحہ ۴، ۵ جلد دوم میں اریجن کے تین قول نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی انجیل عبرانی میں تھی اور وہ اسی طرح یوسی بیس اور جروم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اس کے قائل ہیں۔ اور ہارون مفسر نے اپنی تفسیر جلد چہارم میں ان کے اقوال نقل کئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکی تصنیف ۳۷ء یا ۴۱ء میں ملک یہودیہ میں ہوئی۔ اور ۶۱ء میں پھر اس کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ترجمہ کیا پادری فانڈر اختتام دینی مباحثہ مطبوعہ سکندرہ اگبر آباد ۱۸۵۵ء کے صفحہ ۳۰ میں کہتا ہے کہ یا حواریوں کے کسی مرید نے اسکا ترجمہ یونانی میں کیا ہے۔ انتہی ؛

پادری اسکاٹ اپنی تفسیر روشن میں انجیل متی جو عبرانی میں تھی اس کا زمانہ تصنیف ۶۳ء و ۶۴ء بتاتا ہے ۲-۱ منہ

اصل عبرانی انجیل متی کا اب کیا صدیوں سے دنیا میں نشان نہیں۔ کسی کلیسا میں نہیں اور اس کے مفقود ہونے پر تمام عیسائی متفق ہیں۔ اب اسکے مفقود ہونیکی جو وجہ خیال میں آوے وہی اصل انجیل کی سمجھ لینی چاہیئے۔ اب رہا ترجمہ یونانی اول تو مترجم کا حال یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کس لیاقت اور کس دیانت کا آدمی تھا؟۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ دراصل یہ اس کتاب عبرانی کا ترجمہ ہے یا اور نئی کتاب ہے؟۔ اور پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور غلط ہے تو کس قدر؟ کیونکہ یہ باتیں اصل سے مطابق کئے بغیر معلوم ہو نہیں سکتیں۔ اور اصل کا دنیا میں نشان بھی باقی نہیں اور اس انجیل یونانی کے اول اور دوسرے باب کو عیسائیوں کے محقق ڈاکٹر ولیمس وغیرہ اور نیز عیسائیوں کا ایک فریق جس کو یونی ٹیرین کہتے ہیں الحاقی اور جعلی کہتے ہیں۔ اور خصوصاً باب اول میں جو نسب نامہ ہے مسیح علیہ السلام کا اس میں تو ایسی فاحش غلطیاں ہیں جن کی بابت مفسرین انجیل کو کوئی جواب بھی بن نہیں پڑتا مگر اور عیسائی اس کو بھی الہام مانتے ہیں۔ پھر فارقلیط کی بشارت میں الحاق ہونا کون بڑی بات ہے ؟ ؛

انجیل مرقس۔ مرقس کا ابتک صحیح حال بھی عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس برس میں عیسائی ہوا صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ پطرس حواری کا شاگرد ہے اور اس نے پطرس وغیرہ لوگوں سے سنکر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے اور اس کتاب کے سن تالیف بھی بخوبی معلوم نہیں۔
پادری اسکاٹ دیباچہ تفسیر رومن صفحہ ۲۳۹-۲۴۰ میں کہتا ہے بیشک معلوم نہیں کہ کسوقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اس کی تصنیف ۵۶ء اور ۶۳ء کے درمیان ہوئی اور بالاتفاق شہر روم میں اس نے یہ کتاب تصنیف کی اور رومیوں کیلئے لکھی تو لاطینی یعنی رومی زبان میں لکھی گئی کس لئے کہ رومی لوگوں کی زبان لاطینی ہے مگر اس اصل نسخے کا ابتک پتہ نہیں ہاں اس کا ترجمہ یونانی موجود ہے ؛
اب اوّل تو مرقس کی نبوت ثابت نہیں پھر الہام تو درکنار۔ دوئم پطرس اور پولس اس کے راوی ہیں لیکن وہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا اور یہ بات پوری شبہ پیدا کرنیوالی ہے۔ سوئم اصل کتاب مفقود ہے ترجمے میں کلام ہے ؛
انجیل لوقا۔ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے نہ اس شخص کا پورا حال دریافت ہوا کہ کہاں کا باشندہ تھا اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا اور اس کی اصل زبان کیا تھی اور یہ انجیل اس نے کب لکھی اور کس زبان میں لکھی اور جبکہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی تو پھر اسکو انہیں باتوں کے قلمبند کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی کیا وہ اس کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تھیں اسکا سن تالیف بھی قیاسی طور پر ۶۴ء بیان ہوا ہے یہ کہیں نہیں کہتا کہ میں رسول ہوں اور میں جو کچھ لکھتا ہوں الہام سے لکھتا ہوں ان کی روایت بھی مقطوع ہے کیونکہ یہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا ؛
انجیل یوحنا۔ یہ یوحنا حواری کی طرف منسوب ہے اس کی تالیف کا زمانہ بھی تخمینی ہے یعنی تخمیناً سوئیں عیسوی میں یعنی عروج مسیح سے ستر برس بعد۔ مگر یہ بھی الہام اور رسول ہونے کا مدعی نہیں اسکے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی اس کے کلام میں ہے چنانچہ اسی انجیل کے ۲۱ باب ۲۵ - درس میں یہ ہے کہ مسیح کے حالات میں کتابیں جو لکھی جاتیں تو دنیا میں نہ سماتیں۔ ہرگز یہ صحیح نہیں کس لئے کہ اگر کوئی حضرت مسیح کا روز تولد سے آخر تک روز نامچہ بھی لکھتا اور فرض کرلو کہ ایک روز کے حالات ایک کتاب میں درج ہوتے تو بھی وہ سب کتابیں یروشلم میں سما سکتی تھیں دنیا تو بڑی وسیع ہے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا کہ یہ ان کی تصنیف نہیں۔ اسوقت آرینوس موجود تھا اور یہ پولی کارب کا شاگرد تھا اور پولی کارب یوحنا حواری کا۔ مگر آرینوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہ دی معلوم ہوا کہ اس کو بھی شک تھا یا اس کے استاد نے ذکر بھی نہیں کیا تھا ورنہ ایسے موقع پر سکوت کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اس کے سوا کاتلک ہرلڈ کی چوتھی جلد مطبوعہ ۱۸۴۳ء صفحہ ۲۰۵ میں یہ ہے آستاڈلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا مدرسۂ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے۔ اس میں کوئی بھی شبہ نہیں اور اسی طرح محقق برٹشنیڈر کہتا ہے کہ یوحنا کی تصنیف سے نہ یہ انجیل ہے نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسوی میں کسی اور شخص نے تصنیف کر کے ان کے نام سے مشہور کر دئے کہ لوگوں میں اعتبار ہو ؛
جب ان چاروں انجیلوں کی یہ کیفیت ہے تو اور کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ پولس کے خطوط اور بعض دیگر رسائل جو اب عہد عتیق میں شامل ہیں مدتوں عیسائیوں میں غیر معتبر مانے گئے ؛

۱؎ گو بعض پادریوں نے انطاکیہ لکھ مارا ۱۲ منہ۔

تحریف

تحریف نے جو بعد میں ان کتابوں میں ہوئی اور بھی اعتبار کھو دیا اور عیسائیوں کے مقدس لوگوں میں خاص پہلی ہی صدی سے اس بات نے کہ جھوٹ بول کر بھی دین میں کوشش کرنا امر محمود ہے۔ جیسا کہ نیو لوس کہتا ہے اور بھی کتب مقدسہ کی بے اعتباری کر دی اور جبکہ یہ طوفان بے تمیزی موجزن تھا کہ آپ تصنیف کرنا اور رواج دینے کیلئے کسی مشہور اور معتبر آدمی کے نام سے منسوب کر دینا جیسا کہ یونانیوں کا قدیم شیوہ تھا ان عیسائیوں کا بھی انہیں یونانی نسلونکی جماعت میں داخل ہو جانے سے بائیں ہاتھ کا کرتب ہو گیا تھا اور جسوقت عیسائیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا اور زمین میں انکے لئے کوئی جگہ امن کی نہ تھی اور یہ بات روم کے بت پرست ظالم بادشاہوں اور انکے عمال اور رعایا سب کی طرف سے صدیوں تک رہی ہے اور اسوقت جان بچانا ہی غنیمت تھا تلاش کر کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں اور جس کے پاس کوئی ورق بھی نکلتا تھا تو شکنجے میں کھینچ دیا جاتا تھا اسوقت اس کام کا ایسے چالاکوں کیلئے بڑا موقع تھا کہ آپ تصنیف کر کے جس حواری کے نام چاہا لگا دیا پوچھنے والا اور تحقیق کرنے والا ہی کون تھا اور جس کتاب میں جو چاہا کم زیادہ کر دیا۔ درحقیقت اس طوفان کے زمانے میں کتب سابقہ کو جیسا کچھ صدمہ پہنچا بیان سے باہر ہے۔ پرانے یونانی اور سریانی زبان کے ترجمے سپٹو اجنت وغیرہ سب ہی پر تو آفت آگئی اور جب امن کا زمانہ چوتھی صدی میں آیا اور عیسائیوں کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو اب کتب مقدسہ کی تلاش کرنے لگے اور جو کوئی کتاب بہم پہنچا تا تھا تو بڑی قدر دانی سے لی جاتی تھی۔ اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کتابوں کے بھی (جو اس طوفان کے پہلے تھیں خواہ وہ کیسی ہی ہوں جیسا کہ پہلے معلوم ہوا) کچھ نسخے ہاتھ لگے ہونگے کیونکہ استیصال کلی خلاف تجربہ ہے اور ان میں سے بہت مفقود بھی ہو گئی ہونگی۔ اسلامی مصنفوں کی بہت سی کتابیں مفقود ہیں اور جو کتاب حفظ کے ذریعے سے صدہا آدمیوں کے سینے کے صندوقوں میں محفوظ نہ رکھی جاوے جیسا کہ قرآن مجید اور صرف دو ایک قلمی نسخوں ہی پر اسکے وجود کی بنیاد ہو جیسا کہ کتب مقدسہ انکا ایسے حوادث میں پورا رہ جانا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر کسی کتاب کا جو بہم پہنچی ہوگی اوّل و آخر ندارد۔ کسی کا اوّل نہیں اخیر ہے کسی کا اخیر نہیں اوّل ہے کوئی درمیان سے کم ہے کسی کے چند اوراق کو کیڑا چاٹ گیا۔ کسی کے کچھ اوراق پانی سے بھیگ کر باہم مل گئے اور اب جو پھاڑے گئے تو کچھ پڑھا نہیں جاتا اور کبھی کچھ پڑھا بھی جاتا ہے تو صاف نہیں پھر اس نقصان کو پورا کرنیکے لئے کسی کا اوّل بنایا گیا کسی کا اخیر کسی کے بیچ میں سے جملے بنا کر ملائے گئے اور نہیں جو یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس کی تصنیف ہے اسکے مطالب کی شان پر نظر کر کے ایسے ہی شخص کی طرف منسوب کر دی گئی اور یہی سبب ہے کہ کتب عہد کے مؤلفوں میں علماء اہل کتاب کا اختلاف ہے ایک کتاب ہے کوئی کہتا ہے یہ فلاں شخص کی تصنیف ہے کوئی کہتا ہے دوسرے شخص کی ہے اور یہی اسباب ہیں جن سے ان انجیلوں اور پرانی کتابوں کے باہم نسخوں میں اسقدر اختلاف ہے کہ جسکا ٹھکانا نہیں اور ان کتابوں کی تو یوں ترمیم کی اور جو نہ ملیں اور نام یاد تھے انکی جگہ نئی تصنیف انہیں کے نام سے کی گئیں کسی نے تصنیف کر کے کسی نے اور دوسرے کے نام لگائیں اور پھر تو وہ بازار گرم ہوا کہ صدہا مصنف اٹھ کھڑے ہوئے ایک سو ایک انجیلیں نکل پڑیں اور حواریوں کے خطوط و ملفوظات کا تو کچھ شمار ہی نہ رہا کسی جوانمرد نے ایک خط گھڑ کے یہ بھی اڑا دی کہ یہ آسمان سے گرا ہے حضرت مسیح نے لکھ کر بھیجا ہے علماء کی مجالس اس تحقیق کیلئے آمادہ ہوئی ہوگی اور جہاں تک ہو سکا تحقیق کی مگر پھر بھی بہت جگہ پتہ نہ چلا اس بیان کی تصدیق کیلئے شہر نائس اور دیگر شہروں میں جو مجلسیں ہوئیں ان میں فہرست کتب مقدسہ جو پیش ہوتی رہی وہ غور کے قابل ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کتاب کسی مجلس میں کوئی معتبر ٹھیری پھر دوسری مجلس نے پہلی مجلسوں کے حکم کو رد کر کے اور چند کتابیں داخل کر دیں اور بعض کتاب اور بعض کے چند ابواب و فقرات پر خط کھینچ دیا۔

اور اسی لئے عیسائی مذہب کے بہت سے فرقے ہوگئے اور انکا اصل کتب مقدسہ میں بھی اختلاف ہے۔ مانی کا فرقہ اور یونی ٹیرین وغیرہ حیز ان کتابوں کو نہیں ملتے جن کو اور عیسائی مانتے ہیں اسیطرح رومن کاتلک اور پراٹسٹنٹ فرقے میں اختلاف ہے اور بہت سے محققین تو بول اٹھے کہ صرف ظنی اور قیاسی طور پر یہ کتابیں حواریوں اور انکے شاگردوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ورنہ ثبوت یقینی کچھ بھی نہیں ؛

اس بیان کی شہادت نسخوں کے اختلاف سے بھی ہو سکتی ہے۔ وارڈ اپنی کتاب غلطنامہ میں کہتا ہے کہ ڈاکٹر مل نے جو عہد جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے۔ اور ڈاکٹر گریسیارخ نے جو اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا یعنی تین سو پچپن کا تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف ملے اگر اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اور بھی اختلاف نکلتے یہ صرف انجیل کے اختلافات ہیں اس بات کو پادری فنڈر نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ (اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبر آباد) ہم پادری مذکور کی عبارت نقل کر کے اپنے تمام بیان کی تصدیق کرائے دیتے ہیں قولہ اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف و الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کے مقدم و مؤخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو بے تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسکا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا میکیلس صاحب ڈاکٹر تنبلی صاحب کا قول اپنے عہد جدید کے دیباچہ جلد اول صفحہ ۲۶۳ - میں نقل کرتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس صرف ایک ہی قلمی نسخہ بچا ہوا تھا جیسے رومی اور یونانی ان میں یہودی معلموں کے ایسے قصور پائے گئے ہیں اور ان کی اصلاح میں ایسے عیب ملے ہیں کہ باوجود دو پوری صدیوں کے نہایت عالم اور تیز فہم نکتہ چینوں کی محنتوں سے وہ کتابیں اب تک غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح رہیں گی۔ انتہیٰ ؛

پادری صاحب کو اختیار ہے بابوں اور کتابوں اور آیتوں کے تبدل و تغیر و الحاق پر بھی اور مصنفوں کے نام معلوم نہ ہوتے پر وہ اپنی کتاب کو بلا تحریف کہیں مگر لطف یہ ہے کہ پادری فنڈر صاحب یہ بھی صفحہ ۱۳۰ - میں کہتے ہیں قولہ کہ یہ بات سچ ہے ویریوس ریڈنگ (غلطی کتابت) بہت ہیں اور ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے۔ صفحہ ۱۳۱ - پہلے یوحنا کے ۵ باب کے ۷ - ۸ - آیتیں اور یوحنا کے ۵ باب کی پہلی سے ۱۱ - آیت تک کو اکثر مصححین مشتبہ جانتے ہیں ان کے سوا صرف دو آیات اور ہیں جنکی صحت پر شبہ ہے یعنی یوحنا کے ۵ باب کی ۴ - آیت اور اعمال کے ۸ - باب کی ۲۷ - آیت۔ انتہیٰ - کیا اب بھی پادری صاحب کو انجیل کی تبدیل و تحریف میں کوئی شبہ ہے۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ ان مشکوک اور الحاق آیات کو اب تک انجیل میں لکھ رکھا ہے ؛

خیر یہ تو جو کچھ تھا سو تھا اسکے بعد جب پوپوں کا دور دورہ ہوا اور بت پرستی اور جہالت کی گھٹا عیسائیوں پر چھائی اور ۴۰۰ عیسوی کے قریب شمال کی جانب سے بت پرست اور وحشی اور ظالم و جاہل قوموں نے قیصروں پر حملہ کیا اور جہاں انکا غلبہ ہوا انھوں نے مدرسوں اور کتب خانوں اور علم اور دین کی کتابوں کو جلا کر نیست و نابود کر دیا اس پر آشوب حادثے سے شب تاریک سے زیادہ تاریکی عیسائیوں پر زمانۂ دراز تک چھائی رہی۔ اور اسی زمانے میں آفتاب ہدایت مکے سے جلوہ گر ہوا ؛

اس حادثے کے بعد جب بدحواسی دور ہوئی تو پھر کتابوں اور علم کی درستی کی طرف التفات ہوا۔ اب خود غرضوں کو اور بھی تحریف و تبدیل کا موقع ہاتھ آیا۔ دیدہ و دانستہ کتاب میں کم زیادہ کرنا اہل کتاب کا قدیم دستور ہے بلکہ اپنے اغراض کے مخالف کتابوں کا جلا دینا بھی ان کا پیشہ قدیم ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ عہد عتیق کے عبری تمام قلمی نسخے

جن کا موجود ہونا اب ہمکو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سو ستاون ۱۴۵۷ عیسوی کے درمیان لکھے ہوئے ہیں اس سے وہ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر کے نسخے یہودیوں نے معدوم کر دیئے اور بشب والٹن اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں ۞

عیسائیوں میں جعل سازی کا بازار تو پہلی ہی صدی عیسوی سے گرم ہو گیا تھا چنانچہ پولس کے عہد میں جھوٹی انجیل اور جھوٹے واعظ پیدا ہو گئے تھے اور خود پولس بھی دین کے رواج دینے کیلئے جھوٹ بولنا پسند کرتا ہے (دیکھو وہ خط جو رومیوں کو لکھا تھا اس کا ۳ باب) اور جب دوسری صدی میں مباحثے کے بعد ارجن کی رائے کو مان لیا گیا کہ غیر قوموں سے مباحثے کے وقت حکما کا طور اختیار کر لینا چاہئے اس سے عیسائیوں کی راستبازی میں فرق آنے لگا اور اسی سبب سے جعلی تصانیف پیدا ہونے لگیں کیونکہ فیلسوف جب کسی کے طریقے کی پیروی کرتے تھے تو اس کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے مشہور کر دیتے تھے یہ دستور کئی سو برس تک رہا اور رومی کلیسا میں جاری رہا جو بہت ہی خلاف حق اور قابل الزام شدید تھا۔ (تاریخ کلیسا) ۞

ہارون صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء صفحہ ۳۱۳ میں لکھتے ہیں کہ بلاشک بعض خرابیاں (تحریفات) جان بوجھ کر ان لوگوں نے کی ہیں جو کہ دیندار مشہور تھے اور اسکے بعد انہیں تحریفات کو ترجیح دیجاتی تھی تا کہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اعتراض اپنے اوپر آنے نہ دیں۔ انتہیٰ ۞

اب میں ان پرانے نسخوں کا کہ جن پر اہل کتاب کو ناز ہے اختلاف باہمی اور ایک کی دوسرے سے کمی زیادتی چھوڑ کر جو تفصیل طلب بیان ہے اہل کتاب کی ایک تھوڑی سی خیانت بتاتا ہوں وہ یہ کہ اگر آپ جب سے مطبوع ہونا شروع ہوا ہے مطبوعہ نسخے صرف انجیل کے ملا کر دیکھیں پھر جرمن اور انگریزی اور فرینچ زبان کے مطبوعہ اور ان کے ساتھ اردو فارسی عربی کے بھی رکھ لیں پھر دیکھئے کیا کچھ تفاوت نہ صرف الفاظ میں بلکہ مطالب و معانی میں۔ آپ کو معلوم ہوئے اور قلمی نسخوں کو بھی سامنے رکھ لو تو پریشان ہو جاؤ۔ صرف اردو کے نئے اور پرانے چھپے ہوئے نسخوں کو ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا۔ جب دیکھا کہ اہل اسلام اس سے سند پکڑتے ہیں تو یہ لفظ ہی نکال ڈالا اور اسکی جگہ روح کا لفظ لکھ دیا کسی نے وہیں یعنی کرکے تفسیر بھی کر دی اور اس کو متن میں شامل کر دیا تا کہ کسی کو کچھ پتہ نہ لگے۔ اور یہ جو آج کل پادری انجیل چھپی ہوئی اور صاف اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی جاہلوں کو دکھا کر کہا کرتے ہیں۔ کہ تمام اناجیل اسکے موافق ہیں اسمیں تحریف دکھاؤ کہاں ہے اور اگر یہ محرف ہے تو تم اصلی انجیل اور غیر محرف دکھاؤ۔ یہ خداوند عیسیٰ المسیح کا انجیل ہے محض دعوے کا اور جاہلانہ گفتگو ہے۔ جب وہ اصلی انجیل اوّل اور دوسری صدی عیسوی میں مفقود بھی ہو گئی جس طرح کہ متی حواری کی عبرانی انجیل مفقود ہو گئی اور اب جو عبرانی انجیل متی ہے تو یہ یونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے تو ہم کہاں سے دکھا دیں۔ جو لوگ دنیا میں نہیں رہے اور عالم ہستی سے ان کا نام و نشان ہی مٹ گیا تو اب ان کو کوئی کہاں سے لا کر دکھا دے پھر کیا کوئی غرضی شخص ان کے نام سے وہی ہو سکتا ہے؟ اور خداوند کی یہ انجیل نہیں یہ متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا کی ہے۔ خداوند کی تو وہ انجیل تھی جسکو پولس کہتا ہے کہ میرے پاس ہے اور قطعاً وہ ان چاروں انجیلوں کے سوا تھی کسلئے کہ انکا تو یہ دیکھنا بھی پولس کو ثابت نہیں اور قرآن مجید میں اس انجیل کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی قرآن مجید میں متی مرقس لوقا یوحنا کی انجیل کا ذکر تک نہیں پھر یہ مسلمانوں پر کسطرح حجت ہو سکتی ہے؟ ان سے جو مضامین نقل کرتے ہیں تو محض تمہارے قائل کرنے کو کیونکہ تم ان کو مانتے ہو ورنہ ہمیں کچھ ضرورت نہیں اور جو کوئی گو مغز مسلمان انکو انجیل

کیسے سمجھے یہ اسکی جہالت ہے جس کا وہی ذمہ دار ہے نہ اور مسلمان۔ اور ان متعدد انجیلوں کے منکر کو انجیل شریف کا منکر قرار دینا جہالت پر جہالت ہے ؛

اب ہم مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر کرتے ہیں۔ ان اناجیل میں بھی کہیں اسکا نام ونشان ان دیندار عیسائیوں کے ہاتھ سے جو قصداً تحریف کیا کرتے تھے باقی رہ گیا ہے کہ نہیں؟ انجیل یوحنا میں جانتے کیونکر اس بشارت کو ان دینداروں نے باقی رہنے دیا اس انجیل میں متعدد جگہ اس بشارت کا پتا ملتا ہے۔ میں انجیل یوحنا جو عربی زبان میں ترجمہ ہوکر شہر لندن میں ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۱ء میں چھپی ہے اس سے نقل کرتا ہوں چودھویں باب کا سولھواں جملہ یہ ہے۔

قولہ اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے (یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہو ویگی) ۲۶۔ لیکن وہ فارقلیط (جو روح حق ہے) جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب چیزیں سکھاوے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائیگا۔ ۲۹۔ اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا کہ جب وہ واقع ہو تو تم ایمان لاؤ۔ ۳۰۔ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں۔ ۱۵۔ باب ۲۶۔ درس۔ پھر جب وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجونگا (یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے) آوے تو وہ میرے لئے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دوگے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ ۱۶۔ باب۔ ۷ درس۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے پس اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے پاس بھیجدونگا۔ ۸۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دیگا۔ گناہ پر اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی پر اس لئے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت پر اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا۔ میری اور بہت باتیں ہیں کہ جن کو تم سے کہوں لیکن تم ان کی اب برداشت نہ کرسکو گے پھر جب روح حق آویگا تو ساری سچائی کی راہ تم کو بتادے گا۔ کس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں غیب کی خبریں دے گا اور میری بزرگی بیان کریگا ؛

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام یوحنا حواری نقل کرتا ہے جو حضرت مسیح نے اپنے ساتھ یہود کی بدسلوکی اور تدبیر قتل سے خبر پاکر حواریوں سے کیا تھا اس کلام میں آپ اپنا دنیا سے تشریف لیجانا ظاہر فرماتے ہیں اور حواریوں کے غمگین دلوں کو ایک آنیوالی فارقلیط سے تسلی دیتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فارقلیط آکر میری بزرگی بیان کرے گا اور جن لوگوں نے مجھے نہیں مانا اور مجھ پر موت کا حکم لگایا یعنی انکو ملزم اور سزاوار ٹھیرائے گا اور فارقلیط جہان کا سردار اور مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہے اس کی کوئی بات مجھ میں نہیں ؛

ہم کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک کی ہے آنحضرت صلعم کے تشریف لانیکی آپ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت کا نام احمد بھی ظاہر کر رہے ہیں کسلئے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے اور عبرانی میں صاف احمد کا لفظ ذکر کیا تھا۔ اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ جب کبھی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کردیا کرتے ہیں اسکے بہت سے نظیر موجود ہیں پھر جب یوحنا کے کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد کا ترجمہ بھی کردیا اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس لکھدیا جسکے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا بہت حمد کرنیوالا پھر جب یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب فارقلیط کر دیا ؛

عیسائی کہتے ہیں یونانی نسخوں میں پاراکلی طوس ہے جس کے معنی معین۔ وکیل کے ہیں۔ اگر پیر کلوطوس ہو تو بیشک احمد یا محمدؐ کے قریب قریب اسکے معنی ہوتے ہیں۔ اوّل یہ تو کچھ بڑا تفاوت نہیں کس لئے کہ بعض زبانوں میں رسم الخط دیکھا جاتا ہے کہ وہ اعراب کی جگہ حروف مفردہ ہی لاتے ہیں اور بعض خطوط میں سرے سے اعراب ہی نہیں جیسا کہ ہندی خط اسمیں ایسے اختلاف کو بڑی گنجائش ہے قدیم یونانی خط کا بھی یہی حال ہے۔ اسمیں گل۔ کو گال۔ گیل ہر طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ پھر پیر کا تلفظ پارا اور کلوسکا کلا۔ یا کلے کوئی بڑی بات اور زیادہ تفاوت نہیں دوم یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ تفاوت تلفظ اور خط میں اعراب نہ ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ دراصل یوں ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کس لئے کہ ہمارے حضرتؐ کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔ تو بھی ایک نام سے نہیں دوسرے نام سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بشارت دینا ثابت ہوتا ہے۔ سوم جن دینداروں نے بقول ہارون صاحب اعتراض سے بچنے کیلئے یا مخالف کا مدعا ثابت نہ ہونے دینے کی وجہ سے یا اپنا مدعا ثابت کرنے کیلئے انجیل و توریت میں بہت جگہ تحریف و تبدیل کی ہے اور عبارت کو گھٹا یا بڑھایا ہے تو یہ ذرا سی تحریف و تبدیل ان سے کیا بعید ہے؟ ایسی کمی بیشی کر نیسے عیسائیوں نے فارقلیط کے آنے سے روح کا نازل ہونا مراد لے لیا اور پھر اس مطلب کو قوی کرنیکے لئے یہانتک خیانت کی کہ متن میں یعنی کرکے روح کی تفسیر کو بھی ملا دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ یعنی تو حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام نہیں نہ یوحنا نے بڑھایا یہ تو بعد میں کسی دیندار پادری صاحب نے کاریگری کی ہے مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ عبارت ہیں تحریف، آپ پکار رہی ہے کہ مجھ میں تحریف ہو اور پادری صاحب ہیں کہ انکار کر رہے ہیں یہ وہی مثل ہے کہ غلامی کا داغ ماتھے پر موجود مگر غلامی کا انکار۔ اگر پادری صاحبوں کے بزرگواروں کو اتنی گنجائش اس بشارت میں نہ ملی کہ وہ اس کو نزول روح پر چسپاں کرتے تھے تو بخدا لایزال اس کو کتاب ہی میں سے نکال ڈالتے مگر ان کو یہ کیا خبر تھی کہ اس بشارت میں جو اور بھی الفاظ ہیں وہ اس کو نزول رُوح پر چسپاں نہیں ہونے دیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک حجتِ الزامی آجائے گی ؛

اور ایک تعجب کی بات ہے کہ ستر برس بعد یوحنا حواری کو تو یہ بشارت یاد رہی کہ اس نے اپنی کتاب میں لکھدی مگر متی اور مرقس۔ اور لوقا کو ان سے پہلے یاد نہ آئی ان میں سے کسی نے بھی اسکا ذکر تک نہیں کیا اور یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی بلکہ اپنے سے زیادہ مرتبے والے کے آنیکی خبر تھی جسپر ایمان لانے کیلئے حضرت مسیح علیہ السلام نے کیسا اہتمام کیا۔ ہمارا یقین ہے ضرور ذکر کیا ہوگا مگر اسوقت یا اسکے بعد یاروں نے اسکا باقی رکھنا مصلحت نہ سمجھا کس لئے کہ ان کی بشارتوں میں آنحضرت صلعم کے ظہور کا پورا پورا پتا ہوگا۔ تاویل کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس کتاب میں تاویل کی گنجائش دیکھ اسکو رہنے دیا مگر کسی قدر ادھر اُدھر سے تراش کر اپنے موافق کر لیا مگر تو بھی موافق نہ ہوئی۔ اور ان الحاقات اور کتابوں میں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنے کا حال ہمارے بیان سابق سے جو کتب مقدسہ کی بابت تھا آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا ؛

دو امر اور بھی غور طلب ہیں اوّل یہ کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے تک اس فارقلیط کو عیسائی کوئی آدمی اور بڑا اولوالعزم شخص خیال کرتے تھے کہ ضرور ایک ایسا شخص جو دین عیسوی کا معین اور مددگار اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا طرفدار ظاہر ہوگا اور اسلئے دوسری صدی عیسوی میں منتنس عیسائی نے جو بڑا پرہیزگار اور عالم تھا یہ دعوی کیا تھا کہ جسکے آنیکی حضرت مسیح نے خبر دی ہے وہ میں ہوں اور ایشیائے کوچک میں ہزاروں عیسائی اسپر ایمان لے آئے (دیکھو تاریخ کلیسا ولیم میور مطبوعہ ۱۸۴۸ء) اسکے سوا دستہیوس شمعون مجوسی وغیرہ بہتیرے شخص نے آدرین قیصر کے عہد سے لیکر سن ایکہزار چھ سو بیاسی ۱۶۸۲ کے قریب تک فارقلیط ہونیکا دعوی کیا (تفسیر دمن اسکاٹ مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۸) ؛

پھر کیا اُنکو انجیل پوحنا بھی معلوم نہ تھی اور پادریوں کی بھی تاویل سے واقف نہ تھے کہ فارقلیط سے مروح مراد ہے نہ کہ انسان۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو ایک شئے بقول پادریان سرے سے ہی نہیں تو اسکا ان لوگوں نے کیونکر دعویٰ کر لیا؟۔ یہ بات اور ہے کہ وہ دراصل اس فارقلیط کے مصداق نہ تھے مگر اس زمانے میں یہ بات ہر ایک عیسائی جانتا تھا کہ فارقلیط کوئی انسان آئیوالا ہے جیسا کہ اسلامیوں میں مہدی آخرالزمانؑ کے آنیکی ایک ایسی مشہور خبر ہے کہ جس کو سب جانتے ہیں اس بناء پر آج تک بہت سے بوالہوسوں نے مہدی ہونیکا دعویٰ کر دیا اگر مسلمان اُسکو جانتے ہی نہ ہوتے یا وہ مہدی سے مراد کسی فرشتہ کا نازل ہونا لیتے کہ وہ صحابہؓ کے عہد میں نازل ہو چکا تو پھر کسی کو بھی اس عہدے کی تمنا نہ ہوتی ؛

لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے۔ اس بات نے محمدؐ کو فائدہ بخشا اور آپ نے کہا۔ یا وہ میں ہوں۔ انتہیٰ۔ وہ نبی حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے ظاہر ہونیکے بعد تک بھی انتظار کیا جاتا تھا۔ دوم[۲] بہت سے عیسائیوں نے جو آنحضرت صلعم کے عہد میں تھے اس بات کا اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں ہے منجملہ ان کے حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو انجیل و توریت کا بڑا عالم تھا منجملہ ان کے جارود بن علاء ہے جو عیسائی اور بڑا عالم تھا اپنی قوم کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپکا ذکر انجیل میں ہے معلوم ہوا کہ اسوقت تک یہ بشارت ان حبشی اور عربی عیسائیوں میں بدلی نہیں گئی تھی۔ اب ہم لفظ فارقلیط پر اور دیگر الفاظ پر بحث کرتے ہیں اور عیسائیوں کے شبہات کا جواب دیتے ہیں

بحث اوّل۔ فارقلیط

یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ اسمیں کئی اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اسکے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر مجھے اسمیں کلام ہے کس لئے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے آپکو کلدانی زبان بولنے کی کب ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدانیوں کے غلبہ سے اور بنی اسرائیل کے مدت دراز ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں جیسا کہ اور زبانوں میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے اس تقدیر پر یہ لفظ خاص حضرتؑ کے مُنہ مبارک کا نکلا ہوا ہے پھر یونانی میں یا تو اس کا ترجمہ پیر کلوطس کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جسکے معنی احمد کے ہیں۔ بشپ مارش اسی کے قائل تھے جو عیسائیوں میں مسلم شخص تھے۔ دوسرا[۲] قول یہ ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے یعنی ملک سریا یا شام کی زبان کا تیسرا[۳] یہ کہ یہ عربی لفظ ہے بشپ مذکور ان دونوں قولوں کو بھی ملتے ہیں۔ مگر زبان عرب میں اسکا پتہ نہیں معلوم ہوتا۔ چوتھا[۴] قول وہ ہے کہ جسکو ہم نے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں پیشینگوئی کی اور آنحضرت صلعم کا خاص نام احمد لیا مگر جب اسکا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اسکے ہم معنی لفظ پیر کلوطوس ذکر کیا جسکا معرب فارقلیط ہوا اور یونانی زبان میں پیر کلوس ہونیکی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیر کلوس کی جگہ پاراکلوس لکھدیا اس ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیر کلوس تھا۔ دستی تحریر دنسل کا غارت ہونا اس گمان کی اور بھی مدد کرتی ہے۔ اور لفظ پیر کلوس ہومر وغیرہ شعراء و فضلاء کے استعمال میں آیا ہے جس کے معنی ستودہ ہیں جو محمدؐ یا احمدؐ کا ٹھیک ہم معنی ہے ؛

اسکے علاوہ ایک بڑی تائید اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض عبرانی نسخوں میں اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک موجود ہے

فارقلیط پر مفصل بحث

دیکھو پادری پار کھرسٹ صاحب کی یہ عبارت وِ باُو حمدہ حل ہکو یمیم (از حمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء صفحہ ۸۱-۸۴-ترجمہ اپالوجی گاڈفری ہیگنس صاحب مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء)

واضح ہو

کہ عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو آجکل کے پراٹسٹنٹ فرقے اور رومن کاتلک سے بھی علیحدہ تھا وہ نسطورا کا فرقہ کہلاتا تھا ان کے پاس ان چاروں انجیلوں کے علاوہ ایک اور بھی انجیل تھی جسکو اب کے عیسائی انجیل طفولیت کہتے ہیں جو انکی کتب الہامیہ کی فہرست سے خارج شمار ہے۔خیر یہ جو چاہیں کہیں اسکی تحقیق یورپین عیسائیوں کو ہوئی ہوگی مگر وہ تو اسی کو اصلی اور الہامی انجیل کہا کرتے تھے اس کے سوا وہ کسی انجیل کے معتقد نہ تھے یہ چاروں انجیلیں تو انہوں نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھی تھیں پھر جب انہوں نے نہیں دیکھیں تو مسلمانوں کو خصوصًا ایسی حالت میں جو ان پر طاری تھی کہاں سے مل گئی ہوگی؟ جو گمان کیا جاوے کہ ان سے دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اپنے لئے پیشین گوئی بنالی ہو۔یہ گمان محض فاسد ہے اور بالکل بے اصل بدگمانی ہے ؛

عرب کے عیسائیوں میں سے اس پیشین گوئی کے اظہار سے پہلے ایسے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کو آپ کے حق میں پورا پورا مطابق پالیا تھا۔اور اس پیشین گوئی کے اظہار کے بعد ان عیسائیوں کو بھی یہ حوصلہ نہ ہوا جو کہ ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور اسلام کی تکذیب میں نہایت سرگرم تھے کہ وہ کہتے یہ غلط بات ہے ہرگز حضرت عیسیٰؑ نے آپ کی پیشین گوئی نہیں کی اگر ان کی انجیل میں آپکے نام سے یہ پیشین گوئی نہ ہوتی یا ان کو ذرا بھی تامل کرنیکی گنجائش ملتی تو وہ بغیر غل وشور مچائے کبھی چپ نہ رہتے نہ آنحضرت صلعم اس دعوے سے پیشین گوئی کا اظہار فرماتے۔یہ بات حیطۂ ادراک سے باہر ہے۔کوئی دانشمند بھی ایسا نہیں کرسکتا ؛

عیسائیوں میں برنباس حواری کی بھی ایک انجیل ہے۔گو یہ عیسائی اسکو الہام نہیں جانتے یہ انکو اختیار ہے کہ لوقا اور مرقس کی کتاب کو الہامی مانیں اور اسکو نہیں اسکی کوئی کھلی ہوئی دلیل بجز گمان اور قیاس یا حسن ظن کے اور کوئی بات ہم کو تو اب تک معلوم نہیں ہوئی لیکن بایں ہمہ وہ اس کو معتبر جانتے ہیں۔اس انجیل میں صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی تصریح ہے :

اس کے جواب میں عیسائی یہ کہدیا کرتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی تحریف ہے یا کسی ملحد نے بات بنادی۔مگر تعجب ہے کہ مسلمان کو دنیا بھر کے نسخے کہاں سے مل گئے کہ اس نے سب میں تحریف کردی جس انجیل برنباس کو دیکھئے اسمیں بھی بشارت ہے اور ملحد کو پہلے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں سے معلوم ہو گیا تھا جو اس نے انجیل میں داخل کردیا؟ یہ سب جھوٹے حیلے ہیں جنکو عقل سلیم ہرگز نہیں کرتی۔اس کے سوا اور بہت جگہ بائیبل میں آنحضرت صلعم کی پیشینگوئیاں ہیں جو بجز ذات بابرکات کے اور پر صادق نہیں آتیں پھر کیا وہ بھی کسی مسلمان نے لکھدیں یا کسی ملحد نے داخل کردیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پادریوں کی کتابوں میں ملحد آمیزش کردیا کرتے ہیں ؛

اب ہم انجیل یوحنا کی پیشینگوئی کے ورالفاظ پر بحث کرتے ہیں جو نزول روح القدس پر کسی طرح صادق نہیں آتے (۱) میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔اس سے مراد روح القدس نہیں ہوسکتا کسلئے کہ وہ ہمیشہ انکے

ساتھ نہیں رہا بلکہ ایکدن بھوڑی سی دیر تک پھر عمر بھر وہ بات نصیب نہیں ہوئی (۲) روح حق تمہیں سب وہ باتیں جو میں نے تم سے کہیں بتا دیگا۔ روح القدس جب حواریوں پر اُترا اس نے انکو وہ سب باتیں جو مسیح نے کہی تھیں یاد نہیں دلائیں اور نہ وہ بھولے ہوئے تھے کہ یاد دلانا پڑتا بلکہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے۔ البتہ بھولی ہوئی باتیں توحید و عبادات الٰہی ترک شہوات دار آخرت کی رغبت وغیرہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلائیں (۳) میں نے واقع ہونیسے پہلے تم کو خبر کردی تاکہ جب واقع ہو تو ایمان لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ جسکا انکار ان سے قریب الوقوع تھا اسلئے تاکید اور بندوبست کردیا کہ ایمان لائیں انکار نہ کریں۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا کسلئے کہ اول تو روح القدس کا نازل ہونا حواری پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔ دوسرے وہ ایک حالت ہی تھی جسپر طاری ہوا اسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا ہاں خاتم المرسلین کا انکار بہت قریب القیاس تھا اور ابتک ہو رہا ہے حیلے بہانے بنا رہے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو بھی ٹالدیا (۴) اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھمیں اسکی کوئی بات نہیں۔ روح القدس اور باپ یعنی خدا اور بیٹا یعنی عیسیٰ علیہ السلام یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں کہ مجموعہ مرکب بنا کر خدا کہا جاتا ہے پھر روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک میں ہے وہ دوسرے میں ہے پھر یہ جملہ اسپر کس طرح صادق آسکتا ہے؟ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کس لئے کہ وہ جہان کے نبی تھے اور نبی سردار ہوتا ہے یہ اوصاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کہاں تھے؟ (۵) فارقلیط آکر میرے لئے گواہی دیگا۔ روح القدس نے اوّل تو گواہی نہیں دی اور جو دی بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جسکی کوئی بھی ضرورت نہ تھی برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے تمام دنیا کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دی یہود کو ملزم کیا (۶) میں جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے۔ یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا کسلئے کہ روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو اتحاد مانا جاتا ہے پھر اگر نہ جاؤں تو نہ آوے کیا معنی رکھتا ہے؟ البتہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری صادق ہے کس لئے کہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم میں تقدم اور تاخر زمانی ہے آپ کا دور تمام نہ ہوئے تو دوسرا شروع نہ ہو (۷) روح الحق آکر دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت پر سزا دیگا۔ یہ بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کسلئے کہ روح نے کسی کو کچھ سزا نہ دیا ملزم بھی نہیں کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین مسیح علیہ السلام کو خطا کار ہی ثابت نہیں کیا بلکہ انتقام بھی لیا اور اس فقرے کے لفظ بھی اشارہ کررہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی ذی شوکت منتقم کے آنیکی خبر دیکر حواریوں کو یہود کی جفا کاری اور ستم پروری پر تسلی دے رہے ہیں (۸) روح حق تم کو ساری سچائی کی باتیں بتا دیگا۔ روح القدس نے کوئی بات حواریوں کو نہیں بتائی ہاں آنحضرت صلعم نے بھولے نصاریٰ کو ضرور رستہ بتایا (۹) جو سُنے گا وہی کہے گا اور غیب کی خبریں بتاویگا۔ روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین خدا یا جزو خدا ہے پھر سننا چہ معنی! ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ خدا ہیں نہ اسکے جزو وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وما ینطق عن الھویٰ آپ دار آخرت اور صفات کے متعلق جو غیب ہے سینکڑوں خبریں بتائیں جنکی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس روز کچھ نہ بتائیں۔

بایں ہمہ جب وہ فارقلیط صلی اللہ علیہ وسلم آیا اور اپنے ساتھ معجزات و آیات بینات بھی لایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ فلما جاءہم بالبینٰت قالوا۔ تو ازلی گمراہوں نے بجائے اس کے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبول کرتے یہی کہہ دیا ہٰذا سحر مبین

کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔ اور صاف جادو ہے۔

یہ بات عرب کے مشرکین نے بھی کہی اور عیسائی فرقے بھی انکے ہم زبان ہو گئے۔ جہالت و وحشت میں یہ عیسائی ان مشرکین عرب سے کم نہ تھے بعض مفسرین کہتے ہیں فلما جاء کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود کے پاس معجزات لے کر آئے تو کہنے لگے کہ جادو ہے کھلا ہوا۔ مگر سباق کلام پہلے معنی کی تائید کرتا ہے ؛

آیات کی تفسیر کے بعد یہ بھی کہتا ہوں کہ انجیل یوحنا سے جو ہم نے فارقلیط کی بشارت نقل کی وہ اس مقام کے مطابق تھی ورنہ اسکے سوا اب بھی جسقدر پیشین گوئیاں بائبل یعنی توریت و اناجیل و صحف انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائی جاتی ہیں اور کسی کے حق میں نہیں اسکے سوا صدہا دلائل حضرت صلعم کی نبوت پر آفتاب سے زیادہ روشن موجود ہیں۔ لیکن کور باطنی اور شقاوت ازلی کا کوئی علاج نہیں وہ سب کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہے کانوں میں ٹینٹیاں ٹھونس دیتی ہے دلوں پر مہر کر دیتی ہے پھر ان کو ان گہری اندھیریوں کی تہوں میں سے کون نور کی طرف لاسکتا ہے۔ مرنیکے بعد یہی ظلمات جہنم بن کر ہمیشہ جلا دیں گی ؛

اگر ذرا بھی انصاف ہو اور کچھ بھی فہم سلیم ہو تو کسی عیسائی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار اور عداوت کی گنجائش نہیں کس لئے کہ آپ اصل عیسوی مذہب کے سر مو مخالف نہیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر نہ حواریوں کے خلاف۔ ہاں اگر خلاف ہے تو ان ہی زیادتیوں میں جو مسیح علیہ السلام کے بعد لوگوں نے دین عیسوی کا جزو قرار دے لیں اور پھر اندھے مقلد بن کر انکی تحقیقات اور سمجھنے میں کوشش کرنا ممنوع قرار دے لیا۔ روشن دماغ عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین عیسوی کا مصلح سمجھتا ہے ؛

حکایت ایک بار ایک بوڑھے پادری سے سفر میں ملاقات کا اتفاق پڑا۔ مذہبی گفتگو بھی چھڑ گئی کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث پر بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی پادری صاحب نرم دل اور خدا ترس تھے آخر کار ہر بحث میں اقرار کر دیا کہ یہ تینوں مسئلے حواریوں کے عہد تک نہ تھے اور نہ ان پر نجات موقوف ہے اگر ہوتی تو خدا تعالیٰ ان احکام کو اگلے نبیوں اور ان کی نجات یافتہ جماعت پر ضرور ظاہر کرتا اور اسی طرح ان کا شہرہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے ؛

پھر میں نے کہا اب تمہارے نزدیک نجات کس اعتقاد پر موقوف ہے؟ کہا خداوند تعالیٰ اور روح القدس اور عیسے علیہ السلام پر ایمان لانے پر۔ میں نے کہا ہر مسلمان ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے پھر فرمائیے ہماری نجات میں کیا کلام ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ کے نزدیک ہماری نجات میں کلام ہے؟ میں نے کہا کہ اگر بغیر حضرت مسیح پر ایمان لائے کسی یہودی کی نجات ممکن ہے تو بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ کی بھی نجات ممکن ہے اس نے سر نیچا کر لیا اور کہنے لگا ہم ضرور محمد صاحب پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کا نبی ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ اسکو برا کہیں نہ ہم کو اس کی کوئی انجیل ہدایت کرتی ہے بلکہ بغور دیکھو تو یہ مذہب ایک ہی ہیں حضرت محمد مسیح کے مذہب کیلئے ریفارمر ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ سب عیسائی اور ریفارمر کی طرف متوجہ ہونگے ؛

ف انبیاء علیہم السلام جو خیر خواہ خلق ہیں انکے لئے لوگوں نے جو کچھ سلوک کئے وہ ظاہر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا۔ مگر جو لوگ دنیا میں انکے نام لیوا ہیں کسی قدر حصہ انکو بھی مل کر رہتا ہے چنانچہ یہ راقم الحروف بلشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ کسی نے زہر دیا اور اس کے کئی روز تک جو کچھ کیفیت اور سختی طاری رہی وہ اسوقت دیکھنے والوں سے دریافت کرنی چاہیے کس لئے کہ میں تو بیہوش تھا اور آج پانچواں روز ہے اب تک حالت اصلی نہیں عود کر آئی۔ للہ الحمد کہ یہ ہیچکارہ بھی اس زمرے میں داخل کیا گیا۔ ۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ابھی چند روز کا عرصہ گزرا کہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مدظلہ کو بھی زہر دیا گیا تھا ۱۲ منہ ؛

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْكَذِبَ وَهُوَ یُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کیطرف بلایا جا رہا ہو اور اللہ (ایسے) ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔـوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ھُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا ہی کرے گا اگرچہ منکر برا مانا کریں وہی ہے کہ جس نے اپنے

رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے مشرک اگرچہ برا مانا کریں

ترکیب۔ ونعطف الجملة او الاستیناف من مبتدأ اظلم مع المفضل علیه وصلته خبره وہو یدعی من الدعاء مبنیا للمفعول وقرئی یدعی من الادعاء مبنیا للفاعل وانما عدی بالی لتضمین معنی الانتماء والانتساب والجملة حال من فاعل افتری والله الجملة مقررة لمضمون ما قبلہا یریدون جملة مبنیة لغرضہم من الافتراء لیطفئوا منصوب بان مقدرة واللام مؤکدة مزیدة دخلت علی المفعول ای التقدیر یریدون ان یطفئوا قاله ابن عطیه والاطفاء الاخماد واصله فی النار واستعیر لما یجری مجراہا من الظهور والمراد من النور القرآن او الاسلام او النبی صلعم فنور الله استعارة تصریحیة والاطفاء ترشیح والله مبتدأ متم نوره الخ خبره قرأ الجمهور متم نوره بالاضافة وقرئ بالتنوین فی اعرابہا ظاهر بالهدی حال من رسوله لیظهره ای یغلبه واللام متعلقة بارسل الدین المراد به الجنس ای الادیان ولذا صح تاکیده بکله ولو الجملة مقررة لما قبلہا ؛

تفسیر۔ پہلے ذکر تھا کہ جب وہ رسول کہ جسکے آنیکی خبر پہلی آئی تھی ان لوگوں کے پاس نشانیاں لیکر آیا تو اسکو جادو کہنے لگے۔ اب فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون ظالم اور جفا کار ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھے یعنی اسکی آیات کو سحر کہے اور اسکے لئے بیٹا اور جورو قرار دے حالانکہ اسکو کسی بری بات کی طرف نہیں بلایا جاتا بلکہ اسلام کی طرف یہ جفا کار ہٹ دھرم لوگ ہدایت کا منہ نہیں دیکھیں گے محروم رہیں گے اور رہتے ہیں ؛

توضیح۔ دنیا میں جسقدر مذاہب موجود ہیں یا تھے خواہ اُنکی اصل من اللہ تھی اور بعد میں لوگوں کے خیالات نے اسپر قلعی کرکے اُنکی صورت بدل دی یا وہ سرے سے جاہلانہ خیالات اور اوہام باطلہ کا ایک مجموعہ تھا جب ان سب کو حقانی مذہب سے جسکو اسلام کہتے ہیں مقابلہ کرکے دیکھیں گے تو انمیں سینکڑوں جھوٹی اور خیالی آمیزشیں ہیں گی جنپر ان مذاہب کے مریدین نے خداوند تعالےٰ کی خوشنودی اور ناراضی اور نجات وعذاب کو منحصر کیا ہے یہی وہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے عیسوی مذہب کو دیکھو تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح اور اسی طرح عشاء ربانی اور اصطباغ کا مسئلہ اور اُنکے بعد پوپوں کے سینکڑوں ڈھکوسلے ایسے ہیں کہ جنپر وہ لوگ نجات کا مدار سمجھتے ہیں اسی طرح ہنود نے گائے کی پرستش اور بہت ہی بہشت کے سوا اور سینکڑوں غیر مرئی چیزوں کی الوہیت و نافع وضار ہونیکی عقیدت اور خودکشی اور ترک ہیئت جیسا انکے جوگیوں اور گسائیوں کا دستور ہے اور گوشت کا ترک اور تیلوں کی پرستش اور سینکڑوں دور از قیاس افسانے جو انکی کتابوں وید اور پرانوں کا سرمایہ ہے نجات اور مکتی اور سعادت دارین کا باعث اور ناراضی کی خوشنودی کا سبب قرار دے رکھا ہے اسیطرح عرب کے جاہلوں نے سینکڑوں غلط دستور اور بہت سے جھوٹے افسانے تھے جنکو مرضی الٰہی کا مدار بنا رکھا تھا۔ کہیں کہتے تھے کہ ہمارا فلاں بت قیامت کے روز ہمکو جہنم سے بچالیگا اور فلا نکو رزق و مرزانی کا مختار کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ افسوس ہے انسان کی محنت شاقہ اور یوں رائیگاں گویا پانی کی بلا آخرت میں نجات کے بدلے عذاب کا باعث ہے۔ اسلئے اس رحیم کریم نے دنیا میں وہ رسول بھیجا جو اس اہم مسئلہ کو حل کرے اور توہمات وتخیلات باطلہ کو دور کر کے مرضیات الٰہی اور نجات و سعادت انسانی کا سیدھا راستہ دکھا دے چنانچہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام پورا کر دیا اور اس سیدھے رستے کا نام خدا تعالیٰ نے اسلام رکھا جسکے ظاہری معنی خدا کی
فرمانبرداری اور اسکے آگے گردن جھکانیکی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پھر افسوس پر افسوس کہ جب اس گم گشتۂ وادی توہمات کو اس سیدھے
رستے کیطرف بلایا جاتا ہے تو اسکو نئی بات جانکر چونکتا ہے اور اس پرانے دستور مالوف کا چھوڑنا شاق جانتا ہے اگر اسکو خدا نے چراغ
توفیق عطا کیا ہے تو وہ ادھر سیدھا چلا آتا ہے ورنہ اس داعی کے مقابلے میں ان جھوٹے افسانوں اور تخیلات فاسدہ کو پیش کرتا ہے
درحقیقت اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا اور اسکو ہدایت بھی نہیں ہوتی۔ یہی معنی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی
الی الاسلام واللہ لا یہدی القوم الظالمین کے اسی قدر پر بس نہیں بلکہ اپنے اس ناقص اور قابل ترک مذہب کے غالب کرنیکے لئے اس
آسمانی طریقہ کو جس کو پھیلانبی دنیا میں لایا جو اس پر آشوب تاریکی اور پرخطر ظلمات کیلئے نور یعنی شمع ہے اسکو بجھانا بھی چاہتے ہیں
یریدون لیطفؤا نور اللہ اور بجھانا بھی کاہے سے بافواہہم اپنے منہ سے یعنی پھونکیں مار مار کر بافواہہم میں اشارہ ہے کہ وہ
جو منہ سے من گھڑت افسانے بیان کرتے ہیں اسلام کے مقابل جسکو افترا علی اللہ کہنا چاہیے ان منہ کی نکلی باتوں سے اسلام
کو مٹانا چاہتے ہیں۔ پھر کیا وہ ان سے مٹ سکتا ہے؟ کیونکہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ اللہ تو اپنی روشنی پوری ہی کرکے
رہیگا اس کے منکر شپرہ چشم گو نہ چاہیں۔

یہ بات صادق آئی اور اس آسمانی شمع پر جس کا کتاب یسعیاہ کے ۴۱۔۴۲۔۶۱۔ بابوں میں اشارہ ہے۔ اس وقت کے
مخالفوں کے پھونکنے سے نہ بجھی بلکہ وہ خود جل جل کر مر گئے اور یہ شمع اسقدر روشن ہوئی کہ تمام بر عرب سے بھی اسکی روشنی
نکل کر شام و ایران و خراسان و ممالیک یورپ و ایشیا و افریقہ تک پہنچی اور خلفائے راشدین کے عہد میں انکی سچی کوششوں
کی چمنی نے اس کو حفاظت سے بھڑکا اور بھی تیز کر دیا اندھوں نے رستہ پایا راہ ہدایت صاف دکھائی دینے لگی انکے بعد جو جو تنسد
ہوا ہیں اس پر چلیں وہ اہل تاریخ سے مخفی نہیں باہمی قتال و جدال پھر حرب صلیب کا فتنہ کہ صدیوں تک تمام عیسائیوں نے
ملکر زور مارا اور کوئی دقیقہ اس کے گل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر آخر وہی جلکر خاکستر ہو گئے پھر چنگیز خانی مغلوں کا حملہ جس نے
بغداد جیسے دار اسلام شہر کو نیست و نابود کر دیا اس کے کتب خانوں کی سیاہی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہوا مسلمانوں کے خون کی ندیاں
بہیں تب بھی کچھ نہ ہوا نہ قرآن میں ایک حرف کی کمی زیادتی ہوئی نہ اصول اسلامیہ میں فرق آیا نہ اس کے علوم مندرس ہوئے اور
اب بھی مخالف کوئی کمی نہیں کر رہے ہیں اور برائے نام مسلمانوں نے بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہے کہیں نیچری بنکر اس
پر حملہ کیا کہیں تعزیہ پرستی گور پرستی اور رصد ہا رسم و رواج کو جزو اسلام بناکر اس شمع کے گل کرنیکا کافی بند و بست کیا مگر کچھ
نہیں ہوا اب اس شمع کی روشنی امریکہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک بھی جا پہنچی چین و جاپان میں بھی پرتو ڈال دیا۔

یہ شمع چونکہ آسمانی شمع ہے اسکو کون بجھا سکتا ہے اس بات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و
دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ کہ اللہ نے دنیا میں اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے یعنی
ان غلط آمیزش کے مذہبوں کو بے رونق کرے۔ ایسا ہی کر دیا کوئی مذہب بجز اسلام دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک توہمات جاہلانہ سے
پاک نہیں اور یوں بھی جہاں اس مذہب کے پاک اصول بیان کئے جاویں اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کے بھی تو یہی غالب آویگا
اور یہی وجہ ہے کہ ممالیک افریقہ میں اور دیگر بلاد میں بغیر کسی کوشش کے خود بخود اسلام پھیلتا جاتا ہے اور نصرانیت شکست کھاتی جاتی ہے کوئی
دن جاتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہو جائیگا اور اسکے سچے پیرو بھی مخالفوں پر غالب رہے اور رہیں گے۔ ولو کرہ المشرکون مشرکین عیسیٰ کے پوجنے والے
پادری اور شمال اور عناصر کے پوجنے والے ہنود آریہ وغیرہ گو برا مانیں اور زبانی قیل و قال کریں اور اگر مگر کے باتیں بنائیں اور اسلام پر جھوٹے الزام
لگائیں مگر کیا ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ترکیب ہل ادلکم الخ الجملۃ ندا ہل الاستفہام ایجاب اخبار معنی وقیل المعنی ساولکم تنجیکم الجملۃ صفۃ تجارۃ قرا الجمہور تنجیکم من الانجاء ای بالتخفیف وقری بالتشدید من التنجیۃ تؤمنون تفسیر للتجارۃ وقیل استیناف کانہم قالوا کیف نعمل فقال تؤمنون باللہ وہو خبر فی معنی الامر ویجوز ان تکون فی موضع جر علی البدل او فی موضع رفع علی تقدیر ہی وان محذوفۃ ولما حذفت بطل عملہا وتجاہدون عطف علی تؤمنون ان کنتم شرط جوابہ محذوف فافعلوہ یغفر مجزوم اما ہو جواب شرط محذوف دل علیہ الکلام تقدیرہ ان تؤمنوا یغفر لکم واما ان تؤمنون بمعنی آمنوا الخبر بمعنی الامر ہذا قول الزجاج والمبرد واما انہ جواب لما دل علیہ الاستفہام والمعنی ہل تقبلون ان ولتکم اما انہ جواب استفہام علی اللفظ ہذا قول الفراء وضعفہ بعض وصوبہ الفخر الرازی فی تفسیرہ ویدخلکم معطوف علی یغفر لکم ومساکن جمع مسکن منصوب لکونہ معطوفا علی جنت واخری منصوب علی التقدیر ویعطیکم اخری ای نعمۃ اخری۔ او علی تقدیر تحبون المدلول علیہ تحبونہا وقال الفراء والاخفش ہی معطوفۃ علی تجارۃ فہی فی محل جر ای وہل ادلکم علی الخصلۃ اخری وقیل ہی فی محل رفع ای ولکم خصلۃ اخری۔ نصر وفتح خبر مبتدا محذوف ای ہی۔ وبشر معطوف علی محذوف ای قل وبشر او علی تؤمنون بمعنی آمنوا۔

تفسیر۔ اگلی آیت میں تھا کہ اللہ اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کریگا اسمیں اشارہ تھا کہ عالم بالا دنیا پر ایک آسمانی سلطنت قائم کرنیوالا ہے جس سے اس نور کے بجھانیوالوں کو زیر کیا جاوے اسلئے ان آیات میں ایک بڑے اجر اور بیش بہا تنخواہ پر جو دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہے اعلان کر دیتا ہے اور اسکے ضمن میں اس ضروری کام سے پہلو تہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف بھی دلاتا ہے تاکہ جلدی ہی سنگسار کیساتھ ایک لشکر جرار تیار ہوجاوے جو دنیا کو تمام نجاستوں سے پاک کردے۔ یا یوں کہو انسان اس دنیا میں ناحق نہیں آیا ہے بلکہ اس عمر گرانمایہ میں کچھ حاصل کرکے ایک ابدی جہان میں جانا ہے اس بات کو خدا تعالیٰ اس پیرائے میں بیان فرماتا ہے کہ انسان تاجر ہے مگر تجارت کرنا نہیں جانتا ہم اسکو تجارت سکھلاتے ہیں۔ فقال یا ایہا الذین آمنوا ہل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم کہ اے ایماندارو لو میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالیوے۔ تجارت ایک شے کا دوسری شے سے معاوضہ۔ تجارت میں دو چیز ہوا کرتی ہیں ایک اثاث مالی جس سے کوئی چیز خریدی جاوے۔ دوسری وہ چیز جسکو خریدتا ہے اور تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی اور عقلاء کے نزدیک وہ تجارت کہ جسمیں ضرر کا احتمال بھی نہو اعلیٰ درجے کی ہے اور اس پر اور خوبی ہو کہ جس سے وہ چیز خریدی جاوے وہ اپنی طرف سے معاوضہ کی چیز کے سوا کچھ اور بھی دے۔ یہاں سب سے پہلے دفع مضرت کا ذکر کردیا تنجیکم من عذاب الیم کہ عذاب الیم جو انسان کو اس گرانمایہ زندگی کے عیش اور بیکار گئی ہونیکا نمیں صرف کرنے سے ہوتا ہے اس سے تمکو یہ تجارت نجات دیگی۔ بڑا خسارہ انسان کیلئے آخرت میں عذاب الیم کا ہے سو اس کو غذر سے پہلے ہی اطمینان کردیا کہ اس تجارت میں گھاٹا ہی نہیں۔ اسکے بعد تجارت کیلئے مال بیان فرماتا ہے تؤمنون باللہ ورسولہ الخ

اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جب اللہ اور اسکے رسول کو حق جانیگا اور انکو مانے گا تو فرشتوں اور قیامت اور اسکے سب رسولوں اور کتابوں کو بھی برحق سمجھے گا اور انکے تمام اقوال کی تصدیق کریگا جو تکمیل قوت نظریہ کو حاوی ہے۔ شبہ یا ایہا الذین آمنوا سے معلوم ہوا کہ آیت میں ایمانداروں سے خطاب ہے پھر ان کو تؤمنون باللہ ورسولہ فرمایا پھر کیا وہ اللہ اور رسول پر ایمان نہ لائے تھے اگر نہ لائے تھے تو انکو مومن کیوں کہا۔ اور اگر لائے تھے تو پھر اس کی کیا ضرورت کہ بار دگر ایمان لاویں؟ جواب ایمانداروں سے خطاب تھا مگر بار دگر جو فرمایا کہ ایمان لاؤ تو اس سے اسپر دوام و ثبات مراد ہے یعنی اس ایمان پر ہر وقت قائم رہو یہ ایک محاورہ کی بات ہے کہ کسی کام کے کرنیوالے کو جو کہا جاتا ہے کرتے رہو تو مراد ہوتی ہے کہ خوب عمدہ طرح سے اور مضبوطی سے ہمیشہ کرو غافل نہ ہو جاؤ۔ ایمان ایک بڑا بیش بہا جوہر ہے اس کے چور بھی بہت ہیں اسلئے بار بار تاکید ہوتی ہے کہ اپنی جیب کو دیکھتے رہو ہر گھڑی اسکی تصدیق قلبی پہ نظر کر لیا کرو۔ بعض مفسرین نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ آمنوا کے لفظ سے منافقوں کو خطاب ہے وہ بظاہر مومن تھے اسلئے انکو باطن میں بھی ایمان لانیکی تاکید کی۔ یہ اس تجارتی نقد کا ایک حصہ تھا۔ اب دوسرے کو بیان فرماتا ہے وتجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم کہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرو یہ جملہ تکمیل قوت عملیہ کے لئے بڑا وسیع المعنی جملہ ہے کسلیئے کہ جہاد کے کئی مرتبے ہیں **اول** اپنے نفس سرکش کا مقابلہ مال سے اور جان سے مال اس طور کہ طمع نفسانی نہیں چاہتی کہ نیک کاموں میں کچھ خرچ کرے اقارب یتامیٰ مساکین آفت زدے اسکے ہاتھ کو تکتے ہیں۔ نفس ہے کہ دور اندیشیونکی مہیب صورتیں دکھا دکھا کر اسکے ہاتھ کو روکے لیتا ہے اب اسکو لازم ہے کہ اس نفس بد کا مقابلہ کرے یا وہ نیک اور مفید کام جو قوم یا بنی آدم کیلئے نافع اور اسکے یادگار رہیں گے ان میں دینے سے روکتا ہے۔ یا برے کاموں میں ناچ۔ تماشے۔ رنڈی بازی۔ شراب خوری۔ جوا۔ تھیٹر۔ کا تماشہ میلے ٹھیلے ارباب نشاط کے جلسے نمود اور تجمل کے کارخانے دوسروں کی ایذا رسانی وغیرہ وغیرہ بیہودہ کاموں میں صرف کرنیکو نفس خبیث ابھارتا ہے وہاں اس کو روکنا اور سخت مقابلہ کرکے شکست دینا چاہیئے۔ مال سے زیادہ جان عزیز ہے اسلئے اموالکم کے بعد انفسکم کا لفظ آیا۔ جان کا جہاد اس مرتبہ میں یہ ہے کہ خواہشات نفسانیہ سے روکے اور عبادات و ریاضات اور عمدہ کاموں میں اس کو لگاوے یہ نہیں کہ شتر بے مہار کی طرح جس طرف اسکا نفس خبیث لیجائے دوڑا چلا جاوے **دوسرا مرتبہ** حجاب ظلمانیہ کو اٹھا کر انوار قرب الٰہی میں مراقبہ ذکر و فکر اشتغال بالعبادات سے آگے قدم رکھنا اور اس رستے میں جسقدر دشمن سامنے آویں شمشیر ہمت سے ان کو مار بھگانا اخیر مرتبہ جسکو اس جہاد کی شہادت کہتے ہیں یہ ہے کہ اپنی ہستی کو اس باقی کی ہستی میں فنا کر دے جس کے بعد اس کو حیات جاودانی اور بقائے سرمدی عطا ہوتی ہے
کشتگان خنجر تسلیم را ٭ ہر زماں از غیب جانے دیگر است
تیسرا مرتبہ اس تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کا ہے اسمیں جان اور مال سے کوشش کرنا بد راہوں کو نرمی اور لینت سے راہ پر لانا ان کی ہدایت کے رستے کھولنا آخر کار رہ کھودینا اور بار نہادن اس راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں انکا جوانمردی سے مقابلہ کرنا مال سے لشکر کے سامان تیار کرنا جان سے لڑنا یہ جہاد شرعی ہے اس کے شہید کے بھی بڑے مرتبے ہیں وہ بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہے ٭

اسکے بعد اس تجارتی مال کو بیان فرماتا ہے جو ان دونوں مالوں سے خریدا گیا ہے۔ فقال یغفر لکم ذنوبکم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا۔ لکم کے لفظ نے یہ بھی فائدہ دیا کہ یہ تمہارے گناہ کسی کیواسطے یا وسیلے سے نہیں بلکہ تمہارے لئے بخشدیئے جاویں گے۔ رہی شفاعت نبی کریم صلعم تو ان لوگوں کے حق میں گنا ہونکے معاف کرانیکے لئے ہوگی بلکہ اور زیادہ انعام واکرام عطا کرنیکے لئے دوسری بات ویدخلکم کہ تمہیں ایسے بہشتوں میں بساوینگے کہ جہاں نہریں جاری ہیں اور عمدہ مکانوں میں جگہ دینگے کہ جنکے آگے دنیاوی بادشاہونکے محل بے حقیقت ہیں مال بھی دو قسم کے تھے اس کے بدلے میں چیزیں بھی دو دیں۔ اب اپنی طرف سے ایک اور تیسری چیز عطا فرماتا ہے واخری الخ مدد الٰہی اور فتح جس کو ہر ایک پسند کرتا ہے ہر مرتبے کے جہاد میں فتح اور مدد غیبی ساتھ لگی ہوئی ہے۔ صحابہ کرام نے بڑے بڑے دشمنوں پر کیسی کیسی جلد فتحیابی حاصل کرلی۔ یہی مضمون قرآن میں ایک اور آیت میں بھی آچکا ہے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔ اس مبارک سودے کا مژدہ لئے نبی ایمان داروں کو دیدے۔

مراتب جہاد و جہد

اول مرتبہ

دوسرا مرتبہ

تیسرا مرتبہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ

ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے حواریوں سے کہا کہ کون ہے جو مددگار اللہ کی راہ میں؟

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا

حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں پھر ایک گروہ نے بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا تب ہم نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

ایمانداروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

ترکیب۔ انصار اللہ الانصار جمع نصیر کشریف واشراف منصوب لکونہ خبر کونوا وقری انصار اللہ بالتنوین وبالاضافۃ والرسم یحتمل القرائتین کما والکاف فی موضع نصب علی اضمار القول ای اقول لکم کما قال وقیل ہو محمول علی المعنی اذ المعنی انصروا اللہ کما نصر الحواریون عیسیٰ بن مریم الی اللہ ای من یکون معی فی نصرۃ اللہ لیطابق السوال وحواری الرجال صفیہ وخلصاۂ من الحور وہو البیاض الخالص ؛

تفسیر۔ اس تجارت کے بعد صاف صاف لشکر آسمانی میں داخل ہونے کی تاکید فرماتا ہے اور اس کے ضمن میں ایک پہلی قوم سے تشبیہ پیدا کرنے کا ارشاد فرماتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اللہ پاک و بے نیاز ہے اسکو کسی کی مدد کی کچھ بھی حاجت نہیں لیکن مراد یہ کہ دین الٰہی کے پھیلانے اور اسکی تعمیل میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اس کام کیلئے کمر باندھ کر تیار ہو کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ۔ ایسے سرگرم ہو جاؤ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا میرا کون مددگار ہوتا ہے اللہ کی راہ میں تو قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ حواری بول اٹھے کہ ہم ہیں اللہ کے کاموں میں آپکے مددگار حواری کا لفظ عربی زبان میں حور سے مشتق ہے جسکے معنی خالص سفیدی کے ہیں اسلئے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی جسکے دل میں محبت ونصرت کی سفیدی یعنی روشنی ہے اور یہ جمع نہیں بلکہ بروزن حوالی ہے جو کثیر الحیل کو کہتے ہیں جمع اس کی حواریون ہے ؛

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اول اول آنپر ایمان لائے اور یار و مددگار ہوئے اسلئے حواری کہتے ہیں نہ اسلئے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ ان بارہ شخصوں کے یہ نام ہیں۔ شمعون۱ جو پطرس کہلاتا تھا اور اس کا بھائی اندریاس۲ زبدی کا بیٹا یعقوب۳۔ اور اس کا بھائی یوحنا۴ فیلبوس۵۔ اور برتھولما۶۔ تھوما۷۔ اور محصول لینے والا متی۸۔ حلفا کا بیٹا یعقوب۹ اور لبی۱۰ جو تہدی بھی کہلاتا تھا شمعون۱۱ کنعانی۔ اور یہودا۱۲ اسکریوتی جس نے اسے پکڑوا بھی دیا (انجیل متی باب دسواں) یہ بنی اسرائیل تھے انہیں سے کچھ ماہی گیر تھے یا یہ کہ ماہی گیری کرتے تھے انکو حضرت مسیح علیہ السلام نے بلایا جیسا کہ انجیل متی کے چوتھے باب پہلے چاروں حواریوں کی بابت مذکور ہے۔ ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے اول قبول کیا اور حضرت کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلصین تھے چنانچہ (متی) کے دسویں باب میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی باتیں کہیں کہ پہلے اسرائیل کی بستیوں میں جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی۔ سامان سفر کچھ ساتھ نہ لو اور میں تمہیں بھیڑیوں میں بھیجتا ہوں لوگ تمہیں کوڑے مارینگے عدالتوں کے حوالے کرینگے میرے نام کے سبب تم سے سب دشمنی کرینگے پر جو آخر تک برداشت کریگا وہی نجات پائیگا یہ مت خیال کرو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں نہیں بلکہ تلوار چلانیکو آیا ہوں کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اسکے باپ اور بیٹی کو اسکی ماں اور بہو کو اسکی ساس سے جدا کروں اور آدمی کے دشمن اسکے گھر ہی کے لوگ ہونگے جو کوئی ماں باپ بیٹے بیٹی کو مجھ سے زیادہ چاہتا ہے وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی صلیب لے

ف اس تلوار چلانے کیلئے لشکر درکار تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میسر نہ آیا آنحضرت صلعم کو عطا ہوا جیسا کہ کتاب یسعیاہ کے ۴۹ باب میں وعدہ کیا تھا ۱۲ منہ

۲ ع ۱۰

سلہ صلیب سولی یہ ایک محاورہ ہے کہ مرنے سے نہ ڈرے بلکہ سمجھ لے کہ سولی دیا جاؤنگا اور سولی بھی آپ اٹھا لے پھرے ایسا مرنے کو تیار ہو جیسا کہ کہتے ہیں کفن سر سے باندھ کر میرے ساتھ آئے ۱۲ منہ

اُٹھا کے میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے وہ اسے کھوئے گا اور جو میرے واسطے اسے کھوئیگا وہ پائیگا۔ جو تمہیں قبول کرتا ہے مجھے قبول کرتا ہے انتہیٰ ؛

اسی کے مطابق ان حضرات حواریوں نے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بلکہ یہودیہ میں بھی منادی کرتے پھرے۔ پھر سریا کے علاقوں میں سے گزر کر یونان اور روم کے شہر نیلی پہنچے اور سفر کی اور لوگوں کی بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں اور طرز معاشرت بھی درویشانہ ہی تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے ان میں اس خلوص کی بدولت خدا تعالیٰ نے کرامت بھی دی تھی ان کی دعا سے بیمار تندرست ہو جاتے تھے اور ہر طرح کے کرامات و برکات لوگ دیکھتے تھے آخر لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ فآمنت طائفة من بني اسرائيل وكفرت طائفة۔ کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے اور بہت سے منکر رہے مگر حواریوں کی کوشش اور جان کاہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحری اور بری بہت سے ممالک نے مذہب عیسوی قبول کر لیا اور اس عرصے میں گھر گھر لڑائی اور جنگ کی آتش بھی شعلہ زن ہوئی مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ فايدنا الذين آمنوا على عدوهم فاصبحوا ظاهرين۔ یہ بات اور ہے کہ پھر ان عیسوی لوگوں میں اصلی دین محرف ہو گیا۔ ان آیات میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتا ہے کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لئے ویسی ہی کوشش کرو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بن جاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پچھلے نبی تھے جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے رستے کے پتھر اور کانٹے صاف کرنے آئے تھے اور قومیں جو اگلے انبیاء کی مخالف تھیں اور رہیں اب تو یہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے نام لیوا یہود و نصاریٰ ہی سب سے بڑھ کر دشمن ہو گئے کس لئے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے بعد جو کچھ دین حق میں انکے درویشوں اور مولویوں نے ملونیاں ملا کر معجون مرکب بنایا جو حق کے سراسر خلاف تھا اس کا ترک کرنا ان کے نزدیک جان دینے سے بھی مشکل تھا اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں تلوار چلانے اور باپ بیٹے ساس بہو میں جنگ کرانے آئے چنانچہ مکہ میں ظہور اسلام سے لیکر فتح مکہ تک یہی حال رہا۔ بدر کی لڑائی میں ایک بھائی ایک طرف تو دوسرا دوسری طرف تھا۔ بیٹا ادھر تو باپ اُدھر تھا اور جہاں جہاں اسلام پہنچا اس کے ساتھ اس کے رقیبوں اور پرانے دشمنوں نے کیا کچھ نہیں کیا؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی ایک عمدہ جماعت اس کام کیلئے منتخب کی اور پھر ایک عمدہ انتظام سے ان کو مختلف خدمات پر مامور کیا کچھ قرار تھے تو کچھ قوموں میں جا کر تبلیغ کیا کرتے تھے اور بوقت جنگ سپاہی تو سب ہی تھے یہ سب آنحضرت صلعم کے حواریین تھے۔ آنحضرت صلعم کے بعد بھی جو کچھ انہوں نے اسلام کیلئے جان نثاری کی اور آنحضرت صلعم کو بحکم حدیث لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين (متفق علیہ) ایسا ہی محبوب سمجھ کر فرمان وليبلغ الشاهد الغائب پر عمل کیا اور فقر و فاقہ بھی اٹھایا اور بیشمار کرامات دنیا نے دیکھیں اور پھر تابعین و تبع تابعین کی کوششوں نے ادھر سپین اور یورپ و افریقہ کے ممالک تک ادھر ہند و چین ایران و ترکستان تک اس سرعت کے ساتھ اسلامی جھنڈا بلند کیا جو عیسائیوں اور حواریوں سے صدیوں تک نہ ہو سکا۔ اس فرق بلکہ تفوق کو عیسائی مورخ بھی تسلیم کرتے ہیں بسر ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو اگر محمدؐ کے پیروؤں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو ان سے کچھ بھی رتبہ نہیں اسوقت کے مسلمانوں نے حواریوں کا مثل ہونے سے بڑھ کر کام کیا کہ انسے بھی زیادہ بڑھ گئے مگر آجکل کے علماء و مشائخین و امراء کیا کر رہے ہیں؟ ہندوستان کے علماء سے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کے دیہات و قریات میں پھر کر شرائع اسلام کی تعلیم کرتے رسوم قبیحہ سے روکتے اور مشائخین و امراء مدد دیتے پھر غیر مذہب والوں کا دعوت کرنا تو دوسری بات ہے افسوس باہمی جزئیات مسائل پر کلیے جھگڑے اور اصلے کیا ہیں؟

ف صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے خاص اسلام کے لئے عرب کے ریگستان سے نکل سفر لیا چین تک ادھر اندلس تک پہونچے ترک دنیا توکل اور انکی کرامات کو اگر دیکھنا ہو تو ایک فتر کافی ہے دلائل النبوۃ اور شواہد النبوۃ وغیرہ کتابیں دیکھو۔ اور اولیائے کرام کے تذکرے سنو تو حیرت ہو تو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں کا موازنہ کر سکو گے ۱۲ منہ

سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا

آسمانوں اور زمین میں کی سب چیزیں اللہ کی (ہر وقت) تسبیح کرتی ہیں جو بادشاہ قدوس ہے اور زبردست حکمت والا ہے وہی ہے کہ جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں کا ایک رسول بھیجا

مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ

جو ان کو اسکی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور دوسروں کیلئے

مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

ترکیب۔ الملک القدوس العزیز الحکیم مجرور علی انہ صفۃ للہ وقرئ بالرفع علی الاستیناف والجمہور علی ضم القاف من القدوس وقرئ بفتحہا وہما لغتان۔ منہم صفۃ رسولا او حال وکذا ما بعدہ یتلوا ویزکیہم ویعلمہم وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف ای وانہم واللام لفی دلیل علیہا وآخرین مجرور عطف علی الامیین ای بعثہ فی الامیین الذین فی عہدہ وبعثہ فی آخرین منہم لم یلحقوا بہم الی الآن او منصوب علی انہ عطف علی الضمیر المنصوب فی یعلمہم ای ویعلم آخرین او انہ عطف علی مفعول یزکیہم ای ویزکی آخرین ولما یلحقوا صفۃ آخرین ؛

تفسیر۔ قرطبی کہتے ہیں سب متفق ہیں کہ ابن عباسؓ کا قول اس سورۃ کی بابت یہ ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی اور ابن الزبیرؓ بھی یہی کہتے ہیں مسلم وسنن اربع کے مصنفوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ میں نے نبی صلعم کو نماز جمعہ میں یہ سورہ اور سورہ المنافقون پڑھتے سنا ہے۔ ابن حبانؒ اور بیہقیؒ نے جابر بن سمرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں نبی صلعم قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھتے تھے اور عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھتے تھے۔ مسلم اور اہل سنن نے ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ و اذا جاءک المنافقون پڑھتے تھے ؛

اس سے پہلے یہ ذکر تھا کہ دین اور اطاعت الٰہی میں ہمیشہ سرگرم اور ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اسمیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی مدد و اعانت اور دینی استقامت کی حاجت ہے یا کوئی اسکا اس سے فائدہ ہے یا دفع مضرت ہے اس لئے ان خیالات کا ابطال اول سورۃ میں کرتا ہے۔ فقال یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کی ہر وقت پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ اسی کو کسی کی بندگی و اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں اب جو کچھ تم کو حکم دیا جاتا ہے وہ صرف تمہاری بھلائی کیلئے ہے۔ پہلی سورت میں سبح بلفظ ماضی ذکر کیا تھا یہاں یسبح بلفظ مضارع تاکہ تجدد و دوام پر دلالت کرے۔ مضارع کے صیغے جیسا کہ تجدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ہمیشہ کرنے پر بھی بقرائن۔ یہ بھی ایک وجہ مناسبت اگلی سورہ سے ہے تسبیح کے معنی اور یہ کہ آسمان اور زمین کے رہنے والے کیونکر اسکی تسبیح کرتے ہیں (بزبان حال و بزبان مقال) اسکو ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں اس جملہ میں پہلے خیال کا ابطال ہے اسکو کوئی حاجت نہیں تمام عالم اسکے آگے مسخر ہے۔ ہر چیز کی قدرتی بناوٹ اور اسکے حالات کا تغیر اپنے خالق کی یکتائی و بزرگی بیان کر رہا ہے جسکے کان ہوں سن لیں آنکھ ہو تو دیکھ لے دل ہو سمجھ لے۔ اسی بات کو ایک جگہ فرماتا ہے۔ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولاکن لا تفقہون تسبیحہم۔ اسکے بعد فرماتا ہے الملک وہ بادشاہ بھی ہے۔ یعنی غنی اور بے پروا ہے اسکے معنی واجب الوجود کے قریب قریب اسمو قع پر مراد ہیں کیونکہ بادشاہت بغیر جمع ہونے تمام کمالات و اسباب سلطنت کے حاصل نہیں ہوتی اس سے اشارہ ہے ثبوت صفات عالیہ کی طرف جس میں دوسرے خیال کا رد ہے۔ القدوس یعنی

سلہ ان پڑھ قوم سے مراد عرب ہے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ان کے سوا اور آئندہ آنے والی قوموں کے لئے بھی خواہ عرب کی نسل نہیں ہے یا اور قوموں میں سے ہوں ۱۲ منہ

پاک ہے اسمیں تیسرے خیال کی طرف اشارہ ہے کوئی مضرت ونقصان اسکی ذات پاک کی طرف عائد نہیں ہوسکتا ؛

خیالات کے ابطال کے سوا الفاظ قرآنیہ میں ایک اور مسئلہ بترتیب بیان فرمایا جاتا ہے یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض سے الحکیم تک توحید کے مسئلہ کا عجب لطف کیساتھ ثبوت ہے کہ تمام کائنات علوی وسفلی اسی کی تسبیح کررہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کے مسخر ہیں۔ زمینوں کے حالات اور آفتاب وماہتاب اور دیگر ستاروں کی حالت کہہ رہی ہے کہ کوئی ہے جو ہمکو مجبورانہ ایک خاص حرکت پر مجبور کر رہا ہے۔ جو لوگ کرات ہی کو باعتبار فوق ہونیکے سماوات کہتے ہیں اب وہ بھی غور کریں کہ آفتاب و دیگر سیارات جو زمین سے ہزاروں حصے بڑے اور کروڑوں کوس دور ہیں اور اس سرعت کے ساتھ دورہ کرتے ہیں کہ منٹوں میں ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ اور پھر بیشمار ہیں آپس میں ٹکرانے نہیں پاتے پھر انکی یہ حالت اپنے خالق ومالک ومدبر کی تسبیح ہی تو ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ آسمانوں پر ایک چپہ بھر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں ہزاروں روحانی وملائکہ اسکی تسبیح وتہلیل نہ کرتے ہوں وہ ایک قسم کی غیر مرئی مخلوق ہے جسکے ادراک سے فلسفہ حال عاجز ہے۔ اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ پھر انسان کیوں بیکار اور غیر معبودوں کی پرستش میں گرفتار ہے اسکو بھی اسی کی تسبیح چاہیئے۔ الملک میں اسطرف اشارہ ہے کہ وہی حاکم مطلق ہے وہی قابل پرستش واطاعت ہے اسکی نافرمانی سزا کی مستوجب کرتی ہے القدوس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جو اوہام باطلہ نے خدا کیلئے تثلیث اور بیٹے بیوی اور کارکن سمجھ رکھے ہیں وہ ان سب سے پاک ہے اس میں جمیع مذاہب باطلہ کا اجمالی رد ہے۔ العزیز وہ زبردست بھی ہے اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ عزت وغلبہ اسی کو ہے اسی کے احکام قابل پذیرائی ہیں الحکیم وہ حکمت والا ہے۔ اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ انتظام دنیاوی جسطرح اسکی حکمت بالغہ کا مقتضٰے ہے۔ اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا کتابوں کا نازل کرنا بھی بندوں کی معاد ومعاش درست کرنے کیلئے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضٰے ہے۔ لہذا اسکے بعد مسئلہ نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ فقال ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم کہ اسی حکیم نے امیوں یعنی ان پڑھوں میں جس سے مراد ملک عرب لیا گیا ہے انہیں میں سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث وبرپا کیا۔ مگر امیوں سے مراد تمام ممالک ہیں کس لئے کہ جن باتوں کو تعلیم کیلئے رسول آیا ان سب کی نسبت وہ امی ان پڑھ اور جاہل ہی تھے اور جو کسی کو کچھ خبر بھی تھی تو اس پر سینکڑوں جہالت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں پھر یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم خاص عرب کے لئے نبی تھے غلط بات ہے اور بالفرض امیوں سے مراد عرب ہی ہوں تو انہیں برپا کرنیسے یہ مراد نہیں کہ اور قوموں کیلئے نبی نہ تھے بلکہ یہ ایک واقعی بات کا بیان ہے جو دراصل آنحضرت صلعم ملک عرب ہی میں پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے تھے۔ کیسا رسول بھیجا۔ یتلوا علیہم آیاتہ کہ انکو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناوے۔ ویزکیہم اور انکو اخلاق بد کی نجاستوں سے پاک کرے اپنی روحانی روشنی سے انکے نفوس کو منور کرے۔ کوئی کیسا ہی پرزور واعظ ہو ہزاروں وعظ وپند کرے جبتک اسمیں روحانی کشش اور باطنی جاذبہ نہیں کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو جلد زائل ہوجاتا ہے وہ کیا نقش تھا جو عرب کے سخت دل شہوت پرست مغرور جاہلوں کے دلوں پر قائم کردیا تھا کہ جو صدیوں تک نہ مٹا اور انکی دنیاوی اور دینی ترقی کا رہنما بنا رہا ہمنے زبان زور سینکڑوں واعظ دیکھے کہ جو بک بک کر تھک گئے پر کچھ اثر نہ ہوا مگر حضرت نے تو پہاڑوں کو موم کردیا اسکو رسالت کبریٰ کہتے ہیں۔ اور صرف پڑھ کر سنادے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سلسلہ جاری رکھنے کیلئے ویعلمہم الکتاب۔ کتاب یعنی قرآن سکھاوے والحکمۃ اور حکمت بھی۔ کتاب سکھنا اور چیز ہے اور اسکے برکات سے فائض اور دلمیں جگہ دینا اور چیز ہے اسی لئے الکتاب کے بعد الحکمۃ کا لفظ ارشاد فرمایا۔ حکمت سے بعض نے سنت کو مراد رکھا ہے ؛

ف تکمیل کا اول مرتبہ یہ ہے کہ کلام سنایا جاوے جسکے بعد اسکے دل پر سے کثافت وجہالت کی تاریکی دور ہوتی ہے یہ دوسرا مرتبہ ہے ان دونوں کو یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم میں بیان فرمایا تیسرا مرتبہ اس اثر پذیر ہونیکے بعد یہ ہے کہ کتاب الٰہی اسکو سکھا دیجائے سکھانے اور پڑھ کر سنانے میں بڑا فرق ہے۔ چوتھا مرتبہ یہ کہ اس کتاب کے اسرار ومعانی اور اسکے احکام کے علل واسباب اور مصلحتیں بھی سمجھ لے ان دونوں کو یعلمہم الکتاب والحکمۃ میں بیان فرمایا۔ حکمۃ کا لفظ فلاسفہ کے نزدیک حقائق الاشیاء کو ٹھیک ٹھیک پہچاننے میں بولا جاتا ہے

ف ریل گاڑیاں باوجود اسقدر محافظت اور ایسے بندوبستوں کی کوشش کرکے ہر سال ٹکرا جاتی ہیں اور ظاہر اس مدبر حکیم کے کرات نہیں ٹکرانے پاتے پھر اس سے زیادہ کونسا ثبوت اسکی تسبیح کیلئے ہوسکتا ہے۔ ۱۲

ف حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جو چوتھے خلیفہ تھے یہ بات اکثر بیجا طرفداروں کو بری معلوم ہوئی کہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہما [illegible] اور اسلئے انہیں تمام صحابہ کی بابت برا بھلا بھی کہنا پڑا جسکے سبب وہ اسقدر کہنے پر مجبور ہوئے کہ پیغمبر خدا صلعم نے کوئی حکمت نہیں سکھائی [illegible] کیونکہ کتاب سکھائی اور اسکا اثر انسے شبنم کی طرح [illegible] زائل ہوگیا جسکے [illegible] اسلام بھی قائل ہیں اور خلاف واقعات بھی [illegible] مطالب کے اشاعت کیلئے انکو سینکڑوں کو جھوٹی احادیث وروایات بنانی پڑیں جنکو واقعہ اور تاریخ زمانہ رد کرتی ہے [illegible] کے مجبور ہو کر قرآن مجید میں تاویل کرتے اور جمہور اہل اسلام سے جھگڑتے ہیں افسوس ۱۲ منہ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛

حکمت کے معنی

اسلئے موجودات خارجیہ آسمان و زمین انسان و دیگر حیوانات وغیرہا کے حالات جاننے کا نام حکمۃ رکھا ہے پھر موضوع متعین کرکے حکمت کو تقسیم کردیا کسی کا نام حکمۃ عملیہ کسی کا نظریہ رکھا اور پھر حکمۃ عملیہ اور نظریہ کے بھی بہت سے اقسام جداگانہ ناموں سے نامزد ہوئے۔ نظریہ میں سے فلکیات و عنصریات والٰہیات۔ اور عملیہ میں سے تدبیر المنزل سیاست مدن تہذیب الاخلاق نام قرار دئے گئے اور پھر ہر ایک کی اور بھی شاخیں ہیں ریاضی اور طب پھر ریاضی کے اقسام ہیئت نجوم تم زیج اکر آیا حساب ہندسہ وغیرہ۔ شرع محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ اسمیں کسی قدر تغیر کیا گیا۔ اور الٰہ حق اور مبدء و معاد و رسالت اور اسرار حکمت نوامیسیہ اور احکام الٰہیہ اور ان کے اسرار و مصالح اور تزکیہ نفس اور اس کے متعلق امور اور اسی طرح قوانین عدل و انصاف سیاست و اخلاق طہارت باطنی و ظاہری کا جاننا نہ صرف دلائل عقلیہ سے بلکہ الہام آلٰہی سے نبی مرسل اور اسکے سچے پیروؤں کے وسیلوں سے جاننا حکمت ہے انہیں علم یا السنۃ المطہرۃ بھی داخل ہے۔ دونوں حکمتوں میں فرق ہے اوّل کی بنیاد دلائل عقلیہ یا حکماء کے اشراق پر ہے جسمیں بیشتر توہمات اور تخیلات کو دخل ہے اور اوراسی لئے یہ حکمت ہر زمانے میں نیا رنگ بدلتی رہتی ہے۔ آجکل کا فلسفہ اور ہیئت کچھ اور ہی ہے اور قدیم فلسفہ اور دیگر علوم پر بڑے زور شور کے حملے ہو رہے ہیں اور شاید اسکے بعد جو زمانہ ترقی کر جائے تو اس پر بھی حملے ہونے لگیں اور یہ خیالات باطل ثابت ہو جائیں بخلاف دوسری

حکمت شرعیہ کا بیان

حکمت کے کہ اسمیں ان امور کو دخل نہیں وہ ان کدورتوں سے پاک صاف ہے زمانہ کیسا ہی بدلے پر وہ حکمت نہ بدلے گی۔ اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کیلئے حکیم دوجہان آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمادیا کہ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ (متفق علیہ) کہ ایمان تو یمانی ہے۔ یعنی میری اُمت میں سے جو اہل یمن ہیں میری حکمۃ وہ خوب جانتے ہیں یا یوں کہو کہ حکمۃ الٰہیہ کا مدرسہ یمان ہے نہ یونان اور دراصل لفظ یمان میں یمن و برکت کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے حکمت آسمانی مراد ہو سکتی ہے ؛

فوائد حکمت

اس حکمۃ کے فضائل شرع محمدیہ میں بہت آئے ہیں۔ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کہ جس کو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی حضرت انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی حکمۃ سے دل پُر نور روح کو سرور ابدی ملتا ہے حکمۃ یونانیہ میں انجام کار تردد و خبط اور شک و ظلمات و حانیہ کے سوا کچھ نہیں اسلئے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎ چند چندازحکمت یونانیاں ؛ حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں ؛ یہ ذات بابرکات عرب جیسے اُمی اور جاہل ملک میں ظاہر ہوئی یعنی اس معلّم کو ایسے سخت اور جاہل لوگ دئے گئے پھر دیکھئے کہ آپ نے ان کو حکمت کی تعلیم کہانتک کی۔ مورخین با انصاف عرب کی اس حالت کا کہ جب آپ نے اظہار نبوت نہ کیا تھا اور اسکے بعد کی حالت سے خلفائے راشدینؓ کے عہد تک۔ جو مقابلہ کرتے ہیں تو انکو ایک سخت حیرت ہوتی ہے۔ صحابہ اور ان کے بعد والونکے علوم برکات اور انکی بیجد ترقیاں اور لیاقتیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ آپ نے حکمت سکھائی ہی نہیں بلکہ حکمۃ کا دریا بہادیا۔ اب اسی کے ساتھ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی قوم کو بھی دیکھئے باوجودیکہ وہ لوگ عرب جیسے اجڈ نہ تھے لکھے پڑھے شائستہ بھی تھے مگر پھر انکو حکمۃ الٰہیہ سے کہانتک حصہ ملا کیا اسرائیلیوں کی گوسالہ پرستی اور بات بات پر سرکشی اور جلد بت پرستی و بدکاری کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ توریت میں ثابت ہے۔ یہ نہیں کہے گا کہ عرب کے ان مقدس اور پاک باز اور مستقل اور مردانہ و فرزانہ جماعتوں سے انکو کوئی بھی مناسبت نہیں بڑی تعجب کی بات ہے کہ انکے معلم تو حکیم کامل یعنے نبی مرسل قرار پاویں اور انکے معلم حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار نہ پاویں ؛

عرب کی جہالت اور بداخلاقی

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ کہ اس سے پہلے وہ اُمی عرب بیشک صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اسمیں اسی مقابلۂ حالت سابقہ کی طرف اشارہ ہے۔ عرب کی پہلی ضلال مبین کی جو کچھ مورخین نے شرح کی اسکے ذکر کی تو یہاں گنجائش نہیں مگر اسقدر جاننا کافی ہے کہ علم و ہنر سے خالی تھے۔ لکھنا پڑھنا بھی سینکڑوں ہزاروں میں سے کوئی جانتا تھا۔ افلاس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ قزاقی اور چوری اور قتل۔ و زنا شراب خواری کی کوئی انتہا نہ تھی شہوت پرستی یہاں تک تھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیوی

کو بھی تصرف میں لاتا تھا۔ سنگدلی یہاں تک کہ معصوم بچوں کو زندہ دفن کر دینا ایک عام بات تھی پھر سینکڑوں معبود اور سینکڑوں تھان جھنڈے پوجتے تھے رمّالوں کاہنوں عیاروں کے کرشموں پر ایمان تھا فال و شگون پر سفر و اقامت منحصر تھی گندے میلے وحشی بنے ہوئے تھے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکے وقت تک تھا۔ گو پہلے عرب میں شاہان یمن کے ذریعہ سے شائستگی ہوئی ہوگی۔ اور علم و ہنر کی چمک ان پر پڑی ہوگی مگر انکو چاروں طرف سے جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ملّتِ ابراہیمیہ بالکل مٹ گئی تھی اور اسی طرح تمام مذاہب اور جمیع اقوام کی حالت تھی۔ مجوس کا مذہب اصل میں جو کچھ ہو مگر انکو شہوت پرستی اور عناصر پرستی کا مجموعہ رہ گیا تھا۔ اسی طرح اہل کتاب کی حالت خراب تھی یہود توریت اور انبیاء علیہم السلام کے اصل نسخے کھو بیٹھے تھے جو بخت نصر وغیرہ بادشاہوں کے عہد میں ہوا صرف کچھ مضامین اصل کتابوں کے باقی قصص و حکایات یا مذہبی دستورات تھے جن کو توریت و صحف انبیاء کہتے تھے اس کے سوا انکے احبار کی بے ایمانیاں اور قوم کی بیہودگی تو اس درجہ تھی کہ جسکے حضرت مسیح علیہ السلام بھی شاکی تھے اور دنیا سے شاکی گئے اور ملّت مسیحیہ کا لوپوپوں کی بد دیانتی سے اور بھی خراب حال تھا سیکڑوں فرقے تھے اور سیکڑوں جدا جدا خیالات۔ انجیل ان کے پاس بھی نہ رہی تھی عجائب پرستی اور پیروں کی پرستش اور اوہام باطلہ کی پابندی اور معمولی دستورات کی بجا آوری ہی مذہب رہ گیا تھا۔ تواریخ کلیسا کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ رہے ہنود و اہل چین و تتار تو اب تک بت پرستی اور توہمات باطلہ کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں ؛

اور صرف اس عہد کیلئے یہ آفتاب ہدایت جلوہ گر نہیں ہوا تھا یا عرب کے لوگوں کیلئے ہی نہ تھا بلکہ و آخرین منہم اور آئندہ آنیوالے لوگوں کیلئے بھی۔ یہ مجرور ہے اسکا عطف اُمیین پر ہے یہ معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے عہد کے اُمی لوگوں کیلئے بھیجا اور انکے سوا اوروں کے لئے بھی جو ہنوز نہیں پیدا ہوئے یا پیدا ہیں مگر انہیں نہیں ملے اور منصوب بھی ہو سکتا ہے تب اسکا عطف ضمیر منصوب پر ہوگا جو یعلمہم میں ہم ہے تب یہ معنی ہونگے کہ آپکو بھیجا کہ ان امیوں کو کتاب و حکمت سکھائیے اور انکے سوا اوروں کو بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے لما یلحقوا بہم ؛

بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جب آپنے یہ جملہ لما یلحقوا بہم پڑھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہؐ آپنے جواب نہ دیا پھر سوال کیا تیسرے بار سلمان فارسیؓ پر جو ہم میں موجود تھے ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایمان اگر ثریا تک چلا جاوے تو انہیں کے لوگ اسکو پالیں گے یعنی اگر دنیا سے ایمان و خیر اٹھکر آسمان تک بھی جا پہنچے مطلب یہ کہ اسکا لینا مشکل ہو جاوے تو ابنائے فارس کے لوگ اسکو حاصل کر لیں گے۔ مقصد یہ کہ آنیوالے لوگوں سے غیر عرب جمیع اُمم مراد ہیں خواہ اہل فارس ہوں یا اہل روم اور اسی لئے آپ نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کو دعوتِ اسلام کے لئے نامے لکھے (مجاہد وغیرہ سب کا یہی قول ہے) اس حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بالخصوص اہل فارس میں سے بڑے بڑے نامور اسلام میں پیدا ہوئے جنکی مساعی جمیلہ کی آجتک اُمّت محمدیہ مشکور ہے اور یہ بشارت امام ابو حنیفہؒ اور انکے تلامذہ پر صادق آئی جیسا کہ جلال الدین سیوطی وغیرہ محدثین نے بھی اقرار کیا ؛

امام ابو حنیفہؒ کی بشارت

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ یہ اس کی عنایت ہے جسکو چاہے نصیب کرے یہود و نصاریٰ یا کسی اور کا کیا خدا تعالیٰ کو دینا آتا تھا کہ اخیر نبی اور اس کے ایسے نامور پیروا نہیں میں سے پیدا کرتا اسکی حکمتیں وہی جانتا ہے کہ کس قوم میں اس خدمت کی بجا آوری کا مادہ ہے۔ واللہ ذو الفضل العظیم اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے ؛

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ

ان لوگوں کی مثال کہ جن پر توریت لادی گئی پھر اسکو انہوں نے اٹھایا نہیں اس گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے کیا ہی بری مثال ہے اس قوم کی کہ جس نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ

اور ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں کیا کرتا (اے محمد) ان سے جو یہودی ہو گئے ہیں کہدو کہ اگر تم کو دعوی ہے کہ سب لوگوں کے سوا تمہیں اللہ کے پیارے ہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ

تو موت کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو اور اسکی تو وہ کبھی بھی خواہش نہ کرینگے اپنے ہاتھوں کے ان کاموں کے سبب جنکو آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے کہدو وہ موت

الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

کہ جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو ضرور تم کو آ کے گی پھر تم چھپی اور کھلی چیزوں کے جاننے والے کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کیا کرتے تھے وہ تم کو بتا دے گا

ترکیب - مثل الذین مبتدا المثل الحمار خبرہ یحمل الجملۃ اما حال والعامل فیہا معنی المثل او صفۃ للحمار اذ لیس المراد بہ معینا فہو فی حکم النکرۃ کما فی ہذا القول ولقد امر علی اللئیم یسبنی مثل القوم فاعل بئس الذین فی موضع خبر نعتا للقوم والمخصوص بالذم محذوف ای ہذا المثل ویمکن ان یکون فی موضع رفع تقدیرہ بئس مثل القوم مثل الذین فمثل المحذوف ہو المخصوص بالذم وقد حذف واقیم المضاف الیہ مقامہ (ابن الصائغ) وقدر العلامۃ ابو المسعود ہکذا ای بئس مثلاً مثل القوم الذین کذبوا علی ان التمیز محذوف والفاعل المفسر بہ مستتر ومثل القوم ہو المخصوص بالذم والموصول صفۃ للقوم ۔۔ فانہ ملاقیکم الجملۃ خبر ان ودخلت الفاء لما فی الذی شبہ الشرط وقیل الفاء زائدۃ وفیہ ما فیہ ؂

تفسیر پہلے فرمایا تھا کہ اس حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضے ہے کہ اس نے رسول بھیجا تاکہ لوگونکو پاک کرے اور علم و حکمت سکھائے اور یہ رسول عرب میں ظاہر کیا جو ان پڑھ لوگ تھے یہود کی قوم کو اپنے علم و خاندان کا بڑا گھمنڈ تھا اور خاندانی آدمیونکا جب اصلی کمال جاتا رہتا ہے تو ان میں یہی باقی رہ جایا کرتا ہے انکو اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اسکے نور سے مستفید ہونیسے عار ہوا اور کہنے لگے کہ علم و حکمت کا خزانہ ہمارے پاس ہے بڑے کتابوں کے ذخیرے ہمارے ہاں موجود ہیں جاہلوں کے سمجھانے کیلئے ہے نہ ہمارے - اس لئے خدا تعالیٰ اس قوم بدنصیب کی حالت بیان فرماتا ہے اور ان کے علم بے عمل کی پوری تشبیہ دیتا ہے فقال مثل الذین الخ کہ ان کی مثال جن پر توریت لادی گئی یعنی اسکی پابندی کی تائید کیگئی گویا توریت کو ان پر سوار کیا گیا - یا یہ معنی کہ توریت کے ذمہ دار ٹھیرائے گئے کیونکہ یہ حمل بمعنی اٹھانیکے نہیں بلکہ حمالہ بمعنی کفالہ و ضمان سے ہے - (یہ زمخشری کا قول ہے) اور پھر انہوں نے اسکی پوری ذمہ داری نہ کی ایک گدھے کی مثال ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں پھر اس گدھے کو ان کتابوں سے کیا فائدہ بجز اسکے کہ ان کے بوجھ کی مشقت اٹھا رہا ہے ؎ نہ محقق بود نہ دانشمند ؏ چارپایہ برو کتابے چند ؂ یہی حال ان یہود کا ہے - گدھا حیوانات میں سے بالخصوص بارکش اور بدعقل جانور ہے اسی لئے اس سے تشبیہ دی گھوڑے خچر گاڑی چھکڑے سے - اور تہذیباً یہود کا نام نہ لیا بلکہ یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی ایک گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے - اسفار اسفر کی جمع ہے اور سفر بڑی کتاب کو کہتے ہیں - اسوجہ سے اسکے اصلی معنی روشنی کے ہیں کہتے ہیں اسفر الصبح چونکہ کتاب جب پڑھی جاتی ہے تو پڑھنے سننے والونکو علم کا نور اور روشنی بخشتی ہے اسلئے اسکو سفر کہنے لگے اور اس کی نظیر اشبار ہے جو شبر کی جمع ہے ؂

یہ ایک ایسی مثال ہے جس سے علماء امت محمدیہ کو بھی سنکر ڈرنا چاہئے اور علم پر عمل کرنیکی کوشش کرنی چاہئے ورنہ وہ بھی گدھے شمار ہونگے جن پر کتابیں لدی ہیں

پھر فرماتا ہے کہ بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ کہ اس قوم کی جس نے آیات اللہ کو جھٹلایا یعنی یہود بُری مثل ہے مثل کے برے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ مثل بیجا اور نامناسب ہے بلکہ یہ تمثیل ٹھیک ہے اُن پر چسپاں ہے مگر وہ بہت بری قوم ہے کہ جسکی یہ مثل ہو آیات اللہ سے مراد آیات قرآنیہ ہی نہیں بلکہ وہ دلائل بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کے برحق ہونے پر دال ہیں خواہ وہ عقلیہ ہوں خواہ نقلیہ یعنی وہ بشارتیں جو انکی کتابوں میں آنحضرت صلعم کی بابت مذکور ہیں جب ان پر عمل نہ کیا بلکہ ان کے برخلاف کیا تو ان کو جھٹلا دیا۔ یا یوں کہو کہ جب یہود نے توریت وصحف انبیاء کی ان ہدایات وتاکیدی احکام کو پس پشت ڈال دیا اور ان پر عمل نہ کیا تو گویا انکو جھٹلا دیا۔ یہ بھی ایک قسم کی تکذیب ہے لسانی نہ ہو حالی سہی۔ واللہ لایہدی القوم الظالمین ایسے متعصب لوگونکو ہدایت الٰہی سے حصہ نہیں ملتا ہمیشہ بدنصیبی وخسران وضلال ہی کے گڑھے میں پڑے رہتے ہیں :

یہود کہتے تھے کہ ہم پر یہ الزام غلط ہے کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے خاص اور پیارے بندے ہیں خواہ کچھ ہی کریں اسکے جواب میں فرماتا ہے قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم الخ کہ اے پیغمبر یہودیوں سے کہدے اگر تم کو گمان ہے کہ ہم اللہ کے خاص دوست ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونیکے سبب ہم ولی بزرگی وخلت اور دار آخرت میں جنت کے مستحق ہیں تو فتمنوا الموت ان کنتم صادقین موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو تا کہ تم مرنیکے بعد عیش وآرام اپنے دعاکے موافق پاؤ مگر دل بڑا منصف ہے اپنے اعمال بد کی شامت اسے معلوم ہو جاتی ہے اس لئے ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ وہ اسکی ہرگز تمنا نہ کریں گے اپنے اعمال بد کے خوف سے ملزم عدالت میں جانے سے ڈرتا ہے پاک کو کوئی خوف نہیں ہوتا نیک اور باخدا لوگ جن کو دار آخرت کے نعماء پانیکا انکی رب کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے مرنیکے مشتاق رہا کرتے ہیں وہ دنیا کے عیش وآرام کو قید خانہ کے آب و دانہ سے کم نہیں سمجھتے مگر خدا تعالیٰ کے ملزم زبان سے لاکھ لاف ماریں مرنے سے ڈرتے ہیں یہیں کی زندگی پر سرتے ہیں یہیں کے سامان و اسباب پیدا کرنیکی فکر میں رہا کرتے ہیں۔ واللہ علیم بالظالمین۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے وہ بدکارونکو ابرار کے درجے نہیں دیتا البتہ نیک نسل اپنے بزرگونکے انعام کا حصہ پاتی ہے یہود اس امتحان سے بھاگ نکلے اور موت سے ڈرتے تھے اس لئے فرماتا ہے قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم کہ کہدے جس موت سے تم بھاگ رہے ہو آخر وہ ایک روز تمہیں آپکڑیگی اس سے بھاگ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے۔ ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون مرنیکے بعد تم اسکے پاس پہنچائے جاؤ گے جو چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے یعنی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں پھر وہ تمکو بتا دیگا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے :

ان آیات میں مسئلہ معاد بھی کس خوبی کے ساتھ بیان کر دیا۔ اور ہدایات انبیاء علیہم السلام سے بےخبر ہونیکا نتیجہ اور ان سے مفاخر آبائی کے غرور میں سرتابی کا انجام بڑے پُرتاثر الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا ف اسلام میں انبیاء واولیاء زادہ ہونا بغیر ایمان وعمل صالح کے کچھ کام نہیں آتا آنحضرت نے اپنی صداقت الہیہ کے زور پر عیسائیوں سے بھی مباہلہ کیا اور یہود سے بھی مگر وہ ڈر گئے۔ بخاری اور ترمذی ونسائی اور احمد نے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ اگر ملکہ تیں ابوجہل کعبہ کے پاس مجھ پر حملہ کرنا جیساکہ وہ کہتا تھا کہ کعبہ میں پاؤں تو گردن مروڑ دوں، تو سب کے روبرو اسکو فرشتے اچک لیتے اور اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو فوراً مر جاتے اور اپنا گھر دوزخ میں دیکھ لیتے اور جو رسول اللہ سے مباہلہ کرنیکو نکلتے تو گھر آکر مال واہل کچھ نہ دیکھتے :

ف ہنود میں برہمن ایک قوم ہے وہ بھی مدعی ہے کہ ہم برہما جی کے پوتر یعنے بیٹے ہیں ہماری مکتی یعنی نجات ہر حال میں ہے خیرات دو تو برہمن کو دو نیکی کرو تو برہمن سے گرو برہمن کسی کو مارے تو اس سے بدلہ لینا روا نہیں اور تو ہیں کئی بار جنم لیکر یعنے تناسخ کے میدانوں میں ٹھوکریں کھاکر نجات کے لئے برہمن کے گھر جنم لیتے ہیں برہمن سے لطف حاصل کرنا بھی فخر سمجھا جاتا تھا برہمنوں میں ایک گروہ کو پربہت کہتے ہیں وہ تو اہل ہنود کے نکاح بیاہ موت وصلح کے ہنگام میں اعتبر ہیکے بعد سے مرگ زندگی ریدو نرخ بہشت کی کنجی مرنے کے بعد انہیں کے ہاتھ میں بہتی ہے ... سے کہتے ہیں اسقدر ... مرگ میں ... زندگی ہیں سمجھتا ہوں بیچاروں کو دینی ہی پڑتی ہے پھر یہ چیزیں اس عالم میں مردہ کو ... لگانہ رزائی بچھونا اوڑھنا پانی پینے کا لوٹا :

ہر کشور اونوہ سب پر دہتا جی لیکر مردے کے پاس پہنچایا کرتے ہیں اگر پروہت جی کے گھر دودھ پینے کو گائے نہیں تو فرماتے ہیں گاؤ تا دان کرو کہ کسی دم پکڑ کر بیترنی ندی کے جھیل سے پار تر ہر موسم کی ترکاریاں اور میوے بھی پہنچا دینے کے لئے لیتے ہیں۔ ہندوستان میں جب باہر سے مسلمان آئے اور یہاں سے ہنود کا میل جول ہوا دلالچی مسلمانوں کے منہ میں یہ شکار دیکھ کر پانی بھر آیا اور جو ہنود مسلمان ہوئے ان کے ذہن میں بھی پرانا جسکا باقی تھا۔ ان حضرات نے دیکھا کہ ہنود تو ہمارے دام میں کیونکر آنے لگے وہ برہمن کا شکار ہیں جاہل مسلمانوں کو گھیر لیا تو انہوں نے بھی دینیات کو انہیں رسوم کے قوالب میں ڈھالنا شروع کر دیا کہ دسہرہ کے جواب میں محرم کا سانگ بنایا۔ دیوالی کے جواب میں شب برات کی روشنی اور آتشبازی نکالی۔ مردے کی روح نکالنے اور اشیائے خورد ونوش کو میت تک پہنچانیکا ملاں جی نے بیمہ کرنا شروع کیا اور اسی طرح شادی غمی کے رسوم انہیں ... بیوہ کا نکاح ممنوع ہو گیا میت کی نعش پر سرخ دوشالہ ڈالن بھی سیکھا پروہت کی جگہ جاہل پیر قائم ہوا۔ نو برا قوم میں اتکا ملاں بھائی جبرئیل کو چٹھی لکھا کرتا ہے ... اس میت کو تنے اعمال آتے ہیں ... دیتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

مسلمانو جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دیجائے تو اللہ کی یاد کیلئے جلدی چلو اور سودا چھوڑو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

اگر تم کچھ جانتے ہو　پھر جب نماز ہو چکے　تو زمین پر چلو پھرو　اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈو　اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح

تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَۨا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

پاؤ اور جبکہ وہ لوگ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اسپر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں کہدو جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشہ اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے

ترکیب - اذا شرط من یوم من بمعنی فی ای فی یوم الجمعۃ فاسعوا جوابہ و ذروا عطف علی فاسعوا والجمعۃ بضمتین و باسکان المیم مصدر بمعنی الاجتماع فاذا قضیت شرط فانتشروا جوابہ کثیر آگئے ذکرا کثیرا واذا راوا شرط انفضوا جوابہ و ترکوا معطوف علیہ قائما حال من المفعول فی ترکوک ما موصول عند اللہ صلۃ خیر خبر للموصول والصلۃ ؛

تفسیر - یہود پر تین زجر و توبیخ ہوئیں اول جب انہوں نے اپنے علم و فضل کا فخر کیا اور عرب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل قرار دیا تو انکو گدھے سے تشبیہ دی اور جب انہوں نے یہ فخر کیا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونیکے سبب خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور خاص وسعت میں دار آخرت کی نعماء ہمارے لئے تیار ہیں تو ان کی تکذیب کی اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو موت کی آرزو کرو کہ وہ چیزیں تمہیں تیار ملیں تیسرا انکا ایک اور فخر تھا کہ خدا نے ہمارے دین میں سبت (ہفتے کا دن) رکھا ہے جسکی تعظیم و حرمت ہم پر واجب ہے اور اسمیں بڑے برکات ہمارے لئے ہیں مسلمانوں کیلئے یہ نعمت نہیں اس تفاخر کے مقابلے میں یا اس کی جگہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کیلئے جمعہ کا دن مقرر کرتا ہے جو ہفتہ اور اتوار سے بھی مقدم ہے اسلئے اس دن کی خاص عبادت کیلئے حکم دیتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا الخ ای ان کنتم تعلمون کہ اے ایماندارو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دیجائے تو اس کی طرف چلو اور جاکر یاد الٰہی کرو اور سوداگری یا اور کوئی دنیاوی کام ہو اسکو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو کس لئے کہ دنیا اور اس نعماء جن کے حاصل کرنے میں تم سرگرمی اور کوشش کرتے ہو فانی ہیں تم کیا یہاں سدا رہو گے اور کیا تمہارے کام یہ چیزیں ہمیشہ آویں گی؟ جہاں تمہیں جانا اور وہاں جاکر سدا رہنا ہے اس کیلئے کوشش کرنا بہتر ہے اور منجملہ ان کی جمعہ کیلئے چلنا اور تیار ہونا اور کار دنیاویہ کو چھوڑ دینا ہے ؛

مباحث (۱) فضائل جمعہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہیں نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم پچھلے ہیں مگر قیامت میں سب سے آگے رہیں گے یہی بات ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہم کو بعد میں پھر یہ دن جمعہ کا ان پر فرض ہوا وہ اس میں جھگڑے اللہ نے ہم کو بتا دیا سب لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں یہود اسکے ایک روز بعد نصاریٰ انکے ایک دن بعد (متفق علیہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب دنوں سے جمعہ افضل ہے اسی دن آدمؑ پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے نکلے اسی دن قیامت ہوگی (رواہ مسلم) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جو کچھ بندہ اس ساعت میں مانگتا ہے پاتا ہے (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں جو ابی بردہ سے ہے وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز تمام کرنے تک کے زمانہ میں ہے اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور احمدؒ کی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسب قول عبداللہ بن سلام وہ ساعت آخر ساعت ہے یعنی غروب کے قریب تک عصر سے لیکر ابو داؤد و نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلعم فرماتے ہیں یہ دن تمہارے سب دنوں سے افضل ہے اسدن مجھ پر درود بھیجا کرو وہ میرے سامنے لایا جاتا ہے ؛

ف - یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے ہیں اسدن کاروبار دنیاوی انکے ہاں حرام ہے - نصاریٰ کے نزدیک اتوار کے دن کی تعظیم ہے وہ کہتے ہیں اسدن حضرت مسیح قبر سے اٹھ کر آسمان پر گئے اور لوگوں کو دکھائی دیئے ہنود بھی اتوار مانتے ہیں ۱۲ منہ ؛؛

فضائل جمعہ

(٢) احکام جمعہ (١) یہ نماز ہر مسلمان عاقل بالغ غیر معذور پر واجب ہے۔ مگر علماء نے احادیث و آثار میں غور کر کے اس نماز کے وجوب کیلئے بارہ شرطیں قائم کی ہیں چھ خاص پڑھنے والے کیلئے وہ یہ ہیں حریتہ یعنی آزاد ہو کسی کا غلام نہ ہو کسلئے کہ وہ بیگانہ تابعدار معذور ہے۔ ذکورۃ یعنی مرد ہو عورت پر واجب نہیں۔ اقامۃ یعنی مقیم ہو مسافر نہ ہو کس لئے کہ اس پر بھی واجب نہیں۔ صحت تندرستی کسلئے کہ بیمار پر واجب نہیں۔ سلامۃ الرجلین یعنی پاؤں ہوں لنگڑا اپاہج نہ ہو کسلئے کہ اس پر بھی واجب نہیں سلامۃ البصر بینا ہو کسلئے کہ اندھے پر واجب نہیں بعض کہتے ہیں جب اندھے کو لیجانیوالا ہو اس پر بھی واجب ہے۔ اور چھ دوسرے شروط ہیں مصر جامع کہ شہر ہو جسمیں بازار وغیرہ ہوں کسلئے کہ دیہات میں جمعہ واجب نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہ شرط ثابت نہیں بلکہ جس بستی میں چالیس آدمی جمعہ میں آسکتے ہوں وہاں جمعہ واجب ہے اور یہی امام احمد حنبلؒ کا قول ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ چالیس سے بھی کم ہو تو بھی واجب ہے۔ سلطان یا اسکا نائب منتظم بھی ہو اس شرط میں بھی دیگر ائمہ کو کلام ہے جماعت اگر جماعت میسر نہ آوے تو جمعہ واجب نہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین آدمی اور ہونگے تو جماعت ہو جاوے گی صاحبین کہتے ہیں امام کے سوا دو اور ہوں تو کافی ہیں۔ وقت ظہر کے وقت پر ہونا چاہئے ظہر کے وقت سے پہلے یا اسکے بعد جمعہ نہوگا مگر حنبلیوں کے نزدیک زوال سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت جمعہ پڑھا اسکو دیوار و نکا سایہ دیکھکر بعض نے زوال کا وقت سمجھ لیا ہوگا اظہار یعنی مخفی اور پوشیدگی کی حالت میں جمعہ نہیں شہرت اور اذن عام ہونا چاہئے خطبہ بھی ہونا نماز سے پہلے شرط ہے اگر خطبہ نہوگا جمعہ صحیح نہوگا (ملخص از ہدایہ و ترجمہ من دار الحکام) باقی طہارت مصلی وغیرہ اور نماز کی سب شرطیں ہیں جب یہ شروط پائی جاویں تو جمعہ واجب و فرض ہے اسکا ترک کرنیوالا گنہگار ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے ہوئے فرماتے تھے کہ لوگ جمعہ ترک کرنیسے باز آویں ورنہ اللہ انکے دلوں پر مہر کر دیگا کہ وہ غافل ہو جاوینگے (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سستی سے تین جمعے ترک کریگا اللہ اسکے دل پر مہر کر دیگا (رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ والدارمی ومالک و احمد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قصد کیا تھا کہ کسی کو جمعہ پڑھانے کیلئے کہوں پھر دیکھوں جو شریک نہیں ہوتے انکے گھروں میں آگ لگادوں (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت کیساتھ مگر چار شخص غلام۔ عورت۔ لڑکے بیمار پر نہیں (رواہ ابو داؤد) ::

(٢) مسنون یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرے اچھے اور صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائے اور جب اول اذان ہو تو خرید و فروخت سب کاروبار بند کر دے اور مسجد میں جا کر جہاں جگہ ملے چار رکعت سنت پڑھے پھر جب امام منبر پر چڑھے اور اذان ثانی شروع ہو تو بات چیت بند کر دے اور نوافل و سنن بھی نہ پڑھے متوجہ ہو کر خطبہ سنے امام خطبہ منبر پر کھڑا ہو کر پڑھے اور بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھ جاوے پھر شروع کرے خطبہ میں خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر علیہ السلام پر درود کے بعد وعظ و پند اور احکام الٰہی کی تعلیم و ترغیب ہو۔ راگنی میں نہ ہو صاف اور سادی وضع پر ہو اور خطیب لباس مسنون پہنے ہاتھ میں عصا لئے اُسپر سہارا لئے ہو خطبہ عربی زبان میں ہو اور جو قوم بالکل نہ سمجھے ان کو ترجمہ کر کے سمجھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خطبہ کے بعد امام منبر سے اتر آئے اور اقامت کے بعد دو رکعت نماز پڑھائے پکار کر نماز میں الحمد اور اسکے ساتھ اور سورۃ یا آیات قرآنیہ پڑھے سلام کے بعد چار رکعت اور پھر دو رکعت یا صرف چار علی حسب اختلاف الروایات اور بھی ہر ایک جداگانہ پڑھے یہ مسنون ہے واجب نہیں۔ جمعہ کی نماز سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں اور مسافر وغیرہ جو جمعہ میں شریک ہو جاویں تو ان سے بھی ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے اور جو کوئی بلا عذر شریک نہ ہوگا شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوگا مگر وہ ظہر پڑھے لیکن جماعت نہ کرے۔ جمعہ سے پہلے اور نماز کے بعد کاروبار دنیاوی کی ممانعت نہیں ہاں جو اس تمام روز منبر کی میں خیرات و عبادت کیلئے تعطیل کرے تو بڑی برکت ہوگی ::

(٣) جمعہ کو اسلئے جمعہ کہتے ہیں کہ اسدن لوگ جماعت کیلئے جمع ہوتے ہیں جسلئے سب سے اول اسدن کا نام جمعہ رکھا ہے بعض کے نزدیک کعب بن لوی نے ہے اور عرب پہلے اسدن کو عروبہ کہا کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق انصار نے

له دقبل الجمعۃ اربع بلاخلاف وبعدہا اربع بتسلیمۃ وعند ابی یوسفؒ بعد الجمعۃ یصلی اربعا وبعدہ رکعتین بتسلیمتین وبالاخذ الطحاوی واکثر المشائخ مناد بعیل الیوم ١٢ الجمع الانہر لعنی چار رکعت جمعہ کے پہلے بلا خلاف اور چار اسکے بعد ایک سلام سے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بعد جمعہ کے چھ رکعت ہیں چار رکعت پڑھکر دو اور پڑھے ١٢ منہ

ف امام احمد حنبلؒ کے نزدیک اول جمعہ کی کوئی تعداد نوافل کی مخصوص نہیں اور بعد میں کم دو رکعت ہیں لانہ علیہ السلام کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین متفق علیہ لعد زیادہ چھ کا رواہ ابو داؤد ١٢ منہ

ے کعب کے عہد میں اسلام نہ تھا اس نے اسدن کا نام جمعہ شاید یوں رکھا ہوگا کہ

اسدن بازار لگتا ہوگا جس میں خرید و فروخت کے لئے جمع ہوتے ہوں گے۔ ١٢ منہ

ہجرت سے پہلے جمع ہونیکا اور ملکر عبادت کرنیکا یہ دن مقرر کیا تھا اسلئے کہ ہفتہ یہود کیلئے آتوار نصاریٰ کیلئے تھا تب وہ سعد بن زرارہ رضؓ کے پاس جمع ہوئے اس نے انکو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کھڑے ہو خطبہ پڑھا جسمیں وعظ و نصائح تھے سب سے اسد نکا نام جمعہ قرار پا گیا یہ پہلا جمعہ اسلام میں ہوا جب ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں اُترے اور پیر اور منگل اور بدھ اور جمعرات کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز نکلے مدینے میں آنے کیلئے تو آپنے جمعہ بنی سالم ابن عوف میں پڑھا خطبہ پڑھ کر نماز پڑھائی یہ آنحضرت صلعم کا پہلا جمعہ تھا۔ یہانتک کہ جمعہ کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کہ جب جمعہ کے روز نماز کیلئے آواز دی جائے۔ اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھتا ہے اسوقت دی جاتی ہے کسلئے کہ آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد تک صرف ایک اذان تھی مگر عثمانؓ کے عہد میں جب آبادی بڑھ گئی اور لوگ زیادہ ہوگئے اور یہ اذان کافی نہ سمجھی گئی تو حکم دیا کہ اس سے پہلے ایک اور اذان دیا کرو جو ان کے مکان پر دیجاتی تھی جسکو زوراء کہتے تھے اسکو سن کر لوگ نماز کے لئے آنے لگتے تھے پھر جب سب جمع ہو جاتے تھے تو امام جب منبر پر بیٹھتا تھا تو دوسری اذان بدستور ہوتی تھی گو یہ عثمانؓ کا فعل تھا مگر آنحضرت صلعم نے فرما دیا تھا کہ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی کہ میرے طریقے کو اور میرے سچے جانشینوں کے طریقے کو لازم پکڑو اسلئے یہ بھی مسنون ہو گئی اور اسوقت صحابہؓ میں سے کسی نے اسمیں کلام نہ کیا تو آجتک یہ دستور چلا آیا۔ اس پہلی اذان سننے سے بھی نماز جمعہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے اسلئے علماء احناف فرماتے ہیں کہ اس اذان سننے کے بعد بیع و شراء کاروبار دنیاوی ممنوع ہیں۔ فاسعوا الی ذکر اللہ تو ذکر اللہ یعنی خطبہ اور نماز کیلئے چلو۔ ذکر اللہ سے دونوں چیزیں مراد ہیں خطبہ اور نماز۔ بعض کہتے ہیں نماز بعض کہتے خطبہ۔ اور سعی سے مراد دوڑنا بھاگنا نہیں کہ دوڑ بھاگ کر آؤ بلکہ چلنا اور قصد کرنا اور کوشش کرنا۔ کمافی قولہ وان لیس للانسان الا ما سعی۔ و لما بلغ معہ السعی۔ غسل کرنا کپڑے پہننا بھی اس سعی میں داخل ہے۔ وذروا البیع اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ مراد کاروبار دنیاوی ہیں چونکہ اسدن لوگ اس کار میں زیادہ مصروف رہتے تھے اسلئے اسکا ذکر کیا۔ اذان سننے کے بعد خرید و فروخت حرام ہے کشاف میں ہے کہ عامۂ علماء کے نزدیک باوجود ممنوع ہونیکے جو کوئی بیع کریگا تو یہ فاسد نہ ہوگی کسلئے کہ حرمت لعینہ نہیں بلکہ نماز سے روکنے کیلئے ہے چنانچہ اذان سنکر چلتے ہوئے جو کوئی رستے میں بیع و شراء کرے اسمیں کچھ بھی قباحت نہیں۔ امام مالکؒ کہتے ہیں بیع فاسد ہوگی۔ ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اسوقت خرید و فروخت چھوڑنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہے کسلئے کہ دنیا فانیہ کی تجارت سے آخرت باقیہ کی تجارت بہر حال بہتر ہے۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ اور جب نماز سے فارغ ہو چکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کے فضل و رزق یعنی روزی کی تلاش کرو۔ فضل اللہ سے مراد روزی ہے۔ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ پہلے جو ممانعت کی تھی اسکی اجازت ہے واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ اور صرف روزی ہی کی تلاش میں بیہوش نہ ہو جاؤ بلکہ اللہ کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ تسبیح و تمہید استغفار و ذکر قلبی و لسانی سے ہر حال میں اللہ کو نہ بھولو۔ دست بکار دل بیار رہے نماز کے باہر بھی ذکر الٰہی جاری رہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے جابر بن عبد اللہؓ سے نقل کیا کہ ایک وقت نبی صلعم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ مدینے کا کارواں ملک شام سے غلہ لیکر آیا اور دن قحط سالی کے تھے اور اسکی ڈگڈگی بجی تو لوگ اسکے دیکھنے کو چلنے لگے یہانتک کہ بارہ آدمی رہ گئے کہ جن میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں ۱۵ واذا راوا تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا کہ جب تجارت یا لہو یعنی ڈونڈی پٹتی دیکھتے ہیں تو اسکی طرف دوڑ پڑتے ہیں و ترکوک قائما اور تجھے اے نبی کھڑا چھوڑ جاتے ہیں شاید اسوقت خطبہ عیدین کی طرح بعد میں تھا یعنی نماز تو ہو چکی۔ قل ما عند اللہ خیر من اللہو و من التجارۃ۔ کہدے جو کچھ اللہ کے پاس ہے ثواب اور دار آخرت کی نعمتیں جو خطبہ اور نماز سے حاصل ہیں وہ لہو ڈگڈگی کی آواز اور تجارت سے بہتر ہیں کسلئے کہ وہ نعمار باقیہ ہیں پھر عمدہ چیز چھوڑ کر ردی کیطرف دوڑنا کون عقل ہے واللہ خیر الرازقین اللہ بہتر ہے روزی دینے والوں سے دراصل وہی روزی دیتا ہے نہ تجارت نہ زراعت نہ نوکری ؛

ف اسلام نے عبادات میں بھی قوت اجتماعیہ ملحوظ رکھی ہے نماز با جماعت جس میں مسلمانوں کو پانچ وقت میل جول محبت ہمدردی کا موقع ملتا ہے جمعہ میں شہر بھر کے مسلمانوں کا مجمع ہے خطیب کو قومی مسائل کی تعلیم اور وعظ و پند کا موقع ہے اسی طرح عیدین میں اور حج میں تمام ملکوں کے مسلمان باہم مل جل سکتے ہیں سب ایک مشورت و تدبیر سے مطلع ہو سکتے ہیں مگر افسوس ہم نے ان باتوں سے برکات حاصل کرنا چھوڑ دیا مجموعی عبادت میں انوار کا انعکاس اور جماعت خدا پرستوں کا غلبہ و شوکت بھی نیز جماعت پر اثر ڈالنے والی چیز ہے اب جمعہ کو سبت و اتوار سے مقابلہ کیجئے کہ بجز اسکے کہ تمام دن بازار بند کاروبار بند کر کے آرام کرو اور کیا ہے توریت میں سبت کے دن کوئی نماز نہیں ہاں بعد میں بنائی ہو تو خیر جمعہ میں یہودی سبت کی اصلاح ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سبت کے دن بعض کام کر کے معطل رہنے کی رسم کو اٹھانا چاہا تھا مگر یہود نے بڑا نزعہ کیا اسلئے مصلح پر تقدیر نے اسکو بھی چھوڑ دیا ۱۲ منہ

ك ۱۵ ایک بار کے معاملہ پر تو نہیں بولا گیا قتادہ کہتے ہیں تین بار ایسا کیا گیا تین بار قافلہ آیا اور لوگوں نے ایسا کیا کشاف ۱۲ منہ

ك ۱۵ واذا الخ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ ایک نکاح میں جب لونڈیاں گانے بجانے لگیں لوگ خطبہ میں سے اٹھ کر چلنے لگے اسد ایک بار قافلے کے لئے بھی چلدئے تو دونوں معاملوں کے بارہ میں آیت نازل ہوئی لہو سے مراد لونڈیوں کا گانا بجانا تجارت سے مراد قافلہ ۱۲ منہ

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ

جب آپکے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ ضرور اسکے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق

لَكَاذِبُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ

جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یہ) بہت ہی برا کر رہے ہیں یہ اس لئے کہ یہ (ظاہر میں) ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر

كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ

ان کے دلوں پر مہر کردی گئی جس سے وہ سمجھتے ہی نہیں اور (اے مخاطب) تو انکو دیکھے تو تجھے انکے ڈیل ڈول بھلے معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو انکی بات سنیں گویا کہ وہ (دیوار کے سہارے)

خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں ہر ایک آواز کو اپنے ہی اوپر سمجھتے ہیں وہی دشمن ہیں پس ان سے بچتے رہو اللہ انکو غارت کرے کدھر بہکے چلے جا رہے ہیں ۝

ترکیب۔ اذا شرط قالوا جوابہ وقیل محذوف وقالوا حال ای جاؤک قائلین کیت وکیت فلا تقبل منہم وقیل جوابہ اتخذوا وفیہ ما فیہ۔ واللہ یعلم الخ جملۃ معترضۃ مقررۃ لمضمون ما قبلہا وہو الشہادۃ باللسان مع الانکار فی القلب اتخذوا الخ الجملۃ مستانفۃ لبیان کذبہم وحلفہم علیہ۔ ایمانہم عند الجمہور بفتح الہمزۃ جمع الیمین وقری بکسرہا والجنۃ الترس۔ تمیز۔ سا ء ہہنا بمعنی بئس فی افادۃ الذم فطبع قرء الجمہور مبنیا للمفعول وقری مبنیا للفاعل اذا رایتہم شرط تعجبک جوابہ وان یقولوا شرط تسمع جوابہ وقری یسمع علی البناء للمفعول کانہم خشب مسندۃ فی خبر الرفع علی انہ خبر مبتداء محذوف او کلام مستانف لا محل لہ۔ وقری خشب علی انہ جمع خشبۃ کبدن جمع بدنۃ وقیل جمع خشباء وہی الخشبۃ المجوفۃ وقری بالتثقیل مسندۃ من الاسناد بمعنی الامالۃ والتشدید یدلہ مبالغۃ وقری خشب بفتحتین وقری باسکان الشین وقری بفتحتین ؛

تفسیر یہ سورۃ بھی مدینے میں نازل ہوئی ابن عباسؓ وغیرہ اکثر اسی کے قائل ہیں جمعہ کی نماز میں اول رکعت میں نبی صلعم سورۂ جمعہ پڑھتے تھے ایمانداروں کو بیدار و ہوشیار کرنیکے لئے اور دوسری رکعت میں اس سورۃ کو پڑھتے تھے منافقوں کی سرزنش کیلئے (اس مضمون کو سعید بن منصور نے اور اوسط میں طبرانی نے نقل کیا ہے) بخاری اور مسلم وغیرہما نے زید بن ارقمؓ صحابی سے نقل کیا ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو وہاں لوگوں کو تکلیف پہنچی بھوک پیاس کی اور بخاری وغیرہ کی روایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کسی بات میں خفا ہو کر تھپڑ مار دیا تھا انصاری نے مدد کیلئے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اور اسوقت مہاجر تھوڑے اور انصار بہت تھے آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا کہ کیا گندی بات ہے بات گئی گذری ہوئی مگر عبداللہ بن ابی انصار میں بڑا شخص اور آنحضرت صلعم کے مدینے تشریف لانیسے پہلے اسی کو سرداری کی پگڑی بندھنے والی تھی جو آپکے آنیسے خاک میں مل گئی اسلئے اسکے دل میں آنحضرت صلعم اور مہاجرین کی عداوت تھی اور منافقوں کا سردار تھا اسنے کہا کیا مہاجر نے ایسا کیا ہے تب تو اسکو دلی بغض نکالنے کا موقع مل گیا جوش میں آکر کہنے لگا کہ لو ہمارے ٹکڑے کھا کر ان لوگوں کو یہ دن لگے ہیں بخدا مدینہ پہنچکر ہم شہر کے رئیس ان ذلیل پردیسیوں کو نکالدینگے اور لوگوں سے کہا کہ جو اس نبی کے پاس ہیں یعنی مہاجرین انکو آئندہ سے کچھ دیا لیا مگر وہ پریشان ہو کر بھوک کے مارے آپ بھاگ جاوینگے یہ بات زید کہتے ہیں میں نے سن لی اور میں نے اپنے چچا (طبرانی کے نزدیک چچا سے مراد سعد بن عبادہ ہے جو قوم خزرج کا سردار تھا) عمر سے ذکر کر دیا انہوں نے آنحضرت صلعم سے جا کہا آپنے مجھے بلا کر پوچھا میں نے صاف صاف کہدیا پھر عبداللہ بن ابی سردار منافقین کو بلا کر پوچھا اسنے انکار کر دیا اور قسمیں کھانے لگا اور بڑی باتیں خلاص مندی کی کرنے لگا۔ بدکہتے

ف بعض کہتے ہیں غزوۂ تبوک میں واقعہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ غزوۂ بنی المصطلق تھا ۱۲

ف انصار بنی اوس و بنی خزرج مدینے کے اصلی باشندے اور مہاجرین لوگ جو بار ہے وطن چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے ۱۲ منہ

لوگوں نے مجھے جھوٹا سمجھ کر بڑی ملامت کرنی شروع کی یہاں تک کہ میں شرمندگی کے مارے گھر میں بیٹھ رہا مگر خدا تعالیٰ سے امید تھی کہ قرآن میں میری بات کوئی بات ضرور نازل فرمائیگا پھر جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلعم نے مجھے بلا کر فرمایا زید خدا نے تجھے سچا کر دیا (خلاصۃ الروایات) یہ ہے ان آیات کا شان نزول - ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے اس قول کو بھی نقل کرتا ہے اور پھر انکے قسمیں کھانے اور اخلاص ظاہر کر کے جان بچانے کا بھی حال بیان فرماتا ہے مگر شان الہامی اور رحمت خدائی یہ ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا - فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ - جبکہ آپکے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اے محمد اللہ کا رسول ہے منافق شرع میں اس کو کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور درپردہ کافر ہو - وہ عند اللہ بھی کافر ہے گو شرع ظاہری اسلام کے ظاہری احکام میں شریک ہے اسپر نماز جنازہ بھی پڑھی جاویگی میراث کا حصہ بھی پا دیگا لیکن مرنیکے بعد ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیگا اور جسکا ظاہر کچھ ہو باطن کچھ ہو اسکو بھی منافق کہتے ہیں مگر حقیقی منافق نہیں - اسی طرح جسمیں منافقوں کے عادات ہوں جھوٹ بولنا وعدہ خلافی کرنا امانت میں خیانت کرنا گالی بکنا نماز میں سستی کرنا وہ حقیقی منافق نہیں بشرطیکہ دل میں کلمہ کی تصدیق ہے مگر ان بری عادتوں کے سبب گنہگار اور نفاق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے مدینے میں ابتداء اسلام کے وقت چند لوگ ایسے تھے جنکا سردار عبد اللہ بن ابی تھا - وہ اور اسکا گروہ آپکے سامنے آکر ایسی گواہی دیتے تھے - واللہ یعلم انک لرسولہ فرماتا ہے اُنکی گواہی پر موقوف نہیں اللہ خود جانتا ہے کہ تو اسکا اے محمد رسول ہے یعلم اللہ کا لفظ عرب کے محاورہ میں قسم بھی مستعمل ہوتا ہے تب اس جملہ میں قسم ہے تاکید اور زیادہ ہو جاویگی - مگر انکی گواہی دل سے نہیں اور گواہی میں دل اور زبان موافق ہونا ضرور ہے اگر دونوں موافق نہیں تو وہ شہادت جھوٹی ہے اسلیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق اپنی شہادت میں ضرور جھوٹے ہیں - نہ اس کہنے میں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ خبر تو صادق ہے واقع کے مطابق ہے اور خبر کے صدق وکذب کا اسی پر مدار ہے اگر واقع کے مطابق ہے تو صادق ورنہ کاذب - مخبر کے اعتقاد کا اعتبار جمہور کے نزدیک نہیں مگر جاحظ کہتا ہے کہ جسطرح شہادت کے سچے ہونے میں واقع سے مطابق ہونیکے ساتھ اعتقاد سے مطابق ہونا بھی شرط ہے اسی طرح خبر میں بھی کسلیے کہ شہادت بھی خبر ہے ہاں خبر مؤکد ہے چونکہ انکی خبر اعتقاد کے مطابق نہ تھی گو واقع کے مطابق تھی اسلیے انکو خدائے پاک نے جھوٹا کہا - بعض کہتے ہیں خدا نے جو انہیں اس سچی بات کے کہنے میں جھوٹا کہا تو اسکے یہ معنی کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹے ہیں کسلیے کہ وہ انک لرسول اللہ کو جھوٹ جانتے تھے نہ یہ کہ وہ دراصل جھوٹے تھے کسلیے کہ وہ بات تو سچی تھی اشھد ونشھد یا اس کا ترجمہ یہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یمین اور حلف ہے - کچھ قسم کھا کر کہنے پر موقوف نہیں ؛

پھر فرماتا ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اسلیے کھاتے ہیں - اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ کہ اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے الزام سے بچنے کیلئے پھر وہ اللہ کے رستے سے روکتے ہیں یا خود رک گئے - ایمان یمین کی جمع - یمین کے لغت میں معنی قوۃ کے ہیں اور شرع میں اس کلام کو کہتے ہیں جسکو حلف اور قسم سے قوی کیا جاوے خواہ لفظ اللہ یا اس کے کسی اور نام یا صفات سے صادر ہو جیسا کہ عربی میں باللہ تاللہ بالرحمن بالرحیم لعزۃ اللہ وجلالہ کہہ کر کوئی بات کہے - اردو میں خدا کی یا اللہ کی قسم یا اسکو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں ان الفاظ سے جو کہے - پھر یمین کی تین قسمیں ہیں اوّل یمین غموس جو کسی گذشتہ بات پر ایسی قسم کھا کر کہے اور مقصود جھوٹ کہنا ہو کہ واللہ یہ بات یوں تھی - اور جانتا ہے کہ یوں نہ تھی - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھائے اللہ اسکو دوزخ میں داخل کریگا - اسکا بجز توبہ واستغفار کے اور کوئی کفارہ نہیں - منافق بھی یمین غموس میں مبتلا تھے - اس سورہ میں آگے ان کیلئے استغفار ہی کی تاکید ہے - امام شافعیؒ فرماتے ہیں کفارہ دے - دوم یمین منعقدہ کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھاوے کہ واللہ یوں کروں گا یا خدا ایسا نہ کرونگا اسکے خلاف کرنے میں کفارہ ہے - سوم یمین لغو کہ کسی گذشتہ بات کی قسم کھا کر خلاف خبر دی مگر یہ اسکو خلاف نہیں جانتا ریا یوں ہی بلا قصد واللہ باللہ کہا کرے جیسا کہ بات بات پر عوام واللہ باللہ کہا کرتے ہیں اس میں کفارہ نہیں مگر ایسی قسم نہ کھانا چاہیے (الشافعی) ؛

ف جمہور کے نزدیک خبر کا سچا اور جھوٹا ہونا واقع سے مطابق ہونے نہ ہونے پر منحصر ہے آیت میں خبر میں کاذب نہیں فرمایا بلکہ شہادت میں جیکو وہ اشھد اور ان اور لام سے مؤکد کر کے ادا کرتے تھے یا کاذب اپنے اعتقاد میں یا اس قول میں نہیں بلکہ وہ جو کہتے تھے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ مہاجرین کو نہ دو اور مدینے سے نکال دو اسمیں جھوٹے ہیں یونہ انہوں نے یہ بات ضرور کہی ہے لیکن نظام معتزلی کہتا ہے خبر کے صدق و کذب کا مدار صرف اعتقاد پر ہے اگر اعتقاد کے موافق خبر دی تو سچ ہے گو واقع کے مطابق نہ ہو اسی طرح اگر اعتقاد کے موافق نہیں تو

۳ واقع کے مطابق ہے وہ خبر جھوٹی ہے جیسا کہ اس آیت میں خدا نے منافقوں کی خبر انک لرسول اللہ کو جھوٹا کہدیا اعتقاد کے مطابق نہونے کے سبب گو واقع سے مطابق تھی جاحظ دونوں کی مطابقت صدق میں اور دونوں کی عدم مطابقت کذب میں معتبر جانتا ہے اس کے نزدیک بھی آیت میں جو منافقوں کو انک لرسول اللہ کہنے میں کاذب کہا اسلیے کہ اعتقاد کے مطابق خبر نہ تھی۔ ۱۲ ابو محمد

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تم کو معاف کرائیں　تو اپنے سر ملانے لگتے ہیں اور آپ ان کو رکے ہوئے اور متکبر بنے ہوئے دیکھو گے

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

برابر ہے خواہ آپ ان کے لئے معافی مانگیں یا نہ مانگیں　اللہ ان کو ہرگز بخشیگا ہی نہیں　بیشک اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا

الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ

(یہ) وہی تو ہیں　کہ جنہوں نے کہا تھا کہ جو لوگ رسول کے پاس رہتے ہیں انکو مت دیا کرو　یہاں تک کہ تتر بتر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور

خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ

زمین میں جتنے خزانے ہیں سب اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے　کہتے تھے کہ اگر ہم لوٹ کر مدینے گئے تو عزت دار وہاں سے ذلیلوں کو نکال کر رہینگے

مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول　اور ایمانداروں کو ہی ہے لیکن　منافق　نہیں　جانتے

ترکیب۔ واذا قیل شرط لیستغفر مجزوم لوقوعہ فی جواب الامر ای تعالوا لووا جواب الشرط۔ وہم مستکبرون الجملۃ حال من فاعل یصدون ورایتہم کان من الرویۃ البصریۃ فیصدون حال والا فہو مفعول ثان حتی ینفضوا قرا الجمہور من الانفضاض وہو التفرق وقری ینفضوا من نفض القوم اذا فنیت ازوادہم ؛

تفسیر۔ فرمایا تھا کہ اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا کر رکھا ہے پس لوگوں کو اللہ کے رستہ جہاد ایمان اعمال صالحہ سے روکتے ہیں تو نہیں شبہ ڈالکر اور اسلام میں جھوٹے عیب و اتہام لگا کر اور جو انکا یہ جرم کسی نے ظاہر کر دیا تو قسمیں کھا کر سزا سے بچ گئے یہ دستور کر رکھا ہے لیکن ساء ما کانوا یعملون یہ بہت بری بات ہے اب انکے اس جرم کے ارتکاب کا سبب بیان فرماتا ہے ذلک بانہم آمنوا ثم کفروا کہ وہ زبان سے ایمان لائے پردل سے منکر ہو گئے یا یوں کہو کہ اول ایمان لائے پھر آنحضرت صلعم کی عداوت میں کافر و مرتد دلیس ہو گئے فطبع علی قلوبہم پھر تو انکے دلوں پر مہر ہو گئی فہم لایفقہون پھر کچھ نہیں سمجھتے حق و باطل میں امتیاز نہ رہا اب اسکے بعد انکے ظاہری حالات بیان فرماتا ہے واذا رأیتہم تعجبک اجسامہم کہ بڑے چکنے چپڑے ڈیل ڈول کے خوبصورت بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں کہ دیکھنے سے بھلے معلوم ہوں یا تعجب ہو۔ وان یقولوا تسمع لقولہم اور خوش بیان چرب زبان بھی ہیں کہ مجلس میں بات کریں تو انکی بات کان لگا کر دھیان سے سنی جاوے مگر یہ ظاہری ڈھول ہے اندر سے خالی ڈھول ہیں کانہم خشب مسندۃ گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ تشبیہ اس بات میں ہے کہ خشک لکڑی جیسے جلنے کے سوا اور کسی کام میں نہیں لائی جاتی نہ عمارت میں نہ کسی چیز کے بننے میں تو اسکو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیتے ہیں انہیں خود کھڑے ہونیکی بھی طاقت نہیں یہی حال ان منافقوں کا ہے نکمے ہیں دل خالی ہیں خیر و ایمان سے صرف جہنم میں جلانے ہی کے قابل ہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونیکی طاقت نہیں کسلئے کہ دلوں پر مہر ہے کوئی بات خود حق و باطل کی سمجھ نہیں سکتے (۲) یہ بھی ہے کہ وہ خشک لکڑیاں اصل میں ترو تازہ تھیں کٹ کر خشک ہو گئیں اسی طرح اصل فطرت انسانیہ کے لحاظ سے یہ بھی اچھے اور ایماندار تھے مگر جب اس سے کٹ کر خشک ہو گئے (۳) اب جسطرح جلانیکے سوا ان لکڑیوں سے اور کوئی مقصود نہیں اسیطرح ان کفار و منافقین کو جہنم کا ایندھن سمجھنا چاہیے (۴) لکڑی کٹی ہوئی کے دو سرے ہوتے ہیں ایک اوپر دیوار سے ملا ہوا دوسرا زمین سے لگا ہوا اسی طرح منافقوں کے بھی دو رخ ہیں ایک اوپر ظاہری ایمان چرب زبانی کا دوسرا کفر و بد باطنی کا سرنگوں اور ذلت اندوز ہے (۵) دیوار سے لگے ہوئے خشک لٹھے سے انکے قد و قامت میں بھی تشبیہ ہے نامرد ایسے ہیں یحسبون کل صیحۃ علیہم کہ جو کوئی آواز ہو گھوڑا چھوٹ جائے یا کوئی کھٹکا ہو یا کوئی کسی کو پکارے تو سمجھتے ہیں کہ ہم ہی پر بلا آئی فوراً اچھل پڑتے ہیں فرماتا ہے انکی چپڑی چکنی باتوں پر نہ جاؤ ہم العدو واصل دشمن اسلام یہی ہیں انسے بچو۔ آپ ہی بد دعا کرتا ہے جو اہل عرب کے موافق قاتلہم اللہ۔ اللہ انکی گردن مارے انی یوفکون کہاں سے پھرے جاتے ہیں ہدایت کے چشمے سے پیاسے جاتے ہیں اور جیسا انکی جھوٹی قسمیں کھانے اور انکے کذب ثابت ہو جانے پر منہ سے ناشائستہ باتیں کہنے کا ذکر ابھی آیا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ چلو رسول اللہ پاس کہ تمہارے لئے خدا سے بخشش اور معافی مانگیں تو اکڑتے اور سر ہلاتے ہیں۔ اے رسول خواہ انکے لئے آپ بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اللہ انکو نہ بخشیگا۔ ہم الذین سے لیکر آخر تک وہ کلمات ہیں جو عبداللہ بن ابی نے کہے تھے کہ آنحضرت کے لوگوں کو کچھ نہ دو کہ چلے جاویں اسکے جواب میں فرماتا ہے وہ کیا دینگے زمین و آسمان کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور یہ بھی کہتا تھا کہ مدینہ چلکر عزت والے یعنی ہم ذلیلوں یعنی مہاجرین کو نکالدوینگے اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ عزت اللہ اور اسکے رسول ہی کو ہے یعنی مہاجرین ذلیل نہیں اے تم ذلیل ہو مگر تم جانتے نہیں ؛

ف ترمذی نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ کلمات کہے تو زید نے آنحضرت صلعم کو خبر دی اور عبداللہ بن ابی سے جو پوچھا گیا تو قسمیں کھا کر انکار کر گیا مگر اس کے بیٹے عبداللہ نے جو خالص ایماندار تھا باپ کو پکڑ لیا کہ بخدا شہر مدینے نہ جانے دونگا جب تک تو یہ اقرار کرے کہ میں ذلیل اور رسول اللہ صلعم عزت دار ہیں آخر اس نے کہا اللہ یہ جہاد غزوۂ بنی المصطلق میں ہے عبداللہ بن ابی نے یہ باتیں کہی تھیں جو چھٹے سال ہجری میں تھا بعض کہتے ہیں پانچویں میں در حقیقت عزت اللہ اور اسکے ماننے والوں کو ہے صحابہؓ کی عزت کو غور کر لو اور خزانے بھی اللہ کے پاس ہیں دیکھ لو صحابہ کو کیسے خزانے عطا کئے اور یوں بھی بارش ہوا گرمی سردی جسقدر رزق کے اسباب ہیں اسی کے ہاتھ میں ہیں ۱۲ منہ ؎

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اے ایمان والو! تم کو تمہارا مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے　اور جس نے ایسا کیا تو وہی خسارے میں بھی پڑ گیا

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ

اور ہمارے دیئے ہیں سے اس دن سے پہلے دے لو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو پھر کہنے لگے کہ اے رب مجھے ذرا تو مہلت دی ہوتی کہ

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

میں خیرات دے لیتا اور نیک ہو جاتا اور اللہ تو کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جبکہ اسکا وقت آجاتا ہے　اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو

ترکیب۔ فیقول بالنصب بالفاء الواقعۃ فی جواب الامر وہو انفقوا لولا حرف التحضیض معناہا حض علی الفعل ان دخلت علی المضارع ولو ان دخلت علی الماضی فاصدق بالنصب لوقوعہ فی جواب لولا۔ واصلہ اتصدق والجمہور علی ادغام التاء فی الصاد۔ واکن اصلہ اکون سقطت الواو بالجزم۔ وقرء الجمہور بالجزم عطفا علی محل فاصدق کانہ قیل ان اخرتنی واکن وقرئ اکون بالنصب عطفا علی لفظہ فاصدق لن یؤخر الجملۃ تدل علی جواب اذا جاء۔

تفسیر۔ منافقوں کی افسوسناک حالت بیان فرما کر مسلمانوں کو یاد الٰہی اور خیرات کی طرف ابھارتا ہے اور ایک ناگہانی آجانیوالے وقت سے ڈراتا ہے۔ فقال یا ایہا الذین آمنوا کہ اے ایمانداروں مال اور اولاد کے شغل میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جانا اور جو غافل ہو گیا فاولئک ہم الخاسرون تو وہ بڑے نقصان میں ہے۔ یہ مانا کہ حق سے غافل ہو کر آپ نے بہت مال جمع کیا بڑی جائدادیں ہیں اصل ہیں نقد و زیور و جواہرات ہاتھی گھوڑے شال دوشالوں نقرئی طلائی برتنوں کا کوئی کمی نہیں عالیشان مکان بھی اور انمیں باغ بھی بہت آراستہ کئے نہریں بڑی بہہ رہی ہیں حوض جھلک رہے ہیں عیش و نشاط کے ہزاروں سامان موجود ہیں خوبصورت عورتیں بھی بناؤ سنگار کئے ان باغوں میں آپ کے ساتھ گا بجا کر دل لبھا رہی ہیں اولاد بھی ہے مگر عمر گراں مایہ کہاں ہے وہ جوانی اور طبیعت کے جوش نہ رہے تو سب ہیچ دنیا ہی میں معلوم ہونے لگا پھر ایک دن چلدیئے سب یہیں پڑا رہا ایک گڑھے میں پڑے ہیں چند روز بعد ہڈیوں کے ریزے ریزے ہو گئے یہ سب عیش خواب پریشان معلوم ہونے لگا گناہوں کا بوجھ سر پر اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اسکا کوئی سامان نہیں پھر ہمیشہ طرح طرح کی ذلت اور آفت اور حسرت و ندامت اگر خسارہ اور نقصان نہیں تو اور کیا ہے۔ لعنت ہے اس تھوڑی دیر کے عیش پر جس کے بعد ہمیشہ کی یہ مصیبت ہو۔

بس دار آخرت کا توشہ لو۔ وہ کیا ہے؟ یاد الٰہی اس سے ایک گھڑی نہ بھولو۔ روح جو ہر لطیف ہے آلودگی جسمانی سے پاک نورِ حقیقی کیطرف متوجہ ہونے میں پس و پیش کرتی ہے اور لذائذ دنیا پر گری پڑتی ہے یہ اسکے حق میں زہر ہے اسلئے اسکو روک تھام کر اسکی یاد میں لگانا سعادت ہے اسکے بعد اسکی رضامندی کیلئے مال جو تمام آسائش دنیا اور جملہ غفلات کا ذریعہ تھا اسکے دینے کا حکم دیتا ہے وانفقوا مما رزقناکم کہ ہمارے دیئے میں سے دو جسطرح ذکر اللہ میں نماز فرائض یا نوافل حج وغیرہ کی تخصیص نہ تھی بلکہ عام مراد تھی نماز روزہ حج بھی اور ایسے ذکر و فکر و مراقبہ بھی ہو اسیطرح یہاں خرچ کرنے سے خاص زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد نہیں بلکہ عام ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ کام بہت جلد کرو موت کے آنیوالے سامان پر منحصر نہ رکھو کہ یوں ہوگا اور اسقدر ہو جاویگا تب دینگے اور فرصت سے اللہ کو یاد بھی کیا کریں گے کہ رہنے دو موت کا کوئی وقت معین نہیں ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے اجل اپنے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے ہوشیار باش کہ عالم رواروی کا ہے پھر عمر بھر تو یاد الٰہی نہ کی حتیٰ کہ نماز پنجگانہ سے بھی غافل رہے اللہ کی راہ میں کوڑی تک نہ دی زکوٰۃ و صدقات واجب بھی نہ دیئے اور خیالات میں بیٹھے رہے کہ موت کے سامان پیدا ہو گئے اور یقین ہو گیا کہ اب ان سب چیزوں کو چھوڑتے ہیں ایسا کہ پھر کبھی یہاں آنا نہ ہوگا تو لگے حسرت و افسوس سے یہ کہنے کہ اے رب مجھے ذرا تو مہلت دے کہ میں خیرات دے لوں نیک ہو جاؤں اگر اسوقت اللہ کسی کو ایک ذرہ بھی مہلت نہیں دیتا اب ان کو مہلت کہاں سے ہو کیونکہ دنیا دیکھتا ہے تمہارے کاموں کو خبردار

سلہ ولعہ الفاء الواقعۃ فی جواب الامر والنہی والاستفہام والنفی والتمنی والعرض لتقدیر ان ناصبۃ ۱۲ منہ۔ گئے دن تنگی کے باندھنے کے پاس آنکھیں رہتی ہیں دو دو پہر ۱۲ دنیا کسی شاہی اجڑی ہوئی دار الامارۃ کو دیکھو کہ کبھی یہاں کسقدر حسین عورتیں جواہرات میں غرق پھرتی ہونگی مکان اور باغوں کی رونق کیسی آراستہ ہونگی باہر سینکڑوں سپاہ اور ہزاروں گھوڑے ہونگے اور کیا کیا ہوگا ہائے آج کچھ بھی نہیں ان عورتوں اور باہر والوں سے کوئی بھی پوچھے کہ اس محل کا حال اس سے پوچھئے کہ اس عہد کا گزرا ہے کہ وہاں کے لوگ کیسی کی ہار معلوم ہوتی ہائے یہ بیشمار سپاہ کہاں غائب ہو گئی یہ ہزاروں ہاتھی گھوڑے جو بھری ٹھہرلیں اور زریں پوشوں سے آراستہ صف بستہ کھڑے تھے اور وہ مایہ جوانی جو عیش میں گم

نکہ رکاب چھلا، ہتیار سے کسے رستے تھے ہر، کر جاپکڑو، ہائے ... کی قوا، ..., ان تیز رو گھو، ہاتھیوں کی گرد کی وکو

ع ۳
۱۴

نہیں دیتی لہ، کو شکہ اور بام شکستہ اور اے ایسا کہ ... ذرا یہ تو بتلاؤ کہ یہاں کون رہتے تھے اور کیا عیش و عشرت کے سامان تھے، کون ماہرو یہاں نے خرامان پھرا کرتے تھے ذرا ان کا حال یا کوئی ان کی پیدائش اور سہنے کا مکان یا محل یا کوئی برادری کنبہ بھی تم بتاؤ پھر کیا ان دنوں میں آپسے کو رات دن نئی ایسی ہی گرمی جاڑا برسات ہوتا تھا پھر موسم میں کیا بہاریں تھیں خدا کی قسم کن لوگوں میں۔ کوئی بوڑھا محل بڑے بڑے کنگورے کن ہاتھوں نے بنائے تھے وہ اب کہاں سو رہے ہیں جن عیش پر فنا تو اس پر تف ہے اور اسپر مرزا پر بھی تف ہے ۱۲ منہ

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

آسمانوں اور زمین والے سب اللہ کی تقدیس کرتے رہتے ہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اسی نے تو تم کو پیدا کیا ہے پھر

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ

کوئی تم سے کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسکو خوب دیکھ رہا ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے اور صورت بنائی تمہاری

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

پھر اچھی صورت بنائی تمہاری اور اس کے پاس پھر کر جانا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے اور جو کچھ تم مخفی کرتے ہو اسکو بھی جانتا ہے اور جو تم ظاہر

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ

کرتے ہو اسکو بھی اور اللہ دلوں کی بات بھی جانتا ہے کیا تم کو ان کافروں کا حال معلوم نہیں ہوا جو تم سے پہلے گزر رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے کام کی سزا چکھی تھی اور انکو آخرت میں

كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

سخت عذاب ہوگا یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے تھے تو وہ یہی کہتے رہے کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے؟ سو انہوں نے انکار کیا اور منہ موڑ لیا اور پھر تو

ترکیب۔ وہو الجملۃ معطوفۃ علی ما قبلہا۔ ویمکن ان تکون حالا من الضمیر فی لہ فمنکم خبر مقدم کافر مبتدا والجملۃ تشریح وتفصیل للخلق ومنکم مومن الجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ واللہ مبتدا البصیر خبرہ بما تعملون متعلق بہ بالحق حال من فاعل خلق ای خلق متلبسا بالحق ابشر مبتدا یہدوننا خبرہ

تفسیر۔ یہ سورۃ علماء اکثر کے نزدیک مدینے میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ضحاک یہی کہتے ہیں ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ بھی یہی فرماتے ہیں مگر کلبی کہتے ہیں کہ یہ سورۃ کچھ مکے میں کچھ مدینے میں نازل ہوئی یعنی اخیر کی چند آیات یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم۔ مدینے میں نازل ہوئیں جبکہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے اپنی اولاد اور بیوی کی بدسلوکی اور زیادتی آنحضرت صلعم سے بیان کی تھی۔ عطاء بن یسار بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور ابن حبانؒ نے ضعفاء میں اور طبرانی اور ابن مردویہ و ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسکی پیشانی پر اس سورۃ کی پانچ آیتیں اول کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں

مناسبت اس سورۃ کو اول سورۃ منافقوں سے یہ ہے کہ اسمیں منافقوں کی مذمت تھی اسمیں صادقوں کی مدح و خوبی ہے۔ اور یہ بھی کہ اس سورۃ کے اخیر میں یہ تھا کہ تمہارے مال و اولاد تمہیں یاد الٰہی سے غافل نہ کریں جو سراسر خسران ہے۔ اور موت کا ہر وقت کھٹکا ہے پھر اسوقت مہلت نیکی کرنے کی نہیں ملیگی۔ اس مضمون پر ہدایت کی اس سورۃ میں تاکید فرماتا ہے کہ اسکی یاد کچھ تم پر موقوف نہیں بلکہ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض کہ آسمان اور زمین کے رہنے والے اسکی ہر وقت تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور وہ اسی کے لائق بھی ہے (۱) اسلئے کہ لہ الملک ولہ الحمد۔ بادشاہت اور ستائش اسی کو ہے بادشاہت حقیقی کے تو کیا کہنے ہیں مجازی بادشاہت جس کو حاصل ہوتی ہے سب اسی کی طرف جھکتے ہیں اسی کا ذکر خیر کرتے ہیں ہر ایک رعیت اسی کی طرف دوڑتی ہے پھر جبکہ بادشاہ میں صفات حمیدہ بھی ہوں ان کی طرف ولہ الحمد میں اشارہ ہے کس لئے کہ حمد کسی نہ کسی ذاتی یا صفاتی خوبی پر ہوا کرتی ہے اور اسی لئے اس جملہ کو بعد میں ذکر کیا۔ تو ایسا بادشاہ مرغوب و محمود ہوتا ہے چہ جائیکہ بادشاہ حقیقی ہو اور اسمیں تمام خوبیاں بھی ہوں۔ عنصہ کا دھیما جواد کریم۔ آنکھو نہیں۔ یہ انتہا مروت جب کوئی اسکے سامنے جا کر عذر آور ہو معاف کر دے اور پھر (۲) وہو علی کل شیء قدیر۔ ہر چیز پر قادر بھی ہو بھلا کرنے پر بھی ضرورت پہنچانے پر بھی جیسا کہ وہ صاحب نعمت و جود ہے ویسا ہی صاحب ہیبت و جبروت بھی ہے۔

ف پیشانی پر آیتوں کے لکھے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ سیاہی اور اس قلم سے جس خط میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں بلکہ یہ مراد کہ ہر بچہ ہنوز زنگ جہالت و بت پرستی سے عاری ہوتا ہے اب تک اس کی وہی اصلی فطرت موجود ہے اسکا چہرہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین والے اسکی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں الخ الغرض یہ ایک استعارہ ہے اسی کی دلالت اصلیہ سے جسکو بلفظ کتابت تعبیر کیا ہے سبحان اللہ کیا راز حقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ ۱۲ منہ

ہر بادشاہ ہر بات پر قادر نہیں ہوتا ہے لیکن وہ ہر بات پر قادر ہے اسلئے اور بھی ہر ایک مخلوق اسکی تسبیح وتہلیل کر رہی ہے غیر ذوی العقول کی صرف حالت امکانیہ وصورت احتیاجیہ ہی زبان حال سے پکار پکار کہہ رہی ہے سبوح قدوس لک الملک ولک الحمد۔ اور ذوی العقول میں سے ایماندار تو زبان سے بھی ثناخواں ہیں خصوصاً ملائکہ جو بڑی جاں نثار رعیت ہے ہمہ وقت اسی میں رہتے ہیں پھر اے انسان تو کیوں غافل اور دہلت چندروزہ میں دنیاوی لذات وشہوات میں غافل ہے!۔

اسکے بعد پھر حضرت انسان کی طرف خطاب کر کے اپنے انعام وافضال سابقہ ولاحقہ یاد دلا کر تسبیح وتقدیس پر امادہ کرتا ہے۔ اور نبوت کا یہ فرض منصبی ہے فقال ہوالذی خلقکم کہ اللہ جسکی ہمہ وقت تسبیح وتقدیس آسمانوں اور زمین میں ہو رہی ہے وہ ہے کہ جس نے تمکو بھی پیدا کیا۔ اسلئے وہ لایق ہے کہ تم بھی اس کی تسبیح کرو مگر تمہاری یہ حالت ہے فمنکم کافر ومنکم مؤمن کہ تم میں سے کچھ کافر و ناشکر ہیں نہ اللہ کو جانتے ہیں نہ مانتے ہیں تسبیح وتقدیس کیسی بجائے اسکے غیر معبودوں کی طرف رجوع ہیں اور بعض مؤمن ہیں اسی کی پرستش کرتے ہیں اسی کو مانتے ہیں اس دنیا میں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے ضرور سزا و جزا دیگا۔ واللہ بما تعملون بصیر۔

ف اہل سنت کے نزدیک بندہ اور اسکے جملہ افعال وکفر وایمان نیکی بدی اللہ کے مخلوق ہیں۔ بدلیل قولہ تعالی واللہ خلقکم وما تعملون چونکہ بندہ کاسب ہے اسلئے اس کے اعمال کی جزا و سزا اسکو ملتی ہے اور کاسب خالق میں فرق ہے معتزلہ کہتے ہیں خدائے پاک کفر وغیرہ قبائح کا خالق نہیں کیونکہ یہ اسکی تقدیس میں فرق ڈالتا ہے اسلئے اس آیت کو معتزلہ نے یوں بیان کیا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا بعد میں از خود کچھ کافر کچھ مؤمن ہو گئے۔ سنی مفسروں نے کہا نہیں بلکہ اسکے یہ معنی کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر کیونکر پیدا کیا کہ کچھ کافر پیدا کئے کچھ مؤمن اس آیت کے معنی عطاء وحسین بن فضیل وغیرہ کے نزدیک یہی ہیں کہ تم میں سے کچھ کافر کچھ مؤمن بن گئے اور یہی سیاق کلام کے مناسب ہے اہل سنت کا استدلال کچھ اس پر موقوف نہیں۔

پھر فرماتا ہے کچھ تمہیں کو پیدا نہیں کیا بلکہ خلق السموات والارض۔ آسمانوں اور زمین کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ حرکات فلکیہ اور کواکب کی تاثیرات سے حوادث ظہور کرتے ہیں اور اچھی بری صورتیں بھی تاثیرات فلکیہ سے ہوتی ہیں حتی کہ سعادت ونحوست بھی انہیں سے ہے جیسا کہ بہت حکماء اور عرب یونان وہند وغیرہ لوگوں کا خیال بطلان کا رد کرتا وصورکم فاحسن صورکم کہ تمہاری صورتیں بھی اسی کے ید قدرت نے بنائیں پھر دیکھو کیا عمدہ نقشہ کھینچا ناک کی جگہ کان اور منہ کی جگہ شانے ہوتے تو کیا ہی بدنما معلوم ہوتا یہ اور بات ہے کہ انسانوں میں بھی تفاوت ہے کوئی خوبصورت کوئی اس کے لحاظ سے بدصورت مگر بدصورت بھی مناسبت و اعتدال فطری کے لحاظ سے خوبصورت ہے۔ اسکی شکل کو طبعی مناسبت و اعتدال کے خلاف تصور کر کے دیکھو تو کیسا برا معلوم ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کر کے آزاد نہیں کر دیا کہ آئندہ اس سے کوئی سروکار نہیں رہا بلکہ والیہ المصیر اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ دنیا میں بھی جب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں بندہ اسی کی طرف پھر کر جاتا ہے۔ پھر وہی سوجھتا ہے اس کے بعد اپنے وصف علم کا ثبوت کرتا ہے فقال یعلم مافی السموات الخ کہ آسمانوں اور زمین کی اور تمہارے دل کی مخفی باتیں جانتا ہے۔ اسمیں تنبیہ ہے منافقوں پر کہ دلیں کفر ونفاق رکھ کر خدا سے کہاں چھپاؤ گے؟ یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہی تسبیح وتقدیس کے لائق ہے اور جو کوئی احسان فراموشی کر کے خداتعالی سے سرکشی کرتا ہے تو وہ دنیا میں بھی گردن مروڑ دیتا ہے اسلئے پہلے برباد شدہ قوموں کے حالات کی طرف اجمالاً اشارہ فرماتا ہے الم یاتکم الخ کہ تمہیں پہلے لوگوں کی خبر نہیں معلوم ہوئی کہ دنیا میں بھی انہوں نے اپنی کردار کا مزہ چکھا اور آخرت میں بھی عذاب الیم کے حوالے ہوئے اور یہ کیوں ہوا اسلئے کہ انکے پاس رسول نشانیاں اور معجزے لیکر آئے تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے یہ بھی آدمی ہم بھی آدمی اسمیں کیا فوقیت ہے جو یہ ہم کو ہدایت کرنے آئے ہیں۔ (یعنی رسول بشر نہیں ہونا چاہیئے مگر خدا پتھر ہو جاوے تو مضائقہ نہیں) منہ موڑ لیا اور نخوت وتکبر سے بے پروائی کی پھر تو اللہ نے انسے بے پروائی کی چاہتا تو انکو راہ راست پر لاتا انکے دلوں کو روشن کرتا مگر متکبر سے وہ بھی متکبرانہ پیش آیا کرتے ہیں اور اس کو خاک میں جلد ملا دیا کرتے ہیں اسے کسی کی کچھ پرواہ بھی نہیں ہے۔

ف آیات میں الفاظ کی ترتیب وتقدیم وتاخیر میں جو کچھ اسرار ہیں انکے بیان کیلئے دفتر چاہیئے۔ اور کس خوبی کے ساتھ مسئلہ توحید اور اثبات ذات وصفات علیم بذات الصدور تک بیان فرمایا ہے اور الم یاتکم الخ سے مسئلہ نبوت شروع کیا منکرین نبوت کا شبہ اور انکی سرتابی اور اسکا انجام بدبھی نہایت پر اثر الفاظ میں کس اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

۲ اور بندہ کو عبادت و خلوص اور نیک راہی پر الیہ المصیر وعلیم بذات الصدور۔ و یسبح للہ مافی السموات الخ جملوں میں لیسا آمادہ کیا زمانہ گذشتہ کی عبرتناک اجمالی تاریخ بھی بیان فرما دی۔ یہی اعجاز قرآنی ہے۔

سلہ کس لیے کہ خوبصورتی بدصورتی

بندہ کا کسب خلق

اضافی بات ہے ایک خوبصورت ہے مگر اس کی نسبت جو اس سے بھی بڑھ کر ہے بدصورت کہلاتا ہے اور اسی لئے کہتے ہیں حسن کی انتہا نہیں اور یہی حال بدصورتی کا ہے ایک بدصورت کی اپنے سے زیادہ بدصورت کی نسبت خوبصورت خیال کیا جاتا ہے ۱۲ منہ

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِکَ

کافروں نے سمجھ لیا کہ قبروں سے نہ اٹھائیں جائیں گے — کہو کیوں نہیں قسم ہے مجھے اپنے رب کی ضرور اٹھائے جاؤ گے — پھر تم کو بتلایا جاوے گا جو کچھ تم نے کیا تھا

عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

یہ (بات) اللہ پر آسان ہے — پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر کہ جس کو ہم نے نازل کیا — اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّکَفِّرْ عَنْہُ

جس دن تم کو جمع کریگا جمع ہونے کے دن — وہ دن ہے ہار جیت کا — اور جو ایمان لایا اللہ پر — اور اس نے اچھا کام کیا اسکی برائیاں دور کردیگا

سَیِّاٰتِہٖ وَیُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِکَ الْفَوْزُ

اور اس کو ایسے باغوں میں — داخل کریگا — جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں سدا رہا کریں گے — یہ ہے بڑی کامیابی

الْعَظِیْمُ ۝ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝

اور جنہوں نے انکار کیا — اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخی — اس میں سدا رہا کریں گے اور وہی بری جگہ ہے

ترکیب زعم یتعدی الی المفعولین کالعلم ان مخففۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف ای انہم لن یبعثوا فان المخففۃ مع اسمہا وخبرہا قامت مقام المفعولین قل بلی الخ لایجاب النفی وربی قسم لتبعثن جواب القسم ثم لتنبؤن الخ جملۃ مستقلۃ داخلۃ تحت الامر داراوۃ لتاکید بافادۃ کلمۃ بلی من اثبات البعث فامنوا الفاء فصیحۃ تدل علی شرط حذف لظہورہ ای اذا کان الامر کذا فامنوا باللہ الخ والجملۃ تذییل مقرر لما قبلہ من الامر یوم قال النحاس الناصب فیہ لتنبئن فیوم ظرفہ وقیل خبر وقیل محذوف ہو اذکر وقیل ماول علیہ الکلام ای تتفاوتون یوم یجمعکم خلدین فیہا ابدا حال مقدرۃ فیہ مراعاۃ معنی من والذین الموصول وصلتہ مبتدأ اولئک الخ الجملۃ خبرہ وبئس الخ بیان لکیفیۃ التغابن ۞

تفسیر مسئلہ توحید و نبوت کے بعد مسئلہ معاد کو بیان فرماتا ہے تاکہ بیان پورا ہوجائے۔ فقال زعم الذین کفروا الخ کہ کافروں کو گمان ہے مرکر اٹھائے نہ جانے کا کیونکہ وہ حشر کے منکر تھے اور سمجھتے تھے کہ بس مرکر خاک ہوگئے گویا روح بھی مرگئی بار دگر زندہ ہونا اور حساب و کتاب کیسا؟ اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ قل اے محمد کہدیجئے بلی کیوں نہیں۔ قیامت ہوگی اٹھائے جاؤ گے۔ پھر قسم کھا کر بلی کی تاکید کرتا ہے۔ وربی لتبعثن اے محمد کہدے مجھے اپنے رب کی قسم ضرور زندہ کرکے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے ثم لتنبؤن بما عملتم۔ پھر تم کو بتایا جاویگا کہ تم کیا کرتے تھے۔ یعنی نیک و بد کاموں کی جزا و سزا ہوگی۔ مکہ بلکہ عرب و دیگر ممالک کے باشندے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مرکر پھر جینا نہیں ہاں اعمال کی جزا و سزا اگر ہے تو اسی زندگی میں ہے برے کام کئے کسی کو ستایا بیمار ہوگیا اولاد مرگئی یا مال کا نقصان ہوگیا اور اچھے کام کئے تو تندرستی مالی و اولاد کی ترقی عزت و آبرو حاصل ہوگی یا دوسرے جنم میں برائی بھلائی ظاہر ہوگی۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ سزا و جزا بھی کسی کے ہاتھ میں نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے تو وہ قائل نہ تھے دہریے کہتے تھے کہ طبیعت و اجسام ہی مدبر ہے جس کو آجکل نیچر کہتے ہیں۔ پس اگر خدا بھی کچھ انکے اعتقاد میں تھا تو وہی نیچر جیسا بے اختیار کہ عالم میں خلاف قانون نیچر کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسا کسی کل کا محرک کہ اب ہلا کے بعد اس کو کچھ اختیار نہیں۔ آریہ دھرم کا اکثر یعنی خدا بھی اسی کے قریب ہے اسلئے وہ لوگ شہوت پرستی جفاکاری عیاری وغیرہ افعال قبیحہ کی مضرت کا کچھ زیادہ اندیشہ نہیں کرتے اور افعال کا حسن و قبح بھی انہیں کے خیالات و رسم و عادات پر منحصر تھا مخلوق خدا پر رحم کرنا نفع پہنچانا بڑوں کی تعظیم محسن کی شکر گذاری کو وہ بھی نیکی سمجھتے تھے اور اسکے برخلاف کو بدی اور اسقدر سمجھنے میں انکا خیال غلط نہ تھا مگر اور بہت سے بد اور بیہودہ کام تھے جن کو وہ یا تو بد اور بیہودہ ہی نہیں سمجھتے تھے یا اسکے برعکس عبادت جانتے تھے جیسا کہ بت پرستی شراب خوری عیاشی کھیل کود گانا بجانا ناچنا کودنا شادی غمی کے بیہودہ مصارف اولاد کا قتل کرنا وغیرہ اسی طرح بہت سے نیک کاموں کو بد یا عبث سمجھتے تھے۔ اور ان سب باتوں کے فیصلے کیلئے بھی الہام و نبوت کی ضرورت تھی اور پھر دار آخرت اور وہاں ان اعمال کی جزا و سزا دوسری زندگی میں پانا وغیرہ امور بیان کرنا بھی الہام ہی کا کام تھا اسلئے مسئلہ نبوت کے بعد مسئلہ حشر شروع کیا اور ان جملہ امور کی طرف ثم لتنبؤن بما عملتم میں اشارہ کر دیا اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمادیا وذلک علی اللہ یسیر کہ بار دگر زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے کچھ

ذکر معاد

مشکل نہیں پھر جب یہ ہے تو فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔ اللہ اور اسکے رسول اور اس نور پر کہ جس کو ہم نے نازل کیا ایمان لاؤ تا کہ تم کو اس جہان کی خوبی حاصل ہو اور وہ کس دن حاصل ہوگی یوم یجمعکم لیوم الجمع کہ جسدن وہ تم سب کو جمع کرے گا جمع کرنے کے دن یعنی قیامت میں ذالک الیوم التغابن وہ دن خسارے کا ہے کسلیئے کہ دنیا میں جن کاموں کو عمر بھر محنت اٹھا کر نیکی سمجھ کر کیا تھا آج عدالت آسمانی میں وہی سزا اور ناراضگی کے سبب ہوگئے محنت برباد گناہ لازم ہوگئے اسی خسارے کو ایک اور آیت میں فرماتا ہے ہل انبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا کہ کہو تو میں تم سے زیادہ نقصان پانیوالوں کو بتاؤں؟ کہ جن کی دنیا کی کوشش بیکار گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم اچھا کر رہے ہیں۔ اسدن سیکڑوں خیالات اور ہزاروں غلط مذاہب کا فساد معلوم ہو جائیگا۔ پھر اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ اور غبن ہوگا۔ (والتغابن تفاعل من الغبن فی المجازاۃ والتجارات کبیرا) (اور اسی تغابن کے لفظ کی وجہ سے اس سورۃ کا نام تغابن ہوگیا) ؛

پھر اسدن کام آنیوالی چیزیں بیان فرماتا ہے ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا کہ جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اسکو حضرت رسول کریم صلعم کے فرمانے کے موافق ویسا ہی جانا اور یقین کیا اور اس کے ساتھ نیک کام بھی کئے۔ نیک وہی کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہیں جن کی رسولؐ نے خبر دی اور عقل سلیم نے بعض کی تصدیق کی۔ خالی ایمان بغیر نیک کاموں کے درخت بے برگ و بے ثمر ہے یعقوب حواری اپنے خط میں یہی کہتا ہے اور اعمال کی بڑی تاکید کرتا ہے مگر پولوس اعمال صالحہ کو بیکار ہی نہیں بلکہ ملعون ہونیکا سبب کہتا ہے۔ پھر عیسائیوں نے پولوس ہی کی بات کو مزہ دار سمجھ کر مانا معاذ اللہ جس مذہب میں اعمال کوئی چیز نہ ہوں صرف ایمان کافی سمجھا جائے انکی بدکاری ظلم و عیاری جسقدر ہو کم ہے جسکی نظیر عیسائی ممالک ہیں جہاں شراب و زنا کی انتہا نہیں پھر اس ایمان اور اعمال صالحہ کا نتیجہ ہوگا۔ یکفر عنہ سیاتہ (۱) پہلی بات یہ ہوگی کہ اس کے گناہ اس سے مٹا دیگا۔ بشریت سے گناہ بھی ہو گئے ہیں تو انکے لئے کفارہ اسی کے اعمال صالحہ اور ایمان ہے نہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں بھی آتا ہے کسلیئے کہ دل سے خلوص و محبت رکھ کر اطاعت کرنیوالے غلام کے قصور معاف ہونیکا سبب اگر ہے تو اسی کا خلوص و اطاعت ہے نہ کوئی اور ہاں اس خلوص و اطاعت پر نظر کرکے شاہی منشا دیکھ کر اور کوئی مقرب سفارش کر سکتا ہے۔ یہاں سے شفاعت و کفارہ کا فرق بھی معلوم ہو گیا۔ گناہونکو مٹا دینا فرمایا بخشنا نہیں کہا۔ اسمیں یہ سر ہے کہ گویا سرے سے گناہونکا وجود ہی اسکے نامۂ اعمال میں نہ رہیگا وہ دفتر دھو دیا جاویگا اور بخشنے میں یہ ہوتا ہے کہ گناہ تو ہیں مٹے نہیں مگر انکی سزا سے درگزر کر دیا گیا بلکہ ایسے مخلصین کے وہ قصور کہ جنکے بعد وہ گریہ وزاری کرکے معافی مانگتے ہیں نیکیاں بن جاتے ہیں کما قال اولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات۔ اور کتاب یسعیاہ کے اوّل باب ۱۸ درس میں بھی یہی مضمون ہے (۲) ویدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔ کہ اسکو صاف کرنیکے بعد ہم ایسے باغوں میں داخل کرینگے کہ جہاں نہریں بہتی ہونگی اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کرینگے نہ وہاں سے کبھی باہر کئے جاوینگے نہ موت و بیماری دیکھیں گے وہ باغ اس جہان کے باغ جیسا نہیں بلکہ دوسرے جہان کے جہاں مرتے ہی آدمی جاتا ہے وہاں نہ غم ہے نہ کوئی اندیشہ ہمیشہ سرور و فرحت ہے۔ وذالک الفوز العظیم اور یہی بڑی مراد کا پانا ہے اس سے زیادہ اور کونسی مراد اور کامیابی ہوگی اس کے بعد فریق مخالف کا حال بیان فرماتا ہے۔ والذین کفروا اور جنہوں نے کفر کیا یعنی اللہ اور اسکے رسولؐ کو نہ مانا یہ ایمان کے مقابلے میں کیا۔ وکذبوا بآیاتنا۔ اور ہماری آیتونکو جھٹلایا یہ اعمال صالحہ کے بدلے میں کیا۔ آیات سے عام مراد ہے خواہ آیات الہامیہ یعنی کتاب اللہ کے مطالب اور جملے ہوں خواہ اسکی قدرت و یکتائی کے وہ دلائل جو شب و روز بندہ کے سامنے آتے ہیں اندھا انسے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور یہی جھٹلانا ہے۔ انکی اس جہان میں کیا حالت ہوگی۔ اولئک اصحاب النار یہ آگ والے ہونگے یعنی جہنم کی آگ میں جلا کرینگے۔ خالدین فیہا ہمیشہ رہا کرینگے۔ وبئس المصیر۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے پھر اسدن سے زیادہ کونسا دن حسرت اور تغابن کا ہوگا کہ ایک فریق عزت و شادمانی کے ساتھ حیات ابدی پاکر شادمانی کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اور دوسرا فریق ابدی قید خانہ میں ڈالا جاتا ہے جہاں سوائے رونے پیٹنے کے چیخنے چلانے کے کوئی آرام نہیں ؛

ایمان کیلئے عمل صالح لازم ہے

شفاعت و کفارہ میں فرق ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ کے حکم بغیر کوئی ایسی مصیبت نہیں پڑتی اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے (مصیبت میں ثابت قدم رکھتا ہے) اور اللہ ہر بات جانتا ہے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ

اور اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی بھی اطاعت کرو پھر اگر تم نے منہ موڑ لیا تو ہمارے رسول پر بھی صرف کھول کر پہنچا دینا ہی ہے وہ اللہ ہے کہ جس کے سوا اور

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ

کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے اے مسلمانوں تمہاری بیویوں اور

اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگذر کرو اور بخشدو تو اللہ بھی بخشدینے والا مہربان ہے

رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس تو بڑا اجر ہے۔

ترکیب۔ من شرطیۃ یہد قلبہ جوابہ۔ قلبہ بالنصب والرفع فالرفع علی الفاعلیۃ والنصب علی انہ مفعول لیہد مثل سفہ نفسہ فان تولیتم شرط فانما الجملۃ جوابہ وعلی اللہ متعلق بیتوکل قدم للتخصیص۔ عدوًا بالنصب علی انہ اسم ان وخبرہ من ازواجکم واولادکم ؛

تفسیر۔ ابھی فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان لانیوالے نیک کام کرنیوالے فائز المرام اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اس پر خیال گزرتا تھا کہ بہت سے ایمانداروں نیکوں کو ہم مصائب میں مبتلا دیکھتے ہیں پھر وہ کامیابی کہاں۔ اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ کہ کوئی مصیبت (بیماری تنگدستی اقارب کی موت دشمنوں کا غلبہ مال وجاہ کا زوال یا اسمیں کوئی فرق وغیرہ) بغیر حکم الٰہی انسان پر نہیں پڑتی۔ اذن اللہ کے معنی ابن عباسؓ نے امر اللہ کے بیان فرمائے۔ یعنی اسکی تقدیر و مشیت سے۔ غرض یہ کہ اسمیں کوئی مصلحت ہوتی ہے یا اسکے بعد کوئی سامان عمدہ پیدا ہونیوالا ہوتا ہے جسکو یہ نعمت موجود حائل تھی یا مومن کا تعلق قلبی اس چیز سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے۔ یا اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر دینا مقصود ہوتا ہے۔ یا اسکی غفلت و معصیت کا تازیانہ ہوتا ہے کہ جلد ہوشیار ہو جاوے اس سے فائز المرام ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ دنیا کا فوز مراد نہیں بلکہ آخرت کا۔ ومن یومن باللہ یہد قلبہ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے وہ اس مصیبت کی رمز سے آگاہ ہو جاتا ہے مومن جان جاتا ہے کہ یہ مصیبت میری فلاں گناہ یا غفلت کی سزا دنیا ہی میں مجھے دیدی عقبیٰ کے عذاب سے پاک کر دیا۔ اور یہ بھی جان جاتا ہے کہ میرا کیا تھا اس نے دیا تھا اسی نے لے لیا ہے اب جزع و فزع گلہ و شکایت کیا؟ اسلئے مصیبت کیوقت مومن انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے۔ کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کے پاس جانیوالے ہیں۔ اور بہت سی حکمتیں ہیں جنکی طرف واللہ بکل شیٔ علیم میں اشارہ کرتا ہے ؛

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگا کہ سب سے افضل کونسا کام ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اسکی تصدیق کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا اس نے عرض کیا کہ اس سے آسان بتایئے آپ نے فرمایا تو اللہ کو کسی کام میں جو تیرے لئے فیصلہ کرے متہم نہ کر۔ ایمان باللہ اور نور معرفت کے دو رستے ہیں نعمت کا شکر اور مصیبت پر صبر۔ انسان جسطرح حصول نعمت کیلئے بجا اور بیجا کوششیں کرکے یعنے وقار و قرار کو برباد کرتا ہے اسی طرح دفع مضرت کیلئے بھی پہلے سے پہلے ہزاروں تدابیر عمل میں لاتا ہے آپنے دیکھا ہوگا بیٹا بیمار پڑا تو پھر علاج وغیرہ جائز تدابیر کے سوا کوئی ناجائز اور خلاف عقل طریقہ بھی نہیں چھوڑتا۔ رتال جفار اٹنگ بڑنگ کرنیوالے وان سیانے جادوگر بھتنی والے برہمن کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے پھر خلاف عقل جو کچھ وہ کہتے ہیں عمل میں لا رہا ہے گدھوں کو گھنگنیاں کھلاتا ہے چوراہے پر چراغ جلاتا ہے کھانا پکا کر رکھتا ہے چیل کوؤں کو گوشت کھلا رہا ہے مقابر حضرات اولیائے اکرام سے التجائیں ہو رہی ہیں عرضیاں لکھ لکھ کر لٹکائی جا رہی ہیں اور کیا کیا خرافات کر رہا ہے دیوانہ بنا ہوا ہے نہ دن کو چین نہ رات کو خواب کھانا پینا کیسا مگر ہوتا وہی ہے جو مقدر ہو چکا ہے۔

پھر جسکو یہ یقین کامل نصیب ہو جائے کہ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ وہ کس اطمینان کے ساتھ اپنے خدائے ذوالجلال کی طرف ملتجی ہے اور مصیبت واقع ہو جانیکے بعد دل ٹھیرا ہوا ہے کہ یونہی مقدر الٰہی تھا یہ ہائے وائے شور فغاں ہیچ یہ باتیں تیرہ سو برس ہوئے عرب کے وحشیوں کو نبوت نے تعلیم کی تھی جن پر انکا پورا عمل تھا آج ترقی یافتہ اور مہذب قومیں انسے حصہ لینے کا قصد کر رہی ہیں۔ واہ اسلام آپ کی کیا کیا برکات ہیں جن سے ہم قدیمی مسلمان محروم رہے جاتے ہیں۔ ان جملہ امور کی پابندی مذہب اسلام کا ایک عمدہ رکن ہے اسلئے فرماتا ہے واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اللہ اور اسکے رسول کی تابعداری کرو اور کسی دوسرے طریقے پر نہ چلو۔ فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین اگر تم نہ مانو نگے تو تمہارا ہی نقصان ہے ہمارے رسول پر کوئی الزام نہیں کسلئے کہ اس کا کام تو صرف کھولکر حکم پہنچا[۱] دینا ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ لا الہ الا ہو۔ اللہ بھی وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر اس سے سرتابی اور عدول حکمی کر کے جاؤ گے کہاں اور کرو گے کیا؟ بعض احادیث قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے جو میری بھیجی مصیبتوں پر صبر نہ کرے اور میری دی ہوئی روزی پر قناعت نہ کرے تو وہ میرے آسمان کے تلے سے نکل جائے میری زمین پر نہ رہے اور کوئی خدا تلاش کرے۔ کس قدر توکل کی تاکید ہے اسلئے فرماتا ہے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون اور اللہ پر (نہ کسی اور پر) ایماندار بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔ ایمان کی یہی شان ہے کہ ہر کام میں اس کا اللہ پر بھروسہ ہوا اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور جانے کہ کبھی اسباب ہوتے ہیں اور کام نہیں ہوتا اور اسباب ہی پورے ہونے نہیں دیتا اسباب بنانے اور بگاڑنے اسکو دیر ہی کیا لگتی ہے! یہی اعتقاد عرب کے غریب اور بیکس مسلمانوں کا رہبر تھا جو وہ قیصر و کسریٰ جیسے قہار بادشاہوں پر غالب آئے یہی وہ شراب ہے کہ جسکو پی کر تیس مسلمانوں جنگ یرموک میں تیس ہزار سپاہ مخالف سے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا یہی اعتقاد آدمی کو قومی کاموں میں محنت اور صرف کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے ایسے لوگ دنیا میں بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں توکل اور تعطل میں فرق ہے اسباب کو ترک کر کے بیٹھنا تعطل ہے نہ توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تدابیر حسنہ عمل میں لاتے تھے۔ ہمارے احدی اور سست لوگوں نے جو کاہلی اور عیاشی کے سبب نکمے بنے پڑے رہتے ہیں اس بیہودہ صفت کا نام رکھ لیا ہے۔ یہ ہرگز توکل نہیں جسمیں یہ صفت توکل نہیں مومن کامل[۲] نہیں ایمان کامل کا مزہ اسے نصیب نہیں رسمی اسلام کچھ کام نہیں آتا حقیقی ایمان و اسلام حاصل ہونا چاہیئے۔ توکل ترک کر کے بیقرارانہ کوششوں کی طرف اکثر انسان کی اولاد اور بیوی مجبور کیا کرتی ہے انکی خواہشیں اور خانگی مصارف توکل چھڑا دیتے ہیں نیک کاموں سے روک دیتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ انکے بیجا تعلق کے رشتہ کو قطع کرتا ہے فقال[۳] یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم کہ اے ایمان والو تمہاری اولاد اور بیویوں میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آدمی کو معصیت اور قطع رحم پر ابھارتے ہیں ہر چند نہیں کرنا چاہتا مگر پھر کرنا ہی پڑتا ہے۔ میاں نہیں چاہتا کہ شادی میں رنڈیاں نچوائے بھانڈ کو بلائے دولت لٹائے مگر بیوی صاحبہ کے حکم سے مجبور ہے اور صدہا خرافات میں مبتلا کرتے ہیں بیٹا مصر ہے کہ میری شادی میں ناچ ہو باوا کرواتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے فرمایا مکے میں کچھ لوگ اسلام لائے تھے وہ ہجرت کرنا چاہتے تھے انکے بال بچے اور بیویاں نے نچھوڑا رونے لگے چمٹ گئے۔ ایسا ہی ترمذی و ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ فرماتا ہے فاحذروہم کہ انسے بچو نہ یہ کہ قتل کرو مارو پیٹو اور دلی رنجش جو خلاف کرنے میں بیوی بچوں سے پیدا ہو جاتی ہے اسکی نسبت فرماتا ہے وان تعفوا الخ اگر تم معاف کرو درگزر کرو بخشدو تو بہتر ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ مال اور اولاد آزمائش کی جگہ ہے انمیں مسلمانوں کو اللہ سے غافل نہ ہونا چاہیئے اور نہ انکے سبب برے کام کرنے چاہئیں مکارم اخلاق اور حسنات باقیات سے رکنا چاہیئے۔ یہ دنیا کے جھگڑے ہیں انہیں بقدر ضرورت مصروف ہونا چاہیئے کس لئے کہ جانا دوسرے جہان میں ہے یہ تو رستہ میں شب باشی کے سامان ہیں۔ واللہ عندہ اجر عظیم اجر عظیم جسکو حیات جاودانی کہنا چاہیئے اللہ کے پاس ہے مرنیکے بعد ملیگی۔ ان من کے لفظ میں اشارہ ہے کہ سب اولاد اور بیویاں ایسی نہیں بلکہ بعض دین و دنیا میں معین و محب اور انصار و مددگار بھی ہوتے ہیں ؛

[۱] جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے خلافت کے معاملہ میں عمرؓ و ابوبکرؓ کے لحاظ یا خوف کے سبب علیؓ کی خلافت کو صاف صاف نہ کیا تھا تو انکو مان لینا چاہیئے کہ خلافت علیؓ کوئی آسمانی حکم نہ تھا ورنہ ضرور بلاغ مبین کرتے بلکہ استظہاری بات تھی جسکو لوگوں تک نہ پہنچایا اور مصلحت وقت پر چھوڑ نا مناسب جانا ۱۲ منہ [۲] وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ غیر پر توکل کرتے ہی نہ کافر جنہیں توکل نہیں گویا وہ کافر ہے ۱۲ منہ [۳] مصائب پر صبر و برداشت کا ذکر تھا بیوی اور اولاد کا دشمن اور بدخواہ ہو جانا بھی انکیلئے بڑی مصیبت تھی اسلئے بعد اسکا ذکر کیا اور انکے ساتھ رفق و گذشت کرنیکا حکم دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ فتنہ ہے بعد اجر عظیم اللہ کے پاس ہے ۱۲ منہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

پھر جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (حکم) سنو اور مانو اور اپنے بھلے کے لئے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور جو شخص اپنے دل کے لالچ سے محفوظ رکھا گیا ہے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

سو وہی فلاح بھی پانیوالے ہیں — اگر تم اللہ سے اچھی طرح سے قرض دوگے تو وہ تم کو دوگنا کر کے دے گا اور تم کو بخش دے گا

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور اللہ قدردان سہار والا ہے وہ چھپے اور کھلے کا جاننے والا داوں — زور آور حکمت والا ہے

[ع ۲ / ۱۶]

ترکیب۔ خیراً منصوب بفعل مضمر دل علیہ اتقوا کانہ قال ائتوا فی الانفاق خیراً لانفسکم او قدموا خیراً لہا ہذا قول سیبویہ وعند الکسائی والفراء ہو نعت لمصدر محذوف ای انفاقاً خیراً وقال ابو عبیدہ ہو خبر یکن مقدرۃ فی جواب الامر۔ وقال الکوفیون منصوب علی الحال وقیل ہو مفعول بہ لانفقوا ومن شرط فاولئک الجملۃ جوابہ ان تقرضوا شرط یضاعفہ جوابہ ولذا صار مجزوما ویغفر معطوف علیہ عالم الغیب بالرفع علی انہ خبر بعد خبر۔ العزیز موصوف الحکیم صفتہ وکلاہما خبر مبتدا او احدہما مبتداء والآخر خبرہ ؏

تفسیر۔ پہلے فرمایا تھا تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے اور انسان بھر انسان ہے اس فتنہ میں پڑ ہی جاتا ہے اسی لئے فرماتا ہے خیر اگر تم مال و اولاد کے سبب معاصی میں مبتلا بھی ہو جاؤ تو فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا۔ تو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اللہ اور اسکے رسول کا حکم سنو اور سنکر مانو۔ یہ کفارہ زن و فرزند کی بیجا محبت کا ہے اور مال کی محبت کا یہ کفارہ ہے کہ وانفقوا خیرا لانفسکم اسکو اپنی بھلائی کے لئے خرچ کرو کیلئے کہ جو دے لوگے وہ تمہارے ساتھ چلیگا جسکا اجر یقیناً ملیگا اور جو چھوڑ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا ؏

یا یوں کہو کہ اجر عظیم جو اللہ کے پاس ہے اسکے حاصل کرنیکے طریقے بتلاتا ہے (۱) اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے یہ قوت نظریہ کی تکمیل ہے (۲) سنو اور عمل کرو۔ یہ قوت عملیہ کی تکمیل ہے مگر دونوں بدنی عبادت ہیں (۳) اللہ کی راہ میں خرچ کرو یہ مالی عبادت ہے۔ خرچ کرنا عام ہے زکوٰۃ ہو یا صدقات نافلہ ہوں اقارب و یتمٰی و غرباء و مسافرین وغیرہ اسکے مستحق پہلے کئی بار بتلا چکا ہے اس لئے اسکا ذکر نہیں کیا۔ قتادہ و ربیع بن انس و سُدی و ابن زید وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم ناسخ ہے اس آیت کی۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنا چاہیے۔ ابن ابی حاتم نے اسی کی تائید میں ایک روایت کی ہے کہ جب فاتقوا اللہ حق تقاتہ نازل ہوئی تو لوگوں نے اعمال کی سخت مشقت اختیار کی یہانتک کہ نماز میں کھڑے رہنے سے پاؤں سوج سوج گئے تب اللہ نے مسلمانوں پر تخفیف کرنے کیلئے یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم نازل فرمائی کہ جہانتک طاقت ہو وہاں تک ڈرو۔ مگر ابن عباسؓ وغیرہ علماء فرماتے ہیں یہ ناسخ نہیں دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ کسلئے کہ حق تقاتہ کے یہ معنی نہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ زیادہ ڈرو کیونکہ خدا تعالیٰ بندے کو اسکی طاقت سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ جہانتک طاقت ہو اور یہی ڈرنے کا حق بھی ہے۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ ما استطعتم اس کیلئے ہے جو اللہ سے ثواب پر راضی ہو اور جو راضی نہ ہو اس پر وہی حکم حق تقاتہ ہے ؏

پھر فرماتا ہے کہ خرچ کرنا انکا کام ہے جو لالچی اور حریص نہیں اور جو لالچ و حرص سے بچے ہوئے ہیں وہی دنیا و آخرت میں کامیاب بھی ہیں (شُح) بخل اور لالچ یہ عام ہے مال کا ہو جاہ کا ہو عورت کا ہو (انسان کے اوصاف رذیلہ میں سے یہ بھی ایک ایسی بُری خصلت ہے کہ عزت سے محروم کرتی ہے اور نیک کاموں سے روکتی ہے بُری باتوں چوری قتل غصب جھوٹ لوٹنے بدعہدی کرنے پر ابھارتی ہے عصمت یا رسائی کھو دیتی ہے ؏ پھر اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو قرض دینا فرما کر اطمینان دلاتا ہے اور اسکے فوائد ظاہر کرتا ہے (۱) یضاعفہ لکم اسکا دوچند ثواب دیگا یہانتک کہ ایک سے سات سو تک ملینگے اور اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ اس مال کو بڑھا دیگا یہ تجربہ ہے کہ سخی کے مال میں برکت ہوتی ہے (۲) تمکو بخشدیگا اور اللہ قدردان بھی ہے حلیم بھی ہے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا پھر بندے کے اجر ضائع کر لیں کیونکر جلدی کریگا مگر صدقہ میں نیت اور خلوص پر مدار ہے اسلئے قرض حسن فرمایا تھا اسکی طرف عالم الغیب والشہادۃ میں اشارہ کرتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کہنے سے کہ اللہ کو قرض دو یہ نہ سمجھو کہ وہ عاجز ہے بلکہ العزیز زبردست اور قادر ہے یوں تو دوگے تو وہ برباد بھی کر سکتا ہے الحکیم اس دینے میں تمہارے لئے صدہا حکمتیں ہیں ؏

ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح فرشتے نازل ہونے میں ایک کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عوض دے دوسرا کہتا ہے بخیل کو برباد کر (متفق علیہ) نبی صلعم نے فرمایا ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن ظلمات ہے اور لالچ سے بچو کیونکہ پہلے تم سے جو ہلاک ہوئے اس لالچ سے ہوئے اس نے انکو خون کرنے اور حرام چیزوں کے حلال کرنے پر آمادہ کیا تھا (رواہ مسلم) نبی صلعم نے فرمایا صدقہ غضب الٰہی کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ

اے نبی (لوگوں سے کہدو) کہ جب عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقعہ پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

نہ تم ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کریں اور

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ

یہ اللہ کی حدود باندھی ہوئی ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا تو اس نے اپنا ہی برا کیا آپ کو کیا معلوم کہ شاید

اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا

اللہ اس کے بعد اور کوئی نئی بات پیدا کر دے

ترکیب - اذا طلقتم شرط والمراد اذا اردتم تطلیقهن علی تنزیل المقبل علی الامر المتارف له منزلة الشارع فیه کقوله علیه السلام من قتل قتیلا فله سلبه والمنه الماشی الی الصلوٰۃ والمنتظر لها فی حکم المصلی (کشاف) فطلقوهن لعدتهن الجملة جواب الشرط واللام فی لعدتهن متعلق بطلقوا ای مستقبلات لعدتهن کقولک اتیته لیلة بقیت من المحرم ای مستقبلا لها والمراد ان یطلقهن فی طهر لم یجامعن فیه ثم یخلین حتی تنقضی عدتهن الاستثناء من قوله لاتخرجوهن ؂

تفسیر - (ربط) اس سے پہلی سورۃ کے اخیر میں فرمایا تھا کہ من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروهم - کہ بعض اولاد اور بیویاں تمہاری دشمن ہیں ان سے بچو - اور بعض مواقع پر لیورا الجھنا پڑتا ہے یعنی طلاق دینی پڑتی ہے اسلئے اس سورۃ میں طلاق کے احکام نازل فرمائے اور عرب میں جو طلاق کے برے دستورات تھے انکو اٹھا کر عمدہ دستور قائم کیا یا ایہا النبی اذا طلقتم النسا فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدۃ کہ اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو :

ابحاث - اوّل یا ایہا النبی سے کیا مراد ہے بعض کہتے خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد اُمت ہے کہ اے مسلمانو جب تم طلاق دینا چاہو الخ اور جب کسی قوم سے خطاب کرنا ہوتا ہے تو اس کے رئیس سے خطاب کر کے اس قوم سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کرو - بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم و اُمت دونوں کی طرف خطاب ہے کس لئے کہ اس حکم میں جسطرح اُمت پر پابندی ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی دوم اذا طلقتم النساء سے یہ مراد نہیں کہ بے ضرورت اور بے قصور جب چاہو عورت کو طلاق دیدو جیسا کہ یہودی شریعت میں تھا - جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کی سخت دلی پر کمال نفرت ظاہر فرما کر طلاق دینے سے روکا اور فرمایا کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی کو بیاہے زنا کرتا ہے اور موسیٰ نے جو تمہیں حکم دیا کہ طلاق نامہ دیکے اسے چھوڑ دے تو تمہاری سخت دلی کے سبب تھا - انجیل متی ۱۹ - باب - عرب کا دستور بھی یہودی شریعت کے قریب قریب تھا عورت گائے بھینس کی طرح سمجھی جاتی تھی جا بار کھا جا با اپنی خواہش کے مطابق چھوڑ دیا - ہمارے بعض علماء نے بھی اذا لفظ کی تعمیم سے شاید ایسا خیال کیا ہو اور دستور عرب اور دلی خواہش نے اس کی تائید کی ہو - اسی خیال فاسد کو یورپ کے ناواقف عیسائیوں نے اسلام کا حکم قرار دیکر اسلام کو تیروں کا نشانہ بنایا اور لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اسلام سے نفرت دلانے کا کافی بندوبست کیا :

ف طلاق میں بھی جو کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہو جانے کو ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدہ سے آپ ظاہر ہو رہا ہے اور انکو عدت کیلئے طلاق دو اور عدت گنتے رہو یعنی کہ حالت میں طلاق نہ دو یہ اسلئے کہ حیض میں عورت سے دل راغب نہیں ہوتا - شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر ابھار دیا ہو عدت کا شمار کرتے ہو کہیں عدت میں میعاد نہ گزر جائے - پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا ہے جاہلیت میں عورت پر ظلم کرتے تھے طلاق دیکر عدت میں جھگڑا ڈالدیتے تھے اور عدت کو بڑھا دیتے تھے علاوہ اس عدت میں نفقہ سکنیٰ بھی نہیں دیتے تھے - ان سب کو اسلام نے منع کر دیا - حقانی

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ

پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو یا انکو دستور کے موافق (زوجیت) میں رکھ لو یا دستور کے موافق چھوڑ دو اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لو اور اللہ کیلئے

لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

گواہی پوری ادا کرو یہ نصیحت کی باتیں ان کو سمجھائی جاتی ہیں کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈریگا تو وہ اسکے لئے خلاصی کی صورت بھی نکال دیگا اور اسکو وہاں سے

لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

روزی دیگا کہ جہاں کا اسکو گمان بھی نہ ہوگا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کو بس بھی کرتا ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

ترکیب۔ فاذا الشرط فامسکوا و فارقوا جواب الشرط واشہدوا واقیموا جملۃ مستانفۃ ذالکم مبتدا یوعظ فعل مجہول من موصولۃ مع صلتہ مفعول مالم یسم فاعلہ والمجموع خبرہ ومن شرطیۃ یجعل ویرزقہ جوابہ وکذا من یتوکل حسبہ المصدر بمعنی الفاعل بالغ امرہ قری بتنوین بالغ ونصب امرہ وقری بالاضافۃ وقری بتنوین بالغ ورفع امرہ لانہ فاعل بالغ او علی ان امرہ مبتدا مؤخر و بالغ خبر مقدم وقری بالغا بالنصب علی الحال لایکون خبر ان قولہ قد جعل ؎

اسلام نے نہ عیسوی مذہب کی طرح طلاق کا جواز صرف زنا پر منحصر کر کے دائرۂ معیشت کو تنگ کیا اور نہ یہود کی طرح ادنیٰ ادنیٰ بات پر طلاق روا رکھکر ہمدردی انسانی پر دھبہ لگایا اس عہد میں جو یہودیوں کا دستور طلاق کے بارے میں تھا سخت نفرت خیز اور وحشیانہ تھا حضرت مسیح علیہ السلام نے طلاق کا دروازہ بند کرنا مناسب جانا اور صرف ایک ہی سبب طلاق کیلئے جائز سمجھا مگر یہ حکم عام نہیں ہو سکتا کسلیئے کہ زنا کے سوا اور بھی بہت سے ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں کہ جہاں بغیر طلاق کے مرد اور عورت کے لیے جانبری اور دستگاری اور عافیت کی اور کوئی صورت نہیں ہوتی اور فریقین کو ایک دوسرے کی موت کا بندوبست نہیں کرنا پڑتا اسلام نے بھی طلاق کو بہت پسند کیا اور بجز قوی سبب کے اجازت نہیں دی اور عورتونکی کج خلقی پر صبر و برداشت کی تاکید فرمائی چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میں عورتونکے حق میں نیکی کرنیکی تاکید کرتا ہوں وہ تو انسان کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور ٹیڑھی پسلی اوپر ہی رہا کرتی ہے اگر سیدھا کرنا چاہو گے ٹوٹ بھی جائیگی اور اگر توڑنا نہ چاہو تو ٹیڑھی رہیگی پس عورتوں سے نیکی کرنیکی تاکید کرتا ہوں (متفق علیہ) پھر فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت سے نفرت نہ کرے اگر اسکی کسی بات سے ناخوش ہوگا تو دوسری بات سے خوش بھی ہو جائیگا (مسلم) پھر فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارے پیٹے کہ پھر شام کو گلے لگا کر سوئے (متفق علیہ) پھر فرمایا خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ مکروہ ہے۔ (دارقطنی) ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتونکو طلاق نہ دو بغیر زنا کے شبہ کے بیشک اللہ تعالیٰ کو مزہ لینے والے مرد اور عورتیں پسند نہیں (طبرانی۔ دارقطنی) یہ حدیث تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقولہ کے قریب قریب ہے اور اسمیں اسبات کی صاف تشریح بھی ہوگئی کہ جو کوئی بغرض شہوت طلاق دے کہ اس کو چھوڑ کر دوسری کو لے یا عورت ایک مرد کو چھوڑ کر مرغوب دل مرد کو لینے کے لئے طلاق حاصل کرے۔ یہ امر خدائے عظیم کے نزدیک سخت ناپسند ہے اسی کو حضرت مسیح علیہ السلام نے زناکاری سے تعبیر کیا ہے ؎

لیکن اسلام نے زنا کی قید پر انحصار نہیں رکھا صرف یہ فرق ہے اور اسکو زمانہ اور ملکوں اور قوموں کی مصلحتوں پر لحاظ رکھنے والے ضرور پسند کرینگے۔ باقی حسن معاشرت اور عورتوں سے نرمی و اخلاق سے پیش آنا اسلام کی بڑی ہدایت ہے مگر اسمیں بھی اسقدر ترمیم ضرور کی ہے کہ میاں کو جورو کا غلام بنا دیا اور عورت کے اسقدر اختیارات وسیع نہیں کئے کہ جن کو کوئی بھی غیرتمند طبیعت پسند نہیں کر سکتی۔ باقی اور کوئی فرق نہیں اور وہ جھوٹے الزامات ہیں جنکے ذمہ دار وہی وحشی و جاہل مسلمان ہیں جو ایسا ظالمانہ برتاؤ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں نہ کہ اسلام ؎

اب طلاق دینے میں جو کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہو جانیکا ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدے سے آپ ظاہر ہو رہا ہے۔ فقال فطلقوہن لعدتہن ؎

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ

اور تمہاری عورتوں میں سے جنکو حیض کی امید نہیں رہی ہے اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور (یہی عدت) انکی بھی کہ جنکو حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی

الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ

عدت ان کے بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے وہ اس کے کام آسان کر دیتا ہے یہ اللہ کا حکم ہے کہ جس کو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو اللہ سے

اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ

ڈرتا ہے تو وہ اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کو بڑا اجر بھی دیتا ہے (اور) طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اپنے مقدار کے موافق اور

وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ

ان کو ستاؤ نہیں کہ ان کو تنگ کرو اور اگر ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو حمل ہو تو جب تک جنیں ان کا خرچ اٹھاؤ پھر

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝

اگر تمہارے بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دے دو اور آپس میں نیک بات کہو اور اگر باہم ایک دوسرے کو تنگی میں ڈالے تو پھر اور عورت سے دودھ پلاوے

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ

مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جو تنگدست ہو تو جو کچھ اللہ نے اس کو دیا ہے اسمیں سے خرچ کرے اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا

اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

مگر اسی قدر جو اس کو دے رکھا ہے۔ اللہ بہت تنگدستی کے بعد فراغ دستی دیتا ہے۔

ترکیب۔ واللائی موصول یئسن صلۃ من نسائکم بیان واللائی ان ارتبتم شرط فعدتہن جوابہ والمجموع خبر واللائی واللائی لم یحضن مبتدا والخبر محذوف ای فعدتہن کذلک واولات الاحمال مبتدا اجلہن مبتدا ان یضعن خبرہ والجملۃ خبر اولات الاحمال من حیث قال الزمخشری من للتبعیض ای بعض مکان سکناکم وقال الرازی والکسائی زائدۃ وقال ابوالبقاء والحوفی لابتداء الغایۃ من وجدکم الوجد بضم الواو والفتح والکسر ومعناہ من سعتکم وطاقتکم وہو بدل من حیث وائتمروا قال الکسائی معناہ تشاوروا بدلیل قولہ تعالیٰ ان الملاء یاتمرون بک وقال مقاتل المعنی لیتراض الاب والام علی اجر مسمی :

تفسیر۔ واحصوا العدۃ کہ ان کو عدت کیلئے طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔ اس جملہ کی شرح اس حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دیدی تھی اسکی عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی آنحضرت صلعم سنکر بہت خفا ہوئے پھر فرمایا اس سے رجوع کر کے رکھے یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جاوے پھر حیض آوے اور پھر پاک ہو جاوے اس کے بعد اگر طلاق ہی دینا ضرور ہو تو پاکی کی حالت میں طلاق دے قبل اسکے کہ اس کو ہاتھ لگایا ہو۔ یہ ہے وہ عدت کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کو کہا ہے (متفق علیہ)

اول حکم حیض میں طلاق نہ دے جو فطلقوہن لعدتہن کا خلاصہ مطلب (احکام) ہے۔ اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے۔ اور حدیث مذکور اس پر پوری دلیل ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کو رجوع کرنیکا حکم دیا اور خفا ہوئے۔ یہ اسلئے کہ حیض میں عورت سے دل راغب نہیں ہوتا اور وہ میلی کچیلی بھی ہوتی ہے شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر ابھار دیا ہو اسلئے طہر میں طلاق دینی چاہیئے تاکہ اصلی مصلحت کا اقتضا معلوم ہو :

ف قرآن مجید عدت طلاق ثلاثۃ قروء بیان ہوئی صدر اول کے بعد جب علماء نے احکام میں زیادہ غور و تامل کرنا شروع کیا تو اس لفظ کے معنی میں بھی غور کیا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ اسکے معنی ہیں تین حیض اور پھر اس قول کو لغت اور صحابہؓ کبار کے اقوال سے مستند کیا۔ امام شافعیؒ اور ان سے آگے اور علماء نے کہا اسکے معنی ہیں تین طہر یعنی وہ زمانہ کہ جسمیں عورت حیض کے بعد پاک ہوتی ہے :

احکام طلاق

امام شافعیؒ کے دلائل میں سے یہ آیت بھی ہے فطلقوہن لعدتہن کیونکہ لام لعدتہن میں وقت کے معنی دیتا ہے یعنی عدت کے وقت میں طلاق دو۔ اور یہ مسلّم ہے کہ طلاق کا وقت طہر ہے پس معلوم ہوا کہ عدت بھی طہر ہے نہ حیض۔ اسکے جواب میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے ایک آیت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء کہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو روکیں معلوم ہوا کہ عدت تین قروء ہیں اور قروء حیض کو کہتے ہیں گو طہر پر بھی استعمال ہوتا ہے مگر ثلثۃ کا لفظ کہے دیتا ہے کہ تین حیض مراد ہونے چاہئیں کیونکہ طلاق تو بالاتفاق طہر میں ہونی چاہیئے پھر اگر اس طہر کو بھی عدت میں شمار کیا گیا تو تین پورے نہ ہوئے کیونکہ کچھ زمانہ اس طہر کا طلاق دینے سے پہلے ضرور گزر گیا تھا اور اگر اسکے سوا اور تین طہر لئے گئے تو یہ مل کر تین سے زیادہ بڑھ گئے۔ ہاں حیض مراد لینے میں یہ خرابی پیش نہیں آتی۔ اور لام اضافت کیلئے بھی آتا ہے اور بیان علت و سبب کیلئے بھی جیسا کہ اس آیت میں انما نطعمکم لوجہ اللہ اور عند کے معنے بھی دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اقم الصلوۃ لدلوک الشمس کہ نماز قائم کرو نزدیک آفتاب ڈھلنے کے اور استقبال کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں۔ آتیتہ للیلۃ بقیت من المحرم۔ آیت میں لام اسی معنی میں ہے کہ عدت کے موقع پر طلاق دو یعنی طہر میں دو اسکے بعد عدت حیض سے شروع ہو گی۔ اور اس کی موید بہت احادیث ہیں منجملہ ان کے یہ ہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعدتہن کے موقع پر قبل عدتہن پڑھا (رواہ عبدالرزاق فی المصنف وابن المنذر والحاکم وابن مردویہ) ابن عمرؓ و مجاہدؒ و ابن عباسؓ سے بھی یہ قرأت منقول ہے۔ یہ تفسیر کے طور پر آنحضرت صلعم نے پڑھا ہو گا۔ اور ایک حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عدت حیض ہے نہ طہر اور وہ یہ ہے۔ عائشہؓ نبی صلعم سے نقل کرتی ہیں کہ لونڈی کیلئے دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں (رواہ الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ والدارقطنی) لونڈی کا نصف مرتبہ حرہ سے رکھا گیا مگر تین طلاق کا نصف ڈیڑھ طلاق اور تین حیض کا نصف ڈیڑھ حیض شرع میں کوئی تعداد صحیح نہ تھی اسلئے پورے دو کر دئیے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حرہ کی بھی عدت تین حیض ہیں نہ طہر۔

(۲ حکم) واحصوا العدۃ کہ عدت کا شمار کرتے رہو کہیں غفلت میں میعاد نہ گزر جائے اور پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ جاہلیت میں عورت پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے طلاق دے کر عدت میں جھگڑا ڈال دیتے تھے اور عدت کو بڑھا دیتے تھے اور عدت میں نفقہ اور مکان بھی نہیں دیتے تھے۔ ان باتوں کو اسلام نے منع کر دیا۔ (۲) حکم

(یہ بات) قابل بحث باقی رہ گئی کہ طلقتم النساء میں نساء سے کون عورتیں مراد ہیں گو لفظ میں کوئی تخصیص نہیں مگر بقرینہ کلام آئندہ وہ عورتیں مراد ہیں کہ جن کو حیض آتا ہو (صغیرہ اور آئسہ اور حاملہ نہ ہوں) اور ان سے کم از کم ایک بار صحبت بھی کی ہو۔ یہ اسلئے کہ جس سے صحبت نہ کی ہو اس کیلئے طلاق کے بعد عدت ہی نہیں جیسا کہ قرآن میں آچکا ہے من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا حاملہ کی اور جن کو حیض نہیں آتا ان کی عدت بعد میں مذکور ہے بقولہ والئی یئسن الخ۔

اقسام طلاق۔ طلاق تین قسم پر ہے (۱) احسن یہ کہ جس طہر میں وطی نہیں کی ہو اسمیں صرف ایک طلاق دے۔ یہاں تک کہ عدت گزر جاوے کیونکہ صحابہؓ ایک طلاق سے زیادہ دینا پسند نہیں کرتے تھے اور اسمیں بغیر مرضی عورت کے عدت کے اندر مرد کو رجوع کر لینے کا اختیار باقی رہتا ہے (۲) حسن وہ یہ کہ وطی کی ہوئی عورت کو تین طہر میں تین طلاق بتفریق دے اسکو بھی حنفی طلاق مسنون کہتے ہیں مگر امام مالکؒ اس کو بھی بدعت کہتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک ایک طلاق سے زاید دینا کسی حالت میں سنت نہیں خواہ ایک طہر میں ہو خواہ کئی میں مگر امام ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب ایک طہر میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بدعت جانتے ہیں نہ کئی طہر میں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایکبار تین طلاق دینے میں بشرطیکہ طہر میں ہو کچھ حرج نہیں اقسام طلاق

۱؎ یعنی جہاں حرہ کو تین طلاق دیکر مغلظ کیا جاتا ہے لونڈی کیلئے دو طلاق کافی ہیں ۱۲

۲؎ بغیر وطی کی ہوئی کو ایک ہی طلاق دینا احسن ہے گو حیض میں ہو۔ اور اسی طرح جس کو حیض نہیں آتا اسکو ہر مہینہ کے بعد ایک طلاق دینا حسن ہے اگرچہ وطی کے بعد ہو۔ تفسیر احمدی۔ ۱۲ منہ

۳؎ اصل آیت سورۂ احزاب میں یوں ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموہن من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔ ۱۲ منہ

۴؎ مسنون تو احسن بھی ہے مگر اسمیں امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ اسکو بدعی کہتے ہیں اسلئے حنفی اسکا نام طلاق السنہ رکھتے ہیں ۱۲ منہ

کسلئے وہ کہتے ہیں طلاق کی تعداد میں بدعت وسنت کچھ نہیں ایک مباح بات ہے پس امام مالکؒ صرف ایک طلاق دینا مسنون جانتے ہیں طہر میں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تفریق اور وقت طہر کی رعایت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف وقت طہر کی رعایت ہے (کشاف)؛

(۳) طلاق بدعی وہ ہے جو بحالت حیض میں ہو یا ایک طہر میں ایک سے زیادہ ہو یا اس طہر میں ہو کہ جسمیں وطی کی ہو گو ایک ہی طلاق ہو عام ہے کہ وہ مدخولہ ہو یا نہ ہو اور جس کو صغر یا کبر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اسکو ایک مہینے میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بھی بدعت ہے۔ اسی طرح حاملہ کو بھی ایک مہینے میں ایک سے زیادہ طلاق دینا بدعت ہے۔ یہ طلاق بدعی بھی پڑ جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ ملخص از ہدایہ؛

الفاظ طلاق

الفاظ طلاق۔ دو قسم ہیں ایک صریح لفظ طلاق استعمال کیا جائے اس سے طلاق رجعی پڑتی ہے کہ اس کے بعد رجوع کر سکتا ہے اسمیں نیت کو نہ دیکھا جاویگا دوسری قسم کنائی ہے کہ کنایہ سے طلاق دے صریح الفاظ کا استعمال نہ کرے۔ البتہ اس میں اسکی نیت دیکھی جاویگی ان الفاظ سے جو مراد وہ کہے گا وہی عدالت شرع منظور کریگی جھوٹ سچ اس کی گردن پر پھر کنایات بھی دو طرح پر ہیں تین لفظ تو ایسے ہیں کہ جن سے طلاق رجعی پڑتی ہے وہ یہ ہیں۔ عدت گن۔ رحم پاک کر۔ تو اکیلی ہے۔ اور باقی الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے کہ بغیر نکاح جدید شوہر رجوع نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ تو حرام ہے۔ تیری رسی چھوڑ دی۔ وغیر ذلک؛

احکام

احکام۔ اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو اسکو ایک ہی طلاق کافی ہے اب یہ اسکی ہرگز بیوی نہیں رہی عدت کے بعد اس کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے خواہ اس سے کرے یا غیر سے اسی طرح مدخولہ کو اگر طلاق بائن دی ہے یا تین طلاق دے چکا ہے تب بھی کوئی حق شوہر اول کا نہیں رہتا عدت کے بعد اسکو اختیار ہے۔ ہاں اگر ایک یا دو طلاق دی ہیں خواہ ایک طہر میں خواہ دو میں تب زوج کو اختیار ہے کہ عدت سے پہلے رجوع کرے خواہ بیوی راضی ہو یا نہ ہو۔ اور رجوع یہ ہے کہ زبان سے کہدے کہ میں نے رجوع کیا یا وہ افعال کرے جن سے زن وشوہر ثابت ہوں بوسہ لینا صحبت کرنا شہوت سے ہاتھ لگانا وغیرہ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں بغیر زبان سے کہے رجوع کرنا معتبر نہ ہوگا اور رجوع کیلئے دو گواہ کر لینا بہتر ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں واجب ہے اور عدت کے بعد بھی ہر طلاق کے بعد بار دگر نکاح کر سکتا ہے مگر تین طلاق کے بعد نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں کر سکتا وہ یہ کہ بیوی کسی اور سے نکاح کر لے اور وہ اس سے صحبت کرلے پھر وہ طلاق دے پھر عدت کے بعد زوج اول نکاح کرے یہ سزا اسلئے مقرر کی کہ تین طلاق دینے سے باز آوے یہ سخت مکروہ ہے۔ ایکبار تعلق منقطع کرنا شرع نے پسند نہیں کیا۔ اسلئے بتدریج طلاق دینا مسنون ہوا کہ پھر کہیں گھر بس جاوے تو بہتر اور طلاق کے موقع سے پہلے باہمی پنچایت کے ذریعے ملاپ کی تاکید کی گئی ہے؛

ف طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا شوہر کے سامنے آنا بناؤ سنگار کرنا رغبت دلانا ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے کسلئے کہ ہنوز نکاح باقی ہے اور ملاپ مقصود ہے اور طلاق بائن کی عدت میں یہ حکم نہیں بلکہ زینت سے مرد کے سامنے آنا اختلاط کرنا حرام ہے؛

اس کے بعد فرمایا۔ اتقوا اللہ ربکم کہ اللہ سے ڈرو جو تمہارا پرورش کرنیوالا ہے۔ لفظ اللہ ذات پر دال ہے جسکی جبروت سے ہر عقلمند کو ڈرنا اور اسکی مخالفت سے بچنا لازمی ہے مگر عقول سافلہ کو وہاں تک بغیر کسی صفت کے رسائی نہیں۔ اسلئے اسکے بعد ربکم بھی بیان فرما دیا کہ اللہ کون ہے؟ تمہارا رب جو تم کو پرورش کرتا ہے رزق کے سامان بھی وہی پیدا کرتا ہے اور ہر گھڑی تمہارے وجود کا وہی محافظ ومربی ہے اور محسن کی مخالفت سے عام طبائع ڈر سکتی ہیں اس لئے کہ وہ کہیں اپنے یہ انعام بند نہ کرلے اسی لئے ایسی صفت کا ذکر کیا؛

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ

اور کتنی ہی بستیاں اپنے رب اور اس کے رسول کے حکم سے سرکش ہو گئی ہیں پھر تو ہم نے بھی ان سے سخت حساب لیا اور ان کو بری سزا دی پھر انہوں نے اپنے کئے کا مزا

وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝

چکھا اور ان کی انجام کار بربادی ہوئی آخرت میں بھی اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے پھر اے دانشمند و اللہ سے ڈرتے رہو (عقلمندو) جو

الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو ایمان لائے بیشک اللہ نے تمہاری طرف سمجھانے والا رسول بھیجا ہے جو تم کو اللہ کی کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتا ہے تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے

مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

انکو اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لے جاوے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے تو اسکو ایسے باغوں میں داخل کریگا کہ جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی

فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ

وہ انہیں سدا رہا کریں گے البتہ اللہ اسکو اچھی روزی دیگا اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین بھی ان کی مانند بنا ئی ان میں حکم نازل ہوا کرتا ہے تاکہ تم جان لو

لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے　　اور (نیز) اللہ نے علم سے ہر چیز　　کو گھیر رکھا ہے۔

یہ جملہ آئندہ حکم کیلئے تاکید جتلاتے اسکے بعد تیسرا حکم ذکر کرتا ہے۔ لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں انکے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ آپ نکلیں مگر جب صریح فحش کریں تو نکالدینا مضائقہ نہیں مطلقہ کو اسی گھر میں رہنا چاہیئے جہاں وہ طلاق سے پہلے رہتی تھی گو وہ خاوند کا گھر تھا مگر عورت ہی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے اسلئے بیوتھن فرمایا۔ اضافت بیت کی انکی طرف کی جیساکہ سورہ احزاب میں ازواج مطہرات کو قرن فی بیوتکن سے مخاطب کیا تھا اور بیت کو انکی طرف مضاف کیا تھا۔ اضافت تملیکیہ نہیں بلکہ سکونت کے سبب ہے۔ فاحشۃ مبینۃ بالکسر فاعل کا صیغہ جس کے معنی بیان کرنیوالی یعنی وہ فاحشہ یا بات اپنی برائی آپ بیان کر رہی ہے اور مبینۃ بالفتح بھی پڑھا ہے کہ اسکی برائی براہین و دلائل سے بیان ہو گئی ہے۔ فاحشۃ مبینۃ کے معنی اکثر مفسرین نے زنا کے بیان کئے ہیں کہ جب عورت بدکاری کرے تو اس کا نکالنا ممنوع نہیں۔ بعض نے اس کی اور بھی تخصیص کی ہے کہ وہ حد مارنے کیلئے نکالی جاوے اسکے بعد پھر وہیں رکھی جاوے (وفیہ مافیہ) امام شافعیؒ فرماتے ہیں فاحشۃ مبینۃ سے مراد بدزبانی فحش گوئی ہے کیونکہ مطلقہ کو خاوند سے طلاق کے بعد رنج پیدا ہونا طبعی بات ہے پھر عورتوں سے ایسے وقت بدزبانی فحش گوئی کچھ بھی بعید نہیں پھر جب ایسی نوبت ہو تو آئندہ اور فسادات کے اندیشے ہیں اس صورت میں نکالدینا مصلحت ہے اسکے سوا اور ضرورتوں کے سبب بھی (جیساکہ مکان گرنے کو ہو یا دشمن کا خوف ہو یا مکان کرایہ کا تھا مالک اٹھاتا ہو) باہر نکلنا ممنوع نہیں مگر ان صورتوں میں خاوند کو لازم ہے کہ اور مکان عدت گزارنے کو دے۔

قرآن مجید کے الفاظ میں کوئی قید نہیں طلاق رجعی یا بائن یا مغلظ کوئی ہو اور مطلقہ حائض ہو یا حاملہ یا آئسہ یا صغیرسن سب کے لئے سکنیٰ یعنی سکونت کا مکان دینا شوہر کا ذمہ ہے اور چند آیات کے بعد اور بھی تاکید فرمایا ہے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ جمہور ائمہ کا یہی قول ہے مگر حسن بصریؒ و عطا بن ابی رباح و شعبی و احمد و اسحاق تخصیص کرتے ہیں کہ جس عورت سے شوہر کیے طلاق کے بعد رجوع نہیں کر سکتا (طلاق بائن یا تین طلاق) انکے لئے تو وہاں خاوند پر مکان دینا واجب ہے نہ روٹی کپڑا اسلئے کہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں رہا اور دلیل عقلی انکی حدیث فاطمہ بنت قیس ہے وہ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاق دی تھیں حضرتؐ نے مجھے نہ مکان دلوایا نہ روٹی کپڑا اور ابن ام مکتوم کے گھر عدت

مسئلہ حکم مطلقہ کو مکان دینا واجب ہے سکنیٰ اور نفقہ بھی دینا چاہیئے

ثلث رسولا منصوب　نہ کونہ بدلا من ذکرا یعنی ذاکر ولہ وجوہ اخری ذکرہا القوم تھا حسن الجملۃ حال ثانیۃ او مترادفۃ خالدین مشتبھن بالنصب عطف علی سبع سمٰوات و قوی بالرفع علی الابتدا ۱۲ منہ

عورتوں کا حکم ہیا اسکو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جنمیں اصحاب سنن اربعہ و مسلم بھی ہیں جمہور کہتے ہیں اس حدیث کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا تھا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ دینگے کیا معلوم بھول گئی یا یاد سے کہتی ہے۔ پس حضرت عمرؓ سکنی اور نفقہ دونوں دلاتے تھے (اس بات کو بھی مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و طحاوی و دارقطنی نے روایت کیا ہے)

جمہور کا مکان دینے میں اتفاق ہے اور مکان کیا نفقہ بھی خاوند پر واجب ہے کیونکہ رجعی طلاق میں تو خاوند کا تعلق ہی قائم ہے اس سے صحبت کر سکتا ہے اور بائن میں عورت نکاح ثانی سے خاص شوہر اول کی وجہ سے روکی گئی کہ اسکا حمل بخوبی معلوم ہو جاوے اور جلد دوسرے کے پاس جانے میں مظنہ تہمت تھا پس اسکو مکان اور نفقہ دونوں دینے چاہئیں اور نیز چند آیات کے بعد مطلقہ حاملہ کیلئے نفقہ دینے کا صاف حکم ہے وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن الآیۃ اور حامل و غیر حامل کا اس بارہ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا عمرؓ و عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ کبار صحابہ کا یہی قول تھا اور سفیان ثوریؒ و امام ابو حنیفہؒ اور انکے تلامذہ اور علماء کوفہ کا یہی قول ہے بعض اہل علم کہتے ہیں طلاق غیر رجعی میں بھی شوہر کو مکان دینا ضرور ہے اس آیت کے بموجب لیکن اسمیں نفقہ کا ذکر نہیں صرف حاملہ کیلئے نفقہ کا ذکر ہے اسلئے نفقہ نہ دیا جاویگا۔ یعنی خرچ یہ امام مالکؒ و لیث ابن سعدؒ و امام شافعیؒ کا قول ہے امام شافعی کہتے ہیں فاحشۃ مبینۃ سے مراد بدزبانی ہے فاطمہ بنت قیس بدزبان اور فحش گو عورت تھی اسلئے اسکے لیے مکان بھی آنحضرت صلعم نے شوہر یا غیر کے گھر عدت گذاری اور نفقہ بھی نہ دلایا ان سب احکام میں غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ اسلام نے طلاق کو کہاں تک محدود کیا ہے اور پھر ملاپ ہو جانا ملحوظ رکھا ہے۔ ان احکام کے استحکام کرنے کیلئے فرماتا ہے تلک حدود اللہ کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ جس نے اللہ کے حدود سے تجاوز کیا اللہ کا کیا بگاڑا اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ ان احکام میں صدہا دینوی مصلحتیں خدا تعالی نے ودیعت رکھی ہیں اسکو کیا معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد بھلا کہاں تک نتیجہ دکھاتا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا کے یہی معنی ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ صرف عدت اور مکان دینے کی طرف راجع ہے جس سے مراد یہ کہ شاید بعد میں اس ارتباط و حسن سلوک سے ملاپ ہو جاوے۔

چوتھا حکم۔ فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعروف کہ جب ان مطلقات کی اجل یعنی عدت پوری ہونیکو ہو (بلغن کے یہی معنی ہیں) تو ان کو دستور کے موافق رکھ لو یا دستور کے موافق چھوڑ دو۔ آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ یہ حکم طلاق رجعی کی عدت سے متعلق ہے کہ ہنوز خاوند کو رجوع کرنیکا اختیار ہے پھر عدت تمام ہونے کو آوے تو عورت کو پھر بدستور سابق بغیر نکاح جدید اپنی بیوی کر لے مضرت کا قصد نہ کرے کہ بار دگر گھر میں ڈال کر خوب دل کے غبار نکالے بلکہ حسن معاشرت سے پیش آوے اور جو اپنے مصالح کے مناسب نہ سمجھے تو ترک کرے یہانتک کہ عدت تمام ہو جاوے اس کا مہر وغیرہ دیدے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے میں حائل نہ ہو مگر طلاق بائن اور ثلاث میں بھی امساک بمعروف و تسریح باحسان ہو سکتا ہے کہ نکاح جدید کے بعد حسن معاشرت سے رکھے یا اس کو بالکل چھوڑ دے جس سے چاہے نکاح کرے اس کا مہر وغیرہ سب دیدے یہی مضمون سورہ بقر میں بھی آچکا ہے۔

پانچواں حکم۔ واشہدوا ذوی عدل منکم و اقیموا الشہادۃ للہ کہ اس رجعت یا ترک پر اپنے لوگوں یعنی مسلمانوں میں سے کم از کم دو شخص ثقہ اور شائستوں کو گواہ بھی کر لو کہ پھر کسی طرح کا باہمی جھگڑا نہ پیدا ہو مثلا دونوں میں سے ایک مر جاوے اور دوسرا وراثت کا دعوی کرے اور وارث جھٹلانے لگیں کہتے ہیں رجوع نہیں کیا تھا یا باہم نکاح باقی نہیں رہا۔ اور نیز یہ بھی ہے کہ مرد نے رجوع کیا کسی کو خبر تو کی نہیں عدت گذر گئی اس نے دوسرے سے نکاح کی ٹھان دی جھگڑا پڑا اور بھی مصلحتیں ہیں اہل معاملہ کو غور؟

لہ کس لئے کہ جاہلیت میں طلاق بائن کے بعد بھی عورت کو اور کسی سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے نہ مہر دیتے تھے نہ روٹی کپڑا ۱۲ منہ سے روٹی کپڑا ۱۲ منہ

کرنیکا حکم دیا تو لوگوں کو اللہ کے لئے بلا کم و کاست گواہی ادا کرنیکا بھی حکم دیا یہ حکم امام شافعی کے نزدیک ضروری التعجیل یعنی واجب ہے رجوع کرنیکے وقت ضرور گواہ بنانے - امام ابو حنیفہ اور دیگر علماء فرماتے ہیں ہاں گواہ کرنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں کیونکہ یہ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس آیت میں واشہدوا اذا تبایعتم حالانکہ بیع کے وقت گواہ بنانا واجب نہیں ؞

ف صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذوی عدل منکم کو اہول کی تخصیص نے سورہ مائدہ کی تعمیم ذوی عدل منکم او آخرین من غیرکم کو منسوخ کر دیا - یعنی سورہ مائدہ میں تو یہ حکم تھا کہ وہ ثقہ شخص تم میں سے ہوں یا اور لوگوں میں سے ہوں اور یہاں یہ کہدیا کہ تم ہی میں سے ہوں اس تعمیم کو منسوخ کر دیا - لیکن یہ قول چنداں قوی نہیں کس لئے کہ سورہ مائدہ میں گواہی وصیت کے باب میں تھی یہاں رجعت کے بارہ میں ہے -

پھر ان احکام کی پابندی پر تاکید فرماتا ہے ذلکم یہ احکام یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر وہ ہیں کہ جن سے نصیحت پکڑتا ہے - یا فائدہ اٹھاتا ہے وہ شخص جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے - اشارۃً یہ کہدیا کہ جو ان احکام کی پابندی نہیں کرتا گویا وہ اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا - ایں ایماء عرب کی جاہل قوموں کی طرف ہے کہ وہ طلاق دیکر عورت کو معطل کر دیتے تھے بیچاری یونہی بیچ میں جھولتی رہتی تھی نہ تو آپ اسکی خبر گیری کرتا تھا نہ اور سے نکاح ہونے دیتا تھا - یہ بڑا ظالمانہ برتاؤ تھا - اب بھی بعض مرفہ الحال لوگ جو عزت اور غرور کے نشہ میں چور ہیں ایسا ہی کرتے ہیں نکاح او طلاق میں قانون محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انکا مطلقاً عمل نہیں وہ کہتے ہیں اشراف ایسا نہیں کرتے معاذ اللہ یہ کلمہ حد کفر تک پہنچاتا ہے قیامت کو جبکہ اللہ جبار و قہار تخت پر بیٹھکر عدالت کریگا تب قدر معلوم ہو جاویگی ؞

یہ ساری بے اعتدالیاں خوف خدا نہ ہونیکے سبب سے ہیں ان احکام میں غفلت اور عرض کا باعث طمع یا فکر ہوتی ہے کہ اسکو کہاں سے کھلائیں گے جبر کیونکر دینگے وہ کہ مجھکو کہہ دینگے بلکہ جو کچھ لیا ہے واپس کر لو - اس لئے سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید اور اس کے فوائد بیان فرماتا ہے - ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے آخرت میں تو اس کو اسکے ثمرات ملیں گے مگر دنیا میں بھی اس کو دو چیزیں عطا کرتا ہے ؞

اوّل یجعل لہ مخرجا کہ اسکے لئے ہر مشکل سے خلاصی دیتا ہے - رنج و غم سے رستگاری عطا کرتا ہے یہ اس لئے کہ جب انسان اللہ سے ڈرا اور ہر مصیبت کو اسی کی طرف سے سمجھکر اسکی طرف رجوع کیا اوّل تو اس کے دل کو اطمینان و انشراح پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت اسکے نزدیک بہت ہلکی ہو جاتی ہے اور واقعی لوگوں کے قلوب کے موافق مصیبت کا اثر پڑتا ہے بعض ایسے بھی ہیں کہ ذراسی بات سے دست آنے لگتے ہیں بیقرار ہو جاتے ہیں اور بعض کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حادثہ کس پر گذر گیا الغرض استقلال وجود المزدہی تقویٰ سے پیدا ہو جاتی ہے - اور یوں بھی عالم بالا سے اسکی مشکلکشائی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں خدا ترس لوگوں کو جو بڑے بڑے عجیب حوادث میں پہنچی ہے ان سے کوئی ایماندار جو کتب سماویہ پر یقین رکھتا ہے انکار نہیں کر سکتا البتہ حال کا فلسفہ اسکو کچھ نہیں سمجھتا یہ انکی جہالت ہے ؞

بعض مفسرین نے مخرجا کو خاص بھی کیا ہے چنانچہ کلبی کہتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ اسکو آتش جہنم سے خلاصی دیتا ہے شعبی اور ضحاک کہتے ہیں یہ خاص طلاق کی بابت ہے کہ جس نے حکم الٰہی کے موافق طلاق دی اس کے لئے رستہ رجوع کرنیکا عدت میں خدا نکالدیتا ہے ؞

دوم - ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا روزی دیگا - وہ قادر مطلق اپنے پاکباز بندوں کیلئے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ جنکا گمان بھی نہیں ہوتا اسمیں خاوند کو تسلی ہے کہ رزق مہر کی فکر سے طلاق نہ دو طلاق کے بعد زبردستی روکرکھ ہم بیگیاں روزی دیتے ہیں ؞

بعض مفسرین نے اسکو بھی خاص کیا ہے۔ حسین بن فضل کہتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈریگا اور ادائے فرض کریگا اسکو عذاب سے خلاصی دیگا اور اسی طرح ثواب دیگا کہ اسکو گمان بھی نہ ہوگا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ گناہ کے سبب رزق سے محروم کیا جاتا ہے۔ اور تقدیر کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نہیں دفع کرتی اور عمر کی زیادتی کا باعث نکوئی ہی ہوتی ہے (رواہ الامام احمد) اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایمانداروں کیلئے خدا تعالیٰ گناہوں سے تنگدستی دیتا ہے اور نیکی سے فراخدستی اور نیکی و احسان کرنے والے کی عمر میں برکت ہوتی ہے اور بندہ جب اللہ سے عجز و زاری سے مانگتا ہے تو عطا کرتا ہے آئی مصیبت کو ٹال دیتا ہے توریت میں جابجا بنی اسرائیل کی تنگدستی اور فراخحالی کو انکی نکوکاری و بدکاری پر محمول کیا ہے ہاں کبھی ازلی بدبختوں اور کفار کو ان کی سرکشی اور بدکاری پر بھی افزائش مال و جاہ کرتا ہے۔ یا اسکا امتحان و ابتلا ہے آخر کار وہ نہایت ہی ایک روز بدکار قوم کو اقبال و عزت کو رخصت کرنا پڑتا ہے اور نکبت و بدبختی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے فلسفہ حال اس بات کو بھی لچر و لیچ اور اتفاقی سمجھتا ہے اس لئے بے باک ہے مگر خدا پرستوں کے نزدیک ایک عبث کام ہے جسپر وہ ٹھٹھے لگاتے ہیں عنقریب انپر ٹھٹھے لگیں گے ‌۔

اسکے بعد توکل کے فوائد اور اسکی تاکید فرماتا ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اسکے لئے کافی ہوتا ہے توکل اللہ پر اعتماد اور اسباب کی فراہمی اور انکی کامیابی سب کو اسی کے دست قدرت میں سمجھنا جسمیں یہ صفت پیدا ہوجاتی ہے تو بڑی جوانمردی سے معاملات میں لوگوں سے پیش آتا ہے سیرچشمی کرتا ہے جو اسکی عزت و حرمت بڑھانیکا عمدہ ذریعہ ہے اور جو کوئی مصیبت بھی اسپر آجاتی ہے تو اسکو من اللہ سمجھکر دل میں بیقراری پیدا نہیں ہونے دیتا عجب شادمانی سے زندگی بسر کرتا ہے یہ ہے خدا تعالیٰ کا اسکے لئے کافی ہونا اور یوں بھی غیب سے ایسے لوگوں کے کام بنجایا کرتے ہیں مسبب الاسباب اسباب پیدا کردیا کرتا ہے اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ توکل اور تقوی روح کو منور کرنیوالی چیز ہے اس سے ظلمات بیولانیہ جو اسکے اور خالق کے درمیان حجاب اکبر ہیں اٹھ جاتے ہیں پھر روح کا بارگاہ قدس تک پہنچنا اور وہاں سے قوت پاکر دنیا میں ایسے ایسے حیرت انگیز کاموں کا باعث ہوجاتا ہے جنہیں کمتر درجہ کے دماغ خلاف قانون قدرت سمجھکر خواہ مخواہ انکار کرتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح کے حواریوں کے حیرت افزا کام اور ان کے برکات اناجیل میں بیان نہیں؟ پھر کوئی عیسائی انکار کرسکتا ہے؟ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم اور بعد میں حضرات اولیاء اللہ کے کرامات اسقدر ہیں کہ جنکا انکار ہو نہیں سکتا ‌۔

ف اسمیں شوہر کو تسلی ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھو بدمعاملگی نہ کرو وہ تمہارے لئے کافی بندوبست کردیگا ہر معاملہ میں راستی اختیار کرنے کیلئے اس اعتقاد سے بڑھکر اور کوئی چیز محرک نہیں۔ اسطرف کمتر درجہ کے لوگوں کا خیال جاسکتا ہے کہ خدا نے کیا اور عالم اسباب میں کیا کرسکتا ہے کارخانہ دنیا اسباب پر مبنی ہے جیسا کہ آریہ اور آجکل کے دشمن دماغ یورپین کہتے ہیں اسلئے انکے اطمینان کیلئے فرماتا ہے ان اللہ بالغ امرہ کہ اللہ اپنا کام پورا کرکے ہی رہا کرتا ہے اسکے ید قدرت کو کوئی روک نہیں سکتا مگر قبل الوقت نہیں کرتا کیونکہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ کر رکھا ہے جو مصالح پر مبنی ہے۔

عدت حیض آئیہ والیوں کی آیت سے پہلے مسلمانوں کو معلوم ہوچکی تھی کہ وہ ثلاثۃ قروء یعنی حیض ہیں مگر جنہیں حیض آتا نہیں عمر زیادہ ہونے یا کم ہونیکے سبب یا حمل کے سبب یہ تین قسم کی عورتیں وہ ہیں کہ جنکی عدت طلاق دریافت طلب تھی اسلئے حق سبحانہ ان تینوں قسموں کی عدت بیان فرماتا ہے والّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشہر کہ جو ناامید ہوجاویں تمہاری عورتوں میں سے حیض آنے سے اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں جو عورتیں سن رسیدہ ہوجاتی ہیں۔ پھر ان کو حیض نہیں آتا جو جسمانی قوت کے دنوں میں آیا کرتا تھا صرف کچھ رطوبت سی آنے لگتی ہے اور بعض کو وہ بھی نہیں آتی بلکہ اور

بحاشیہ اول

کسی خاص بیماری کیوجہ سے ایام معتاد یا غیر معتاد میں خون آتا ہے جس سے حیض کا دھوکا ہوتا ہے اور گاہ انقطاع حیض کے قریب زمانہ میں وہ رطوبت بھی شبہ میں ڈالدیتی ہے الغرض ایسی عورت کو آئسہ کہتے ہیں یعنی حیض آنیسے ناامید ہوگئی اور سن ایاس جسمانی اور ملکی قوتوں کے تفاوت سے ضرور متفاوت ہوتے ہیں گرم ملکوں میں عورتوں کو جلد حیض آتا ہے اور بڑھاپا بھی جلد آتا ہے اور حیض بھی چند برسوں بعد بند ہوجاتا ہے یہانتک کہ چالیس برس کی عمر میں اچھی خاصی بڑھیا ہوجاتی ہے اور سرد ملکوں میں چالیس برس کی عمر میں خوب جوان سمجھی جاتی ہے اسی طرح قوائے جسمانی کا تفاوت ہے اس لیئے کہ اس کا کوئی زمانہ معین نہیں ہوسکتا نہ قرآن مجید نے کیا ہاں فقہاء کرام نے تخمینہ کہا ہے بعض نے کہا ساٹھ برس کی عمر میں عورت آئسہ ہوجاتی ہے بعض نے کہا پچپن برس کی عمر میں۔ اگر تم کو شبہ ہو حیض آنیمیں تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ ان ارتبتم کرخی فرماتے ہیں یہ صفت کاشفہ ہے کوئی قید نہیں کس لئے کہ جو عورتیں آئسہ ہیں ان کی ہر حال میں یہی عدت ہے خواہ تم کو شک ہو یا نہ ہو پھر ارتبتم کے معنی میں کلام ہے کہ کا ہے میں شک ہو اسمیں دو قول ہیں اوّل یہ کہ حیض منقطع ہوگیا اور اسکی ہم عمروں کو آتا ہے اب تم کو شک ہے کہ رک گیا یا آنا ہی بند ہوگیا یا حیض منقطع ہونیکے بعد استحاضہ[1] کا مرض ہوگیا اب حیض نہیں معلوم ہوسکتا یا بعد انقطاع کے کوئی رطوبت آیا کرتی ہے جس سے حیض کا شبہ ہوتا ہے یہ سلف کا قول ہے جیسا کہ مجاہد و زہری و ابن زید دوسرا قول جس کی طرف ابن جریر و ابن سعید وغیرہم کا رجحان ہے یہ ہے کہ تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو کہ کیا ہے۔ اور اسکی تائید میں ابن جریر ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ابی بن کعب نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ چند عورتوں کی عدت معلوم نہیں ہوئی بڑی عمر والیوں کی اور چھوٹی عمر والیوں کی یعنی نابالغوں کی اور حمل والیوں کی اس کے جواب میں یہ آیت واللائی الخ نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے اس سے بھی تفصیل وار نقل کیا ہے ✦

دوسری قسم واللائی لم یحضن۔ وہ عورتیں کہ جنکو حیض نہیں آتا ہے کم سنی کیوجہ سے تو انکی عدت بھی تین مہینے ہیں (یہ پہلے واللائی پر معطوف ہے) ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ یہ عدت طلاق ہے اسمیں کسی کو بھی کلام نہیں ✦ دوسری قسم

ان کے بعد تیسری قسم کی عدت فرماتا ہے واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے یعنی جننا عدت ہے جب وہ جنیں عدت پوری ہوگئی تیسری قسم

ف اگر پورے دنوں میں بچہ نہیں ہوا اور حمل ساقط ہوگیا کیا اس سے بھی عدت پوری ہوجاویگی؟ ظاہر الفاظ کہہ رہے ہیں کہ عدت تمام ہوجاویگی۔ کسی نے آج طلاق دی اور اس کو مہینے بھر کا حمل تھا تو آٹھ مہینے تک عدت میں رہیگی نو میں مہینے جنتے ہی عدت تمام ہوجاویگی ✦

ہدایہ میں ہے وان کانت ممن لاتحیض من صغر او کبر فعدتہا ثلاثۃ اشہر لقولہ تعالیٰ واللائی یئسن الخ وکذا من بلغت بالسن ولم تحض (بآخر الآیۃ) وان کانت حاملا فعدتہا ان تضع حملہا کہ اگر صغر سنی یا کبر سنی سے حیض نہ آتا ہو تو اسکی عدت کے تین مہینے ہیں اس آیت سے واللائی یئسن الخ اور اسی طرح اگر بالغہ ہوجاوے اور حیض نہ آتا ہو تو بھی عدت تین مہینے ہیں۔ اور اگر حمل ہے تو عدت وضع حمل ہے (ترجمہ)

بحث

بظاہر آیت واولات الاحمال الخ عدت طلاق کے بارے میں ہے اور عدت وفات سورۂ بقرہ میں اربعۃ اشہر وعشرا۔ چار مہینے دس روز کی آچکی ہے اسمیں کوئی تخصیص نہیں آئسہ ہو صغیرہ ہو حاملہ ہو۔ لیکن جب عدت کی مصلحت کیطرف غور کیا گیا کہ

[1] خون آنیکی بیماری جو عورتوں کو حیض کے علاوہ ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

وہ امتیاز نطفہ ہے کہ ایک نطفہ کے ساتھ دوسرا مخلوط نہو تو حاملہ کے پیٹ میں اوّل شوہر کا نطفہ باقی ہے خواہ وفات کی عدت ہو خواہ طلاق کی جب تک یہ الگ نہو سے عدت قائم رہیگی اور رہنی بھی چاہیے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر کہ طلاق پر موقوف نہیں وفات میں بھی یہی عدت ہے اور جمہور علماء کا سلف سے خلف تک یہی قول ہے ؛

سورہ بقرہ میں فرمایا تھا۔ الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا کہ جن کے خاوند مرجائیں چار مہینے دس دن عدت کریں انہیں یہ قید نہ تھی کہ وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ۔ اسی طرح اس آیت واولات الاحمال میں یہ ہے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے کوئی قید نہیں کہ وہ حمل والیاں مطلقہ ہوں یا بیوائیں ہوں اب ان کر دونوں آیات میں حاملہ بیوہ کی عدت میں تعارض ہوا سورہ بقرہ کی آیت تو کہتی ہے کہ چار مہینے دس دن عدت کرے خواہ حمل اس سے پہلے وضع ہو یا بعد میں اور یہ آیت کہتی ہے وضع حمل عدت ہے خواہ چار مہینے دس کے بعد ہو خواہ دوسرے روز ہی وضع حمل ہو جاوے عدت تمام ہو جاویگی مگر یہ آیت واولات الاحمال بعد میں نازل ہوئی ہے لہٰذا انس بارہ میں سورۃ بقرہ کی آیت منسوخ قرار دی جائیگی بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد وغیرہ محدثین نے مختصرا ومطولاً ایک حدیث نقل کی ہے کہ سبیعہ اسلمیہ سعد بن خولہ بدری کے نکاح میں تھی سعد حجۃ الوداع میں مرگیا اور سبیعہ حاملہ تھی بعد چالیس روز کے اس نے بچہ جنا پھر جب نفاس سے پاک ہوئی تو اپنے آپ کو نکاح کیلئے آراستہ کیا اس کے پاس ابو السنابل بن بعکک بھی گیا اس نے کہا تو نکاح کرنا چاہتی ہے یہ نہوگا کس لئے کہ تیرے شوہر کو مرے چار مہینے نہیں ہوئے تب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے گئی آپنے فرمایا جب تیرا حمل وضع ہوا تیری عدت تمام ہوگئی اس کے بعد اس نے نکاح کر لیا؛

اس حدیث مشہور کی صحت میں کسی کو کلام نہیں یہ مختلف طریق سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے اور اسی پر اکثر صحابہ وتابعین وائمہ کا عمل رہا ہے مگر ابن عباسؓ اور حضرت علی مرتضیٰ فرماتے تھے کہ دونوں عدتوں میں سے جو زیادہ ہو وہ کرے یعنی اگر دس روز بعد وضع حمل ہوا تو چار مہینے دس روز عدت کرے مگر عبداللہ بن مسعودؓ نے اس قول کو ہرگز نہ مانا اور کہا جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے سورہ نساء قصریٰ یعنی سورہ طلاق کہ جس میں اولات الاحمال الخ ہے سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی یہ اس کی ناسخ ہے اس بارہ میں ہدایہ میں ہے۔ وعدۃ الوفاۃ فی الحرۃ اربعۃ اشہر وعشر وعدۃ الامۃ شہران وخمسۃ ایام وان کانت حاملاً فعدتہا ان تضع حملہا۔ علماء احناف کا بھی یہی قول ہے ؛

اس حکم کے بعد اس کی تاکید فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا۔ کہ جو اللہ سے ڈریگا اللہ اس کا کام آسان کریگا یعنی ان احکام پر عمل کرو اللہ سے ڈر کر تاکہ تمہیں نکاح وطلاق کے بارہ میں کوئی مشکل پیش نہ آوے اور خدا تمہارے سارے کام آسان کرے۔ ذلک امر اللہ انزلہ الیکم۔ یہ حکم اللہ نے تمہارے لئے نازل کیا اللہ سے ڈرو اور اس پر عمل کرو کس لئے ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا۔ کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے خدا اسکے گناہ اس سے مٹا دیتا ہے اور اس کیلئے بڑا اجر تیار کرتا ہے ؛

طلاق کے بعد ایام عدت میں خاوند کو مطلقہ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ اس کا بیان فرماتا ہے (۱) اسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم کہ جہاں تم رہو اپنے مقدور کے موافق ان کو بھی وہیں رکھو کس لئے کہ طلاق کے بعد طرفین میں رنجش معمولی بات ہے فوراً نکال دینا قریب قریب بات ہے جس میں عورت کی کمال بے حرمتی اور معاملہ سابقہ کے لحاظ سے کمال بے مروتی ہے اسلئے مکان دینے کا حکم دیا اس میں علماء کا اتفاق ہے مگر خرچ وخوراک میں کلام ہے جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہوا امام ابو حنیفہ کے نزدیک خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی مکان کیساتھ خرچ بھی ضرور ہے کس لئے کہ اگر صرف مکان مراد ہوتا تو پہلے بیان ہو چکا ہے لا تخرجوہن من بیوتہن۔ میں من وجدکم کا لفظ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں طلاق بائن میں خرچ وخوراک دینا واجب نہیں

ف؎ کس لئے کہ حاملہ مطلقہ کی عدت تو باتفاق وضع حمل ہے اس میں پہلی آیت متعارض نہیں اور اسی طرح غیر حاملہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہیں اسمیں بھی یہ آیت متعارض نہیں ۱۲ منہ ؎ وجد بالضم مقدرہ ۱۲ منہ

(۲) ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن خدا نے پاک مطلقہ پر تنگی کرکے ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے کہ مکان اور کھانے پینے میں تنگی نہ کرو کہ تنگ ہو کر نکل جائے اور ہر قسم کی ایذا رسانی لعنت ہے سخت کلامی لڑائی جھگڑا ترش روئی اور یہ بھی ہے کہ عدت تمام ہونے کو ہو مثلاً دو روز باقی رہ جاویں پھر رجوع کرے اور پھر طلاق دیدے تاکہ اور عدت بڑھ جاوے اس سے بھی منع کیا عرب ایسے ایسے ظالمانہ معاملات عورتوں سے کرتے تھے جن کو اسلام نے روک دیا اور تہذیب و شائستگی سکھادی۔ معاملات میں مہذب رہنا بڑی بات ہے:

(۳) وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ اگر وہ مطلقہ حمل والیاں ہیں تو وضع حمل تک ان کو خرچ و خوراک بھی دو اسی قید سے امام شافعیؒ نے یہ سمجھ لیا کہ اگر مطلقہ کو حمل نہیں ہے تو صرف مکان دینا واجب ہے نہ نفقہ اس کا جواب پہلے گذر گیا۔ مگر آیت میں ایک بات غور طلب یہ ہے کہ آیت مطلقہ کے بارہ میں ہے اگر خاوند مر جاوے تو اس کیلئے مکان اور نان و نفقہ کا کیا حکم ہے حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و شریحؒ و نخعیؒ و شعبیؒ و حمادؒ و ابن ابی لیلیٰؒ و سفیانؒ اور ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ اس کو مکان و خوراک میت کے کل مال میں سے ملیگا اور ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ و جابر بن عبداللہؓ و مالکؒ و شافعیؒ و ابو حنیفہؒ کہتے ہیں اسی کے حصے میں سے خرچ ہوگا:

سوال جب ہر قسم کی طلاق میں خواہ بائن ہو خواہ رجعی خواہ وہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق مکان کے سوا نفقہ بھی واجب ہے تو وان کن اولات حمل کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب اس لئے کہ حمل کی مدت معمولی عدت سے زیادہ ہوتی ہے کوئی یوں نہ سمجھے کہ تین حیض تک نفقہ دینا چاہیے پھر نہیں اسلئے یہ ذکر فرمایا۔

(۴) فان ارضعن لکم فاٰتوھن اجورھن۔ اگر مطلقہ وضع حمل کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلائے تو اس کی اجرت دو یہ خیال نہ کرو کہ دودھ تمہارے ہی حمل سے تھا مجبور کرکے بغیر اجرت کے دودھ پلایا جاوے:

اس حکم کی کئی صورتیں ہیں۔ اوّل یہی جو بیان ہوئی۔ دوسری یہ کہ عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ خاوند نے طلاق دیدی اب عدت کے ایام میں نفقہ جدا دینا ہوگا اور دودھ کی اجرت جدا دینی ہوگی طلاق دینے سے کس خوبصورتی سے رد کیا گیا ہے تیسری یہ کہ تمہاری دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلاوے یعنی اسکے شکم کا نہ ہو تو بھی اجرت کی مستحق ہے ان سب صورتوں میں جب ہی اجرت دینا واجب ہے مگر وہ طلب کرے، واتمروا بینکم بمعروف اور باہم مشورہ سے کام کرو یعنی رضامندی ایک دوسرے کی ملحوظ رکھے نہ خاوند بابت کم اجرت دے نہ زیادہ طلب کرے دستور و معمول کے موافق ہو وان تعاسرتم فسترضع لہ اخریٰ اور اگر باہم ایکدوسرے کو تنگی میں ڈالے تو غیر اور عورت سے دودھ پلائے:

ف اور اگر اور عورت نہ ملے یا بچہ دودھ اور کا نہ پیوے تو عورت کو مجبوراً دودھ پلانا پڑیگا اور دستور کے موافق اجرت دیجائیگی:

ف غیر مطلقہ جو اپنے بچے کو دودھ پلاوے اسکی اجرت جداگانہ خاوند پر واجب ہے کہ نہیں اس کا کوئی حکم قرآن مجید میں بصراحت نہیں جو کچھ ہو قیاسی حکم ہوگا:

(۵) مگر اس اجرت اور نان نفقہ کی تعداد معین کرنا نظام عالم میں خلل انداز تھا کس لئے کہ ملک اور قوم اور رواج کے موافق ہر جگہ یکساں حکم جاری کرنے میں بڑی دقت تھی اس لئے اسکا فیصلہ بھی کردیا۔ لینفق ذوسعۃ من سعتہ کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے یعنی مرد کی حیثیت خیال کیجائے اور اوسط درجہ لیا جاوے ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتاہ اللہ اور جو ایسا ہے کہ اس کا رزق اس کے اندازے کے موافق ہے یعنی تنگدست ہے تنگدست کو قدر علیہ رزقہ سے تعبیر کرنے میں تسلّی کے سوا ایک لطیفہ بھی ہے تو وہ اسمیں سے دے جو اس کو اللہ نے دیا یعنی وہ اس کے موافق دے لایکلف اللہ نفسا الا ما اتاھا۔ اللہ کسی کو زیادہ حکم نہیں دیتا مگر اسی قدر کہ جو اسکو دیا یعنی قوت و مقدور سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا۔ انسان پر کوئی حکم اس کی طاقت سے باہر چیز میں صادر نہیں ہوتا اسکے ساتھ کم مقدور لوگوں کو تسلی بھی دیتا ہے سیجعل اللہ بعد عسر یسرا کہ تنگی کے بعد فراخدستی بھی عطا کر دیتا ہے اسمیں مرضعہ کو سمجھایا جاتا ہے کہ کیا خبر یہ لڑکا تونگر ہو جاوے یا اس شخص کو خدا کشائش عطا کرے تو

تیرہ بخت افلاس کی رفاقت کو ملحوظ رکھے لیا ہوتا ہے۔ یہ کوئی ہر ایک کیلئے عام حکم نہیں کہ ہر تنگدست کو فراخدستی ملے گی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایماندار بندوں کو دنیا کی تنگدستی اور تکلیف کے بعد فراخی اور راحت عقبیٰ ملے گی اور جلد ملے گی دنیا کی زندگی سریع الزوال ہے لیکن آیت میں صحابہ کی طرف خطاب ہے جو اسوقت بہت تنگدست تھے اپنے وعدہ کے موافق خدا نے بہت جلد ان پر فراخدستی کے دروازے کھول دئے قیصر و کسریٰ کے خزائن اور عمدہ اشیا اور انکے سامان انکے پاؤں تلے ڈالے گئے یہ بشارت پوری ہوئی ◆

ان احکام کو بیان فرما کر انکی پابندی کی تاکید کرتا ہے کہ وکاین من قریۃ عتت عن امر ربہا ورسلہ فحاسبناہا حسابا شدیدا وعذبناہا عذابا نکرا۔ کہ بہت سی بستیوں یعنی شہر والوں نے اپنے رب سے سرکشی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی جیسا کہ لوط کی بستیاں وغیرہ تو خدا نے ان سے سخت حساب لیا ان کے اعمال بد کا گن گن کر پورا بدلہ انکی گودوں میں ڈالا اور انکو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ فذاقت وبال امرہا وکان عاقبۃ امرہا خسرا پس ان لوگوں نے اپنے کام کا وبال چکھا۔ اور انجام خسران ہوا آخرت میں عذاب شدید انکے لئے مہیا کیا گیا اجڑے ہوئے شہروں اور برباد شدہ قوموں اور خاندانوں کو دیکھ کر فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔ اے ہوشمند و عقل والو اللہ سے ڈرو اسکی نافرمانی سے بچو عبرت کرو پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ عقلمند کون ہیں الذین آمنوا وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے درحقیقت یہی لوگ عقلمند ہیں جنکی انجام پر نظر ہے وہ ہی اللہ سے ڈرنیوالے ہیں کافر بے عقل کیا ڈریگا۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا۔ کہ تحقیق اللہ نے تمہارے پاس ذکر یعنی مذکر دیا جو دلاتیوالا سمجھانیوالا بھیجا ہے وہ کون رسولا۔ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات جو تمکو اللہ کی آیتیں سناتا ہے جو صریح اور ظاہر ہیں جنمیں کوئی پیچیدگی اور خلاف عقل بات نہیں یا یہ معنی کہ آیات تمہارے لیے مسائل حقہ درست مبدء و معاد اخلاق و قصص سالفہ کو بیان کرتی ہیں لیخرجکم من الظلمات الی النور تاکہ تمہیں اندھیرے سے نکالکر روشنی میں لائے مذہب باطل کی اندھیری اخلاق بد کی اندھیری رسم رواج کی پابندی کی اندھیری خدا اور آخرت سے جہالت کی اندھیری عرب پر گھٹا کی طرح چھائی ہوئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکالکر نور میں لائے۔ ومن یومن باللہ ویعمل صالحا۔ پس جو اس نور میں آگیا یعنی اللہ پر ایمان لایا اعتقاد درست کر لیا اور پھر اچھے کام کیے جنکا اللہ اور اسکے رسول نے حکم دیا۔ دراصل یہی نور ہے جو قیامت میں آگے اور دائیں بائیں دوڑتا ہوا چلیگا اور مرنے کے بعد عالم قدس میں پہنچادیگا تکمیل قوت نظریہ و عملیہ دونوں کی طرف اشارہ ہے تو یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار اس کو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں بسادیگا جہاں نہریں بہتی ہونگی یعنی عالم قدس میں باغ اور نہریں اسکی قوت نظریہ و عملیہ کا مظہر ہونگی خالدین فیہا ابدا وہاں ہمیشہ رہیگا ایمان و اعمال بھی اسکے ساتھ ہمیشہ تھے انکی نہریں جاری رہا کرتی تھیں قد احسن اللہ لہ رزقا اللہ نے اس کے لئے عمدہ روزی تیار کر رکھی۔ وہاں کے اثمار اور دیدار الٰہی۔ یہ قابل تعجب بات ہے کس لئے کہ اس اللہ نے خبر دی جس نے خلق سبع سموٰت۔ سات آسمان ومن الارض مثلہن اور انکے مانند زمین بنائی۔ یتنزل الامر بینہن اس میں اسکا حکم نازل ہوتا ہے آسمانوں اور زمین میں بغیر حکم قضا و قدر کے ذرہ نہیں ہلتا۔ یہ اسلئے لتعلموا ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم میں ہر چیز ہے پس وہ قادر بھی ہے کہ دار آخرت میں اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ دنیا میں مخالف کو تباہی آخرت میں روسیاہی دے اور اس کا فرمانا خبر دینا اس کے علم کی وجہ سے صداقت پر مبنی ہے ◆

ف بعض محققین سات زمینوں سے سات اقلیم لیا ہے جہاں تاثیر سیارات مختلف طور پر نمایاں ہے تو ممکن ہے روایات کہ جنمیں سات زمینوں کا یکے بعد دیگر ... [illegible]

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قَدْ فَرَضَ

اے نبی جن چیزوں کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے آپ ان کو کیوں حرام کرتے ہیں (کیا) اپنی بیویوں کی رضامندی ڈھونڈتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اللہ نے تمہارے

اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا

لئے قسموں کا کھولنا بھی درست کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ دانا اور حکیم ہے اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی سے ایک بات کہدی پھر جب

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ

اس بیوی نے اس بات کو کہدیا اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے بعض کا اقرار اور بعض کا انکار کیا پھر جب نبی نے اس عورت کو خبر دی تو کہنے

اَنْۢبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا

لگی تجھے یہ کس نے بتائی نبی نے کہا مجھے بڑے دانا خبردار نے بتائی ہے اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو تو بہتر ورنہ تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے اور اگر تم دونوں نبی پر چڑھائی

عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ۝

کرو گی تو اس کا رفیق بھی اللہ اور جبرائیل اور نیک مسلمان ہیں اور فرشتے اس کے بعد (جدا) مددگار ہیں

ترکیب تبتغی استیناف او تفسیر لقولہ تحریم او حال من الضمیر فی تحرم والمرضاۃ اسم مصدر واصلہ مرضوۃ۔ وہو مضاف الی المفعول ای ان ترضی ازواجک والی الفاعل ای ان یرضین ہن ومعناہا الرضا ویمکن ان تکون الجملۃ للاستفہام الانکاری تحلۃ اصلہ تحللۃ فسکن وادغم۔ واذ فی موضع نصب باذکر فلما شرط عرف جوابہ فلما شرط قالت جوابہ ان تتوبا شرط والجواب محذوف ای فذاک ولجب دل علیہ فقد صغت لان اصغاء القلب الی ذلک تقریب قلوبکما انما جمع وہما اثنان لان لکل انسان قلبا ومالیس فی الانسان الاجاز ان یجعل الاثنان فیہ بلفظ الجمع وجاز ان یجعل بلفظ التثنیۃ وقیل وجہہ ان التثنیۃ جمع ہو مبتدأ وخبرہ ان ویجوز ان یکون ہو فصلا فاما جبرائیل وصالح المؤمنین ففیہ وجہان احدہما ہو مبتدأ والخبر محذوف والثانی ان یکون مبتدأ والملائکۃ معطوفا علیہ وظہیر خبر الجمیع وہو واحد فی معنی الجمع ای ظہراء

تفسیر یہ سورۃ بالاتفاق مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ ابن عباس رضؓ وابن زبیر یہی فرماتے ہیں **ربط** اس کا اول سورۃ سے یہ ہے کہ اول سورۃ میں طلاق کے احکام بیان ہوئے تھے جو عورتوں کے متعلق تھے اور نیز طلاق کے بعد جو عورت حلال تھی حرام ہو جاتی ہے اس لئے اس سورۃ میں بھی عورتوں کی فضول خواہش اور ہٹ اور اصرار سے مباح چیز کو اپنے اوپر ممنوع کر کے معاشرت کے دائرہ کو تنگ کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک اے نبی کیوں حرام کرتے ہو اس چیز کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہے تبتغی مرضاۃ ازواجک اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو یعنی ایسا نہ کرو۔ یہ ایک قسم کی ناپسند بات ہے اللہ غفور رحیم خدا معاف کرنیوالا ہے۔ اور تم جو بیویوں کے کہنے سے قسم کھا بیٹھے ہو تو قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم تو اللہ نے تمہارے لئے ایسی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا۔ ضرور توڑو وہ کس لئے کہ اللہ مولکم وہو العلیم الحکیم۔ اللہ تمہارا رفیق و کارساز ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اسمیں تمہیں دقت اور تنگی پیش آوے گی اور ہمیشہ کیلئے ایک مباح چیز حرام سمجھی جاوے گی اور یہ

اصول شریعت محمدیہ کے برخلاف ہے اللہ علیم و حکیم ہے کسی چیز کو حرام و ممنوع قرار دینا اسکے عواقب امور پر نظر کرکے اسی کا کام ہے پھر جسکو وہ حرام نہ بنادے تم نہ بناؤ۔ رہبانیت جس کو اسلام نے رد کردیا اسمیں بھی یہی بات تھی کہ نفس کو تکلیف دینے کیلئے حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کرلیا جاتا تھا اسی طرح ہنود وغیرہ قوموں کے درویش کیا کرتے ہیں کوئی دودھ نہیں پیتا کوئی میٹھا نہیں کھاتا کوئی نکاح نہیں کرتا کوئی ایک قسم کی چیز جو بے مزا ہو اور ایک قسم کا کپڑا جو بے قدر ہو پہننا شروع کرتا ہے اور اس کو تقرب الی اللہ اور سعادت آخرت کا عمدہ ذریعہ سمجھا جاتا ہے شریعت مصطفویہ نے ان باتوں کو بے اصل قرار دیکر سچے اصول و سعادت بیان کردئیے اور اخلاق و عقائد کی درستی کے بعد اللہ کی عبادت و مراقبہ فکر و ذکر اور مخلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا۔ فقراء اہل اسلام میں جو ریاضت ہے وہ اور معنوں پر مبنی ہے وہ ان چیزوں کو حرام ممنوع نہیں قرار دیتا۔ بلکہ مباح امور میں نفس بد کی خواہش رد کرنے کی کرتا ہے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے :

یہ بات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کے کہنے یا ان کے خوشنود کرنے کو کون سی چیز اپنے اوپر ممنوع کردی تھی اور اسکے لئے قسم کھا بیٹھے تھے پھر قسم توڑی کیا تھی؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلعم کی ایک حرم محترم کی بابت اشارہ ہے پھر کسی نے کہا وہ ماریہ قبطیہؓ ابراہیمؑ کی والدہ ہیں کہ حفصہؓ کے گھر میں (ان کے جبکہ وہ اپنے والد ماجد کے ہاں گئی ہوئی تھیں) اختلاط کیا اور دونوں کو آکر حفصہؓ نے اپنے حجرہ میں دیکھا اور دیکھ کر رنج کے آثار ان کے چہرہ سے ہویدا ہوئے تب آنحضرت صلعم نے انکی خوشی کیلئے یہ فرمادیا کہ میں اب ماریہ کے پاس ہی نہیں جاؤنگا اس بات کو حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہدیا جو آنحضرت صلعم کی مرضی مبارک کے خلاف تھا الہام سے آنحضرت صلعم کو یہ خبر دی گئی کہ اسنے عائشہؓ سے کہدیا کہ آپ نے عائشہ سے کچھ بات حفصہؓ کی بتلائی ہوئی کہہ دی اور کچھ اور جو اس نے اپنی طرف سے کہی تھی اس سے سکوت کیا عائشہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا کس لئے کہ اس مخفی بات کو یا عائشہؓ جانتی تھیں یا حفصہؓ آپنے فرمایا اللہ نے جو علیم و خبیر ہے اس کیطرف آیا یہ نازل ہوئی جن میں آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہے کہ ماریہ آپکی حرم ہیں کسلئے انکی خوشی سے تم اسکو اپنے اوپر ممنوع کرتے ہیں قسم توڑ دیجئے آپنے قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کردیا اس بات کو نسائی و حاکم و ابن مردویہ۔ و بزار۔ و طبرانی و ابن سعد و ابن المنذر و ہیثم بن کلیب نے اپنی مسند میں و ضیاء مقدسی نے مختارہ میں نقل کیا ہے اگر کسی نے کوئی جملہ زیادہ کیا ہے کسی نے کم اور پھر کسی کی سند ضعیف ہے کسی کی صحیح لیکن امور خارجیہ پر جو نظر ڈالی جاتی تو یہ روایت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کسلئے کہ ماریہؓ آنحضرتؐ کی حرم تھیں جن کے پیٹ سے ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے حضرت حفصہؓ کے گھر میں جو دراصل نبی صلعم کا گھر تھا اسنے اختلاط کرنے سے حفصہؓ کیلئے رنجیدگی کوئی بڑی بات تھی آنحضرت صلعم اسی قصور کو اپنے اوپر حرام کرنیوالے شخص نہ تھے :

دوسری روایت جسکو بخاری مسلم وغیرہ جلیل القدر محدثوں نے نقل کیا ہے اس آیت کی شان نزول میں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے ہاں شہد آیا ہوا تھا آپکو شہد سے رغبت تھی یا آپ صحت جسمانی کیلئے مفید سمجھتے تھے ہر صبح آپ زینبؓ کے گھر جاتے اور شہد نوش فرماتے تھے اور یہ طبعی بات ہے کہ آخر وہ بھی بیوی تھی تھوڑی دیر وہاں بیٹھے بھی ہونگے یہ بات حفصہؓ اور عائشہؓ کو جو باہم محبت رکھتی تھیں اور زینب سے مقابلہ رکھتی ہوئی تھیں بری معلوم ہوئی اور یہ طبعی بات ہے دونوں نے شہد چھڑانے کیلئے باہم کوئی تدبیر نکالی کہیں ایک نے کہہ دیا کہ آپکے منہ سے بو آتی ہے آپکو بو سے نفرت تھی آپنے فرمایا کہ میں نے کوئی بدبودار چیز نہیں کھائی صرف زینب کے ہاں شہد ضرور کھایا آئندہ نہیں کھاؤنگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ بات قرین قیاس ہے کس لئے کہ عورتوں کی باہم رقابت معمولی بات ہے زینب کے ساتھ خصوصیت ہر روزہ شاق گزری شہد میں کیکر وغیرہ پتوں کی اکثر خوشبو یا بدبو ہوا کرتی ہے اس میں بھی ہوگی پھر ایک نے تو فقرہ بنانے کیلئے اسمیں بات کو بڑھا کر اور زور دیکر کہا اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہوگا اور رنجیدگی بھی کی ہوگی اور آپنے اسکی تسلی بھی کی ہوگی پھر یونکی دلجوئی معمولی بات ہے آپنے زینب کے گھر جاکر شہد کھانے کو اپنے اوپر ممنوع کیا اور قسم بھی کھائی ہوگی پھر ایک نے دوسری کو خوب ہنسایا

فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے کہنے سے ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا

مسرت کیا ہو گا کہ لو دا دچل گیا۔ یہ بات خدائے پاک کے نزدیک اچھی معلوم نہ ہوئی اور شان اولوالعزمی کے مخالف بھی ہے اسلئے آپکو تنبیہ ہوئی اور قسم کے توڑ ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اب مطلب آیات کا صاف ظاہر ہو گیا اور کوئی قبح بھی پیدا نہ ہوا۔ پھر آگے اس معاملہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا اور جب نبی نے اپنی کسی ایک بیوی سے مخفی بات کہی اکثر مفسرین کہتے ہیں وہ حفصہؓ ہے اور مخفی بات شہد یا ماریہ کے حرام کرنیکی تھی اور اپنے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کی بشارت بھی دی تھی مگر یہ تحقیق کرنا کہ وہ مخفی بات کیا تھی مشکل امر ہے کیونکہ نہ اسکو اللہ نے ظاہر کیا نہ رسول اللہ صلعم نے تو پھر کس طرح یقین ہو کہ یہی بات تھی لیکن قرینہ کہتا ہے کہ اسی قسم کی بات ہوگی کہ جو شوہر اپنی بیوی سے اسکی محبت اور دوسری پر فوقیت کے بارے میں کہا کرتا ہے فلما نبات بہ پھر جب اس بیوی نے اس بات کو کہدیا کس سے کہا؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں عائشہؓ سے واظہرہ اللہ علیہ اور خدا نے یہ معاملہ نبی صلعم پر ظاہر کردیا عرف بعضہ واعرض عن بعض تو نبی صلعم نے کسی قدر کا عائشہؓ سے اظہار کیا کہ تجھ سے حفصہؓ نے یہ کہا ہے اور کسی قدر سے اعراض کیا و سکوت کیا۔ وہ کہنی مناسب نہ جانی ہوگی بہت سی باتیں خاوند ایک بیوی سے کہدیتا ہے جو دوسری سے کہنی مناسب نہیں سمجھتا بعض کہتے ہیں وہ خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ کی بات تھی جس سے مصلحت جانکر سکوت کیا فلما نبأہا بہ پھر جب نبی صلعم نے عائشہؓ کو یہ بات بتادی کہ تجھ سے حفصہؓ نے یہ کہا تو تعجب سے عائشہؓ نے کہا من انبأک ہذا آپ سے کسنے کہا کہ حفصہ نے مجھ سے یہ کہا قال نبأنی العلیم الخبیر نبی صلعم نے فرمایا مجھے علیم خبیر نے بتادیا۔ فقط تمام ہوا۔ اب حفصہؓ و عائشہؓ دونوں کو اس کمیٹی کرنے پر متنبہ کرتا ہے ان تتوبا الی اللہ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرلو بہتر کس لئے کہ فقد صغت قلوبکما تمہارا دل تو ضرور مائل ہوگیا ہے کہ آپ زینب سے بہ خصوصیت ترک دیں شہد نہ کھاویں یا ماریہ کو ترک کردیں۔ خبردار ایسے رشک و رقابت سے باز آؤ اور نبی صلعم پر چڑھائی نہ کرو۔ وان تظاہرا اور اگر چڑھائی کروگی فان اللہ ہو مولٰہ تو اللہ اس کا رفیق و چارہ گر ہے و جبریل اور عالم ملکوت میں جبرئیل بھی چارہ گر ہے الہامات میں مؤید ہے اور ناسوت میں صالح المؤمنین نیک بندے ایماندار مددگار ہیں خلفائے اربعہ وغیرہ اور اسکے سوا ہر وقت ہر جگہ فرشتوں کا باڈی گارڈ یا حفاظتی لشکر آپکے ساتھ رہتا ہے والملٰئکۃ بعد ذلک ظہیر کے یہی معنی ہیں ف حلال چیز کا اپنے اوپر حرام کرلینا جیسا کہ آیت میں لم تحرم ما احل اللہ لک ہے امام ابوحنیفہ وغیرہ فقہاء کبار کے نزدیک یمین ہے کس لئے کہ بعد میں خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم کہ اللہ نے یمین کا کھولنا فرض کیا ہے۔ اور یمین کھولنا کفارہ دینا ہے اگر گناہ کی بات پر قسم کھالے یا خواہ مخواہ کسی مباح اور حلال چیز پر قسم کھابیٹھے کہ ایسا نہ کرونگا۔ تو کفارہ دیکر اس قسم سے الگ ہو جانا چاہئے فرض اللہ لفظ بتارہا ہے کہ ضرور اس قسم سے دور ہونا چاہئے۔ کفارہ یمین غلام آزاد کرنا۔ یا دس مسکینوں کو اسقدر کپڑا دینا کہ نماز پڑھ سکیں یا زیادہ دے تو توفیق ہے یا دس مسکینوں کو کھانا پیٹ بھر کر کھلانا۔ اور مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھنا یہ محل یمین ہے بعض کہتے ہیں یمین میں ان شاء اللہ کہدینا بھی محل ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ مباح کا حرام کرلینا یمین نہیں لیکن کفارہ دینا خاص اس صورت میں ہوگا کہ جب اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیگا آیت میں یہی بات تھی اور اگر شہد کا معاملہ تھا تو آپنے بعد میں اسپر حلف بھی کیا تھا اسلئے اسکو یمین قرار دیا گیا نہ محض اسلئے کہ مباح کو حرام کرلیا تھا۔ اسکے بعد آنحضرت نے کفارہ دیا ایک غلام آزاد کیا وابن کثیر و حسن کہتے ہیں کہ کفارہ نہیں دیا کسلئے کہ آپ مغفور تھے کفارہ اور یمین میں جو ائمہ کے اقوال ہیں انکی کتابوں میں

ف۱ بعض شیعہ یہاں سے حفصہؓ و عائشہؓ پر الزام لگاتے ہیں مگر یہ خیال ہے کس لئے کہ میاں بیوی میں ایسی باتیں جیسی ہیں کیا حضرت سیدہ فاطمہؓ اور علی مرتضیٰؓ میں کبھی رنجش نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ آنحضرت نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو ملائکہ میں ملا دیا بلکہ انبیاء علیہم السلام پر بھی فوقیت دیدی کا دیکھو سورہ میں خاتم المرسلین صلعم کو خود تحریم ما احل اللہ پر کیسی تنبیہ ہوئی ہے پھر کیا اس سے انکی شان میں کوئی فرق آسکتا ہے۔ ۱۲ منہ ف۲ قد صغت قلوبکما کے معنی مفسرین نے یہ لکھے ہیں صحیح بخاری میں ہے صغوت و اصغیت سے تصغی التمیل اور حسن سے منقول ہیں کہ ان کے معنی مائل ہو چکے ہیں یعنی تمہارے دل مائل ہو گئے عام مفسرین کا قول ہے کہ حق سے مائل ہو گئے بعض کہتے ہیں باہمی سازش کیطرف مائل ہو گئے ہیں اور یہی ٹھیک ہے مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جس

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ

اگر نبی تم کو طلاق دیدیں تو بہت جلد اس کا رب انہیں تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیبیاں دیگا فرمانبردار ایماندار بندگی کرنیوالیاں توبہ کرنیوالیاں عبادت کرنیوالیاں روزہ دار بیاہی ہوئی

وَّاَبْكَارًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا

اور کنواریاں۔ اے ایمان والو اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت تند خو فرشتے معین ہیں جس کا م کا اللہ

يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

انکو حکم دیتا ہے اسمیں اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے وہی کیا کرتے ہیں۔

ترکیب عسٰی من افعال المقاربۃ فاعلہا ان یبدلہ الخ الجملۃ خبرہا ان طلقکن شرط وقع بین فاعل عسٰی وخبرہا وعسٰی مع اسمہا وخبرہا جواب الشرط۔ یبدل بالتخفیف والتشدید ازواجا منصوب لکونہ مفعول یبدل خیرا وکذا مسلمات وما بعدہا صفات لازواجا اہلیکم عطف علی انفسکم وکلاہما مفعول اول لقوا ونارا مفعول ثان وقودہا الناس والحجارۃ صفۃ لنارا وکذا علیہا ملائکۃ لا یعصون اللہ الجملۃ صفۃ لملائکۃ ما امرہم ما موصولۃ والعائد محذوف ای لا یعصون اللہ الذی امرہم بہ او مصدریۃ ای لا یعصون اللہ امرہ علی انیکون ما امرہم بدل اشتمال من اللہ ویفعلون ما یؤمرون بہ الجملۃ صفۃ ثانیۃ لملائکۃ۔

تفسیر اسکے بعد انواج مطہرات کو ڈرایا جاتا ہے فقال عسٰی ربہ الخ کہ تم کسی اور خیال میں نہ رہنا اگر نبی علیہ السلام نے تمکو طلاق دیدی تو اللہ تم سے بہتر عورتیں اسکو دیدیگا جو مسلمات حضرت کی دل سے مطیع ہونگی یا انکا ظاہر بھی اسلام ہوگا مومنات دلمیں بھی ایمان ہوگا یعنی ظاہر و باطن ایماندار و دیندار ہونگی قانتات عبادت کرنیوالیاں قنوت کے معنی طاعت ہیں اس سے مراد تہجد گزار ہیں تہجد گانہ نمازیں پڑھنے والیاں دعا مانگنے والیاں یعنی فقط ایمان و اسلام ہی پر بس نہیں بلکہ اسکے بعد عملی حصہ میں بھی بڑا حصہ پانیوالیاں ہونگی ایمان اسلام کے بعد اگر طاعت و عبادت نہیں تو ایمان میں رونق نہیں اور اپنی طاعت پر فخر کرنیوالیاں اور بشریت سے جو قصور ہو اسپر ہٹ اور ضد کرنے والیاں نہونگی بلکہ تائبات بلکہ توبہ کرنیوالیاں ہونگی۔ توبہ کے معنی رجوع کے ہیں۔ گنہگار گناہ سے توبہ یعنی رجوع کرتے ہیں اور ہوا ذرا دیر کی حق سبحانہ سے غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور انمیں اعلیٰ ترین مقامات قرب کو طے کرکے ان سے توبہ کرکے اس سے بلند زینہ پر پاؤں دہرتے ہیں۔ ہر انسان بالخصوص عورت میں یہ نہایت عمدہ وصف ہے کہ وہ اپنے قصور پر نادم ہو ہٹ دہرم اور الجیل سے امید نہیں کہ وہ اس بات سے باز آوے عابدات یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے کہ نماز و دعا کی عبادت پر بس نہیں بلکہ ہر قسم کی عبادت کرنیوالیاں ہونگی صدقہ و خیرات حج و زکوٰۃ خدمت شوہر پرورش اولاد عزت و مال حفاظت صلہ رحمی خاوند سے ادب و خوش خلقی اور اس کی فرمانبرداری اور اسکے ساتھ ہمدردی سب عورت کی عبادت ہے عبادت کے معنی ہیں تذلل یعنی پستی اور جھکنا خداوند تعالیٰ کے آگے اور اس کے بعد دنیاوی آقا کے آگے جھکنا عبادت ہے اسمیں اشارہ ہے کہ نرم اور خوش خلق بھی ہونگی بعض عورتیں نیک بخت اور نمازی پرہیزگار تو ہوتی ہیں مگر سخت بدمزاج سرکش شوخ بھی ہوتی ہے۔ یہ وصف خاوند کے حق میں زہر اور معاشرت کے لئے قہر ہے وہ اس سے بھی مبرا ہونگی۔ سائحات یہ سیاحت سے مشتق ہے جسکے معنی سیر و سیاحت مفسروں نے مختلف طور پر بیان کئے ہیں ابن عباس فرماتے ہیں روزہ رکھنے والیاں۔ روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس کے میدان کو طے کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے اسکو بھی سائح روزہ دار کو سائحہ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم اور حسن بصری فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں ہجرت کرنیوالیاں کسلئے کہ ہجرت یعنی وطن چھوڑ کر خاص اللہ کیلئے مدینے میں عورتیں آئی تھیں یہ انکی سیر تھی۔ اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مدینے میں ہم سے زیادہ بہتر اور ہے کون جو ہماری جگہ حضرت صلعم کے دائرہ زوجیت میں داخل ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ باہر سے ہجرت کرکے آجاویں خدا کے ملک میں کیا کمی ہے ہم کہتے ہیں معنی کو عام رکھنا بہتر ہے تخصیص کی حاجت کیا ہے اب اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ وہ صرف زمین اور پہاڑوں کے میدان ہی کی سیر کرنیوالیاں ہونگی بلکہ دنیا اور اسکے تجلیات فانیہ کے بعد انکی

بھی سیر کرنیوالیاں ہونگی لگاہوں میں یہ دنیا اور اسکی آسائش ہیچ ہو گی ہر حوادث دہر اور انقلاب جسمانی سے وہ سبق اور عبرت یعنی والیاں ہوں گی اور اس کے بعد صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو سیر آفاق و انفس بھی نصیب ہو گی وہ امکان و وجود کے منازل طے کر کے بارگاہ قدس میں پہنچنے والیاں ہونگی ثیبات و ابکارا۔ ان میں سے کچھ خاوند برتے ہوئیں اور کچھ کنواریاں ہونگی ثیب وہ مرد جو رنڈوا ہو اور وہ عورت جو خاوند کر چکی ہو عام ہے کہ پھر خاوند نے طلاق دیدی یا وہ مرگیا ہو ابکارا بکر کی جمع جس سے مراد کنواری یہ بیان امر واقعہ کے لحاظ سے ہے کس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بیوہ اور کنواریاں بھی تھیں انکے جواب میں یہ کلام صادر ہوا کہ اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح حظ نفسانی سے نہیں کرتے تھے بلکہ اشاعت دین کیلئے یہ جماعت زمرہ ازواج مطہرات میں داخل کیگئی اور شرف زوجیت عطا کیا گیا ان صفات میں عجیب لحاظ رکھکر تقدیم تاخیر کیگئی ہے اوّل اجمالی طور پر خیراً منکن فرمایا گیا اسپر شبہ ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر تھیں پھر ان سے بہتر اور کون عورتیں ہونگی؟ اسکا جواب ہے کہ اوّل میں ان طلقکن فرمادیا ہے طلاق کے بعد جب شرف زوجیت جاتا رہتا ہے تو پھر ان سے دوسری عورتیں بہتر ہو سکتی ہیں جو آپ کے نکاح میں آوینگی ؛؛

ف ان طلقکن شرطیہ کلام ہے اسکے لئے تحقق شرط نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کسی بیوی کو طلاق نہیں دی اجمال کے بعد ازواج کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے اوصاف تین قسم پر ہیں اوّل ایمان و اسلام جو تمام حسنات کی اصل ہے ایمان کے ساتھ اسلام کا لفظ ظاہری و باطنی دینداری کیلئے آیا قسم دوم اعمال حسنہ ان کو چار صفتوں میں محصور کیا قانتات تائبات عابدات سائحات انہیں خدا تعالیٰ کی بندگی بھی آگئی اور خاوند کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف بھی اشارہ ہے قسم سوم انکی جسمانی خوبی اور حسن ظاہری اسکے لئے یہ دو لفظ کافی ہیں ثیبات و ابکارا کنواری کی خوبی اور اسپر رغبت تو عام طبائع کا بھی مقتضی ہے مگر بہت سی بیوہ عورتیں مطلقہ ایسی ذاتی کمالات اور حسن و خوبی کیوجہ سے کنواریوں سے بدرجہا فائق ہوتی ہیں انکا امور خانہ داری میں تجربہ اپنے تانہ واقعات اور گزر کر کے مرد کی نازبرداری اطاعت اور پھر عمری عجیب لطف دیتی ہے ؛؛

ازواج مطہرات پر تنبیہ بھی اسکے ضمن میں مردوں کو بھی نصیحت دینا لازمی تھا کس لئے کہ عورتوں کی محبت و رغبت میں اور شہوت کی آگ میں مرد دیوانہ ہو کر اصول حسنات سے غافل ہو جاتا ہے اور جو نگرنا ہو وہ کرتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم و اہلیکم نارا کہ اے ایماندارو صرف ایمان پر تکیہ کر کے نہ بیٹھو بلکہ آپکو اور اپنے گھر پیاری بیوی اور مرغوب اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ایسے کام نہ خود کرو نہ انکو کرنے دو جس سے جہنم کی آگ میں جلنا پڑے اور فرائض و واجبات کی تاکید کرو صرف آپ دیندار پرہیزگار ہونا کافی نہیں زن و فرزند کی تعلیم و تدبیر کرنی چاہئے حق محبت بھی یہی ہے کیوں کہ آپ جنت میں گیا بیوی دوزخ میں گئے تو جدائی میں کیا لطف؟ احادیث صحیحہ میں بڑی تاکید ہے کہ اپنے گھر والوں کو بُری باتوں سے روکو فرائض و واجبات پر مامور کرو۔ پھر وہ آگ بھی کیسی آگ ہے؟ (١) وقودہا الناس والحجارۃ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں یعنی معمولی آگ نہیں بلکہ سخت اور تیز جسمیں پتھر اور آدمی جلتے ہیں یا یوں کہ بت پرست اور گناہگار اور ان کے جھوٹے معبود جو پتھر تھے سب جہنم میں جائیں گے کسی کے کام نہ آئیں گے (٢) علیہا ملائکۃ غلاظ شداد اسکے داروغہ یا محافظ فرشتے ہیں سخت بدمزاج سخت دل یا بڑے تند اور طاقت والے جن پر کوئی مجرم زور سے غالب نہیں آسکتا نہ وہ کسی پر رحم و مہر کرتے ہیں (٣) لا یعصون اللہ ما امرہم خدا کے حکم میں ذرہ بھی قصور کرنیوالے نہیں نہ رشوت لیں نہ سفارش مانیں نہ کسی کی سنیں (٤) و یفعلون ما یؤمرون وہ وہی کرتے ہیں جسکا انہیں حکم ہوتا ہے عصیان عیب تھا اسلئے اوّل نفی کی پھر طاعت کی خوبی ثابت کی اسمیں مشرکین عرب کے خیالات باطلہ کا ابطال ہے وہ کہتے تھے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں ہم ان کو پوجتے ہیں ہم پر ضرور رحم کریں گے اور ہمارے بت ہم کو آگ سے بچالیں گے ؛؛

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ

اے کافرو آج عذر مت بناؤ — تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے — مسلمانو! اللہ کے سامنے خالص توبہ کرو

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

شاید تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور ایسے باغوں میں داخل کرے کہ جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی — جس دن کہ اللہ نبی کو اور اسکے ساتھ

مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ایمان والوں کو رسوا نہیں کرے گا (انکے آگے انکا نور (ایمان) اور دائیں طرف دوڑتا چلا جاتا ہوگا کہتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہماری روشنی پوری کیجیو اور ہم کو بخش دے بیشک ہر بات پر قادر ہے

ترکیب الیوم منصوب بہ لاتعتذروا نصوحا النصوح بفتح النون وبقرء بضمہا علی الاول مصدر یقال نصح نصحا حسنۃ ونصوحا وقیل ہو اسم فاعل ای ناصحۃ والاسناد مجازی وعلی الثانی ہو مصدر واخیر مثل القعود ثم لعراب علی الوجہین النصب علی الوصف للتوبۃ ای توبۃ بالغۃ فی النصح ویدخلکم منصوب عطفا انہ معطوف علی یکفر منصوب بناصبہ وقری بالجزم عطفا علی محل عسی کانہ قال توبوا یوجب تکفیر سیاٰتکم ویدخلکم یوم منصوب بیدخلکم او باذکروا الذین آمنوا معہ معطوف علی النبی وقیل مبتدا وخبرہ قولہ نورہم علی الاول الجملۃ نورہم الخ حالیۃ او مستانفۃ لبیان حالہم یقولون خبر ثان او حال ۝

تفسیر یہ تمہ ہے کلام سابق کا کہ ملائکہ اس روز عذاب کرینگے اور سخت ونند ہونگے انکے عذاب پر کفار معذرت کرینگے تو انکے جواب میں کہا جائیگا (ملائکہ کہینگے) یا ایہا الذین کفروا کہ اے منکرو آج عذر نہ کرو باتیں نہ بناؤ کس لئے کہ آج معذرت کا دن نہیں (معذرت توبہ ہے) اسکا موقعہ دنیا میں تھا سو گذر گیا۔ اور یہ بھی نہ سمجھو کہ تمکو ناحق عذاب دیا جاتا ہے کس لئے کہ انما تجزون ما کنتم تعملون تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یعنی تمہارے اعمال بد کی سزا ہے جو بویا تھا اسکو کاٹ رہے ہو دنیا میں اعمال بد کی برائی چنداں ظاہر نہ تھی اب حجاب کھل گیا وہ برائی آنکھوں کے سامنے آگئی ۝

اسلئے ایمانداروں سے شفقت کی راہ سے فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا کہ اے ایمان والو دنیا میں توبہ کا وقت ہے بشریت سے جو کوئی گناہ ہو جاوے تو اس سے توبہ کرو توبہ بھی کیسی توبہ نصوح یعنے خالص سچے دل سے حسن کہتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ اس گناہ کو برا اور نکروہ جاننے لگے جسکو مرغوب جانا کرتا تھا اور جب یاد کرے تو استغفار کرے کلبی کہتے ہیں توبہ نصوح دل میں ندامت زبان سے استغفار اور اس کام سے باز رہنا سعید بن جبیر کہتے ہیں توبہ مقبولہ کا نام توبہ نصوح ہے حضرت عمر سے کسی نے پوچھا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا برے کام سے باز آنا اور پھر اس کو نہ کرنا امام احمد و ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ گناہ سے یہ ہے کہ پھر نہ کرے ۝

اسکے بعد توبہ کے نتائج بیان فرماتا ہے عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم کہ امید ہے اللہ تمہارے گناہ تم سے مٹا ڈالے انکو محو کردے توبہ سے گناہ ہونگا معاف ہو جانا یا انکا مٹ جانا قرآن کو احادیث سے ثابت ہے اور قرین قیاس بھی ہے اور پہلی کتابیں بھی اس کی شہادت دے رہی ہیں کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸ جملہ میں صاف تصریح ہے کہ اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں پر برف کی مانند سفید ہو جاوینگے۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو توبہ کا حکم دیا اور تاکید فرمائی۔ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ انجیل متی باب چہارم جملہ ۱۷۔ اگر توبہ سے گناہوں کے معاف ہونیکی امید نہ تھی تو پھر اسکا فائدہ کیا تھا؟ مگر بعد میں پولس اور اسکی امت نے ایک عجیب مسئلہ گھڑا کہ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتے معافی کا صرف ایک یہی ذریعہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سب کے گناہ اپنے اوپر اٹھالئے اور پھانسی پائی اور ملعون ہوئے اور

ع ۱۷

توبۂ نصوح

ابطال کفارہ مسیح

تین روز جہنم میں رہے۔ ب سب کے گناہ جو مسیح السلام پر ایمان لاوے معاف ہیں اسکو کسی عمل خیر کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اعمال حسنہ لعنت کا باعث ہیں۔ اسکو یہ کفارہ کہتے ہیں معاذ اللہ کیا برا اعتقاد ہے کیا ایسا شخص سعا کی بدخلقی حرام کاری میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھیگا پھر دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے آنے کا فائدہ کیا ہوا ؟ :

توبہ کے بعد حقوق العباد ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے توبہ فرض ہے دیر نہ کرے موت کا ٹھیک نہیں کہ کب آجائے پھر دوسرا نتیجہ توبہ کا ظاہر کرتا ہے ویدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار اور تم کو ایسے بہشتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی بہشت عالم قدس ہے اس میں جانے سے انسان کی کثافت گناہ مانع ہے جو توبہ کے بعد دور ہو جاتی ہے کس روز یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ جس دن کہ اللہ نبی کو اس کے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہ کریگا اسمیں تعریض ہے کہ نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کے سوا اور لوگ رسوا ہونگے یہ جو آج تمہارے خیالی معبود اور گمراہ کنندہ بڑے بڑے دعوے کر رہے ہیں کہ قیامت میں ہمارا جھنڈا ہوگا اور خیمہ ہوگا ہم اپنے ماننے والوں کو اس کے تلے لیکر عذاب سے بچالیں گے یہ غلط بات ہے وہ خود رسوا ہوں گے اور ان کے ساتھ ان کے مرید بھی قیامت کو ظلمت ہوگی اور کسی کے پاس کوئی روشنی نہ ہوگی مگر نبی اور اس کے متبعین کے پاس اس میں نبی کریم علی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں نورہم یسعیٰ بین ایدیہم وبایمانہم ان کی روشنی دو ایمان اور توبہ اور عمل خیر کی روشنی ہوگی وہ ان کے آگے آگے اور دائیں طرف سے دوڑتی ہوئی چلے گی اور اس ظلمانی راہ کو طے کر کے جنت میں چلے جاویں گے آگے اور دائیں کی قید سے یہ مراد نہیں کہ اور طرف روشنی نہ ہوگی بلکہ ہر طرف مگر یہ دو جہت عمدہ ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا اس کی کیفیت سورہ حدید میں بھی بیان ہوئی ہے جب وہ دیکھیں گے کہ دنیا میں ریاکاروں منافقوں کی روشنی اس روز جھپک کر گل ہو گئی تو وہ دعا کریں گے ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شئی قدیر۔ کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی پوری کیجیو رستہ میں گل نہ ہونے پاوے اور ہم کو بخشدے تو ہر بات پر قادر ہے :

یہ ہیں توبہ کے نتائج جسکی طرف ایمانداروں کو منکروں کی اندوہناک حالت بیان فرماکر ترغیب دلائی گئی ہے قیامت کو اندھیرا ہونا اور ایمان کی روشنی میں اس سے رستہ طے کرنا اور جنت میں جانا اور وہاں حیات ابدی اور ہمیشہ کی شادمانی حاصل کرنا ایک مسلمہ مسئلہ ہے جس کو تمام انبیاء علیہم السلام اعلان پیرو اور برگزیدہ بیان کرتے آئے ہیں جس میں کسی کو بھی شبہ نہیں کرنا چاہیئے :

اس کے علاوہ انسان کو عدم سے ہستی میں لایا ہے اور عدم ایک ظلمانی عالم ہے اس کے صفات کاملہ جو اس کو پروردگار کی طرف سے نصیب ہوتے ہیں وہ اس کا جمیع معاملات میں نور ہیں جو اس کو تمام ظلمانی اور پر تاریک وادیوں میں سے نکال کر راہ مقصود پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کا عمدہ ذریعے ہیں دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی اور حشر میں بھی اور ایمانداروں کو لازم ہے کہ ہر دم یہی دعا کرے ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شئی قدیر۔ خدا نہ کرے کہ یہ نور کسی کا بجھ جاوے اور وہ اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتا پھرے اور فسق و فجور کے خطرناک گڑھوں میں جا گرے اور شاہد مقصود رب العزت تک نہ پہنچے الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں قبول کر آمین :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ۝ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا

اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے اللہ کافروں کے لیے ایک مثال بیان

لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱمْرَأَتَ نُوحٍ وَٱمْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَٰلِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا

کرتا ہے نوح اور لوط کی بیوی کی وہ ہمارے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں پھر ان دونوں نے انکی خیانت کی سو وہ اللہ کی مار سے بچا نہ سکے

مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا وَقِيلَ ٱدْخُلَا ٱلنَّارَ مَعَ ٱلدَّٰخِلِينَ ۝ وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱمْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ

وقف لازم

ان کو کچھ بھی کام نہ آئے اور حکم ہوا کہ دونوں کو اور جہنمیوں کے ساتھ دوزخ میں ڈالدو اور اللہ ایمانداروں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے جب اس نے کہا اے رب میرے لئے اپنے

رَبِّ ٱبْنِ لِى عِندَكَ بَيْتًا فِى ٱلْجَنَّةِ وَنَجِّنِى مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِۦ وَنَجِّنِى مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ وَمَرْيَمَ ٱبْنَتَ عِمْرَٰنَ ٱلَّتِىٓ

پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے کام سے بچا لیجیو اور مجھے ظالموں سے رہائی دیجیو اور مریم عمران کی بیٹی کی بھی مثال بیان کرتا

أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِۦ وَكَانَتْ مِنَ ٱلْقَٰنِتِينَ ۝

۲ ع ۲۰

ہے کہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اسمیں اپنی طرف کی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اسکی کتابوں کو سچ جانا اور عبادت گزار لوگوں میں سے تھی۔

ترکیب امرات نوح معطوف علیہ امرات لوط معطوف وکلاہما مفعول اول لضرب ومثلا مفعول ثانی وانما اخر المفعول الاول لیتصل بہ ماہو تفسیر لہ ایضاح لمعناہ ویمکن ان یکون امرات نوح وما بعدہا بدلا من مثلا او بیان لہ کانتا ہذہ جملۃ مستانفۃ مفسرۃ لضرب المثل امرات فرعون مر اعرابہا اذ ظرف لمثلا او لضرب عندک حال من الضمیر الاول او من بیتا لتقدمہ علیہ فی الجنۃ بدل او عطف بیان لقولہ عندک او متعلق بقولہ ابن۔ ومریم ای اذکر مریم او مثل مریم من القانتین من للتبعیض ویجوز ان یکون لابتداء الغایۃ۔

تفسیر پہلے ذکر ہوا تھا کہ اے ایماندارو توبہ خالص کرو۔ تاکہ تمہارا عاقبت میں بھلا ہو اور کفار اور منافقوں کی بھی اصلاح مقصود تھی جسکا ذریعہ کفر و بدکاریوں سے توبہ و استغفار ہے مگر یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ وہ بدی سے کبھی محض وعظ و نصیحت سے باز نہیں آتا وہاں مشفق اور دردمند ناصح کو بشرط قدرت یہ بھی کرنا ضرور ہے کہ اسکو ڈرا کر دھمکا کر اس بدی سے روکے جب نادان شخص ہمارے سامنے سنکھیا ہاتھ میں لیکر کھانے کو تیار ہے اور ہماری نصیحت سے باز نہیں آتا۔ پھر ہماری دردمندی کا یہ مقتضی نہیں کہ چپ ہو کر رہیں اور مرتے دیکھیں بلکہ دھمکا کر اس کے ہاتھ سے چھین لیں اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے نبی رحیم و کریم کو ان نادانوں کی بابت حکم دیتا ہے یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم کہ اے نبی ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو جہاد عام لفظ ہے اسمیں زبانی نصیحت اور دلیل و حجت سے الزام قائم کرنا بھی شامل ہے اور جو مخالف شمشیر بکف ہو کر مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہاں کیلئے تلوار سے بھی کام لینے کو شامل ہے اور سختی کرنے سے گالیاں دینا سخت کلامی یا بد مزاجی کرنا مراد نہیں کیونکہ یہ باتیں شان مصطفویہ و اخلاق محمدیہ سے بہت دور ہیں اور اس سے کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا بلکہ الطاف و عنایت کے حصے سے محروم کرنا اور پاس تو بھی آنے اور عدم التفات کے چابک لگانا اسکا بڑا اثر پہنچتا ہے جہاد کفار کیلئے و اغلظ منافقوں کے لئے منافقوں سے جہاد نہیں کیا گیا کس لئے کہ وہ بظاہر مسلمان تھے اور جو اسپر بھی باز نہ آئیں تو ماوٰہم جہنم وبئس المصیر انکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے کفار و منافقین میں سے ایسے بھی لوگ تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبول صحابہ کی قرابت پر نازاں تھے اور اس قرابت اور ظاہری اختلاط کو نجات کیلئے کافی جانتے ہوں یا یوں کہو ایمانداروں کو توبہ خالص کا حکم دیا تھا مگر ممکن تھا کہ بعض

ایماندار آنحضرت کی قرابت ہی کو بس سمجھ کر عمل صالح سے سُست اور ارتکاب منہیات میں دلیر ہو جاتیں اسلئے ان کے لئے خدا تعالیٰ حضرت نوح و حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے فقال ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأت نوح وامرأت لوط۔ کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین کہ وہ باوجودیکہ ہمارے دو نیک بندوں کے نیچے تھیں۔ یعنی حکم اور زوجیت میں تھیں اور یہ ایک بڑی قرابت ہے جسمیں اندرونی و بیرونی کوئی پردہ بھی نہیں رہتا تا خاوند بیوی میں جو کچھ اتحاد ہوتا ہے اور جہاں تک اسکی رسائی ہوتی ہے کسی کی بھی نہیں ہوتی یہ ایک فطری بات ہے مگر جبکہ فخانتاہما انکی خیانت کی یہ مراد نہیں کہ زناکاری کی ذکیلئے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے ایسا کام نہیں کیا بلکہ اطاعت و انقیاد ایمانی و دینی کا حق ادا نہیں کیا جسکو خیانت سے کرنا ایک عمدہ استعارہ ہے فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا پھر وہ نیک بندے نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام خدا کے مقابلہ میں نہ آئے عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے دنیا میں نوح کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی لوط کی بیوی نمک کا کھمبا ہوگئی یعنی اسپر بھی وہی آفت آئی جو اس قوم پر آئی سبب ہلاک ہونے یہ تو دنیا میں ہوا آخرت میں حکم ہوا ادخلا النار مع الداخلین کہ اور جہنمیوں کیساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔ آگ میں ڈالدی گئیں ✦

ف۱ یہاں سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی مرنیکے بعد جہنم اور جنت ہے اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے ✦

ف۲ اسمیں ایک لطیف سا اشارہ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کیطرف بھی ہے کہ تم دونوں نے جو رسول کریمؐ کے مقابلہ میں مشورہ کیا تھا ڈرو اور نوح اور لوط کی بیویوں کا حال سنکر عبرت کرو۔ اسکے بعد ان دونوں نیک بیویوں نے کبھی رشک در قرابت میں آکر آنحضرت صلعم کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا یہاں تک کہ دم آخر تک حضرت انسے خوش رہے اور حضرت عائشہ کی گود میں سر تھا کہ روح اطہر نے پرواز کیا صلوات اللہ علیہ وسلامہ ابداً ✦

ف۳ اولاد اولیاء کرام و بزرگان دین و حضرت سادات عظام کو بھی تنبیہ ہے کہ قرابت کے غرور میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے سرتابی نہ کریں ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہ ہوگی حدیث میں ہے اے فاطمہ اسبات پر تکیہ نہ کرنا کہ میں محمد کی بیٹی ہوں خدا کے معاملہ میں میں کام نہ آؤنگا نیک کام کر ✦

اسکے مقابلہ میں مسلمانوں ایمانداروں کیلئے دو نیک بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو دنیاداروں کے پنجہ اور ظلم میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمانداری اور نیکی سے باز نہ آئیں بعض مسلمان مرد یا عورتیں کفار کے پنجہ میں تھے اور اسکو ایک عذر سمجھتے ہونگے انکے لئے یہ مثال ازحد نافع ہے اسلئے تخصیص فرماتا ہے وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا کہ ایمانداروں کے لئے مثل بیان کرتا ہے کس کی مثال؟ امرأت فرعون۔ فرعون کی بیوی کی ✦

توراۃ موجودہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے نکالکر پرورش کرنا فرعون کی بیٹی کی طرف منسوب کیا ہے یہ ممکن ہے کہ فرعون موجودہ کی بیوی اگلے فرعون کی بیٹی ہو دونوں باقول میں کچھ تعارض نہیں۔ بیگمات جو خاندانی اور بادشاہی نسل کی ہوتی ہیں انکو شہزادی کہا کرتے ہیں اگرچہ وہ ایک شاہ کی بیوی بھی ہوتی ہیں توریت میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور یہ دعا کرنا مذکور نہیں مگر مذکور نہ ہونا اسبات کی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ گذرا نہیں توراۃ مذکورہ میں سیکڑوں واقعات نہیں اور سیکڑوں واقعات میں مبالغہ اور غلطی کی ہے جسکو اہل کتاب کی دیانت یا غفلت سمجھنا چاہیے ✦

مورخین اہل اسلام نے نقل کیا ہے کہ اسوقت کے یہود نے تسلیم کرلیا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کھلم کھلا مقابلہ شروع ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر کمال غصہ آیا کہ اسنے اس کی پرورش کی تھی وہ کمبخت اس نیک بیوی کو

طرح طرح سے ستاتا تھا مگر وہ سب تکلیفوں کو برداشت کر کے اپنے ایمان اور خداپرستی پر قائم تھی مگر جب از حد مجبور ہو گئی تو یہ دعا کی، رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ۔ کہ اے رب مجھے دنیا سے اٹھا اور اپنے پاس بلا لے اور میرے لئے اس شاہی گھر کے بدلے اپنے پاس جنت میں گھر بنا کہ میں سدا وہاں رہا کروں ونجنی من فرعون وعملہ اور مجھے فرعون سے اور اسکے کام سے نجات اور خلاصی دے۔ یعنی موت دے فرعون کا کام کفر اور تکلیف دینا تھا ونجنی من القوم الظلمین۔ اور فرعون کیا تمام خاندان ہی ناپاک اور موذی ہے وہ بھی طرح طرح سے مجھے ایذائیں دیتے ہیں انسے بھی مجھے نجات دے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اسکی دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مگر روایات سے معلوم ہوا کہ قبول ہوئی اور خدا پاک نے اسکو خواب یا بیداری میں جنت کا گھر بنا دیا اور اسکی روح پرواز کر کے وہاں چلی گئی۔

ومریم ابنت عمران اور مریم عمران کی بیٹی کا بھی حال بیان کرتا ہے اور اسکی بھی تمثیل دیتا ہے۔ مریم کون تھی؟ التی احصنت فرجہا جسنے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ یہ اسلئے فرمایا کہ یہود اسپر زنا کی تہمت لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توبہ توبہ حرامی کہتے تھے اسکی پاکدامنی کے سبب فنفخنا فیہ من روحنا ہم نے اسمیں اپنے ہاں کی روح پھونک دی جس سے وہ حاملہ ہو گئیں فیہ کی ضمیر فرج کیطرف راجع ہے اور فرج کا اطلاق اسجگہ عضو مخصوص پر نہیں کسلئے کہ محاورہ عرب میں کرتے اور اسکے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے انکے گریبان میں پھونک دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ فیہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے اور بعض قرات میں فیہا مؤنث کی ضمیر ہے انکا مرجع نفس عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسلئے کہ نفس مؤنث ہے اور حضرت مریم کی طرف راجع ہے کس لئے کہ حضرت مریم کے اندر روح پھونکی گئی تھی جس سے حمل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے +

مراد یہ کہ روح ڈالدی گئی چونکہ روح حیات کا باعث ہے وہ تمام جسم میں منتشر ہو جاتی ہے جسطرح کہ ہوا پھونکنے سے تمام ظرف میں منتشر ہو جاتی ہے اسلئے اسکو نفخ سے تعبیر کیا جو ایک عمدہ تشبیہ ہے من روحنا کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ کی روح کا کوئی جزو مریم کے پیٹ میں ڈالدیا گیا جس سبب سے عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں بلکہ روح کی نا ضمیر متکلم کیطرف اضافت تشریف وتعظیم کیلئے ہے جیسا کہ بیت اللہ خدا کا گھر ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی پھر کیا اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہتا اور کسی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے عزت دینے کیلئے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا عام محاورہ ہے بادشاہ عمدہ غلام یا عمدہ گھوڑے کو کہدیا کرتا ہے ہمارا غلام ہمارا گھوڑا + حضرت مریم کو بغیر باپ کے بیٹا جننے کی فرشتہ نے خبر دی تھی اس نیک عورت نے اسکی تصدیق کی وصدقت بکلمات ربہا اپنے رب کی باتوں کو سچا جانا اور کتبہ اسکی فرستادہ کتابوں پر بھی ایمان لائی پہلی کتابوں میں حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور تھا یہ اسکے ایمان کی کمال قوت تھی وکانت من القنتین اور وہ عبادت گزاروں میں سے تھی بیت المقدس میں جو جماعت مردوں کی شب و روز عبادت میں رہتی تھی مریم بھی انمیں سے تھی یا یہ کہ گو عورت تھی مگر مردانہ تھی اسلئے قانتین فرمایا قانتات نہ فرمایا۔ نبی صلعم نے فرمایا جنت کی عورتوں میں افضل مریم و آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم) صحیحین میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں آسیہ فرعون کی بیوی مریم عمران کی بیٹی وخدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی سب کھانوں پر +

ف ان چار عورتوں کی مثال میں بہت فوائد ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ کسی کی نیکی بد کو فائدہ نہیں دیتی اور بد کی بدی نیک کو مضرت نہیں پہنچاتی۔ ازانجملہ یہ کہ نیکوں کی صحبت کبھی بدوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔ ازانجملہ یہ کہ عورت کی عصمت و عفت نیک نتائج پیدا کرتی ہے جیسا کہ حضرت مریم کیلئے ہوا ازانجملہ یہ کہ حق سبحانہ کی طرف تضرع اور رجوع کرنا سینکڑوں مصائب سے نجات دیتا ہے اور ہر حالت میں حضرت الٰہیہ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے (از کبیر) ۱۲ منہ

ف ثرید روٹیاں توڑ کر شوربے میں بھگو کر عرب کھاتے ہیں اس کھانے کو ثرید کہتے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کھانوں سے مرغوب تھا اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تشبیہ دی ۱۲ منہ

سورۃ ملک مکیہ ہے اسمیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تیس ۳۰ آیات اور دو ۲ رکوع ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ

بابرکت ہے۔ وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں (دارین کی) سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی بنائی۔ تاکہ تم کو آزمائے کہ

اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

تم میں کس کے اچھے کام ہیں؟ اور وہ (بڑا) زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔ جس نے کہ سات آسمان اوپر تلے بنا دیئے۔ اے نظر کرنیوالو رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں

مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۞ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ

کوئی فرق نہ دیکھا۔ تو پھر نگاہ دوڑا کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے۔ پھر دوبارہ دیکھ (حاصل یہ) ہوگا۔ کہ تیری نگاہ تھک کر خیرہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی

ترکیب تبارک تفاعل من البرکۃ وہی النماء والزیادۃ حسیۃ کانت او عقلیۃ وکثرۃ الخیر ودوامہ ایضا و صیغۃ التفاعل للمبالغۃ فی ذلک الملک مبتداء بیدہ خبرہ والجملۃ صلۃ الذی وہو فاعل تبارک وہو علی کل شیء قدیر الجملۃ معطوفۃ علی الصلۃ مقررۃ لمضمونہا لیبلوکم واللام متعلقۃ بخلق ایکم مبتدا احسن عملا خبرہ والجملۃ واقعۃ موقع المفعول ثانیا لفعل البلوی المتضمن معنی العلم الذی خلق سبع سموٰت قیل ہو نعت للعزیز الغفور او بیان او بدل والاوجہ انہ نصب او رفع علی المدح متعلق بالموصولین السابقین معنی وان کان منقطعا عنہما اعرابا۔ طباقا صفۃ بسبع سموٰت ای مطابقۃ علی انہ مصدر وصف بہ المفعول او مصدر مؤکد لمحذوف ہو صفتہا ای طوبقت طباقا۔ او ذات طباق جمع طبق کجبل وجبال او طبقۃ کرحبۃ ورحاب ماتری صفۃ اخری السبع سموٰت و قرئ تفوت ومعناہما واحد کرتین مصدر ای رجعتین والمراد بالتثنیۃ التکریر والتکثیر کما فی لبیک وسعدیک ینقلب مجزوم لکونہ جواب الامر خاسئا بعیدا عن اصابۃ المطلوب کانہ طرد عنہ طردا بالصغار حال من البصر وحسیر حال فعیل بمعنی فاعل من الحسر وہو الاعیاء یقال حسر بصرہ یحسر حسورا اے کل وانقطع وبلغ الغایۃ فی الاعیاء ؎

تفسیر

اس سورۃ کا نام سورۃ تبارک اور واقعہ اور منجیہ ہے۔ تبارک اس لئے کہ یہ لفظ اسکے اوّل میں ہے۔ اور اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والے کو برکت حاصل ہوتی ہے۔ واقعہ اور منجیہ اس لئے کہ اپنے پڑھنے والے کو ضلالت سے دنیا میں عذاب سے آخرت میں بچاتی اور نجات دیتی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قرآن میں تیس آیات ہیں جنہوں نے ایک شخص کی شفاعت کی یہانتک کہ وہ بخشا گیا۔ وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے (رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) ابن عباسؓ فرماتے ہیں بعض صحابہؓ نے ایک قبر پر خیمہ قائم کیا اور اسے معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ وہاں ایک آدمی کو سنا کہ تبارک الذی پڑھتا ہے یہانتک کہ اسکو تمام کیا۔ تب اس صحابی نے آکر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ سورۃ مانعہ ہے۔ یہ منجیہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے (رواہ الترمذی) جابرؓ کہتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جبتک کہ الم تنزیل و تبارک الذی بیدہ الملک تمام نہ کر لیتے تھے (رواہ الترمذی والدارمی) ؎

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ قرطبی کہتے ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد سورۃ حاقہ و سورۃ معارج نازل ہوئی۔ مگر حسن بصریؒ وغیرہ فرماتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی لیکن کلام کا طرز کہے دیتا ہے۔ کہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اور یہ سورۃ رحمانیات سے ہے۔ کہ بجائے اسم ذاتیات کے اسم رحمٰن اسمیں مستعمل ہی اور دیگر سورتیں کہ انہیں اسم رب کا استعمال ہے انکو ربانیات کہتے ہیں۔ ربط اس سورۃ کا اس سے پہلے سورۃ تحریم سے متعدد وجوہ سے ہے جو تامل کرنے سے واضح ہو سکتی ہیں

رحمانیات ربانیات

ازانجملہ یہ کہ پہلی سورۃ میں آداب و شرائط مرد و عورت کے مذکور تھے۔ کہ عورت کو مرد کی مخالفت نہ چاہیئے۔ اور مرد کو لازم ہے۔ کہ اہل و عیال کو معاصی سے روکے۔ اور ان سے لذت لیکر یا انکی رضامندی کیلئے احکام الٰہی میں کوتاہی نہ کرے۔ لم تحرم ما احل اللہ۔ اس سورۃ میں لوازم و آداب خدائی مذکور ہیں۔ وہاں ایک گھر کی ریاست مذکور تھی۔ یہاں تمام عالم کی جہانداری مسطور ہے۔ ازانجملہ یہ کہ اس سورۃ میں مرد و عورت کی خانہ داری مذکور تھی اور یہ بھی کہ باوجودیکہ مرد گھر بناتا عورت کیلئے رزق و آسائش کا سامان کرتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ ذراسی خلاف طبع بات پر بگڑ بیٹھتی ہے اور مرد کو اسکے فرائض منصبی سے ترک کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس سورۃ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ خداتعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے۔ موت و حیات کا مالک ہے۔ دنیا کا گھر آسمان و زمین اسی نے بنایا۔ اور گھر کو قندیلوں سے آراستہ کیا۔ رزق و روزی کے سامان پیدا کیے۔ دار آخرت کا رستہ بتانیوالے ہادی بھیجے۔ اور پھر ہر طرح سے اس کا قبضہ و قدرت ہے۔ مگر اسکے بندے اسکی کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں۔ اسکی خدائی میں اوروں کو حصہ دار ٹھیراتے ہیں۔ مگر وہ دنیا میں اسپر بھی کسی کے رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا درگذر کرتا ہے۔ اسمیں بالادستوں کو تعلیم ہے کہ زیردستوں پر رحم کیا کریں اور اپنے بالادست کی نافرمانی سے باز آئیں۔ ورنہ ایک دوسرے جہان میں جہنم کے قیدخانہ میں سزا بھگتنی پڑیگی۔ اور اس مخالفت و نافرمانی سے اسکی بادشاہت میں کوئی بھی قصور نہیں آتا۔ ازانجملہ یہ کہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کی زیادہ توجہ ان چند مسائل کی طرف ہے۔ اول خداتعالیٰ کی توحید و صفات کا مسئلہ دوم دار آخرت کا مسئلہ کہ وہ ایک جہان ہے جہاں جاکر برے بھلے کاموں کی جزا و سزا پانی ضرور ہے۔ سوم نبوت کا مسئلہ کہ اس نے دنیا میں بندوں کی راہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں۔ چہارم اصلاح معاش کا مسئلہ کہ دنیا میں ایسا کرنا چاہیئے منجملہ ان کے حقوق زوجیت و خانہ داری کے طریقے بھی ہیں۔ اور قرآن مجید میں کمال یہ ہے۔ کہ ان مسائل کو مختلف عنوان اور نئے نئے اسلوب سے موٹی موٹی نظیروں اور عام محاوروں اور مشہور قصوں اور لوگوں کے مسلمہ واقعات اور ذہن میں بیٹھے ہوئے علوم و خیالات میں بیان کرجاتا ہے جس سے عالم و جاہل اپنے اپنے مذاق کے موافق لطف حاصل کرتے ہیں۔ سورۂ تحریم میں ابتدا مسئلۂ معاش سے تھی۔ اور بعد میں اور مسائل بھی ضمناً بیان ہوئے تھے۔ اس سورۃ میں ابتدا مسئلہ مبدء حق سبحانہ کی ذات و صفات سے کی گئی۔ اور اسکے بعد اور مسائل بھی بیان کئے گئے۔ اور معاد کے مسئلہ کا بھی ثبوت پیش کیا گیا۔ تاکہ اس بادشاہ حقیقی سے ڈر کر ہر کوئی مسئلہ معاش کے قوانین و دستورات کی پابندی کرے۔ اور بھی وجوہ ہیں۔ فقال تبارک الذی بیدہ الملک۔ بڑا بابرکت ہے وہ جس کے قبضہ میں ملک ہے۔ برکت خیر کثیر دائم ایش و دوام مبارک جسمیں یہ برکت ہو۔ دنیا میں جسکے پاس مال و اولاد زیادہ ہو۔ اسکو کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت ہے اور جو یہ چیزیں جلد جاتی رہیں۔ کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت نہ ہوئی اور ہر چیز اپنے موقع پر کام آئے اسمیں بھی برکت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ فضول خرچی سے جو مال اڑجائے کہتے ہیں برکت نہ ہوئی۔ یا بے موقع صرف ہو تب بھی کہتے ہیں برکت نہ ہوئی انہیں لحاظ سے علم کی برکت عمر کی برکت ہے۔ خیر کثیر۔ اول موقع پر استعمال اور سوم مثمر بنتائج ہونا اور دوام یہ چار باتیں برکت کے معنی میں ملحوظ ہیں جو شخص اس جہان زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا ہو اور جس نے دنیا میں طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہو اور پھر ہر ایک کی روزی رزق اور انکے سامان عطا کرتا ہو۔ اس سے زیادہ بابرکت کون ہے۔ کہ اسقدر صرف پر بھی اسکے ہاں کمی نہیں اسلئے لفظ تبارک فرمایا گیا جسکے معنی زیادہ برکت والا الذی بیدہ الملک۔ گویا تبارک کے دعوے پر ایک واضح دلیل ہے۔ ملک عالم محسوسات آسمان و زمین حجر و شجر انسان و اشجار و احجار یعنی عالم اجسام۔ ملک جب اس کے ہاتھ یعنی قبضہ میں ہے تو اسکی بابرکت ہونے میں کیا کلام ہے۔ اور اس لئے تبارک الذی فرمایا۔ تبارک الرحمٰن نہ فرمایا۔ ورنہ دعوے دلیل کا محتاج ہوتا۔ عالم ملکوت کو جب تصور کیا جائے۔ اور ذرہ سے لیکر آفتاب تک جو کچھ اس کے فیضان و انعامات کے دریا رواں ہیں۔ اور پھر ہر روز ترکیبات نادرہ و اوضاع عجیبہ امکان سے فعلیت کے مرتبہ میں ظاہر ہورہے ہیں۔ ان کو بھی خیال کیا جائے تو بے اختیار دل کو اسکی طرف کشش پیدا ہو اور روح پکار اٹھے تو ہی تو ہی تو ہی تو ہی ہے

تو تھی عالمِ ملک کے لئے بلحاظ فیض رسانی لفظ تبارک مناسب ہے جیسا کہ عالمِ ملکوت کیلئے (جو نفس ناطقہ سے لیکر قلمِ اعلیٰ تک ہے یعنی عالمِ ارواح) باعتبار تنزیہ و تقدیس کے جو روحانی عالم کیلئے مناسب ہے لفظ تسبیح زیبا ہے چنانچہ سورۂ یٰسین کے اخیر میں فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی فرمایا۔ وہاں تبارک الذی بیدہ ملکوت کل شئی نہ کہا بیدہ الملک میں اس طرف وہم جاسکتا تھا کہ موجودہ عالمِ اجسام پر اسکی بادشاہی ہے اس سے بڑھکر اور قدرت اسمیں نہیں اسلئے ترقی دی گئی وھو علی کل شئی قدیر کہ وہ ہر شے پر قادر ہے ایسے ایسے سینکڑوں عالم پیدا کرسکتا ہے اس عالم کو فنا کرسکتا ہے ہمیں جیسا چاہے تصرف کرسکتا ہے جہاں تک تمہارے فہم کو بھی رسائی نہیں وہاں تک بلکہ اس سے بھی پرے تک اسکی قدرت کا جھنڈا قائم ہے ۔

شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں اسلئے اسکو اپنی ذات پر قادر مانکر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپکو یا اپنی صفات کو نیست کرسکتا ہے غلط خیال ہے کسلئے کہ وہ اور اسکے صفات واجب ہیں ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا بھی پیدا کرسکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اسلئے کہ ان میں مقدور ہونیکی صلاحیت ہی نہیں اسکی قدرت میں کوئی قصور نہیں بعض کہتے ہیں شئے موجود کو کہتے ہیں جسمیں ممکن اور واجب دونوں شریک ہیں نہ ممتنع۔ پھر ان اصول پر علماء کلام نے بہت سی تعریفات قائم کی ہیں اس سے بڑھکر اور کسی کی کیا قدرت ہوگی کہ عالمِ وجود (جسمیں فلکیات ملکوت ہیں) اور عالمِ عدم دونوں اسی کے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں اسلئے فرماتا ہے۔ الذی خلق الموت والحیوۃ کہ اسنے موت یعنی عالمِ عدم اور حیات یعنی عالمِ وجود بنایا یا یوں کہو اس نے اپنی برکت کا اظہار دو جملوں میں کیا اول الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئی قدیر جس سے تمام نعمتوں کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا جملہ الذی خلق الموت والحیوۃ ہے۔ اسمیں عالمِ آخرت کی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔ موت سے مراد دنیا کی موت اور حیات سے مراد حشر کے دن کی حیات گویا ایک جملہ میں اس جہان کی بادشاہت کا ثبوت تھا۔ تو دوسرے میں اس جہان باقی کی بادشاہت کی طرف ایماء ہے۔ پھر جو دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے زیادہ کون مبارک ہے؟ اس لئے ہر حال میں اسکی طرف ملتجی ہونا چاہیے اس تقدیر پر موت کا مقدم کرنا اور حیات کا مؤخر کرنا بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر ذاتی پر مبنی ہے کس لئے کہ دنیا کی موت اوّل ہوتی ہے پھر آخرت کی زندگی ہوگی۔ یا یوں کہو۔ کہ منجملہ ظہور برکات الٰہیہ کے ایک برکت انسان کو اپنا مظہر بناکر علم و ادراک سے مزین کرنا۔ اور خلافت کی کرسی پر بٹھانا ہے۔ مگر پوری برکت یہ ہے کہ عالمِ باقی کیلئے نیک کاموں پر بھی اسکو آمادہ کردینا چاہیے اسلئے بُرے کاموں سے روکنے والی اور نیک کاموں پر آمادہ کرنیوالی چیز کو ذکر کیا۔ کہ اس نے موت اور زندگی بنائی۔ دنیا کی زندگی مراد لی جائے۔ تو موت کو اس سے مقدم کیا۔ کہ موت کو خیال کرتا ہے۔ اور اس چندروزہ زندگی کو ہیچ سمجھے۔ دوم یہ کہ اس جہان میں موت ذاتی اور حیات عارضی ہے۔ اور ذاتی عارضی پر مقدم ہوتا ہے۔ اور اگر موت سے مراد وہ حالت لی جائے جو نطفہ میں تھی۔ یعنی انسان جسوقت نطفہ تھا۔ تو بھی موت مقدم ہے۔ حیات تو نعمت ہی ہے۔ مگر دنیا میں موت بھی اس کے برکات کا مظہر ہے کس لئے کہ اگر موت نہ ہو۔ اوّل تو یہ قوائے جسمانیہ تو دو سو برس کے بعد بلکہ اس سے بھی پہلے بیکار ہوجائیں۔ اور زندگی وبال ہوجائے۔ دوم دنیا میں بہت لوگونکی موت اور دوسروں کیلئے راحت ہوتی ہے۔ سوم دار آخرت کی زندگی اس کڑوے پھل کھانے پر موقوف ہے۔ ہر ایک کو اس پُل سے گزرنا ہے۔ اور عالمِ جاودانی میں جانا اور نیک و بد اعمال کی سزا و جزا پانا ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ تاکہ تمہیں آزمائے کہ کس کے اچھے عمل ہیں؟ یہ دنیا ایک کھیت ہے۔ جس نے نیک کاموں کا تخم بویا ہے۔ وہ اس جہان میں اسکے عمدہ پھل کھائیگا۔ برکت حاصل کریگا۔ حسن عمل کی تفسیر بعض روایات میں یوں آئی ہے کہ احسن عقلا و اورع عن محارم اللہ واسرع فی اطاعۃ اللہ کہ عقل عمدہ پیدا کرے کس لئے کہ تمام دینیات کا اعتبار و مدار عقل پر ہے۔ عاقل بہت جلد عبرت حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے بعد خدا کی ممنوع چیزوں سے اور ممنوع کاموں سے بچے۔ اور اس کی اطاعت میں جلدی کرے۔ غفلت اور آج کل میں اس عمر گراں مایہ کو نہ گنوائے ۔

ایک بات قابل بحث یہ باقی ہے کہ موت زوال حیات کا نام ہے پھر اسکے پیدا کرنیکے کیا معنی؟ جواب (۱) موت و حیات میں مقابلہ ہے تقابل عدم و ملکہ کس لئے کہ موت اسکے حس و حرکات کا زوال ہے کہ جس میں اسکی حس و ادراک کی صلاحیت ہو اسلئے لکڑی پتھر کو مردہ یا زندہ نہیں کہتے اور عدم ملکہ عدم محض نہیں بلکہ اس میں وجود کا شائبہ ہے اس لئے اسکا مخلوق ہونا بعید از قیاس نہیں (۲) بعض روایات سے ثابت ہے کہ عالم مثالی میں موت و حیات وجودی چیزیں ہیں موت کو اس عالم میں ابلق مینڈھے سے مشابہت ہے اور حیات کو ابلق گھوڑے سے اسلئے ان پر خلق کا لفظ استعمال کرنا درست ہے لیکن بعض علماء نے خلق کو معنی جعل قرار دیا کہ موت اور زندگی بنائی:

سوال۔ لیبلو حق سبحانہ کی نسبت کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کسلئے کہ اس کو ہر چیز کا علم ازلی ہے اسکو آزمائش کی ضرورت کیا ہے؟

جواب علم کی دو قسمیں ہیں ایک اجمالی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے دوسرے تفصیلی اشیاء کے پیدا ہونیکے بعد علم تفصیلی میں حق سبحانہ کو علم اجمالی سے کوئی زیادہ بات معلوم نہیں ہوتی دونوں کا یکساں انکشاف ہوتا ہے اسجگہ مراد علم تفصیلی ہے اور وہی بندوں پر الزام کرام کیلئے حجت و سند ہے:

بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں بد یا نیک ان کے وقوع ہونیکے بعد خدا کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں یا پوری سزا و جزا نیک اعمال کا بدلا برے اعمال کی سزا جہنم یا درگزر اور بخشش اسلیئے اس کے بعد یہ بھی فرمایا وہو العزیز کہ وہ زبردست ہے ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلا بھی دے سکتا ہے برے کاموں کی سزا بھی دے سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی اسمیں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے۔ الغفور۔ وہ معاف کرنیوالا بھی ہے اسمیں دوسری بات کیطرف اشارہ ہے اور نیز شایان شاہی بھی یہ دونوں وصف ہیں بادشاہ میں اگر قدرت شوکت نہیں تو بھی اس کی بادشاہت میں نقص ہے اور اگر بخشش و عطا نہیں تو بھی اس کی سلطنت اور اس کی برکت میں کمی ہے:

تبارک الذی بیدہ الملک وہو علی کل شیء قدیر مسئلہ توحید و اثبات صفات باری کا ثبوت تھا اور الذی خلق الموت والحیوۃ پہلے مسئلہ کا تتمہ اور دوسرے مسئلہ معاد کی تمہید ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا وہو العزیز الغفور میں مسئلہ معاد کا بیان ہے اور دونوں مسئلوں میں تقدیم و تاخیر ایک عجب لطف دے رہی ہے کسلئے کہ انسان جب تک خدا قادر اور اسکے صفات شاہنشاہی وغیرہ کا قائل نہ ہو گا مرنیکے بعد یا دنیا میں نیک و بد کاموں کی سزا و جزا کا بھی قائل نہیں ہو سکتا اور یہی اعتقاد انسان کو راستی نیکوکاری و احسان کی طرف محرک اور بری باتوں سے مانع ہے۔ چونکہ مسئلہ توحید ایک ایسے بیان سے ثابت کیا کہ جس کو عقول عالیہ بخوبی سمجھ سکتی ہیں مگر عقول سافلہ و متوسطہ بغیر کسی نظیر و شاہد کے جو اسکی شاہنشاہی اور قدرت کاملہ کی واضح دلیل ہو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتی تھی اور سمجھانا ہر فریق کا مقصود تھا اس لئے اسکے بعد شواہد و دلائل پیش کرتا ہے فقال الذی خلق سبع سموات طباقا وہ کہ جس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے عالم ملک میں آسمانوں اور ان کے ستاروں سے بڑھکر کوئی بڑی چیز نہیں۔ آفتاب ماہتاب زحل مشتری مریخ زہرہ عطارد اس قدر بڑے اجسام ہیں کہ زمین سے لاکھوں درہزاروں حصے زیادہ ہیں پھر انمیں نور اور عجائبات رکھے ہوئے ہیں جن کے آگے زمین کے عجائبات و مخلوقات کی کچھ بھی حقیقت نہیں ان ساتوں کے سوا رجو ایک کے اوپر دوسرا ہے اور سنکڑوں ثوابت اور بعض ستارے ہیں جو زمین سے کروڑوں حصے بڑھکر ہیں یہ کس نے بنائے؟ یہ از خود نہیں بن گئے کس لئے کہ اجرام علویہ کا مادہ یکساں ہے اور ہر ایک کا مقتضی طبعی برابر ہے پھر ان کو اوپر تلے اور بڑا چھوٹا کس نے کر دیا از خود ہوتے تو یکساں ہوتے طباقا کے لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے جب ان ستاروں کی یہ کیفیت ہے تو ان آسمانوں کی وسعت کا کیا ٹھکانا ہے جنمیں یہ ہیں اور حرکت کرتے پھرتے ہیں حال کا فلسفہ سات آسمانوں کا قائل نہیں وہ ان بلند سات ستاروں کو سبع سموات کا مصداق سمجھتے ہیں مگر توریت

سوال

علم اجمالی و تفصیلی

پہلا مسئلہ

سفر التخلیقہ کے اول باب اور دیگر مقامات پر بھی آسمانوں کا بنانا خدا کو ہے پاک کتابیں اور اگلے حکیم سب اسکی شہادت دے رہے ہیں ؛

ان ستاروں کی ایسی تیز حرکت کہ منٹوں میں سیکڑوں کوسوں کا فاصلہ طے کر جاتے ہیں پھر باہم ٹکراتے نہیں یا تے ہر ایک اپنے مدار پر دورہ کر رہا ہے۔ یہ اسی بادشاہ ذوالجلال قادر کا کام ہے نہ طبائع اجرام علویہ کا نہ کسی اور کا۔ پھر ان کی شعاعوں سے جو کچھ تاثیرات زمین پر ہوتے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں ؛

دوسرا شاہد

اسکے بعد دوسرا شاہد اس محکم عمارت کی استواری ہے۔ فقال ماتری فی خلق الرحمٰن من تفاوت۔ اے نظر کرنیوالے تو رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں (جو بڑا بابرکت اور بادشاہ اور قادر ہے) کوئی فرق نہیں دیکھیگا قدرت نے اپنی کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لیکر حیوانات نباتات عناصر اجرام علویہ سبع سمٰوٰت اور نیرات تک یکساں کاریگری کی ہے یہ نہیں کہ بعض اشیا کو حکمت و بصیرت سے بنایا اور بعض کو یونہی کیفما اتفق بے سوچے سمجھے یا بیکار و فضول بنا دیا ہے صرف انسان کے اعضاء کا تناسب اور حسن ترتیب عقل کو حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے کسی درخت کے پتے یا پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھیے گا تو آپ بول اٹھیگا کہ سبحان اللہ تیری صنعت۔ یہ ہیں ماتری فی خلق الرحمٰن من تفاوت کے معنی یہ مراد نہیں کہ مخلوقات میں باعتبار انکی جسامت اور رنگت اور تاثیر کے کوئی فرق نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو شبہ ہو جاوے کہ یہ طبیعت اجسام کا یکساں فعل ہے اور نیز کارخانہ دنیا میں انتظام نہ رہے فارجع البصر ہل تری من فطور اگر ایک بار دیکھنے میں شبہ باقی رہ جائے تو پھر دیکھ تجھکو کوئی اسکی صنعت میں فطور بھی دکھائی دیتا ہے ؛ ہرگز نہیں فطور فطر کی جمع ہے اور فطر کے معنی دراز یا دراڑ کے ہیں قتادہ کہتے ہیں اسکے معنی خلل کے ہیں۔ ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے سدی کہتے ہیں فطور کے معنی خروق ہیں شگاف کے لحاظ سے یہ دیکھنا آسمان اور ستاروں کیلئے زیادہ چسپاں ہیں ؛

سوال

سوال احادیث صحیحہ و آیات قرانیہ سے آسمانوں میں دروازے ثابت ہیں ابواب السماء کا لفظ آیا ہے پھر فطور تو پایا گیا ؛

جواب

جواب کسی چھت یا مکان مرتفع میں کھڑکی یا دروازہ جو ہوتا ہے تو کاریگر کے ارادہ اور صنعت سے ہوتا ہے اس کو فطور نہیں کہتے فطور دراڑ یا درز جو کاریگر کی صنعت میں قصور ہونے سے اس کے ارادہ بغیر ہو جاوے یہی اس عمارت کا نقص ہے اسکے بعد بھی اگر شبہ رہجاوے تو ثم ارجع البصر کرتین پھر دوبارہ نگاہ کر ؛

سوال

سوال یہ نگاہ دوبارہ ہوگی بلکہ تیسری بار کے لیئے کہ دوبارہ اس سے پہلے نظر کر چکا۔ پھر کرتین کا لفظ کیونکر صحیح ہوگا جو کرہ بمعنی بار کا تثنیہ ہے ؛

جواب

جواب تثنیہ سے مراد کثرت ہے جس کے معنی ہونگے بار بار دیکھ یعنی کئی بار نظر کر کہ شبہ نہ رہے اور عرب کی زبان میں تثنیہ کثرت کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لبیک وسعدیک حنانیک وہذا ذیک ینقلب الیک البصر خاسا وہو حسیر کوئی عیب و خلل دکھائی نہیں دیگا بلکہ نگاہ دیکھتے دیکھتے تھک جائیگی پھر کر آئیگی تیری طرف تیری نگاہ خیرہ درماندہ ہو کر خاسا بعد امن قولک خسات الکلب ذا باعدتہ۔ مبرد کہتے ہیں خاسی کے معنی ہیں ڈھتکارا ہوا ذلیل ابن عباسؓ کہتے ہیں خاسی وہ ہے جو اپنے مقصود کو نہ دیکھے حسیر یہ حسر العین ابعد المرئی سے مفعول بھی ہو سکتا ہے اور حسور نکان کے معنی سے فاعل بھی ہو سکتا ہے بہت دیر تک جب کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور اندھیرا سا ہو جاتا ہے نگاہ جو اس شئے پر تھی ایسی حالت میں وہاں سے لوٹ آتی اور چوندھیا جاتی ہے ؛

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

اور ہم نے نیچے کے آسمان کو (ستاروں کی) قندیلوں سے آراستہ کر رکھا ہے۔ اور ہم نے ان ستاروں کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بھی بنا رکھا ہے۔ اور ان کیلئے آتشی عذاب بھی تیار کر رکھا ہے۔

ترکیب الدنیا من الدنو بمعنی القرب فہی صفۃ للسماء ای القربی الی الارض من بقیۃ السموٰت وہی التی یراہا الناس مصابیح جمع مصباح اراد بہا الکواکب لانہا تضیء کاضاءۃ السرج ففی الکلام استعارۃ تصریحیۃ لان حقیقۃ المصابیح السرج والباء تتعلق بزینا وجعلنا عطف علی زینا رجوما مفعول ثان لجعلنا والرجوم جمع رجم بالفتح وہو مصدر یراد بہ المرجوم والضمیر المنصوب فی جعلنہا الی المصابیح واللام فی للشیاطین متعلق بجعلنا وقیل برجوما واعتدنا عطف علی زینا السعیر قال المبرد سعرت النار فہی مسعورۃ وسعیر کقولک مقبولۃ وقبیل

تفسیر تیسرا شاہد ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح کہ ہم نے نیچے کے آسمان کو (یعنی ساتوں آسمانوں میں جو سب سے نیچے ہے اور جو ہمکو دکھائی دیتا ہے) ستاروں کے چراغوں سے رونق دی جب رات کو دیکھتے ہیں تو ہزاروں قندیلیں نظر آتی ہیں آسمان کی جگمگاہٹ دکھائی دیتی ہے۔ اہل ہیئت نے ثابت کیا ہے کہ وہ تارے جو از خود حرکت نہیں کرتے انکو ثوابت کہتے ہیں۔ آٹھویں آسمان پر ہیں اور سات ستارے چاند، سورج، عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل جو حرکت خود بھی کرتے ہیں۔ انمیں سے صرف چاند تو اول آسمان ہے جسکو سب سے نیچے کا آسمان اور السماء الدنیا کہتے ہیں۔ باقی اوپر کے آسمانوں میں ہیں مگر آسمان صاف اور شفاف ہیں اسلئے اوپر کے آسمانوں کے ستارے اور ثوابت بھی اسی آسمان پر دکھائی دیتے ہیں جسطرح پانچ چھ آئینے اوپر تلے دھری ہوں تو اوپر کے آئینوں میں نقش و نگار ہوں۔ وہ سب نیچے کے آئینے میں معلوم ہوتے ہیں۔

اب غور کرو کہ ان ثوابت و سیارات کا ایسا طلوع و غروب اور ایسے مواقع پر ہونا یہ بھی اس حکیم قادر کا فعل ہے جس نے انہیں روشنی عطا کی نئی ہیئت والوں کے نزدیک یہ ثوابت و سیارات ابعاد مختلفہ پر دورہ کرتے ہیں۔ اور جو بہت چھوٹے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بہت دور ہیں گو فی نفسہ وہ زمین سے سینکڑوں حصے بڑے ہیں۔ اور بعض ایسے دور ہیں کہ دکھائی بھی نہیں دیتے اور یہ فضاء جس میں دورہ کر رہے ہیں آسمان ہے۔ اور ہر ستارے کے لحاظ سے فضاء کی وسعت ہے تارے مشہور ہمیشہ سے سات ہیں۔ اسلئے ان ساتوں فضا کو سبع سمٰوٰت کہتے ہیں۔ گو حال میں اور بھی ستارے ثابت ہوئے ہیں انکے نزدیک بھی اس فضا کا شب میں مختلف قندیلوں سے مزین نظر آنا بہت قوی دلیل آثار قدرت و حکمت پر ہے چوتھا شاہد وجعلنہا رجوما للشیاطین۔ کہ ہم نے تاروں کو شیاطین کے پھینک مارنے کیلئے بھی تیار کر رکھا ہے۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ شیاطین اسرار آسمانی سننے کیلئے اوپر چڑھا کرتے ہیں فرشتے انکو ان انگاروں سے مارتے ہیں۔ رات کو جو تارہ ٹوٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہی رجوم ہیں سورۂ صافات میں بھی آیا ہے۔ انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظا من کل شیطان مارد۔ لا یسمعون الی الملاء الاعلٰی ویقذفون من کل جانب دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب جعلنہا کی ضمیر جنس مصابیح کی طرف راجع ہے۔ نہ عین مصابیح کی طرف اس لئے کہ شیاطین پر وہ ستارے نہیں پھینکے جاتے جو آسمان پر ہیں (ابن کثیر) لفظ مصابیح یا کواکب یا نجوم ان ستاروں میں بھی مستعمل ہوتا ہے جو آسمانوں پر ہیں اور ان ادخنہ پر بھی جو رات کو ٹوٹتے ہیں۔ یہ جنس ہے اس کے بعض افراد زینت کا کام دیتے ہیں اور بعض سے شیاطین مارے جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ خاص ستارے جو آسمانوں پر ہیں۔ پھینکے جاتے ہیں۔ زمین سے جو ادخنہ اٹھ کر اوپر جاتے ہیں اور کرہ نار کے قریب پہنچتے ہیں تو انہیں آگ لگجاتی ہے اور وہ جلتے ہوئے انار سے چھوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ گو علت یہ ہو مگر اس سے کام یہ لیا جاتا ہے۔ کہ وہ شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں حال کی تحقیقات سے دمدار ستارے اور دیگر چھوٹنے والے ستارے ادخنہ ثابت نہیں ہوئے بلکہ وہ بھی ایک خاص ستارے اور خاص مادے ہیں اور لوگوں نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ جب کبھی یہ تارے ٹوٹتے ہیں تو سیدھے زمین کیطرف نہیں آتے جو انکا حرکت طبعی تھا۔ بلکہ ادھر ادھر بھی جاتے ہیں جیسا کسی نے پھینک کر مارا ہو شیاطین کا وجود اور اسرار سمٰوٰت کیلئے اوپر جانا کئی بار ہم ثابت کر چکے ہیں مقدمہ دیکھو یہ شیاطین کی دنیا میں سزا ہے آخرت میں ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے یہ شاہد بھی اسکی شاہنشاہی پر دال ہے کہ مفسدوں کیلئے کیسے کیسے عقوبتیں تیار کر رکھے ہیں۔

ف بعض مفسرین نے وجعلنہا رجوما للشیاطین کے یہ بھی معنے بیان کئے ہیں کہ ان ستاروں سے شیاطین یعنی منجمین بادہ سے چلتے ہیں کہ ان کی تاثیرات سے احکام لگاتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اوروں کو بھی گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے عذاب آتش تیار کر رکھا ہے ۱۲ منہ

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ

اور جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے شور کی آواز سنیں گے۔ اور وہ

تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا

جوش مارتی ہوگی (اور) جوش کے مارے پھٹی پڑتی ہوگی۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا۔ تو ان سے اسکے داروغہ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے

بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَ

ہاں بیشک ہمارے پاس نذیر تو آیا تھا۔ پر ہم نے جھٹلا دیا۔ اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور دوزخیوں سے

قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

کہیں گے۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو کاہے کو دوزخیوں میں سے ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ سو پھٹکار ہے دوزخیوں پر۔

ترکیب عذاب جہنم مبتدا و للذین کفروا خبر مقدم و قرئی عذاب بالنصب علی انہ عطف علی عذاب السعیر وللذین علیٰ لہم شہیقا منصوب علی انہ مفعول سمعوا لہا فی محل النصب علی الحال ای کائنا لہا وہی تفور الجملۃ حال من الضمیر فی فیہا تکاد الخ الجملۃ اما حال من فاعل تفور او خبر آخر کلما القی استیناف مسوق لبیان حال اہلہا بعد بیان حال نفسہا وقیل حال من ضمیر ہا بلیٰ کان یکفی فی الجواب ولکن جاؤا بالجملۃ المجاب بہا مبالغۃ فی الاعتراف قد جاءنا الخ فسحقا قرئ الجمہور باسکان الحاء وقرئ بضمہا وہما لغتان مثل الرعب منصوب قال الزجاج والو علی الفارسی منصوب علی المصدر ای سحقہم اللہ سحقا وکان القیاس اسحاقا فجاء المصدر علی الحذف فالسحق البعد۔

تفسیر ان شواہد کے بعد پھر مسئلہ معاد کو شروع کرتا ہے اور اس کے لئے مناسبت یہ تھی۔ کہ شیاطین کیلئے عذاب السعیر تیار کرنا فرمایا تھا۔ اس مناسبت سے شیاطین کے سوا اور جسقدر کفار و مشرکین ہیں انکا بھی انجام بیان فرماتا ہے۔ فقال وللذین کفروا بربہم عذاب جہنم کہ ان کیلئے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے جہنم کا عذاب ہے جو بری جگہ ہے رب کا لفظ مربی اور محسن کے ہم معنی ہے پھر دیکھیے جو اپنے مربی و محسن کا انکار کرے۔ اس کیلئے عذاب جہنم ہو تو اور کیا ہو۔ اس لفظ نے عجب لطف پیدا کر دیا۔ انکار کرنا ایک تو یہی معمولی انکار ہے کہ اسکے رسول کو نہیں مانا یا اس کے احکام کو نہ مانا یا صفات توحید و تنزیہ کے خلاف اعتقاد کیا۔ انہیں باتوں کے مرتکب کو کافر کہا جاتا تھا شرک بھی اسی میں آ گیا۔ دوسرا سرے سے اسکی ذات کا انکار کرنا۔ کہ خدا تعالےٰ ہی نہیں جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں۔ اور اسکی نعمتوں کی ناشکری اور گلہ گذاری بھی ایک قسم کا کفر یا کفران ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے یہی عذاب جہنم ہے۔ گو ابدی نہو۔

اس کے بعد اذا القوا سے لیکر فسحقا لاصحٰب السعیر تک جہنم اور جہنمیوں کے کچھ حالات خوفناک بیان فرماتا ہے۔ (۱) کہ جب یہ کفار انمیں ڈالے جاویں گے۔ تو بجائے خیر مقدم و مرحبا و اہلاً وسہلاً کے جہنم کی آوازیں سنیں گے جو اس کے جوش سے نکلتی ہونگی جب آگ زیادہ گرم اور تیز ہو جاتی ہے۔ تو اس کے شعلوں میں سے ایک مہیب صدا آیا کرتی ہے۔ اسی طرح جہنم کی آواز ہوگی۔ وہ تو جب زیادہ گرم ہوگا جبکہ جوش اور غضب لئے اور غصہ سے پھٹے پڑنے کو استعارۃً تعبیر کیا ہے۔ تو اسکی دور دور تک سے ہیبت ناک آوازیں آئینگی العیاذ باللہ (۲) کلما جب جہنم میں ایک گروہ داخل ہوگا۔ تو ان سے جہنم کے داروغہ یعنی فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی نذیر ڈرانیوالا نہیں آیا۔ اور تمکو اس گمراہی سے نہیں روکا جس کے سبب آج اس بلا میں گرفتار ہوئے نذیر خدا رسول اور اسکی کتاب یا اسکے نائب علماء و واعظین اور جہاں کہیں یہ نہ آویں۔ تو وہاں احکام شرعیہ پر مواخذہ نہیں وہاں نذیر عقل و فکر اور آیات قدرت میں غور و فکر ہی نذیر ہی جو خدا تعالےٰ کی وحدانیت کا حکم دیتا ہے۔ وہاں صرف توحید ہی کافی ہے۔ اور عمر کا تبدل حوادث دہر موت اقران و امثال بھی خدا کا نذیر ہے۔ جو بندہ کو خواب غفلت سے بیدار کر کے عالم جاودانی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ مگر یہ غفلات شہوات کے ایسے گراں تودوں میں دبا ہوا ہے۔ کہ سر بھی نہیں اٹھا سکتا، کفار

ف کلما القی فیہا فوج۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام دوزخی ایکبار دوزخ میں نہیں ڈالی جائیں گے بلکہ ہر ایک گروہ اور فرقہ ایک ملک کے یا ایک خاندان کے یا ایک مذہب کے یکے بعد دیگرے داخل ہونگے اور ہر ایک گروہ علیٰحدہ حسب مراتب ہر طبقہ میں بند ہوگا۔ اور ان سے شرمندہ کرنے کے لئے ملائکہ یہ سوال کریں گے۔ اور وہ یہ جواب دیں گے ۱۲ منہ

فرشتوں کے جواب میں انہیں گے بلی کیوں نہیں قد جاءنا نذیر۔ بیشک ہمارے پاس نذیر آیا فکذبنا لیکن ہم نے جھٹلا دیا:
ف ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے رسول اور کتابوں کی تکذیب انکو نہ ماننا یا ان کے احکام و ہدایات کو قبول نہ کرنا جیسا کہ کفار کرتے تھے ہائے دنیا میں جو ہادی اصلاح کرنے آیا لوگوں نے پھولوں کی جگہ ان کی راہ میں کانٹے ہی ڈالے یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ یا ان کے نائبوں حضرات علماء کرام کی تکذیب انکو نہ ماننا انسے تمسخر کرنا انکی عیب جوئی کرنا ان پر بہتان لگا کر ان کے اعتبار میں فرق ڈالنا وغیرہ۔ نذیر عقل کی تکذیب آیات آلہیہ و حوادث دہر میں غور و تدبیر نہ کرنا اور توحید و خدا پرستی پر نہ چلنا رسوم و شہوات میں پڑا رہنا بت پرستی و بدکاری سے باز نہ آنا عمر کے تبدل موت قرآن انقلابات دہر کے نذیر کی تکذیب سے عبرت نہ کرنا عالم جاودانی سے غافل رہنا اس حسی اور فانی جہان کی چیزوں پر مفتون ہونا ہے ہائے افسوس اس نذیر کو ہم کسطرح جھٹلا رہے ہیں بیماری یا مصیبت خدا تعالیٰ کا ایک نذیر آیا تھا اس کے بعد پھر ہم انہیں ظلمات میں مبتلا ہوگئے اقارب و احباب سامنے مرتے ہیں یہ بھی ایک نذیر ہے جو ہمیں پکار پکار کہہ رہا ہے ؎ تمہیں سے چلنی عدم کی منزل کہ جسمیں کھٹکا قدم قدم ہے : نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے :: مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ یہی مر گئے اور دنیا میں انہیں کا نام و نشان مٹ گیا بھلا ہم کب مرنے والے ہیں:

وقلنا کفار کہیں گے ہم نے صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ دیا۔ ما نزل اللہ من شیء کہ خدا نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی نہ کتاب بھیجی نہ احکام نہ حوادث و مصائب یہ تو فلاں سبب سے ہوا وہ موت یوں آئی افلاس یوں آگیا تھا اقبال اس لئے جاتا رہا تھا بیماری اس وجہ سے ہو گئی تھی یہ امور و اسباب پر مبنی تھے خدا نے کیا کیا ان انتم الا فی ضلال کبیر اے جو تم نذیر کہلاتے ہو بڑی گمراہی میں پڑے ہو یہ کہ خدا نے کتاب بھیجی رسول بھیجا احکام بھیجے اس کو کیا پڑی تھی جو دیا کرتا تھا ہوں سے مصیبت آئی و بائیں نازل ہے بھیجی قحط بھیجا بیماری بھیجی اس نے کچھ نہیں بھیجا یہ اپنے خیالات اور جہالت کی باتیں ہیں، اول تو خدا ہی کہاں ہے اور ہے بھی تو اس عالم میں کیا کر سکتا ہے؟ یہاں تک کفار کی گفتگو بھی جو دوزخ میں فرشتوں سے بطور اقرار جرم کریں گے:

ف اگرچہ نذیر واحد ہے مگر ایک نذیر کا بھی وہی مقصد ہے جو دوسرے کا تھا اسلیے انتم جمع کے لفظ سے سب کا انکار تھا:
ف بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ دوزخ کے فرشتوں کا ہو گا کفار کی تقریر سن کر کہ اے بد نصیبو تم بڑی گمراہی میں تھے۔ یا اب بڑی مصیبت میں پڑے ہو مصیبت و عذاب جو ضلالت کے سبب آتا ہے اسپر بھی ضلال کا لفظ مجازاً محاورہ عرب میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اول قول قوی ہے:

اسکے بعد فرشتے کہیں گے کیا تم نے کسی ناصح کی بات نہ سنی یا تم کو خود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلایا جسکے سبب اس بلا میں پڑے تب کفار کہیں گے وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر کہ اگر ہم کسی ناصح کی خبر سنتے یا خود عقل کرتے تو ان دوزخیوں میں نہ ہوتے

تقلید: ف انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں اول اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سنکر مان لے یہ تقلید کا مرتبہ ہے اسلیے اسکو مقدم کیا دوم یہ کہ خود عقل سلیم سے غور و تدبر کرے یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے پھر جسکو دونوں باتیں نصیب نہوں تو اسکے برباد ہونے میں کیا شک ہے:

اجتہاد: ف کفار دنیا میں سنتے تھے عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجاد و اختراع کرتے تھے مگر آخرت کے بارے میں یہ دونوں باتیں نہ تھیں گویا بہرے اور بے عقل تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے فاعترفوا بذنبھم فسحقا لاصحاب السعیر کہ قیامت میں یا جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کیا سو پھٹکار اور لعنت ہے دوزخیوں پر دوزخ میں جاکر اقرار کیا پھر اس کا کیا فائدہ؟ دنیا میں کرتے تو لعنت کے بدلے رحمت ہوتی:

فوائد ف ا۔ ان آیات میں مسئلہ معاد کی نہایت پر اثر و فصاحت کے بیان میں تصویر کھینچی بالخصوص معاد کے متعلق ایک گروہ اشقیا کا حال

۵ آجکل نئی روشنی والوں اور ان کے مرید فرقہ آریہ لوگوں کی یہی گفتگو ہے جس کی غلطی کا اقرار ہمارے سامنے کب کر سکتے ہیں وہیں دوزخ کے فرشتوں کے سامنے کریں گے ۱۲ منہ

اور اسکے ٹھکانے کی ہیبت جو کیفیت بیان فرمائی اور بئس المصیر کی پوری توضیح کردی کہ وہ جگہ ایسی ہی کہ آگ کے شعلوں میں سے ہیبت ناک آوازیں سنائی دینگی اور جہنم غصہ کی ماری پھٹی پڑتی ہوگی اور وہاں دوزخ کے فرشتے جہنمیوں سے سوال کرینگے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تم کو اس مصیبت سے بچنے کی راہ بتاتا۔ اس ضمن میں مسئلہ نبوت کی بھی تصریح کردی۔ کہ دنیا میں اس کام کے لئے آتے ہیں اور جو ان کو نہیں مانتا اس کو یہ عذاب الیم ہمیشہ کیلئے بھگتنا پڑتا ہے اور یوں حسرت و افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے اور دانت پیسنے پڑتے ہیں۔ نبی کی تصدیق و اطاعت کیلئے اس سے بڑھ کر مخاطبین کیواسطے اور کوئی بیان پُر اثر ہو نہیں سکتا۔ کلام میں ان مقاصد کو ملحوظ رکھنا اور دلکش عبارت میں بیان کرنا اعجاز ہے ✦

۲ف شروع سورۃ میں بیان کیا گیا تھا کہ اسکے قبضہ میں ملک ہے یعنی وہی بادشاہ حقیقی ہے پھر جسطرح لوازم سلطنت میں سے قدرت کاملہ اور حیات و ممات پر قبضہ سات آسمانوں کا گھر بنانا اور کس خوبی سے بنانا اور پھر اسکو تاروں کی قندیلوں سے روشن کرنا اور اس کاخ کے چوروں کو تاروں سے مار کر ہلکنا بیان فرمایا تھا جس میں سراسر رحمت اور برکت کا اظہار تھا اسی طرح شیاطین اور ان کے بعد بنی آدم کے کفار و منکرین کا جہنم کے قید خانے میں ڈالنا بیان فرما کر جو سراسر جبروت و اقتدار شاہانہ کی دلیل ہے۔ اسکے بعد فرمانبرداروں کے اعزاز و اکرام بیان فرمادیگا۔ بقولہ ان الذین یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرۃ الخ اس تمام طولی بیان سے بہت سے مذاہب اور عقائد فاسدہ کی اصلاح درد ہے کس لئے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کے سوا کسی اور کو بھی یا اسکی خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اسکا بیٹا اور خدائی کمیٹی کا تیسرا رکن قرار دیتے ہیں اور جسطرح ہنود اپنے اوتاروں کو خدا اور قادر مطلق سمجھتے ہیں یا بعض لوگ ملائکہ و دیگر ارواح طیبات کو اس درجہ پر مانتے ہیں انکا ملک میں کونسا حصہ ہے؟ کس نے آسمان و زمین بنانے میں مدد کی ہے اور کسکا موت و حیات پر قبضہ ہے اور کون قادر مطلق ہے؟ انکے یہ الٰہ دنیا میں بہت باتوں میں عاجز تھے اور اسطرح آخرت میں کسی کا کیا حصہ ہے کون اُسکے قید خانے سے زبردستی چھڑا سکتا ہے کون وہاں انعام و اکرام دلا سکتا ہے یہ سب دلائل و براہین توحید خالص کیلئے ایسے ہیں کہ جنمیں کسی کو بھی مجال دم زدن کی نہیں اور اسی طرح جو لوگ کواکب و نیرات کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی تاثیر سے سعادت و نحوست موت و حیات سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مجوس اور فرقہ صابئیہ انکی بھی کمال تسلی ہے۔ کہ تمہارے معبود ہمارے بنائے ہوئے مسخر ہیں۔ وہ کیا کر سکتے ہیں؟ الغرض مسئلہ معاد و نبوت میں بھی الٹ پھیر کر پھر مسئلہ توحید کو ثابت کر دیا۔ اور نیز دنیا کے مغروروں متکبروں کو بھی سمجھا دیا۔ کہ تم اپنی شاہی اور حکومت پر ناز کر کے ہم سے سرکشی نہ کرو۔ تمہاری بادشاہی ہمارے مقابلہ میں کیا چیز ہے تمکو قدرت کیا ہے تم موت و حیات کے کیا مالک ہو۔ تم نے آسمان و ستارے کہاں بنائے ہیں۔ علویات پر تمہاری کیا حکومت ہے؟ لہٰذا ہماری طرف رجوع کرو۔ سر نیاز جھکاؤ۔ ورنہ جہنم کا قید خانہ تیار ہے ✦

۳ف مسلمانوں کا فرقہ مرجیہ کہتا ہے۔ کہ وللذین کفروا کی تخصیص سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جہنم میں کفار ہی جاویں گے مومن نہ جاوینگے خواہ وہ کیسے ہی گنہگار کیوں نہ ہوں۔ ایمان کے بعد کوئی عمل بد جہنم میں نہیں لیجا سکتا۔ یہ عیسائیوں کے عقیدہ کے قریب قریب ہے لیکن یہ خیال غلط ہے۔ کس لئے کہ کفروا کا لفظ بڑا وسیع ہے۔ کفار شرعی کو بھی شامل ہے۔ اور جو ایماندار ہو کر اسکی ناشکری کرتے ہیں۔ انکو بھی۔ گو انکو ابدی جہنم نہ ہوگا ایمان کی بدولت۔ اور نیز دیگر آیات و احادیث میں تصریح ہے۔ کہ ایماندار گنہگاروں کو بھی بقدر گناہ عذاب ہے لیکن عذاب دائمی نہیں۔ اور یہ مسئلہ علم کلام میں نہایت صراحت سے مذکور ہے جو چاہے وہاں دیکھے ✦

لہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔ سولی پر لٹکائے گئے۔ وہاں بہت روئے پیٹے۔ کہ اے خدا مجھے چھڑا۔ مگر نہ چھوٹ سکے۔ پھر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ کھانا کھاتے سوتے جاگتے تھے۔ الغرض تمام خصائص بشریہ میں جکڑے ہوئے تھے۔ جو عجز و حدوث کے آثار ہیں۔ اسی طرح ہنود کے اوتار اور جمیع مذاہب کے معبودوں کا حال ہے۔ خواہ علویات میں سے ہوں۔ خواہ سفلیات میں سے پتھر و مٹی تانبے سونے چاندی کے بت ہوں۔ یا ارواح طیبات و ملائکہ ہوں۔ سب مخلوق ہیں صفت الوہیت میں کسی کو بھی حصہ نہیں۔ ۱۲ منہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَیْبِ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝ وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْہَرُوْا بِہٖ ؕ

وہ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو۔

اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَہُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝

بیشک وہ تو دلوں کی بات کو بھی (خوب) جانتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا۔ کہ جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ حالانکہ وہ باریک بین (اور بڑا) خبردار ہے

ترکیب۔ الذین موصول یخشون الجملۃ صلتہ بالغیب متعلق بیخشون ویمکن ان یکون حالا من ضمیر یخشون ای غائبین مغفرۃ مبتداء واجر کبیر معطوف علیہ لہم خبر مقدم والجملۃ خبر ان والموصول والصلۃ اسمہا۔ واسروا الخ جملۃ مستانفۃ مسوقۃ لبیان تساوی الاسرار والجہر بالنسبۃ الی علم اللہ تعالیٰ انہ الجملۃ تعلیل وتقریر لما قبلہا۔ من خلق من فی موضع رفع فاعل یعلم والمفعول محذوف ای لا یعلم الخالق خلقہ وقیل الفاعل ضمیر ومن مفعولہ ای الا یعلم اللہ المخلوق الذی خلقہ وہو اللطیف الخبیر حال من فاعل یعلم ؛

تفسیر مسئلہ معاد کی بابت گروہ اتقیاء کا حال بیان فرماتا ہے۔ فقال ان الذین یخشون ربہم بالغیب۔ کہ وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ غیب میں یعنی دنیا میں کہ یہاں آخرت کا عذاب و ثواب انکی آنکھوں سے غائب ہے محض مخبر صادق علیہ السلام کے کہنے پر ایمان لاکر آئندہ آنیوالی مصیبتوں سے ڈرتے اور خدا کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں کے سامنے تو ہر ایک پرہیزگاری جتلایا کرتا ہے۔ مگر ان کے غیب میں یعنی خلوت میں اللہ سے ڈرنے والے ہی دراصل پرہیزگار ہیں ؎

واعظاں کیں جلوہ برمحراب و ممبر می کنند چوں بخلوت مے روند آں کار دیگر می کنند

خدا سے ڈرنا دراصل پوشیدگی ہی میں ڈرنا ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ پوشیدگی میں تو خدا سے ڈرے اور ظاہر میں نہ ڈرے رند و فاسق بنا رہے۔ لہم مغفرۃ واجر کبیر ان کیلئے معافی اور بڑا اجر ہے۔ اگر بشریت سے ان سے کوئی گناہ سرزد بھی ہوا۔ جسپر بعد میں اظہار ندامت کیا گیا۔ تو ان کیلئے مغفرت ہے۔ اور اجر ہے یعنی بدلہ جو روحانی اور جسمانی جنت اور وہاں کے نعیم کو شامل ہے۔ اور وہ بھی کیسا؟ اجر کبیر یعنی بڑا ایسے تعداد ہمیشہ کے لئے ؛

ف مقابلہ پہلے گروہ کا یہ چاہتا تھا۔ کہ ان الذین یشکرون ربہم کہتے جیسا کہ اشقیاء کے بارے میں فرمایا تھا۔ ان الذین یکفرون ربہم۔ کیونکہ کفر کا مقابلہ شکر ہے نہ ڈرنا۔ اسکی کیا وجہ کہ یخشون کہا یشکرون نہ کہا؟ جواب شکر منعم کی نعمت کا اظہار و تعریف یا اسکا بدلہ دینا زبان سے خواہ ہاتھ پاؤں سے خواہ دل سے۔ اور سورۃ کا سیاق اظہار شان شہنشاہی ہے۔ کہ وہ ایسا اور ایسا شاہنشاہ حقیقی ہے۔ اس کیلئے ڈرنا اور عجز و نیاز سے پیش آنا ہی مناسب ہے۔ اور جو خدا سے ڈریگا وہ شکرگذاری تو بدرجہ اولیٰ کریگا۔ شکرگذاری عبودیت و محکومیت نہیں ثابت کرتی۔ جیسا کہ ڈرنا اور کانپنا ثابت کرتا ہے۔ شکرگذاری برابر والا بھی اپنے مساوی درجہ کے محسن کی کرسکتا ہے۔ اور اس جگہ عجز و نیاز زیادہ مرغوب ہے۔ جو خشیت میں رکھا ہوا ہے۔ شکرگذاری عمدہ چیز ہے۔ مگر ہر ایک بات کا ایک محل ہے۔ یہاں ڈرنا ہی مناسب مقام ہے ؛

فرمایا تھا۔ کہ غائبانہ اس سے ڈرنا چاہیئے۔ کس لئے کہ ظاہر ڈر اور اطاعت ایسی شخص کی جو مخفی امور اور دلی اسرار پر واقف ہو کچھ مفید نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو ہر بات کی خبر ہے۔ واسروا قولکم او جہروا بہ۔ خواہ تم اس بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کس لئے کہ انہ علیم بذات الصدور۔ کہ وہ سینوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور کیوں نہ جانے۔ الا یعلم من خلق۔ وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضرور ہے۔ اگر علم نہ ہو تو ارادہ و اختیار سے پیدا نہ کرسکے۔ اور قطع نظر خالق ہونیکے وہو اللطیف الخبیر۔ وہ لطیف ہے مجردات و روحانیات کا علم اسی لئے وسیع ہے۔ کہ جسمانیت کے حجاب حاجز نہیں۔ لیکن وہ ان سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ تو اس کے علم کی کیا حد ہے مجردات و روحانیات کو صرف توجہ والتفات معلوم کرنے کیلئے شرط ہے

اور وہ توجہ اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے برخلاف اس کے کہ وہ الخبیر ہے۔ ہر ہر ذرہ کی طرف التفات و توجہ رکھتا ہے کس لئے۔ کہ جو مخلوق کے ساتھ اس کے خالق کا رابطہ ہے۔ وہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا ہے۔اس لئے ہر چیز کی خبر رکھتا ہے ۶ اشقیاء کی سزا و اتقیاء کی جزا کی بابت کچھ عجب نہیں کہ ان لوگوں کا یہ خیال ہو کہ سزا و جزا ہر ایک کے اعمال واحوال جاننے اور یاد رکھنے پر موقوف ہے۔ حالانکہ صدہا کام لوگ مخفی کرتے ہیں۔ان کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوتی پھر وہ کیوں کر سزا و جزا دے سکتا ہے ؟ اس خیال کے ابطال میں یہ آیات واسروا قولکم او جہروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر نہایت اثر رکھتی ہے ؛

اور مکہ کے کفار اکثر ایسا خیال رکھتے تھے۔ ان کے نا تربیت یافتہ دماغوں میں خدا تعالٰے اور اُسکے اوصاف علم و قدرت محدود تھے ؛

ف ۱ من خلق سے بعض علما نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ دنیا میں جو کچھ ہے۔ یہانتک کہ بندہ اور اُس کے اعمال سب کا وہی خالق ہے۔ اگر بندہ خالق ہوتا۔ تو اس کو علم بھی ہوتا۔ حالانکہ جس کام کو کرتا ہے۔اس میں اپنے عضلات کی حرکت و سکون کا بھی اس کو علم نہیں۔ چہ جائے کہ اسکی تمام باریکیوں کی خبر ہو۔ جب خبر نہیں تو بالارادہ خالق بھی نہیں رہا۔ نیک و بد کام کا بدلہ تو محض اختیار و ارادے کو نیک و بد کام میں متوجہ کرنے پر ہے۔ اور ارادہ متوجہ کرنے کے بعد وہ کام خدا پیدا کر دیتا ہے ؛

ف ۲ غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ پھر یہ جو غیب پر ایمان لانا غیب میں ڈرنا ہے کس کی نسبت ہے ؟ خدا تعالٰے سے تو کوئی چیز غائب ہی نہیں۔ ہاں بندے کے لحاظ سے بہت چیزیں غائب ہیں۔ پھر بندوں میں بھی بعض چیزیں بعض کے نزدیک غائب ہیں تو بعض کے نزدیک حاضر۔ اس لئے ہر ایک کا غیب جدا گانہ ہے۔ اور غیب الغیب کا خزانہ اللہ ہی کے پاس ہے وعندہ مفاتح الغیب۔ لطیفہ بعض کہتے ہیں غیب انسان کا قلب ہے جس کو دوسرا نہیں دیکھ سکتا تب غیب سے ڈرنے کے یہ معنی کہ دل سے یا دل میں خدا سے ڈرے۔ تاکہ دل میں نور پیدا ہو ؛

ف ۳ حکمائے بدلائل ثابت کیا ہے۔ اور سمجھ میں بھی آتا ہے۔ کہ جسمانیت کے حجاب علم و ادراک سے مانع ہیں۔ اس لئے ملائکہ جسمانی کثافت سے بری ہونے کے سبب اور ان کے بعد روحانیات ان کے بعد جن اور دیگر لطیف اجسام سے مرکب چیزیں ان چیزوں کو خوب جان لیتے ہیں۔ جو ہماری آنکھوں یا حواس سے باہر ہوتی ہیں خواب میں جب روح کا تعلق جسم سے کسی قدر کم ہو کر دوسری طرف توجہ ہوتی ہے۔ تو ہزاروں باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مکاشفہ و مشاہدہ میں جب ریاضت و اذکار سے روح منور ہو جاتی اور جسمانی حجاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو سینکڑوں چیزیں دُور و دراز کی دکھائی دی جاتی ہیں۔ اسی طرح بعد مرگ ان تو پردہ ہی کھُل جاتا ہے مگر وہ حق سبحانہ لطیف ہے اس کے علم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ اس لئے علوم کے خزانے اس کے پاس ہیں وہ جسقدر جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ؛

ف

واسروا قولکم او جہروا بہ۔ دلیل ہے بالغیب ڈرنے کیلئے۔ بالغیب کیوں ڈرو کس لئے کہ وہ مخفی اور ظاہر باتیں جانتا ہے۔ پھر اس سے ترقی کرتا ہے۔ انہ علیم بذات الصدور۔ کہ جواہر اور موجود فی الخارج چیزوں کے جاننے پر انحصار نہیں۔ وہ دلی خیالات سے بھی واقف ہے۔ پھر اس پر دلیل لاتا ہے۔ الا یعلم من خلق۔ کہ وہ خالق ہے اور خالق کو مخلوق کا علم ہے۔ معلوم ہوا کہ دلی خیالات بھی اس کے مخلوق ہیں۔ اس کے بعد اور ترقی کرتا ہے۔ وہ لطیف ہے۔ مجردات کو سیکڑوں باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ چہ جائیکہ لطیف ہو۔ تمام مجردات اس کے آگے کثیف ہیں۔ اور اس پر خبیر بھی ہو۔ ۱۲ منہ رح

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ءَاَمِنْتُمْ

وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کر دیا۔ تو اس پر چلا پھرا کرو۔ اور اسکی روزی کھاؤ (پیو) اور اسی کے پاس پھر کر جانا ہے۔ کیا تمکو اُس کا

مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۙ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ

جو آسمان میں ہے۔ خوف نہیں رہا۔ کہ وہ تمکو زمین میں دھنسا دے۔ پھر وہ پڑی لرزا کرے۔ کیا تم کو اسکا جو آسمان میں ہے ڈر نہیں رہا۔ کہ

عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝

تم پر پتھر برسا دے۔ پھر تمکو معلوم ہو جائیگا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔ اور تم سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ پھر دیکھا ہماری ناراضی کا کیسا نتیجہ ہوا؟

ترکیب۔ الارض مفعول اوّل لجعل ذلولا مفعول ثان له لكم متعلق بجعل فامشوا الفاء لترتیب الامر بالمشی علی الجعل المذکور والیه النشور جملة مستانفة من فی محل النصب علی انه مفعول أامنتم والاستفهام الكاری ان یخسف الجملة بتاویل المصدر بدل اشتمال من الموصول اے من وكذا ان یرسل بدل من من۔ الذلول من الذل وهو الانقیاد واللین ومنه یقال دابة ذلول المناكب جمع منكب وهو الجانب ومنه منكب الرجل ومنه النتج النكباء لانها تاتی من جانب دون جانب تمور من المور وهو التردد فی المجئ والذهاب ای التحرك والاضطراب والحاصب ریح فیها حجارة وحصباء كانها تقلع الحصباء لشدتها وقوتها وقیل هو سحاب فیها حجارة۔ النكیر العقاب لمنكر وانما اسقط الیاء من النذیری ومن نكیری لتكون مشابهة لرؤس الاٰی المتقدمة والمتاخرة والكسرة دلیل علی حذف الیاء وفی كلام العرب كثیرا ما یحذف الیاء والواو والالف من آخر الكلمة فی حالة الوقف ؁

تفسیر۔ اب تک اس بادشاہ بابرکت کے وہ انعام و افضال بیان ہوئے تھے۔ جو عالم بالا سے متعلق تھے جیسا کہ آسمانوں اور ستاروں کا پیدا کرنا جو اسکی قدرت تامہ کیلئے شواہد تھے۔ اور انکے ضمن میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد کا بھی سلسلہ وار ثبوت تھا۔ اب یہاں سے زمین کے متعلق اپنی بادشاہی اور عالم سفلی کے انعام بیان کرتا ہے۔ اور یہ بھی جتلاتا ہے کہ ہم وہ ہیں جو تمہاری مخفی اور ظاہر باتیں جانتے ہیں۔ اسپر بھی تمہارے لئے ہمنے زمین میں آسائش کے سامان پیدا کر رکھے ہیں۔ اور تمہارے لئے امن کا گھر بنا رکھا ہے۔ پس ہماری مخالفت سے ڈرو۔ اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔ ورنہ ہم چاہیں تو اسی زمین کو تمہاری ہلاکت کا باعث کر دیں تمکو اسمیں غرق کر دیں۔ یا چاہیں۔ تو اس گھر کی چھت یعنی آسمان سے تم پر پتھراؤ کر دیں۔ جیسا کہ پہلوں کے ساتھ ہوا ؁

فقال ہو الذی جعل لکم الارض ذلولا۔ کہ اس نے زمین کو تمہارے لئے نرم بنا دیا (۱) یعنی اسکو ایسا سخت اور خشن کیا کہ اسپر چل پھر سکتے ہیں (۲) یا یہ کہ اُس کو نرم بنایا کہ جسکو کھود سکتے ہیں مکانات بنا سکتے ہیں۔ اگر سخت سنگ خارا ہوتی تو مشکل پڑ جاتی۔ (۳) یا یہ کہ لوہے پتھر تانبے چاندی جیسی ہوتی۔ تو گرمی میں نہایت گرم اور سردی میں نہایت سرد ہو جاتی۔ نہ کھیتی ہو سکتی نہ باغ لگ سکتے۔ رزق و روزی کا سامان مہیا نہ ہوتا (۴) یا یہ کہ اس نے ہمارے لئے مسخر کیا۔ اگر ہلے جُلے جاتی تو مسخر نہ ہوتی۔ اس پر چلنا پھرنا محال ہوتا (۵) یا یہ کہ پانی اور ہوا کی طرح خفیف ہوتی تو کوئی اسپر بس نہ سکتا۔ جب زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ تو فامشوا فی مناکبها تو اس کے رستوں میں چلو۔ مناکب میں چلنے کے کئی معنی ہیں (۱) صاحب کشاف کہتے ہیں۔ یہ نہایت مسخر ہونیکے معنی میں ایک تمثیل اور محاورہ ہے (۲) قتادہ و ضحاک و ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ زمین کے مناکب پہاڑ اور ٹیلے ہیں اس لئے کہ انسان کے مناکب (مونڈھے) اونچے ہوتے ہیں اور پہاڑ اور ٹیلے بھی بلند ہیں۔ اسلئے انکو مناکب الارض کہتے ہیں۔ یہ معنے کہ جب ہمنے اسکے پہاڑ اور ٹیلے تمہارے چلنے کیلئے مسخر کر دیئے تو اس کے اور اجزا میں تو اور بھی اچھی طرح سے چل سکتے ہو ؁

(۳) مناکب الارض سے مراد زمین کے رستے اور گھاٹیاں اور کنارے اور اطراف ہیں کس لئے کہ انسان کے مناکب بھی اسکے بدن کے کنارے اور جوانب ہیں اس مناسبت سے زمین کے کناروں اور جوانب اور رستوں کو بھی مناکب کہنے لگے حسن و مجاہد و مقاتل وکلبی و بروایت عطا ابن عباس کا اور قراء اور ابن قتیبہ کا قول ہے کلوا من رزقہ اور اللہ کی پیدا کی ہوئی روزی کھاؤ جو اس نے تمہارے لئے زمین سے نکالی رزق کو اپنی طرف مضاف کر کے یہ بتلا دیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے تمہارا نہیں۔ اور من کے لفظ سے یہ بھی بتا دیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا کل رزق تمہارے کھانے کیلئے نہیں جیسا کہ بعض بلا نوشوں کا خیال ہے کہ سور کتا شراب گوہ گو بر سب چٹ کر جاؤ۔ فامشوا اور کلوا دونوں امر ہیں مگر یہ امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ اباحت کیلئے ان دونوں باتوں کے بعد یہ بھی بتا دیا والیہ النشور کہ دنیا میں چلنا پھرنا کھانا پینا مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ چند روزہ منزل ہے اور جمع ہونا اسکے پاس ہے پس دنیا اور اسکی نعمتوں پر ایسا فریفتہ نہ ہونا چاہئے کہ منزل مقصود ہی کو بھول جاؤ کفر و بدکاری اور شہوت پرستی میں بیہوش پڑے رہو۔

اسکے بعد دنیا اور اس کے لذائذ کے متوالوں اور کفر و بدکاریوں کے مستوں کو جو خدا کی زمین میں رہ کر باغی ہو گئے ہیں آگاہ کیا جاتا ہے فقال ء امنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور کہ اے بےخبرو زمین پر تسلط پاکر کیا تم آسمان والوں سے نڈر ہو گئے اور اس بات سے امن میں ہو گئے کہ تم کو وہ زمین میں دھنسا دے اور یکایک زمین تمہارے دھنسانے کیلئے ہلنے اور لرزنے لگے جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے زمین ہل کر پھٹ جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں من فی السماء سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان میں رہا کرتا ہے یہ خیال فاسد ہے کس لئے کہ آسمان حادث ہیں اور وہ قدیم ہے جب آسمان نہ تھے تو بھی تھا دوم وہ مکان میں ہونے سے پاک ہے ہاں احادیث صحیحہ میں جو خدا تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر بیان کیا گیا ہے تو اس سے مراد جہت علو ہے اور آسمان مظہر تجلیات بارگاہ قدس ہیں اس لئے ناواقفوں کو اسکا پتا بتانا مکانیت ثابت نہیں کرتا اور آیت میں من فی السماء سے مراد بالخصوص خدا پاک نہیں بلکہ اس کے کارکن ملائکہ ہیں اس لئے ہر بلا اور نعمت عالم بالا سے اترتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرب کے جاہل اس بات کے قائل تھے کہ خدا پاک آسمان پر ہے۔ ان کے خیال کے موافق ان کو ڈرایا گیا ہے کہ آسمان والے سے نڈر نہ ہو جاؤ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جسکی آسمان پر حکومت ہے اس سے نڈر نہ ہو جاؤ۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کے محاورہ میں خدا پاک کو آسمانوں سے جہت فوقانی اور مظہر تجلیات کے لحاظ منسوب کرتے آئے ہیں۔

دوسری تنبیہ ۔ اور بیان فرماتا ہے ءامنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا کہ کیا تم آسمان والے سے نڈر ہو گئے کہ تم پر پتھراؤ نہ کر سکیگا یعنی زمین تو کیا بلکہ وہ بالادست دھنسا سکتا ہے اوپر سے پتھر بھی برسا سکتا ہے۔ اب بھی یہ دونوں بلائیں وقتاً فوقتاً قوموں پر نازل ہوئی ہیں زلزلہ آیا شہر کے شہر زمین میں سما گئے اور اوپر سے سیر سیر بھر کے اولے اور کہیں ویسے پتھر برسے ہیں فستعلمون کیف نذیر اسکے بعد تمہیں اے اہل مکہ جلد معلوم ہو جائیگا کہ نذیر یعنی رسول کیسا تھا سچا تھا یا جھوٹا؟ اس کے بعد اسی قسم کے گذشتہ واقعات سے عبرت دلاتا ہے۔ ولقد کذب الذین من قبلہم فکیف کان نکیر کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا قوم عاد و ثمود وغیرہ نے پھر سن لیا کہ کیسا بڑا عذاب نازل ہوا۔

ان آیات میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد تینوں کا بیان اور یہی اسلوب سے ہوا جیسا کہ عالم بالا کے بیان میں ان تینوں مسئلوں کا ثبوت اور پیرایہ میں تھا۔

وقف غفران
وقف منزل
وقف لازم

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ

اور کیا اُنہوں نے اپنے اُوپر پرندا اڑتے نہیں دیکھے (جو اڑتے میں) پر کھولتے اور سمیٹتے ہیں جنکو رحمٰن کے سوا کوئی نہیں تھام رہا۔ بیشک وہ ہر چیز کا نگران

بَصِيْرٌ ؀ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ

ہے۔ بھلا وہ تمہارا کونسا لشکر ہے۔ جو رحمٰن کے مقابلہ تمہاری مدد کرے گا۔ کچھ نہیں کافر تو محض دھوکے میں پڑے

غُرُوْرٍ ۚ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ؀

ہوئے ہیں۔ بھلا وہ کون ہے۔ جو تمکو روزی دے گا۔ اگر وہ اپنی روزی بند کرلے۔ کچھ نہیں۔ بلکہ وہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں ۞

ترکیب اَوَالہمزۃ للاستفہام والواو للعطف علی مقدر ای اغفلوا ولم ینظروا الی الطیر جمع طائر ویقطع علی الواحد والجمع قال ابن الانباری الطیر جمع طائر وتانیثہا اکثر من تذکیرہا ولایقال للواحد طیر بل طائر وقلما یقال للانثی طائرۃ۔ فوقہم ظرف لصافات اوحال وصافات حال من الطیر او من الضمیر فی فوقہم۔ ویقبضن معطوف علی صافات حملاً علی المعنی ای یصففن ویقبضن او صافات وقابضات مایمسکہن یجوز ان یکون مستانفاً وان یکون حالا من الضمیر فی یقبضن امن قرئ الجمہور بتشدید المیم علی ادغام میم ام فی میم من وام بمعنی بل من الاستفہامیۃ مبتدا ہذا خبرہ الذی موصول یرزقکم صلتہا والمجموع صفۃ ہذا ینصرکم صفت لجند ومن دون الرحمٰن فی محل النصب علی الحال من فاعل ینصرکم ان امسک رزقہ جواب الشرط محذوف لدلالۃ ماقبلہ علیہ ای ان امسک رزقہ فمن یرزقکم غیرہ لجو من اللجاج ہو تقحم الامر مع کثرۃ الصوارف عنہ والعتو العناد والطغیان التمرد وقال ابن عباس فی عتو ونفور ای فی ضلال ۞

تفسیر پہلے فرمایا تھا۔ کہ کیا تم اس کے ارضی وسماوی عذاب سے نڈر ہوگئے؟ اس کے بعد ولقد کذب الذین من قبلہم سے اس امر پر ایک شہادت پیش کی تھی۔ اب اس پر ایک بُرہان پیش کرتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف آسمان و زمین کے سوا فضا یعنی ہوا میں بھی دکھاتا ہے۔ فقال اولم یروا الی الطیر فوقہم۔ کہ کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی ٹکڑیاں اڑتے نہیں دیکھتے۔ صافات پر کھولے ہوئے ویقبضن اور سمیٹے ہوئے۔ اُڑتے میں پرندوں کو کھولدینا ہے۔ اور جب اسکو اُڑنے میں زور دینا ہوتا ہے۔ تو پروں کو سمیٹ بھی لیتا ہے۔ یعنی دونوں حالتوں میں اُڑتا اور ہوا میں معلق رہتا ہے نیچے نہیں گر پڑتا۔ مایمسکہن الا الرحمٰن انکو رحمٰن کے سوا اور کوئی تھامے ہوئے نہیں۔ اسی کا ید قدرت ان کو ادھر میں تھامے رہتا ہے۔ یعنی انکے اجسام میں (ہرچند چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں) اُسی نے ایک ایسا ہلکا پن رکھا ہے جو باوجود پر سمیٹنے کے بھی ہوا میں اُڑے چلے جاتے ہیں۔ اور دوسرے اجسام گو اُن سے چھوٹے ہی کیوں نہوں اسطرح ادھر میں نہیں ٹھہر سکتے۔ دیکھو اسکی ہوا اور فضا پر بھی بادشاہت ہے ۞

ف۱ نحاس کہتے ہیں۔ کہ جب پرند اپنے بازو کھول کر اُڑتے ہیں تو انکو صافات کہتے ہیں اور جب سمیٹ لیتے ہیں تو قابض کہتے ہیں۔

ف۲ صافات کا مقابلہ قابضات اسم فاعل کا صیغہ نہیں لایا گیا۔ بلکہ یقبضن مضارع کا استعمال ہوا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ پرندوں میں اُڑتے وقت پر پھیلائے رہنا اکثر یہ بات ہے۔ اور پر سمیٹ لینا اور پر مارتے اُڑنا گاہے گاہے جو مضارع کے تجدد وحدوث سے مفہوم ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے اسم فاعل دوام وثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

ف۳ پھر جو ایسی بوجھل چیزوں کو ہوا میں معلق دوڑانے پر قادر ہے۔ کیا وہ اُوپر سے پتھراؤ نہیں کرسکتا؟ یا زمین کے رہنے والوں کو زمین میں نہیں دھنسا سکتا؟ لیکن انہ بکل شئ بصیر وہ ہر شئے کو دیکھ رہا ہے۔ اور اسکی نگہبانی کر رہا ہے ہوا میں اُڑتے ہوئے پرندوں کا بھی وہی نگہبان ہے۔ اور زمین اور اسکے رہنے والوں کا بھی وہی نگہبان ہے۔ اگر ذرا بھی اپنی نگہبانی

چھوڑ دے۔ تو ہر چیز ہلاک ہو جائے۔ بڑے بڑے کرات کس تیزی کیساتھ حرکت کر رہے ہیں۔ انکا بھی وہی نگہبان یا گاڑی آپس میں لڑنے نہیں دیتا۔ دریا میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں دوڑتی پھرتی ہیں۔ انکا بھی وہی نگہبان ہے۔ انسان کا وجود اور اسکی حیات میں خلل انداز چیزوں کی روک تھام اسی کا کام ہے۔ ایک کور باطن ان سب باتوں کو اسباب سے جانتا ہے روشن ضمیر مسبب الاسباب سے سمجھتا ہے۔ توحید و شرک کفر و اسلام میں یہی فرق ہے۔ کافر اپنے اسباب پر مغرور رہتا ہے۔ وہ انہیں کو اپنی فتح و نصرت کا لشکر سمجھتا ہے اس لئے ان کے مقابلہ میں فرماتا ہے۔ امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمٰن۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ تمہارا کونسا لشکر ہے جو تمکو رحمٰن کے مقابلہ میں مدد دے سکیگا، وہ جب چاہتا ہے۔ ان اسباب میں کھنڈت ڈالدیتا ہے۔ ریل گاڑی کو الٹا دیتا ہے۔ تار کو روک دیتا ہے۔ دریا میں اگبوٹوں کو ڈبو دیتا ہے۔ باوجود صفائی کے وبا کا لشکر بھیج کر ستیاناس کرا دیتا ہے۔ لشکروں کے دلوں میں ضعف و خوف ڈالدیتا ہے عقلیں ماردیتا ہے پھر جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے۔ پھر وہاں کوئی تدبیر نہیں چلتی۔ کوئی سبب کام نہیں آتا۔ اس کے بادلوں کے لشکر اور ہوا کے توپخانے اور آسمانی پتھروں کے گولے اور زلزلے کا ڈائنامیٹ تھوڑی سی دیر میں کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔ بارہا مشاہدہ کیا ہوگا۔ الغرض سب تدبیریں بگاڑ دیتا ہے۔ پھر وہاں کوئی کام نہیں آسکتا۔

اسباب ظاہر یہ کے سوا عرب کے جاہل بلکہ عموماً اور ملکوں کے جاہل بھی اپنے خیالی معبودوں اور ان کی عجائب تاثیروں کو ہر مصیبت کے وقت اپنا یار و مددگار سمجھتے تھے۔ بلکہ ابتک سمجھتے ہیں۔ اپنی جان اور اولاد اور مال کی حفاظت اور ترقی کہیں ستاروں پر محمول کرتے ہیں، کہیں غیر مرئی ارواح کے سپرد کرتے ہیں۔ کہیں ٹوٹکوں اور منتروں کی تاثیرات سے مرض و بلا کا دفعیہ سمجھتے ہیں۔ اور خدائے قادر کو چھوڑ کر ان چیزوں کی طرف دوڑتے جاتے ہیں۔ ان الکافرون الا فی غرور کہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اسکے سوا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اسلام انسان کو ان بکھیڑوں سے نجات بخشدیتا ہے۔ کسی کی التجا کرنی اور اس کے پوجنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔ اوّل دفع مضرت کہ ہماری مصیبت کو روک دیگا۔ سو کفار و مشرکین کا اپنے خیالی معبودوں کی نسبت یہ بھی خیال تھا جس کو امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمٰن میں رد کردیا۔ اور پورا رد کردیا۔ دوسرا سبب نفع کی امید کہ اس سے یہ نفع پہنچے گا۔ یہ دیگا وہ دیگا سو کفار و مشرکین کو اپنے الٰہ باطلہ کی نسبت یہ بھی خیال تھا۔ کہ کسی سے رزق روزی مانگتے تھے کسی سے اولاد تندرستی طلب کرتے تھے۔ اس خیال کا ابطال اس جملہ میں کرتا ہے۔ امن ہذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ۔ کہ بتاؤ وہ کون ہے۔ جو تمکو رزق روزی یا کچھ بھی دے سکے۔ اگر وہ اپنا رزق یا بخشش روک لے؟ کوئی نہیں کس لئے کہ سب اس کے سوا ممکن ہیں۔ جو اپنی ذات و صفات ہی میں اس کے محتاج ہیں۔ صرف بارش بند کرلے۔ تو معلوم ہو جائے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ بل لجوا فی عتو ونفور۔ بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لجاج اڑنا۔ انسان میں دو قوت عمدہ ہیں۔ پہلی عملیہ، دوسری علمیہ۔ پس عتو حرص دنیا کے سبب سے ہے۔ جو قوت عملیہ کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔ اور نفور حق سے جہل کے سبب جو بطلان قوت علمیہ پر دلیل ہے۔ یعنی ان بدنصیبوں نے اپنی دونوں قوتوں کو خراب کردیا۔ اس لئے ہٹ کرتے ہیں۔

ف۔ رزق روزی دینا ہے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور کبھی مطلق دینے کے معنی میں بھی۔ خواہ رزق دینا یا اولاد و تندرستی دینا کہتے ہیں۔ رزقنی اللہ ولدا وللاد واہماً رزقنا اللہ علما ۔ یہاں یرزقکم عام معنی میں مراد لیا جائے۔ تو نہایت مناسب ہے ۱۲ منہ۔

أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي

بھلا وہ جو اپنا منہ اوندھا کر کے چلتا ہے۔ وہ زیادہ راہ راست پر ہے۔ یا وہ جو سیدھے رستے پر سیدھا چلا جاتا ہے۔ کہہ دو۔ اُسی نے تم

أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ

تم کو پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل بھی بنائے ہیں۔ مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ کہہ دو اُسی نے تمکو زمین میں پھیلا یا ہے

فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ

اور اُسی کے پاس جمع کر کے لائے جاؤ گے۔ اور وہ پوچھتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا (بتاؤ) اگر تم سچے ہو۔ کہہ دو اس کی خبر تو

عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا

اللہ ہی کو ہے۔ اور میں تو صاف صاف ڈر سنانیوالا ہوں۔ پھر جب اس کو دیکھیں گے پاس آ لگا ہے۔ تو کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے۔ اور کہا جاویگا یہ

الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۝

وہی تو ہے۔ کہ جس کو تم مانگا کرتے تھے۔

ترکیب مکبا حال من ضمیر یمشی علی وجہہ توکیدا ہدی خبر من والہمزۃ للاستفہام الفاء لترتیب ذلک علی ما ظہر من سوء حالہم والمکب اسم فاعل من اکب اللازم المطاوع لکبہ یقال کبہ اللہ فاکب ای سقط وہذا خلاف القیاس لان الہمزۃ اذا دخلت علی اللازم تصیرہ متعدیا وہہنا قد دخلت علی المتعدی فصیرتہ لازما۔ ہذا قول الواحدی وقال صاحب الکشاف لیس الامر کذلک وما جاء شیء من بناء افعل مطاوعا بل قولک اکب معناہ دخل فی الکب وصار ذا کب وقس علیہ نظائرہ اقشع والقشع و اما مطاوع کب وقشع فہو انکب وانقشع امن یمشی خبر من محذوف لدلالۃ خبر من الاولی وہو اہدی وقیل لاحاجۃ الی ذلک لان من الثانیۃ معطوفۃ علی من الاولی عطف المفرد علی المفرد کقولک ازید قائم ام عمرو والخبر واحد لان ام لاحد الشیئین قلیلا ما نعت لمحذوف وما مزیدۃ لتاکید التقلیل ای شکرا قلیلا او زمانا قلیلا ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف اخبرونی فلما الفاء فصیحۃ معربۃ عن تقدیر جملتین وترتیب الشرطیۃ علیہما کانہ قیل وقد اتاہم الموعود بہ فرؤہ فلما رؤہ الخ زلفۃ مصدر بمعنی الفاعل ای قریبا او حال من المفعول سیئت الخ جواب لما یقال ساء الشیء یسوء فہو سیء اذا قبح واسود وقیل عطف علی سیئت عطف المجہول علی المجہول۔ تدعون قرا الجمہور بالتشدید فہو اما من الدعاء او من الدعوی کما قال الزجاج والمعنی تطلبون وتستعجلون وتمنون وتسالون وقری مخففا ومعناہ ظاہر:

تفسیر پہلے فرمایا تھا۔ کہ عتوا اور نفور میں اڑے ہوئے ہیں اب ان دونوں وصفوں کی قباحت بیان فرماتا ہے فقال افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم۔ کہ کیا وہ شخص جو اونچے نیچے رستے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا ہوا چلتا ہے۔ اس سے زیادہ راستے پر ہے۔ جو صاف اور برابر راستے میں سیدھا چلا جاتا ہے۔ گرتا پڑتا نہیں؟ حالانکہ دونوں کو برابر کوئی نہیں کہیگا۔ چہ جائیکہ اس ٹھوکریں کھانے والے اندھے کو جو برے رستے پر چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر اور مقصود کو پہنچنے والا کہے۔ پس وہ جو آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے رستے پر صاف چلا جاتا ہے۔ وہ مؤمن نیک ہے ضرور منزل مقصود کو پہنچے گا۔ اور یہ ٹھوکریں کھانیوالا جاہل سرکش نفس اور شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے رستے پر چلتا ہے، جو بڑا خاردار اور خطرناک رستہ ہے۔ اسمیں بڑے بڑے عمیق گڑھے ہیں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا پڑتا جاتا ہے۔ یہی منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔ گڑھوں میں گر کر ہلاک ہوگا۔ یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنیوالے کی مثال ہے:

پھر بعض مفسرین کہتے ہیں۔ اس میں کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں شخص

خاص کی طرف دونوں مثالوں میں اشارہ ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں حضرت نبی علیہ السلام اور ابوجہل مراد ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل مراد ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں۔ آیت میں کافر مومن کی (کجی) اور راستی کا بیان ہے۔ بعض کہتے ہیں آخرت کے حال کا ذکر ہے۔ کہ کفار آخرت میں اوندھے گرتے ہوئے چلیں گے۔ کما قال ونحشرہم یوم القیامۃ علیٰ وجوہہم۔ اور مومن جنّت کی طرف سیدھے دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور کفر کی تمثیل ہے۔ کہ آخرت میں بھی وہ یوں متمثل ہوکر سامنے آئیگی۔ یہ بھی مسئلہ نبوّت کے متعلق ایک پُراثر بیان ہے۔ اس کے بعد اثبات قدرت کاملہ پر پھر ایسے دلائل شروع کرتا ہے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ مرنے کے بعد بار دگر زندہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے۔ کس لئے کہ کفار عرب حشر کے منکر تھے۔ اور یہ انکار اصول حسنات سے روکنے والا اور شہوت پرستی پر جرأت دلانے والا تھا۔

اوّل شاہد تو پہلے گذر چکا تھا۔ اب دوسرا شاہد ذکر کرتا ہے۔ فقال ہوالذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً ما تشکرون۔ کہ وہی تو ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا۔ نیست سے ہست میں لایا۔ اور اس کے بعد تمہارے لئے شنوائی اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کیلئے دل بنائے پر تم کم شکر کرتے ہو۔ پہلی دلیل میں پرندوں کو ہوا میں تھامنا مذکور تھا۔ جو اسکی قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے یہاں انسان کی پیدائش اور اسکی صفات پیدا کرنا بیان فرماتا ہے جو ایک عجیب حیرت بخش مسئلہ ہے جسمیں جسقدر غور کرتے جاؤ۔ ہزاروں اسرار قدرت سمجھ میں آتے جائیں گے۔ آخر عقل و ادراک خیرہ ہوکر یہی کہدیتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اس برہان میں کئی باتوں کی طرف اشارہ ہے (۱) یہ کہ جس نے تمکو پیدا کیا اور جس نے تمکو عقل اور ادراک ہوش وحواس عطا کیا۔ اُس کو چھوڑ کر اور کی طرف جُھکنا کس قدر ناانصافی ہے (۲) یہ کہ ہم مانگے جس نے تم کو یہ جواہر عطا کئے۔ جن میں سے ایک کی بھی قیمت کوئی نہیں دے سکتا نہ وہ کسی طرح مول لئے جاسکتے ہیں۔ پھر وہ تمہاری رفع حاجات و دفع بلیّات میں تمہارے مانگنے پر کیوں کوتاہی کرنے لگا۔ پھر اور کی طرف جاتے ہو کیا یہی شکر گذاری ہے؟ (۳) تم نے دنیا میں آنے کا راز نہیں سمجھا حالانکہ ہم نے تمکو کان دیئے تھے۔ کہ بزرگوں سے سُن کر سمجھتے۔ اور آنکھیں بھی دی تھیں۔ کہ اسکی مخلوقات میں نظر کرکے عبرت حاصل کرتے اور جانتے کہ جو لوگ اس جہان میں آتے اور چند دن رہ کر چلے جاتے ہیں کیا بات ہے؟ آنکھوں سے بھی تم نے کام نہ لیا۔ دل بھی دیئے تھے۔ کہ خود غور کرتے مراقبہ کرکے سمجھتے مگر ان سے بھی کام نہ لیا۔ ان کو تو حُب دنیا وحُب شہوات سے بھر رکھا ہے ہمارے آنے کیلئے جگہ ہی باقی نہ رکھی۔ پھر ان چیزوں کی یہی شکر گذاری ہے بہیچ ہے۔ قلیلاً ما تشکرون (۴) جس نے تم کو اوّل بار بغیر نمونے کے بنا دیا۔ تمہارے جسم کے اعضا کن کن غذاؤں سے کیسے جمع کئے۔ پھر کیا وہ بار دگر تمکو مرنیکے بعد زندہ نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد تیسرا شاہد بیان فرماتا ہے جسمیں یہاں آنے کے راز کو کسی قدر ظاہر کیا ہے۔ کہ اسی کے پاس جارہے ہو۔ پھر کچھ کیکے جاؤ۔ فقال ہوالذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون۔ کہ اسی نے تو تمکو زمین پر پھیلا دیا۔ کوئی ملک نہیں کہ جہاں اولاد حضرت آدمؑ نہ ہو۔ تھوڑے دنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل دنیا بھر میں پھیل گئی۔ یہ برکت اُسی نے عطا کی ہے۔ پھر جس نے پھیلایا۔ وہی تم کو سمیٹ کر اپنے پاس ایک روز جمع کرلیگا۔

ف بقولہ اولم یروا الی الطیر الخ ۱۲ منہ رح

تحرو راستی کا بیان

دوسرا شاہد

تیسرا شاہد

واضح ہو۔ کہ یہ دلائل صحت و ثبوت حشر و نشر کیلئے تھے۔ تاکہ وہ آزمائش صحیح سمجھی جاوے جسکا اول سورۃ میں ذکر تھا۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا و ہوالعزیز الغفور۔ پھر اس مقصود کے ثابت کرنے کیلئے اپنے کمال قدرت پر چند دلائل بیان فرمائے۔ اور ان کو ہوالذی ذراکم فی الارض تک تمام کیا اور یہ ثابت کر دیا۔ کہ جسکو ابتداً پیدا کرنیکی قدرت ہے۔ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ کرسکتا ہے۔ اس لئے اس کے بعد جملہ والیہ تحشرون۔ گویا تمام دلائل کا نتیجہ ہے۔ جسکے ثبوت میں کسی عقلمند کو ذرا بھی کلام نہ ہونا چاہیئے۔ اس جملے کو سُن کر منکرین حشر کو کوئی حجت باقی نہ رہی۔ مگر صرف تمسخر کے طور یہ کہنے لگے۔ ویقولون متیٰ ہذا الوعدان کنتم صٰدقین۔ کہ وہ وعدہ یعنی قیامت کب ہے۔ اگر تم سچے ہو۔ تو اسکی تعیین کرو۔ یہ مہمل سوال ہے۔ کس لئے کہ وہ خواہ کبھی ہو۔ اس کیلئے عاقل کو تیاری کرنا چاہیئے۔ اس لئے اسکا جواب بھی دوسری طرح سے دیا گیا۔ قل انما العلم عنداللہ وانما انانذیر مبین۔ کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان سے کہدے کہ اسکے وقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ اور میں جو ہوں تو تمہیں اس سے ڈرانیوالا ہوں صاف صاف اس کیلئے تعیین وقت کا علم کوئی ضروری نہیں ہاں اسکا علم ضروری ہے۔ جو نذیر کیلئے کافی ہے سو وہ مجھے حاصل ہے۔ اور اسکا مجھے کامل یقین ہے۔ پھر جب وہ وقت آئیگا۔ کہ جسکا کوئی یقین نہیں جانتے کب آجائے تو کیا حال ہوگا؛

فلما راٰہ زلفۃ۔ وہ جبکہ اس وعدے کو دیکھیں گے کہ قریب آگیا۔ تو سیئت وجوہ الذین کفروا۔ منکروں کے مُنہ بگڑ جاویں گے دہشت اور ہیبت کے مارے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ وقیل ہذا الذی کنتم بہ تدعون۔ اور اسوقت شرمندہ اور ذلیل کرنے کیلئے کہا جاویگا فرشتے کہیں گے۔ یا ایک دوسرے سے کہیگا۔ لو یہ ہے وہ وقت کہ جسکی بابت تمہیں دعویٰ تھا کہ ہرگز نہ ہوگا۔ یا یہ ہے کہ جسکو تم دنیا میں پکارتے اور مانگتے تھے۔ کہ وہ کب ہے۔ اور کیوں نہیں جلد آسکتا؛

معاذاللہ مصیبت کا وقت بھی بُرا وقت ہوتا ہے۔ خصوصاً جسکا کوئی تدارک نہ ہوسکے جب وہ سامنے آتا معلوم ہوجاتا ہے۔ تو ہوش و حواس باقی نہیں رہتے اور رنج و تکلیف ہیبت و دہشت کے آثار چہرے پر ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ چہرہ بگڑ جاتا ہے جب ایسی مصیبت آنیوالی ہو۔ اور اسکے آنے میں کچھ کلام نہ ہو تو اس سے بیخبر رہ کر حجت بازی کرنا کیسی حماقت اور بدنصیبی ہے۔

ان آیات میں مسئلہ حشر کی ہولناک کیفیت بیان کی گئی۔ جو رسالت کا ایک مقصد اعظم ہے۔ کس لئے کہ یہی انسان کے شہوانی خیالات کو پست کرنیوالی چیز ہے؛ ف حشر حقیقی کا تو ایک وقت معین ہے۔ کہ آسمان و زمین یعنی یہ عالم ناسوتی فنا ہو کر عالم ملکوتی ظہور کریگا۔ اور وہاں اس عالم کی ہر چیز اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہوگی۔ اور تمام بنی آدم خدا تعالیٰ کے پاس حاضر کئے جاویں گے۔ جزا و سزا کیلئے اور یہی راز ہے اس جہان میں آنیکا جس کو پہلے لیبلوکم ایکم احسن عملا میں بیان فرمایا تھا۔ مگر مرنیکے بعد بھی خدا کے پاس ارواح جزا و سزا کیلئے حاضر کی جاتی ہیں۔ اور اسکو قیامت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور کیا سچا قول ہے۔ من مات فقد قامت قیامتہ کہ جو مر گیا اُسکی قیامت برپا ہوگئی۔ یہ قیامت کبریٰ کا دروازہ ہے۔ اور یہ بھی مبہم رکھی گئی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ آوے۔ اور زیرک ہر وقت ہوشیار رہے۔ پھر یہ کبھی فرادیٰ فرادیٰ ہوتی ہے۔ اور کبھی کوئی آسمانی حادثہ یکایک آپڑتا ہے کہ جس سے ہزاروں لاکھوں یکبارگی ملک عدم میں پہنچ جاتے ہیں۔ ان باتوں کی طرف بھی والیہ تحشرون میں اشارہ تھا کہ کفار و مشرکین کی قوت نظریہ اور عملیہ دونوں خراب ہوچکی تھیں۔ وہ اسکی بابت بھی وقت کی تعیین پوچھتے تھے۔ کہ وہ حادثہ جس کو ہم محض خدا کی طرف سے اپنے کفر و بت پرستی کی سزا میں سمجھیں کب آئیگا۔ یہ بڑا گستاخانہ سوال ہے۔ اس عالم میں سینکڑوں حوادث پہلے گذر چکے جن کے آثار تمہارے سامنے ہیں۔ اور بہت سے گذر رہے ہیں۔ پھر اُنکی بابت سوال کرنا کہ وہ کب ہوں گے بڑی بیہودہ بات ہے۔ جس کا جواب یہی ہے۔ کہ جب اُسکو سامنے آتے دیکھیں گے۔ تو مُنہ بگڑ جاویں گے؛

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ قُلْ هُوَ

کہدو بھلا دیکھو تو ہی اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے۔ یا ہم پر مہر کرے۔ پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچا سکے۔ کہہ دو (وہی)

الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ

رحمن ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ اور اسی پر ہم نے بھروسہ بھی کر رکھا ہے۔ پھر تمکو ابھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہے۔ کہدو بھلا دیکھو تو ہی اگر تمہارا پانی

غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

خشک ہو جائے۔ تو وہ کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آویگا؟

ع ۲

ترکیب ارأیتم بمعنی اخبرونی کما قال اکثر المفسرین والجملۃ الشرطیۃ ان اہلکنی اللہ الخ سدت مسد المفعولین فمن یجیر الکافرین جواب الشرط امنا بہ وعلیہ توکلنا صفۃ الرحمن وقیل ہو ضمیر الشان امنا بہ خبر الرحمن من استفہامیۃ فی محل النصب علی انہ مفعول تعلمون ان اصبح شرط غورا خبر اصبح والغور مصدر فی معنی الغائر یقال غار الماء غورا ای نضب فمن یاتیکم الجملۃ جواب الشرط معین ظاہر تراہ العیون وقیل ہو من معن الماء اذا کثر وقال قتادہ والضحاک لے جاری ؛

تفسیر۔ ان امور آخرت کو سُن کر کفار آنحضرت صلعم سے یہ کہدیا کرتے تھے۔ کہ کیا ہم پر قحط و وبا وغیرہ کا عذاب آویگا۔ تو تم بچ جاؤ گے؟ یہ بھی ایک نامعقول گفتگو تھی۔ اسلئے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے۔ قل ارأیتم ان اہلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم۔ کہ لے نبی ان سے کہدے کہ بتاؤ اگر مجھے اور میرے ساتھ والے ایمانداروں کو اللہ ہلاک کر دے۔ یا اپنی مہربانی سے بچالے۔ جو کچھ ہو۔ مگر تم عذاب الیم سے جو تمہارے کفر کا بدلہ ہے کس طرح بچ سکتے ہو۔ اپنی فکر کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کفار آنحضرت صلعم وصحابہ کو بُرا بھلا کہتے تھے اور کوسنے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے یہ جلد ہلاک وبرباد ہونگے۔ اسکا جواب یہ کہا گیا کہ ہمارا کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے ہلاک کرے چاہے بچالے۔ مگر تمکو تمہارے معبود عذاب الیم سے کسی طرح بچا نہیں سکتے۔ ہمکو ہلاک کرے یا مہربانی کرے شک کے طور سے نہیں کہا بلکہ آنحضرت صلعم کو اپنے اوپر اور اپنے گروہ پر مہربانی کا بھروسہ کامل تھا اور آپکو وعدہ دیا گیا تھا لیکن ایسے محل پر مخالف ہٹ دھرم سے اسی طرح کی گفتگو کی جایا کرتی ہے اسی لئے اسکے بعد فرماتا ہے۔ قل ہو الرحمن آمنا بہ وعلیہ توکلنا۔ کہ ان سے کہدے۔ وہ رحمن یعنی نہایت کرنیوالا ہے ہم اُسی پر ایمان لائے اور اُسی پر ہمارا ہر کام میں بھروسہ ہے۔ بیشک وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنیوالوں ایمان لانیوالوں کو نوازتا ہے۔ تمہاری عبث ہمارا کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ تم ایسے بیہودہ خیالات کی صریح گمراہی میں ہو۔ ابھی تمکو معلوم ہو جاویگا۔ فستعلمون من ہو فی ضلال مبین۔ کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے؟ ابھی سے کیا مراد؟ موت کے بعد جو قریب ہے۔ یا وہ بلائیں عنقریب تم پر آنیوالی ہیں۔ چنانچہ قحط آیا مقہور ہوئے یا یہ مراد کہ خدا پاک نور ہدایت کو پھیلاتا جاتا ہے۔ ابھی تمکو بعد میں معلوم ہو جاویگا۔ کہ ہم صریح گمراہی میں تھے چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد ہزاروں لاکھوں اسلام کے نور سے منور ہوئے۔ اور بعد میں مقر ہو گئے کہ ہم گمراہی میں تھے یا قیامت کے دن گو قیامت بظاہر دُور ہے مگر آنیوالی ہے اور آنے والی دُور بھی نزدیک ہوتی ہے ؛

اس کے بعد ان کے بتوں کی کمزوری اور خدا تعالےٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل بیان فرماتا ہے۔ قل ارأیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین۔ کہ ان سے کہہ بھلا بتاؤ تو سہی خدا اگر تمہارے پانی کو (یعنی کنوؤں یا نہروں کے پانی کو) سکھا دے تو پھر وہ کون ہے جو کثرت سے پانی تمہارے پاس لے آوے۔ اس بات کو وہ بھی مانتے تھے۔ کہ اسکے سوا اور کوئی نہیں۔ بس میرا بادشاہ بابرکت جس نے برکت کے یہ سامان کئے اسپر بھی قادر ہے۔ کہ وہ پانی کہ جس پر تمہاری زندگی کا مدار ہے خشک کر دے پھر وہ قادر نافع وضار ہے یا تمہارے معبود؟ میرے معبود کے ہاتھ تمہاری جان ہے۔ تمہارے معبودوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں سبحان اللہ کس موقع پر کلام تمام کیا ہے۔ کہ جس کو اول واوسط سے کمال ارتباط ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ کہ اس جملے کے بعد مستحب ہے۔ کہ اللہ رب العلمین کہے۔ جسکا یہ مطلب ہے کہ اللہ پانی لائیگا بعض متکبرین نے یہ آیت سُن کر کہا ہم کھود کر نکال لاویں گے۔ خدا نے اُن کی آنکھوں کا پانی کھو دیا۔ اللہ سے ڈرتا رہے گستاخی نہ کرے ؛

سُورۂ قلم مکیّہ ہے۔ اس میں باون ۵۲ آیات اور دو ۲ رکوع ہیں ؛

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ وَاِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ

نون۔ قسم ہے قلم کی اور اسکی جو اس سے لکھتے ہیں آپ اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور آپ کے لئے تو بے شمار

مَمۡنُوۡنٍ ۚ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۚ فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ ۙ بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ۚ اِنَّ رَبَّکَ

اجر ہے۔ اور آپ ہی تو بڑے خوش خلق ہیں۔ سو اب آپ ہی دیکھ لیں اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے بیشک آپکا رب ہی خوب جانتا ہے

هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۪ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ۚ فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ۚ

کہ کون اس کی راہ سے بہکا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ پس آپ جھٹلانے والوں کی نہ مانیں۔

ترکیب۔ نٓ قرئ بادغام النون الثانیۃ من ہجائہا فی الواو وقرئ بالاظہار و بالفتح و بالکسر و بالضم اما الفتح فباضمار فعل و الفتح علی اضمار القسم او لالتقاء الساکنین والضم علی البناء۔ والقلم الواو للقسم وما موصولۃ یسطرون صلۃ والعائد محذوف والجملۃ معطوفۃ علی القلم ما انت الجملۃ جواب القسم وان لک الجملۃ معطوفۃ الجملۃ السابقۃ وانک ایضا معطوفۃ علیہا والجملات الثلاث جواب القسم۔ بایکم المفتون الیا زائدۃ ویمکن ان یکون المفتون مصدرا مثل المعقول والمیسور ای بایکم الجنون ؛

تفسیر۔ جمہور کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے حسن وعکرمہ وعطار کا بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی سے منقول ہے۔ کہ سب سے اوّل اقرأ نازل ہوئی۔ پھر سورۂ نون۔ پھر مزمل۔ پھر مدثر۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں۔ کہ یہ سورۃ مکے میں نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ کچھ مکے میں اور کچھ مدینے میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کو سورۃ قلم بھی کہتے ہیں۔ اور سورۃ نون بھی کس لئے کہ نون بھی اس کے اوّل ہیں اور قلم بھی ہے ؛

اس سورۃ میں بھی بلحاظ تقدّم نزول کے مسئلہ نبوّت پر دلچسپ بحث ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات جو مخالفین نبوّت اپنے خیالات فاسدہ سے عیب ثابت کرتے تھے۔ کہ آپ دیوانے ہیں۔ اور ناحق دنیا سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ بدخلق ہیں۔ ان کی بدلائل تو یہ نفی کی ہے۔ اور یہ کچھ نئی بات نہ تھی۔ نہ مستبعد کس لئے کہ ملک عرب اور اسکا مکہ شہر گمراہی اور ہلاکت کی اندھیریوں میں پڑا ہوا تھا۔ ایسے وقت خدائے پاک کی توحید وعظمت بیان کرنا اور مکارم اخلاق کی تعلیم دینا اور ان بُری بُری باتوں کی ممانعت کرنا جو اُن کی طبیعت میں خمیر ہوگئی تھیں۔ اور صدیوں سے باپ دادا کو انھیں پر چلتے دیکھتے آتے تھے۔ ایک نہایت حیرت خیز بات تھی۔ جس کے قائل کو دیوانہ کہنا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اور جا بجا پُر درد الفاظ میں منادی کرنا اور دردمندی سے ان ڈوبتوں کو بچانے کی کوشش کرنا اُنکی طبیعت کے برخلاف کام تھا۔ جسکو بدخلقی اور تعصب کہتے تھے۔ اور آپکی مساعی جمیلہ کا نتیجہ آپ کے حق میں مہلک خیال کرتے تھے۔ اور آپکو اس طریقہ سے پھیر کر اپنی طرف لانا آپ کے حق میں بہتر خیال کرتے تھے۔ ان سب باتوں کا ان آیات میں بڑے تسلی بخش الفاظ میں کیا گیا ہے۔ عرب میں دستور تھا۔ کہ جھوٹی بات پر قسم نہ کھاتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے۔ کہ جو کوئی جھوٹ پر قسم کھائیگا۔ برباد ہو جائیگا۔ اس لئے خدائے پاک اپنے کلام کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا کرتا ہے۔ قسم سے شروع کرتا ہے۔ فقال نٓ والقلم وما یسطرون۔ کہ قسم ہے نون اور قلم سے لکھی ہوئی چیزوں کی ما انت الخ کہ تو اے محمدؐ فضل الٰہی سے دیوانہ نہیں۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں ؛

نون سے کیا مراد ہے؟ اسکی پوری بحث سوۂ بقر کی تفسیر الٓم میں ہم کر آئے ہیں۔ مگر یہاں اسقدر جان لینا کافی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ نون کسی کلمہ کا حرف ابتدائی یا اخیر حرف ہے۔ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اطمینان دلایا جاتا ہے۔ ابتدائی حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں۔ یہ ناصر یا نصیر یا نحن ننصر کا ابتدائی حرف ہے۔ کہ اے محمدؐ کفار تجھے

نون سے کیا مراد ہے

غلبہ و شوکت اور اپنے متبعین کے ضعف و قلت کا خیال نہ کر۔ ہم اس دین کی مدد کرینگے اور غلبہ دینگے چنانچہ غلبہ دیا اور وعدہ سچا کر دکھایا۔ بعض کہتے ہیں نون نور کا ابتدائی حرف ہے کہ لئے محمد دنیا ظلمات سے بھر گئی ہے۔ اللہ نے اپنا نور ظاہر کیا۔ جو تجھے بھیجا۔ اور جہان کو روشن کرنے کیلئے مکے کے پہاڑوں سے آفتاب ہدایت کو جلوہ گر کیا جسکی کرنیں تھوڑے سے دنوں میں زمین کے کناروں تک پھیل گئیں۔ اور وہ کسی کے روکے سے نہ رکیں۔ واللہ متم نورہ۔ اور اخیر حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں الرحمٰن کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہم رحمٰن ہیں۔ اپنی رحمت کاملہ سے دنیا میں نبی اور کتابیں بھیجی ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ سورۃ کی آیات میں اخیر حرف نون ہے۔ جیسا کہ بلغاء فصحاء اول ہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ لام یعنی لام کی ردیف ہو گی ان سب صورتوں میں نون حروف میں سے ایک حرف تہجی مراد ہو گا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ نون سے مراد مچھلی ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں وہ مچھلی کہ جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ کیا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ مچھلی ہے جسکی پشت پر زمین ہے جسکا نام لہوت یا بلہوت ہے۔ پھر اس کی تفصیل میں ایک روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے آسمان و زمین بنائے۔ تو عرش سے فرشتہ بھیجا جس نے زمین کو اپنے مونڈھوں پر اٹھا لیا۔ مگر فرشتے کے پاؤں ٹکنے کی جگہ نہ تھی۔ خدا نے ایک بیل بھیجا۔ جس کے چالیس ہزار سینگ تھے۔ اور چالیس ہزار پاؤں تھے۔ بیل کے کوہان پر زمرد کی چوکی رکھی۔ اس پر فرشتے نے پاؤں رکھے مگر پھر بیل کے پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ تو اس کیلئے ایک بڑا پتھر پیدا کیا۔ جس پر وہ بیل کھڑا ہوا۔ اور بیل کے سینگ زمین میں سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور اسکے نتھنے سمندر میں ہیں۔ جب دم لیتا ہے۔ تو سمندر کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور کف بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب دم کھینچتا ہے۔ تو پانی سمٹ جاتا ہے۔ یعنی مد و جزر اسکے سانس سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ پتھر جس پر بیل کھڑا ہے ایک مچھلی پر ہے جسکا یہاں ذکر ہے اور مچھلی پانی پر ہے اور پانی ہوا پر ہے جس سے اشارہ ہے کہ جہان کی بنیاد ہوا پر ہے۔ پھر اس مچھلی اور بیل کی بابت عجائب و غرائب روایات مذکور ہیں۔ یہ روایت ابن المنذر و عبد بن حمید و ابن مردویہ نے کی ہیں۔ اور مجاہد و سدی و مقاتل و مرہ ہمدانی و عطا خراسانی کلبی وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔ یہ روایات محققین محدثین کے نزدیک بے اصل ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھنا برا سمجھا۔ فن موضوعات میں آئمہ جرح و تعدیل نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے ؁

بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ نون سے مراد نفس کلیہ اور قلم سے عقل کلی ہے۔ اول میں کنایہ ہی کلمہ کے اول حرف کے ساتھ اور دوم باب تشبیہ سے ہے کہ نفس میں صور موجودات تاثیر عقل سے منقش ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ صور لوح پر قلم کی تاثیر سے منقش ہوتی ہیں۔ و ما یسطرون سے مراد صور اشیاء اور انکی ماہیات اور ان کے احوال جو صادر ہونیوالے ہیں اور لکھنے والے عقول متوسطہ ارواح مقدسہ ہیں گرچہ کاتب ازلی حقیقت میں وہی ہے۔ لیکن انکی طرف مجازاً اس لئے منسوب کیا گیا کہ وہ ذریعہ ہیں (از تفسیر علامہ محی الدین بن عربی)۔ بعض کہتے ہیں۔ نون سے ذات باری اور قلم سے صفات مراد ہیں۔ و ما یسطرون سے وہ افعال و حالات جو لوح تقدیر پہ لکھے جاتے ہیں۔ (عرائس) ؁

صوفیہ کرام کا مذہب

۱؎ تب اسمیں اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہوگا۔ جو حضرت یسعیاہ علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت کر گئے تھے جسکا کتاب یسعیاہ کے ساٹھویں باب میں ذکر ہے۔ بقولہ اٹھو روشن ہو۔ کہ تیری روشنی آئی۔ اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ۱۲ منہ رح ۲؎ یہ ایک حدیث کا فن ہے۔ جسمیں حدثین نے تحقیق و تدقیق سے جھوٹی اور لوگوں کی بنائی ہوئی حدیثوں کو جدا گانہ لکھدیا ہے۔ جیسا کہ ابن حبان و عقیل و ازوری کی تصنیف اور دار قطنی کے افراد اور خطیب کی تاریخ اور حاکم کی اور کامل بن عدی کی اور میزان ذہبی کی ان بزرگوں نے ضعاف و موضوعات کو چھانٹ لیا ہے۔ اور بعض علماء نے خاص موضوعات کیلئے تصانیف کئے ہیں۔ جیسا کہ موضوعات ابن الجوزی و صغانی و جوزقانی و قزوینی۔ پھر مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کا مختصر اور سخاوی کا مقاصد اور تمیز الطیب من الخبیث ربیع کی اور سیوطی نے ایک رسالہ بنام ذیل لکھا۔ ابن جوزی کے موضوعات پر اور دوسرا اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ۔ اور عراقی نے احیاء العلوم پر تخریج لکھی۔ اور طاہر ہندی نے تذکرہ لکھا۔ اور ملا علی قاری نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ پھر اسکے بعد شوکانی نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ایک جامع کتاب لکھی ۱۲ منہ رح

صاف مطلب یہ ہے۔ کہ نٓ ایک حرف ہے۔ جو شروع کلام میں کسی خاص رمز کیلئے آیا ہے جسکو وہی خوب جانتا ہے جیساکہ اور حروف سورتوں کے اوائل میں آئے ہیں۔ والقلم وما یسطرون سے قسم شروع ہوتی ہے۔ کہ ہمیں قلم کی قسم اور اسکی جو لکھتے ہیں۔ اب قلم سے خواہ وہ نورانی قلم مراد لو یعنی اندازہ الٰہیہ کہ جس نے ازل میں ہر شے کو الواح علمیہ پر ثابت کردیا جیساکہ حدیث صحیح میں آیا ہے جف القلم بما انت لاق رواہ البخاری۔ قلم کے خشک ہونے سے کنایہ ہے۔ قلم الٰہی میں مقادیر لکھے جانے اور ان سے فارغ ہوجانے سے۔ ترمذی رحؒ نے روایت کی ہے کہ اوّل خدا نے قلم پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں فرمایا تقدیر۔ لکھ پھر جو ہوا اور اب تک ہوگا سب کچھ لکھا گیا۔ قلم اور لوح وہی تقدیر علمی اور مرتبہ ثبوت فی علم اللہ ہے۔ جو ازل میں تھا جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ اس نوشتۂ ازلی کا ثبوت انجیل متی کے ۲۶ باب ۵۴ جملے سے بھی ہے۔ قولہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں۔ اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے لئے حاضر کردیگا۔ ۵۴ پر نوشتوں کی بات کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے۔ تب کیونکر پوری ہوگی۔ خواہ اس سے مراد وہ قلم اور وہ لکھنا ہو کہ جو ملائکہ انسان کے نیک و بد کام لکھتے ہیں جسمیں منکرین نبوت کیلئے سرزنش ہے۔ خواہ دنیاوی لوگوں کے قلم اور انکی تحریرات مراد ہوں۔ پھر عام ہے۔ کہ ہر معاملہ و انتظام دنیا کی بابت ہوں۔ کس لئے کہ یہ بھی انعام الٰہی ہے جس پر دنیا کے صدہا انتظام مربوط ہیں۔ خواہ علماء ربانیین کے قلم اور انکی تحریر مقدس اور الہامی کتابوں کی بابت ہو جسکو قریش بھی عمدہ اور متبرک سمجھتے تھے۔ یا عام علمی قلمیں اور انکی تحریریں ہوں۔ جس سے اشارہ ہے۔ کہ اسی دنیا میں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں۔ اور انکے منہ کی الہامی باتیں لوگوں نے تحریر کی ہیں۔ اور پھر انکو بھی اس عہد کے جاہلوں نے دیوانہ بنایا ہے۔ جس پر وہ عتاب الٰہی میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اور ان باتوں کو اہل قلم مؤرخین نے لکھا ہے۔ ان سے پوچھ دیکھو۔ بہرحال ایک عمدہ اور اعلیٰ چیز کی قسم ہے کفار کے ابطال کیلئے کہ وہ نبوت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے اور آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ اس بات کا رد کرتے ہیں نوٓن اور قلم اور تحریر کی قسم سے ایک عمدہ مناسبت ہی۔ کس لئے کہ نبوت علوم کا سرچشمہ ہے جو ایک اعلیٰ ترین نور ہی جس کے فیوضات بعد میں یا اسکے روبرو مبارک ہاتھ لکھا کرتے ہیں اور مقدس صحائف میں درج ہیں۔ اور وہ دنیا کی اصلاح و فلاح کا عمدہ ذریعہ ہوتے ہیں مگر جاہل دماغ جب ان باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دیوانہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر معنی سے قسم اور مقسم بہ میں مناسبت ہے ؛

اور پھر ان چیزوں کی قسم پہلی سورۃ تبارک سے کمال مناسبت رکھتی ہے۔ کس لئے کہ اس سورۃ میں خدا تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار کیا تھا۔ اور اسکے متعلق آسمانوں و زمین کا بلند اور وسیع مکان بنانا اور مطیع اور سرکشوں کیلئے دارالانعام اور جہنم کا قیدخانہ وغیرہ امور ذکر فرمائے تھے۔ مگر دفتر شاہانہ کا ذکر نہ آیا تھا۔ اس لئے یہاں نوٓن اور قلم اور تحریر سے وہ بات بھی ثابت کردی۔ قلم کے فضائل یعنی علم کی خوبیاں اور قلم سے نبوت کی مناسبت کہ قلم جسطرح لکھنے والے کے ہاتھ میں مجبور ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام تابع الہام ہیں۔ آپ سے کچھ نہیں فرماتے۔ وما ینطق عن الھوی پر علماء نے بہت کچھ بیان کئے ہیں ؛

تین چیزوں کی قسم کھائی۔ نوٓن۔ قلم۔ تحریر کی۔ اور قسم کھا کر تین باتیں بیان فرمائیں (۱) ما انت بنعمۃ ربک بمجنون کہ تو اے نبی اپنے رب کی نعمت یعنی عنایت سے دیوانہ نہیں اور جملہ کو اسمیہ اور باؔ سے موکد کیا۔ جو عین مقتضائے بلاغت تھا۔ کس لئے کہ وہ آپکو مجنون بھی بڑے زور سے کہتے تھے اور وجہ مجنون کہنے کی وہی تعلیم و توحید و مکارم اخلاق تھی۔ مگر نیا ایک سبب اور بھی

کس لئے مجنون کہتے تھے

پیدا ہو گیا تھا۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت کے بعد کہ جس سے تمام مکے میں کھلبلی پڑ گئی تھی حضرت خدیجہ رضؓ
اور حضرت علی رضؓ اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور ام ایمن رضؓ آپکی لونڈی اور زید رضؓ آپکے متبنٰی ایمان لائے۔ تو آپ نے انکو وضوا ور نماز
کے طریقے سکھائے۔ جس سے اور بھی اہل مکہ کو نئی بات دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اور آپ کو دیوانہ کہنا شروع کر دیا۔ اور لطف یہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیحد دانائی کے نبوت سے پہلے نہ صرف قریش مکہ بلکہ اور اطراف وجوانب کے لوگ بھی قائل تھے اور
آپکی زیرکی ضرب المثل تھی۔ (۲) وان لک لاجرا غیر ممنون۔ کہ آپکے لئے بے انتہا اجر ہے۔ یہ گویا دلیل ہے پہلے جملے کی۔ کس لئے
کہ دیوانے کی کوئی بات قابل مدح اور سبب اجر نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا کوئی کام عقل و ہوش سے نہیں ہوتا برخلاف اسکے
آپکو اجر ہے۔ ان تمام مساعی جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا؟ بے انتہا کس لیے کہ دنیا میں توحید و خدا پرستی اور مکارم اخلاق کے
(اُن کے مٹ جانیکے بعد) آپ ہی مروّج اور معلّم ہیں۔ جبتک دنیا میں یہ باتیں جاری رہیں گی۔ آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہیگا۔
اور ہر ایک نیک کام کے بانی اور مروّج کو بعد میں اجر ملا کرتا ہے یہ اسکے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ کیلئے دنیا
میں گویا ایسے آدمی زندہ رہ کر نیک کام میں حصہ لینے والے شمار ہوتے ہیں۔ اور زندہ تصور کئے جاتے ہیں۔

ف۔ ممنون مقطوع کہتے ہیں مننت الحبل اذا قطعتہ غیر ممنون غیر مقطوع کہ وہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور یہی معنے ہیں۔

(۳) وانک لعلی خلق عظیم۔ اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔ یہ بھی اسی جملے کی ایک دلیل قوی ہے۔ کس لئے کہ مجنون کے اخلاق
اچھے نہیں ہوتے۔ برخلاف اسکے کہ آپکے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے وہ بھی بالاتفاق قائل تھے پھر دیوانہ کہنا دیوانہ پن ہے
خلق ایک نفسانی ملکہ ہے۔ جس کے سبب انسان عمدہ کام باآسانی کر سکتا ہے۔ اچھے کام کرنا اور بات ہے۔ اور انکو
آسانی سے کرنا اور بات ہے۔ پس وہ حالت جسکی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کر سکے۔ اسکو خلق کہتے ہیں جسکی جمع اخلاق آتی
ہے۔ خُلُقٌ خلقٌ بالضم و بالضمتین خوئے (صراح) خلق بخل اور لالچ اور غضب اور معاملات میں تشدد سے بچنا اور لوگوں سے
معاملات میں نرمی درگذر مروّت سیر چشمی سے پیش آنا۔ انتقام سے درگذرنا۔ اقارب و احباب کے ساتھ سلوک کرنا۔ بلکہ
بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنا۔ کینہ اور حسد سے دُور رہنا بھی خلق میں داخل ہے حیا و شرم کرنا سخت کلامی اور فحش گوئی اور
طعنہ بازی سے بچنا اسکا ایک جز و ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر خمیر کر دی گئی
تھیں۔ ان باتوں کو بتکلف عمل میں لانیکی حاجت نہ تھی۔ بلکہ بے تکلف خود بخود آپ سے سرزد ہوتی تھیں خلق محمدی دنیا میں
مشہور ہے۔ حضرت کی روح پاک میں معارف الٰہیہ حقہ کے قبول کرنیکی نہایت استعداد رکھی تھی۔ اور بُری باتوں غلط
عقائد کے قبول کرنیکی مطلقاً استعداد نہ تھی۔ اس لئے یہ ملکہ آپ میں تھا جسکو خلق سے تعبیر کیا۔

ابی الدرداء رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دریافت کیا۔ فرمایا
آپ کا خلق قرآن تھا جس سے وہ راضی اس سے آپ راضی جس سے وہ ناخوش اُس سے آپ ناخوش تھے اخرجہ البیہقی فی
الدلائل وابن مردویہ وابن المنذر اس قسم کی ایک روایت سعد بن ہشام رضؓ سے مسلم وابن المنذر و حاکم وغیرہم نے نقل کی ہے
جسمیں اسطرف اشارہ ہے۔ کہ حضرت کا نفس مقدس بالطبع عالم قدس کیطرف مائل اور اسکے ساتھ جسقدر چیزیں متعلق ہیں
اُنکی طرف راغب تھا۔ اور لذات بدنیہ اور سعادت دنیویہ سے بالطبع آپ کو سخت نفرت تھی۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ آپ سے زیادہ کوئی خوش خلق نہ تھا۔ جب کسی نے بلایا۔ تو آپ نے یہ فرمایا۔ لبیک یعنی حاضر۔ نہ عمر بھر کسی
کو مارا۔ نہ گالی دی۔ نہ سخت کلامی سے پیش آئے۔ انس رضؓ کہتے ہیں۔ کہ دس برس تک میں حضرت صؐ کی خدمت میں رہا
آپ نے کبھی مجھے کسی کام کے کرنے پر یہ نہ فرمایا۔ کہ کیوں کیا۔ اور نہ کرنے پر یہ نہ فرمایا۔ کہ کیوں نہ کیا؟ کتب شمائل اور
سیر میں اس سے زیادہ آپ کے مکارم اخلاق مذکور ہیں۔ آجکل پھکڑ بازی اور فحش گوئی اور بیجا دل لگی اور ہنسی کا نام
خلق رکھا ہے۔ افسوس۔

ف علی کا لفظ استعلاء کے لئے عرب میں مستعمل ہوتا ہے علی خلق کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ان اخلاق حمیدہ پر حاوی اور غالب
ہیں اور عظیم کے لفظ نے اور بھی معنی میں وسعت پیدا کردی کس لئے کہ آنحضرت صلعم کو اگلے انبیاء علیہم السلام کی اقتداء و اتباع کا
حکم دیا گیا ہے بقولہ اولئک الذین ہدی اللہ فبہدیہم اقتدہ اور یہ ظاہر ہے کہ معرفت الٰہی اور احکام شرائع میں یہ اقتدا نہیں تو
لامحالہ انکے اخلاق میں اقتداء کرنا ہے تو جو ہر ایک نبی علیہ السلام کے اخلاق تھے ان سب کا مجموعہ حضرت صلعم میں قائم ہوا اسلئے
آپکا خلق عظیم تھا کیا خوب کہا ہے خسرو علیہ الرحمۃ نے ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ✦

یہ تین باتیں جن چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمائیں جنمیں سے ہر ایک کو دوسری سے مناسبت تامہ ہے اور پھر ہر ایک
کو ہر ایک چیز سے کہ جس کی قسم کھائی ہے عجب مناسبت ہے اور مجموعہ کو مجموعہ سے مناسبت ہے یہ کمال بلاغت ہے
اور لطف یہ کہ یہ تینوں باتیں جدا جدا بھی آنحضرت صلعم کی نبوت کی دلیل ہیں اور مجموع مرکب ہوکر بھی جسکی تقریر اذہان صافیہ پر چھوڑتا ہوں۔

اس برہان قاطع کے بعد آنحضرت صلعم کی صداقت کا آئندہ آنیوالی نشانی سے پورا اطمینان دلاتا ہے اور ایک پیشینگوئی کرتا ہے
جسکو اہل مکہ نے بہت جلد آنکھوں سے دیکھ لیا۔ فقال فستبصر ویبصرون کہ اے محمد ابھی آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ
لیں گے کیا دیکھ لیں گے۔ بعض کہتے ہیں دنیا کی سزا جو بدر کے دن اور ایک قحط عظیم سے قریش کو ملی جس کے لئے آنحضرت
صلعم نے دعا کی تھی۔ بعض فرماتے ہیں یہ عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ مرنیکے بعد معلوم ہو جاویگا مگر میں کہتا ہوں
بایکم المفتون۔ یبصرون کا مفعول ہے بذر لعیہ تب یہ معنی ہوئے کہ ابھی معلوم ہو جائیگا کہ تم میں سے کون فتنہ میں پڑا
ہوا ہے دیوانہ یا مقہور ہے چنانچہ چند برس کے بعد جب آفتاب ہدایت بلند ہوا تو تمام عرب نے جان لیا کہ ہم گمراہی
پر تھے ناحق پیغمبر خدا صلعم کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ لونڈیاں اور غلام بوڑھے اور بچے شریف و وضیع سب کی آنکھوں میں
انکی وہ پہلی حالت جو بت پرستی اور ہر قسم کی بدکاری تھی متبدل ہو گئی۔ یہ کوئی تھوڑی بات نہیں کوئی شخص جو دراصل خدا
تعالیٰ کا فرستادہ نہ ہو اور اسکو اپنے نور باطن و تائید بحبہ کا پورا بھروسہ نہ ہو ایسی جاہل بت پرست مغرور بدکار قوم کی نسبت
یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی ایسی جلد کایا پلٹ دینے کا بیڑا اٹھایا
اور نہ اٹھا سکتے تھے۔ اس اعجاز سے بڑھکر دنیا میں کسی نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اسلئے اس کے بعد فرماتا ہے ۳۱
ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وہو اعلم بالمہتدین کہ تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستے سے بھٹکا ہوا اور کون
رستے پر ہے؟ جو گمراہ ہے اور گمراہی کو ہدایت جانتا ہے اس سے بڑھکر کون دیوانہ ہے اور ہدایت پانیوالے سے جو سیدھی
راہ چلا جا رہا ہے کون عقلمند ہے؟ اسمیں اشارہ ہے کہ وہی گمراہ ہیں اور وہی دیوانے ہیں انکے دیوانہ پن کی دلیل انکی گمراہی ہے اور آپ
اور آپ کے متبعین کے عاقل ہونیکی دلیل ہدایت پر ہونا ہے یا یوں کہو کہ وہ جو اپنے آپکو عاقل اور آپکو دیوانہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں اسلئے
کہ تم ہدایت پر اور وہ گمراہی پر ہیں اور امتیاز جو ہدایت و گمراہی سے حاصل ہو وہ اس امتیاز سے بہتر ہے جو عقل و جنون سے حاصل ہو کیونکہ
کہ وہ سعادت و شقاوت ابدیہ کا ثمرہ ہے اور یہ سعادت و شقاوت دنیویہ کا نتیجہ ہے پھر جب یہ دیوانے ہیں اور دیوانگی سے جھٹلاتے ہیں
تو فلا تطع المکذبین ان جھٹلانیوالوں کا کہنا مان کیونکہ وہ تجھے اسی حالت خراب کی طرف بلا رہے ہیں جسمیں وہ خود مبتلا ہیں۔ دنیا میں جو مذہب
وملت کا جھگڑا اور لڑائی ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہدایت پانیوالا دوسرے گمراہ بھائی کو دیکھ رہا ہے کہ یہ ڈوبا جاتا ہے اس
لئے اس کے بچانیکی کوشش کرتا ہے اور وہ اسکو ڈوبتا جانکر اس کے برخلاف کوشش کرتا ہے اور پھر ہر ایک فریق کو
دوسرے سے رفتہ رفتہ رنج و عداوت بھی ہو جاتی ہے جسکا نتیجہ جنگ و جدال ہوتا ہے ✦

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ

وہ چاہتے ہیں آپ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں اور (اے رسول) آپ کسی ایسے کے کہنے میں نہ آنا جو بڑی قسمیں کھاتا ہے ذلیل طعنہ باز چغل خور بھلی باتوں کو روکنے والا

ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝

ظالم بدکار سرکش اس پر بد اصل بھی ہے اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا بھی ہے جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں (آپ دیکھیں) عنقریب

ترکیب فیدہنون عطف علی تدہن داخل فی خبر لو وہو بتقدیر المبتدأ محذوف ای فہم یدہنون جواب لو محذوف وکذا مفعول ودوا ای ودوا ادہانک لو تدہن فیدہنون یمکن ان یکون فیدہنون مع المبتدأ المحذوف جواب لو والشرط مع الجزاء مفعول ودوا وفی بعض المصاحف فیدہنوا بحذف النون علی انہ جواب التمنی المفہوم من ودوا ان کان الخ بالفتح مصدریہ متعلق بقولہ ولا تطع ای لا تطع من ہذہ مثالبہ لان کان ہنوا مستظہرا بالبنین ہذا قول الفراء والزجاج وقری ان بالکسر علی الشرط وجواب الشرط محذوف دل علیہ اذا تتلی ای ان کان ذا مال یکفر او لا تطع ایہا المخاطب کل حلاف شارطا لیسارہ اذ الشرط فال جوابہ

تفسیر اول بار آنحضرت صلعم کو کفار کی اطاعت سے منع کیا تھا بقولہ ولا تطع المکذبین اب اسی بات کو اور موکد کرتا ہے فقال ودوا کہ وہ کفار چاہتے ہیں تدہن کہ اگر مداہنت کر جائیں حق سے چشم پوشی کر لیں صاف صاف بتوں اور بت پرستی کی برائی نہ کریں تو فیدہنون وہ بھی آپ سے تشدد نہ کریں گول گول باتیں کہنے میں کچھ ممانعت نہ کریں مفسرین نے ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ابوجہل و اسود بن عبد یغوث و اخنس بن شریق وغیرہ یکے از رؤسا آنحضرت کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اس پند و نصیحت سے آپکی یہ غرض ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت میسر آئے تو آپ فرمائیے اگر عورتوں سے رغبت ہے تو عمدہ سے عمدہ کنواری لڑکیاں آپکے لئے حاضر کریں اور آپ جس سے چاہیں نکاح کر دیں اگر دولت مقصود ہو تو ہم مال اور مواشی حاضر کریں اگر سرداری مقصود ہے تو آپ ہماری قوم میں عالی نسب عقلمند ہیں ہم آپکو سردار بنا دیں آپ نے فرمایا مجھے ان باتوں میں سے کوئی مطلوب نہیں صرف تمہاری بھلائی مقصود ہے کہ تم ہلاکت میں نہ پڑو اسپر انہوں نے کہا کہ اچھا آپ عبادت کیا کریں مگر بتوں کی مذمت اور انکی پرستش سے نہ منع کیا کریں ہم بھی آپ پر طعن نہ کرینگے آنحضرت نے سکوت فرمایا تب یہ آیت نازل ہوئی ودوا لو تدہن الخ۔

مگر ان کفار میں ولید بن مغیرہ بڑا بدذات تھا اسکی بدذاتی یہ تھی کہ جھوٹی بات بات پر قسمیں کھانیوالا چغل خور نیک کاموں سے منع کرنیوالا بد مزاج سرکش حرامی تھا مال و اولاد کا گھمنڈ تھا وہ اپنی مالداری و ریاست کے نشہ میں آنحضرت اور مسلمانوں کو حقیر سمجھتا تھا اور اپنی حکومت کی کوشش کرتا تھا کہ میرا کیسا ماننے والا حکمی کر میں اس توحید و خدا پرستی سے باز آویں اسلئے بالخصوص اسکی اطاعت سے آنحضرت صلعم کو منع کیا گیا آپ خود بھی اسکی اطاعت کرنیوالے نہیں تھے مگر تاکیداً حکم دیا اور اسکا نام نہیں لیا اسکے اوصاف رذیلہ بیان کر دئے تاکہ لوگوں کو ایسے اوصاف سے نفرت ہو اور ترک کریں اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ایسے اوصاف کا شخص اس قابل نہیں کہ اسکی کوئی اطاعت کرے فقال ولا تطع کل حلاف کہ آپ بہت قسمیں کھانیوالے کی نہ مانیں بات بات پر قسمیں کھانا رذالت و کاذب ہونے کی دلیل ہے مہین ذلیل حقیر بیہودہ باتوں پر جھوٹ بولنا قسمیں کھانا ذلیل کر دیتا ہے جس سے اسکی پست ہمتی اور بدکاری ثابت ہوتا ہے اسکے سوا وہ موذی بھی ہو ہماز طعن کرنیوالا لوگوں کو برا کہنے والا لوگوں کے حسب و نسب اخلاق صورت سیرت میں طعنہ کرکے لوگوں کو ایذا دینے والا مشاء بنمیم چغلخور ایکی دوسرے کو لڑوا دینے والا مناع للخیر نیکی سے منع کرنیوالا۔ اگر اسکی اولاد یا نوکروں میں سے کوئی آنحضرت کے پاس آتا تو یہ دھمکاتا کہ کھانا بند کر دونگا معتد ظالم لوگوں کے حقوق تلف کرنیوالا مزدوروں سے کام لیا مار پیٹ کر نکالدیا۔ اثیم بدکار شراب پینے والا زنا و لواطت کرنیوالا عتل سرکش اڑیل بد مزاج کسی کی بات خودپسندی سے نہ ماننے والا بعد ذلک ان سب عیبوں کے بعد زنیم ولد الزنا۔ حرام کا نطفہ بیشتر اخلاق رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے۔ حرامی اولاد میں خیر و برکت شجاعت و حمیت کم ہوتی ہے جن والیان ملک نے بیشمار عورتیں گھر میں ڈالکر حرامی اولاد جنوائی نہ ان میں شجاعت و عفت دکھائی دیتی ہے نہ ریاست و سیاست کی غیرت باقی ہے مرد ہیجڑے بدکار کمینہ پرست عورتیں فاحشہ خاندان برباد ہوا

نطفے میں ضرور ایک نیک و بد اثر ہوتا ہے علاوہ صحت و فرض جسمانی کے حلالی حرامی ہونیکا بھی ایک اثر ضرور نمایاں ہوتا ہے یہ مشاہدہ میں آچکا ہے زنیم کے معنی شعبی نے شریر کے بھی بیان کئے ہیں۔ عکرمہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اسکے زنیم ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اسکی گردن میں رسولی تھی جس سے وہ پہچانا جاتا تھا اور لعنت میں زنمہ کے معنی زیادہ کیے ہیں اور بکری کے کان چیر ڈالتے ہیں اور وہ سوکھ کر لٹک جاتے ہیں تو انکو زنمۃ الشاۃ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ جسمیں ان باتوں میں سے ایک بھی ہو وہ بھی قابل نفرت ہے اسکی اطاعت کیسی چہ جائیکہ اسمیں اسقدر عیب ہوں۔ ان کان ذا مال وبنین۔ اسلئے کہ وہ مال اور لڑکوں والا ہے مغرور اور نافرمان ہوا ہے اور اس نالائق پر یہ نعمت پاکر شکر گزاری نہیں کرتا۔ بلکہ اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین جب اسکو ہماری آئتیں سُنائی جاتی ہیں کہ سُنکر اپنے اخلاق درست کرے ہماری طرف رجوع ہو وہ سن کر یہ کہدیتا ہے کہ یہ اگلے لوگونکی کہانیاں ہیں کلام الٰہی نہیں۔ اسلئے اس ناشکر کیلئے دنیا ہی میں ایسی سزا دیجائیگی کہ جو اسکے کبر و غرور کو مٹا دے وہ کیا سنسمہ علی الخرطوم کہ ہم بھی اس کی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہونیکے سبب ہاتھی کی سونڈ جیسی ہے داغ اور نشان لگا دینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر چرکا لگا گئے ہیں اگر اسپر بھایا لگا یا اچھا ہی نہ ہوا ایک داغ ہو گیا اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا۔ **(فوائد)**

ف۱ اس بدبخت نے نبی علیہ السلام کو دیوانہ کہا تھا جس سے مقصود نبوت کا ابطال تھا اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی نبوت بڑے واضح دلائل سے ثابت کی اور دلائل میں آپکے اخلاق حمیدہ اور اجر آخرت ثابت کر کے نہ صرف جنوں کی نفی کی بلکہ نبوت اور آپکے خلق عظیم کے مقابلہ میں اس بدبخت کے دس عیب بیان فرمائے جس سے بالمقابل اور اخلاق حمیدہ کی شرح بھی ہو گئی اور آسمانی حکم کے مقابلہ کرنے والے کی دنیا و آخرت کی بربادی و خرابی و توہین بھی کیگئی تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو۔

ف۲ جب آنحضرت صلعم پر ایک عیب لگانیوالے کے دس عیب واقعی بیان کئے گئے تو حضرت کے ساتھ سلوک اور حسن خدمت سے پیش آنیوالے کی بھی یہ حالت ہے کہ ایک بھلائی کرنے والے دس بھلائیاں دنیا اور آخرت میں ملتی ہیں اور کم از کم دس پشتوں تک اسکا صلہ ملتا ہے جس کی نظیر صحابہ کرام کی جانفشانیاں ہیں کہ انکو بہت جلد سرسبز ملکوں کا مالک کر دیا اور بہت تک وہ اور ان کی نسلیں برگزیدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اسپر دس برکت بھیجے گا

اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ وبارک وسلم۔

ف۳ اس متکبر کو اور بھی سزا دیسکتا تھا ناک پر داغ لگانیکی سزا کیوں تجویز فرمائی گئی؟ ناک ہی غرور و خود بینی کا نشان ہے اور عرف میں ناک عزت و آبرو کو بھی کہتے ہیں اسلئے غرور و خود بینی کے نشان پر داغ لگایا جانا خداوند جہان کی ساتھ سرتابی و سرکشی کی مناسب سزا ہے بعض کہتے ہیں اسمیں کنایہ ہے اسکی عزت دنیاوی بگاڑ دینے سے۔

ف۴ کیا ولید کی ناک بڑی اور سونڈ جیسی تھی؟ نہیں متکبر اور مغرور اپنی ناک بڑھایا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ناک رکھنا بلندی کیساتھ نہیں ہوتا بلکہ پستی پیدا کرتا ہے اسلئے اسکو سونڈ سے تعبیر کیا اور ممکن ہے کہ دراصل اس بدبخت کی ناک ظاہری لمبی اور جھکی ہوئی ہو جو ادبار و ہلاکت کا نشان ہے اور ایسے کرایہ المنظر مغرور کی ناک کو خرطوم کہنا جو ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہیں اسکی پوری اہانت بھی ہے اور اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اسنے اصحاب الفیل کا واقعہ دیکھا تھا انکی لمبی ناک کا جو انجام ہوا اسکا خیال کر کے باز آوے۔

ف۵ حضرت انبیاء علیہم السلام کو باوجود حلم اور خلق کے کبھی ضرورت مجبور کرتی ہے کہ وہ مخالف سرکش کو سخت الفاظ سے یاد کریں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو سانپوں کا بچہ کہہ دیا تھا اور قرآن مجید نے تو کسی کا نام نہیں لیا۔ ایک اوصاف ردیلہ کی تصویر کھینچی ہے اب اتفاق سے وہ اوصاف رذیلہ ولید میں ہوں یا کسی اور میں۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۙ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا

ہمنے انکی (باغ والوں کی طرح آزمائش کی ہے جبکہ انہوں نے قسم کہائی تھی کہ ہم صبح کو اسکا میوہ توڑ ہی لینگے اور انشاء اللہ نہ کہتے تھے پھر تو اس پر رات ہی

طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۙ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۙ أَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِن

میں آپکے ربکی طرف سے ایک جھونکا چل گیا اور وہ سوتے ہی پڑے رہے پھر صبح کو وہ باغ ایسا ہوگیا جیسا کہ کٹا ہوا ہوتا ہے پھر وہ صبح کو پکارنے لگے کہ اگر تم کو پھل توڑنے ہیں تو سویرے

كُنتُمْ صٰرِمِينَ ۝ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخٰفَتُونَ ۙ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۙ وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

اپنے باغ میں جا پہنچو پھر وہ باہم چپکے چپکے کہتے ہوئے چلے کہ تمہارے باغ میں آج کوئی محتاج نہ آنے پاوے اور وہ سویرے ہی اپنے ارادہ پر مضبوط

قٰدِرِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا إِنَّا لَضَآلُّونَ ۙ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝

ہو کر چلے پھر جب (جلا ہوا) اسکو دیکھا تو کہنے لگے بیشک ہم راہ بھول گئے ہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی پھر ان میں کے اچھے شخص نے کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم کیوں اسکی

قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ۝ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَلٰوَمُونَ ۝ قَالُوا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ ۝ عَسٰى

تسبیح نہیں کرتے تب وہ بھی کہنے لگے ہمارے رب کی پاک ذات ہے درحقیقت ہم ہی خطاوار تھے پھر تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہنے لگے ہائے بیشک ہم بھی سرکش تھے شاید ہمارا

رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ ع ۳۳ ۳ وقف لازم

رب ہمکو اس سے بہتر (باغ) دے کیونکہ ہم اپنے ربکی طرف رجوع ہوتے ہیں (آج) یوں ہے مصیبت اور آخرت کی مصیبت تو بڑی سخت ہے کاش کہ وہ جانیں بھی تو

ترکیب اذ تعلیلیۃ او ظرفیۃ بنوع تسمح لان الانقسام کان قبل ابتلائہم لیصرمنہا جواب القسم مصبحین حال من الفاعل فی یصرمنہا ولا یستثنون جملۃ مستانفۃ لبیان ما وقع منہم وقیل حال فتنادوا معطوف علی اقسموا وما بینہما اعتراض لبیان ما نزل بتلک الجنۃ ان اغدوا ان مفسرۃ لان فی التنادی معنی القول او مصدریۃ ای اخرجوا غدوۃ ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف فاغدوا وہم یتخافتون الجملۃ حال من فاعل فانطلقوا ان لا یدخلنہا ان مفسرۃ للتخافت المذکور لما فیہ من معنی القول علی حرد یتعلق بقادرین وقادرین حال وقیل خبر غدوا لانہا حملت علی اصبحوا۔

تفسیر اہل مکہ خصوصاً ولید وغیرہ ثروت و حشمت پر نازاں ہو کر کہتے تھے کہ ہم پر خدا کی نظر عنایت ہے جو دنیا میں ایسا دیا وہ آخرت میں اس سے بھی زیادہ دیگا۔ ایسے خیالات اکثر بے دین متمولوں کے دل میں گھر کیا کرتے تھے اور دیندار مساکین دل شکنی اور شبہ کا باعث ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس تمول و شوکت کیوجہ بیان فرماتا ہے فقال انا بلوناہم کہ ہمنے جو انکو یہ فراخدستی اور عیش و آرام دے رکھے ہیں یہ انکی آزمائش ہے بدکار منافق فاجر کافر بت پرستوں کو دنیا میں نعمتیں دی جایا کرتی ہیں آزمائش کے لئے اُنپر پھولنا نہ چاہئے یہ اور بھی ان کی غفلت و گمراہی و سرکشی کا سبب ہوتا ہے۔ آخرت میں سوال ہوگا کہ کیا شکر گزاری کی تھی؟ اور نیز یہ نعمتیں فانیہ ہیں یہ اور بھی ان کے دلوں کو فنا کے بعد صدمہ کا باعث ہوتی ہیں کما بلونا اصحاب الجنۃ جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ باغ والے کون تھے اور کب تھے؟ اور ان کی کیا آزمائش تھی؟ اور مکے کے کفار کے روبرو انکا ذکر کیوں کیا گیا کیا وہ اسبات سے واقف تھے؟ (۱) باغ کی نسبت مورخین نے یہ لکہا ہے کہ ملک یمن میں شہر صنعا سے دو کوس کے قریب ایک شخص کا باغ تھا جس کا مالک بڑا باخدا شخص تھا۔ آمدنی میں سے فقراء و مساکین کے حصے مقرر کر رکہے تھے باغ کے میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور اس کے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی حصے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ذکر ہے پھر جب وہ مرد باخدا مر گیا تو اس کے بیٹے اس کے وارث ہوئے انکی نیت میں فرق آگیا۔ کہنے لگے ہم عیالدار ہیں اگر باپ کی طرح لٹائیں گے تو کیا ٹھیک لگے گا۔

پر شیطانی وسواس ان کے دلوں میں گھس آئے اور تجویز ٹھیری کہ بڑے تڑکے اُٹھ کر پھل توڑ کر گھر لے آؤ فقراء کے آنے سے پہلے مگر ان میں ایک بھائی خدا ترس بھی تھا اس نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو فقراء و مساکین کو للہ دینے سے برکت ہوتی ہے اور انکی دعاؤں کے لشکر نگاہبانی کیا کرتے ہیں۔ خداتعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے مہربان ہوتا ہے۔ اپنے خدائے پاک کو نہ بھولو اپنی تدابیر پر ناز نہ کرو وہی تدابیر کو درست کرتا ہے وہی بگاڑ دیتا ہے آخر اسکی بات نہ مانی اور بڑے سویرے اُٹھ کر چلے ادہر خدا کی طرف سے رات ہی میں انکی نیت کے بدلنے سے اس تیار باغ پر مصیبت آگئی کوئی لوکا ایسا جھونکا چلا کہ جلا کر برباد کر دیا جب باغ کے قریب پہنچے تو جھلسا ہوا دیکھتے ہیں پہلے سمجھے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہم راہ بھول کر کسی اور کے برباد باغ میں آ نکلے ہمارا باغ تو شاداب باغ و تر و تازہ ہے یعنی اسکی ایسی حیثیت بگڑ گئی تھی کہ یکایک پہچان بھی نہ سکے مگر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اسپر آسمانی مصیبت آپڑی پھر تو باہم لڑ بیٹھے اور ایکدوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایکدوسریکو کہنے لگا تو نے یہ صلاح دی تھی وہ کہنے لگا تو نے ہی تو کہا تھا اس مرد با خدا نے کہا کیوں جی میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو اور اسکی تسبیح و تقدیس کو نہ بھولو پھر کہنے لگے بیشک ہم خطاوار تھے اور ہمارے رب کی پاک ذات ہے ہم اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے کئے پر نادم ہوتے ہیں امید ہے کہ ہمارا خدا اس سے بہتر دے چنانچہ اس کے مابعد خدا نے اس باغ میں بڑی برکت دی ابو خالد یمانی کہتے ہیں کہ میں نے وہ باغ دیکھا ہے جسمیں ایک ایک خوشہ انگور کا ایسا تھا کہ جیسا سیاہ آدمی کھڑا ہو ف

(۲) اور آزمائش ان کی یہ تھی انہوں نے اس نعمت کا شکر نہ کیا نیت میں فتور آیا اسلئے اسپر بلا آگئی اور جب توبہ کی نادم ہوئے تو خدا نے پھر اس سے بہتر دیا اور کذلک العذاب کا فقرہ کہہ رہا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا نہ کریگا اور اسکو اسکے موقع پر صرف نہ کریگا اسپر بلائے آسمانی کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ پڑے گی۔ عمر اور جوانی اور تندرستی بھی ایک نعمت ہے اسکو بیکار اور ناشائستہ اشغال میں صرف کرنیوالے آخر ایک روز مصیبت کا منہ دیکھتے ہیں بیماری اور بے وقت پیری اور پست ہمتی وغیرہ کسقدر مصائب اُنپر آپڑتی ہیں کہیں آتشک میں سڑے پڑے ہیں کہیں کثرت مے نوشی سے بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ دانت گھس گئے تیس برس کے اندر ہی اندر نکمے ہو گئے۔ گردن ہلنے لگی بال پک گئے چہرہ کی تازگی جاتی رہی ضعف معدہ درد گردہ سلسل البول ضعف بصارت کیا کیا آفات ہم اسوقت کے عیاش لوگوں میں دیکھتے ہیں ابھی آخرت کا عذاب باقی ہے مال اور ملک بھی ایک نعمت الٰہی ہے اسمیں عدل و انصاف ملحوظ نہ رکھنا غرباء و فقراء کے ساتھ ہمدردی نہ کرنا بلکہ عیاشی اور فضول خرچی میں اُڑانا حقداروں کو محروم کرکے رنڈیوں بھانڈوں مسخروں کو دینا بے برکتی کا باعث ہوتا ہے تھوڑے دنوں میں خزانہ خالی ملک میں ابتری لشکر میں بے دلی اور ہر طرح کی بے امنی پیدا ہو جاتی ہے موقع پاکر دشمن کھڑے ہو جاتے ہیں آخر ایک روز سب دولت و ملک چھوڑنا پڑتا ہے اور چہرہ پر برائیوں کا سیاہ داغ ابد تک باقی رہ جاتا ہے دیکھو پہلے عیاش بادشاہوں کو۔

(۳) مکے کے کفار اس قصہ کو بخوبی جانتے تھے کس لئے کہ گرمی و سردی میں شام و یمن جایا کرتے تھے اس کے سوا اس مضمون کو انکے دل تسلیم کرتے تھے کہ خدا کی راہ میں دینا نیک پھل لاتا ہے اور سرکشی اور بخل برے نتائج دکھاتا ہے کیونکہ وہ دہریے نہ تھے جو خدا کو اور اس کی قدرتوں کو نہ مانتے ہوں وہ خداتعالیٰ اور اسکی قدرتوں کو مانتے تھے مگر اپنے

ف انگور کا خوشہ لمبا ہوتا ہے پھر بعض سیاہ انگور کا خوشہ گز سوا گز کا بھی لمبا ہوتا ہے لٹکا ہوا دور سے سیاہ آدمی کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ

خیال فاسد ہیں اور لوگوں کو بھی ان امور میں شریک سمجھتے تھے کہ اس نے ان کو یہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ ولید اور مکے کے اور سردار اپنی دولت پر گھمنڈ کر کے پیغمبر علیہ السلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقراء سے بے رحمی کرتے تھے۔ اس کے بدلے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے۔ کتوں کو بھون بھون کر کھانے کی نوبت آئی اور پھر جب اسلام لائے توبہ کی تو خدا نے ان کو ملکوں کا مالک کر دیا۔ یہ مناع للخیر کی شرح ہوئی:

اب ہم الفاظ قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہیں لیصرمنہا یہ صرم یصرم کا مضارع ہے جمع مذکر غائب بانون ثقیلہ۔ اور ہا ضمیر جنت کی طرف راجع ہے صرم پھلوں اور کھیتی کا کاٹنا۔ الصرام القطع اصرام پھلوں کے کٹنے کا وقت آنا اور مفلس ہو جانا اور تلوار کو صارم اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ کاٹنے والی ہے صریم شب تاریک و صبح۔ فاصبحت کالصریم یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔ ولایستثنون۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں اس کے معنی ہیں کہ وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تھے اور نہ کسی آئندہ کام کرنے کا اظہار کرنا اور ان شاء اللہ نہ کہنا بے برکتی کا باعث ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ معنی کہ مساکین وفقراء کو مستثنیٰ نہ کرتے تھے محرومی سے طائف اسم فاعل ہے طیف سے یا طوف سے علی الاول طائف کے معنی رات میں آنیوالی چیز یہاں مراد ہے لو کا جھونکا جس نے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔ حرثکم حرث کھیتی۔ اس سے مراد پھل اور کھیتی اور انگور سب ہیں کس لئے کہ باغ میں صرف ایک ہی چیز نہ تھی مگر پھلوں کا توڑنا زیادہ مقصود تھا اسلئے صارمین فرمایا حرد آہنگ کردن و ع ف ک ۲ (صراح) یعنی صبح کو اپنے ارادہ پر مضبوط ہو کر چلے اور اسکے معنی منع کرنے کے بھی ہیں کہ صبح کو مساکین کے منع کرنے کے لئے قادر ہو کر چلے بعض کہتے ہیں حرد اس باغ کا نام تھا کہ اس باغ پر چلے قادر ہو کر انا لضالون یہ اول بار دیکھ کر کہا جبکہ باغ پہچانا نہ گیا بل نحن محرومون جب کہا کہ جب پہچان لئے کہ تقدیر پھوٹ گئی باغ تو رہی ہے اوسطہم سے مراد منجھلا نہیں بلکہ ان میں سے پہلا اسے اعدلہم وافضلہم وبنیاد وجہ فی تفسیر قولہ (امۃ وسطا) کہیں لولا تسبحون کیوں نہیں تسبیح کرتے یعنی اپنے رب کی پاکی نہیں بیان کرتے تھے ان ناپاک خیالات سے کہ اگر ہم دینگے تو محتاج ہو جاوینگے پھر کون دیتا ہے خدا بدلہ اور برکت کیوں دینے لگا اور جو نہ دے تو ہم کیا کریں ان خیالات سے روکنے کو تسبیح نہ کرنے سے تعبیر کیا نہ یہ مراد کہ زبانی تسبیح کیوں نہیں پڑھتے کس لئے کہ اس سے مساکین کو کیا فائدہ تھا؟

جب مصیبت دیکھ چکے تو قالو سبحان ربنا کہنے لگے کہ پاک ذات ہے ہمارے رب کی اسکے وعدے سچے ہیں انا کنا ظالمین ہماری بدگمانی بری تھی ہم نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون۔ چونکہ خداپرست کے بیٹے تھے اور خود بھی اچھے تھے یہ ایک شیطانی وسوسہ آگیا تھا جس کے سبب مصیبت آپڑی مگر پھر سمجھ گئے اور تائب ہوئے اور امید خیر کی اللہ سے رکھی اور ہر مصیبت کے بعد اگر اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جاتی ہے تو وہ راحت اور اس تلف شدہ چیز کا بدلا دیتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن پر کوئی مصیبت آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہئے تاکہ دنیا یا آخرت میں اس کا بدلا ملے

اس تمام قصے کے بعد فرماتا ہے وکذلک العذاب کہ یوں آپڑا کرتی ہے مصیبت اس سے کبھی نڈر نہ رہے لیکن عذاب آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر یہ لوگ جانتے نہیں اگر وہاں آنیوالی مصیبت کا یقین ہو جاوے تو یقیناً اس کی فکر کریں جب کچھ بھی نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کچھ بھی یقین نہیں:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ

بیشک پرہیزگاروں کیلئے انکے رب کے پاس نعمت کے باغ ہیں پھر کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے

كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝

لئے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھا کرتے ہو کہ تمہارے لئے وہاں ہے جسکو تم پسند کرتے ہو کیا تمہارے لئے ہم نے قسمیں کھا لی ہیں جو قیامت تک چلی جاویں گی کہ تمہیں وہی ملیگا جو تم حکم کرتے

سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝

(اے رسول) ان سے پوچھو کہ ان میں سے کس کو اس کا یقین ہے کیا انکے معبود ہیں پھر اپنے معبودوں کو تو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں

ترکیب جنات النعیم اسم ان للمتقین خبرہا عند ربہم یجوز ان یکون ظرفا للاستقرار وان یکون حالا من جنات افنجعل الہمزۃ للانکار والفاء للعطف علی مقدر یقتضیہ المقام ای الحیف فی الحکم فنجعل المسلمین کالکافرین ام منقطعۃ کتاب موصوف فیہ تدرسون الجملۃ صفۃ للکتاب ان قرء الجمہور بالکسر علی انہا معمولۃ لتدرسون ای تدرسون فی الکتاب ان لکم فیہ لما تخیرون وقیل تم الکلام عند قولہ تدرسون ثم ابتداء فقال ان لکم بالغۃ بالرفع نعت الایمان وبالنصب علی الحال والعامل فیہ الظرف الی یوم القیمۃ متعلق بالمقدر فی لکم ای ثابتۃ لکم الی یوم القیامۃ او ببالغۃ ای ایمان تبلغ ذلک

تفسیر ہر گروہ اشقیاء کا حال پہلے مجملاً بیان فرمایا کذلک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون اب سعداء کے گروہ کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان للمتقین عند ربہم جنات النعیم کہ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس یعنی دار آخرت میں نعمت و عیش کے باغ ہیں جنمیں کچھ بھی کدورت اور تکلیف نہیں برخلاف دنیا کے باغوں کے مقاتل کہتے ہیں اس آیت کو سنکر کفار کہنے لگے تھے جب دنیا میں خدا نے ہم کو مسلمانوں سے مال و دولت میں بہتر کیا تو آخرت میں کیا بڑھ کر نہیں کریگا اور بڑھ کر نہیں تو برابر تو ضرور ہی کر دے گا اسکے جواب میں فرماتا ہے بایں کہ اس آیت میں کفار کو یہ خیال گزرنا لا محالہ تھا چنانچہ انہوں نے کہا بھی اسکے رد میں یہ آیت آئی افنجعل المسلمین کالمجرمین کہ ہم فرمانبرداروں پرہیزگاروں کو نافرمانوں کفار و بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ یعنی نہیں کرینگے دونوں برابر نہ ہونگے اور ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ انکار کرنے والوں کیلئے جہنم ہے بس مسلمانوں کے لئے ہرگز نہیں اب ان کیلئے ضرور جنات النعیم ہیں جن میں کفار کو حصہ بھی نہیں پھر بڑھ کر اور برابر ہونا کیسا؟ مالکم کیف تحکمون تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو کہیں نیک و بد بھی برابر ہوتے ہیں؟ پھر اس بات کو مؤکد کرتا ہے ام لکم کتاب فیہ تدرسون ان لکم لما فیہ تخیرون کہ اس خیال کو عقل سے تو کچھ بھی مدد اور ثبوت نہیں ملتا پھر کیا کوئی دلیل نقلی تمہارے پاس ہے یعنی کوئی کتاب آسمانی ہے کہ جس میں یہ لکھا ہے کہ جو تم پسند کرو گے اور چاہو گے قیامت میں تمہیں وہی ملیگا؟ ایسی کوئی کتاب نہیں جس بیچ ہو پھر کہتے ہو کس لئے۔ اب ایک اور بات ہے کہ خدا نے تمہارے لئے عہد اور ذمہ داری کر لی ہو اور قسم مؤکد کھائی ہو کہ تم جو کہتے ہو وہ وہی کریگا سو یہ بھی نہیں ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ ان لکم لما تحکمون کہ تمہارے لئے ہم پر عہد اور قسم ہیں قیامت تک یعنی مستحکم جو کبھی نہ ٹوٹے کہ ہم تمہیں وہی دیں گے جو تم کہتے ہو۔ ایسے غلط خیال اکثر مذاہب باطلہ میں لوگوں کو ہوا کرتے ہیں یہود کو بھی تھا اور ہند میں برہمنوں کو بھی ہے اور جاہل مسلمانوں بزرگوں کی اولاد میں بھی سنا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں ہم پر آگ حرام ہے اسلئے فرماتا ہے سلہم ایہم بذلک زعیم کہ ان سے پوچھ کہ کون اس کا دعویدار ہے جب خدا کی طرف سے یہ نہیں تو کیا ان معبودوں کے گھمنڈ پر ایسا کہتے ہو کہ وہ ایسا کر دیں گے ہم انکو پوجتے نذر بھینٹ چڑھاتے ہیں اسلئے فرماتا ہے ام لہم شرکاء فلیاتوا بشرکائہم ان کانوا صادقین کہ کیا انکے معبود ہیں جنکو وہ ہمارا شریک اور کار مختار جانکر پوجتے ہیں اور مدد مانگتے ہیں وہ ایسا کر دیں گے اچھا انکو لاؤ اور دکھلاؤ تو اگر سچے ہیں یعنی یہ بھی غلط خیال ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

جدن پردہ کھل جائے اور وہ سجدے کیلئے بلائے جائیں تو سجدہ نہ کر سکیں گے انکی آنکھیں نیچی ہونگی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ

ذلت ان پر چڑھی ہوگی اور وہ (پہلے) دنیا میں سجدہ کیلئے بلائے جاتے تھے اور وہ بھلے چنگے تھے سو مجھے اور اسکے جھٹلانیوالوں کو

بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ

چھوڑ دو ابھی رفتہ رفتہ انہیں پکڑے لیتے ہیں ایسا کہ انہیں خبر بھی نہ ہو اور دراصل ہم انکو ڈھیل دیرہے ہیں بیشک ہمارا داؤ پکا ہے

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

کیا آپ ان سے کچھ اجرت مانگتے ہیں کہ جسکے تاوان کا ان پر بوجھ پڑ رہا ہے کیا انکے پاس غیب کا دفتر ہے کہ وہ لکھا کرتے ہیں

ترکیب یوم منصوب بقولہ فلیاتوا او باذکر ویدعون معطوف علی یکشف فلا یستطیعون جواب یوم یکشف خاشعۃ بالنصب علے انہا حال من ضمیر یدعون ابصارہم مرفوع علی انہ فاعل خاشعۃ ونسبۃ الخشوع الی الابصار لظہور اثرہ فیہا وہم سالمون الجملۃ حال من فی یدعون ومن منصوب محلا للعطف علی الضمیر المنصوب

تفسیر اسکے بعد قیامت کا ہولناک واقعہ بیان فرماتا ہے کہ اس روز ان کے افترا اور خیالی ڈھکوسلوں کا یہ نتیجہ مد ہوگا فقال یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون - کہ جب ان پردہ کھل جائیگا اور وہ سجدے کے لئے بلائے جائینگے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ساق کے لغوی معنی پنڈلی ہیں پھر کیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ ہے؟ اوّل احتمال کی طرف فرقہ مشتبہ گیا ہے وہ کہتے ہیں اس روز دراصل خدا تعالٰے بندوں پر تجلی کریگا اور پوری تجلی دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوگی اسلئے صرف پنڈلی کھل جائیگی جو ادنیٰ تجلی ہوگی۔ گو وہ پنڈلی ہماری جیسی پنڈلی نہ ہو لیکن اسکی ذات کے مناسب تب سجدے کے لئے حکم ہوگا پس جو لوگ دنیا میں اسکو سجدہ نہیں کرتے تھے وہ سجدہ نہ کر سکیں گے انکی پشت تختہ کی طرح ہو جائیگی۔ یہ مضمون اکثر احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور اہل ظاہر کا اسی طرف رجحان ہے مگر اہل حق کہتے ہیں استعارہ مراد ہے کس لئے کہ لفظ حقیقی معنی پر محمول ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالےٰ اعضا سے پاک ہے پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اسمیں چند اقوال ہیں اوّل یہ کہ مراد شدت وکرب ہے جو قیامت کے روز ہوگا چنانچہ ابن عباس سے کسی نے اسکے معنی دریافت کئے آپ نے یہی بیان فرمائے اور فرمایا جب تم کسی لفظ قرآنی کے معنی معلوم نہ ہوا کریں تو شعرائے عرب کے اشعار کو دیکھا کرو پھر آپنے اس معنی کی سند میں یہ شعر پڑھا سن لنا قومک ضرب الاعناق وقامت الحرب بنا علی ساق + اور اسی طرح مجاہد نے بھی اس معنی کے ثبوت میں ابو عبیدہ اور جریر وغیرہ کے چند اشعار پڑھے ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام پر زور کرنیکا ارادہ کرتا ہے تو پائچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھل جاتی ہے اسلئے شدت کے موقعہ پر کہتے ہیں کشف عن ساقہ دوم ابی سعید ضریر وغیرہ کا قول ہے وہ یہ کہ کشف ساق سے مراد پردہ اور اصل کھل جانا ہے یہ ایک محاورہ ہے اور ساق ہر شئے کی اصل اور جڑ ہے کہ جسپر وہ کھڑی ہوتی ہے جیسا کہ ساق الشجر وساق الانسان تب یہ معنی ہوئے کہ جس روز حقائق الاشیاء اور انکے اصول ظاہر ہو جاویں گے یعنی قیامت کے دن کہ یہ پردہ کھل جاویگا جیسا کہ سورہ ق میں فرمایا تھا لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید کہ اے انسان اس سے غفلت میں تھا سو ہمنے تیرا پردہ کھولدیا پس تیری آنکھیں آج تیز ہیں اس عالم میں پردہ حسی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے سپر لذات وشہوات حب دنیا کے اور بھی پردے پڑے ہوئے ہیں حقیقت الامر منکشف نہیں ہونے دیتے اسلئے ادیان ومذاہب میں اختلاف ہے کوئی کچھ کوئی کچھ بتک کہہ رہا ہے جسطرح کہ لکھے کے لفاف الٰہی تنا ہی منعفصلے بیان کرتے تھے یہی قول بہت درست ہے اور تیسرا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تو ذات ہے کہ جسکا ادراک محال ہے اور وہ مستقل محض ہے۔ دوسری صفات

کمال ہیں کہ جو جدا جدا عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتے علم بغیر قدرت کے اور قدرت بغیر علم کے اور دونوں بغیر حیات کے پائے نہیں جاتے اور صفات تابع محض ہیں ذات کے انہیں بغیر ذات کے کچھ بھی استقلال نہیں سوم جہات کمال کو جنکو حقائق آلہیہ بھی کہتے ہیں اور وہ بین بین ہیں نہ صفات کیطرح محض غیر مستقل نہ ذات کی طرح محض مستقل اور ان جہات کمالکو اسیعالم میں انسان کے اعضا کیساتھ پوری مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے کیونکہ انسان کے اعضاء ہاتھ پاؤں پنڈلی منہ وغیرہ نہ تو اسکے صفات کیطرح محض غیر مستقل اور نہ ذات انسان کی طرح مستقل ہیں اور انسان کے کمالات کے مظاہر بھی ہیں شرع شریف میں ان حقائق کی چند چیزوں کیساتھ تفصیل واقع ہوئی ہے اور یہ چیزیں ان حقائق کی تمثیل وتشبیہ میں متعین اور وہ یہ ہیں وجہ عین ید یمین اصابع حقو یعنی کمر ساق قدم (منہ آنکھ ہاتھ داہنا ہاتھ انگلیاں کمر پنڈلی قدم) اب جس طرح ساق اور قدم اور وجہ وغیرہ کو جو حقائق آلہیہ ہیں اور ان الفاظ میں ایک استعارہ کے طور پر بیان ہوئی خود بھی پنڈلی اور پاؤں اور منہ سمجھ لینا غلطی اور تشبیہ ہے جیسا کہ مشبہ واہل ظواہر کا مذہب ہے اسی طرح ان کی تاویل وانکار کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں محض غلطی ہے اہل سنت اس افراط وتفریط دونوں سے بری ہیں اور اہل سنت کے اس عقیدہ کو بخاری ومسلم وغیرہما کی وہ حدیث بھی مخالف نہیں جو ابی سعید سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ساق کھولیگا اور ہر ایماندار مرد اور عورت سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری کیلئے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختے کیطرح اکڑ جائیگی سجدہ نہ کر سکیں گے اور صحیح مسلم میں اس سے بھی مشرح روایت ہے کسلیئے کہ ان روایات میں بھی کشف ساق سے ایک جہت کمالیہ کا ظاہر ہونا مراد ہے جسکو استعارہ کے طور پر ساق سے تعبیر کیا گیا ہے ؛

الحاصل محشر میں رب العزت کی ایک تجلی خاص ہوگی جسکو کشف ساق سے تعبیر کیا ہے جسکے آگے کفار ومشرکین سجدہ نہ کر سکیں گے اور اسکے سوا اس نورانی تجلی کی طرف نظر بھی نہ کر سکیں گے خاشعة ابصارهم بلکہ انکی آنکھیں نیچی ہوں گی ترهقهم ذلة اور ان پر ذلت ورسوائی چڑھ جیگی کیونکہ انہوں نے غیر اللہ کی پرستش کرکے اسکے نام پاک کی توہین وتذلیل کی تھی۔ مظاہر کو پوجا تھا اور یہ سجدہ اور جمال باکمال پر نظر کیوں نہ کر سکیں گے؟ اسلیئے کہ وقد کانوا یدعون الی السجود وهم سالمون۔ دنیا میں انہوں نے اس مادیہ غیبیہ کو جو انسان میں خداوند عالم نے ودیعت رکھا ہے اور وہی اسکو اسکا مشتاق دیدار اور مطیع بناتا ہے نافرمانی اور سرکشی کرکے ضائع کر دیا تھا۔ اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں انکو سجدے کیلئے اسوقت میں بلایا جاتا تھا کہ وہ سالم تھے انکی فطرت اور اصلی مادہ میں کوئی نقصان نہیں آیا تھا پھر انہوں نے انکار وسرکشی کی اور رفتہ رفتہ اس کو برباد کر دیا آج اس تجلی کے میدان میں سبکو کھڑا کرکے تجلی نورانی کا جلوہ دکھایا جاویگا تاکہ شقی وسعید کا پورا امتیاز ہو جاوے پھر وہ جو دنیا میں اسکے آگے جھکتے تھے سر کے بل اسی کے آگے عاجزی کرتے ہوئے گرتے تھے دل بھی اسی کے آگے جھکتے تھے اور ان کے دلوں میں وہ اشتیاق محبت کا شعلہ تھا جسکو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ فوراً اسکے آگے سجدہ میں گر پڑینگے انہیں کہاں تاب رہیگی اور اسکے دیدار فیض آثار سے سرفرازی حاصل کرینگے اسوقت مشتاقان جمال کبریائی کی عجیب حالت ہوگی اور بد لوگ نہ کر سکیں گے وہ جنت میں یہ جہنم میں کھینچ دیئے جائیں گے ؛

ابراہیم تیمی کہتے ہیں یہ معنی کہ وہ اذان وتکبیر کی آوازوں سے بلائے جاتے تھے پر نہ آتے تھے۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں حی علی الفلاح سنتے تھے اور نہ آتے تھے کعب احبار کہتے ہیں یہ آیت نہیں نازل ہوئی مگر ان لوگوں کے لیئے جو جماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں وہ کفار دنیا میں بلائے جاتے تھے اور وہ امن کی حالت میں تھے پھر آج بلائے جائیں گے اور وہ خائف ہوں گے ؛

ابی مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ آیت میں قیامت کا معاملہ مراد نہیں کیونکہ اس روز عبادت و سجدہ نہیں وہاں تو ہیں کے
اعمال کا بدلہ ملیگا بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کے وقت اخیر کا معاملہ ہے سطرف رجوع نہیں کرسکتا اور پہلے تو لوگ
اسکو نماز و عبادت کیلئے بلاتے تھے نہیں آتا تھا اب بجز حسرت کے اور کچھ نہیں بابڑھاپے اور مرض کا واقعہ ہے کہ جوانی اور
تندرستی میں جو سلامتی کا وقت تھا خدا تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تھے۔ لوگ بلاتے تھے نہیں آتے تھے اور نشے میں چور تھے
اب بڑھاپا اور بیماری آئی خود اسکی طرف جھکنے اور عبادت و نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں رہی یہ مراد بھی ممکن ہے مگر یہ کہنا
کہ آخرت میں سجدہ نہیں ٹھیک نہیں کسلئے کہ وہاں سجدہ بطور تکلیف کے نہیں مگر بطور امتحان و سرزنش کے ہوگا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیان میں وہ سخت تکذیب کرتے تھے اور آپکو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے اور دھمکاتے
بھی تھے اس سے آپکو کمال رنج انکی بدنصیبی اور سرکشی پر ہوتا تھا اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے فقال فذرنی و
من یکذب بہذا الحدیث کہ چھوڑ مجھے اور اسے جو اس بات کو جھٹلا رہا ہے یعنی آپ کچھ رنج و فکر نہ کریں میں آپ سمجھ لونگا سنستدرجہم من
حیث لا یعلمون میں رفتہ رفتہ انہیں ابھی پکڑے لیتا ہوں اسی طرح سے کہ انہیں خبر ہی نہ ہوگی۔ استدراج۔ جلدی نہ کرنا
اور اس کے اصل معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف نقل کرنا کہتے ہیں۔ استدرج فلاں فلاناً ای استخرج ما
عندہ قلیلاً قلیلاً اور اسی سے تدریج ہے۔
اللہ تعالیٰ کا استدراج بندے کیلئے یہ ہے کہ نعمت پر نعمت عطا اور پر مراد ملے جائے اور یہ بدکاری اور ناشکری اور
کفر میں پڑا ہوا ہو یہاں تک کہ کشتی بھر جائے جلد ڈوب جائے عذاب الہٰی نازل ہو جائے یکایک موت آجائے یا اور کوئی ایسی
مصیبت آئی کہ سر بھی نہ اٹھا سکے توبہ اور خدا تعالیٰ کیطرف رجوع ہونیکی مہلت بھی نہ ملے۔ یہ ہے کہ عیش و نشاط میں
پڑا ہوا مگن ہے اور اپنی بدکاری کے عمدہ پھل سمجھ رہا ہے ادھر مصیبت ہے کہ چپکے چپکے اس کے پاس آن لگی ہے اور
اس کمبخت کو خبر بھی نہیں۔ آج کن شادیانوں کیساتھ فاحشہ عورتوں کو لئے مے نوشی کر رہا ہے شام کو مر گئے کل اسی وقت
گور کے تنگ اور اندھیرے گڑھے میں پڑے اعمال کو بھگت رہے ہیں یہ ہے اللہ کا استدراج جس سے بندہ واقف بھی نہیں ہوتا
اور یہ بھی استدراج ہے کہ انسان کی عمر گرانمایہ آناً فاناً کم ہوتی چلی جا رہی ہے ہر صبح آفتاب کی جھلملاہٹ دیکھکر خوش ہوتا
ہے ہر رات اسکی بہار لیتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ یہ میرے سفر کے منازل ہیں جو بے اختیار طے ہو رہے ہیں پھر یکبارگی منزل پر
پہنچگیا اب آنکھ کھل گئی رونے پیٹنے لگا مگر اب کیا ہوتا ہے اسی لئے فرماتا ہے واملی لہم ان کیدی متین کہ میں انہیں ڈھیل دے
رہا ہوں میرا داؤ بڑا مضبوط ہے کہ جس سے رستگاری ممکن نہیں اور کیونکر رستگاری ہو سکے جبکہ اسکا داؤ ان کے جمیع قویٰ اور اعضاء کو
احاطہ کئے ہو اور یہی بات کو بھلی سمجھا ہو جب کہ کفار تکہ کو انکو علوم نافعہ بتا رہا ہے اور آب حیات پلا رہا ہے اور وہ ہیں کہ اسکے مقابلہ
میں سرکشی کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ آپکی اس سے کوئی غرض دنیاوی نہیں ام تسئلہم اجراً فہم من مغرم مثقلون کہ
کیا آپ انکو کوئی اجر یا مزدوری مانگتے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں جس لئے آپ کے استفادہ نہیں کرتے ام عندہم
الغیب فہم یکتبون اور جب آپ سے استفادہ نہیں کرتے تو پھر انکے پاس غیب ہے یعنی انہیں امور غیبیہ احکام الٰہیہ منافع و مضار
آخرت کا بطور کشف و الہام علم ہے کہ جس کو وہ دیکھتے ہیں یا اپنے دلوں کے دفتروں پر لکھے بیٹھے ہیں پھر جب یہ دونوں
باتیں نہیں تو قطعی جان لینا چاہئے کہ وہ قید الٰہی میں گرفتار ہیں کہ انکو کسی طرح فکر و تامل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور
کسی طرح تم انکے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

وقف لا

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ

پھر آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے جیسے نہ ہو جائیں جبکہ اسنے اپنے رب کو پکارا اور وہ بہت ہی غمگین تھا اگر اسکے رب کی رحمت اسے نہ سنبھال لیتی

لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ

تو وہ برے حالی سے چٹیل میدان میں پھینکا جاتا پھر اسکو رب نے برگزیدہ کیا سو اس کو نیک بندوں میں شامل کر لیا اور کافر تو آپکو گھور گھور کر ڈگا دینے ہی لگے تھے

ع ۲ الربع

بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

جبکہ انہوں نے قرآن سنا تھا اور وہ کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے　　　اور حالانکہ یہ قرآن تمام دنیا کیلئے صرف نصیحت ہے

ترکیب۔ اذ العامل فیہا معنی قولہ کصاحب الحوت یعنی لا تکن کصاحب الحوت حال ندائہ وذلک لانہ فی ذلک الوقت کان مکظوما فکانہ قیل لا تکن مکظوما۔ وہو مکظوم الجملۃ حال من ضمیر نادی علیہا یدور النہی لا علی النداء لانہ امر مستحسن تدارکہ فعل ماض ذکر حمل علی معنی النعمۃ لان تانیث النعمۃ غیر حقیقی نعمۃ موصوف من ربہ صفۃ والمجموع فاعل تدارکہ والضمیر فی تدارکہ مفعولہ لنبذ اقراءۃ الجمہور وقری بتشدید الدال تدارکہ وہو مضارع ادغمت التاء فی الدال والاصل تتدارکہ بتاءین وقری تدارکتہ نعمۃ بالتانیث لنبذ جواب لولا تقدیر الآیۃ لولا ہذہ النعمۃ لنبذ بالعراء مع وصف المذمومیۃ فلما حصلت ہذہ النعمۃ لم یوجد النبذ بالعراء مع ہذا الوصف لانہ لما فقد ہذا الوصف فقد المجموع وان ہی المخففۃ من المثقلۃ واللام فی لیزلقونک دلیل علیہا قراءۃ الجمہور بضم الیاء وقرء نافع واہل المدینۃ بفتحہا والاول من ازلق والثانی من زلق ومعناہما واحد وہو التنحی من الموضع (لغزش) بابصارہم الباءان للتعدیۃ وللسببیۃ لما سمعوا الذکر لما ظرفیۃ منصوبۃ بیزلقونک وقیل ہی حرف وجوابہا محذوف ای لما سمعوا الذکر کادوا یزلقونک وما ہو الخ الجملۃ مستانفۃ او فی محل نصب علی الحال من فاعل یقولون ای والحال انہ تذکیر۔

تفسیر کفار کے طریق کی مذمت بیان فرما کر آنحضرت صلعم کو صبر و استقلال کی تاکید کرتا ہے اور ضمناً ایک نبی کی جلد بازی پر عتاب ہونیکا تذکرہ بھی کرتا ہے فقال فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر کہ انجام ان کفار کا کیا ہوتا ہے انپر عذاب آنے کیلئے جلدی نہ کر جیسا کہ مچھلی والے نے کی تھی یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے انکا نام نہ لیا مچھلی والا کہکے یہ بتا دیا کہ اس جلد بازی کا نتیجہ مچھلی کے پیٹ میں جانا ہوا پھر حضرت یونس کا مختصر تذکرہ کرتا ہے اذ نادی وہو مکظوم کہ اس نے اپنے رب کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا انتہائے غم والم کی حالت میں کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہا۔ مکظوم مشتق ہے کظم سے جسکے معنی ہیں برتن کے بھر دینے کے لیتے ہیں کظم السقاء اذا ملاہ جب رنج و غم سے بھر جاتا ہے تو اسکو بھی کاظم کہتے ہیں اور مکظوم بھی اور اسی طرح غصہ سے بھرے ہوئے کو بھی۔

فانکا قصہ کئی جگہ بیان ہو چکا ہے کہ شہر نینوا کیطرف مبعوث ہوئے تھے اور لوگوں سے کہدیا تھا کہ فلاں روز تمپر عذاب آئیگا لوگوں نے یقین کر کے رونا اور توبہ کرنا شروع کیا جبکہ وہ آتا ہوا عذاب انسے ٹل گیا حضرت یونس علیہ السلام کو غصہ ہوا کہ میں جھوٹا ہوا اسلئے نینوی شہر چھوڑ کر کہیں چلدئیے رستہ میں ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا میں ڈالے گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا۔ اسلئے پیٹ میں آپنے پھر اپنے رب کو پکارا تو مچھلی نے ایک کنارے پر جا کر اگلدیا اللہ نے وہاں کدو کی بیتوں سے انپر سایہ کیا اور پھر انکو سمجھایا کہ ہمکو اپنی مخلوق پر رحم ہے ہم ایسا جلد انہیں کیونکر ہلاک کر دیتے؟ پھر خدا سے پاک میں اور انمیں مصالحت و صفائی ہوئی اور شہر نینوی کی طرف بھیجے گئے اسبات کو مجملاً بیان فرماتا ہے لولا ان تدارکہ کہ اگر رحمت الٰہی انکے لئے دستگیر نہ ہوتی تو میدان میں مچھلی کے پیٹ سے برے حال میں ڈالے جاتے یا وہیں مر جاتے پھر فیامت کے میدان میں برے حال میں لائے جاتے مگر انکو اللہ نے برگزیدہ کر لیا یعنی نوازدیا اس سے درگذر کی اور پھر نینوی کیطرف بھیجا پھر وہ بہت فضائل پر لگ گئے وہ نبوت کی تیزی جاتی رہی اور نینک تو پہلے سے تھے کیونکہ وہ نبی تھے اور اجتباء کے معنی بھی یہی ہیں کہ انکو ذرا انکی جلد بازی سے درگذر کیا پھر اسی نبوت کے کام پر بھیجے گئے کس لئے کہ وہ اول سے نبی تھے یہ نہیں کہ بعد میں ہوئے

ف معاذ اللہ حضرت یونس ع خدا سے ناکسی پر کیا غصہ ہوتے اور کون ان سے لڑ جھگڑ سکتا ہے مگر انکے خاص بیان اور اسمیں محبت کے گلے اور شکایات اور رنج و غصہ بھی ہوا کرتے ہیں [illegible] حالات کا مبدل ہونا باہمی صلح سے تعبیر کیا جاتا ہے اس بات سے کوئی حضرت یونس علیہ السلام پر طعن نہ کرے اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا ہے مجھے یونس پر تفضیل نہ دو اس سے [illegible]

حضرت یونس علیہ السلام کا حال بیان فرما کر پھر آپ کی وہ عادت بیان فرماتے ہیں کہ جو قوم کے ہاتھوں پیش آ رہی تھی اور جس سے آپکا جلدی کرنا اور یونس علیہ السلام کی طرح
دلبیں پیچ و تاب لانا ممکن تھا فقال وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارہم لما سمعوا الذکر کہ تحقیق نزدیک تھا کہ کافر تجھکو اپنی آنکھوں سے ڈگمگادیں صبر استقلال
کے مقام سے کہ ان کی تیز تیز نگاہیں دیکھکر آپکو بھی غصہ آجائے اور مضطرب ہو کر یونس علیہ السلام کی طرح قبل از وقت انکیلئے دعائے بد کریں اور نزول عذاب کے منتظر ہو جائیں
اور یہ کب کرتے ہیں۔ لما سمعوا الذکر جبکہ قرآن مجید سنتے ہیں یہ اسلیئے کہ عین نصیحت کیوقت جو سراسر خیر خواہی کا وقت ہوتا ہے ایسی سخت مخالف ناصح کو
جوش میں لے آتی ہے نصیحۃ بھی یہ ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو حضرت صلعم کا نہایت محبوب تھا اور اپنی برائی سننے سے اسقدر غصہ نہیں آتا جسقدر کہ محبوب کی تحقیر
سن کر غصہ آتا ہے آئی ایکبات ہے جو انکھوں سے متعلق ہے اسپر بس نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی برا بھلا کہتے ہیں ویقولون انہ لمجنون اور کہتے ہیں تحقیق یہ شخص
یعنی محمد صلعم دیوانہ ہے حالانکہ کوئی جنون اور دیوانگی کی بات آپ میں یا آپکے کلام میں نہیں پاتے کسلیئے کہ جو کلام کہ آپ لوگوں کو سناتے ہیں وما ہو الا ذکر للعالمین
نہ وہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کیلیئے نافع اور سود مند ہے بلکہ تمام جہان کیلیئے کسلیئے کہ اس عہد میں تمام جہان بت پرستی و بدکاری
کی نجاست میں آلودہ تھا اور قرآن مجید میں تمام نجاستوں کو دور کرنیوالی چیز ہے اسکے علاوہ مکارم اخلاق و اصول حسنات و ارکان سعادت دارین کے اور زبور لیاں
سے مرتبے کرنیوالی بھی یہ چیز ہے جب ایک قوم یا ایک شخص کو نصیحت و سعادت سکھاتا ہو تو اسکو مجنون نہیں کہا جاتا تو تمام جہان کے ناصح اور مسلم سعادت کو کیونکر دیوانہ کہدیا سو وہ کیونکر دیوانہ ہو سکتا ہے ؛؛
اکثر مفسرین لیزلقونک بابصارہم کے معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ تیز تیز اور غصہ بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے تھے اور اس سے آپ کو
مقام صبر و استقلال سے پھسلانا چاہتے تھے اور کلام عرب میں اس قسم کی تیز اور غصہ بھری نگاہ کو گرا دینے والی کھا لینے والی کہتے
ہیں جس قول ہم نظر الی نظرا یکاد یصرعنی دیکا دیا کلنی کہتے ہیں ایسا دیکھتا ہے جیسا کہ مجھے کھا جائیگا یا گرا دیگا ایک شعر میں بھی یہ مضمون آیا
ہے ؎ یتقارضون اذا التقوا فی موطن ؛ نظرا یزل مواطئ الاقدام ؛ اور ابن عباسؓ نے بھی ایسے محل پر ایک شعر پڑھا ہے ؎ نظر ذاتی باعین
محمرۃ ؛؛ نظر التیوس الی شفار الجاذر ؛ مگر اہل روایت کے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ آپکی نبوت کے ابطال
میں کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو بنی اسد کے قبیلے میں سے جو نظر بد کے حق میں مشہور تھا ایک شخص کو لائے جو اس قبیلے میں بھی ممتاز
تھا اور وہ جب تین روز کا بھوکا رہ کر کسی چیز کو دیکھتا اور یہ کہتا تھا کہ واہ کیا خوب ہے تو اسمیں فوراً اثر ہوتا تھا اسکو بہت کچھ طمع دی
اور اس نے تین روزہ کا فاقہ کیا اور جہاں آپ قرآن مجید سنا رہے تھے وہاں گیا اور آپ کو دیکھکر اسی نیت سے کہا واہ کیا خوب شکل اور
خوب آواز ہے مگر آپ پر اسکا کچھ بھی اثر نہیں ہوا اور اپنا سا منہ لیکر چلا آیا ان آیات میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے ؛؛
اب قابل بحث یہ بات ہے کہ آیا دراصل نظر میں کوئی ایسا اثر ہے کہ جس کو دیکھا جائے اسپر کوئی برا اثر پہنچے جسکو اصابۃ العین
کہتے ہیں ؟ معتزلہ کہتے ہیں نہیں کسلیئے کہ ایک جسم کا اثر دوسرے تک بغیر مماسہ کے پہنچ نہیں سکتا اور نظر میں یہ بات ہوتی نہیں پھر
محض توہم باطل ہے جسکا اثر متوہم کو محسوس ہوتا ہے اور توہمات کا انسان پر محسوس ہونا بدیہی بات ہے محققین قائل ہیں کہ اثر ہوتا ہے کسلیئے
کہ علاوہ مماسہ اجسام کے نفوس میں بھی ایک خاص اثر ہے جسکو دوسرے نفوس قبول کر لیتے ہیں جسکی نظیر عمل مسمریزم ہے روحانی اثر
جسمانی اثر سے بڑے قوی ہوتے ہیں روح طیبات کے آثار معجزات و کرامات ہیں ارواح خبیثہ کا اثر ویسا ہی خبیث ہوتا ہے پھر
اثر کی علت پر گفتگو ہے کوئی کہتا ہے نظر کرنیوالے آنکھ میں اجزائے سمیہ ہوتے ہیں جو شعاع بصری کیساتھ نکلکر سرئی پر برا اثر کرتے ہیں مگر
ٹھیک یہی بات کوئی علت معین نہیں ہوئی ہے احادیث سے بھی نظر بد کا اثر ثابت ہوتا ہے حضرت امام بصری فرماتے ہیں انہیں آیات وان یکاد
کا پڑھکر دم کرنا بہت سریع الاثر علاج ہے نظر بد کا اثر پہنچا ہے اسکے ہاتھ پاؤں اعضا دھلا کر اسکے پانی سے مریض نظر کو دینا بھی عمدہ علاج
کہیں نظر والیکے پاؤں کی مٹی بھی لیکر آگ میں ڈالتے ہیں کہیں سرخ مرچیں آگ میں جلاتے ہیں ہندوستانی خیالات نے اسکو ازحد ترقی دی ہے کہیں نظر کیلیئے
ڈالتے ہیں کہیں سیاہ ٹیکے لگاتے ہیں اور کیا کیا کرتے ہیں جاہل قوموں میں بقدر جہل اسکا زیادہ چرچا ہے ؛؛

سورۃ الحاقۃ مکیۃ ہے اسمیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ باونٌ آیات اور دو رکوع ہیں

اَلْحَاۗقَّۃُ ۝ مَا الْحَاۗقَّۃُ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىکَ مَا الْحَاۗقَّۃُ ۝ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَۃِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ

ہونیوالی کیاہی ہے ہونیوالی اور آپ کیا جانیں کیا ہے ہونیوالی (یعنی قیامت) ثمود اور عاد نے کھڑکھڑا دینے والے واقعہ کو جھٹلایا تھا پھر ثمود تو کڑک

فَاُہْلِکُوْا بِالطَّاغِیَۃِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُہْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۝ سَخَّرَہَا عَلَیْہِمْ سَبْعَ لَیَالٍ

سے ہلاک کئے گئے اور عاد تو ہوا سے ہلاک ہوئے جو زناٹے کا طوفان تھا وہ ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار

الربع وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْہَا صَرْعٰى کَاَنَّہُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ ۝ فَہَلْ تَرٰى لَہُمْ مِّنْۢ بَاقِیَۃٍ ۝

چلاکی پھر (اے مخاطب) تو اس قوم کو اس حادثہ میں اسطرح پچھڑے ہوئے دیکھتا ہے گویا کھجور کے کھوکھلے تنے پڑے ہیں پھر تو انمیں سے کسی کو بھی بچا ہوا دیکھتا ہے

ترکیب. الحاقۃ ای الساعۃ او الحالۃ التی یحق فیہا الامور مبتدا ما الحاقۃ خبرہا واصلہا ای ما ہی فوضع الظاہر موضع المضمر للتہویل وما مبتداء ادراک خبرہ ما الحاقۃ الجملۃ فی محل النصب لکونہا مفعولاً ثانیاً لادراک واما ثمود مبتداء فاہلکوا الخ خبرہ طاغیۃ مصدر کالعاقبۃ قیل الصیحۃ التی جاوزت الحد وہی صیحۃ جبرائیل وقیل الرجفۃ ای زلزلہ صرصر الشدید الصوت لہا صرصرۃ عاتیۃ من العتو فقیل عتت الریح علی الخزان فلم یکن لہم علیہا سبیل وقیل عتت علی عاد فما قدروا علی ردہا بحیلۃ من استتار ببناء او استناد الی جبل وقیل لیس من العتو بمعنی العصیان بل بمعنی بلوغ الشیٔ وانتہائہ کما فی قولہ تعالیٰ وقد بلغت من الکبر عتیا عاتیۃ ای بلغۃ منتہاہا فی القوۃ والشدۃ سخرہا جملۃ مستانفۃ لبیان کیفیۃ اہلاکہم ویجوز ان تکون صفۃ لریح وان تکون حالاً منہا وثمانیۃ ایام معطوف علی سبع لیال وہما منصوبان علی انہا ظرف لسخر حسوما الحسوم جمع حاسم کشہود وقعود والحسم فی اللغۃ القطع بالاستیصال ومنہ الحسام للسیف ومعناہا فی الآیۃ التتابع لان تلک الریاح لما کانت متتابعۃ ما سکنت ساعۃ کانہا قطعت القوم واستاصلتہم فعلی ہذا القوم انتصابہ علی نعت لسبع لیال الخ ای متتابعات وہذا قول الاکثرین وقیل الحسوم مصدر کالشکور والکفور فعلی ہذا انتصابہ اما بفعل مضمر والتقدیر یحسم حسوماً واما لکونہ مفعولاً لہ ای سخرہا علیہم للاستیصال وقیل حال من الریح ای مستاصلۃ وصرعی جمع صریع یعنی موتی لہو حال کانہم الخ حال من القوم او جملۃ مستانفۃ والنخل یذکر و یونث ہذا اخبار عن عظم اجسامہم ❊

تفسیر قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکیہ ہے یعنے ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ بھی یہی فرماتے تھے ❊

ابن طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ حاقہ اور اسکی مثل اور سورۃ پڑھا کرتے تھے ❊

مناسبت اس سورہ کی سورۂ نون سے یہ ہے کہ انسان کی بدکرداری و کفر پر جو خداوند تعالیٰ کیطرف سے سزا نازل ہوتی ہے جو دراصل اسی کے افعال بد کا نتیجہ یا ایک اثر غیر منفک ہوتا ہے اسکی دو قسم ہیں قسم اول کو ابتلا کہتے ہیں جو محض اسکی سرزنش اور تنبیہ کیلئے ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے اپنی کردار بد سے باز آجاوے اور اسکی کو امتحان و آزمائش بھی کہتے ہیں جیسا کہ قحط و بابد امنی باہمی نفاق و قتال و جدال جبار بادشاہوں کا تسلط زلزلہ ژالہ باری کثرت امراض طوفان آب وغیرہ یہ مصیبت ایک حیثیت سے قہر تو دوسری حیثیت سے زکہ یہ زاجر ہے اسکے سبب سے باز آویں گے) مہر بھی ہے اسلئے اسمیں بدوں کے ساتھ نیک بھی پس جاتے ہیں تاکہ نیکوں کو تنبیہ ہو جو امر معروف میں ان سے کوتاہی صادر ہوئی تھی کچھ اس سستی کا خمیازہ یہ بھی تو اٹھادیں یا ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے یا رفع درجات آخرت کا وسیلہ ہو جاوے اور انکا امتحان بھی ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں ؟ ❊

اب اس کلیہ کو آپ اس کے سینکڑوں امثال پر مطابق کر لیجیے۔ طوفان نوح۔ سدوم وغیرہ کی بستیوں کی بربادی۔ بنی اسرائیل پر وبا۔ اور غیر بادشاہوں کا تسلط جسمیں سینکڑوں نہ تیغ ہو گئے حضرت دانیال علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھی قیدیوں میں بابل پہنچے۔ انہیں نظائر کو قرآن مجید نے بار بار بندوں کو یاد دلایا ہے کہ ان پر پڑی تھی تم سنکر باز آجاؤ۔ اور پہلی کتابوں میں بھی ان ہولناک وقائع کو یاد دلایا ہے۔

قسم دوم انتقام جو ابتلا کے بعد بھی نہ سمجھے اور اس سزا کو حاقہ کہتے ہیں جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور یہ انتقام الٰہی اخیر پر ہوتا ہے جہاں نہ توبہ کی مہلت نہ استغفار کی فرصت ملتی ہے اور اس کے بعد دنیا سے رحلت ہو کر عالم برزخ کا قید خانہ ہوتا ہے یا قیامت کا تازیانہ اس میں نیک لوگ شامل نہیں ہوتے انکو خدائے پاک بہر طور محفوظ ہی رکھتا ہے جو اسکی عدالت کا عین مقتضیٰ ہے ✤

سورہ نون میں کفار مکہ کو ابتلا سے ڈرایا گیا تھا اور باغ والوں کا قصہ بھی یاد دلایا تھا انا بلونا ہم کما بلونا اصحاب الجنۃ۔ جو انکی گستاخی کی سزا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کو دیوانہ کہتے تھے جیسا کہ اصحاب الجنۃ کی بدنیتی کی سزا انکو ملی تھی مگر مکہ کے کفار جنکے دلوں پر خدا نے مہر کر دی تھی اس ابتلا کو جو سات برس کا قحط تھا اور اور بھی مصائب تھے کب خاطر میں لانے والے تھے اسکے بعد بھی وہ ایسے ہی سخت دل رہے اور ڈھٹائی سے سخت عذاب آنیکے خواستگار رہے اسلئے اس سورہ مبارکہ میں حاقہ عذاب بیان فرماتا ہے جو بیشتر قیامت میں ہوگا اور کبھی غیرت الٰہی دنیا میں بھی نازل کر دیتی ہے اور پہلی امتوں پر جو دنیا میں حاقہ نازل ہوا اسکی انکے مسلمہ واقعات سے نظیر دیتا ہے ✤

فقال الحاقۃ ما الحاقۃ حاقہ کیا ہی حاقہ ہے اور یہ اسکے بعد کا جملہ وما ادراک ما الحاقۃ کہ تو کیا جانے کیا ہے حاقہ؟ حاقہ کی عظمت شان کیلئے آیا ہے جیسا کہ کہتے ہیں زید ما زید کہ زید کیا زید ہے مفسرین کہتے ہیں الحاقہ سے مراد یہاں قیامت ہے۔ پھر اسکے لفظی معنی میں چند اقوال ہیں۔ اول حاقہ بمعنی ثابت ہے پھر حاقہ کے معنی ہیں الساعۃ الواجبۃ الثابتۃ۔ دوم یہ وہ ساعت ہے کہ جسمیں سب باتیں معلوم ہو جاوینگی اور بھی اقوال ہیں۔ وما ادراک میں مخاطب بالخصوص حضرت نبی کریم صلعم نہیں بلکہ ہر مخاطب ہے وہ حاقہ کی حقیقت سے واقف نہ تھے اسلئے ما ادراک کہنا بیجا نہیں اور اگر حضرت نبی کریم صلعم ہی مخاطب ہوں تو وہ بھی حاقہ کی کنہ نہیں جانتے تھے علم بالکنہ کی نفی ہے نہ علم بالوجہ فلوجہ ما کی اسلئے آپکی نسبت بھی ما ادراک کہنا ناروا نہیں ف یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ما ادراک ماضی کے صیغہ کے آیا ہے آخر اسچیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا گیا ہے اور جہاں کہیں ما یدریک کے صیغہ سے آیا ہے وہاں وہ بات آپسے بھی مخفی رکھی گئی ہے وفیہ ما فیہ۔

اب اس کے بعد چند نظائر حاقہ کے بیان فرماتا ہے جو اگلی قوموں پر دنیا میں نازل ہوئیں (۱) عاد و ثمود کی ہلاکت جو عرب کے ملک میں ہوئی اور وہ ایک متواترہ واقعت تھی جسکا کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا تھا۔ فقال کذبت ثمود و عاد بالقارعۃ کہ قوم ثمود نے جو عرب کے شمال و غرب کے حصے میں آباد تھی جنکے پہاڑوں میں تراشے ہوئے گھر ابتک یادگار ہیں اور اسی طرح ان سے پہلے قوم عاد نے جو یمن میں رہتے تھے قارعہ یعنی قیامت کو جھٹلایا تا رسولوں اور انکی تمام باتوں کو بھی جھٹلاتا تھا مگر قیامت کی تکذیب ایک ایسا فعل بد ہے جو انسان کو دلیر بنا کر تمام اصول سعادت سے روک دیتا ہے اس لئے بالخصوص اسکا نام لیا گیا۔ اور قیامت کو قارعہ اس لئے کہا کہ قرع کھٹو کنے اور کھڑ کھڑانے کو کہتے ہیں اور قیامت بھی ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے کہ لوگوں کو

یعنی ہول و دہشت سے ہلا دیگا اسلئے اس کی ہولناک حالت یاد دلانے کے لئے القارعۃ کے لفظ سے تعبیر کیا اور حاقہ اور قارعہ رؤس آیات ہیں ایک وزن خاص بھی رکھتے ہیں جو نظم قرآنیہ کو اور بھی لطف دے رہے ہیں۔ بعض کہتے ہیں القارعۃ سے مراد خاص قیامت نہیں بلکہ عموماً زجر اور گناہ ہونے سے روکنے والی اور دل کو ہلانے والی باتیں ہیں جو ان کے انبیاء علیہم السلام حضرت صالح و حضرت ہود نے بیان فرمائی تھیں۔

دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں ہر چند انکے انبیاء نے سمجھایا جب نہ مانا تو انتقام الٰہی کا وقت آگیا پھر آگے ہر فرقے کی ہلاکت بیان فرماتا ہے فاما ثمود فاہلکوا بالطاغیۃ کہ قوم ثمود طاغیہ سے ہلاک ہوئی یہ زلزلہ کی سخت اور حد سے متجاوز آواز تھی جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے انا ارسلنا علیہم صیحۃ واحدۃ فکانوا کہشیم المحتظر۔ بعض کہتے ہیں بجلی کی کڑک تھی۔ بعض کہتے ہیں طاغیہ مصدر ہے جیسا کہ کاذبہ و عاقبہ تب اسکے یہ معنی کہ وہ سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے بعض کہتے ہیں طاغیہ سے مراد وہ بدنہاد شخص ہے جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور ت مذکر کیلئے بھی آجاتی ہے جیسا کہ نسابہ و راویہ میں ہے اگر طاغیہ سے مراد وہ فاحشہ عورت مراد لیجائے کہ جس کے کہنے سے اس بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں تو اور بھی انسب لیکن قول اول قوی ہے۔

ف ثمود کا واقعہ بہ نسبت عاد کے واقعہ کے زمانہ میں قریب تھا اس لئے اول اس کو ذکر کیا کیونکہ قریب زمانہ کی بات زیادہ موثر ہوتی ہے اس کے بعد عاد کے واقعہ کو جو اس سے پہلے گذرا تھا فرمایا واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ۔ لیکن عاد سو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو صرصر یعنی زناٹے کی تھی اور عاتیہ بہت تیز و تند تھی کسی کے بس کی نہ تھی سخرہا علیہم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما۔ اسکو انپر سات رات آٹھ دن پے در پے مسلط کیا تھا برابر چلتی رہی جسنے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ ہوا بدھ کے روز شروع ہوئی تھی پھر اگلے بدھ کی شام کو تھمی، ان ۸ ایام کو عرب عجوز کہتے ہیں سردی بہت سخت تھی اور سردی کا اخیر موسم تھا عرب میں اس موسم کے یہ نام ہیں۔ صن صنبر و بر آمر مؤتمر معلل مطفی الجمر مکفی الظعن۔

سخرہا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ یہ بھی مسخر و مسلط کردیا تھا اسکو کوئی موسم و کواکب کی تاثیر سے نہ سمجھے کس لئے کہ گمراہ ہر ایک آسمانی چیز کو سبب ظاہری پر منحصر کرتے ہیں انکی کوتاہ نگاہیں مسبب الاسباب تک نہیں پہنچتیں۔ عاد قوم کے لوگ بڑے قدآور تھے ہوا کے بعد فتری القوم فیہا صرعی ہر ایک کی لاش میدان میں زخمی ہوئی ایسی پڑی دکھائی دیتی ہے جیسا کہ کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں کانہم اعجاز نخل خاویۃ کھوکھلے کھوکھلے تنہ طول سے اس لئے تشبیہ دی کہ ان کے اندر نور و معرفت کچھ نہ تھا یا یوں بھی انسان اندر سے مجوف ہوتا ہے اور وہ لمبے بھی تھے اسلئے کھجور کے درختوں سے جو کھوکھلے ہوتے ہیں پوری تشبیہ ہے۔

فہل تری لہم من باقیۃ۔ پھر آپ کہاں دیکھنے والے ان میں سے کوئی بھی باقی دکھائی دیا؟ کوئی نہیں سب مر کر رہ گئے۔ لیکن حضرت ہود علیہ السلام اور جو انپر ایمان لائے تھے وہ سب بچ گئے اور حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو پہلے سے خبر دی تھی مگر انہوں نے ٹھٹھوں میں اڑا دیا۔ بڑے مالدار بڑے زور آور تھے۔

عاد و ثمود کے قصہ کی پوری شرح مورخانہ طور پر ہم سورہ اعراف کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں وہاں دیکھو۔

وَجَاۤءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝

اور فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں والے گناہ کے مرتکب ہوئے تھے سو ہر ایک نے اپنے رسول خدا کی نافرمانی کی تھی تو ہمنے انکو خوب

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاۤءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ ۙ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ۝

ہی پکڑا بیشک ہمنے جبکہ پانی حد سے گذر گیا تھا تو تم کو کشتی میں سوار کر لیا تھا تاکہ ہم اسکو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور (یہ بات) یاد رکھنے والے کانوں میں پڑی رہے

ترکیب من موصولہ قبلہ قرء الجمہور بفتح القاف وسکون الباء ای من تقدمہ من الامم وقرء ابو عمرو وعاصم والکسائی بکسر القاف و فتح الباء معناہ من جہتہ وطرفہ وعلی الوجہین ہو صلتہ والمجموع معطوف علی فرعون وہو فاعل جاء والمؤتفکات معطوف علیہ بالخاطئۃ مفعول جاء والباء للتعدیۃ والخاطئۃ مصدر کالخطاء او الفعلۃ ای بالفعلۃ الخاطئۃ رسول ربہم مفعول عصوا ای عصی کل واحد رسول ربہ اخذۃ مفعول مطلق رابیۃ صفتہ من ربا الشیء اذا زاد انا بعد لما حملناکم خبرہ فی الجاریۃ حال من مفعولہ او فی متعلقہ بمحذوف لبعث السفینۃ للحمل لما طغا الماء ظرف لحملنا دخلت بین المبتدا وخبرہ لنجعلہا واللام متعلقۃ بمحذوف ای فعلنا والضمیر المنصوب فی نجعلہا للفعلۃ ای الخبر المنجین واہلاک الکافرین وہی معلومۃ والکائنات غیر مذکورۃ قال الفراء الضمیر للسفینۃ وتعیہا معطوف علی نجعل ای لتعیہا وہی بکسر العین عند القراء السبعۃ وقری باسکان العین کما فی فخذ وکبد وانما فعل ذلک لان حرف المضارعۃ لا ینفصل عن الفعل فشبہ بما ہو من نفس الکلمۃ وصار کقول من قال وہو وہی ومثل ذلک قولہ ویتقہ فی قراءۃ من سکن القاف (الکبیر) والوعی ان تحفظ الشیء فی نفسک والایعاء ان تحفظ فی غیرک (البیضاوی)

تفسیر (۲) فرعون کا قصہ (۳) وہ جو اس سے پہلے گذرے ہیں انکا واقعہ حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے فرعون کے عہد تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا اس عرصہ میں بھی بہت سے انبیاء آئے اور انکی امتوں پر نافرمانی سے بلائیں نازل ہوئیں وہ غارت کر دیے گئے انکا تفصیلی علم اللہ ہی کو ہے یا من قبلہ سے فرعونی لوگ مراد ہیں یعنی فرعون اور اسکے لوگوں کا قصہ کہ وہ اپنی بدکاری کی وجہ سے قلزم میں غرق ہوئے (۴) مؤتفکہ الٹی ہوئی بستیاں حضرت لوط علیہ السلام کے عہد میں پانچ بستیاں جو جھیل مردار کے کنارے پر آباد تھیں۔ سدوم، عامورہ وغیرہ انکی بدکاری اور نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے الٹی گئی تھیں فرماتا ہے ان سب لوگوں نے خطا کی۔ گناہوں میں پڑ گئے تھے پھر سب کے قصے کو مختصر کرتا ہے فعصوا رسول ربہم کہ نہ صرف گناہ ہی کئے تھے بلکہ گناہوں کے سبب تباہ ہو گئے تھے جس لئے خداوند تعالیٰ کے رسولوں کی نافرمانی کی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا علیٰ ہذا القیاس اس سے پہلے لوگوں نے یا اس کے بعد لوگوں نے اور سدوم وغیرہ بستیوں کے رہنے والوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی کمی نہ کی فاخذہم اخذۃ رابیۃ پھر تو ان سب کو اللہ قادر نے انتقام میں زور سے پکڑا ہر ایک مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے غارت کیا گیا فرعون اور اسکی قوم بد کو قلزم میں ڈبو دیا لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے انکی بستیوں کو الٹ دیا (۵) انا لما طغا الماء یہ پانچویں نظیر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہے اگرچہ من قبلہ میں اجمالی طور پر داخل تھی مگر ایک بڑا عبرتناک واقعہ تھا اس قصہ میں سے صرف ان باقی رہ جانیوالوں پر کشتی میں سوار کر لینے کا احسان یاد دلاتا ہے کہ جنکی اولاد نے پھر بدکاری پر بدکاری اور بت پرستی پر بت پرستی کی یہ فرعون اور قوم لوط اور انکے کفار کون ہیں انہیں کی اولاد کہ اے سرکشو جب پانی کی طغیانی ہوئی تو تمکو (تمہارے باپ دادا کو جنکی پشتوں میں تم تھے) لیکن گرام تھے ہمنے کشتی پر اٹھا لیا تاکہ یہ ہمارا فعل آیندہ نسلوں میں یادگار رہے مگر تم بھول گئے اور تاکہ اسکو یاد رکھنے والے کان سنیں تم سنتے ہو مگر تمہارے کان اسکو پھینک دیتے ہیں محفوظ نہیں رکھتے بیان اجمالی بیان ہر ایک قوم کا کافی تھا اسلئے اسی پر بس کی گئی۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۙ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۙ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ

پھر جب صور میں ایک ہی پھونک ماری جاویگی اور زمین اور پہاڑ دونوں کو اٹھا کر ایک ہی بار ریزہ ریزہ کر دیا جاویگا تو اس روز ہونے والی ہو پڑیگی (قیامت

الْوَاقِعَةُ ۙ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۙ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

آجاویگی) اور اس روز آسمان پھٹ کر شکستہ ہو جاویگا اور فرشتے اسکے کناروں پر ہونگے اور آپکے رب کا تخت اس روز آٹھ (فرشتے) اٹھائے ہونگے اس دن

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي ظَنَنْتُ

تم حاضر کئے جاؤ گے تم میں سے کسی کا راز چھپ نہ سکے گا پھر جسکو اسکا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جاویگا تو وہ کہیگا آؤ لو یہ میرا اعمالنامہ پڑھ لو میں تو سمجھا ہوا تھا کہ

أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ

(ایک دن) مجھے میرا حساب ملنا ہے سو وہ تو دلپسند عیش میں ہوگا بلند بہشت میں کہ جسکے میوے جھکے پڑتے ہوں گے (کہا جاویگا) کہ خوب چین سے کھاؤ پیو ان کاموں کے بدلے جو تمنے

الْخَالِيَةِ ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ

گذشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے پھر جسکا اعمالنامہ اسکے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہیگا اے کاش میرا اعمالنامہ مجھے نہ ملتا اور مجھے اپنے حساب کی کچھ خبر نہ ہوتی ہائے کہیں موت (فیصلہ کرنے

مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۜ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا

والی ہو جاتی) میرا مال بھی میرے کام نہ آیا میری حکومت بھی جاتی رہی (حکم ہوگا) اسکو پکڑو پھر اسکے طوق پہناؤ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالو پھر اسکو ستر گز کی زنجیر میں جکڑو

سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝

کیونکہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا اور نہ غریبوں کو کھانا کھلانیکی رغبت دلاتا تھا

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝ ع ۳/۵

پھر اسکا بھی آج یہاں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کھانا ہے مگر زخموں کا دھوون جسکو گنہگاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھاوے گا

ترکیب نفخۃ واحدۃ بالرفع علی انہا مفعول مالم یسم فاعلہ من نفخ المجہول و انما حسن تذکیر الفعل للفصل او ان التانیث غیر حقیقی و قری بالنصب علی ان فی الصور مفعول مالم یسم فاعلہ ثم نصب نفخۃ علی انہا مفعول مطلق و واحدۃ تاکید لہا و حملت الارض الخ بالتخفیف و قری مشددا عطف علی نفخ فدکتا ای جملۃ الارض و جملۃ الجبال من الدک کوفتن و ریزہ کردن و ہموار کردن (صراح) والدک ابلغ من الدق ناقۃ دکاء لا سنام لہا ومنہ الدکۃ بالفتح چبوترہ والدکان بالضم دکۃ واحدۃ قال الفراء لا یجوز ہہنا الا النصب لارتفاع الضمیر فی دکتا ولم یقل فدککن لانہ جعل الجبال کالواحدۃ والارض کالواحدۃ کما قال ان السموات والارض کانتا رتقا ولم یقل کن فیومئذ ظرف لوقعت والشقت معطوف و وقعت یومئذ ظرف لواہیۃ فیومئذ و ما بعدہا جواب اذا نفخ قال الزجاج یقال لکل ما ضعف جدا وہی فہو واہ ارجاءہا ای اطرافہا و جوانبہا جمع رجی مقصور یقال رجا ورجوان والجمع الارجاء ثمانیۃ بالرفع علی انہ فاعل یحمل فوقہم ای فوق الملائکۃ الذین علی الارجاء وقیل ان الحملۃ یحملون العرش فوق راسہم والضمیر قبل الذکر جائز کقولہ فی بیتہ یوتی الحکم فوقہم و یومئذ منصوبان بیحمل علی انہما ظرفان ہاؤم من اسماء الفعل ہا بمعنی خذ یقال ہا یا فتی وبعدہ یتناول و یفتحون الہمزۃ للمذکر کالکاف فی ہاک و یقال للاثنین ہاؤما و للجمع ہاؤموا ہاؤم والمیم فی ہذہ الموضع کالمیم فی انتما و انتم والضمۃ فی ہاؤم انما ہی ضمۃ میم الجمع و یقال للانثی ہاء یا امراۃ ہاؤما یا امراتان ہاؤن یا نسوۃ مفعول ہاؤم محذوف کتابیہ مفعول اقرءوا لانہ اقرب العاملین ولانہ لوکان مفعول ہاؤم لقیل اقرءوہ اذ الاولی اضمارہ حیث امکن والہاء کتابیہ و حسابیہ و مالیہ ہی ہاء السکت و حق ہذہ الہاء ان

۱؎ یا لیتہا الضمیر یعود الی الموتۃ الاولی فانہا کالمذکور او الی الحالۃ التی شاہدہا یا لیت ہذہ الحالۃ کانت الموتۃ التی قضیت علیّ ۱۲ منہ ۲؎ والقطوف جمع قطف وہو المقطوف ای الثمر بما اسلفتم ای قدمتم من اعمالکم الصالحۃ الاسلاف تقدیم ما ترجو ان یعود علیک بخیر فہو کالاقراض منہ یقال اسلف فی کذا اذا قدم فیہ الذہب الصحۃ سلسلۃ غسلین فعلین من الغسل وہو ما یسیل من الجراح بعد الغسل من صدید و قیح و دم ۱۲ منہ

تثبت فی الوقف وتسقط فی الوصل ولما کانت مثبتۃ فی الامام ای مصحف عثمانؓ استحبوا الوقف علیہا وقرا ابن محیصن باسکان الیاء بغیرہاء و قرحمزۃ باثبات الہاء فی الوصل والوقف جمیعا لاتباع المصحف ۔

تفسیر مدنیا دی حاقہ کے نظائر بیان فرما کر ایک سخت حاقہ کا ذکر کرتا ہے یعنی قیامت کے برپا ہونیکا۔ پھر اس کی تمام کیفیت ہولناک بیان فرماتا ہے کہ صور پھونکا جاویگا ایک ہی بار کے پھونکنے میں اوّل زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاوینگے پھر اس کے بعد علویات فنا ہوں گے آسمان پھٹ جاوینگے اور فرشتے جو آسمانوں میں تھے نکلکر اسکے کناروں پر آجاویں گے۔ اسطرح کہ جب کوئی مکان گرتا ہو تو اسکے رہنے والے چھوڑ کر اس کے اردگرد ہو جاتے ہیں اسکے بعد جبکہ تمام چیزیں فنا ہو جاویں گی الاماشاء اللہ تو بار دیگر صور پھونکے گا جسکی کیفیت سورۂ زمر میں بیان ہوئی تو تمام چیزیں بار دگر پیدا ہوں گی مُردے زندہ ہونگے عدالت کیلئے تخت رب العلمین لاکر رکھا جائیگا جسکو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے (اور ہر ایک کے ساتھ ہزار دل کی جماعت ہوگی) پھر بنی آدم خدا تعالےٰ کے حضور میں لائے جائیں گے کوئی شخص مخفی نہ رہ سکیگا نہ کوئی بات اس سے مخفی رہیگی پھر نامہ اعمال دیے جاویں گے جسکا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا گیا جو نیک ہونیکی علامت ہے تو وہ خوشی میں آکر لوگوں سے یا خدا کی طرف سے نامہ اعمال دیکھنے والوں کو کہیگا۔ لو میرا نامہ اعمال دیکھو اور میں پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ حساب لیا جائیگا اس لئے دنیا میں نیک کام کرتا اور بدیوں سے بچتا تھا پھر وہ عمدہ عیش میں ہو گا یعنی حیات جاودانی عطا ہوگی اور سعادت باقیہ ملیگی بلند یا بلیش قیمت باغوں میں رہیگا جسکے میوے جھکے ہونگے یعنی پختہ کس لئے کہ پختگی پر میوے جھک جاتے ہیں یا اسکے لئے قریب ہوں گے توڑنے میں دقت نہ ہوگی ہاتھ بڑھایا اور توڑ لیا ان کو سُنا دیا جائیگا کھاؤ پیو مزے کرو یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے جو دنیا میں تمنے کئے تھے اور جسکا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا وہ افسوس و حسرت سے کہیگا کیا ہوتا جو میرا اعمالنامہ مجھے نہ ملتا اور میرا حساب مجھے نہ بتلایا جاتا پھر وہاں کی سختی اور عذاب اور طرح طرح کی رسوائی دیکھکر موت کی آرزو کریگا کہ کاش میں مرجاؤں تو اس بلا سے چھوٹ جاؤں مگر وہاں پھر موت کہاں؟ وہاں دُنیا کی نعمتیں یاد کرکے روئے گا کہ آج میرا مال کچھ کام نہیں آیا نہ کوئی رشوت لیتا ہے نہ مالدار سمجھکر لحاظ و عزت کرتا ہے یا یہ کہ دُنیا میں نیک کاموں میں صرف کرتا تو یہاں کام آتا جیسا کہ اور وں کے کام آرہا ہے اسکے بدلے میں اسکی سزائیں کم ہورہی ہیں اچھے بدلے رہے ہیں اور نہ آج میری عزت و حشمت و شوکت کچھ کام آئی یہاں بادشاہ و فقیر دونوں برابر ہیں نہ کوئی خاندان پوچھتا ہے نہ نسب و حسب دریافت کرتا ہے یا یہ کہ میری حجت و دلیل باطل ہوگئی جو دنیا میں باطل مذہب اور بیہودہ باتوں کے برحق ثابت کرنے میں کیا کرتا تھا اور بری زبان چلایا کرتا تھا پھر اسکے لئے حکم ہوگا کہ اسکو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق پہناؤ (وہ اس کے اعمال بد ہونگے) اور اسکو دہکتی آگ میں ڈالو اور ستر گز کی زنجیر میں جکڑ دو یہ اس لئے کہ نہ یہ اللہ پر ایمان لاتا تھا نہ اس کے اعمال اچھے تھے مالی عبادت سے بھی دُور تھا کسلئے کہ فقراء کو آپ کھلاتا تو در کنار اور کو بھی رغبت نہیں دلاتا تھا یہ آیات کا خلاصہ مطلب تھا اب ان کے متعلق کچھ فوائد ہیں جو خالی از لطف نہ ہونگے (۱) ہو بذہ و ا پہلے نفخہ پر تمام عالم خراب و برباد ہو جاویگا اسکے بعد جب باردیگر نفخہ صور ہوگا اور ہر چیز بار دگر زندہ ہوگی تب عدالت کے لئے لوگ خدائے پاک کے روبرو لائے جاویں گے حالانکہ آیت میں وانشقت السماء کے بعد عرش اٹھانیکا ذکر کرکے کہدیا آج کے روز پیش کئے جاؤ گے اسکا جواب یہ ہے کہ یومئذ تعرضون سے مراد وہی دن نہیں کہ جس روز خراب عالم کیلئے نفخہ صور ہوگا بلکہ اور دن یا کہو یوم سے مراد زمانہ ہے جسمیں نفخہ اولےٰ و ثانیہ و صعقہ

ولشور وحساب وخوف سب کچھ ہوگا یوم زمانہ اور وقت کے لئے کلام عرب میں بکثرت مستعمل ہے *

ف۲ والملک علی ارجائہا ملک سے ایک فرشتہ مراد نہیں بلکہ جنس یہ عالم کے برباد ہونیکی کسی گھر کے برباد ہونے سے تمثیل ہے کہ جب وہ گھر گرنیکو ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ نکلکر باہر کنارے کھڑے ہوجاتے ہیں گو بعد میں وہ بھی ہلاک ہوجائیں گے اور جو ہلاک نہ ہو جاویں تو بھی ممکن ہے کس لئے کہ ایک جگہ آیا ہے الا من شاء اللہ پس ممکن ہے کہ ملائکہ مستثنیٰ ہوں *

ف۳ ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ الیٰ یہی مضمون سورہ زمر کی اس آیت میں ہے وتری الملائکۃ حافین من حول العرش اب کلام یہ ہے کہ تخت رب العالمین کے سر پر اٹھانے سے کیا مطلب؟ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ ایک تمثیل ہے لوگوں کے سمجھانے کیلئے دنیا میں بادشاہوں کے دربار اور انکے تخت عدالت سے کہ جسکو خدام کی جماعت عزت و احترام سے دربار میں لاکر رکھتے ہیں تاکہ وہ اسپر بیٹھکر عدالت کرے *

بعض علما اسکو حقیقت پر محمول کرتے ہیں انکے نزدیک کوئی تاویل اور توجیہ آیات و احادیث میں جائز نہیں ہر ایک کو انکے ظاہری معنی پر محمول کرنا در اصل قرآن و احادیث کا ماننا کہتے ہیں اگرچہ خوش اعتقادی کا یہی مقتضا ہے مگر جب اسلوب کلام میں غور کیا جائے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ قرآن مجید اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت کے قوالب میں ڈھلا ہوا ہے تو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ بلغاء کے کلام میں مجاز و استعارہ تمثیل و تشبیہ بہت کچھ ہوتا ہے محاورات زبان اور عرف کا بہت خیال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں سب باتیں موجود ہیں پھر جسطرح معتزلہ کا یہ قول تفریط ہے کہ جہاں ممکن حقیقی معنی ہو پھر بھی وہ تاویل کرتے ہیں اور اسطرح کی تاویلات کا دروازہ کھولنا متکلم کی مراد کو ظاہر نہیں ہونے دینا انہیں کی تقلید سے آجکل کے تعلیمیافتہ قرآن کو خیالات مغربیہ پر تاویلات کے ذریعہ سے مطابق کرنیکی کوشش کرتے ہیں اور وہ اسی کو مغز سخن تک پہنچنا اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت سخن فہمی قرار دیتے ہیں اسی طرح بالکل تاویل و توجیہ استعارہ کنایہ مجاز تمثیل کا دروازہ بند کرکے ظاہری معنی پر محمول کرنا سخت افراط ہے جو کلام کو مہمل اور بے لمک بلکہ غلط بنا دینے کا پورا ذریعہ ہے اب قاعدے کے موافق ہر فریق قرآن مجید کے ایسے مواقع میں تفسیر کرتا ہے مگر حق وہی بات ہے کہ جسکو اہل سنت والجماعت کے علماء ربانیین اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ کہ جہانتک ظاہری معنی مراد لئے جاسکتے ہوں تو کلام کو ضرور حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہیے اور جہاں متعذر ہو خواہ عقل سلیم کے فتوی سے خواہ اصول اسلامیہ دیگر آیات و احادیث صریحہ کی وجہ سے تو وہاں ضرور مجاز پر محمول کرنا پڑیگا۔ مگر مجازی معنی کی زمام بھی ہر ایک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ علماء راسخین کے *

آیات مذکورہ میں معتزلہ تاویل کرتے ہیں کہ عرش و کرسی کے معنی مجازی مراد ہیں تسلط و حکومت وغیرہ اور فرشتوں کے سر پر اٹھانے سے مراد انکے ذریعہ سے اسکا ظہور ہے اہل سنت میں سے بیضاوی وغیرہ علماء کلام فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل ہے کسلئے کہ خدائے پاک مجسم نہیں جو کسی تخت پر بیٹھے یا اس کے لئے کوئی جگہ معین کیجاوے یہ چیزیں اسکیلئے حدوث اور نقصان کا باعث ہیں اسیطرح صوفیہ کرام بھی ظاہری معنی مراد نہیں لیتے پھر انمیں سے کسی نے کہا کہ عرش مجید و صورت جہانداری حق سبحانہ تعالیٰ کی ہے یعنی اسکی جہانداری اور بادشاہت کو عرش مجید سے تعبیر کیا ہے اور قیامت میں وہ بصورت عرش یعنی تخت شاہی کا ظہور کرے گی اور اسکی جہانداری دنیا میں چار صفت سے ہے کہ موجودات میں کوئی ذرہ بھی انسے خالی نہیں وہ سب کو محیط ہیں اول علم دوم قدرت سوم ارادہ چہارم حکمت آخرت میں ان چاروں صفتوں کیساتھ چار صفات اور زیادہ ہوں گی تاکہ دونوں جہانداریوں میں امتیاز کلی ہوجاوے اور وہ چار یہ ہیں۔ اول ظہور انکشاف تام کہ اس عالم میں ہر چیز کی اصل حقیقت ہر ایک پر واضح ہوجائیگی دیکھو کہ اور شبہ اور غلطی نہ رہے گی وہاں جاہل اور عالم کافر و مومن سب پر حقائق خفیہ و راز ظاہر ہونگے اس بات پر قرآن مجید میں بھی ایک جگہ اشارہ ہے از انجملہ یوم تبلی السرائر و اسمع بہم و ابصر یوم یاتوننا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید *

دوم کمال بلوغ کہ ہر چیز مرتبہ نقصان سے اپنے موافق مرتبہ کمال پر پہنچ جاویگی استعداد و قابلیت کا مرتبہ فعلیت پر آجاویگا یہانتک کہ جو دنیا میں لنگڑے لولے اندھے زخمی بیمار مرے تھے صحیح و سالم اٹھیں گے اور اسیطرح قوائے باطنیہ کا حال ہوگا۔ خلود و بقاء غیر متناہی بھی اس صفت کیوجہ سے ہوگی جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ان الدار الاخرۃ لہی الحیوان لو کانوا یعلمون سوم تقدس کہ کدورات و الواث سے ہر شے دور ہو جاویگی کسلیئے کہ عالم حادث کا چھلکا دور ہو کر عالم باقی و صافی کا جوہر نکل آئیگا چہارم صفت عدل و القائے حق کہ جسکے سبب پورا پورا انصاف ہوگا ہر ایک کو اسی کے پیمانہ سے تول کر دیا جائیگا پھر جب اس عالم میں جہانداری کے ساتھ جسکو عرش کہا گیا یہ چار صفات اور مل گئیں تو گرانی اور وزن بڑھ گیا اور اس عرش معنوی کو عرش صوری کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے دنیا میں عرش جہانداری چار فرشتوں پر تھا جو ان چار صفتوں کے مظاہر تھے آخرت میں اس گرانباری کیوجہ سے چار اور بڑھا دینگے جملہ چار صفتوں کے مظاہر ہوں گے یہ معنی ہیں قیامت میں آٹھ فرشتوں کے تخت رب العالمین اٹھانے کے۔

بعض علماء کہتے ہیں عرش رب العلمین سے مراد انسان کا قلب ہے آج اسکو چار صفات اٹھائے ہوئے ہیں قیامت میں آٹھ اٹھاویں گی اور اٹھانا عبارت ہے ان صفات کے استیلاء سے پھر ان صفات میں کلام طویل ہے ✦

ف۴ عرش ربک سے وہ عرش مراد ہے جسکو سب آسمانوں کے اوپر کہتے ہیں بعض کہتے ہیں یہی عرش قیامت میں دربار عدالت کیلئے لاکر رکھا جاویگا بعض کہتے ہیں وہ اور ہوگا ✦

قریب الفہم وہی قول ہے جو بیضاوی نے فرمایا ہے کس لئے کہ انسان اس عالم ناسوت میں کسی معنی کو صور و اشکال سے مجرد کرکے مشکل سمجھتا ہے اور ہر ایک معنی کی اپنے مشاہد صور کی تصویر کھینچتا ہے۔ اب صرف فرمانا تو مقصود تھا کہ قیامت کے دن خدائے ذوالجلال جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے عدالت کریگا مگر خیال انسانی اس عدالت کی تصویر تمام شاہانہ تجملات میں کھینچتا ہے کہ تخت ہوگا اور اسکے گرد ایسے خدام و سپاہ ہوں گے جب کہ اولو العزم شاہوں کے دربار میں ہوتا ہے خدا تعالےٰ انسانی اوراک سے بھی بہت دور تر ہے اسکے دربار اور اسکی عدالت کی اصل حقیقت بیان کرنیکے لئے نہ الفاظ ہیں اور نہ اذہان انسانیہ تیار ہیں لیکن اس حقیقت کو اسکے مشابہ تصویر میں بیان فرمایا پورا اظہار ہے اسلئے تخت لایا جانا اور تخت پر جلوس فرمانا اور تخت کے ارد گرد ملائکہ کا صف بستہ کھڑا ہونا اور مجرموں اور نیکوں کا پیش ہونا اور اپنے ایمان اور نیک اعمال کی جزا اور کفر بدکاری کی سزا حیات جاودانی یا رنج و عذاب دائمی پانا اور انکا حسرت کرنا اور انکا حسرت و افسوس کرنا ایک سچے واقعہ کی تصویر کھینچتا ہے۔ نہ محض ترغیب و ترہیب ہے جیسا کہ کوڑ مغز اور تنگ دماغ خیال کرتے ہیں ✦

ف۵ یومئذ تعرضون سے لیکر اخیر تک اس عدالت کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب حاضر ہوں گے کوئی بات مخفی نہ رہیگی پھر آگے جزا و سزا کی تشریح کرتا ہے کہ جسکی کتاب یعنی (نامہ اعمال) جو دنیا میں کراماً کاتبین نے اس کے نامہ اعمال کا روزنامچہ لکھا تھا اور وہ ایک عالم غیب کا فوٹو ہے ہماری قلموں اور ہمارے کاغذوں کا لکھا ہوا دفتر نہیں) اس کے داہنے ہاتھ میں دی گئی تو وہ خوش ہوگا اور جس کے بائیں ہاتھ میں دی گئی وہ روئے پیٹیگا داہنا ہاتھ اشارہ ہے جانب قوی سے جو عقل و نور و غلبہ ایمان کیجانب ہے اور بایاں ہاتھ اشارہ ہے جانب اضعف نفسانی حیوانی کیطرف۔

ف۶ ہنیئا ہنا سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو بے مشقت ملے (قاموس) ہیں۔ گوارا شدن طعام و شراب ہنی گوارندہ ہنیئا منصوب ہے یا اس لئے کہ مفعول مطلق کی صفت ہے اے اکلا و شربا ہنیئا یا صفت ہے مصدر کے قائم مقام کی گئی اے ہنئتم ہنیئا بمعنی بروزن فعیل و المصدر ہیں ✦

اسکے بعد جہنمیوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اسکے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا خذوہ کہ اسکو پکڑو و قہر و عذاب میں فغلوہ پھر اسکے ہاتھ اسکی گردن میں باندھو غل بالضم گردن بند جمعہ اغلال۔ صراح۔ یہ اس لئے کہ اس نے دنیا میں فراخ دستی کی نعمت کا شکریہ ادا نہ کیا تھا اور کار خیر میں ہاتھ نہ کھولے تھے ثم پھر حکم ہوگا الجحیم صلوہ اسکو دہکتی آگ میں ڈالدو یعنی باندھ کر ڈالو کہ ہاتھ پاؤں نہ مار سکے ثم پھر حکم ہوگا فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ کہ ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو کہ پڑا پڑا جگہ سے ہلنے بھی نہ پاوے بعض علما کہتے ہیں ستر گز سے تعداد مقصود نہیں بلکہ طول مراد ہے جیسا کہ اس آیت میں ان تستغفر لہم سبعین مرۃ مراد مرات کثیرہ میں لمبی زنجیر اشارہ ہے اسکے حرص و ہوا و طول امل دنیا کی طرف کہ بڑی بڑی لمبی زنجیروں میں دنیا کی بندھا ہوا تھا جسکا اسکے خیال میں کہیں سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تھا یوں ہوگا اور یوں کرونگا۔ اسمیں خدا تعالیٰ سے غافل رہا کہ موت آگئی جس کو وہاں کی زنجیر سے بچنا ہو یہاں کی زنجیر سے نکلے۔ شہوات و لذات کی لمبی زنجیریں اسکو جکڑے ہوئے ہیں اور طوق بھی گلے میں بدکاری اور اخلاق رذیلہ کے پڑے ہوئے ہیں اور شہوت و لذات کی دہکتی آگ میں ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہے۔ مردان خدا ہی ان بیڑیوں اور اس آگ سے نکل بھاگے ہیں دنیا کے کاروبار کرتے ہیں بیاہ شادی کرتے ہیں مگر دل نہیں لگاتے لیکن بقدر ضرورت پھر آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان فرماتا ہے کہ جس کے سبب وہ آج اس جرم میں گرفتار ہوئے فقال انہ کان کہ تسلسل حوادث کا قائل تھا اور اسباب کی زنجیروں میں قید تھا۔ ہر حادثہ کو اسکے سبب کیطرف منسوب کرتا تھا مسبب الاسباب تک نظر نہیں پہنچتی تھی اسلئے لا یؤمن باللہ العظیم وہ اللہ بزرگ برتر پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ یہ اشارہ ہے کہ اسکی قوت نظریہ باطل ہو چکی تھی وہ احمق ان پتلیوں کو آپسے حرکت کرنیوالا سمجھا ہوا تھا یہ نہیں جانتا تھا کہ پس پردہ کوئی اور حرکت دے رہا ہے ایک خدا بزرگ و برتر کو چھوڑ کر سینکڑوں اسباب کیطرف دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور اپنی طمع اور خام خیالی سے سب چیزوں کو قضا و قدر کا مالک و مختار جانکر انہی کیطرف رجوع کرتا تھا الغرض یہ کافر و مشرک تھا توحید و ایمان کی روشنی نصیب نہ تھی اسکے سوا قوۃ عملیہ بھی باطل ہو گئی تھی ولا یحض علی طعام المسکین کسلئے کہ عملی کاموں میں عبادت کے بعد نفع خلائق اعلیٰ درجہ کی نیکوکاری ہے پھر یہ بدبخت خدائے بزرگ برتر پر ایمان ہی نہیں رکھتا تھا جو سمجھتا کہ اس کھانا کھلانے کا بدلہ دنیا اور آخرت میں خدا پاک دیگا اسکی رضامندی ہمارے کام آویگی پھر آپ غریب مسکین کو روپیہ پیسہ دینا کپڑا پہنانا راحت پہنچانا تو درکنار معمولی کھانا بھی نہیں دیتا تھا اور دینا تو درکنار اوروں کو بھی اسطرف رغبت نہیں دلاتا تھا بلکہ اس کام کو عبث اور فضول جانتا تھا کبھی یہ حیلہ کرتا تھا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں کبھی یہ کہ انکا ہمارے اوپر کیا حق ہے اور ان لوگوں کو دینا گویا بے حمیتی بیغیرتی گداگری سکھاتا ہے۔ یہ گفتگو ان درماندوں کے حق میں کہ جو در اصل قابل ترحم ہیں محض بخل اور اندرونی خباثت پر مبنی ہے +

۔ ایسی تنگی اور مصیبت کے ٹالنے یا کم کرنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں اوّل یہ کہ تسلی دلاسا دینے والا اور چارہ گری کرنیوالا ہو دوم یہ کہ ایسی درماندگی کے وقت کھانا کھلا دیا جاوے اور اسی لئے اہل مصیبت کے ساتھ تعزیت میں یہ دونوں باتیں برتی جاتی ہیں تسلی دلاسا بھی دلایا جاتا ہے کھانا بھی کھلایا جاتا ہے سو اس کے لئے یہ دونوں نہ ہونگے فلیس لہ الیوم ھھنا حمیم۔ کہ آج اسکا یہاں کوئی دوست حمایتی نہ ہوگا جو اسکو چھڑاوے یہ اسلئے کہ بڑا حمایت کرنیوالا اللہ ہے اور اسکی حمایت کا پرتو دوسرے حامیوں کے دلوں پر پڑتا ہے جو حمایت پر کمر باندھتے ہیں سو اللہ پر تو اسکا ایمان ہی نہ تھا اس سے بگاڑ رکھی تھی ولا طعام اور نہ کھانا ہے کس لئے کہ دنیا میں یہ کسی کو نہیں کھلاتا تھا۔ الا من غسلین ہاں وہ جو لوگوں کے دل دکھاتا تھا اب ان زخموں کا دھوون ضرور پینے کو ملے گا۔ جو خطا کاروں کا کھانا ہے +

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ۙ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۚ وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۙ

پھر جنکو تم دیکھتے ہو اور جنکو تم نہیں دیکھتے ہیں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ بیشک یہ قرآن ایک معزز رسول کے قول کا کلام ہے اور نہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے مگر تم بہت ہی کم

وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۙ لَاَخَذۡنَا

یقین کرتے ہو اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے مگر تم بہت ہی کم سمجھتے ہو یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اگر محمد ہم پر کوئی بات بھی بنا کر کہتے تو ہم انکا داہنا ہاتھ پکڑ کر

مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۖ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حَاجِزِيۡنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۞ وَ

گردن مار دیتے پھر تم میں سے کوئی بھی اسکو روکنے والا نہ تھا اور بیشک یہ قرآن پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے اور ہم خوب جانتے

اِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ ۞ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۞ ع ۱

ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں اور بیشک قرآن کافروں کیلئے حسرت ہے اور یہ یقین کر لینے کے قابل ہے پس اپنے رب کے نام کی تسبیح (و تقدیس) کرتے رہو جو بڑی شان ہے

ترکیب فلا اقسم قیل لا مزیدۃ او فلا رد لانکارہم البعث ثم اقسم وقیل نافیۃ للقسم کانہ قال لا اقسم علی ان القرآن قول رسول کریم لظہور الامر فاستغنائہ عن التحقیق بالقسم انہ لقول الخ جواب القسم موکد بان و اللام والاسمیۃ وہکذا الخ الجملۃ تاکید لقولہ انہ لقول رسول کریم قلیلا ما زائدۃ للتاکید ولا بقول کاہن عطف علی قولہ بقول شاعر تنزیل خبر مبتدا ای ہو تنزیل تقول امر الجملۃ بمعنیٰ الفاعل والتقول تکلف القول والافتراء والاقاویل جمع اقوال جمع قول کا بابیت جمع ابیات جمع بیت والاقوال المفتراۃ اقاویل تحقیرا لہا لاخذنا جواب لو حاجزین وصف لاحد فانہ عام لکونہ نکرۃ واقعۃ فی سیاق النفی حق الیقین من اضافۃ الصفۃ للموصوف ای للیقین الحق وقیل ہو کقولک محض الیقین۔

تفسیر یہاں تک امور حاقہ کا بیان شواہد کے ساتھ اور اخیر حاقہ قیامت کا مفصل بیان تھا کہ اسطرح سے ہوگی اور اسکے بعد نیکوں کی یہ حالت اور بدوں کی یہ صورت ہوگی اس بیان میں دو مسئلہ ثابت کئے گئے توحید باری تعالیٰ کہ اسکی نافرمانی کی سزا کو کوئی دوسرا روک نہیں سکتا عاد و ثمود و نوح علیہ السلام کی قوموں پر جو کچھ حوادث آئے دنیا نے آنکھ سے دیکھے محفوظ کانوں نے سنکر یاد رکھے یہ اسکی توحید کی پوری دلیل ہے کہ اگر کوئی دوسرا بھی اسکا شریک ہوتا جیسا کہ ان لوگوں کا اعتقاد تھا اور اسی لئے وہ اسکی پرستش کرتے تھے تو ایسے مواقع میں انکی مدد کرتا عذاب الٰہی کو ٹال دیتا دوسرا مسئلہ معاد کا قیامت برپا ہوگی اور وہاں یہ ہوگا اسکے بعد اب تیسرے مسئلہ نبوت کو ثابت کرتا ہے جس پر دونوں مسئلوں کی بنیاد ہے کیونکہ پہلے واقعات گو محسوس تھے مگر انکو جاہل اسباب پر مبنی کرتے تھے اس کے بعد قیامت کا واقعہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہے اس زیادہ دارو مدار نقل پر رہا ہے اسلئے نقل کا استحکام ضروری ہوا فقال فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون کہ میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی کہ جنکو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی کہ جنکو تم نہیں دیکھتے۔ مفسرین نے اسباب میں متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں بعض کہتے ہیں بما تبصرون سے مراد عالم شہادۃ محسوسات آسمان و زمین وغیرہ اور ما لا تبصرون سے عالم غیب روحانیات و عالم جن و ملائکہ اب دونوں کو ملا کر سب چیزیں آگئیں خالق و مخلوق دنیا و آخرت اجسام و ارواح انس و جن ظاہریہ باطنیہ بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد واقعات گذشتہ کہ جن کے آثار اب تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ما لا تبصرون سے مراد قیامت کا واقعہ جو نظروں سے غائب ہے بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کفار کے سامنے تھے اور ما لا تبصرون سے مراد جبرئیل علیہ السلام جو ان کو دکھائی نہیں دیتے تھے قرآن شریف کے لانے میں یہی دو واسطے ہیں اس لئے ان کی قسم کھائی کہ جو اللہ کے نزدیک محترم تھے یہ بات بیان فرماتا ہے انہ لقول رسول کریم بعض مفسرین کہتے ہیں فلا اقسم میں لا نفی کے لئے ہے حق سبحانہ فرماتا ہے کہ مجھے ان

چیزوں کی قسم کھانیکی حاجت نہیں کسلیئے کہ بات ظاہر ہے وہ کیا کہ انہ لقول الخ کہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔ رسول کریم سے یہاں مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو کافر شاعر و کاہن کہتے تھے نہ جبرئیل کسلیئے کہ انکی نسبت وہ یہ نہیں کہتے تھے البتہ سورہ اذا الشمس کورت میں انہ لقول رسول کریم سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کسلیئے کہ اسکے بعد ہے وما ہو بقول شیطان رجیم جسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ ملک کریم کا کلام ہے نہ شیطان رجیم کا اسیطرح اسجگہ فرماتا ہے وما ہو بقول شاعر کہ یہ شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ ابوجہل کہتا ہے کسلیئے کہ اوّل تو شعراء کو وزن وبحر لازم ہے اور قرآن مجید میں یہ بات نہیں دوم شعراء تخیّلات بے اصل ومبالغہ کو دخل دیتے ہیں قرآن مجید میں یہ بالکل نہیں بلکہ قرآن میں حقائق ومعارف بدلائل ثابت کیئے گئے ہیں دونوں کلاموں میں بدیہی فرق ہے لیکن قلیلا ما تؤمنون تم بہت کم مانتے ہو محض ہٹ دھرمی کر رہے ہو ولا بقول کاہن اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے جیسا کہ عقبہ کہتا ہے

کاہن عرب میں اسکو کہتے تھے جو جن اور چڑیلوں کی نذر ونیاز کرتے تھے اور کبھی ارواح خبیثہ انپر مسلّط ہو کر عالم محسوس کے واقعات مقفیٰ اور مسجع عبارت میں بیان کیا کرتے تھے کہ فلاں مسافر فلاں منزل پر ہے اسوقت یہ کر رہا ہے یا فلاں شخص کا مال چور چرا کر فلاں جگہ لے گیا ہے وغیر ذلک جیسا کہ ہندوستان میں بعض لوگ بھینیوں وغیرہ کے زور سے ایسی باتیں بتایا کرتے ہیں کوئی شیخ سدو سے پوچھا کرتا تھا کسی کے سر پر میران آتے ہیں کسی کے سر پر خاں کسی کے بھیروں کسی کے ہنومان ؛

قرآن مجید میں اور ایسے کلام میں بہت بڑا فرق ہے اوّل تو ایسے لوگ مکارم اخلاق واصلاح ومعاش ومعاد کے قوانین کی تعلیم کیا جانیں نہ ان کو عالم آخرت کے احوال سے خبر نہ واقعات گذشتہ کی صحیح صحیح خبر نہ روح کو منوّر کر نیوالے علوم نہ مکارم اخلاق کی تعلیم برخلاف اسکے قرآن مجید میں یہ سب باتیں ہیں دوم وہ بھوت وجن اپنی نذر ونیاز کی تاکید کرتے ہیں اور جو نہیں مانتا اسپر خفا ہوتے ہیں برخلاف اس کے قرآن مجید میں ان باتوں کی برائی اور بت پرستی اور ان خبائث کی مذمت ہے پھر کیا یہ خبائث اپنی برائی آپ کرتے ہیں؟ ذرا غور کرو لیکن قلیلا ما تذکرون تم کم غور کرتے ہو بہت کم سمجھتے ہو ؛

بعض مفسرین کہتے ہیں کم ایمان لاتے ہو کم سمجھتے ہو کے معنی ہیں کہ بالکل نہیں لاتے بالکل نہیں سمجھتے کس لیئے کہ محاورہ ہے جب کوئی نہیں آتا تو اس کو کہتے ہیں تم کم آتے ہو۔ اسی طرح عرب کا یہ محاورہ ہے ؛

اب ایک بات یہ باقی رہ گئی کہ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے جیسا کہ آپ ہی فرماتا ہے تنزیل من رب العالمین کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے کلام اپنے متکلم کی شان خود بیان کرتا ہے شہوت پرستوں عیاشوں کا کلام ویسا ہی ہوتا ہے بادشاہوں کے کلام میں شان وشوکت نمایاں ہوتی ہے حکیموں کے کلام میں حکمت کے انوار چمکا کرتے ہیں اب قرآن کا شان انداز کہے دیتا ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے ہر قوم وہر ملک کے لوگوں کو اسی شان ربوبیت سے مامور کرتا ہے بلا لحاظ شرافت خاندانی ودولتمندی ہر ایک کو انہیں بزرگی بھرے لفظوں سے مغفرت کا وعدہ اور سزا کی جزا دیتا ہے پھر جب یہ اللہ کا کلام ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجبرئیل علیہ السلام کا کلام کیونکر کہہ دیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اضافت کیلیئے ادنیٰ ملابستہ اور تھوڑا سا علاقہ بھی کافی ہوتا ہے خود بادشاہ نوکر سے کہدیا کرتا ہے تم اپنے ملک میں ایسا کرو اپنے گھوڑوں کو یوں رکھو حالانکہ ملک اور گھوڑے بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید دراصل کلام الٰہی ہے مگر عالم ملکوت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک لانے میں جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہیں اسلیئے انکا کلام کہہ دینا ٹھیک ہے وہی اپنی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کرتے ہیں اور آنحضرت صلعم اپنی زبان مبارک سے اُمت کو سناتے ہیں اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہہ دینا بھی بیجا نہیں ؛

ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے رسول اپنی طرف سے بھی کچھ اس کلام میں جو رب العلمین کیطرف سے نازل ہوتا تھا ملا دیتے ہوں اسکو دفع کرتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین الخ کہ اگر وہ ہم پر اپنی طرف سے کوئی بات بھی بناتا تو ہم اسکا داہنا ہاتھ پکڑ کر گردن مار دیتے عرب میں دستور تھا کہ جب مجرم کو قتل کرتے تھے تو اسکا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے تھے کہ کچھ نہ کر سکے پھر اسکی گردن مار دیتے تھے اسی طریقہ کے موافق رسول کی نسبت کلام کیا گیا (ابن جریر) فراء و ابن قتیبہ و مبرد و زجاج کہتے ہیں یمین کے معنی ہیں قوۃ کے یعنی ہم اسکو مضبوطی سے پکڑ لیتے کہ سرکنے نہ پاتا اور ثم لقطعنا منہ الوتین کے معنی بھی ابن قتیبہ کے نزدیک یہ ہیں کہ ہلاک کر دیتے خاص گردن مار دینا مراد نہیں وتین ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دل کی رگ ہے بعض کہتے ہیں شہ رگ مراد ہے جو گردن میں نمایاں ہے حلقوم کے قریب اسکے کٹ جانے سے آدمی بچ نہیں سکتا فما منکم من احد عنہ حاجزین پھر تمہیں سے کوئی بھی اسکو بچا نہ سکتا حاصل یہ ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ کہتے اور ہماری طرف منسوب کرتے جیسا کہ منکرین نبوت کا شبہ ہے تو ہم اپنے قدیم قانون کے موافق جیسا کہ ہم نے توریت میں بھی ذکر کیا ہے ضرور ہلاک کر دیتے سرسبز نہ ہونے دیتے۔

یہ ایک دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کیلئے ہے جسکی طرف توریت میں ایماء ہے توریت سفر استثناء کے اٹھارویں باب میں ۲۰ فقرہ یہ ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے دنیاوی بادشاہ فراعین اور احکام شاہی میں جعل کرنے والے یا جھوٹے مدعی کو بنظر انتظام مملکت نہیں چھوڑتے تو پھر خداوند عالم نبوۃ کے باب میں جھوٹے مدعی کو کب سلامت چھوڑے اور اسکو سرسبز بھی ہونے دے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اظہار نبوۃ کے بعد سرسبز ہوتے گئے روز بروز ترقی ہوتی گئی انکے خلفاء کے عہد میں عرب کے ریگستان سے نکل کر مشرق و مغرب میں کس شان و شوکت اور آسمانی برکت کے ساتھ اسلام پھیلا اور جاہل وحشی قوموں پر سایہ افگن ہوا اور جس نے اسکو نہیں مانا بہت جلد خوار و ذلیل یا دل میں پشیمان ہوا ان باتوں کیطرف اشارہ کرتا ہے وانہ لتذکرۃ للمتقین کہ یہ قرآن پرہیزگاروں خداترس لوگوں کے لئے نصیحت و پند ہے اس میں کہانت اور شاعری اور شہوانی کونسی بات ہے۔

جو قومیں سخت وحشی اور درندہ تھیں پھر وہ جھٹ پٹ کایا پلٹ ہو گئیں مہذب خدا پرست باخدا راستباز رحمدل محنتی اولوالعزم ذوفہم سلیم بن گئیں ان کیلئے اس پند نامہ کے سوا اور کونسی بات تھی؟ تھوڑی دیر کیلئے عرب کے ایام جاہلیت کی سیر کیجئے اسکے بعد اسلامی دنیا کو دیکھئے پھر یہ رات دن کا فرق آپکو حیرت میں نہ ڈالیگا جبکہ آپ قرآن مجید کو تذکرہ تسلیم کر لیں گے وانا لنعلم ان منکم مکذبین اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اے کفار قریش تم میں سے بعض تو ذاتی مکذب یعنی جھٹلانے والے ہیں جو کبھی اسپر ایمان نہ لاویں گے اور انکا کفر ہی پر خاتمہ ہوگا انکو بیشک اس قرآن سے کچھ نفع نہیں بلکہ وانہ لحسرۃ علی الکافرین بلکہ وہ انکیلئے حسرت و افسوس کا باعث ہے دنیا میں غلبہ و شوکت اسلام کیوقت آخرۃ میں عذاب کیوقت کہ ہائے اسکو ہمنے کیوں نہ مانا اور یہ شک و شبہ جو لوگ پیدا کرتے ہیں انہیں کی ناپاکی اور کجی باطن کے سبب سے ہے ورنہ قرآن تو حق الیقین کرنیکے قابل ہے کوئی بات شبہ و انکار کی نہیں ان تینوں مباحث کو پورا کر کے کلام کو اپنی تقدیس و تسبیح کرنے پر تمام کرتا ہے فسبح باسم ربک العظیم کہ اپنے رب کی پاکی بیان کر جس نے قرآن بندوں کی بہتری کیلئے نازل کیا اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات پر عمل کرنے کیلئے آنحضرت صلعم رکوع و سجود میں سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرتے تھے اور پھر ہر نماز میں یہی طریقہ مسنون ہو گیا کہ رکوع اور سجود میں بجز تسبیح کے اور کوئی چیز نہیں اور یہی مذہب ہے فقہاء و محدثین کا ولہ الحمد علی الاتمام حمداً کثیراً سبحانک اللھم و بحمدک۔

سورۂ معارج مکیہ ہے اسمیں　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۙ

کسی سوال کرنیوالے نے اس عذاب کا سوال کیا جو کافروں کو ہونیوالا ہے　جسکو اللہ ذی مراتب کیطرف سے کوئی دفع نہیں کرسکتا　فرشتے

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ فَاصْبِرْ

اور روح اسکی طرف اس دن چڑھ رہے ہونگے　کہ جسکی درازی　پچاس ہزار برس کی ہو گی　(اے نبی!) آپ اچھی طرح

صَبْرًا جَمِيْلًا ۙ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۗ

سے صبر کئے رہو　وہ تو اسکو بہت دور دیکھتے ہیں　اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہیں

ترکیب سأل قرء الجمہور بالہمزۃ من السوال وہو متضمن بمعنی الدعاء ولذا عدی بالباء وقری بالغیر ہمزۃ وہو امن باب التخفیف والمعنی واحد او من السیلان والمعنی سال واد فی جہنم یقال لہ سائل کما قال زید بن ثابت ویؤیدہ قرأۃ ابن عباس سال سیل ای اندفع واد لعذاب واقع بعذاب والباء بمعنی عن کقولہ فاسئل بہ خبیرا وہو مفعول ثان لسال والمفعول الاول محذوف ای اللہ والنبی سال یتعدی الی مفعولین ویجوز الاقتصار علی احدہما قالہ ابو علی الفارسی للکافرین الجار متعلق بواقع ویمکن ان یتعلق بثابت ویکون صفۃ اخری لعذاب والاولی واقع لیس لہ الخ صفۃ اخری لعذاب او حال منہ او مستانفۃ من اللہ متعلق بواقع ای واقع من جہتہ سبحانہ او متعلق بدافع ای لیس لہ دافع من جہتہ تعالیٰ ذی المعارج صفۃ للہ تعالیٰ جمع معرج بفتح المیم وہو موضع الصعود تعرج الملائکۃ استئناف لبیان ارتفاع تلک المعارج علی التمثیل والتخییل فی یوم متعلق بتعرج وقیل بواقع وقیل بسال اذا جعل من السیلان الضمیر فی یرونہ نراہ للعذاب او لیوم القیامۃ +

تفسیر قرطبی کہتے ہیں یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا یہی قول ہے اور مضامین بھی اسی کے مؤید ہیں +

شان نزول - نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنیوالا نضر بن حارث بن کلدہ کافر تھا سورۂ الحاقہ سنکر اس سنگدل نے تمسخر شروع کردیا اور کہنے لگا اگر یہ حق ہے تو ضرور ہمپر عذاب آوے اور اسیطرح سے اور سیاہ باطن لوگ بھی تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عذاب کیوں نہیں آتا ہے انکے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا اسلئے انکار کے طور سے سوال کرتے تھے اسپر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی جسمیں اسدن کی ہیبتناک کیفیت اور عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلیگا +

اور مناسبت کی وجہ بھی سورۂ الحاقہ سے ظاہر ہے کس لئے کہ اس سورہ میں اسی حاقہ کی تفصیل و تاکید ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ حاقہ ایسا ہے کہ جس کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے اور یہ بھی کہ حاقہ یعنے قیامت کا ثمرہ بھی اس سورہ میں بیان کردیا گیا کہ دراصل وہ دن ملائکہ اور ارواح کے عالم اجسام سے فراغت پاکر اپنی اصل کیطرف رجوع کرنیکا دن ہے وہ اسدن اسکی طرف چڑھیں گے تعرج الملائکۃ الخ گویا اس عالم کی بناء تعمیر ولقاء ندابیر میں جو مصروف تھے دکوئی فرشتہ ابر سے کوئی ہوا سے کوئی پانی سے متعلق تھا پھر جمادات نباتات حیوانات پر ارواح مجردہ معین تھے کہ وہ انکی تولید و تغزیہ وغیرہ کا بندوبست کرتے تھے کراتہ افلاک و آفتاب و سیارات کی حرکت دیر ہے تھے جنکو حکماء نفوس فلکیہ وغیرہ کہتے ہیں، اسدن یہ عالم خراب ہوجاویگا اور وہ سب فارغ ہوجائیں گے اور چونکہ وہ نورانی ہیں حقتعالیٰ سبحانہ کی بارگاہ قدس کیطرف عروج و صعود کرجائیں گے اور بھی وجوہ مناسبت ہیں جو غور و فکر کرنیسے ظاہر ہوسکتے ہیں +

شان نزول

مناسبت

فسال سائل بعذاب واقع کہ کسی سوال کرنیوالے - - - - یعنی درخاست کرنیوالے نے عذاب کی درخاست کی جو پڑنیوالا ہے سائل نضر بن حارث تھا مگر اس ذلیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا یا یہ کہ قرآن مجید کی عادت نہیں کہ معائب میں کسی کا نام لیا جائے اور نیز یہ بھی ہے کہ نام میں ایک شخص کا تعین ہو جاتا اور اب تعمیم ہے تاکہ ہر ایک ایسی بات کا خواستگار جو کمال حمایت و دلیری کرکے ایک آنیوالی مصیبت کو بلاتا ہے اور اسکی خبر دینے والیکی شکر گذاری کی جگہ تضحیک کرنا چاہتا ہے اس آیت کا مصداق سمجھا جاوے سائل کے بعد فاعل سائل کا اظہار کیا لطف دے رہا ہے جسکو بلغاء پسند کرتے ہیں اور اس مانگنے والے نے کیا مانگا؟ عذاب اور عذاب بھی کیسا واقع جو قطعاً آنے والا ہے ؛

بعض مفسرین کہتے ہیں سوال کرنیوالے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپ کو جب کفار کی تکذیب و تمسخر سے رنج ہوا تو بارگاہ الٰہی میں سوال کیا الٰہی ان پر عذاب کا تازیانہ نازل کر تاکہ انکی سرکشی ٹوٹے دعا آپ کی قبول ہوئی اور قریش پر سات برس کا وہ جگر خراش قحط پڑا کہ ہڈیاں اور مردار تک کھانے کی نوبت آئی اور چلا اٹھے اسلئے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے فاصبر صبرًا جمیلا دعا کے اثر ظاہر ہونے میں جلدی نہ کرو بلکہ صبر کرو اور اس میں قدرے تنبیہ بھی ہے کہ ایذا کی برداشت کرو بد دعا نہ کیا کرو۔ جب ناصح مشفق ناامید ہو جاتا ہے اور اسکی بیحد ایذائیں پہنچتی ہیں تو وہ اس ناپاک قوم کے لیئے بد دعا بھی کر دیا کرتا ہے یہ بھی ایک انسانی خاصیت ہے اور اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے کہ یہ بے ثمر درخت کٹ جائیں تو اور عمدہ ثمردار پیدا ہوں اسلئے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی عذاب کی درخواست کی تھی جس پر طوفان آیا اور دنیا غرقاب ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے بد دعا کی تھی اس تقدیر پر سائل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنکیر تعظیم کیلئے ہے اور لفظ واقع میں اور اسی طرح اس کے بعد کے جملوں میں للکافرین اور لیس لہ دافع ہیں اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا اور من اللہ ذی المعارج میں کہ وہ عذاب اللہ کیطرف سے ہوگا جو بڑا بلند مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجابت کی تسلی بھی ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا جسمیں عذاب دنیا کی طرف اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ دنیا میں قحط آیا بدر میں مارے گئے مسلمانوں کے ہاتھ میں مسخر ہوئے آخرت کا عذاب ۔ تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ میں بتایا گیا اور پھر آپ کو تنبیہ اور جلد عذاب نہ آنے پر دلاسا بھی دیتا ہے فاصبر صبرًا جمیلا کہ خوب اور عمدہ طور پر صبر کرو یہ جو کچھ بھی کہیں کہنے دے اگر سائل نضر بن حارث قرار دیا جائے تو عذاب واقع الخ میں عذاب آنے کا قطعی اشارہ کرکے فاصبر صبرًا جمیلا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کا حکم دیتا ہے یہاں تک تفسیر سال سوال کے معنی میں سے جانے پر تھی جیسا کہ جمہور کا قول ہے خواہ سال کو ہمزہ کے اظہار سے پڑھیں یا تخفیف کرکے مگر بعض نے سال کو سیلان کے معنی میں لیا ہے تب یہ معنی ہونگے کہ کفار کیلئے عذاب واقع ہونیوالا بہ پڑا دریا کی طرح امڈ آیا جس میں قیامت کے ہولناک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تعرج الملائکۃ الخ سے سمجھا جاتا ہے یعنی وہ بے خبر اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور وہ ہے کہ امڈ آرہا ہے پھر آگے اس کی تشریح ہے واقع للکافرین کہ وہ عذاب کافروں کے لئے ہونیوالا ہے کفر باعث اس عذاب کا ہے کوئی کافر کیوں نہ ہو سب کو وہ عذاب پیش آنیوالا ہے لیس لہ دافع اسکو کوئی دفع کرنیوالا نہیں من اللہ ذی المعارج اور وہ عذاب کس کی طرف سے ہوگا جو کسی کے ٹالنے نہ ٹلے گا؟ اللہ کی طرف سے جو زینوں والا ہے۔ معارج معرج کی جمع پڑھنے کی جگہ جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے

ومعارج علیہا یظہرون مفسرین کے اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں :-
(۱) ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں سماوات اور ان کو معارج اس لئے کہا کہ انہیں فرشتے چڑھا کرتے ہیں ۔
(۲) قتادہ کہتے ہیں فضائل و نعما، کہ یہ لوگوں کی طرف مختلف طور پر پہنچتے ہیں :-
(۳) معارج سے درجات مراد ہیں جو دنیا و آخرت میں لوگوں کو مختلف طور پر عطا ہوئے اور ہونگے :-
(۴) بعض کہتے ہیں بندوں کے اعمال و ادراکات ہیں کہ ان کے سبب اسکے بندے مراتب درجات میں ترقی کر کے اس تک پہنچتے ہیں، اور وہ متفاوت ہیں اور مراتب قرب حق بھی مراد ہو سکتے ہیں جنکو عارفان راہ حق طے کر جاتے ہیں انسانی بقا و فنا بھی معارج ہیں جنکو طے کرتے کرتے مقصود تک پہنچتا ہے اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی رتبے اور فضائل عطا کرنے والا ہے آخرت میں اور دنیا میں بھی ایماندار وں کو اور یہ کہ عالم میں اسکا فیضان وسائل سے پہنچتا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے فالمقسمات امرا فالمدبرات امرا پس ذی المعارج میں ان ارواح مختلفہ کی طرف اشارہ ہے جو ارتفاع مراتب و حاجات کیلئے اس عالم میں بمنزلہ سیڑھیوں کے ہیں، اور نزول آثار رحمت کیلئے بمنزلہ منازل کے ہیں۔ اور اللہ کو ذی المعارج اسلئے کہا کہ یہ درجات اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے عطا کرے اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبوں والا ہے بہت بلند شان ہے اس تک پہنچنے کیلئے ایمان و اعمال و خلوص کی سیڑھیاں درکار ہیں اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ کہ فرشتے اور روح اسکی طرف چڑھتے ہیں گے اس دن کہ جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے روح سے مراد بعض کے نزدیک جبرائیل علیہ السلام ہیں ان کی عظمت کیلئے ان کو ملائکہ سے جداگانہ بلفظ روح بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں تنزل الملائکۃ والروح وقولہ تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح درجۂ تنزل میں اوّل اور صعود میں آخر ہے اور اسی جگہ بعض اہل کشف نے کہا ہے کہ روح نور عظیم ہے اور وہ جمیع انوار سے جلال الٰہی کے قریب تر ہے اور اسی سے تمام ارواح ملائکہ اور ارواح بشریہ جو تمام ارواح سے اخیر درجہ میں ہیں پھیلتی ہیں اور دونوں طرفوں کے درمیان معراج مراتب ارواح ملکیہ و معارج منازل انوار قدسیہ کے ہیں اور انکی مقدار حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بعض کہتے ہیں روح سے مراد ایک اور چیز ہے یعنی نور عظیم جیسا کہ ابھی معلوم ہوا بعض کہتے ہیں ارواح بشر یہ مراد ہیں بعض کہتے ہیں جمیع ارواح جو انیہ و نباتیہ و فلکیہ وغیرہ تعرج سے مراد اوپر چڑھنا جیسا کہ جمہور کا قول ہے بعض کہتے ہیں عروج حسی مراد نہیں بلکہ عروج رتبہ۔ یعنی اسوقت ملائکہ اور روح کو خداوند کے نزدیک عروج یعنی بلند مرتبہ حاصل ہوگا فی یوم سے مراد جمہور کے نزدیک قیامت کا دن ہے بعض کہتے ہیں دنیا کا دن ہے مقدارہ خمسین الف سنۃ پچاس ہزار برس کی درازی جمہور کے نزدیک دراصل ہوگی یہ ہے لیکن ایمانداروں کے حق میں نہ ہوگی دلیل اسپر آیت اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا ہے اور یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا حضرت پچاس ہزار برس کی درازی اسدن کی بڑی درازی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکی قسم کہ جسکے ہاتھ میں میری جان ہے وہ مومن پر بہت کم ہوگا یہانتک کہ وہ دن نماز فرض پڑھنے کے وقت برابر ہوگا (اخرجہ احمد و ابو یعلیٰ و ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی البعث) لیکن اسکی سند میں دراج اور ابی الہیثم دو راوی ضعیف ہیں اسی طرح ابی ہریرہؓ سے بھی مروی ہے کہ اسدن کی درازی مومن پر اسقدر ہوگی کہ جسقدر عصر اور ظہر کا وقت ہے (اخرجہ ابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی) البعض کہتے ہیں عدد حقیقۃ مراد نہیں بلکہ درازی اس تقدیر پر اس آیت اور اس سورۂ سجدہ میں

يدبر الامر من السماء الى الارض ثم يعرج اليه فى يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون کچھ بھی منافات نہیں کسلیے کہ اسی درازی کو کبھی ہزار برس سے کبھی زیادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اول تقریر پر مطابقت یوں ہوگی کہ دنیا سے لیکر اول آسمان تک مقدار رفعت ہزار برس کی اور اس عالم سے لیکر انتہاء عرش تک پچاس ہزار ہیں سورہ سجدہ میں اول رفعت بیان ہوئی اور اس سورۃ میں دوسری کچھ بھی منافات نہیں +

بعض کہتے ہیں کثرت اندوہ وغم مراد ہے اور رنج والم کی درازی محاورہ میں بہت بڑی بیان کیجاتی ہے شب فراق اور روز جدائی و ایام مصیبت کی درازی ہزاروں برس کی بیان کرنا کمال بلاغت اور قوم کی بول چال کی رعایت ہے۔ نہ جھوٹ نہ مبالغہ۔

(۱) ان اقوال پر لحاظ کر کے آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ ملائکہ اور ارواح جو عالم کی تدبیر و تصرف میں مصروف و معین تھے جنکی طرف ذی المعارج میں اشارہ تھا کس لیئے کہ ہر چیز عالم کے ساتھ ایک فرشتہ اور روح مدبر حق سبحانہ کیطرف سے متعین ہے وہی اس مادہ کو ان قوالب میں ڈھال رہے ہیں اور وہ بحکم الہی انکے وجود اور بقاء اور استکمال و تولید و تناسل و توالد کے محافظ ہیں) سب اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہو جائینگے اور چونکہ وہ نور ہیں اپنے حیز اصلی نور الانوار حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس تک چڑھیں گے اور بارگاہ عالم ناسوتی سے بہت بلند ہے یہانتک کہ اگر کوئی تیز رفتار چڑھکر جاوے تو پچاس ہزار برس میں بھی وہاں تک نہ پہنچے۔ اور یہ کسدن ہوگا قیامت کے دن جو بڑا مصیبت کا دن ہوگا۔ اس تقدیر پر فی یوم تعرج کے متعلق ہوگا +

(۲) یہ کہ اس روز جو بڑے سے بڑا عاقل لوگوں کی فیصلہ کرنے بیٹھے تو پچاس ہزار برس میں بھی فیصلہ نہ کر سکے اور وہ ایام دنیا کے آدھے دن میں کردیگا اور اسدن ملائکہ اور روح اپنے اپنے مواضع و مواقع رفعت میں بہت جلد عروج کرجائینگے اگر اور کوئی وہاں تک چڑھے تو پچاس ہزار برس میں چڑھ سکے۔ یہ وہب اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے +

(۳) ابی مسلم[۱] کہتے ہیں یہ دنیا کا تمام دن ہے جسکی ابتداء اول آفرینش اور انتہا آخر فناء ہے پھر حق سبحانہ نے بیان فرمادیا کہ دنیا کے دن میں ملائکہ کا عروج و نزول منحصر ہے اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کو قیامت کا دن وقت معلوم ہو جاوے کس لیئے کہ نہیں معلوم کہ اسدن میں سے کسقدر گزر گیا اور کسقدر باقی رہا۔ تفسیر کبیر +

(۴) صاحب عرائس فرماتے ہیں کہ ملائکہ اور روح کے عالم ملکوت میں مقامات معینہ ہیں پھر جب کوئی فرشتہ موقع نزول سے مرتبہ معلومہ کیطرف چڑھتا ہے تو ایک ایسے دن بھر میں چڑھتا ہے کہ جسکی مقدار ہمارے نزدیک پچاس ہزار برس کے مساوی ہے اور وہ تو ایک ساعت سے بھی کم میں چڑھ جاتے ہیں اور حق کے لیئے کوئی مکان اور منتہی نہیں کہ جہاں مخلوق چڑھ کر جاتی ہو۔ بلکہ اسکی عزت و جلال کا ظہور ہر ذرہ سے عیاں ہے پھر جب قرب و بعد مسافت نہیں اور افہام اور اوہام اٹھادے نور روح کے حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ وصال میں کچھ دیر نہیں اسکے بعد فرماتا ہے فاصبر صبرا جميلا کہ اے نبی عمدہ صبر کر تیرے جھٹلانیوالوں کو عذاب مقرر ہے سہل فرماتے ہیں صبر جمیل رضا ہے بغیر شکوی کے انهم يرونه بعيدا وکس لیئے کہ وہ اسکے معتقد نہیں ونراه قريبا کس لیئے کہ وہ دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہے +

[۱] یعنی ابتدائی آفرینش سے لیکر فنا تک۔ تمام ایام دنیا کو ایک دن سمجھیے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے + ۱۲ منہ

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ

جسدن کہ آسمان پگھل کر تانبے جیسا ہو جاویگا اور پہاڑ اون کی طرح ہو جائیں گے اور کوئی دوست کسی دوست کو دیکھ کر بھی نہ پوچھیگا گنہگار چاہیگا

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۙ وَ

کہ اسدن کے عذاب کے بدلے میں اپنی اولاد اور بیوی اور بھائی اور اپنے اس کنبے کو جو اسکو پناہ دیتا تھا اور جو

مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝

کچھ کہ زمین پر ہے سب کچھ دیدے پھر چھوٹ جاوے ہرگز نہ ہوگا وہ لپٹ بڑی آگ ہے دماغ تک کو کھینچ لینگی جسنے (دین سے) پیٹھ پھیری اور منہ موڑا اور مال جمع کیا اور گن گن رکھا

ترکیب۔ یوم ناصبہ قریبًا والتقدیر و نراہ قریبا یوم یکون کذا ویمکن انیکون بدلاعن فی یوم ان علق بہٖ لایسئل قرء الجمہور مبنیا للفاعل والمفعول الثانی محذوف ای لایسئل حمیم حمیما نصرہ لانتفاء شفاعتہ وقری مبنیا للمفعول علی اسقاط حرف الجر ای لایسئل حمیم عن حمیم این حمیمک وکیف حالہ الحمیم القریب یبصرونہم یقال بصرت بہ البصرہ یقال بصرت الزید بکذا فاذا احذفت الجار قلت بصرنی زید کذا الکشاف والحال وجمع الضمیرین لعموم الحمیم لکونہ واقعافی سیاق النفی۔ لویفتدی بمعنی ان والجملۃ مفعول یود والمجرم فاعلہ ومن معطوف علی بنیہ والجملۃ حال من احد الضمیرین فی یبصرونہم او استیناف ثم ینجیہ عطف علی یفتدی ای یود لو یفتدی ثم ینجیہ الافتداء والعطف بثم للاستبعاد کلاردع للمجرم انہا الضمیر للنار او مبہم یفسرہ لظی وہو خبرہ او بدل او الفصۃ نزاعۃ قرء الجمہور بالرفع علی انہا خبر ثان لان او خبر لمبتدأ محذوف او تکون لظی بدلا من الضمیر المنصوب ونزاعۃ خبران وقری بالنصب علی الحال و الشوی الاطراف او جمع شواۃ کنوی ونواۃ وہی جلدۃ الراس

تفسیر اسدن کی درازی بیان فرما کر اسکی اور تشریح ہولناک حالات سے کرتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آج جو اس دن کے منکر ہیں اور دنیا ہی پر دلدادہ اور فریفتہ ہیں اس روز انکی یہ حالت ہوگی گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے۔ فقال (۱) یوم تکون السماء کالمہل کہ جسدن آسمان پگھلے تانبے جیسے ہو جاویں گے۔ عکرمہ وغیرہ کہتے ہیں مہل تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ سماوات پر جب فساد طاری ہوگا تو انکا مادہ ایسی رنگتوں سے بدل جاویگا پہلے اس گھر کی چھت آسمان توڑے جاوینگے پھر نیچے کی نوبت آویگی (۲) وتکون الجبال کالعہن اور پہاڑ رنگی ہوئی پشم کی طرح ہو کر اڑتے پھریں گے۔ پہاڑ بعض سیاہ بعض سرخ بعض سفید ہیں جب انکے ریزے ریزے ہو کر باہم ملجاویں گے تو رنگین نظری آوینگے اسلئے عہن سے پوری تشبیہ ہے۔ یہ نفخۂ اولیٰ کا حال تھا اب نفخہ ثانیہ کا حال بیان فرماتا ہے جبکہ بار دگر ہر چیز پیدا ہوگی (۳) ولا یسئل حمیم حمیما کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھیگا اپنی اپنی پڑی ہوگی یبصرونہم باہم دیکھ کر بھی کوئی التفات نہ کریگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ملائکہ کیطرف رجوع ہے کہ ملائکہ ہر ایک نیک و بد کو دیکھیں گے کوئی چھپ نہ سکیگا دوست کا دوست کو پوچھنا تو درکنار بلکہ (۴) یود المجرم گنہگار آرزو کریگا کہ کاش مجھے چھوڑ دیا جاوے اور میرے بدلے میں میری اولاد اور بیوی اور بھائیوں اور کنبے کو جو اسکے مددگار دنیا میں تھے اور جو کچھ مال و حشمت دنیا پر ہے سب لے لے۔ انہیں لوگوں کیلئے تو دنیا میں جمع کرتا اور خدا سے غافل تھا مگر نہ چھوٹیگا کسلئے کہ انہا جہنم کی آگ شعلہ مارتی ہوگی جھلستی ہوگی زبان حال سے وہ خود پا اسکے داروغہ پکار رہے گے ان دو گروہوں کو (۱) من ادبر وتولی جسنے خدا سے منہ پھیرا اور نبی علیہ السلام سے پھر گیا (۲) وجمع فاوعی مال جمع کیا کسی حقدار کا حق نہ دیا بلکہ سمیٹ کر رکھ لیا اور جمع کرنے میں حلال و حرام کی کچھ پرواہ نہ کی معاذ اللہ

ایک کفر نہ گرداتی اسپیر یہ طمع و حرص و مردم آزاری یہ ہے مجرم ۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝

آدمی کم ہمت بنایا گیا ہے جب اسکو برائی پہنچتی ہے تو چلا اٹھتا ہے اور جب اسکو بھلائی پہنچتی ہے تو کنجوس ہو جاتا ہے مگر نمازی لوگ

الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ

جو اپنی نمازوں میں ہمیشہ لگے ہوتے ہیں اور جو انکے مالوں میں حصہ معین ہے سائل اور غیر سائل کے لئے اور وہ جو قیامت

يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝

کے دن کا یقین رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کیونکہ انکے رب کے عذاب کا خطرہ لگا ہوا ہے

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کیونکہ اس میں کچھ بھی الزام نہیں

فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَ

پھر جسنے اسکے سوا کچھ چاہا تو وہ حد سے گذر جانے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں اور

الَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝ ع ۳/۵

وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کیا کرتے ہیں وہی لوگ باغوں میں عزت سے رہیں گے

ترکیب ۔ ہلوعا حال مقدرۃ من الانسان الہلع اشد الحرص یقال ہلع الرجل یہلع ہلعا وہلاعا فہو ہالع وہلوع وکذا جزوعا ومنوعا حالان واذا الاولی ظرف لجزوعا والاخری لمنوعا الا المصلین استثناء من الجنس المستثنی منہ الانسان وہو جنس فی جنات ظرف لمکرمون ۔

تفسیر ۔ اور یہ مال جمع کرنا اور کنجوسی کرنا اس لئے ہے کہ ان الانسان خلق ہلوعا الانسان (بعض کہتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں) فطرتی طور پر لالچی اور بے صبر پیدا ہوا ہے اس کمبخت کی دور اندیشی اور اسکی زیرکی جو خداوند عالم کی طرف سے بہ نسبت اور حیوانات کے زیادہ ملی تھی اسکو بخل اور لالچ پر آمادہ کرتی ہے اور بڑے بڑے خیالات اور امیدیں بندھاتی ہے کہ سینکڑوں برسوں کا انتظام کرتا ہے اور اپنی عمر رواں کی بے ثباتی سے بےخبر ہو کر دنیا ہی میں محو ہو جاتا ہے یہ حالت آخرت اور حق سبحانہ سے غافل کرنیوالی ہے اس سبب سے بار بار اسکی جبلت بیان فرمائی جاتی ہے (ابن عباس سے کسی نے ہلوع کے معنی دریافت کئے فرمایا آپ ہی حق سبحانہ اسکی تفسیر کرتا ہے کہ اذا مسہ الشر جزوعا الخ جب اسکو برائی پہنچتی ہے بیماری تنگدستی زن وفرزند و اقارب کی موت یا کسی مقصود میں ناکامی جنگ اور خصومت عدالتی میں شکست مال وجاہ کا زوال وغیرہ کوئی بات پیش آجاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے صبر و شکیبائی کو کھو بیٹھتا ہے کفر کے کلمات و خدا کا گلہ و شکوہ آغاز کرتا ہے الغرض خدا پاک کی امید کی رسی کو کاٹ ڈالتا ہے یہ بھی بری حالت ہے جو اسکے ضعف ایمان اور خدائے ذوالجلال پر توکل نہ کرنے کی دلیل ہے واذا مسہ الخیر منوعا اور جب خیر تندرستی اولاد مال وجاہ و عزت میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے کہ بس اب ہی نعمت حاصل ہو گئی اتفاقی بات تھی روز روز کہاں حاصل ہوتی ہے اسکو روک کر رکھو مستحق حقداروں کا حق ادا نہ کرو گویا یہ اس نعمت کو خدائے پاک کا عطیہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی محنت و کوشش اور بخت و اتفاق کی یاوری خیال کرتا ہے یہ بھی نامحمود حالت ہے جسکو ایمان کی روشنی سے کچھ بھی بہرہ نہیں ۔

پھر فرمایا کہ اس مکروہ حالت سے آٹھ گروہ مستثنیٰ ہیں اور ان کو جہنم نہ بلائے گی فقال (۱) الا المصلین مگر نمازی صرف ایک بار یا دو بار نماز پڑھنا کافی نہیں بلکہ الذین ہم علی صلوتہم دائمون وہ جو اپنی نمازیں ہمیشہ ادا کرتے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے۔ یہ فرقہ سب فرقوں سے اوّل ذکر ہوا اور یہ ہے بھی اوّل اور یہ اس لیے مستثنیٰ ہے کہ نماز بندے اور خدا تعالیٰ میں ایک اعلیٰ رابطہ ہے جو اسکو پنجگانہ اسکی بارگاہ تک باریابی کا موقع دیتی ہے بھلا جو پانچ وقت دن رات میں حضور قلب اور دلی نیاز سے اسکے سامنے جاویگا اسکی روح پر اسکے انوار کا پرتو کیونکر نہ پڑے گا۔ اور اسکی یہ ظلمت کیونکر دور نہ ہوگی اور اسکا سختی نرمی میں اپنے قادر مطلق پر کیونکر توکل نہ ہوگا؟ اور جو پنجگانہ اسکے دربار میں حاضر ہو کر اسکے آگے سر نیاز خم کرتا ہے اسکی اسپر کیونکر رحمت نہ ہوگی وہ ضرور آخرت کی بلاؤں سے اسکی برکت سے نجات پاویگا (۲) والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل والمحروم کہ جن کے مال میں سائل اور محروم یعنی بے سوال کا جو نہ مانگنے کیوجہ سے محروم رہجاتا ہے حق ہے اور حق بھی کیا معلوم کہ اسکے کھول دیا ہے کہ اسقدر دیا کرونگا یہ نہیں کہ کبھی دیا اور کبھی نہ دیا بلکہ ایک معیّن کر دیا۔ قتادہ و محمد بن سیرین وغیرہ علما فرماتے ہیں کہ حق معلوم سے مراد زکوٰۃ[1] ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے معلوم و معیّن کیا گیا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں زکوٰۃ کے بعد اگر اور نہ دے تو اسپر کچھ الزام نہیں۔ مجاہد اور عطا و نخعی وغیرہ فرماتے ہیں صدقات واجبہ کے علاوہ خیر و خیرات مراد ہے کس لئے کہ صدقات واجبہ زکوٰۃ و صدقات کے مصارف بیان فرمائے گئے ہیں اور اسکا مصرف سائل و محروم بیان فرمایا فی اموالہم جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ سب مالوں میں خیرات جاری ہے زراعت میں سے مواشی میں سے تجارت میں سے نقد میں سے جسطرح ممکن ہو نفع پہنچاتے ہیں مکان ہیں تو مفت ان میں مساکین و غربا کو رہنے دیتے ہیں مہمان کو اتارتے ہیں انکی گاڑی اور گھوڑوں کو حاجت والے مانگ لیجاتے ہیں ان کے کپڑوں اور ہتھیار اور کتابوں اور دیگر اشیاء سے نفع اٹھاتے ہیں یہ کرم النفس دریغ نہیں کرتے۔ حق کا لفظ کہہ رہا ہے کہ ایسے درماندوں کا انکے مال میں برابر ہے اور حصہ معیّن ہے جیسے شریکوں کا ہوتا ہے انکے دامن ہمیشہ مسکینوں کیلئے کھلے رہا کرتے ہیں سائل تو معلوم ہوتا ہے مگر محروم کے معنی میں علماء کے متعدد قول ہیں (۱) تو وہی جو ہمنے پہلے بیان کیا بے زبان و منہ بند (۲) بعض کہتے ہیں محروم بے زبان جانور ہیں کچھ نہیں کہتے اسلئے محروم رہجاتا ہے انپر رحم کرنا اور ان کو اپنی کھیتی پانی یا لقمہ مال سے نفع پہنچانا چاہئے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ گائے بیل کی پرستش کی جائے (۳) بعض کہتے ہیں محروم وہ مصیبت زدہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ ان کو دینا زیادہ ثواب ہے کس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسکین وہ نہیں کہ جو لقمہ یا دو لقمہ یا ایک چھوارا یا دو چھوہارے مانگ تانگ کر لیجائے بلکہ وہ جو حاجتمند ہے اور کسی سے سوال نہیں کرتا باوجود اس کے سائل کو مقدم اسلئے کیا کہ یہ نفس الامر میں ہر جگہ پہلے پہنچا کرتا ہے۔ افسوس ہے ان سائلوں پر کہ جنہوں نے اسکو دائمی پیشہ بنا لیا ہے اور اس کے ساتھ اظہار کرامت و ولایت کا بھی دعویٰ کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔

ف نماز بدنی روحانی عبادت تھی اسکے بعد مالی عبادت بھی ضرور ہے اسلئے اس دوسرے جملہ کو اسکے بعد بیان فرما کر جتلا دیا کہ نری نماز کافی نہیں مال میں سے خیرات و صدقات بھی دیا کرو۔ بخیل ار بود زاہد بحر و بر۔ بہشتی نباشد بحکم خبر۔

[1] صدقۃ الفطر اور صدقات واجبہ بھی اس میں شامل ہیں۔

(۳) والذین یصدقون بیوم الدین وہ جو جزا کے دن کو سچا جانتے ہیں۔ اسمیں سب نیکیوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہر قسم کی بدی سے بچنے کی طرف ایما ہے۔ کس لئے کہ جو شخص کہ جزا کے دن کا معتقد ہوگا وہ جو نیکی کریگا دل کھول کر کریگا غربا کو دیگا اقارب و ضعفا پر رحم کریگا سب کے بدلہ کی یقینی امید ضرور تحریک کرتی ہے اسیطرح ہر قسم کے ظلم اور ناحق شناسی سے روکنے کو بھی یہ یقین سد قوی ہے یہ جملہ اور اسکے بعد کا جملہ پہلے اور آئندہ احکام کیلئے تاکید کا فائدہ بخشتا ہے (۴) والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں۔ کس لئے کہ ان عذاب ربہم غیر مامون انکے رب کے عذاب کا کچھ ٹھکانا نہیں کہ کب اور کسوقت نازل ہوجائے اس سے نڈر رہنا نہ چاہئے پہلا جملہ عذاب اور ثواب آخرت کے خوف و امید کی وجہ سے نیکی پر ابھارنے والا بدی سے روکنے والا تھا۔ مگر انسانی حرص و طمع و شہوت کبھی اسقدر دور دراز کی سزا یا جزا سے غافل کر کے بدی میں ڈال دیتے ہیں مگر جب اسکو برے کام ہی میں دنیا ہی میں ناگاہ سے پڑنے کا خوف دلایا جاتا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا ہی میں ایسے بد کاموں کی سزا ملجاتی ہے اسماء سی سنگدستی بیماری گونا گوں ناگہانی مصیبت ارضی و سماوی عامہ یا خاصہ قحط و بار تسلط حکام ظالم و غلبہ اعداء یا موت لخت جگر و خانہ خرابی وغیرہ تو بہت جلد متنبہ ہوجاتا ہے اسلئے اس کے بعد ان عذاب ربہم غیر مامون بھی سنا دیا اور دنیا میں اعمال بد پہ سزا آنا یقینی بات ہے بار ہا مشاہدہ ہوا ہے اور ہر روز ہوتا ہے برابر رہا رہتا ہے کہ کوئی کور باطن اس سزا کو من اللہ نہ سمجھے اور اسباب کی طرف منسوب کرے مگر عاقل جب غور کر کے دیکھیگا تو اسباب کا سلسلہ بھی اسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں دیکھیگا۔ یہاں تک یہ چار اوصاف ذکر ہوئے انمیں دو پہلے قوت عملیہ کی تکمیل کیلئے تھے اور چونکہ مقصود بالذات تھے اسلئے انکو مقدم کیا اور یہ دونوں اخیر قوت نظریہ کی تکمیل کیلئے ہیں اور پہلے دونوں ان دونوں کیلئے محرک ہیں *

اسکے بعد چار فریق اور بیان فرماتا ہے جن میں چار اوصاف حقوق العباد کے ملحوظ رکھنے اور تمدن اور نظام عالم کے قائم رکھنے کیلئے بیان فرمائے اور ان چاروں میں اخیر جملہ تہذیب روحانی کیلئے بھی اک رکن اعظم ہے اور اسی پر صفات کا اتمام ہے فقال (۱) والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین کہ وہ جو اپنے ستر خاص کو محفوظ رکھتے ہیں کسی پر نہیں کھولتے یعنی جماع نہیں کرتے مگر اسی قدر پر بس کرنا انسان کی طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ ڈالنا تھا کس لئے کہ انسان میں یہ ایک قوت رکھی ہے کہ اسکو مجبور و مقہور کر دیتی ہے۔ اور اسکے حواس و عقل میں اپنے غلبہ کیوقت فتور ڈال دیتی ہے اور اسی لئے یہ تجرد اسلام میں کوئی عمدہ بات نہیں گو عیسائیوں کے راہبوں اور ہنود کے گشائیوں جوگیوں میں عمدہ عبادت اور نفس کیا تھا اعلیٰ درجہ کا مقابلہ ہے اس لئے اس کے بعد اس حکیم مطلق نے دو جگہ کے لئے اجازت دے دی (۱) الا علی ازواجہم اول بیوی کیلئے۔ مرد کو اپنی بیوی سے جماع درست ہے کس لئے کہ بیوی کو زوج اسکا جوڑا کہتے ہیں جو دونوں کیلئے سے امور خانہ داری انجام پاتے ہیں اس کے اندر بھی خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے اگر مرد اسپر ازار نہ کھولے تو اسکی حاجت روا نہ ہو اس کے لئے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے پھر باہم اتحاد قائم نہ رہے نہ مرد و عورت کی محبت باہمی کا جسپر تمام خانہ داری موقوف ہے بیشتر اسی اختلاط پر مدار ہے بیوی کون ہے اور کیا شرطیں ہیں اسکو عرف پر چھوڑ دیا اور قرآن میں متعدد جگہ بتلایا گیا سوم نسل انسانی کا بقاء منشاء خداوندی ہے اور وہ بجز اسکے عادتاً ہو نہیں سکتا *

(۲) او ما ملکت ایمانہم لونڈیوں پر جو مردوں کے ہاتھ کا مال ہیں یہاں بھی جماع کرنا ممنوع نہیں لونڈی غلام بنانے کا دستور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے بھی پایا جاتا ہے توریت موجودہ میں لونڈی غلاموں کے احکام مذکور ہیں۔ دیکھو کتاب استثنیٰ کا ۲۰ باب ۱۰ درس میں کتاب مذکور ۲ باب کا ۱۳ درس اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر (۴) مگر عورتیں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اسکی ساری لوٹ اپنے لئے لے کتاب مذکور کا ۱۵ باب ۱۲ تا ۱۷ اجملہ جس میں غلام لونڈیوں کے رکھنے اور آزاد کرنے کا صاف حکم ہے اور ۲۱ باب میں صحبت کرنیکی اجازت ہے ◆

آجکل کی عیسائی قومیں اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور اسلام پر عیب لگاتی ہیں مگر ان کو معلوم رہے کہ اسلام میں لونڈی غلاموں کے حقوق عیسائی آزاد رعیت سے زیادہ ملحوظ ہیں لونڈی جب مرد کا مال ہے اور گھر میں رہ کر کاروبار کرتی ہے اگر اس کا کسی سے نکاح نہیں کیا گیا تو اس کے ساتھ ہمبستری بھی اسپر ترحم اور اولاد کی ماں کہلانے کیلئے عزت دینا ہے ◆

فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون جو ان دونوں طریقوں کے سوا قضاء شہوت کیلئے اور طریقہ عمل میں لائے وہ حد سے تجاوز کرنیوالا سرکش اور خدا کا باغی ہے۔ متعہ کی ہوئی عورت بھی اس آیت سے حرام ثابت ہوتی ہے کس لئے کہ وہ نہ بیوی ہے کوئی حق زوجیت میراث و نان دیا رجعہ وغیرہ اسکے لئے ثابت نہیں نہ لونڈی ہے اور اسی طرح وطی فی الدبر بھی ممنوع ہے خواہ لڑکے سے ہو خواہ عورت سے ہو خواہ اپنی بیوی یا لونڈی سے ہو کس لئے کہ وہ نہ بیوی ہے نہ لونڈی اور جلق لگانا اور عورت کا عورت سے ساحقت کرنا اور عورت کو اس کام کیلئے نوکر رکھنا یا مخفی آشنائی کرنا یا اجرت دیکر یہ فعل کرنا سب ممنوع ہیں۔ (۲) والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون۔ وہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں امانت کی کئی قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی امانت اسکے عطا کردہ قویٰ اور اموال ہیں انکو بیجا نہ صرف کرنا چاہئے عبادات کی امانت۔ آقا اور میاں کے مال کی امانت (۳) علماء کے پاس علم امانت ہے اسکو نہ چھپائیں اسی طرح عہد بھی کئی قسم کا ہے خدا کا عہد کہ اسی کی عبادت کریں گے باہمی بندوں کے جائز عہد خاوند بیوی کا باہمی مودت و حسن معاشرت کا عہد جو لفظ نکاح سے قائم ہوتا ہے سب کی رعایت لازم ہے ◆

(۳) والذین ہم بشہاداتہم قائمون وہ جو اپنی گواہی پر قائم ہیں یعنی گواہی ادا کرتے ہیں نہ کسی کی رعایت کرتے ہیں نہ کسی سے ڈرتے ہیں اس سے انتظام عالم کا قیام اور حقوق عباد کا تحفظ تام ہے۔ لفظ قائم بتلا رہا ہے کہ نہ تو گواہی چھپائی جاوے کہ کہدے کہ میں نہیں جانتا اور نہ حیلہ بہانہ سے کنارہ کشی کرے دونوں کبیرہ گناہ ہیں کس لئے کہ اس میں حقوق العباد تلف ہوتے ہیں اور یہ سب سے زیادہ گناہ ہے کہ جھوٹی گواہی دے حقوق العباد کی شہادت کے سوا توحید و رسالت کی گواہی بھی سر المیا نداء پر واجب ہے (۴) والذین ہم علی صلوتہم یحافظون وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمیشہ پڑھنا جو پہلے مذکور ہوا تھا اور بات ہے۔ اور محافظت رکھنا جو یہاں مذکور ہے اور بات ہے کسلئے کہ محافظت کے معنی شرائط و ارکان کی بجا آوری اور مفسدات و مکروہات سے بچنا ہے اور اہتمام کرنا اور حضور قلب سے ادا کرنا ہے جنمیں یہ آٹھ صفات ہیں اولئک فی جنات مکرمون وہی لوگ مرنیکے بعد دوسرے جہان میں باغوں میں عزت سے رہا کریں گے۔ وہاں کی عزت اور وہاں کے دائمی عیش و آیات میں مفصل مذکور ہیں ◆

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ

پھر ان کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں دہنے اور بائیں (جانب) سے بندھ باندھے ہوئے کیا ان میں سے ہر ایک یہ امید رکھتا ہے کہ وہ

مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ

نعمت کے باغوں میں داخل کیا جاوے گا ہرگز نہیں کس لئے کہ ہم نے انکو جس چیز سے پیدا کیا ہے کہ وہ بھی جانتے ہیں پھر تو مشرقوں اور مغربوں کے رب کی

اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى

قسم کھاتے ہیں (یعنی اپنی ذات کی) کہ ہم ان سے بہتر لوگ بدل کر لے آسکتے ہیں اور ہم عاجز بھی نہیں ہیں پھر انہیں چھوڑو باتیں بناتے اور کھیلتے رہیں یہاں تک

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝

کہ اپنے اس دن کو جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن کہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ نشان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ ع

آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت چھا رہی ہوگی یہ ہے وہ دن کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے

ترکیب مہطعین المطلع المسرع وقیل المادعنقہ ہو حال من الذین کفروا قبلک حولک معمول مہطعین عزین جمع عزۃ وہی العصبۃ من الناس وقیل اصلہا عزوۃ من العزو کان فرقۃ تعتزی ----- الیہ الاخری فی الصحاح العزۃ الفرقۃ من الناس والہاء عوض عن الیاء والجمع عزی وعزون عن تتعلق بعزین ویجوز ان تکون حالا ان یدخل الجنۃ مفعول یطمع انا لقادرون جواب القسم وما نحن اما جواب آخر للقسم او حال عن القادرون یخوضوا ویلعبوا مجزوم علی انہما جواب الامر یوم بدل من یومہم سراعا جمع سریع والاجداث جمع جدث وہو القبر ہو حال من فاعل یخرجون وکذا کانہم نصب عند الجمہور بفتح النون وسکون الصاد بمعنی العلم وقری بضم النون والصاد جمع نصب کاسد واسد الانصاب الاسنام فی القاموس وفض یفض وفضا بالسکون وبالتحریک عدا واسرع خاشعۃ منصوب علی الحال من ضمیر یوفضون ابصارہم مرفوع علی انہا فاعل خاشعۃ ترہقہم من الرہق یقال رہقہ بالکسر یرہقہ رہقا غشیہ ومراہق اذا غشیہ الاحتلام والجملۃ مستانفۃ او حال من فاعل یوفضون او یخرجون ذلک مبتدا الیوم الخ خبرہ او المجموع مبتدا والخبر محذوف +

تفسیر۔ اہل جنت کا اعزاز و اکرام سنکر مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو ہو کر آتے اور ادرگرد بیٹھکر تمسخر کی راہ سے کہتے تھے کہ اگر آپ کا فرمانا حق ہے کہ دار آخرت میں یوں نعمتیں ملیں گی تو ان ذلیل و خوار لوگوں سے جو آپ کے تابع ہو گئے ہیں ہم اشراف ان نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں دنیا میں بھی اللہ نے ہم زیادہ عزت و شوکت و حشمت والے ہیں پھر وہاں ان بیچاروں کو تو ہم دھکے دیکر نکالدیں گے اور آپ جا بیٹھیں گے انکے خیالات کا رد ان آیات میں کیا گیا ذکر ہے کہ ان منکروں کو کیا ہوا جو تیرے آس پاس برابر باندھے دوڑے چلے آتے ہیں کیا ان میں سے ہر ایک کو یہ طمع ہے کہ وہ جنت النعیم میں داخل کیا جائیگا؟ ہرگز نہ ہوگا کس لئے کہ ہم نے انکو جس چیز سے پیدا کیا ہے وہ بھی جانتے ہیں یعنی منی سے جو نہایت حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں اسلئے کہ اس ناپاکی کے آثار بہیمیہ قوت روحانیہ و ملکوتیہ کو ایمان و اعمال صالحہ سے جلا دیکر مٹائے کس طرح سے جا سکتا ہے ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے سطور سے معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کفار کو کیا ہو گیا جو جماعتیں کی جماعتیں تیرے پاس سے معجزات دیکھ کر بھاگے چلے جاتے ہیں نہیں ٹھہرتے اور کان دگا کر نہیں سنتے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے فما لہم عن التذکرۃ معرضین کانہم

حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ ۔ اور پھر اسکی تائید میں حسن بصری کا قول نقل کیا ہے سچ ہے انسان گندہ جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نہ کرے محض مال دنیا دی حشمت و شوکت کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہونچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں کے قابل نہیں ۔ امام احمد و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت فمال الذین الخ مما یعلمون تک پڑی پھر اپنے ہاتھ پر تھوک کر اسپر انگلی رکھی اور فرمایا کہ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم کیا تو مجھے عاجز کر دے گا حالانکہ میں نے تجھے ایسی چیز سے پیدا کیا یہاں تک کہ تیرے ہاتھ پاؤں بنائے تو کپڑے پہن کر پھرنے لگا زمین کا ایک روز تجھے پیوند ہونا ہے جمع کرتا جاتا رکھتا جاتا ہے یہانتک کہ گلے میں دم آ گیا تو کہنے لگا مجھے صدقہ دینے کی مہلت دی جائے ۔ انسان نسب و مال عارضی چیز کا کیا فخر کرتا ہے سب کی ایک ماں ایک باپ ہے ایک نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں سب ایک رہ سے آئے ہیں سب خاک میں جائیں گے اس میں شاہ و گدا سب برابر ہیں ۔ اللہ کی یاد اور اسکی تجلی سے جو صفائی حاصل ہوئی ہے البتہ وہ ایک امتیاز کی چیز ہے ؛؛

مکے کے کفار حشر کے منکر تھے اور سخت سرکشی کیا کرتے تھے اسلئے ان کو سنایا جاتا ہے فلا اقسم برب المشارق والمغارب انا لقادرون الخ کہ مشارق و مغارب کے رب کی یعنی اپنی ذات کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے بہتر لوگ کر دینے پر قادر ہیں ہم بدل سکتے ہیں اور اس سے عاجز نہیں تمکو غارت کر کے اور آئندہ نسلیں عمدہ پیدا کر سکتے ہیں ۔ اور جگہ بھی یہی مضمون آیا ہے فسیاتی اللہ بقوم الخ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خدا نے تھوڑے دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بدکاروں کے ہلاک و برباد ہو جانے کے بعد ایسی مطیع اور نیک قوم عطا کی جو دنیا بھر میں راستی پھیلانے کے لئے آمادہ ہو گئی اور خدا تعالی کے دین مرضی کی وہی حامل و معاون ہوئے ان کو جسطرح اخلاقی و روحانی سلطنتیں ملی تھیں اسی طرح ظاہری سلطنتیں بھی عطا کی گئیں جیسا کہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے خبر دی تھی اس کے بعد آنحضرت صلعم کو تسلی اور ان ناہنجاروں سے روگردانی کا حکم دیتا ہے فذرہم یخوضوا کہ ان کو چھوڑ باتیں بنانے دے یا ہر قسم کی بدکاری میں لگنے دے ویلعبوا اور کھیلنے دے اولاد و مال زن و فرزند سب ایک کھیل و تماشہ ہے جو انسان کو اس کی منزل مقصود سے روکتا ہے یہانتک کہ اپنے موعود دن کو پالیں یعنی قیامت کو اور اس سے پہلے موت کو پھر قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر تخت رب العالمین کی طرف اسی طرح دوڑے چلے آئیگے جیسا کہ کوئی شرط میں نشان گڑے ہوئے تک جلد جلد دوڑتا ہے یا یہ کہ جسطرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکل کر میدان حشر میں بحکم قدیر تخت رب العالمین کی طرف دوڑیں گے آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچی ہو نگی منہ پر لعنت کی سیاہی چڑی ہوگی پھر ان سے کہا جائیگا یہ وہ دن ہے جسکا تمسے وعدہ دنیا میں کیا گیا تھا اور تم انکار کرتے تھے ؛؛

لہ مشارق مشرق کی جمع آفتاب نکلنے کی جگہ ۔ و مغارب مغرب کی جمع آفتاب غروب ہونے کی جگہ مشرق اور مغرب کی گرمی اور سردی کے موسموں کے لحاظ جو آفتاب برآمد و غائب ہوتا ہے دو مشرق دو مغرب کہہ سکتے ہیں جاڑے میں جنوب کی طرف سے گرمی میں شمال کے رخ مائل ہو کر آفتاب نکلتا ہے اسی طرح غروب ہوتا ہے رب المشرقین ورب المغربین آیا ہے لیکن ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب بدلتا رہتا ہے اسلئے مشارق و مغارب کہے جاتے ہیں ان کا مالک جسکے حکم سے یہ ہو رہا ہے ۔ رب المشارق والمغارب ہے جو کمال قدرت رکھتا ہے اسلئے رب المشارق والمغارب کی صفت یاد دلا کر قسم کھانا اپنی کمال قدرت دکھانا اور جتلانا ہے ۔ ابو محمد عبد الحق

سورہ نوح مکیہ ہے اس میں — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ ان پر سخت عذاب آئے متنبہ کرو — نوح نے کہا اے قوم میں تم کو

لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ۝ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ

صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس سے ڈرا کرو اور میرے کہنے پر چلو — تاکہ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو ایک معین وقت

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا — وقف لازم

تک مہلت دے کس لئے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو وہ ڈھیل نہیں دیتا اگر تم جانتے ہوتے تو۔ نوح نے کہا اے رب میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا

وَنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۝ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ

پھر تو وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے — اور میں نے جب انکو بلایا کہ تو انہیں بخش دے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے لگے اور

فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝

کپڑا اوڑھنے لگے — اور ضد کرنے لگے — اور بڑا غرور کرنے لگے

ترکیب — ان انذر ان بمعنی ای ویجوز ان یکون مصدریۃ من قبل متعلق بانذر قال یا قوم قوم بکسر المیم اصلہ قومی حذفت الیاء والکسرۃ دلیل علیہا والجملۃ مستانفۃ ان اعبدوا اللہ ان تفسیریۃ لنذیر اوہی مصدریۃ یغفر مجزوم علی انہ جواب الاوامر الثلاثۃ ومن للتبعیض وقال الاخفش زائدۃ ویؤخر معطوف علی یغفر لیلا ونہارا ظرفان لدعوت الا فرارا الاستثناء مفرغ لتغفر واللام للبیینۃ جعلوا جواب کلما۔

تفسیر — یہ سورہ مبارکہ بھی مکہ میں نازل ہوئی قریش کی سرکشی اور اخیر نبی علیہ السلام کی ہدایتوں پر تمسخر اور وعدوں کی تکذیب اور تکبر حد کو پہنچ گیا تھا اس لئے ان لوگوں کی مثل سرکش اور نافرمان قوم کا عبرتناک واقعہ سنایا جو نوح علیہ السلام پیغمبر کی نبوت میں گذرا جس سے قریش کے کان بھی آشنا تھے حضرت نوح علیہ السلام لمک کے بیٹے اور وہ متوشلخ کا بیٹا اور وہ حنوک کا اور وہ یارد کا اور وہ مہلل ایل کا اور وہ قینان کا اور وہ انوش کا اور وہ شیث کا اور وہ آدم علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام سے تخمیناً سولہ سو برس گذرے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس عرصہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد دنیا میں بہت پھیل گئی تھی۔ اور زمین بدکاری اور ظلم سے بھر گئی تھی۔

توریت یا اور کسی صحیفہ سے یہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کس ملک میں اور کس شہر میں پیدا ہوئے تھے؟ مگر اکثر مورخین کہتے ہیں کہ حضرت نوح آرمینیا و کردستان وغیرہ البشیلک کے کوچک میں پیدا ہوئے تھے اور اس شہر اور گاؤں کا نام معلوم نہیں کہ کیا تھا جہاں حضرت رہا کرتے تھے اور طوفان کے بعد جو بار دگر دنیا آباد ہوئی تو سب سے پہلا یہی ملک بنی آدم کا وطن معلوم ہوتا ہے انہیں اطراف میں وہ برج بنایا گیا تھا جو طوفان کے بعد آئندہ طوفان سے بچنے کیلئے لوگوں نے بنایا تھا اسکے نشان اب تک بغداد کے نواح میں سیاحوں کو دکھائی دیتے ہیں اور شہر بابل اور نینوا بھی یہیں بستے تھے جو اب خاک کے تودے، زندہ ہی ہوئی عمارات کے نشان کچھ کچھ نشان معلوم ہوتے ہیں اور کھودنے سے بڑی بڑی اینٹیں اور حیرت انگیز بنیادیں نکلتی ہیں اور بابل کی اینٹوں سے۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا

پھر میں نے ان کو علانیہ کھلے بھی بلایا — پھر میں نے انکو جتا بھی دیا — اور چپکے چپکے بھی کہا — سو میں نے کہا کہ اپنے رب سے

رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ

بخشش مانگو کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا ہے — تاکہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے — اور تم کو مال اور اولاد میں ترقی دے اور

بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۙ

تمہارے لئے باغ تیار کردے — اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے

ترکیب جہارا منصوب علی المصدریۃ لان الدعاء یکون جہارا وغیر جہار فالجہار احد نوعیہ ویجوز ان یکون مصدرا فی موضع الحال ای مجاہرا اوذا جہار او صفۃ مصدر محذوف لمعنی دعاء جہلا ای مجاہرا بہ اسرارا مفعول مطلق من اسررت یرسل و لذا ما بعدہ یمدد یجعل مجزوم علی انہ جواب الامر ای استغفروا و المدرار الدرر وہو التعاقب بالمطر وانتصابہ اما علی الحال من السماء ولم یؤنث لان مفعالا یذکر ویؤنث او انہ لغت لمصدر محذوف ای ارسالا مدرارا۔

تفسیر کسریٰ نے مدائن میں طاق بنایا اور خلفاء بنی العباس کے عہد میں بغداد شہر کی عمارت چنی گئیں اور کوفہ اور بصرہ بھی آباد ہوا تھا۔ الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی نبوت کو بت پرستی اور مکاری سے منع کرنا شروع کیا اور توحید اور مکارم اخلاق اور خدا پرستی کی تعلیم کی۔ لوگوں کی زندگی کے ایام پورے ہو چکنے کو تھے نہ ملنا اور مقابلہ کو آمادہ ہوئے اب ان آیات میں خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا بھیجنا اور قوم کو ڈر سنانا اور قوم کا نہ ماننا اور پھر نوح کا حق سبحانہ سے بطور شکایت قوم یہ عرض کرنا کہ میں نے انکو یوں سمجھایا پھر کہا انہوں نے نہ مانا بیان فرماتا ہے فقال انا ارسلنا

نوحا الی قومہ ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف بھیجا کس لئے کہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیہم عذاب الیم کہ اپنی قوم کو عذاب الیم دنیا کا غرق آخرت کا جہنم آنے سے پہلے ڈرا اور خبردار کر تاکہ وہ اپنی بدکرداری سے باز آویں

قال یا قوم انی لکم نذیر مبین نوح نے حسب الامر قوم سے کہا اے قوم تمہارے لئے صاف صاف ڈرانیوالا ہوں کوئی مخفی اور مبہم اور معمّا کی بات نہیں۔ ایسی قوم جو دریائے نکبت میں ڈوب رہی ہو اس کے ناصح کو مناسب بھی ہے صاف صاف کہے ابہام و معمّا میں گول گول باتیں نہ کہے کہ وہ سود مند نہیں ہوتیں ان اعبدوا اللہ اول یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو بت پرستی اور توہمات باطلہ کی پابندی چھوڑ دو اسی کے ہاتھ میں موت و حیات نفع و نقصان ہے معلوم ہوا کہ قوم بت پرست تھی اسلئے پہلے توحید کا حکم دیا کیونکہ تمام مکارم اخلاق کی بنیاد توحید و خدا پرستی ہے (۲) واتقوہ اور اللہ سے ڈرا بھی کرو بدکرداری اور جسقدر مکروہ کام ہیں چھوڑ دو کسلئے کہ ایسے کاموں پر وہ سزا دیتا ہے یہیں اللہ کے ڈرنے کے معنی معلوم ہوا کہ قوم بڑی بدکار تھی زمین کو انکی بدکاری اور گندے کاموں نے گندہ کر رکھا تھا (۳) واطیعون اور معاملات اور اصلاح رسم و رواج اور درستی اخلاق و امور تمدن و معاشرت و طریق عبادت میں میرا کہنا مانو جس راہ میں تمکو بتاؤں چلو کسلئے کہ سعادت کے پرخطر رستہ کا ہادی نبی ہوتا ہے جو قوم اسکے قدم بقدم چلیگی سعادت دارین تک پہنچے گی اور جس نے اپنے رسول کو چھوڑ دیا وہ پرخار اور عمیق گھاٹیوں میں ٹکر ٹکرا کر مر جاویگی صحابہ آنحضرت کے قدم بقدم چلے دین و دنیا کے بادشاہ ہوگئے سچ کل اکثر مسلمانوں نے اپنے ہادی برحق کا رستہ چھوڑ رکھا ہے اسلئے دین و دنیا کی رسوائیاں اور ذلتیں ہیں سوار ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝

تمہیں کیا ہو گا جو تم اللہ کی عظمت نہیں سمجھتے حالانکہ اس نے تم کو رنگ برنگ کا پیدا کیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے (کیسے) بنائے ہیں

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ

اور ان میں چاند کو چمکتا ہوا بنایا — اور آفتاب کو چراغ بنا دیا — اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے (گویا) ایک طرح اگایا پھر دوبارہ اسی میں تم کو لوٹا کر

فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

لے جائے گا اور اسی میں سے پھر باہر نکالے گا اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا کر دیا — تاکہ تم اس کے کھلے رستوں میں چلا کرو۔ ع ۲

ترکیب۔ الوقار بمعنی التوقیر ترجون بمعنی تعتقدون والما عبر عن الاعتقاد بالرجاء التابع لادنی الظن مبالغۃ للہ اللام للتبیین بیان للموقر ولکن ان یکون صلۃ للوقار وقد خلقکم الجملۃ حال من الضمیر فی لکم اطوارا المختلفین حال من ضمیر فی خلقکم وقیل مفعول ثان لخلق بمعنی جعل والالف واللام التارۃ یعنی حال بعد حال او حال ابن آبی بمطر الحال الیہ وجمعہ اطوار طباقا نعت سبع والمعنی ذات طباق او مصدر ای طوبقت طباقا او حال بمعنی ذات طباق نحو تشذ ادا تیم طباقا فاقامہ نباتا منصوب علی انہ مفعول مطلق والمراد انبتکم فانبتم نباتا والحقیقۃ اللطیفۃ ہی انہ لو قال انباتا کان صفۃ للہ تعالیٰ وہم لا یعتقدونہ بل اکثر المادیین بل کلہم یقولون اللہ لا یبنتا دلما قال نباتا صار صفۃ للنبت والنبات العجیب محسوس لہ یدل علیٰ وجود الباری تعالیٰ شانہ فنباتا اما مصدر علیٰ حذف الزوائد ویسمی اسم المصدر ویجوز ان یکون مصدر النبتم مقدرا تقدیرہ انبتکم فنبتم نباتا حسنا فیکون منصوبا بالمطاوع المقدر وعند الخلیل والزجاج ہو مصدر محمول علیٰ المعنی لان معنی انبتکم جعلکم تنبتون نباتا وقیل المعنی انبت لکم من الارض النبات فعلیٰ ہذا ہو مفعول بہ وعلیٰ الاول معنی انبتکم انشاکم فی تسنیم الانبات للانشاء لانہ ادل علیٰ الحدوث والتکون من الارض۔ فجاجا جمع فج وہو الطریق الواسع سبلا جمع سبیل وہو مفعول فیہ لہا

تفسیر۔ اس حکم برداری کا یہ ثمرہ ہو گا (۱) یغفر لکم من ذنوبکم تمہارے گناہ بخش دیگا۔ بعض علماء کہتے ہیں من تبعیض کے لئے ہے تب اس کے یہ معنی ہوں گے کہ کچھ گناہ بخش دیگا یعنی حقوق العباد معاف نہ ہوں گے وہ ادا کرنے سے یا ان کے معاف کر لینے سے معاف ہوتے ہیں (۲) ویؤخرکم الیٰ اجل مسمی اور تم کو ایک معین مدت تک دنیا میں رہنے آرام کرنے دے گا غارت و برباد نہ کرے گا جیسا معتوب لوگ لئے جاتے ہیں اور آخر کار یہ بھی کئے گئے مدت معین تک اسلئے فرمایا کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں ٹھہرتا نہ یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام ہے کس لئے کہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر اللہ کا وعدہ جب آتا ہے تو ٹلتا نہیں یعنی موت کا وقت معہود نہیں ٹلتا ہاں عقاب بد عذاب میں گرفتار ہو کر فنا ہونا جو گناہوں پر ہوتا ہے نیکوکاری سے ٹل جاتا ہے لو کنتم تعلمون اگر تم کو خبر ہے تو میری اطاعت کرو ایمان لاؤ یا یہ کہ کاش وہ جانتے مگر وہ بدنصیب قوم برسوں بلکہ سینکڑوں برس تک سمجھانے پر بھی نہ مانی اور اسقدر عرصہ میں عذاب آنے سے اور بھی دلیر ہو گئی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بطور مناجات عرض کرنا شروع کیا فقال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا کہ اے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن ہدایت کی طرف بلایا وعظ و پند کیا اس کام میں کوئی کمی نہیں کی مگر وہ اس سے اور بھی بھاگنے لگے وانی کلما دعوتہم لتغفر لہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصروا واستکبروا استکبارا اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا کہ تو انہیں معاف کر دے یعنی تیری طرف معافی کے لئے بلانا چاہا تو انہوں نے (۱) اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ کہیں میری بات سننے میں نہ آوے اور اسی پر بس نہیں کیا (۲) بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا منہ چھپا لئے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں یا یہ عداوت کرنے سے کنایہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں نے دشمن کا جامہ پہن لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سینے کپڑا ڈالتے تھے کہ پہچانے نہ جائیں اور انکو پیغمبر نہ بلاتے (۳) اور اپنے کفر و بدکرداری پر اڑ گئے ہرگز توبہ و ندامت نہیں کرتے (۴) اور بڑا غرور کرنے لگے اسپر بھی پیغمبر بس نہیں کی بلکہ ثم انی دعوتہم جہارا اسکے بعد بھی بیٹے با آواز بلند انکو بلایا ثم انی اعلنت لہم پھر میں نے انکو خبر دی بھی کی اور جتا دیا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس پیغام لایا ہوں واسررت لہم اسرارا اور مخفی طور پر بھی سمجھا دیا یعنی ہر طرح سے بلایا اور نصیحت کی فقلت استغفروا ربکم کہ تم اور کسی سے نہیں بلکہ اپنے پرورش کرنیوالے محسن اور مربی سے معافی مانگو انہ کان غفارا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنیوالا ہے یرسل السماء علیکم مدرارا وہ (۱) تمپر بارش برسا دے گا قحط و گرانی کے عذاب سے نجات دیگا لفظی معنی یہ ہیں کہ وہ تمپر برستے ہوئے بادل بھیجیگا سماء سے مراد بادل ہے (۲) ویمددکم باموال وبنین اور تمکو مال اور اولاد میں ترقی دیگا۔ اولاد نہ کہا جسمیں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں کسلئے کہ لڑکیوں کی پیدائش سے وہ ناخوش ہوتے تھے اسلئے بنین کہا یعنی لڑکے دیگا (۳) ویجعل لکم جنات اور تمہارے لئے باغ تیار کردیگا خوب میوے کھاؤ گے (۴) ویجعل لکم انہارا اور تمہارے لئے نہریں تیار کردیگا ان دنیا کی چیزوں کی طرف طبائع عامہ کی رغبت ہوتی ہے اور وہ قوم بھی انہیں پر فریفتہ تھی اس لئے معافی مانگنے پر ان چیزوں کا وعدہ دیا اور یہ وعدہ سچا تھا طمع خام نہ تھی اب بھی استغفار کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب العالمین سے معافی مانگتا رہیگا اس کے مال اور اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی زمین کی پیداوار زیادہ ہوگی مجرب بات ہے +

استغفار کے فوائد

روایت ہے کہ ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے قحط سالی کی شکایت کی فرمایا استغفار کر ایک نے تنگدستی کا گلہ کیا کسی اور نے نسل کی قلت کا شکوہ کیا ایک اور نے کہا زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے سب کو آپ نے اللہ سے مغفرت مانگنے کا حکم دیا ربیع بن صبیح نے کہا آپ سے لوگوں نے مختلف اغراض بیان کیے اور جدا جدا چیزیں چاہیں آپ نے سب کو استغفار کا ہی حکم دیا حسن نے یہ آیت پڑھی +

روایت

علماء کرام فرماتے ہیں صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آئے اور دل اور زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے دنیا میں اس کی یہ برکتیں ہیں آخرت میں جنت ہے کس لئے کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وبالاسحار ہم یستغفرون کہ صبح کے وقت خدا سے معافی مانگا کرتے تھے اور احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں راقم الحروف بھی ہر صبح استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ پڑھا کرتا ہے مگر وہ ارے بدنصیب قوم اسپر بھی نوح علیہ السلام کا کہنا نہ مانا جب حضرت نوح نے ناچار ہو کر انسے مالکم لا ترجون للہ وقارا کہ تمہیں کیا ہو گیا جو تم اللہ سے عزت و حرمت کی امید نہیں رکھتے لیتے بتوں سے رکھتے ہو کہ فلاں عزت دیگا فلاں مال دیگا۔ یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا جو تم اللہ کی توقیر و عزت نہیں خیال کرتے اور دل میں نہیں لاتے اور انکی عزت و حرمت دل میں ہے گر بلتے اللہ کی نہیں جیسے لات سے ڈرتے اور انکی نذر و نیاز کرتے ہو۔ نوح علیہ السلام نے قول توحید کا تکید یا اسکے بعد اسکے ثبوت میں چند دلائل بیان فرمائے (۱) وقد خلقکم اطوارا کہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے پھر انسان بنایا پھر کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت بنایا پھر سب کا وہاں ایک ہے گو صورتیں جدا جدا ہیں نہ یہ بے شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری ہے آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جس نے یہ بڑا کام کیا ہے یہ بڑی مستحکم دلیل ہے جو انسان ہی کے حالات سے لی

دلیل توحید

پہلی دلیل

متعلق ہے اپنے آپ ہی میں غور کریگا تو سینکڑوں نشان قدرت پا دیگا دلائل انفس کے بعد اب دلائل آفاق شروع کرتا ہے
(۱) الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموٰت طباقا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے؟ آسمانوں کے وجود پر کئی بار بحث ہو چکی ہے سموٰت اسکی قدرت کاملہ کا بڑا نمونہ ہیں (۲) وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا کہ اس نے آسمانوں میں چاند کو روشنی اور سورج کو چراغ بنایا آفتاب و ماہتاب کا فرق دہریوں اور مادیوں کو حیرت میں ڈال دینے والا ہے اور ناچار ایک حکیم علیم و قدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے ۔

س چاند پہلے آسمان پر ہے ساتوں میں نور ہونا کیونکر فرمادیا؟ جواب کبھی ایک چیز کو جو ایک جزء خاص میں ہوتی ہے اسکا مجموعہ میں ہونا عرفاً بیان کر دیا جاتا ہے کہتے ہیں بادشاہ ہندوستان میں ہے حالانکہ وہ اسکے ایک خاص جزو میں ہوتا ہے اسیطرح یہاں بیان فرمایا گیا
س۲ چاند نہ روشنی میں بڑھ کر ہے نہ جسم میں پھر اسکو نور فرمایا جو بڑھ کر بات ہے اور آفتاب کو چراغ اس کیا رمز ہے جواب (۱) آفتاب کی روشنی میں گرمی ہے جسطرح چراغ کی اسلیئے اسکو چراغ کہا اور چاند میں یہ بات نہیں اسکو محض نور کہدیا (۲) ضوء جسکو چمک کہتے ہیں نور یعنی روشنی سے بڑھکر ہے اسلیئے آفتاب جو چمکتا ہوا ہے اسکو ضیاء اور سراج کہا کیونکہ چراغ میں چمک ہے اور اس چمک سے روشنی پیدا ہوتی ہے اسلیئے ماہتاب کو روشنی فرمایا جو آفتاب کی چمک سے ہے پھر اول دلیل کی تشریح کرتے ہیں جو ایک طور سے دلیل ہے فقال واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیہا ویخرجکم اخراجا کہ اللہ نے تمکو زمین سے اگایا حضرت آدم علیہ السلام جو سب بنی آدم کی اصل ہیں ان کا زمین سے بنانا اور اگانا تو ظاہر ہے اور انکی اولاد کا اگانا یا یوں کہو کہ انسان منی سے بنتا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے اور وہ غذائیں زمین سے اگتی ہیں اسلیئے کہا جاتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا مگر نباتا کے لفظ میں اس اگنے کی دلکش کیفیت کیطرف اجمالاً اشارہ ہے اول کیسے پودے لہلہاتے ہوئے اگتے ہیں لڑکپن کا نشو و نما جوانی کی بہاریں کیا دلکش نظارہ ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ کسطرح سوکھتے جاتے ہیں اور خاک میں جا ملتے ہیں ان باتوں کو وہ خود بھی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جب اس قدر یہ قدرت کاملہ کی ہو گئی تو گویا حشر کے دن قبروں سے نکالنے پر قادر ہونا بھی ثابت کر دیا گیا انکے مقابلہ میں یہ کہنا بھی صحیح ہو گیا کہ حشر کے دن وہ پھر تمکو اس خاک سے نکالیگا اور لفظ اخراجا میں اسکی کیفیت خاص کیطرف اشارہ ہے جسکو حضرات انبیا علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے اس دلیل میں انسان کی ابتدا اور انتہا اور اسکی بے ثباتی سب کچھ بیان کر دی اور مسئلہ مبدء و معاد کا پورا ثبوت کر دیا جو نبوت کا اہم کام تھا (۴) واللہ جعل لکم الارض بساطا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم بلکہ رہنے ٹھہرنے چلنے پھرنے کے قابل نہ یہ مادہ کا کام ہے نہ طبیعت اجسام کا نہ کسی اور کا بلکہ اس علیم و حکیم کا لتسلکوا منہا سبلا فجاجا کہ تم کشادہ رستوں میں چلا کرو اول دنیا کے گھر کے باشندے بیان فرمائے یعنی انسان اور ان کا بنانا بھی بتایا کہ کس طرح اور کس چیز سے پیدا ہوئے اور کب تک یہاں رہیں گے آخر کیا ہو جائیں گے پھر اس گھر کی چھت سبع سموٰت بیان فرمائی کہ کس صناع نے کس حکمت کاملہ سے اسکو بنایا اور اس کو چاند و سورج سے منور کیا رات میں ماہتاب اور دن میں آفتاب روشنی دیتے ہیں کیسی عمدہ قندیلیں اس حکیم نے روشن کی ہیں اور ان میں نور کا کیا مادہ ڈالا ہے جو ہزاروں برسوں سے اسیطرح چلا آتا ہے اسکے بعد زمین کی کیفیت بیان فرمائی جو اس گھر کا فرش ہے جس سے مقصود کہ دنیا کا گھر فرش اور چھت اور اسکے رہنے والے اسی نے بنائے ہیں پھر اور کسی کا کیا حق اور کو نسا حصہ ہے جو اس کو بھی اس کے ساتھ پکارا جاتا ہے سبلا فجاجا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفر و بدکاری کے رستے تنگ اور پرخار اور پرخطر ہیں ان پر نہ چلو توحید و خدا پرستی کا وسیع رستہ ہے اسپر چلو تاکہ منزل سعادت کو پہنچو!

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا

نوح کہنے لگے اے رب ان لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا اور ایسوں کے پیچھے ہو لیے جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور انہوں نے بڑا فریب کیا

كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ

اور کہنے لگے ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو

وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے اور ظالموں کو تباہی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر

ترکیب۔ انہم الجملۃ مفعول قال من مفعول اتبعوا والضمیر فاعلہ قری ولدہ بفتح الواو واللام وبضم الواو وسکون اللام وہما سبعیتان وقری بفتح الواو وسکون الثانی وہی لغۃ وقیل جمع الولد کبارا قرء الجمہور بالتشدید ای کبیر عظیم کثیرۃ وہو مثال قال المبرد الاضل للمبالغۃ وقری بکسر الکاف وتخفیف الباء ہو جمع کبیر ودا الجمہور بفتح الواو وقری بضمہا قال اللیث بضم الواو صنم لقریش وبالفتح صنم کان لقوم نوح وفی الصحاح الود بالفتح الوتد فی لغۃ اہل نجد کانہم سکنوا التاء وادغموہا فی الدال سواعا بالصرف ولم یصرف یغوث ویعوق عند الجمہور لانہما ان کانا عربیین فللعلمیۃ ووزن الفعل وان کانا عجمیین فللعجمۃ والعلمیۃ وقری مصروفین للتناسب لما قبلہما ولا تزد الظالمین معطوف علی رب انہم عصونی وقال ابو حیان انہ معطوف علی قد اضلوا ومعنی الضلال خسران والعذاب ۔

تفسیر۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دلائل بھی قائم کئے پھر بھی اس کمبخت قوم نے خدا پاک کی طرف رجوع نہ کیا اور کوئی امید انکی ہدایت کی باقی نہ رہی تب ناامید ہو کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرنے لگے قال نوح رب انہم عصونی کہ اے رب ان لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا اور ان ناپاک گمراہوں کے تابع ہو گئے کہ جن کے مال اور اولاد نے بجائے فائدہ آخرت کے انکو اور نقصان دیا مال اور اولاد کی افزائش سے اور بھی سرکشی و گمراہی میں پڑ گئے اور اترا گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم جس طریقہ پر ہیں وہی برحق ہے کس لئے کہ اگر برحق نہ ہوتا تو پھلتے پھولتے نہیں یہ شخص ناحق کی بک بک کیا کرتا ہے ف انسان کی بھلا انسان بدکاری و بت پرستی کرے اور خدا کی طرف سے اسکو کوئی روکنے والی سزا نہ ملے اور وہ افزائش مال اور اولاد میں ترقی کرتا جاوے پھر تو وہ اپنے طریقہ کو کبھی برا نہیں سمجھیگا بلکہ اور بھی دل کھول کر کریگا اور مغرور ہوتا جائیگا پر جب افتاد اور آزمائش ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بت پرست و بدکار قومیں کس طرح سے پھولتی پھلتی ہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے لئے دنیا یا آخرت میں کوئی سخت عذاب تیار ہے ومکروا مکرا کبارا اور بڑے مکر و فریب کئے کہیں ان بتوں اور عبادت کی پرستش کی خوبیاں دلیلیں بنا کر کبھی پیش کیں اور بحث میں ہارتے نہ تھے کمینوں اور بچوں اور شہدوں کو لالچ دے کر حضرت نوح علیہ السلام کی توہین و ایذا پر آمادہ کیا اور انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا وقالوا لاتذرن آلہتکم اور بڑی دلیری سے انکے سرداروں نے کہدیا کہ خبردار اپنے معبودوں کو اس شخص کے کہنے سے نہ چھوڑنا ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا خصوصاً ان پانچ بتوں کو تو ہرگز نہ چھوڑنا ود کو سواع کو یغوث کو یعوق کو نسر کو ۔

ف مشہور ہے کہ یہ پانچ نیک لوگ تھے جو آدم اور نوح علیہما السلام کے اصل [illegible] ان کی نیکی کے عامۃ الناس بہت معتقد رہتے تھے ان کے بعد لوگوں نے انکے بت بنا کر پرستش شروع کر دی صاحب مواہب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ود مرد کی صورت کا بت تھا اور سواع عورت [illegible] صورت اور یغوث بصورت [illegible] اور یعوق بصورت [illegible] اور نسر بصورت [illegible] طوفان میں یہ سب بت غرق ہو گئے [illegible] عرب [illegible] پرستش [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۔

(۲) دنیا میں جب حضرت آدم علیہ السلام آئے اور انکی اولاد پھیلی اس کے ساتھ ہی شیطان نے بھی قابو پایا تھوڑے ہی زمانے بعد حضرت کی اولاد میں بدکاری اور جور و جفا نے رواج پانا شروع کیا قوت بہیمیہ اور قوت غضبیہ نے اپنا جلوہ دکھایا اور فرشتوں کا من یفسد فیہا ویسفک الدماء کہنا صادق آیا قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا یہ شیطان کا اثر اول انہیں دونوں قوتوں پر ہوا کرتا ہے اسکے بعد قوت عملیہ میں بھی ان کے ظلمات سے خلل ڈالتا ہے پھر رفتہ رفتہ توہمات باطلہ علمی حقیقی قرار پا جاتے ہیں شدہ شدہ توہمات و تخیلات کی پرستش بھی شروع ہو گئی اور اسی وادی جہالت میں ٹکریں مارتے مارتے ایک قاعدہ مخلوق پرستی بھی شروع ہوئی اور جدید مذہب کی بنیاد پڑ گئی جو صابیہ کے نام سے مشہور تھا یہ فرقہ بقول بعض مورخین طہموث کے اول سال جلوس میں پیدا ہوا ان کے دو فریق تھے ایک اصحاب ہیاکل یعنی ستاروں کی شکل و صورت کو انکی روحانیت کا مظہر جانکر پرستش کرتے تھے دوسرے اصحاب الاشخاص جو ان چیزوں کی مورتیں پوجا کرتے تھے یہ پانچ بت بھی اسی قسم سے تھے ف دنیا میں بت پرستی کا ایک تو یہی سبب ہے جو بیان ہوا اسکے سوا اور اسباب بھی ہیں از انجملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو ایک مجسم چیز تصور کر لیا اور یہ خیال کیا کہ ملائکہ اسکے تخت کے اردگرد کھڑے ہیں اسی خیال باطل کے مطابق انہوں نے حق سبحانہ کی بلند مورت بنائی اور چھوٹی چھوٹی ملائکہ کی اور اسکا دھیان دھرنے کے حیلہ سے انہیں مورتوں کو پوجنے لگے از انجملہ یہ کہ جو دنیا میں نیک کاموں اور نامور یا صاحب کرامات لوگ گذرے ہیں انکی یادگار میں پہلے لوگوں نے نلنبے پتیل لوہے پتھر کے بت انکی تشبیہ پر تراشے بعد میں جہل بڑھتا گیا انہیں کو پوجنے لگے اور ان کے نام کی منّ گھڑت مورتیں بنانا شروع کر دیں تشبیہ کا بھی قاعدہ ملحوظ نہ رہا از انجملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو محسوس اشکال میں ایک مناسبت خاصہ سے ڈھالا اسلئے ہر ایک صفت کی جدا مورت بنائی اور بابرکت اور اہل قدرت اشخاص کی نسبت کہ جنکو اپنی فہم میں معمولی درجہ کی قدرت و طاقت سے زیادہ سمجھتے تھے یہ خیال کیا کہ انمیں خدا تعالیٰ گھس گیا اور اس بیچون و بیچگون نے اس پیکر انسانی یا نباتی یا حیوانی یا علوی میں ظہور کیا تو اسی کو معبود حقیقی سمجھکر پرستش کرنے لگے ہنود کا اوتاروں اور عیسائیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی اعتقاد ہے اور اسلئے انہوں نے ان اوتاروں کی مورتیں بنائیں اور پوجنے لگے اور کہنے لگے ان مورتوں کی پرستش دراصل انکی پرستش ہے کہ جنکی یہ مورتیں ہیں اور انکی پرستش عین حقتعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے یہ قوت متوہمہ کا ضلال مبین ہے پرہماتش جہادیو کو تو اسکی صفات کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہیں اسی طرح عناصر و سیارات و نباتات و حیوانات میں سے اہل ہند نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ اسکو پوجتے نہوں ف وہ یہ محبت و خواہش کا بت تھا اس معنی کو ظاہر کرنیکیلئے اسکو مرد کی صورت میں ڈھالا تھا اور اسی کو تمام کائنات کا باعث ایجاد جانتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت و خواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں اسلئے اس نے دنیا پیدا کی اور مرد کی صورت اس لئے بنائی کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت و رغبت ہوتی ہے اور ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں سواع کے معنی قائم کرنے اور ٹھیرنے کے ہیں شرع میں اس کو صفت قیومیت کہتے ہیں یہی صفت بقا،

یقال صبا الرجل اذا مال و زاغ فبزیغہم عن طریق الحق یقال لہم الصابیہ و ق یقال صبا الرجل اذا عشق ۱۲ منہ یہ فرقہ اپنے تئیں عاذیمون و ہرمس کا پیرو بتاتا تھا اسکا حدوث عہد طہموث میں بیان کرتے ہیں طہموث ہوشنگ کا جانشین ہے اور ہوشنگ کیومرث کا جسکو پارسی آدم علیہ السلام کہتے ہیں یہ فرقہ البتہ کوچک اور شام اور عراق میں ظاہر ہوا یہ فرقہ ہمیشہ سے فریق انبیاء کا منکر تھا اور فریق متبع انبیاء علیہم السلام حنفیہ اور اسکے پیرو حنفاء کہلاتے تھے اسلئے ابراہیم علیہ السلام کو حنیف اس فرقہ صابیہ کے مقابلہ میں کہا گیا اور قرآن مجید میں اکثر جا اس لفظ کا انہیں معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے مراد بت پرستی سے یکسو ہونا ہے اور بت پرستی فریق صابیہ کے اصول میں داخل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فریق صابیہ کا عراق میں بہت زور تھا اور انہیں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا ۱۲

ف بتوں کا صورت

ف اور ابراہیم علیہ السلام ۱۲ منہ

عالم کا باعث ہے اس معنی کو عورت کی شکل میں متشکل کیا تھا اسلئے کہ خانہ داری و انتظام خانگی سب عورت کی ذات سے ہے ہنود اس صفت کو لکشمی سے تعبیر کرتے ہیں اور انہوں نے بھی اسکو ایک صورت و مورت بنا رکھی ہے یغوث ، غوث بمعنی مدد کے ، حاجت روائی و مشکل کشائی کی صفت کا بت گھوڑے کی تصویر میں بنا رکھا تھا اسلئے کہ گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ بت اپنے پوجنے والوں کی مدد کو جلد آتا ہے ، اہل ہند اسکا مظہر اندر دیوتا کو بتاتے ہیں یعوق عوق بمعنی روکنے اور مصائب و اعدا کے دفع کرنے کی صفت اسکا بت بشکل شیر بنا رکھا تھا کہ یہ بہادر جانور دشمنوں پر بڑا حملہ کرتا ہے اہل ہند اسکا مظہر شیو بتاتے ہیں نسر گدھ یہ صفت سرمدیت کا بت بشکل گدھ اس لحاظ سے بنایا تھا کہ گدھ کی بھی بڑی عمر ہے اور کبھی ایک جنجال سے بت اور آلہ باطلہ تھے مگر ان پانچوں پر تیمشے ہوئے تھے اس لحاظ سے بالخصوص انکی بابت تاکید کی کہ انکو نہ چھوڑنا ۔ اور بت پرستی کی یہ توجیہات جیسا کہ ہنود کرتے ہیں مگر عظیم تھا جس کے سبب قد اضلوا کثیرا ہزاروں بندگان خدا کو گمراہی میں ڈالدیا تھا خدا پاک کو چھوڑ کر انہیں مظاہر کی پرستش میں ہلاک کر گئے اس تک رسائی نہیں ہوئی ۔

طوفان کے بعد یہی پانچوں بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پجتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تک قبائل عرب میں بھی پجتے تھے بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے بت عرب میں بھی پوجے جایا کرتے تھے ود دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا اور سواع ہذیل کا یغوث مراد کا پھر بنی غطیف کا اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر ذی الکلاع کا بت تھا یہ اس قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان کے کہنے سے ان کے نام کے بت بنا کر پوجنے لگے انکے علاوہ عرب کے اور بھی بت تھے لات بنی ثقیف کا اور عزیٰ بنی سلیم و بنی غطفان و بنی نظیر و بنی سعد و بنی بکر کا بت تھا اور منات اہل قدید و مشلل کا بت تھا اور اہل مدینہ بھی انکی زیارت کو جایا کرتے تھے اساف و نائلہ و ہبل اہل مکہ کے بت تھے اساف کو حجر اسود کے سامنے کوہ صفا پر کھڑا کر رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے سامنے اور ہبل کو خاص کعبہ کے اندر یہ بڑا قد آور اور آٹھ گز کا اونچا بت تھا جنگ کے وقت اسی کا نام پکارتے تھے ابوسفیان نے احد کی لڑائی میں پکارا تھا اعل ہبل جس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا اللہ اعز و اجل ۔

جب حضرت نوح علیہ السلام بالکل ناامید ہو گئے تو اس ناپاک قوم کی نسبت یہ بددعا کی ولا تزد الظالمین الا ضلالا کہ یہ ظالم اور بھی گمراہی میں بڑھیں کہ جلد عذاب آ کر تمام ہو جائیں یا یہ معنی کہ ان پر عذاب نازل ہو کس لئے کہ ضلال کے معنی ہلاکت و تباہی کے بھی ہیں

انکا یہ مذہب تھا کہ بیشک اس جہان کا ایک پیدا کرنیوالا ہے جو تمام حدوث کے دھبوں سے پاک ہے اور وہ حکیم بھی ہے اور ہم اسکے جلال تک بغیر واسطے کے پہنچ نہیں سکتے اسلئے ان وسائط سے انکو کام پڑا جو اس کے ان مقرب ہیں اور وہ روحانیات ہیں (اسلئے اس فریق کو اصحاب الروحانیات بھی کہتے ہیں) اور وہ اپنے جوہر اور افعال و حالات میں پاک ہیں جوہر میں اسلئے کہ وہ مواد جسمانیہ و قوائے جسمانیہ و حرکات مکانیہ و تغیرات زمانیہ سے پاک ہیں و طہارت پر مجبول اور تسبیح و تقدیس الٰہی پر مفطور ہیں بس یہ ہمارے ارباب و سفارشی ہیں اور وہ رب الارباب ہے یہی ہماری حاجات کا پورا سامان کرتے ہیں اور افعال میں یوں کہ ایجاد و اختراع میں اور تبدل حالات میں اور مخلوقات کو کمال تک پہنچانے میں یہی واسطہ ہیں حق سبحانہ کیطرف سے قوت حاصل کر کے موجودات سفلیہ تک پہنچاتے ہیں پھر ان روحانیات میں سے سات تو بڑے مدبر ہیں اور یہ ستارے انکے لئے ہیکل ہیں جیسا کہ ارواح انسانیہ کے لئے ان کے ابدان اور ہر ایک روحانی کے لئے ایک ہیکل ہے اور ہر ہیکل ایک آسمان میں ہے اور کچھ روحانیات آثار علویہ کے مدبر ہیں جو زمین اور آسمان کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ان قوتوں پر موکل ہیں جو تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہیں اور کچھ ہدایت کے لئے اور کچھ ملاکت کے لئے غرض ہر کام کے لئے وہی وسائط ہیں اور حالت انکی یہ ہے کہ وہ قرب الٰہی میں خوش و خرم ہیں انکا کھانا پینا تسبیح و تقدیس ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدہ میں ہے وہ جو حق سبحانہ فرماتا ہے وہی کرتے ہیں طریق عبادت انکا یہ ہے ستاروں اور بتوں کی پرستش کرنا نذر و نیاز چڑھانا ۱۲

مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

اپنے بعض گناہوں کے سبب غرق کر دیے گئے پھر جہنم میں داخل کیے گئے پھر انہوں نے اللہ کے سوا کوئی بھی مددگار نہ پایا اور نوح نے کہا اے رب زمین پر کسی کافر کو

الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ

بستا ہوا نہ چھوڑنا اگر تو نے انکو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نسل بھی جو ہوگی تو فاجر و کافر ہوگی اے رب مجھے

اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور اسکو بھی جو میرے گھر (کشتی) میں مومن ہو کر آگیا ہے اور ایماندار مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی اور ظالموں کو تو بربادی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر۔

النصف ع ۸/۱۰

ترکیب مما ما مزیدۃ للتاکید والمعنی من خطیاتہم قرء الجمہور علی جمع السلامۃ وقری خطایاہم علی جمع التکسیر دیارا من یسکن الدار ویدور فی الارض ولا تستعمل الا فی النفی العام اصلہ دیوار علی وزن فیعال من الدار والدور فقلب الواو یاء وادغمت احدہما فی الاخری قالہ الزجاج والفراء قال ابن قتیبۃ یابہ دیارا ای نازل دار لا فعال والا لکان دوارا البیضاوی۔ مؤمنا حال لمن دخل۔ تبارا۔ ہلاکا۔

تفسیر اس کشمکش میں حضرت نوح علیہ السلام کو سینکڑوں برس گذر گئے اور سوائے چند شخصوں کے کوئی بھی ہدایت پر نہ آیا تب آخر حضرت کی بددعا کے سبب عذاب آیا کہ آسمان سے بے انتہا پانی برسا اور زمین نے بھی اپنی سوتیں کھول دیں تمام قوم غرق ہوئی مگر مما خطیاتہم انکے گناہوں کے سبب اور غرق ہو کر بھی چھٹکارا نہ ہوا بلکہ ادخلوا نارا مرنے کے بعد آگ یعنی جہنم میں داخل کیے گئے دنیا و آخرت دونوں میں مبتلائے عذاب ہوئے فلم یجدوا لہم من دون اللہ انصارا اور انکے معبودوں میں سے انکے کوئی بھی کام نہ آیا کسی نے مدد نہ کی کوئی بچا نہ سکا۔ یہ برہان قاطع مذہب صابیۂ بت پرستی کے ابطال کیلئے ہے اور طلسم و نجوم فال گنڈے بھی اس سے باطل ٹھہرتے ہیں کسلئے کہ اسوقت کچھ بھی کوئی ٹوٹکا شعبدہ و ستارہ یوتا کام نہ آیا اور نہ آسکتا تھا معلوم ہوا کہ معبود حق وہی ایک ہے اسی کی عبادت اسیکی اطاعت فرض ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اسکو روک نہیں سکتا حضرت انبیاء محض اسی سنتہ کے سمجھانے ہیں

بخور جلا کر و منتر دعائیں پڑھنا کہ جنہیں ان ستاروں آفتاب ماہتاب زہرہ مشتری زحل عطارد مریخ اور انکی حمد و مدح اور اپنی عاجزی ہوتی ہے اور پھر ہر ایک ستارہ کی پرستش کے بڑے بڑے دستورات ہیں پھر صابیہ کے دو فریق ہو گئے اصحاب الہیاکل یعنی ستاروں کے پوجنے والے ہر ستارے کا مندر اسکے اوقات مخصوصہ میں مع رعایت اقلیم و دیگر شرائط بنا رکھے تھے رومیوں نے جو بڑا مندر یعنی مشتری کا اور اسی طرح ڈیلفس یعنی زہرہ کا بنایا تھا دوسرے اصحاب الاشخاص کہ انہوں نے ستاروں کے خواص و آثار کے لحاظ سے مورتیں بنائیں کسی کی بہادری کے لحاظ سے شیر کی خوبصورتی کے لحاظ سے عورت کی وعدہ پھر ان مورتوں کو پوجنے لگے اور نیز ان مورتوں کے جواہر میں بھی ستاروں کی رعایت ہوتی تھی کسی کو سونے کا کسی کو تانبے کا کسی کو پیتل کا ڈھالتے تھے یہ بت جو قوم نوح علیہ السلام میں تھے غالباً انہیں سیارات کے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں پھر اس فرقہ کا زور ہو گیا تھا پھر پارسیوں اور اہل ہند و یونان و روم میں بھی صابیت نے زور کیا اور ہر ملک میں ایسی ہی قلعی چڑھی اگر رگوید کے حصہ اول کو ملاحظہ کریں گے تو اسمیں انہیں ارواح و عناصر اور جنوں کی مدح کے منتر پائیں گے اور پھر انکی پرستش اور پاٹ کے طریقے ہیں اور کچھ ان کے پوجنے والوں کیلئے جو جو مدد جن کی تھی انکے حصہ کے بیچ مبالغہ آمیز قصے ہیں اسی طرح دساتیر میں ستاروں کی پرستش اور انکی دعائیں مذکور ہیں۔ ستاروں کی پابندی اور ان سے سعادت و نحوست کا تعلق اور نیز نجات و شعبدے اور فال گنڈے اور دیگر توہمات باطلہ اسی فرقہ کے آثار ہیں عرب میں بھی صابیت آئی تھی گو وہ حضرت ابراہیم کیطرف منسوب ہونیکے سبب صابیت کو برا جانتے تھے حنفاء کا طریق جو انبیاء علیہم السلام سے ہمیشہ رہا ہے ظاہر کرتا آیا ہے اور یہ بتلاتا رہا ہے کہ گو ملائکہ عالم کے تدبیر و تصرف میں اسکے حکم سے مصروف ہوں مگر وہ یا اور کوئی سیارہ وغیرہ جز حق سبحانہ کے نفع و ضرر نہیں دے سکتا ہر حال میں اسی کی پرستش اسی کی نذر و نیاز سے مدد مانگنا اسی کو پکارنا لازم ہے اور دوسرے کو اس کے اقتدار و الوہیت میں ملانا شرک ہے جو اکبر الکبائر ہیں۔ محمدیت کا اصل منشا توحید ہے مگر افسوس تابع انبیاء میں بھی اجنبیوں کی صحبت سے صابیت نے اثر کر لیا ۱۲ منہ

ف فادخلوا نارا کی فائی اور صیغہ ماضی سے اہل سنت والجماعت نے ثابت کیا ہے کہ حشر سے پہلے بھی مومن و کافر کو ثواب وعذاب ملے گا۔ عالم دنیا سے جدا ہے اور عالم قبر اور عالم برزخ اسی کو کہتے ہیں کس لئے کہ مرنے سے روح نہیں مرجاتی وہ ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے اور وہاں اسکو نیکو بد کا بدلا ملتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ڈبوئے گئے اور فوراً آگ میں داخل کئے گئے معلوم ہوا کہ حشر سے پہلے بھی آگ میں داخل ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں اور جگہ بھی اسکا ذکر ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب کہ فرعونی صبح وشام آتش جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کو سخت عذاب میں داخل کرنیکا حکم ہوگا اور احادیث صحیحہ صریحہ میں بھی اس کا ثبوت بہت کچھ ہے مگر معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر سے پہلے عذاب و ثواب کا کچھ ثبوت نہیں ۔

وقال نوح اور جب قوم غرق ہونے لگی تب حضرت نوح علیہ السلام نے پھر چار طرف کو کھلے سوتے دیکھ کر اس قہر الٰہی کی تجلی میں حق سمجھانے سے یہ عرض کیا رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا کہ اے رب زمین پر کسی کافر کو بسنے کیلئے نہ چھوڑ انک ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا کس لئے کہ اگر آپ نے کسی کو چھوڑا تو وہ بھی گمراہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کردیں گے ان کا خبیث مرض اوروں تک پہنچ جاوے اس سے دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے اور ان کی گمراہی اور کج چالی میں نے سینکڑوں برس تجربہ کیا ہے ان کے خمیر میں داخل ہوگئی اصلی فطرت کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا اس لئے اگر ان کی نسل سے اولاد بھی ہوگی تو گندی ہوگی گندا شوربہ ہوگا اور کافر ہی پیدا ہوں گے نہ ان میں ہدایت پانے کا مادہ باقی رہا نہ ان کی نسلوں میں پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو ایسے خاردار یا کسوڑ سے باغ دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے ۔

ف کبھی کافروں بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہو جایا کرتے ہیں وہاں نطفہ کا اثر کیوں جاتا رہا اسکا جواب یہ ہے کہ بعض کافر و فاجر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی اصلی فطرت سالم ہوتی ہے اس لئے کبھی وہ خود بھی ہدایت پا جاتے ہیں اور بوقت مقاربت کبھی فطرت کا نور ان پر غالب ہو جاتا ہے حالت کفر و فجور کی ظلمت کم ہو جاتی ہے اسلئے اس نطفہ سے نیک اور باخدا لوگ پیدا ہوتے ہیں ایسی ان کے تخم میں روز بروز شستہ پن کر گیا ہے برعکس اسکے کبھی نیک اور باخدا لوگوں پر بعض اوقات نفسانی خیالات یا ساعت نحس سے ایک ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ فضلات کے ذریعہ سے جسم میں سے جلد خروج کرنا چاہتی ہے اس وقت کے نطفے سے بدکردار ناہنجار پیدا ہوتے ہیں یہ ایک بھید ہے ورنہ وہ فاعل حقیقی جو چاہتا ہے کرتا ہے رات میں سے دن اور دن میں سے رات نور میں سے ظلمت اور ظلمت میں سے نور زندہ سے مردہ اور مردہ میں سے زندہ پیدا کرتا ہے وہ اسباب کی ترتیبوں میں جکڑا ہوا نہیں فافہم فانہ من سوانح الوقت العزیزۃ

اس کے ساتھ ہی حضرت نوح علیہ السلام نے جب قہر الٰہی کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو اس کی شان کبریائی اور بے پروائی سے ڈرے اور ڈرنا چاہئے تھا ادھر بھی غالی جوش ہے تو اپنے لئے اور اپنے ماں باپ اور متبعین کے لئے یہ دعا کرنے لگے رب اغفرلی کہ الٰہی مجھے بخش دے جو کوئی بشریت سے چوک ہوئی ہے اسکا مقام ہے ولوالدی اور میرے ماں باپ کو بھی اولاد پر حق ہے کہ ماں باپ کے لئے دعاء مغفرت کرے پہلے آپ مغفور ہوئے کہ دعا مستجاب ہو اور آپکے والدین موحد اور باخدا تھے ولمن دخل بیتی مومنا اور جو کوئی ایمان دار ہو کر میرے گھر میں آجائے یعنی کشتی میں کیونکہ یہ میری پناہ کی جگہ ہے اور ان کے سوا للمومنین والمومنات اور جتنے ایماندار مرد ہوں عورت ہوں کہیں ہوں اور کسی زمانہ میں ہوں سب کو معاف کر دے ولا تزد الظالمین الا تبارا مگر ظالموں کو تو ہلاک ہی کر دے اس پر بحث ختم ہے

ف حضرت نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں کیلئے دعائے خیر کی ہے پھر جس طرح انکی بددعا کفار پر پڑی کوئی نہ بچا اور مقبول ہوگئی تو دعائے خیر کے مقبول ہونے میں کیا کلام ہے لیکن مومن ہونا چاہئے اوّل ان پانچ ظاہری بتوں سے بچے مگر خانہ دل میں بھی یہ پانچوں بت موجود ہیں انسے بھی دور رہے وُدّ یعنی پروری لذات خبیثہ کی محبت ہے سواع نفس کی معشوقہ ہے جس کیلئے لذات وعیش اور آرام میں غرق ہے اسلئے تکلیف و رنج سے بھاگتا اور تقویٰ و اطاعت میں قصور کرتا ہے یغوث اسکے اقارب مادر و پدر و فرزند برادر ہیں جن کی مدد پر بھولا ہوا ہے جنکی دلجوئی میں حکم خدا اور رسول کو پس پشت ڈال دیتا ہے برادری کی رسم پر مٹا ہوا ہے یعوق اسکا مال و اسباب ہے کہ اس کو زکوٰۃ و صدقات سے روک رہا ہے اور بوقت ضرورت مال کی مدد پر بڑا بھروسہ ہے اور خدا سے غافل ہو رہا ہے نسر اسکا شیطان ہے جو حرص و غصہ کے دونوں بازوؤں سے دفعۃً اڑکر آتا ہے اور نیکو بدکی امتیاز کو کھو دیتا ہے اور وسواس اور خیالات فاسدہ اسکے دل میں ڈالکر ہزاروں برسوں کے اہتمام و انتقام میں لگاکر خدا سے دور پھینکتا ہے ان پانچوں بتوں سے بھی بچنا چاہئے تاکہ ایمان کامل ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملے :

ف اکثر مورخین کہتے ہیں کہ طوفان تمام دنیا پر آیا تھا کیلئے اسوقت دنیا میں یہی بدکاری پھیلی ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کے سوا دنیا میں اور کوئی نسل باقی نہیں رہی یہ بھی ایک دلیل ہے اور نیز قرآن مجید کی انہیں آیات میں رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا آیا ہے کہ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ اور نیز کشتی میں ہر ایک چیز کا جوڑا لینا بھی اسی کی دلیل ہے کیلئے کہ طوفان اگر دنیا پر نہ تھا تو ان چیزوں کی نسل منقطع ہو جانیکا کوئی سبب نہ تھا پھر کشتی میں لینے سے کیا فائدہ تھا؛

رہا یہ شبہ کہ اور ملکوں کے لوگوں کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کس لئے کہ وہ خاص ایک ملک میں رہے جہاں میں پھر منادی کرنا ثابت نہیں پھر جب دعوت نہیں پہنچی تو بحکم آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ان کا ہلاک کرنا منافی انصاف و عدالت ہے اور اگر اور قوموں میں بھی نبی آئے تھے تو ان کا کشتی میں سوار ہونا ثابت نہیں پھر وہ کیوں ہلاک ہوئے اور کشتی کے سوا اور کوئی جپر پناہ کیلئے نہ تھی بقولہ ساوی الی جبل یعصمنی من الماء لخ اسکا جواب یہ ہے کہ اور ملکوں میں رسول عقل و توحید و مکارم اخلاق کا معلم ضرور آیا تھا اور نیز اس زمانے میں ایسی دور دراز جگہوں میں نبی آدم پھیلے ہوئے بھی نہیں تھے حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں برس کی منادی ان تک پہنچا خیال میں آسکتا ہے اور ممکن ہے ان ایمانداروں میں سے جو آپ پر ایمان لائے پھر آپکی طرف سے ان ممالک میں گئے ہوں بعض لوگ کہتے ہیں صرف آرمینا وغیرہ بلاد ایشیا کو جبک میں طوفان آیا تھا یا اس کے آس پاس کے ملکوں میں۔

مگر عام اہل اسلام اور یہود و عیسائی سب طوفان کے قائل ہیں لیکن بعض بت پرست فو ہیں انکار کرتی ہیں ان کا انکار محض قیاسی بات ہے کسی دلیل اور حجت پر مبنی نہیں اور اہل ہند کی بعض کتابوں سے بھی طوفان کا پتہ ملتا ہے جس کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں :

خدا تعالیٰ مجھے اور میرے والدین اور جمیع ایمانداروں کو اپنے غضب و قہر کے طوفان سے دنیا و آخرت میں بچاوے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی میں پناہ دیتا رہے آمین آمین :

سورہ جن مکیہ ہے اسمیں — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن

(اے رسول) کہدو کہ مجھے اس بات کی وحی آئی ہے کہ کچھ جن (مجھ سے قرآن پڑھتے) سن گئے سو پھر انہوں نے جا کر کہدیا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیک راہ بتلاتا ہے سو ہم

نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝ وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝ وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا

تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنا لیں گے اور ہمارے رب کی شان بلند ہے نہ وہ بیوی رکھتا ہے اور نہ اولاد اور ہم میں سے بعض بیوقوف (ایسے بھی ہو گذرے)

عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۝ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝

ہیں جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں بنایا کرتے (اس واسطے ہم ان کی باتوں کو مانتے تھے)

ترکیب اوحی من الایحاء وھو الالقاء المعنی الی النفس فی خفاء کالالہام وانزال الملک ویکون ذلک فی سرعۃ انہ بالفتح الجملۃ فاعل اوحی والضمیر فی انہ للشان ای اخبرت بالوحی من اللہ عجبا مصدر وصف بہ للمبالغۃ یھدی الخ الجملۃ صفۃ قرآنا او حال منہ وانہ تعالیٰ قرء ابن کثیر وغیرہ من اہل البصرۃ بالکسر فی احد عشر موضعا الی قولہ وانہ لما قام عبد اللہ الا قولہ ان لو استقاموا وان المساجد وانہ لما قام عبد اللہ فانہا من جملۃ الموحی بہ ووافقہم نافع وابوبکر الا فی قولہ وانہ لما قام علی الاستیناف او منقول وجہ الکسر انہا من جملۃ المحکی بعد القول وقرء الباقون بالفتح فی ہذا الموضع عطفا علی محل الجار والمجرور فی آمنابہ کانہ قیل صدقناہ وصدقنا انہ تعالیٰ جد ربنا ای عظمۃ من جد فلان فی عینی اذا عظم او سلطانہ او غناہ ما اتخذ جملۃ بیان لتعالی جد ربنا ولیس المراد بالجد اب الاب انہ کان ضمیر سفیھنا ویقول خبرہ ویجوز ان یکون سفیھنا فاعل یقول والجملۃ خبر کان واسمہ ضمیر یرجع الی الحدیث او الامر ویجوز ان تکون کان زائدہ والشطط الغلو فی الکفر وقیل الجور وقیل الکذب واصلہ البعد عن القصد کذبا انتصابہ علی المصدریۃ لانہ نوع من القول او علی انہ وصف لمحذوف ای قولا کذبا ومن قرء تقول بالتشدید کیعقوب جعلہ مصدرا لان التقول کذب +

تفسیر قرطبی کہتے ہیں کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی یہی ابن عباس و عائشہ و ابن زبیر کا قول ہے اور اسپر جمہور کا اتفاق ہے۔ سورہ نوح میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ و پند کیا مگر چند اشخاص کے سوا اس شقی قوم نے نہ مانا آخر ہلاک ہوئی اب اے قریش تم جو نہیں مانتے اور عذاب کے خواستگار دلیری سے ہوتے ہو جیسا کہ سورہ نوح سے پہلے سورہ سال سائل میں بیان ہوا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم میں قصور ہے بلکہ تمہاری استعداد کا فتور ہے ورنہ چند جنوں نے حضرت سے قرآن مجید سنا باوجودیکہ ایک بار صبح کے وقت نماز میں آپ پڑھ رہے تھے اور جنوں کا گذر ہوا انہوں نے سن لیا سنتے ہی ایمان لے آئے اور قرآن کی خوبی کے قائل ہو گئے اپنے عیوب کا اقرار کر لیا اور اپنی قوم میں جا کر اسلام لانے کی ترغیب دی حالانکہ نہ ان کو ہمارے نبی سے صحبت تھی نہ ہمجنس تھے عادات بھی جنوں کی سنت اور ہٹ کی ہوتی ہیں

تم ہم قوم ہمزبان ہم صحبت اور انسان ہو کر نہیں مانتے۔ اور

لطف یہ کہ تم جنوں کو پوجتے اور ان سے

مدد مانگتے ہو +

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا

اور کچھ آدمی جنوں کے مردوں سے پناہ لیا کرتے تھے اسنے تو انکا اور بھی مغز چلا دیا اور وہ بھی یہی سمجھے ہوئے تھے جیسا کہ تم نے

كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَ

سمجھ رکھا ہے اللہ ہرگز کسی کو (رسول بنا کر) نہ بھیجے گا اور ہمنے آسمانوں کو ٹٹول دیکھا تو مضبوط نگہبانوں اور شہابوں (کے انگاروں) سے بھرا ہوا پایا اور ہم

شُهُبًا ۝ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ وَأَنَّا

(پہلے) تو آسمانوں کے بہت سے ٹھکانوں میں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سننے کا قصد کرتا ہے تو اپنے لئے (ایک) انگارا تاک لگائے ہوئے پاتا ہے اور ہم

لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

نہیں جانتے کہ اس سے زمین والوں کے لئے کوئی برائی مقصود ہے یا ان کے رب نے ان سے کوئی بہتری کرنا چاہا ہے۔

ترکیب۔ رہقا کبرا وعتوا مفعول ثان لزادوا والرہق فی الاصل غشیان الشئ وانہم من کلام الجن بعضہم لبعض او استیناف من اللہ سبحانہ ومن فتح ان فیہا جعلہا من الموحی بہ ان لن الجملۃ ساد مسد مفعولی ظنوا للسمع لنقعد او صفۃ لمقاعد ۔

تفسیر۔ انہوں نے مان لیا جو تمہارے استاد تھے تم نہیں مانتے افسوس ہے اس سورۃ کی **شان نزول** میں امام احمد اور ترمذی اور بخاری و مسلم وغیرہ کبار محدثین نے مختلف طریق سے متعدد احادیث نقل کی ہیں جنکا خلاصہ مطلب مع اس تشریح کے جو کتب سیر میں ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں قریش کو مکہ میں سمجھایا اور انکی سختیوں کی بڑے استقلال سے برداشت کی اور بجز چند لوگوں کے ایمان نہ لائے (اسی لئے سورہ نوح میں حضرت نوح کا قصہ سنا کر اطمینان دلایا گیا) تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نہیں مانتے چلو باہر کے لوگوں کو نصیحت کریں اس غرض سے پیدل طائف تشریف لیگئے وہاں کے سردار عبد یالیل و مسعود و حبیب تین شخص تھے ان تینوں بد سلوکی سے پیش آئے اور آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا تب آپنے عکاظ کا قصد کیا (یہاں ایک پینٹھ یا منڈی لگا کرتی تھی یہاں عرب کے مختلف ملکوں کے لوگ باہم خرید و فروخت کیا کرتے تھے) آپ راستہ میں بمقام نخلہ ٹھہرے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھا رہے تھے کہ شہر نصیبین کے نو جن جو اس تلاش میں نکلے تھے کہ اب آسمانی خبریں بند ہونیکا کیا سبب ہے یہاں بھی آنکلے آپسے قرآن سنکر ششدر رہ گئے اور کان اور دھیان لگا کر سننے لگے جب سن چکے تو کہنے لگے واللہ یہی چیز ہے جس سے ہم کو اوپر رسائی نہیں ہوتی (اسکی حفاظت کیلئے خدا نے جنوں کو اوپر سے باتیں لا کر کاہنوں سے کہدینے سے بند کر دیا تھا کہ کہیں بھی کوئی آیت سنکر اس میں کچھ ملا کر کسی سے نہ کہدیں اور وہ لوگ قرآن کے برابر بنانیکا دعویٰ نہ کر بیٹھیں) یہ خود بھی ایمان لائے اور اپنی قوم کو جا کر ہدایت کی ۔

اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہے اور سورہ احقاف میں بھی اسی واقعہ کیطرف اشارہ تھا بقولہ واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن ۔

اسکے بعد پھر ان جنوں کی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں مکہ آئی اور آپ عبد اللہ بن مسعود کو لیکر شب کو جنگل میں چلے گئے اور ان لوگوں کو رات بھر تعلیم و تلقین کرتے رہے پھر ایکبار مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے تھے بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے فقال قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن اے محمد کہدیجئے کہ بذریعہ وحی کے بتایا گیا کہ چند جن قرآن سنگئے فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فامنا بہ اور سنکر اپنی قوم سے جا کر کہنے لگے ہمنے قرآن سنا جو عجیب ہے کہ کوئی بشر و جن ایسا کلام نہیں بنا سکتا راہ حق بتاتا ہے ۔ ا ﻟﺒﺘﻪ جن ملائکہ کا وجود جسمیں اکثر اختلاف رہا ہے اکثر فلاسفہ انکار کرتے ہیں انکے نزدیک

جنوں کے بارے میں اختلاف

خداوند تعالیٰ کی مخلوقات کا کارخانہ محسوسات ہی ہیں ہی تمام ہے جس چیز کو وہ حواس خمسہ سے دریافت نہیں کر سکتے انکے نزدیک محض خیالی چیز ہے انکا وجود خارج میں نہیں آجکل کا فلسفہ یورپ بھی اسی کا قائل ہے اور انکے بعض مقلد مسلمان بھی اسی کے قائل ہیں اور اس قسم کی آیات کی تاویلات کرتے ہیں اور اسکا نام ان کے نزدیک تفسیر دانی و قرآن فہمی ہے مگر یہ بہت کوتاہ خیالی ہے کس لئے کہ ان فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ طبعی اور مادّی ہے جو خدا تعالیٰ کا قائل نہیں اور عالم کے تمام کائنات کواکب و آفتاب نباتات و حیوانات کو مادہ اور اسکی حرکت کے آثار بتلاتے ہیں مذہب آریہ اخر کار اسی طرف کو آجاتا ہے لیکن انسے جب مادہ کی حقیقت دریافت کی جاتی تو وہ ایسے اجزار صغار بتلاتے ہیں جو آج تک نہ کسی کہربائی آلہ سے دریافت ہوئے نہ کسی خوردبین سے دیکھے گئے پھر یہ مادہ جو ان کے نزدیک خالق ہے کس حواس خمسہ سے محسوس ہوا ہے یا ہو سکتا ہے؟ بعض حکما غیر محسوس موجودات کے قائل ہوئے ہیں اور قدما کا ایک گروہ عظیم وجود جنات کا قائل ہوا ہے یہ اور اصحاب روحانیات انکو ارواح سفلیہ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ارواح سفلیہ جلد قبول کرتی ہیں مگر ضعیف ہیں برخلاف ارواح فلکیہ کے کہ وہ دیر میں قبول کرتے ہیں مگر قوی ہیں اسی طرح کل اہل مذاہب اور حضرت انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے اہل اسلام و عیسائی و یہودی بلکہ ہنود وغیرہ جنکے قائل ہیں ہر ایک کی زبان میں جن کا ایک نام ہے۔ انجیل موجودہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جنوں کا مریض میں سے نکالنا مذکور ہے ؎

پھر وجود جن کے قائل ہیں ان کے دو قول ہیں **اوّل قول** یہ کہتے ہیں کہ جن اور ملائکہ نہ اجسام ہیں نہ اجسام میں حلول کئے ہوئے ہیں بلکہ جواہر ہیں جو بذات خود موجود ہیں پھر ان کے مختلف انواع و اقسام ہیں بعض بزرگ نیکی پسند ہیں بعض رذیل خبیس شر و آفات کو پسند کرنیوالے ہیں انکے بہت اقسام ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی جان نہیں سکتا وہ افعال قویہ کر سکتے ہیں علم رکھتے ہیں دیکھے سنتے ہیں **دوسرا قول** یہ کہ جن بھی اجسام ہیں مگر اجسام لطیفہ ہیں لطافت کیوجہ سے دکھائی نہیں دیتے مگر وہ خود جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ پھر بعض کا مادہ اجزار ہوائیہ ہے بعض کا ناریہ پھر اس مادہ کے لحاظ سے بعض اقسام بالذات نیک اور عابد ہیں کہ جن پر فرشتہ یا ملک کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض گندہ اور سرکش اور ناپاک ہوتے ہیں جن پر شیطان کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض میں خیر و شر دونوں کی صلاحیت ہے اور وہ بعض اوقات بنی انسان سے مجامعت و مجالست بھی کرتے ہیں بعضے کہتے ہیں بنی آدم کی ارواح مرنیکے بعد جو کثافت کیوجہ سے عالم قدس تک نہیں پہنچتی وہ جنوں میں ملجاتی ہیں ایسی ہی ناپاک روحیں لوگوں کے سر و نیز آتی ہیں اور ادھر ادھر کی خبریں آئندہ دنیا کر نیو الوں کو دیا کرتی ہیں

ف ۲۰ جن کا وجود حیوان اور ملائکہ میں ایک برزخ ہے اسی لئے ان میں دونوں کی باتیں پائی جاتی ہیں تشکل باشکال مختلفہ و تدبیرات کلیہ و فہم و شعور حسن و قبح اور دقیقہ کا ملائکہ کا وصف ان میں ہے اور اسی لئے وہ بھی مکلف ہیں اور کھانا پینا و جماع و غصہ حیوانات کے اوصاف ان میں ہیں اور اسی لئے انکی عمر طبعی بھی ہوتی ہے مرتے بھی بیمار بھی ہوتے ہیں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے جن گویا عالم ملائکہ کا سفلی سطح ہے اکثر بنی آدم اس سطح سفلانی میں اٹک گئے اور اس پردہ کو پھاڑ کر اوپر تک انکی عقل کو پرواز نہ ہوئی اسی لئے بنی آدم نے ان میں سے عمدہ جنوں کو اپنا معبود بنا لیا اور ان سے حاجات میں مدد طلب کرنے لگے اور بعض حوادث آئندہ کی ان سے خبریں دریافت کرنے لگے اکثر عرب کے جاہل اس اندھیر میں پڑے ہوئے تھے اگر بغور دیکھا جائے تو ہنود وغیرہ مشرک قومیں اس وادی ضلالت میں ٹکریں مارتے رہے ہیں بلکہ بعض جہال مسلمان بھی اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں بعض جنوں کا نام سید اور بعض کا پیر اور بعض کا پریاں اور کسی کا شیخ سدو کسی کا زین خاں کسی کا منو ماں کسی کا بھیرو رکھ چھوڑا ہے انکی نذر نیاز اور پرستش کے

طریقے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کو نافع و ضار سمجھتے ہیں انسے حاجات طلب کرتے غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے ہیں اور عرب میں تو رات دن انہیں کے کرشمے پائے جاتے ہیں اور وہ جن بھی طرح طرح کی تدابیر اپنی حکومت ثابت کرنیکے لئے کرتے تھے کبھی بتوں کے اندر سے آوازیں دیتے تھے اور باتیں کرتے تھے کبھی کسی درخت میں سے بول اٹھتے تھے اور کبھی کسی کے سر پر آکر دور دراز کی باتیں بتاتے تھے اور کبھی کسی مشکل کام کیلئے وہ لوگ اپنی چوکی چڑھاتے اور بکرا ذبح کرتے تھے خصوصاً دشمنوں کے مقابلہ کے وقت اور بیماری یا وبا کے دفع کرنیکے وقت اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ آکر ہماری اس کام میں مدد کریں گے اور انکے خیال کے موافق کبھی کچھ ظہور بھی ہوتا تھا اور کبھی ان کے مخالف کو کچھ مضرت بھی پہنچ جایا کرتی تھی وید کے اشلوکوں میں دیوتاؤں کی مدح اور منتر اور ان کے یگ کرنے کے طریقے جو مذکور ہیں خصوصاً فتح و نصرت ارزانی و بارش و دفع مرض و کثرت اولاد و مال کے لئے وہ یہی باتیں ہیں ہاں یہ فرق ہے کہ ان کے جنوں کے نام ان کی زبان میں اور تھے اور غیر مرئی ارواح کو جو ہر جزء عالم پر موکل سمجھتے تھے جن کو شرع میں ملائک کہتے ہیں پوجتے تھے اور نیز ستاروں اور آفتاب کو بھی اور کبھی وہ جن کاہنوں کے سر پر آکر کلام مسجع میں غیب کی خبریں بھی دیا کرتے تھے اور شعراء کے دل پر مضامین کے القاء کرنے میں مدد کرتے تھے الغرض اس طوفان بے تمیزی میں دنیا ڈوبی ہوئی تھی اور ارواح بشریہ کی ترقی روحانی میں یہ پتھر حائل تھا اب خدائے پاک کی رحمت نے جلوہ کیا اور دنیا کو اس ورطۂ ضلالت سے بچانا چاہا تو عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ کی بعثت سے کسی قدر اوّل ہی ان جنوں کی بادشاہی چھین لی اور ان کے کرشموں کو روک دیا اور جب آفتاب جلوہ گر ہونے کو ہوتا ہے تو رات کے چور صبح صادق سے پہلے چھپنے لگتے ہیں اسلئے جنوں پر عالم بالا کے اسرار بند کئے گئے اب جو اوپر جاتے ہیں شہاب ثاقب سے مار کر نکالے جاتے ہیں اپنے کاہنوں کو کوئی خبر لاکر نہیں دیتے بلکہ شرمندگی کے مارے ان پاس آنا بھی کم کر دیا ادھر جہاں جہاں ان شیاطین کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے وہاں سے بھی الوداع الوداع کہہ کر چلنے لگے چنانچہ صحیح روایات سے یہ ثابت ہوا ہے صحیح بخاری وغیرہ کتابوں میں موجود ہے کہ عمر بن الخطاب فرماتے ہیں ایام جاہلیت میں اپنے بتوں کے پاس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر بت پر گائے ذبح کی جو اس کی نذر کے لئے لایا تھا اس بت کے پیٹ میں سے یہ آواز اس طرح بلند ہوئی کہ سب نے سنی وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ اے مرد قوی ایک بات پیش آئی کہ جس میں کامیابی ہے کہ ایک شخص باآواز بلند کہہ رہا ہے لا الہ الا اللہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا۔ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ لوگ یہ آواز سنکر بھاگ گئے میں وہیں بیٹھا رہا کہ اس آواز کی حقیقت دریافت کروں دوبارہ پھر وہی بلند آواز پیدا ہوئی۔ تیسری بار پھر وہی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ میں حیرت میں تھا کہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ اس جگہ ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے وہ لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ تعلیم فرماتا ہے۔ اسی طرح مجاہد نے دوسرے شخص کا واقعہ نقل کیا ہے اسی طرح بیہقی نے سواد ابن قارب کا قصہ نقل کیا ہے کہ ایام جاہلیت میں ایک جن میرا یار تھا۔ اخبار آئندہ مجھے بتلایا کرتا تھا میں لوگوں سے کہتا اور خوب چڑھاوا آتا تھا ایک رات میرے خواب میں آکر کہا اٹھ اور ہوشیار ہو اگر کچھ شعور ہے ایک پیغمبر لوی بن غالب کی نسل سے پیدا ہوا ہے پھر اس نے یہ چند اشعار پڑھے۔

عجبت الجن وابلاسہا ٭ وشدہا العیس باجلاسہا	مجھے جنوں کے حال سے اور انکے اضطراب سے تعجب آتا ہے ٭ اور ان کے اونٹوں پر سفر کے لئے کاٹھی باندھنے سے بھی تعجب ہے۔
تہوی الی مکۃ تبغی الہدیٰ ٭ ما مومنوہا مثل ارجاسہا	مکہ کیطرف جاتے ہیں ہدایت کیلئے ٭ انکے ایماندار انکے ناپاک لوگوں کے برابر نہیں۔
فانہض الی الصفوۃ من ہاشم ٭ واسم بعینیک الیٰ راسہا	تو اٹھ برگزیدہ بنی ہاشم کیطرف ٭ اور اپنی دونوں آنکھیں اس قبیلہ کے سردار کیطرف اٹھا۔

سواد کہتے ہیں برابر تین راتوں مجھے یہی معاملہ پیش آیا آخر میں مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آکر مشرف باسلام ہوا اسی طرح اور بھی روایات ہیں ٭

ف جب جنوں پر عالم غیب کا رستہ بند ہوا اور وہ اس کی تحقیق میں نکلے اور آپ کا قرآن پڑھنا سنکر ایمان لائے اور اسکے بعد جو کچھ انہوں نے کہا ان باتوں کو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کر کفار مکہ اور عرب کے جاہلوں عجائب پرستوں کو آپ کی نبوت کا اطمینان اور انکے خیالات کا بطلان کرتا ہے بچند وجوہ۔

(۱) یہ کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خیال اور بدگمانی کرتے تھے کہ البتہ عمدہ کلام جو اس سے صادر ہوتا ہے جس کی مثل کوئی انہیں بنا سکتا اسکو کوئی بڑا فصیح و بلیغ جن تعلیم کرتا ہے کس لئے کہ کاہنوں کو ایسی تعلیم جن کرتے تھے اور مقفی و مسجع کلام میں خبریں دیا کرتے تھے اس لئے آپ کو کاہن کہتے تھے اب اس سورہ میں تبلایا گیا کہ جن کیا تعلیم کریں گے وہ تو خود اس کی خوبی پر ایمان لاکر یہ کہتے ہیں۔ انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فامنا بہ اور نیز آگے چل کر جنوں کی ہجو اور ان کی پرستش و نذر و نیاز کی مذمت اور ان کا مخلوق الٰہی ہونا اور اس کے بس میں ہونا وغیرہ وہ باتیں بیان ہیں جو جنوں کے خلاف ہیں پھر اگر آپ کو جن تعلیم کرتا تو کیا جن اپنی برائی اور مذمت آپ کرتا اس لئے یہ شبہ بھی بے محل ہو گیا کہ ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ جن ایمان لائے اور انہوں نے یہ کلام کیا کس لئے کہ اگر یہ کلام بھی جن کا ہے یعنی سورۂ جن تو جن ایسی باتیں اپنی نسبت کبھی نہیں کہہ سکتے اور اگر جن کا نہیں تو آپ کاہن نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی مثل بھی تم اور تمہارے مددگار جن نہیں لاسکتے پس ثابت ہوا کہ یہ کلام منزل من اللہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام القا کرتے ہیں ٭

(۲) کہ جنوں کی پرستش اور ان کی نذر و نیاز سب لغو ہے ان کا کچھ بھی خدائی کارخانہ میں حصہ نہیں خود جن اس بات کا اقرار کرتے ہیں ٭

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نہ صرف آدمیوں کے لئے ہے بلکہ جن بھی کہ جن کی پرستش اور مدد پر مشرکین نازاں ہیں آپ کی زنجیر اطاعت میں بندھے ہوئے ہیں ٭

ف اس کے بعد اور جنوں کے کلمات نقل کر کے جن پرستوں کو متنبہ کرتا ہے فقال ولن نشرک بربنا احدا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ جن بھی مشرک تھے بعض کاملوں کو جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام یا بعض جن بعض جنوں کو خدا تعالیٰ کا رشتہ دار اور خدائی میں دخیل سمجھتے تھے اسی لئے اس کے بعد اس کی تفصیل کرتے ہیں وانہ تعالیٰ جد ربنا کہ ہمارے رب کی شان بلند ہے ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا نہ اس نے کسی کو جورو بنایا ہے نہ اولاد کس لئے کہ یہ باتیں عجز و حدوث پر دال ہیں اور اس کی شان بلند کے منافی ہیں اسکے بعد اپنے اعتقادات سابقہ کی (جو لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر مبنی تھے) لغویت بیان کرتے ہیں

وانہ کان یقول سفیھنا علی اللہ شططا کہ جنکو ہم پہلے عقلمند اور دانا سمجھکر انکی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن و فرزند ہونے کی روایت کرتے تھے اسکو برحق جانتے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ احمق اور نادان خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم نے انکی باتوں کو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں سمجھا تھا بلکہ محض تقلید باطل ہے باین طور کہ وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا ہم سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی آدمی اور کوئی جن خدا پر جھوٹ نہیں کہتا اس اعتقاد اور اس سادہ لوحی نے ہم کو گمراہ کر رکھا تھا اب معلوم ہوا کہ سینکڑوں آدمی اور جن اللہ پر جھوٹے ڈھکوسلے بنالتے اور اپنی عاقبت برباد کر کے اوروں کی عقبیٰ بھی تباہ کر رہے ہیں حقیقت میں اس سادہ لوحی اور خوش اعتقادی نے دنیا کو شرک و غلطی اور تخیلات پرستی میں مبتلا کر رکھا تھا اگر اب کسی بت پرست و فال و شگن اور ارواح غیر مرئیہ کے پوجنے والے سے پوچھیں گے کہ کونسی دلیل اور برہان تمہارے حق پر ہونے کے لئے ہے تو پھر پھر کر آخر یہی کہیں گے کہ ہمارے اگلے یوں کرتے اور کہتے آئے ہیں اگر یہ باتیں غلط ہیں تو وہ کیا اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور البتہ ہم انکو نہیں سمجھتے آفرین ہے ان صاحبوں پر کہ جن کے دماغ نے ایک صحبت ہادی برحق سے کیسی ترقی کی اور افسوس ہے ان عقلمند آدمیوں پر کہ وہ اس اندھیرے گڑھے سے باہر نہیں نکل سکتے اور اس طوفان بےتمیزی میں آدمیوں کی پرستش سے جنوں کے مغز چل گئے خدائی کے دعوے کرنے لگے وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا کہ بہت سے انسانوں کے مرد (لفظ مرد میں ایک لطیف سی تعریض ہے کہ جب اپنے مثل کو پوجا مردانگی کو کھو دیا مردوں کی یہ باتیں نہیں کہ اپنے مثلوں کے غلام اور بندے ہو جائیں یہ نامردی اور زنانہ پن ہے) جنوں کے مردوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اس نے ان کی اور بھی سرکشی اور غرور و نخوت بڑھا دی اس پناہ مانگنے اور مدد طلب کرنے کے کئی طریقے عرب میں مروج تھے اول یہ کہ جب کسی کو کوئی مرض لاحق ہوتا انکو جن و پری کی نظر بد کا اثر سمجھکر اس کے لئے کھانا عمدہ پکاتے اور خوشبو شامل کرتے اور بخور جلاتے اور وہاں جا کر رکھتے کہ جہاں انکو جنوں کے گذرنے کا گمان ہوتا تھا تاکہ اس رشوت و نذرانہ میں وہ تکلیف نہ پہنچائے۔ اب بھی ہند کے جاہل کھانا پکا کر کہیں چوراہوں کہیں دریا پر کہیں کسی قبر پر کہیں کسی درخت تلے رکھواتے ہیں جسکو اتار کہتے ہیں اور ایسے صدقات کے لئے برہمنوں نجومیوں پنڈتوں سیانوں ملاؤں تعویذ گنڈے والوں کا ارشاد ہوا کرتا ہے۔ دوم یہ کہ مشکل کے وقت انکے نام کو جپتے اور وظیفہ بنا کر پڑھتے اور نذر و نیاز اور بخور وغیرہ شرائط کو عمل میں ..... لاتے ایسا کرنے سے وہ سمجھتے تھے کہ یہ مشکل وہ دیوتا آسان کر دیگا۔ پیر اور موکلات کے حاضر کرنے کے لئے اب بھی بڑے بڑے ڈبل لوگ بجائے مراقبہ و اذکار الٰہی کے بادر دائیل دیار فتنائیل دریا یا جنگل میں بیٹھکر ہزاروں بار پڑھتے ہیں اور جو کوئی شیطان حاضر ہو جاتا ہے تو اس کو فوز المرام جانتے ہیں۔ سوم جب کسی آئندہ آنیوالی بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی تھی تو کاہنوں[1] کے پاس جا کر انکے معاملہ کے منتر پڑھوالتے نذر و نیاز بلند پا کر بجوہاتے تب وہ ان کاہنوں کے سر پر آ کر وہ باتیں بتلاتا تھا۔ چہارم جب کسی سفر میں ہوتے اور کسی جنگل و بیابان میں اترتے تھے تو اس وادی کے جنوں سے پناہ چاہتے اور یوں آواز بلند کہتے اعوذ بسید ھذا الوادی من شر سفہاء قومہ تاکہ انکے چھوٹے لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں اور بھی بہت طریقے تھے ان سب باتوں کو اسلام نے ممنوع کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اللہ ہی کی پناہ مانگا کرو وہی نذر و نیاز کے قابل ہے مالی اور جسمانی عبادتیں اسی کو ہیں اسکے حکم بغیر

[1] کاہن بہت بڑا اور حاضرات کرنیوالے جنوں بیلوں پریوں کو بلانیوالے ۱۲

کوئی پتا بھی نہیں ہلا سکتا۔ پھر تھوڑے دنوں میں عرب ان سب اوہام پرستی کی نجاستوں سے پاک و صاف ہو گیا جنوں کا مادہ ناری یا ہوائی ہے اسلئے علو و تکبر انکی طینت میں داخل ہے ایسے اعمال و نذر نیاز و منتروں سے وہ اکثر انسان کے کام کرنے میں کوشش کرتے ہیں تاکہ ہماری عظمت و وقعت بنی آدم کے دلوں سے نہ نکلے اور اسی لئے لوگوں کے ذہنوں میں سینکڑوں مکر و حیلوں سے اپنی عظمت بٹھاتے ہیں کبھی اپنے آپ کو اولیاء و انبیاء کی ارواح طیبات میں محسوب کرتے ہیں اور ان کے نام بتلاتے ہیں کہ فلاں بزرگ ہوں یا فلاں شخص ہوں تاکہ لوگوں کو اعتقاد پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ اپنی خباثت ظاہر کرتے ہیں اور کبھی کسی مردہ شخص کا نام اپنا نام رکھکر اسکے گھر کی خبریں تلاتے ہیں تاکہ ثواب و عقاب اخروی کا اعتقاد دلوں سے زائل ہو جاوے اور جانیں کہ مرکر یوں ہی اسی دنیا میں سیر بین کرتے پھرا کرتے ہیں جس کے سر پر چاہتے ہیں آتے ہیں اسی بات کی طرف ان جملوں میں اشارہ ہے وانہم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا، اور ان جنوں نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ اسے مخاطب تم نے سمجھ رکھا ہے کہ خدا مرنیکے بعد زندہ نہ کرے گا یعنی حشر و نشر کچھ نہیں ہیں مرکر روحیں پھرتی رہتی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی یہ بھی انہیں جنوں کا مقولہ ہے اپنی قوم سے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ جیسا تمہارا عقیدہ حشر کی بابت ہے کہ کچھ نہیں ایسا ہی ان جنوں کا بھی تھا جنکو بنی آدم پوجتے اور ان سے پناہ مانگتے تھے بعض مفسرین کہتے ہیں ان لن یبعث اللہ احدا کے یہ معنی کہ خدا کسی پیغمبر کو حضرت موسیٰ کے بعد مبعوث نہ کریگا کہ وہ آکر ان جاہلانہ خیالات سے پاک کرے ہماری خدائی ہمیشہ یوں ہی بنی رہیگی یہی جہالت کی گھٹائیں بنی آدم پر چھائی رہے گی ؛

یہاں تک تو ان ایماندار جنوں کا کلام اپنی قوم کے سامنے توحید و حشر کے مسئلہ میں تھا اس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کیلئے ایک تمہید بیان کرتے ہیں تاکہ قوم بھی آنحضرت صلعم پر ایمان لائے فقالوا وانا لمسنا السماء فوجدنا ہا ملئت حرسا شدیدا کہ ہم نے آسمان جا چھوا یعنی اسرار آسمانی کی بہت تلاش کی اور بہت بلند اڑ کر گئے گویا کہ آسمان کو چھو لیا اور وہاں تک پہنچ گئے تو وہاں بے شمار پہرے چوکی والے پاسبان پائے جو اسرار آسمان سننے سے منع کرتے ہیں وانا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع اور اس سے پہلے تو ہم اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھتے اور آسمانوں کے ملائکہ کی باتیں سنتے اور کاہنوں کو لاکر دیتے اور اپنی غیب دانی اور خدائی کا سکہ جمایا کرتے تھے فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا پھر اب جو کوئی سننے کیلئے جاتا ہے تو اپنے لئے ایک انگار تیار اور نگہبان پاتا ہے جو اسکے پیچھے دوڑتا ہے حاصل یہ کہ پہلے تو یہ حال تھا کہ عالم بالا کے اسرار ہم حاصل کر لاتے تھے اور اب یہ دروازہ بند ہو گیا یہ ایک بڑا حادثہ ہے وانا لاندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے خدا نے اپنے بندوں کی بھلائی چاہی ہے یا برائی اس بات کو فہم مخاطبین پر چھوڑ کر یہ کہلانا منظور ہے کہ خدا نے بندوں کی بہتری چاہی ہے اور جنوں کے بیجا تسلط اور باطل خدائی کو پست کر کے ایک ایسے شخص کو برپا کیا ہے جو نور ہدایت کی افروز شمع ہاتھ میں لیکر اٹھا ہے جنوں کے لئے اس سے بڑھکر آنحضرت صلعم کی صداقت پر اور کوئی دلیل ہو نہیں سکتی کہ انہوں نے آسمانی اسرار کا بند ہونا وغیرہ امور ظہور نبوت آنحضرت صلعم کو خود دیکھ لیا اور اس کلام میں طریقہ ادب کہاں تک ملحوظ رکھا ہے کہ شر کی نسبت خدا پاک کی طرف نہیں بصیغہ مجہول بولا گیا اور رشد کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ بندوں کی رہنمائی اور بہتری چاہا کرتا ہے، اور شر کے مقابلے میں خیر ہونا چاہئے تھا مگر خیر عام بھی اس کا جو فرد کامل یہاں مقصود تھا اسی کو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصل خیر رشد ہے ؛

وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ

اور یہ کہ کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہم بھی مختلف طریقوں پر تھے اور (اب) ہم سمجھ گئے کہ ہم اللہ کو زمین پر نہ تھکا سکیں گے اور نہ ہم اللہ سے بھاگ کر

هَرَبًا ۝ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤی اٰمَنَّا بِهٖ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ

جا سکیں گے اور یہ کہ جب ہمنے ہدایت کی بات سنی تو ہم اسپر ایمان لے آئے پھر جو اپنے رب پر ایمان لے آیا تو نہ اسکو نقصان کا ڈر رہیگا اور نہ ظلم کا اور کچھ تو ہم میں سے

وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

فرمانبردار ہیں اور کچھ نافرمان ہیں پھر جنہنے مان لیا تو انہوں نے اچھا رستہ تلاش کر لیا اور جو نافرمان ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے

ترکیب القدد القطعة من الشئ وصار القوم قددًا اذا تفرقت احوالهم والمعنی کنا ذوی طرائق قددا وکانت طرائقنا طرائقا قددا فی الارض ای کائنین فی الارض حال من الفاعل ہربا مصدر فی موضع الحال ای ولن نعجزہ ہاربین فلا یخاف الجملة جواب الشرط وہو فمن فالجملة جواب ولولا ذاک لقیل لا یخف ٭

تفسیر اب مسئلہ نبوت کی بابت ایک عمدہ پیرایہ سے بحث کرتے ہیں وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا کہ ہم میں کچھ نیک بھی ہیں اور بد بھی مختلف طریقوں کے لوگ ہیں پھر اسکا فیصلہ کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر بجز نبوت اور الہام الٰہی کے کون کر سکتا ہے؟ (۲) وانا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ہربا کہ ہمکو یقین ہو گیا ہے کہ جن گو قوی اور زبردست اور چالاک و مانع انسانوں پر حکمراں ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے کچھ حقیقت اور زور نہیں رکھتے صرف آسمانی رازوں کے بند کر لینے پر دیکھ لیا کہ کسی کی تدبیر اور زور کارگر نہ ہوا اور پر چڑھتے ہیں تو انگارے برستے ہیں پھر جو تمنے اسکے طریقہ کا خلاف کیا اور ہمپر اسکا قہر نازل ہوا تو ہم اس کے بس سے نہیں نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر کہیں پناہ گزین ہو سکینگے اسی لئے نبی آخر الزمان کا ماننا ضرور ہوا اب اے قوم تم نا نو یا نہ مانو لیکن وانا لما سمعنا الہدیٰ آمنا بہ ہمنے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اسپر ایمان لے آئے فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا پھر جو تم میں سے بھی کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئیگا تو اسکو دنیا و آخرت میں کسی نقصان کا خوف نہ رہیگا نہ اسکو خداوندی انتقام و سزا کا ڈر باقی رہیگا اب یہی یہ بات کہ قوم کیحالت یکساں ہے تاکہ عذاب و ثواب میں یکساں سمجھے جاویں سو یہ تو ہرگز نہیں کسلیے کہ وانا منا المسلمون ومنا القاسطون کہ ہم میں سے اسکے فرمانبردار بھی ہیں اور جفا کار بھی ہیں پھر دونوں مساوی کیونکر ہو سکتے ہیں؟ ہر طور قوم میں سے ایک گروہ پر مصائب دنیا و آخرت کا ہونا یقینی ہے پھر اس کے بچاؤ کا اور اسکی حالت سے رستگاری کا یہی قانون ہے کہ فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا کہ جو ایمان لے آیا اور اسکا حکمبردار ہو گیا تو اس نے دنیا و آخرت کیلئے عمدہ رستہ تلاش کر لیا اور ہر ایک مصیبت سے بچنے کیلئے امن الٰہی کا مستحکم قلعہ ڈھونڈھ لیا واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا اور جو جفا کار بد کار رہے ایمان نہ لائے آخر وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے ٭

واجو پہلے منا الصالحون ومنا دون ذلک کہا وہ اسلام سے پہلے کیحالت بیان کی تھی کسلئے کہ اسلام سے پہلے بھی نیک و بد ہو سکتے ہیں کیونکہ ظلم و بدکاری کی برائی عقل سے بھی دریافت کر سکتا ہے اور لطف یہ کہ صالحین کے مقابلہ میں دون ذلک اشارہ تہذیبانہ الفاظ میں کر دیا تاکہ ان بدکاروں کو صریح نہ معلوم ہو اب منا المسلمون ومنا القاسطون میں عہد نبوت کا ذکر ہے اور بدکاروں کی بدی جہنم سے بچنے کیلئے صاف صاف بیان کرنیکی ضرورت پڑی ف۲ قسط عدل مگر جب اسکا استعمال ثلاثی مجرد سے ہو گا تو اسکے معنی ظلم کے ہونگے اور جب باب افعال میں لائینگے تو انصاف و عدل کے معنی پیدا ہونگے اسلئے قاسط ظالم مقسط عادل نیک ف۳ یہانتک ان جنوں کی گفتگو تمام ہو گئی اب بعد کا قصہ بیان نہیں فرمایا کہ قوم ایمان لائے یا نہیں احادیث سے ثابت ہے کہ لائے اور جلیہ نصیبین کفار مکہ پر تعریض ہے ٭

ف۱ اسلئے کہ جن جنکو تم پوجتے ہو جب انکا یہ حال اور یہ مقال ہے تو تم انکے گھمنڈ اور بیجا زوروں پر کیوں تکیہ کرکے گمراہی میں پڑے ہو اور انکو پکارتے ہو اور پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے توحید کا لباس نہیں پہنتے ۱۲ منہ

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ

اور یہ بھی (کہ میری طرف وحی کیا گیا) کہ اگر وہ (اہل مکہ) سیدھے رستے پر چلتے تو ہم انکو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے تاکہ اس (فراخی میں) انکا امتحان کریں

ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ

اور جس نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا تو وہ اسکو عذاب سخت میں پھنسا دیگا اور یہ بھی وحی کیا گیا کہ سجدہ اللہ ہی کیلئے ہے پھر اللہ کیساتھ کسی کو نہ پکارو

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۚ

اور یہ بھی کہ جب اللہ کا بندہ (نبی) اسکو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اسپر پیلما کرنے لگتے ہیں

ترکیب وان لو استقاموا قرء الجمہور بکسر الواو من لو لالتقاء الساکنین وقری بضمہا تشبیہا بواو الضمیر وہذا معطوف علی جملۃ انہ استمع فیکون من جملۃ الموحی الیہ ولیس من قول الجن والتقدیر اوحی الی انہ استمع وان لو استقاموا فیکون ہذا ہو النوع الثانی مما اوحی الیہ وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہ ضمیر الشان محذوف ای انہ والشرط والجزاء الجملۃ خبر ان یسلکہ مجزوم علی انہ جواب الشرط ای من یعرض یسلکہ ای یدخلہ یقال سلکہ واسلکہ وقیل الجار محذوف ای فی عذاب والصعد مصدر یقال صعدا وصعودا وصف بہ العذاب لانہ یصعد طاقۃ المعذب ای یعلوہ ویغلبہ وان المساجد معطوف علی ان لو استقاموا من جملۃ الموحی الیہ ہو النوع الثالث والمساجد علی قول الاکثرین المواضع التی بنیت للصلوۃ وذکر اللہ ویدخل فیہ الکنائس والبیع ومساجد المسلمین وقال الحسن البقاع کلہا وقیل الجوارح والاعضاء التی یسجد علیہا العبد وہی القدمان والرکبتان والیدان والجبہۃ والالف فعلی ہذا ہی جمع مسجد بکسر المیم وہو موضع السجود وقال الحسن ایضا المساجد ہی الصلوات فعلی ہذا جمع مسجد بفتح الجیم مصدر بمعنی السجود وانہ لما قام معطوف علی وان المساجد ہو النوع الرابع من الموحی الیہ یدعوہ الجملۃ حال من فاعل قام ای قام موحدا للہ کادوا الجملۃ جواب لما لبدا جمع لبدۃ وہو ما تلبد بعضہ علی بعض ای ازدحم بعضہ علی بعض ومنہ اللبود التی تفرش ویقال لبدۃ الاسد لما تلبد من الشعر بین کتفیہ وقری لبدا بضم اللام وقری لبدا جمع لابد کمسجد فی ساجد وقری بضم اللام والباء جمع لبود کصبر فی صبور (کبیر)

تفسیر جنوں کا کلام نقل کر کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے طور پر بتلایا گیا تھا اتین اور باتیں ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم لوگوں سے کہدے کہ جسطرح مجھے جنوں کا کلام وحی کے طور پر بتلایا گیا یہ باتیں اور بھی وحی کی گئیں

ازانجملہ یہ کہ (۱) وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینٰہم ماء غدقا لنفتنہم فیہ ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا کہ اگر لوگ سیدھے رستے پر قائم رہیں تو ہم ان کو بہت پانی پلائیں یعنی مال و اولاد کھیتی باڑی تندرستی عافیت عطا کریں (اسکو ماء غدق سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے) اور جو ہماری یاد سے منہ موڑے گا ہم سے توڑ کر شیطان سے جوڑیگا تو ہم اسکو سخت عذاب میں داخل کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس جملہ میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ جن و انس طاعت الٰہی اور نیک چلنی پر مامور ہیں نیکی کی جزاء بدی کی سزا پاتے ہیں پھر انمیں شان معبودیت کیا ہے اور ان کی پرستش محض بیجا ہے استقاموا کے جملے میں بعض مفسرین کہتے ہیں جنوں کی طرف ضمیر پھرتی ہے اسلئے کہ انہیں کا ذکر چلا آتا ہے اور انہیں کی حقیقت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ اے مشرکین تمہارے معبود خود مامور و محکوم ہیں بعض کہتے ہیں آدمیوں کی طرف اس لئے کہ اہل مکہ اس وقت سات برس کے قحط میں مبتلا تھے پانی اور رزق کی تنگی سے جان لبوں پر آرہی تھی ان کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ تمہاری بت پرستی اور جنوں سے

مدحانگنے اور بدکاری کا نتیجہ بد ہے اگر تم راستی اختیار کرتے اور ہمارے آگے جھکتے تو ہم تمکو بہت پانی پلاتے اور ارزانی کرتے لیکن یہ بھی تمہاری آزمائش کے لئے کہ شکریہ کرو نہ کہ اترا و سرکشی کرو۔

ربیع بن انس اور زید بن اسلم اور ابن کیسان وغیرہ کہتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار اگر اپنے اس طریقہ کفر پر رہتے جیسے کہ ہیں اور سب کفار ہوتے تو ان کی آزمائش کے لئے دنیا میں ان کو فراخدستی دیتا اور پھر آخرت میں عذاب دیتا اور دلیل ان کی یہ آیت ہے فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء وقوله لولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة الآیة اور لنفتنهم فیه قرینہ ہے دوسری بات جو وحی کی گئی یہ ہے وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا کہ سب عبادت گاہیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اس کے سوا ان میں اور کوئی پکارے جانے کا مستحق نہیں اسی کو پکارو مساجد کے کئی معنی ہیں ایک تو مسجد میں عبادت گاہیں گرجا کنیسہ مسجد اہل اسلام سب کو شامل ہے یعنی دنیا میں کوئی عبادتخانہ اس کے سوا اور اس کے لئے نہ ہونا چاہئے (۲) سعید بن جبیر کہتے ہیں جنوں نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ کس طرح سے مسجد میں آکر نماز میں شریک ہوا کریں حالانکہ ہم دور دراز رہتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر جگہ اسکے لئے عبادت ہو سکتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تمام زمین میرے لئے عبادت گاہ بنائی گئی کسی خاص جگہ پر منحصر نہیں۔

(۳) سعید بن مسیب کہتے ہیں مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جو سجدے میں کام آتے ہیں ہاتھ پاؤں پیشانی ناک گھٹنے کہ یہ نعمت الٰہی ہیں اور کے لئے نہ جھکنے چاہئیں (۴) بعض کہتے ہیں مساجد سے مراد سجدے ہیں کہ سجدہ اسکے سوا اور کسی کیلئے نہ ہونا چاہئے بعض کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ مساجد خاص عبادت کیلئے اور کام وہاں نہ ہونے چاہئیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی مسجد میں گم شدہ چیز کو ڈھونڈنے آوے تو کہدو کہ خدا کرے نہ ملے کس لئے کہ مساجد اس کام کیلئے نہیں بنائی گئیں۔ ہر ایک معنی آیت میں سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

تیسری بات وانه لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا کہ جب اللہ کا بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسپر اژدحام کر لیتے ہیں کون اژدحام کر لیتے ہیں اور کس لئے؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کفار مکہ جب آپ کو اللہ کی عبادت کرتے اور اسی کو پکارتے دیکھتے تو گرداگرد جمع ہو کر تمسخر کرتے تھے اس بات کو خدا تعالیٰ اپنے نبی کو کفار سے سنواتا ہے کہ یہ کیسی بات ہے اوروں کی عبادت کرنیوالے پر تو یہ اژدحام اور تمسخر نہ ہو اور ہماری عبادت کرنیوالے کیلئے یہ ہو یہ بہت نازیبا اور ناحق شناسی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ جب ہمارا بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پکارنے قرآن سنانے جنوں کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسکے سننے کیلئے ہر طرف سے آکر اژدحام کر لیتے ہیں جیسا اس رات کو ہوا کہ جس رات آپ مکہ سے باہر عبداللہ بن مسعود کو لیکر جنوں کو قرآن سکھانے گئے تھے مگر اے قریش تم پر افسوس ہے کہ تم قرآن سننے سے بھاگتے ہو۔ لبدا کو جمہور بکسر اللام وفتح الباء پڑھتے ہیں اور بعض نے لام کے ضمہ اور باء کے فتح سے پڑھا ہے لُبَدا اور بضم لام و تشدید بائے مفتوحہ بھی پڑھا ہے۔ پہلی قراءۃ پر وہی معنی ہیں اور دوسری لبد کے معنی بہت کے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اہلکت مالا لبدا کہ بہت ہو جاتے تھے۔

مجاہد کہتے ہیں اس کے معنی ہیں جماعتوں کے کہ جماعت پر جماعت آکر گھیرتی ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ

کہدو میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا کہدو نہ میرے ہاتھ میں تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا کہدو مجھکو میرے اللہ

لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۝ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

سے کوئی نہ بچا سکیگا اور نہ مجھے اسکے سوا پناہ ملیگی مگر اللہ کا پیغام اور اسکا حکم پہنچانا ہے

رِسٰلٰتِهٖ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝

اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا تو اسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ سدا رہا کرے گا

ترکیب قل قرء العامۃ علی الحکایۃ ای قال حملوا ذلک علی ان القوم لما قالوا ذلک اجابہم النبی صلعم بقولہ انما ادعوا ربی فحکی اللہ عنہ ذلک بقولہ قال اویکون ذلک من مقولات الجن وقرء عاصم وحمزۃ قل بصیغۃ الامر لیکون موافقا لما بعدہ وہو قولہ قل انی لا املک ملتحدا الاظہر والاقوی ملتحدا الملجئ وحاصلہا مثل السرب الذاہب فی الارض فی القاموس الحد الیہ مال وفی المصباح الملتحد بالفتح اسم الموضع وہو الملجئ الا بلاغا قال الفراء استثناء من قولہ لا املک فان التبلیغ ارشاد والفرع وقولہ قل انی لن یجیرنی الخ جملۃ معترضۃ وقعت فی البین لتاکید لفی الاستطاعۃ عنہ وبیان عجزہ وقیل الا ہہنا لیست کلمۃ الاستثناء بل معناہ ان لا ومعناہ ان لا ابلغ بلاغا لم اجد من دونہ ملتحدا فما قبلہ دلیل الجواب کلام یدل علی جواب الشرط وعلی ہذا من اللہ لیس صلۃ للتبلیغ لان صلتہ یکون لعن کقولہ علیہ السلام بلغوا عنی وکآیۃ انما ہی بمنزلۃ من فی قولہ براءۃ من اللہ ومعناہ بلاغا کائنا من اللہ ورسالتہ عطف علی بلاغا کانہ قال لا املک لکم الا التبلیغ والرسالات خالدین حال من ضمیر من والجمع لرعایۃ المعنی من والمعنی یدخلونہا مقدار خلودہم ۔

تفسیر کفار مکہ جب آپ کے ارد گرد قرآن پڑھنے اور خالص اللہ کو پکارنے میں جمگھٹا کرتے تھے تو یہ بھی کہتے تھے کہ اے محمد تو اس بات سے باز آ اور ہمارے آلکی ہجو نہ کر ان کی پرستش سے منہ موڑ وہ نفع و ضرر کے مالک ہیں پھر آپ میں بھی یہ بات ہے؟ اور ہمارے معبود آپ کو مصائب سے پناہ دیں گے اسکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ قل ان کافروں سے کہدے انما ادعوا ربی میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور آئندہ بھی اسی کو پکارونگا ولا اشرک بہ احدا اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرونگا۔ تمہارے معبود خواہ روحانیات ملائکہ ہوں یا جن ہوں خواہ اسکے برگزیدہ لوگ ہوں کسی کو بھی اس کی خدائی میں کچھ بھی دخل نہیں وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اسکے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ اسکے حکم بغیر نفع و ضرر دے سکتا ہے باوجودیکہ نبی مرسل ہوں اور مراتب قرب میں اس نے میرے لئے اعلیٰ مرتبہ تجویز کیا ہے مگر میں بھی تمہارے ضرر اور گمراہی اور رہنمائی کا مالک نہیں کہ جسکے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور رہا تو ں کا تو ذکر کیا ہے۔ ہاں میرے سبب سے وہ خود جس کو چاہتا ہے گمراہی اور ہدایت دیتا ہے اور اسی لئے دنیا میں مجھے بھیجا ہے اور یہ بھی کہدے قل انی لن یجیرنی من اللہ احد کہ اگر میں اسکی نافرمانی کروں اور مجھپر کوئی مصیبت آئے تو خود مجھے اسکے سوا پناہ نہیں پھر تمہارے معبود تو کیا پناہ دیں گے جنکے بھروسہ پر تم گمراہی میں پڑے ہو الغرض میں بھی بشر ہوں اور جمیع مخلوقات خواہ وہ کوئی کیوں نہو اس کی ذات و صفات اور قدرت اور الوہیت میں شریک نہیں اور جس قدر دنیا میں ہدایت کے لئے اس نے رسول بھیجے ہیں کسی چیز کے مالک نہیں کئے گئے الا بلاغا من اللہ و رسالاتہ مگر اللہ کے پیغام و احکام پہنچانے کے ہاں یہ اختیار ان کو دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نبوت تبلیغ من اللہ ہے الوہیت میں نبی کو کوئی شرکت نہیں اس کی ذات پاک سب سے ممتاز ہے بعض مفسرین نے الا بلاغا و ملتحدا کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اگر میں حکم پہنچانے میں کوئی کمی کروں تو مجھے اس کے عذاب سے بچنے کیلئے کوئی پناہ نہ ملے پھر احکام پہنچانے کے بعد جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا کفر و بت پرستی سے باز نہ آئیگا ابد جہنم میں

منزل

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا

یہانتک کہ جبتک وہ اس عذاب کو نہ دیکھ لیں گے کہ جسکا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تب بہت جلد معلوم کر لینگے کہ کس کی مددگار کمزور ہے اور گنتی میں کم ہے؟ تو کہدے کہ مجھے خبر

تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ

نہیں جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا اسکے لئے میرا رب کوئی مدت ٹھیراتا ہے وہ غیب جاننے والا ہے اپنے غیب کی باتوں پر کسی کو واقف نہیں کیا کرتا مگر جسے

يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ع ١٥ ١٧

پسند کیا یہ رسول کو پھر اسکے آگے اور پیچھے پاسبان مقرر کردیتا ہے (کہ شیطان آمیزش نہ کرنے پائے) تاکہ جان لے کہ رسولوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ نے تمام کا [illegible]

ترکیب۔ حتیٰ الشئی الذی جعل مابعد حتیٰ غایۃ لہ فیہ قولان (الاول) انہ متعلق بقولہ یکونون علیہ لبدا والتقدیر انہم یتظاہرون علیہ بالعداوۃ حتیٰ اذا راوا ما یوعدون من یوم بدر او فتح مبین او یوم القیامۃ او وقت الموت فحینئذ یعلمون من ہو اضعف ناصرا واقل عددا والثانی انہ متعلق بمحذوف کانہ قیل الکفار لایزالون علی ما ہم علیہ حتیٰ اذا کان کذا وکذا کان کذا ونظیرہ ہذہ الآیۃ آیۃ فی سورۃ مریم وہی حتیٰ اذا راوا ما یوعدون اما العذاب واما الساعۃ اذا شرطیۃ فسیعلمون جوابہا ویفہم من کلام القرطبی ان حتیٰ لمجرد الابتداء من غیر ملاحظۃ معنی الغایۃ فتکون جملۃ مستقلۃ بالاستفادۃ۔ عالم الغیب خبر مبتدا محذوف ای ہو والجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من عدم الدرایۃ والفاء لترتیب عدم الاظہار علی تفردہ تعالیٰ بالعلم الغیب علی الاطلاق الاستثناء من احدا من رسول بیان لمن فانہ تقریر وتحقیق للاظہار المستفاد من الاستثناء وبیان لکیفیتہ ای فانہ یسلک من جمیع جوانب الرسول علیہ السلام عند اظہارہ علی غیبہ حرسا من الملائکۃ یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما اظہرہ علیہ من الغیوب لیعلم متعلق بیسلک غایۃ لہ من حیث انہ مترتب علی الابلاغ المترتب علیہ اذ المراد بہ العلم المتعلق بالابلاغ الموجود بالفعل وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف وہو ضمیر الشان والجملۃ خبرہا واحاط الخ الجملۃ فی محل النصب علی الحال من فاعل یسلک باضمار قد او بغیرہ واحصیٰ معطوف علی احاط عددا انتصابہ علی التمیز محولا من المفعول بہ ویجوز ان یکون علی المصدریۃ واللہ اعلم۔

تفسیر ان نصائح ودلائل کے بعد بھی کفار مکہ سرکشی اور پیغمبر خدا صلعم کی توہین اور انکے اردگرد جاہلانہ ہجوم کرنے سے باز نہ آتے تھے اور مسلمانوں کی تھوڑی جماعت پر نظر کرکے اپنی قوت و شوکت کا گھمنڈ کرکے طرح طرح سے آنحضرت صلعم اور ایمانداروں کو ایذائیں دیتے تھے اسلئے ایمانداروں کی تسلی اور کفار کی تنبیہ کیلئے یہ فرمادیا گیا حتیٰ اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا واقل عددا کہ یہ لوگ جبتک نہیں مانینگے کہ انکو وہ چیزیں نہ دکھائی جاویں کہ جنکا انسے وعدہ ہوا ہے دنیا کی قتل و مغلوب ہونا یا مرنیکے بعد عذاب اور مصائب کا دیکھنا یا قیامت جنکا آنحضرت صلعم نے من اللہ بارہا ان سے وعدہ کیا تھا پھر جب چیزیں دیکھ لیں گے انہیں آپ ہی معلوم ہوجائیگا کہ کسکی مدد کم اور قلیل ہے؟ اسوقت انکی آنکھیں کھل جائیں گی مگر کیا فائدہ ہوگا توبہ اور ایمان لانیکا وقت باقی نہ رہیگا اسکو سنکر کفار مکہ تمسخر کی راہ سے کہنے لگے کہ ان چیزوں کا کہ جنکا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں یعنی عذاب و مصائب کون وقت ہے۔ اور ٹھیک وقت بتلائے یہ سوال محض جاہلانہ اور گستاخانہ ہے بس ہے کہ جب آنیوالی مصیبت یقینی ہو تو اسکے وقت دریافت کرلینے کیا فائدہ بلکہ اس سے بچنے کی تدبیر میں مصروف ہونا دلیل سعادت ہے اسلئے وقت نہ بتلایا گیا جو اس سے پہلے ان کے نڈر ہونیکا باعث تھا۔ بلکہ اپنے نبی کو یہ کہدیا کہ قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا کہ انسے کہدے مجھے معلوم نہیں کہ اسکا وقت بہت قریب ہے یا میرا رب اسکو دیر میں بھیجیگا یہ جواب سعادتمندوں کیلئے نہایت مستعدی اور سرگرمی کا باعث ہے اسکے بعد فرماتا ہے عالم الغیب وہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے ہر آئندہ آنیوالی بات کا وقت اسی کو ٹھیک ٹھیک معلوم ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا اس لئے کہ وہ اپنے غیب پر کسی کو واقف نہیں کرتا کیونکہ یہ اسی کا خاصہ ہے

الا من ارتضیٰ من رسول مگر جس پسندیدہ اور برگزیدہ رسول کو چاہتا ہے واقف کر دیتا ہے اور اس کو بھی اس احتیاط اور محافظت
سے واقف کرتا ہے کہ فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے یا اس غیب کی بات کے آگے
اور پیچھے ملائکہ کی ایک چوکی مقرر کرتا ہے جو اس کو شیاطین کے لے اچکنے سے بچاتے ہیں۔ یعنی خداوندی غیب کا خریطہ جب رسول
کے پاس آتا ہے تو اس کے آگے اور پیچھے فرشتوں کے باڈی گارڈ کا ایک دستہ ہوتا ہے تاکہ کوئی شیطان و جن اس غیب کی بات
سے کچھ واقف نہ ہو جائے وہ ملائکہ شیاطین کو مار کر بھگا دیتے ہیں اور یہ کس لئے کہ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم تاکہ خدا تعالیٰ
معلوم کر لے کہ فرشتوں نے رسول تک بحافظت اس کے احکام پہونچا دیئے ؛

ف خدا تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے مگر شئے کے ظہور کے بعد جو علم کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے علم تفصیلی مراد ہوتا ہے جو بعد
وجود اشیاء ہوتا ہے) یا یعنی کہ محمد صلعم کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتوں نے اللہ کے پیغام بحفاظت پہنچائے ہیں (سعید بن جبیر) یا یہ
معنی کہ رسولوں کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتوں نے احکام و پیغام پہنچا دئے اس تقدیر پر لیعلم کا فاعل اللہ۔ یا محمد۔ یا رسل ہیں
بعض کہتے ہیں اسکا فاعل کل واحد۔ وابلیس و جن بھی ہو سکتا ہے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جاوے یا ابلیس کو معلوم ہو جاوے
یا جنوں کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتوں نے وہ غیب بحافظت پہونچا دیا اور ابلغوا کا فاعل ان چھ صورتوں میں فرشتے ہیں
اب ان چھ صورتوں میں ابلغوا کا فاعل رسولوں کو قرار دیا جائے تو یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تاکہ اللہ کو معلوم ہو جاوے کہ رسولوں
نے اللہ کے پیغام جو ان کے پاس خزانہ غیب سے آئے تھے اور ان میں کچھ چوری نہیں ہوئی تھی بحفاظت لوگوں کو پہنچا دیا یہ کہ
محمد صلعم کو معلوم ہو کہ اگلے رسولوں نے جو اللہ کے احکام و پیغام پہنچائے وہ ٹھیک ٹھیک پہونچائے یا لوگوں کو معلوم ہو
وقس علیٰ ہذا۔ یہ بارہ [illegible] احتمال ہیں ہر ایک کی طرف ایک ایک مفسر گیا ہے لیکن اول اقویٰ ہے ؛
اس کے بعد فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کی چوکی معین کرنا اور بحفاظت اس غیب کا رسولوں تک پہنچنا ایک عادت اللہ کے موافق ہے
ورنہ واحاط بما لدیہم اسکے احاطہ علمی میں ہے جو کچھ بندوں کے پاس ہے کوئی بات اسکے علم سے باہر نہیں اور علم بھی کیسا علم ہے واحصیٰ کل شیء عددا
اسنے ہر ایک چیز کو گن رکھا ہے دریا کے قطرے ریگستان کے ذرے درختوں کے پتے ہر ایک کی گنتی اور تعداد اسکو معلوم ہے یہ کمال احاطہ علمی کی علامت ہے

علم غیب کی تحقیق اور اس کے اقسام

ف غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں اب یہ پوشیدگی کئی قسم کی ہے (اوّل) اضافی کہ ایک چیز ہمارے سامنے ہے اور جو کوس دو کوس قسم اول
دور ہے اس سے غائب اور غیب ہے یہاں تک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزیں اگر ایک سے غیب میں ہیں تو دوسرے کے نزدیک
موجود ہیں کیا اس قسم کا غیب بھی خاصہ خدا ہے؟ عقل صافی فوراً کہدیگی کہ ہرگز نہیں کس لئے کہ یہ غیب مطلق نہیں بلکہ من
وجہ مشہود ہے اس کو ایک جانتا ہے تو دوسرا نہیں جانتا۔ جن اکثر اسی قسم کے غیب کو کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے
اور اب بھی بیان کر دیں تو کچھ بات نہیں (دوم) عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم مثالی کی چیزیں عام ہے کہ وہ ابھی اس عالم قسم دوم
میں نہیں آئی ہیں بلکہ آنیوالی ہیں یا گزر چلی گئی ہیں نہ اب وہ ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ ان کانوں سے سنی جا سکتی ہیں
نہ ان ہاتھوں سے ٹٹولی جا سکتی ہیں نہ ناک سے سونگھی جا سکتی ہیں نہ زبان سے چکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کا غیب اول غیب سے بلند ہے
مگر یہ بھی غیب مطلق نہیں جسکو غیب الغیب کہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں عالم ملکوت کے لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے
کہ کبھی روح خواب میں جبکہ اسکو کثافت جسمانیہ سے نورانیت حاصل ہوتی ہے تو ان چیزوں میں سے بعض یا کل کو دریافت کر
لیتی ہے اور اسی طرح اہل کشف صادق بحالت بیداری اپنی روحانی تجلی میں دریافت کر لیتے ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء
کرام چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کسوف ہے جس میں روایت ہے کہ نبی صلعم کو نماز میں اس عالم غیب کی چیزیں دکھائی گئیں اور اسلئے اشراقی اور

اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض چیزوں سے واقف ہو جاتے ہیں اور کاہن اور رمال جفار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد سے کچھ اڑتی ہوئی بات معلوم کر کے اپنی قوت متوہمہ سے ایک قالب میں ڈھالتے ہیں مگر خود ان قواعد کی غلطی یا ان سے استنباط کی لغزش اور اسی طرح خواب ہر کاشفہ میں قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبے کو ظن کے مرتبے میں کر دیتی ہے یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام کے اور جسقدر طریقے ہیں علی قدر مراتب انمیں غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے اس لئے ان کے جاننے کو علم بمعنی یقین نہیں کہہ سکتے پس اس قسم کا غیب بھی اس کی طرف سے خاص حضرات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے جسکی یہ احتیاط کیجاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرہ رہتا ہے تاکہ شیاطین اور قوت فکریہ وقوت وہمیہ دخیالیہ آگے سے اور عادات وطبائع سلامتہ سے اس میں کچھ بھی دست اندازی نہ کر سکیں اور بعد کی جو کی سے علوم محض دنہ وعادات واخلاق متروکہ اس میں آمیزش کرنے نہیں پاتے رمالوں جفاروں نجومیوں کاہنوں وغیرہ کے غیب میں تو ہزاروں من کوڑا کرکٹ ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے ہر کاشفات میں بھی یہ محافظت نہیں ہوتی قوی متوہمہ ومتخیلہ کی آمیزش سے امن نہیں اسلئے انکو بھی آخر الامر کتاب وسنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو اقسام وحی کے ہیں بعد اسی لئے اور مکلفین کو بھی ان کے الہامات کا پابند نہیں کیا گیا اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھیرائے گئے۔ یہ بات خاص الہام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے کہ جن کے حاصل ہونے سے پہلے بھی حفاظت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت ان کے قوے کو معطل کر دیا جاتا ہے اور بعد میں بھی حفاظت ہوتی ہے یہ اسلئے کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب ہی کے پیغام واحکام پہنچائے اور اس میں کچھ آمیزش اور کمی زیادتی تبدیل وتغییر نہیں ہوئی۔

تیسری قسم غیب الغیب اور غیب مطلق جسکو حق سبحانہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر اس کی بھی کئی قسمیں ہیں بعض وہ ہیں کہ جن کے جاننے کی کسی ممکن میں قدرت ہی نہیں اور یہ ایک بے انتہا غیب ہے لا یعلمہ الا ہو اور بعض ایسی بھی ہیں جنکو ملائکہ مقربین وحاملان عرش تو جان سکتے ہیں مگر نہیں بتلائی جاتیں اور بعض ایسی ہیں کہ کبھی کبھی بتلائی بھی جاتی ہیں اور جب بتلائی جاتی ہیں تو عالم ملکوت میں ایک ہیبت اور دہشت ہوتی ہے جس سے مقربین ماتحت کے ملائکہ سے پوچھتے ہیں اور علیٰ غیبہ میں اضافت اسی غیب کی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ غیب من وجہ کیطرف۔

ف من ارتضیٰ من رسول سے کیا سب رسول مراد ہیں؟ جمہور اسی کے قائل ہیں کسلئے کہ من رسول میں من بیانیہ ہے نہ تبعیضیہ پھر کیا اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص مراد ہیں یا ملائکہ بھی؟ جمہور کے نزدیک ملائکہ بھی رسول ہیں جیسا کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں اور انکو اور ملائکہ پر فوقیت ہے معتزلہ اس سے ابطال کرامات اولیاء اللہ پر استدلال کرتے ہیں کہ وہ کسی آئندہ آنیوالے واقعہ کی خبر بطور پیشین گوئی نہیں دے سکتے مگر یہ انکی غلط فہمی ہے کس لئے کہ غیبہ یعنے اپنے غیب پر بجز رسول کے اور کسی کو مطلع نہیں کرتا اسطرح سے کہ اس میں کسی قسم کا اشتباہ واقع نہ ہو اور اسی کو اظہار غیب کہتے ہیں اس سے اسکی نفی نہیں ہوتی کہ قسم اول ودوم کے بعض غیوب کا بطریق ظن کسی پر اظہار کیا جائے جسکو اظہار الغیب کہتے ہیں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ غیبہ سے مراد صرف قیامت کی خبر لیتے ہیں اس اعتراض سے اور ان شبہات سے بچنے کے لئے کہ بعض غیب کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہیں۔

ف رسول اللہ صلعم نے ان غیب کی باتوں کو جو بذریعہ الہام ووحی آپ کو خدا پاک نے بتائی تھیں اپنی امت کو بتایا اسلئے بہت سے صحابہ کو آئندہ آنیوالے واقعات بتائے جیسا کہ احادیث صحاح سے ثابت ہے پھر ان مغیبات کا انحصار رسول پر نہ ہوا بلکہ افراد امت میں بھی اس سے مطلع ہوئے اسکا جواب یہ ہے کہ لوگوں کو علم تصدیق نبوت سے حاصل ہوا یہ علم استدلالی ہے نہ کہ غیب پر مطلع ہونے سے اسلئے انحصار صحیح ہوا ۱۲ منہ

سورۂ مزمل مکیہ ہے اسمیں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ بیس آیات اور دو رکوع ہیں

یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا ۙ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ اِنَّا

اے چادر اوڑھنے والے رات کو اٹھا کرو (تمام رات) بلکہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیا کرو یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ہم

سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ؕ

عنقریب آپ پر ایک بھاری بات (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا خوب زیر کرتا ہے اور بات کرنے (یعنی دعا) میں بھی مناسب تر ہے بیشک دن میں آپکے

وَ اذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا

لئے بڑے مشغلے رہتے ہیں اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی طرف آ رہو (کیونکہ) وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے جسکے سوا کوئی بھی معبود نہیں پھر اسی کو کارساز بنا رکھو

ترکیب۔ المزمل اصلہ المتزمل او غمت التاء فی الزاء والتزمل التلفف فی الثوب الا قلیلا ہو استثناء من اللیل اے صل اللیل کلہ الا یسیرا منہ وما دون النصف القلیل والمراد بہا الثلث نصفہ فی انتصابہ وجہان (الاول) ہو بدل من اللیل بدل البعض الا قلیلا استثناء من النصف (والثانی) ہو بدل من قلیلا وقلتہ بالنظر الی الکل وہذا اقوی و الضمیر فی منہ وعلیہ یرجع الی النصف ہی اشد الخ خبر ان وطأ تمییز من اشد بکسر الواو بمعنی مواطاۃ وبفتحہا ہو اسم للمصدر واقوم معطوف علی اشد وقیلا بمعنی قولا تمییز منہ سبحا شغلا وتصرفا اسم ان لک فی النہار خبرہا رب المشرق بالجر علی البدل وبالنصب باضمار اعنی او بفعل یفسرہ فاتخذہ بالرفع علی انہ خبر مبتدا محذوف ای ہو او مبتدا خبرہ لا الٰہ الا ہو۔

تفسیر۔ یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی بیہقی اور ابن مردویہ وغیرہ محدثین نے ابن عباسؓ و ابن زبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکہ ہی میں نازل ہوئی۔

شان نزول

اس کی شان نزول میں بزار و طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے دلائل میں یوں نقل کیا ہے کہ دار الندوہ[۵] میں قریش جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ اسکا یعنی نبی صلعم کا کوئی نام تجویز کرو کہ لوگوں کو رد کا جائے بعض نے کہا کاہن بعض نے کہا کاہن نہیں مجنوں کہو بعض نے کہا یہ مجنون نہیں اس کو ساحر کہو بعض نے کہا یہ جادوگر بھی نہیں اسکے بعد قریش اٹھ گئے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی آپ غمگین ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر کہ اے جھرمٹ مارے ہوئے کھڑا ہو رات کو نماز پڑھا کر ان کی باتوں سے رنج نہ کر ہم سمجھ لیں گے ذرا مہلت دے ہمارے پاس انکے لئے عذاب الیم تیار رکھا ہے ان سے منہ موڑ اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اسی کو اپنا کارساز بنا +

ربط

اور ربط اس سورۃ کا سورۂ جن سے یہ ہے کہ سورۂ جن میں بتلایا گیا تھا کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے وہی جسقدر چاہتا ہے اپنے رسول کو عطا کرتا ہے۔ اب اس سورہ مزمل میں اپنے رسول کو علم غیب حاصل کرنیکی قابلیت پیدا کرنا سکھایا۔ وہ کیا رات میں حق سبحانہ کی عبادت کرنا جس میں انسان لوگوں سے غائب ہو کر باطمینان قلبی

[۵] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بڑا شوق تھا مگر خدا پاک جسم کی محافظت رکھنے کے لئے آپ کو تمام رات کے جاگنے سے روکتا ہے ۱۲ منہ [۲] قریش کے مشورہ کرنیکا مکان بلحوہ یال ۱۲ منہ

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝

اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور عمدگی سے چھوڑ دو اور سکو جھٹلانیوالے دولتمندوں کو (اپنی حالت پر) چھوڑ دو اور انکو تھوڑے مہلت دو

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ

کس لئے کہ ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم اور گلا گھونٹنے والا کھانا اور سخت عذاب (موجود) ہے جبدن کہ زمین اور پہاڑ لرزیں

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝

اور پہاڑ بھربھرے ریت کا ٹیلا ہو جاویں (آپس میں ٹکرا کر)

ترکیب۔ والمکذبین عطف علی المفعول او مفعول معہ اولی النعمۃ صفۃ للمکذبین او بیان او بدل قلیلا زمانا قلیلا یوم ظرف لما فی لدینا من معنی الفعل وقیل لعذاب واصل مھیلا مھیول فحذف الواو عند سیبویہ وسکنت الیاء وقیل قلبت الواو یاء۔

تفسیر۔ بلا شور و شغب پورا پورا متوجہ ہونے کا موقع ملتا ہے کس لئے کہ جس نے جو کچھ پایا شب بیداری میں پایا زبانی لاف زنی اس راہ میں کار آمد نہیں (۲) اور نیز یہ بھی تنبلایا جاتا ہے کہ جن آدمیوں سے غائب ہیں پھر قرآن سنکر ہدایت پر آگئے عبادت کرنے لگے آپ ان کے رسول اور ہادی ہیں آپکو بھی رات میں عبادت کرنا چاہیئے کہ اسوقت آدمی حاضر نہیں ہوتے اور ان سے غیبوبت حاصل ہوتی ہے تاکہ عالم غیب آپ پر منکشف ہو اور (۳) قرآن شب میں پڑھنے کا حکم دیا تاکہ دن میں لوگ فیضیاب ہوتے ہیں تو شب میں جن وغیرہ عالم غیب کے لوگ بہرہ ور ہوں کس لئے کہ آپ نبی الثقلین ہیں ظہور کا وقت جو دن ہے عالم ظہور کے لوگوں کیلئے یعنی آدمیوں کیلئے اور مخفی لوگوں کیلئے مخفی شب کا وقت دیا گیا (۴) اور یہ بھی ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار دن میں آپ پر یورش کرتے تھے جیسا کہ فرمایا تھا وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا اسلئے مشغولی بحق کیلئے رات کا وقت مقرر کیا گیا جسمیں عبادت و تلاوت کی حلاوت بخوبی حاصل ہو سکے اور لوگوں کے شور و شغب سے انتشار خاطر نہ ہو اسکے سوا مضامین و الفاظ میں بہت کچھ مناسبت ہے اور چونکہ سر سورہ پر مزمل کا لفظ تھا اس لئے اس کا نام سورۂ مزمل ہوا۔

مزمل عرب میں سے کہتے ہیں جو چادر میں لپٹا ہو یا چادرہ اوڑھے ہو آنحضرت صلعم کے پاس چودہ ہاتھ کا لمبا ایک کمبل تھا تہجد کی نماز اور تلاوت کیلئے جب اٹھتے تو اسی کو اوڑھ لیتے تھے تاکہ نماز میں اٹھنے بیٹھنے میں حرج نہو وضو آسان ہو اور سترہ کی محافظت ہو اور نیز اس قسم کی چادر اوڑھنا یا لپیٹ لینا کفن لپیٹنے کی طرف اشارہ ہے تاکہ نفس ہر وقت موت سے آگاہ رہے اور رات کی اندھیری قبر کی اندھیری اور دنیا کے عدم کی ظلمت سے مشابہت رکھتی ہے اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس قسم کا کپڑا اوڑھتے تھے خصوصاً حضرت ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ہمیشہ سے صلحاء کا یہ لباس رہا ہے اور اسی لئے فقراء میں خرقہ پوشی ایک سنت چلی آتی ہے اور یہ لباس اس بات کی علامت ہے اس خرقہ اوڑھنے والے نے ترک دنیا و عبادت مولیٰ کا التزام کر لیا ہے جیسا کہ وردی سپاہیوں کی علامت ہے اس خرقہ کے لئے سات شرطیں ہیں (۱) شب بیداری و نماز تہجد و تلاوت قرآن (۲) دن میں اوقات کو یاد الٰہی میں مصروف رکھنا (۳) ہمیشہ ذاکر رہنا (۴) ترک و تجرید (۵) توکل و اعتماد بر کارسازی خالق (۶) خلق کی جفا و ظلم پر صبر کرنا (۷) اہل دنیا کی صحبت ترک کرنا اور اسکے ساتھ انکی خیر خواہی سے بھی غافل نہ رہنا۔ جسمیں یہ سات باتیں ہوں اسپر یہ خرقہ زیبا ہے اور اسی لئے اس خرقہ کی شرط بجا لانیکی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مزمل کا خطاب عطا ہوا جو بڑا پیارا خطاب ہے جس سے یہ

ثابت ہوتا ہے کہ یہ ادا حضرت حق کو پسند آگئی تھی اس لیے فرماتا ہے یا ایہا المزمل کہ اے چادر اوڑھے ہوئے اس چادر ریاضت کا حق بجا لا قم اللیل رات بھر نماز و تلاوت کیلئے قائم و مستعد و سرگرم رہ۔ عکرمہ کہتے ہیں مزمل کے معنی ظاہری چادر اوڑھنے والے ہی کے نہیں بلکہ مراد ملتزم و متحمل ذمہ داری کرنیوالے کے ہیں کہ اے نبوت و رسالت کے ذمہ دار اور کمالات الٰہیہ کو حامل اور اسی لیے وہ اس لفظ کو تخفیف زائے و دال اور فتح میم مشدد سے پڑھتے تھے وہ اسکو زمل سے لیتے ہیں جسکے معنی اٹھانے کے ہیں کہتے ہیں زمل ہذا الامر اے حملہ قم اللیل کے معنی پر مفسرین نے متعدد رائیں ظاہر کی ہیں (۱) جمہور کا قول ہے کہ آپ پر

قول اول

اور آپ کی امت پر ابتداء اسلام میں پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا چنانچہ احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و بیہقی و حاکم وغیرہ نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے اول میں قیام اللیل فرض کر دیا تھا رسول اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب برس دن تک ایسا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے پھر برس دن کے بعد اس سورہ کا اخیر جملہ نازل ہوا فاقرؤا ما تیسر من القرآن اس سے تخفیف کیگئی کہ یہ حکم فرض نہ رہا نفل رہ گیا یہی مضمون ابن عباس سے بیہقی اور طبرانی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے بعض علماء یوں تشریح کرتے ہیں کہ اول اس حکم میں اسطور سے تخفیف کی گئی کہ قم اللیل کے بعد الا قلیلا فرمایا جسے آپ رات بھر میں کچھ کچھ ٹھہر جاتے اور آرام لیتے تھے مگر یہ حکم ایک برس تک رہا پھر نصفہ فرمایا تمام رات کی جگہ پچھلی آدھی رات کی عبادت فرض رہ گئی مگر گھڑی گھنٹے کچھ نہ تھے ٹھیک آدھی رات کا اندازہ مشکل تھا اسکے علاوہ ایکطرح کی مقید پابندی بھی تھی اسلئے او انقص منہ قلیلا او زد علیہ فرما دیا گیا کہ نصف شب پر کچھ موقوف نہیں اس سے کم زیادہ کرنیکا تمہاری حالت صحت و مرض خواب و بیداری فرط شوق وغیرہ پر محول ہے مگر آدھی سے بالکل ہی کم نہ کرو بلکہ کسی قدر بہر حال تنہائی رات جاگنا عبادت کرنا ضرور ہے اس میں سردی گرمی کی راتوں کے لحاظ سے بھی ایک تخفیف ہے پھر اس رات میں کیا کرو؟ آپ ہی بتلاتا ہے ورتل القرآن ترتیلا کہ نماز میں قرآن پڑھو عمدہ طور سے ترتیل کے معنی ہیں اچھی طرح سے پڑھنا اس طرح سے پڑھنے سے دل پر ایک اثر ہوتا ہے اور جلد جلد پڑھنا گھانس کاٹنا ہے ان جملوں کی اور اس کے بعد کے جملوں کی ہم بعد میں شرح کریں گے ۱۲ اسکے بعد فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل الخ کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب اور نصف شب کے قریب اور تہائی کے قریب اٹھتا ہے اور تیرے ساتھ تیرے اصحاب کا ایک گروہ بھی اٹھتا ہے رات کا اندازہ تم ٹھیک ٹھیک نہیں کر سکتے اور رات دن کا اندازہ اللہ ہی کرتا ہے ابر بادل وغیرہ اسباب سے دو ثلث اور نصف کا اندازہ مشکل تھا اسلئے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری حالت مرض و سفر پر نظر کر کے یہ حکم دے دیا کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن جسقدر تم سے ہو سکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کرو یہ اخیر رکوع کا خلاصہ ہے اس سے دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی قید بھی اٹھ گئی جسقدر نشاط خاطر سے ہو سکے۔ پھر اسکے بعد پنجگانہ نمازیں فرض ہوئیں جیسا کہ سورہ کے اخیر میں ہے واقیموا الصلوٰۃ الخ امت پر تہجد کی نماز

قول دوم

جس کی بارہ رکعت سے یکرکعت تک (موقع و فرصت و حالت و صحت و مرض کے لحاظ سے) ہیں سنت رہ گئی اور آنحضرت صلعم پر بدستور فرض رہی مگر یہ تخفیف ہو گئی کہ تمام رات یا دو ثلث یا ثلث کی قید باقی نہ رہی اور اخیر عمر تک آپ تہجد کی نماز پڑھتے رہے اور صحابہؓ بھی کرتے رہے اور صالحین امت کا یہی دستور اور طریق ہو گیا (۲) بعض علماء کہتے ہیں شب بیداری نہ آنحضرت صلعم پر واجب و فرض تھی نہ امت پر بلکہ امر ندب کیلئے ہے کہ بہتر ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے فتہجد بہ نافلۃ لک کہ نماز تہجد پڑھو جو تیرے لیے نفل ہے خلاصہ مطلب یہ کہ آپ کو آدھی رات اور اس سے ثلث رات اور زائد از نصف کا اختیار دیا تھا کہ اس میں سے

جسقدر چاہو شب بیداری کرو مگر آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ صحابہ نے تو اول اول عرصہ تک شب بیداری نصف رات سے زائد کی جو قم اللیل الا قلیلا کا مصداق ہے پھر نصف شب تک پھر کبھی دو ثلث اور کبھی ایک ثلث رات تک جیسا کہ نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور دلیل اسپر اخیر رکوع ہے جس میں فرماتا ہے ان ربک یعلم الخ کہ تیرا رب جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ والے دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات میں اُٹھتے اور شب بیداری کرتے ہیں اگر او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کے یہی معنی نہ تھے تو آپ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات میں کیوں اُٹھتے اور کہاں سے یہ بات پیدا ہوئی تھی مگر پھر اس دو ثلث و نصف ثلث کی قید بھی جو آنحضرت صلعم و صحابہ نے اپنے لئے نفل کے طور پر لگا رکھی تھی اٹھا دی گئی اور تہجد گذاروں کے شوق اور فرصت پر چھوڑ دیا ۔ ورتل القرآن ترتیلا مبرد کہتے ہیں عرب بولتے ہیں ثغر رتل جبکہ دانت گنجان نہ ہوں بلکہ جدا جدا ہوں اور کلام مرتل اس کلام کو کہتے ہیں جو بالترتیب ہو اور جس کے جملے الگ الگ ہوں قرآن کی ترتیل اس کے حروف و کلمات کا مخارج سے ادا کرنا اور جلدی نہ کرنا اور حرکات و وقوف کو ایسی طرح سے ادا کرنا کہ سننے والا اگر گننا چاہے تو گن سکے یہ تدبیر اور تفکر کیلئے ہے کہ مطالب اور معانی پر خوب نظر رہے حضرت ام سلمی سے یعلے ابن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کا حال دریافت کیا فرمایا تم آپکی نماز کیا پوچھتے ہو پھر آپ کی قرات بتلائی ایک ایک حرف جدا کر کے اخرجہ النسائی ۔ اسی طرح بخاری و ترمذی وغیرہ محدثین نے روایات نقل کی ہیں ۔ شعر کے طور سے پڑھتے تھے اور جلد جلد پڑھنے تھے آنحضرت صلعم نے منع فرمایا اور حکم دیا کہ جس سے دلوں کو حرکت ہو اسطرح سے پڑھو ۔

ف یہ پڑھنا بظاہر نماز تہجد میں ہے اگر نماز سے فارغ ہو کر یوں بھی کوئی قرآن مجید پچھلی رات پڑھتا ہے تو عجیب نور و سرور و سرور روحانی پیدا ہوتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ الفاظ قرآنی اس کے معانی پر دلالت کرتے ہیں اور وہ معانی مدلول کلام نفسی کا مرتبہ علم الٰہی میں حاصل کر چکے ہیں پھر جب وہ معانی ان الفاظ سے کہ جن میں الوہیت و تقدس کا رنگ پیدا ہو گیا ہے اور اس عطر حقیقی سے معطر ہو چکے ہیں کان کے رستہ سے دل تک پہنچتے ہیں تو پڑھنے والے کی روح پر وہی کیفیت پیدا کرتے ہیں ۔ اور کچھ کلام الٰہی پر منحصر نہیں جس کلام کو بار بار پڑھا جاویگا اور اُس کے معانی کا ذہن علی الدوام ملاحظہ کریگا متکلم کی صفت اور اسکا رنگ اس کے اندر نمودار ہوگا مثنوی شریف اور بزرگوں کے ملفوظات کو دیکھئے اور اسی طرح بُرے کلاموں کو قیاس کر لیجئے عشق و حسن اور فواحش کے افسانے اور عیاروں اور بدمعاشوں کی داستانیں انکے پڑھنے والوں بلکہ سُننے والوں پر ایسا ہی رنگ پیدا کرتے ہیں ۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن مجید پڑھنے سے انوار روحانیہ اور قرب حق میسر آتا ہے اور بندہ کے تمام مدرکات و مشاعر کو انوار قرب الٰہی گھیر لیتے ہیں اور صفات الٰہیہ بندہ کی صفات پر اور اس کے افعال اس کے افعال پر غالب آجاتے ہیں اور یہی دنو و تدلّی ہے ۔ خصوصًا جبکہ اس استحضار و التفات کا دوام ہو علماء فرماتے ہیں کہ قرات قرآن اور اسمیں غور و تدبر کے تین مرتبے ہیں اول یہ کہ ہر خطاب و قصہ میں اپنے آپکو مخاطب سمجھے دوم یہ کہ بغیر واسطہ اس کلام کو حق سبحانہ سے سنے تیسرا مرتبہ جو اعلیٰ ہے یہ ہے کہ متکلم کی صفات و افعال کا اسمیں مشاہدہ کرے ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دینا انکو علم غیب حاصل کرنیکے لئے تیار کرنا ہے اور وحی کے لئے مشتاق کرنا ہے کیونکہ بار بار زبان سے کان تک کلام الٰہی کا پہنچنا اور کان سے دل تک جانا صدمۂ وحی میں تخفیف پیدا کرنیکا باعث ہے یعنی پہلے سے سدھانا ہے کیونکہ نزول وحی کے وقت ارواح ملکیہ مقام متعددہ سے ایک جا مجتمع ہو جاتے تھے اور دفعۃً اس کیفیت روحانیہ کا قلب و جوارح تک پہنچنا حواس و قوی بشریہ کو ایک سخت صدمہ پہنچاتا تھا یہاں تک کہ آپ پر ایک بیہوشی طاری

ترتیل کے معنی

فوائد تلاوت قرآن

ہوجاتی تھی اور سرد موسم میں پسینہ آجاتا تھا اور جذب روح کی حالت ہوجاتی تھی اسلئے بار بار پہلے سے اسکا مشتاق ہوجانا
سہولت کا باعث ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے کے حکم کے بعد فرماتا ہے انا سنلقی علیک قولا ثقیلا کہ ہم ابھی تجھپر بھاری
بات ڈالیں گے جس سے مراد پے در پے قرآن مجید کا نازل ہونا ہے جو آپ پر نہایت گراں ہوتا تھا۔ ابتدا وحی میں تھا پھر آخر
میں یہ ثقل جاتا رہا تھا پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ رات کے اٹھنے اور قرآن کے پڑھنے کا آپ کو اسلئے حکم دیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری
بات ڈالینگے یعنی قرآن مجید پے در پے نازل کرینگے جو باعتبار نزول کے آپ پر بھی بھاری اور عمل کرنے اور عادات و رسوم کفر
چھوڑنے کے لحاظ سے کفار و مشرکین پر بھاری ہے اور خود قرآن بھی ایک وزنی اور گراں بہا ہے اپنی بلاغت اور جمیع وجوہ اعجاز اور
قول ثقیل کے معنی
تعلیم مکارم اخلاق کے لحاظ سے اور اس سبب کہ اسکے لئے ظہر و بطن ہے ہر پہلو میں ایک معنی ہیں نفس امارہ کی شرارتیں توڑنے
میں بلکیطر ہے وغیرہ وغیرہ بہت سی خوبیاں اسمیں جمع ہیں جسکا مثل بنانا بشر سے ممکن نہیں پس آپ پہلے سے مستعد ہیں
اور عبادت و ذکر سے نفس کو اشراق جلال الٰہی کیلئے تیار رکھیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قول ثقیل سے مراد کلمہ توحید ہے جسنے
دنیا میں زلزلہ ڈالدیا تھا اور جسپر ہر طرف سے مار دھاڑ ہوئی اور خویش اقارب تک لڑنیکو تیار ہوگئے اور پھر تکلیف کا کوئی
دقیقہ اٹھا نہیں رکھا بعض کہتے ہیں قول ثقیل وانذر عشیرتک الاقربین یعنی اقارب بلکہ تمام بنی آدم کیلئے دین حق کی منادی
کرنا جس سے بھاری اور کونسی بات کیا ہوگی؟ تمام عالم کے سدھارنیکا بیڑا اٹھانا اسحالت میں کہ دنیا ہلاکت کے عمیق
گڑھے میں گر پڑی ہو اور جہالت کی کالی گھٹاؤں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہو بڑا بھاری کام ہے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام
صرف بنی اسرائیل کے سدھارنیکے لئے آئے تھے اور انہیں کے ہمقوم و ہمزبان بھی تھے پھر انپر مصائب کے جسقدر پہاڑ ٹوٹے
گئے اہل تواریخ پر مخفی نہیں چہ جائیکہ ایک شخص تمام جہان کیلئے بھیجا جاوے سے آفریں بر جان پاکت آفریں
مرحبا بر روح پاکت مرحبا۔ اس لئے آپکو تقرب الٰہی کی قوت اور انوار سے جو تہجد گزاری و ذکر تلاوت کے سبب حاصل ہوتے
ہیں پہلے سے قوی و مستعد ہونے کا حکم دیا گیا اور آپ کے ساتھ اس کام کے رفقاء کو بھی شریک کیا گیا کہ پہلے سے تیار ہو رہ
تم سے بڑا کام لینا ہے سے دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند۔ دعاء نیم شبت دفع صد بلا بکند۔ یہ تھوڑے سے دنوں میں تمام
جہان میں توحید و حق پرستی و پرہیزگاری کی روشنی پھیل گئی اس اندھیری راتوں کے سوز و فغاں کا اثر ہے۔ اے خدا کے
پیارے اسقدر بھاری بوجھ اٹھانیوالے تجھپر اور تیری پاکباز جماعت پر جنہوں نے خوشی سے اس گرانبار بوجھ کے تلے گردنیں دیکر
اور ڈوبتی کشتی میں بنی آدم کو بھنور سے کھینچکر کنارہ پر لائے لاکھ لاکھ درود اور کروڑ کروڑ سلام اور جان فدا ہو آپکے حضرت ابراہیم
خلیل اللہ کے فرزند ارجمند آپنے اپنے جد بزرگوار کے کام کو پورا کر دیا آپکا احسان قیامت تک بنی آدم ادا نہیں کر سکینگے علیک صلوٰۃ اللہ
فوائد شب خیزی
وسلامہ اسکے بعد رات کے اٹھنے کے فوائد بیان فرماتا ہے ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ و اقوم قیلا کہ رات کا اٹھنا نفس پر سخت
ہے اور بات کہنے میں بہت عمدہ وقت ہے (ناشی پیدا ہونیوالا کہتے ہیں نشأت تنشأ نشأ فہی ناشئۃ والانشاء الاحداث)
ناشئۃ اللیل کے دو معنی ہیں (۱) ابو عبیدہ کہتے ہیں ناشئۃ اللیل رات کی ساعتوں اور گھڑیوں کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے
پیدا ہوتی ہیں (۲) جو رات میں پیدا ہو انسان کا نفس بھی ناشئۃ اللیل جو خواب کے بعد گویا دوبارہ پیدا ہوتا ہے اور قیام
لیل کو بھی کہہ سکتے ہیں ابن الاعرابی کہتے ہیں جب اول رات سو کر اٹھے تو اسکو نشأہ کہتے ہیں اور اس سے ناشئۃ اللیل ہے اور
شب میں جو بیدار ہونیکے بعد روح پر انوار غیبی پیدا ہوتے ہیں وہ بھی ناشئۃ اللیل ہیں۔ الحاصل رات کا اٹھنا بھی ناشئۃ اللیل
ہے) وطأ کو جمہور نے بفتح واو و سکون طا پڑھا ہے اسکے معنی ثقیل اور سخت کے ہیں بولتے ہیں اشتدت علی القوم وطأ السلطان اور

اسکے معنی یہ ہیں ہے آنحضرت صلعم کا یہ قول اللھم اشدد وطأتک علی مضر یہ کہ رات کا اُٹھنا نفس پر گراں ہے اور یہ واقعی بات ہے بھلی رات کی میٹھی نیند خصوصًا سردی میں جبکہ لحاف میں لیٹا ہوا اور زنان محبوب اور فرزندان مرغوب بغل میں ہوں اور اسی طرح گرمی کی راتوں میں جبکہ اول رات گرمی کی شدت اور پسوؤں اور مچھروں کی حدت کے بعد پچھلے کو آنکھ لگی ہو اٹھنا اور یاد الٰہی میں مصروف ہونا بڑی جوانمردی کا کام ہے اسلئے ان اُٹھنے والوں کی مدح خدا تعالیٰ کرتا ہے تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا کہ بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کو طمع و خوف میں پکارتے ہیں اور فرماتا ہے یبیتون لربھم سجدا وقیاما کہ اللہ کے نیک بندے اپنے رب کیلئے سجدہ اور قیام میں رات گزارتے ہیں بعض نے بکسر الواؤ و فتح الطاء بھی پڑھا ہے۔ اس تقدیر پر اس کے معنی مجاہد و ابن ابی ملیکہ وغیرہ نے موافقت و مطابقت کیلئے ہیں کہ رات کے اُٹھنے میں زبان اور دل اور آنکھ اور کان میں بہت موافقت ہوتی ہے کیونکہ انتشار اور شور و شغب کا وقت نہیں ہوتا بلکہ سکون اور تسکین کا وقت ہوتا ہے جو کچھ منہ سے نکلتا ہے دل سے نکلتا ہے اور کان اسکو دل تک پہنچانیکے لئے تیار رہتے ہیں واقوم قیلا اور اس وقت بہت درست اور ٹھیک بات منہ سے نکلتی ہے قتادہ و مجاہد کہتے ہیں قرات قرآن اسوقت بہت ٹھیک ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں چپ چاپ ہوتی ہے اور عالم غیب کے انوار کا بھی روح پر ایک خاص انکشاف ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس کو ارواح بنی آدم کی طرف انجذاب تام ہوتا ہے اسی بات کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر متفق علیہ کہ جب تہائی رات باقی رہجاتی ہے تو ہر رات حق سبحانہ آسمان زیرین کی طرف اُترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں قبول کروں؟ جو کوئی مانگے دوں جو کوئی مغفرت مانگے بخش دوں۔ خدا پاک نزول صعود جسمانی سے پاک ہے اس سے مراد وہی تدلی و دنو ہے جس کو عرفا تقرب کہتے ہیں نماز تہجد کے فضائل اور اسکی تاکید اور اس کے برکات احادیث صحیحہ میں بکثرت بیان ہوئے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں اس کے برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تہجد گزار کے منہ پر ایک عجب نور نمودار ہوتا ہے اور اس کی قبر میں کبھی اندھیری نہیں ہوتی اور اسکی مشکلات کو خدا آسان کرتا ہے ہر ایک دنیا کی ظلمت سے نجات دیتا ہے:

(حاشیہ: تہجد کے فضائل)

فرماتا ہے رات کے اُٹھنے کا کیوں حکم دیا گیا ان لک فی النھار سبحا طویلا اسلئے کہ دن میں تیرے لئے بڑا کام رہتا ہے۔ والسبح الجری والدوران ومنہ السباحۃ فی الماء تتقلبہ بیدیہ ورجلیہ وفرس سابح اسے شدید الجری قال ابن عباس السبح الفراغ للحاجۃ والنوم یعنی دن میں ہدایت و ارشاد و فیصلہ خصومات و تدابیر دفع اعدائے دین و عیادت مرضی و تدبیر خانہ داری وغیرہ کاروبار رہتے ہیں تخلیہ مشکل ہے اس لئے رات کا وقت مناجات تلاوت و نماز کیلئے عمدہ وقت ہے زجاج کہتے ہیں یہ معنی ہیں رات کے جاگنے میں نیند و آرام حاصل نہو تو دن آپ کیلئے بڑا وسیع ہے اس میں آرام کر لو سو لو:

رات کی عبادت ہی پر موقوف نہیں کہ دن میں خدا سے غافل ہو جاوے دنیا ہی کے دھندے میں پھنسا رہے بلکہ ہر وقت یاد رکھے اسلئے ارشاد فرماتا ہے واذکر اسم ربک کہ اپنے رب کو یاد رکھ ہر حال میں اسے نہ بھول کیونکہ جبدم بندہ اس سے غافل ہو جاتا ہے تو سلسلہ انوار کا روح سے منقطع ہو جاتا ہے اور تاریکی بھر جاتی ہے روح پژمردہ ہو جاتی ہے

(حاشیہ: ذکر کے اقسام)

ف ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ قلب سے خواہ روح سے خواہ سر سے خواہ خفی خواہ جلی خواہ نفس اور عام ہے کہ اسم ذات کا ورد ہو یا کسی اسم صفاتی کا کہ جس سے اسکو مناسبت ہو اور اسکے حال کے موافق ہو حضرت صوفیہ کرام نے اجتہاد و استنباط اور تعلیم الہامی سے اذکار کے مختلف طریقے مبتدی و منتہی کے مناسب مقرر کئے ہیں اور تجربہ ثقات نے

لہ مولانا یعنی مطابقت ہے کما فی قولہ تعالیٰ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ ۱۲ منہ

بتلا دیا ہے کہ انکا اثر جلد محسوس ہوتا ہے اور تنویر قلب و روح میں انکو ایک عجیب عجیب خاصیت ہے اسکا انکار بدیہات کا انکار ہے منتہی ہر حال میں ذاکر رہتا ہے کوئی شغل اور کوئی حال اسکو یاد الٰہی سے غافل نہیں کر سکتا مگر مبتدی کیلئے ذکر تبتل کیا تھ ہو تو جلد اثر بخشتا ہے اسلئے فرماتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا کہ ماسوی اللہ جسقدر لشواغل و علائق ہیں انکو منقطع کر کے اسی کی طرف متوجہ ہو جا اسکے بعد جو تخلیہ و خلوۃ میں ذکر ہوگا تو اسمیں کوئی خطرہ اور وسوسہ سد راہ نہ ہوگا ورنہ اولوالعزم خطرات کی نجاست کیا تھ ذکر کچھ مفید نہیں ۔ زبان تسبیح و دل گاؤخر ۔ ایچنیں تسبیح کے دارد اثر

ذکر مع التبتل کی عرفا نے ایک صورت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ علاقہ اہل دنیا کو منقطع کرے اگر کر سکے ورنہ کم تو ضرور کرے نہ کسی سے دوستی نہ کسی سے دشمنی نہ جھگڑا نہ مطالبۃ لینہ نہ حسد باقی رکھے بقدر ضرورت مال سے لباس و مکان پر اکتفا کر کے شب کو کسی گوشہ میں سر ڈھانک کر قبلہ رو باطہارت بیٹھے استغفار و درود کے بعد ذکر شروع کرے فرائض سنن و نوافل کے بعد کوئی ذکر ہو اگر ذکر قلبی ہو تو بہتر اور توجہ تام حق سبحانہ کیطرف ہو اسکے بعد اسپر ایک حالت طاری ہوگی کہ جسمیں تعداد ذکر بھی جاتی رہے گی اس کے بعد ایک جاذبہ محبت اسپر طاری ہوگا اور اس کو ایک بے خودی ہوگی جس میں اپنے صفات و ذات کے حالات سے بھی فراموشی ہو جائیگی اور اس مرتبہ کو قرب کہتے ہیں اس کے بعد ذکر بھی ساقط ہو جائیگا اور مذکور ہی مذکور کا ظہور باقی رہجائیگا اسکے بعد ایک اتصال بے کیف و بیقیاس حاصل ہوگا اور اس مرتبہ کا نام لقا ہے*

اسی طرح مداومت کرے کام اور کم چار چلے تو اسکو عمل کرے پھر دیکھئے کہ عالم کے کسقدر اسرار منکشف ہوتے ہیں مگر صلاحیت و قابلیت شرط ہے ف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے ذکر مع التبتل کیا کرتے تھے مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر حرا ایک پہاڑ ہے اسکے غار میں اپنا خلوتخانہ بنا رکھا تھا آپکی بیوی حضرت خدیجہ کچھ کھانا پانی آپ کو پہنچا دیا کرتی تھیں ۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ کتنے عرصہ تک آپ وہاں رہے مگر جب عالم غیب کے مشاہدہ کا وقت قریب آگیا تو ملائکہ سے باتیں ہوتی تھیں آخر جبرئیل امین آئے اور سورہ اقرا ساتھ لائے اس کے بعد چھ مہینے تک وحی بند رہی اور آپ پر اس قبض سے ایک سخت صدمہ تھا اور اس قبض کا نام ضلال تھا جس کے دفع کی طرف سورہ الم نشرح میں اشارہ ہے ووجدک ضالا فھدی چھ مہینے کے بعد پھر سورۂ مزمل نازل ہوئی اور پھر پے درپے قرآن نازل ہونے لگا اعلاء کلمۂ حق سے مکہ میں ایک شور برپا ہو گیا ابتداءً دل کے دروازے کھل گئے اس سورۃ میں بیشتر انہیں حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ لفظ مزمل اور نماز تہجد و ذکر و تبتل کا اشارہ ہے جو اسوقت کی حالت سے مناسب تھا بعد میں جلوت کا زمانہ آگیا تھا جو ارشاد و ہدایت کیلئے ضروری تھا*

تبتل پر خیال بشری یہ اشکال پیدا کر سکتا تھا کہ پھر دنیاوی کام کیونکر چلیں گے کھانا پینا مرنا جینا شادی و غمی تندرستی بیماری بلکہ امور تمدنی میں ضرور بنی نوع کیطرف حاجت پڑتی ہے پھر سب سے الگ ہو جانا مشکل بات ہے اسلئے اپنے نبی کریم کو بتلایا جاتا ہے رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ہو فاتخذہ وکیلا کہ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں تمام دنیا اور اسکے جمیع اسباب اور سلسلے اسی کے ہاتھ میں ہیں وہی اہل مشرق و مغرب کی پرورش کرتا ہے پتھر میں کیڑے کو مٹی کو دودھ گھونسلوں میں پرندوں کو بیابانوں میں چرندوں کو روزی دیتا ہے مشرق سے دن نکالتا ہے جسمیں انکو دوڑا کر اپنے تمام کاموں کے سلسلے جاری کر دیتا ہے مغرب کا رب ہے اندھیری چھا دیتا ہے رات میں بستر خواب پر سب کو لٹا کر موت کا نمونہ دکھا دیتا ہے پس اسی کو اپنا کارساز بنا رکھو وہ آپکے یہ کام سرانجام دیگا ف عارف کامل کیلئے دو باتیں ضرور پیش آتی ہیں ایک وہ کہ جنکا تعلق اپنی ذات اور خالق سے ہے دوسرے یہ کہ جنکا تعلق اوروں سے بھی ہے اسلئے یہاں تک آنحضرت صلعم کو بالذات اور متبعین کیلئے تبعًا قسم اول کی تعلیم دی

* و انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابتدا میں سخت ریاضتیں کی ہیں چالیس دن کے روزے اور صحرا نشینی اور رات کو جاگنا اور نماز و دعا میں مصروف رہنا ۔ اور حواریوں کو تاکید کرنا اور دنیا سے بالکل الگ رہنا اور یہ فرمانا کہ خدا و ندپرندوں کو کھانا کھلاتا ہے اور سوسن کو جنگل میں سبز قبا پہناتا ہے وغیرہ بہت سی باتیں مذکور ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی ابتدائی حالت میں ہوتی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم کے یہ حالات میں اور اقوال نصائح میں بھی بالکل ایک ہی پھول کی خوشبو آتی ہے ۱۲ منہ

فائدہ ذکر مع التبتل

تھی کہ انکو عمل میں لاؤ اور وہ چار باتیں ہیں (۱) قیام شب ونماز تہجد وقرات قرآن عام ہے کہ آدھی رات سے یا دو ثلث یا ایک ثلث رات سے ہو۔ اسکے ضمن میں قیام شب کے فوائد بھی ارشاد کردیئے تھے کہ ہم تجھپر ایک بھاری بات ڈالیں گے عبادت وریاضت سے اسکے لئے تیار رہو اور نیز رات کا اٹھنا نفس کشی کا بڑا عمدہ آلہ اور قرات اور مناجات کا خوب وقت ہے (۲) اسکے سوا ہر وقت اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھو (۳) سب علائق کو توڑ کر اسکی طرف متوجہ ہورہو۔ علائق توڑنے کے یہ معنی نہیں کہ زن و فرزند بیچ و شرا کا کاروبار معاش کو معطل کردو بلکہ تعلق خاطر اٹھالو دلمیں جگہ نہ دو اور اپنر فریفتہ نہو جاؤ و دفع الوقتی اور ایام گذاری ملحوظ رکھو اور اسلام میں یہی تبتل معتبر ہے نہ رہبانیت کہ لنگوٹا باندھ کر جنگل اور پہاڑوں میں جا بیٹھو اسلئے کہ ایسا حکم نظام عالم کو برہم کرتا ہے ہاں اگر خاص لوگ اپنے متار جل سمجھیں اور جذبہ محبت انکو دنیا سے بالکل الگ کردے تو انپر کچھ عتاب بھی نہیں (۴) اسپر توکل کرو تمام دنیا کا وہی کارساز ہے توکل صرف منہ سے کہنے کا نام نہیں بلکہ تدابیر واسباب ظاہریہ کے بعد بھی یقین کامل ہے کہ وہی ہمارے کاروبار کا متکفل ہے وہی مصائب دفع کرتا ہے اور ان حکموں میں عجب ترتیب طبعی ملحوظ ہے کسلئے کہ شب بیدار تہجد گذار کو از حد ذکر میں حلاوت پیدا ہوجاتی ہے وہ دن بھی اس محبوب حقیقی کو نہیں بھولتا بلکہ اس مزہ میں رات کا منتظر رہتا ہے اور جب یہ کیفیت ہوجاتی ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہوتے جاتے ہیں کسلئے کہ یہ تعلقات اس محبوب حقیقی کے وصال میں موانع اور رقیب ہیں ایک دل میں دو مخالف ہو مشتیں کیونکر جمع ہوسکتی ہیں اسکے بعد اسپر تجلی اور شہود محبوب ہوتا ہے پھر اسکی آنکھ میں اور کوئی دکھائی نہیں دیتا کہ جسپر توکل کرے یا اسکو کارساز سمجھے اسکے سوا کسی چیز کو ہستی میں نہیں سمجھتا ؎ جو سلطان عزت علم برکشد + جہاں سر بجیب عدم درکشد

اس کے بعد قسم دوم کی باتیں ذکر فرماتا ہے جن کی اپنی آراستگی ودرستی کے بعد مخلوق کی درستی کیلئے ضرورت ہے اور وہ بھی چار ہیں (۱) واصبر علی ما یقولون کہ انکی باتوں پر صبر کر۔ کفار کی باتیں کئی قسم کی تھیں اول یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو برا کہتے اور گالیاں دیا کرتے تھے۔ دیوانہ احمق اور سخت باتیں کہتے تھے جس سے جوش آنا اور درپے انتقام ومقابلہ ہونا ایک فطری بات ہے مگر اس سے آنحضرت صلعم کو روکا گیا کسلئے کہ اس سے عداوت قائم ہوتی ہے جس سے ہدایت کا دروازہ بند ہوتا ہے جو کچھ کہیں کہنے دو برا نہ مانو اپنا کام عبادت وہدایت کا کئے جاؤ (دوم) وہ اپنے بتوں کی حمایت اور ان کی کرامات کے کرشمے اور دار آخرت کا انکار کرکے لوگوں کو توحید اور آخرت کے مفید اعمال حسنہ سے روکتے تھے ایسی باتوں پر بھی خدا پرست طبائع کو غصہ آنا معمولی بات ہے مگر ابتدا میں انکے جواب ومقابلہ سے روکا گیا (۲) واہجرہم ہجرا جمیلا اور ان بیوقوفوں کو اچھی طرح سے چھوڑ دے۔ ہجر جمیل یہ ہے کہ کینہ نہ رکھے انکو برائی اور ایذا پہنچانے کا قصد نہ کرے نہ گلہ وشکوہ کرے ہجر و توہین تو کجا جہاں تک ہوسکے بھلائی اور نصیحت سے دریغ نہ کرے آنحضرت صلعم اور صحابہ نے جب یہ اخلاق حمیدہ کفار سے برتے تو پھر ان کے دلوں پر ایک ایسا اثر ہوا کہ روز بروز سینکڑوں اسلام کیطرف مائل ہونے لگے واعظ اسلام میں یہ باتیں شرط ہیں اگر ایسی طبیعت نہو اسکو وعظ وہدایت کی مسند پر بیٹھنا روا نہیں کسلئے کہ بجائے ہدایت کے اسکے اخلاق درشت اور منتقم طبیعت اور لڑنیوالی زبان سے اور بھی عداوت ہو کر لوگوں کو اپنی بری باتوں پر اصرار ہوجائیگا (۳) وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ کہ الا جھٹلانیوالوں کو مجھپر چھوڑ دے آپ ان کیلئے بددعا بھی نہ کریں (۴) ومہلہم قلیلا اور انکو تھوڑی مہلت دیجئے اول تو ایسے گمراہ اور گمراہ کرنیوالوں کو جو اپنے خداداد مال وجاہ کا شکر یہ نہیں کرتے بلکہ اسکو خدا کے مقابلہ میں صرف کرلیتے ہیں دنیا ہی میں سزا ملجایا کرتی ہے ورنہ مرنیکے بعد تو ضرور ہی ملیگی اور یہ چند روزہ مہلت ہے اور وہ سزا کیا ہے ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما

نزول سکینہ

کہ انکے لئے ہمارے ہاں بیڑیاں تیار ہیں اسلئے کہ ان پاؤں سے خدا کی راہ میں چلکر نہیں آتے تھے اور اُنپر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ فساد اور نفسانی خواہشوں اور انکے لئے آگ جلانیوالی بھی تیار ہے یہ انکے عشق و محبت دنیا کی آگ ہے اور نیز دین حق کے مقابلہ کی آگ ہے اور شہوات و لذات کی بھی آگ ہے جو ان کے دلوں میں جلا کرتی تھی اب یہ اسمیں جلا کریں گے کھانے میں گلا گھونٹنے والے گلے سے اُترتے ہی نہیں یہ انکے دُنیا میں عمدہ عمدہ کھانوں کا بدلہ ہے جو کھا کر شہوت پرستی اور بدکاری پر بدکاری کرتے تھے اور نیز یہ وہ بزرگان دین کی نصیحت بھی ہیں جو ان کے گلے سے نیچے دل میں نہیں اُترتی تھیں اوپر ہی اوپر اڑا دیتے تھے اور یہ وہ شادمانیاں ناچ و رنگ کھیل تماشے بھی ہیں کہ جنمیں سرشار و خدا سے دور رکھتے تھے سو وہ گلوگیر ہوئے ہیں اور اسطرح طرح کے دردناک عذاب بھی ہیں یہ سامان انکے لئے تیار ہیں مرنیکی دیر ہے اس چند روزہ زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کرلیں اور یہ چیزیں پوری پوری انکو اسدن ملینگی یوم ترجف الارض کہ جسدن زمین لرزے کانت الجبال کثیبا مہیلا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ٹیلے ریت کے بنجاوینگے یعنی قیامت کے روز اور قیامت سے پہلے بھی مگر کم۔ انجیل لوقا کے ۱۶ باب میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک دولتمند کافر اور ایک غریب دیندار کا ذکر کیا ہے جو ناسور اور زخموں سے چور تھا اور کتے اس کے زخم چاٹتے تھے اور وہ دولتمند کے بس خوردہ ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا تھا قصنارٗ دونوں مرگئے العزر کو جو غریب تھا فرشتوں نے لیجا کر ابراہیم کی گود میں رکھا اور دولتمند کو دوزخ میں ابراہیم کو دیکھا اور اسکی گود میں العزر کو بھی اس نے پکار کر کہا اے باپ ابراہیم مجھپر رحم کر اور لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سرا پانی سے بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ میں لوین میں تڑپتا ہوں تب ابراہیم نے کہا کہ بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی میں اچھی چیزیں لیچکا اور العزر بُری چیزیں سو اب وہ آرام پاتا ہے تو تڑپتا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک عمیق گڑھا ہے ادہر کے ادہر اور ادہر کے ادہر نہیں جاسکتے تب دولتمند نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ تو اسے میرے باپ کے گھر بھیج میرے پانچ بھائی ہیں انکو مطلع کرے تاکہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ میں نہ آویں ابراہیم نے فرمایا انکے پاس انبیاء ہیں چاہئے کہ انکی سنیں اس نے کہا اے باپ اگر مُردوں میں سے کوئی ان کے پاس جائے تو وہ توبہ کریں گے ابراہیم نے فرمایا جب نبیوں کی نہ سُنی تو مُردوں کی کب سنیں گے آیات کی تفسیر کے بعد ہمکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان کرنا ضروری ہے۔

نماز تہجد کا اصل وقت جمہور کے نزدیک آدھی رات ڈھلنے کے بعد صبح صادق تک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تہجد کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے اور جسکو نماز تہجد کیلئے بیدار ہونیکا پورا بھروسہ نہ ہو تو وہ عشا کی نماز کے ساتھ پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ بعض صحابہ ایسا ہی کرتے تھے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شب بیداری اور نماز تہجد کی حالت سورۂ مزمل کے بعد سے ایک طرز خاص پر نہ تھی کبھی آپ عشا پڑھکر سو جاتے اور آدھی رات کے بعد اُٹھکر وضو کرکے دو رکعت پڑھتے جنمیں بہت کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے سورۂ بقر و آل عمران وغیرہ اور یہ دو رکعت بڑی دیر میں تمام کرتے اور تھک جاتے تو لیٹ جاتے تھے پھر اُٹھکر اسی طور سے دو رکعت پڑھتے کبھی چھ رکعت پڑھتے کبھی آٹھ دس تک پڑھتے پھر اخیر میں تین رکعت وتر پڑھتے۔ بعض محدثین کے نزدیک چھ رکعت یا آٹھ یا دس رکعت کے بعد متصلاً ایک رکعت اور ملادیتے طاق کرنے کیلئے اور اسی کو وتر کہتے ہیں اس سے یہ نہیں پایا گیا کہ وتر کی ایک رکعت جداگانہ بھی پڑھی ہے صبح صادق کے بعد صبح کی دو رکعت پڑھکر ذرا لیٹ جاتے اور پھر نماز صبح پڑھاتے اور کبھی صبح صادق تک نماز برابر پڑھتے رہتے تہجد میں بروایت مسلم جو زید بن خالد جہنی سے ہے۔ تیرہ رکعت معہ وتر کے ثابت ہوئی ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ کی روایت میں جسکو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے گیارہ رکعت بھی ثابت ہیں۔ اور کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھکر بھی نماز تہجد پڑھتے تھے اور رکوع و سجود کے وقت اٹھکر رکوع و سجود کرتے تھے کوئی خاص سورۂ مقرر نہیں تھی۔ آپ نماز تہجد میں بہت رویا کرتے تھے اور قرآن مجید کبھی آواز سے کبھی آہستہ پڑھتے تھے اور کبھی تہجد میں دو رکعت اوّل جلدی تمام کرتے بعد کو طول دیتے۔ اور نماز میں اُٹھنے سے پہلے بہت دعائیں پڑھتے تھے جو کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

ف اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنیکے بعد عالم برزخ میں قبل عذاب ہوتا ہے اور مرنیکے بعد اولیاء و انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ظل عاطفت میں رہتے ہیں اسلئے شرع محمدی میں نماز میں ان پر درود اور سلام مسنون ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مُردے کو اپنے اقارب کا علم اور انکی ہمدردی باقی رہتی ہے سورۂ یٰسین میں ہے یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی اور احادیث میں ان تمام باتوں کی تصریح ہے ۱۲ منہ

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ

ہم نے تمہاری طرف پیغمبر ایک گواہی دینے والا رسول اسطرح سے بھیجا ہے کہ جسطرح فرعون کیطرف ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے رسول کی نافرمانی کی

الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ

تو ہم نے اسکو وبال میں پکڑ لیا پھر اگر تم نے بھی انکار کر دیا ہے تو تم اسدن کی مصیبت سے کیونکر بچوگے جو لڑکوں کو بوڑھا کر دیگا

شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ ع ١/١٤

آسمان اسدن پھٹ جاویگا اسکا وعدہ ہو کر رہیگا یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف کی طرف آنیکا راستہ تیار رکھے۔

ترکیب شاھدا وصف لرسولا و بیلا قال الاخفش شدیدا و بہ قال ابن عباس منہ مطر وابل و طعام وبیل اذا کان لایستمرا۔ یوما مفعول تتقون ای کیف تتقون یوما ان کفرتم وقیل مفعول کفرتم بجعل الجملۃ صفۃ یوم شیبا جمع اشیب والاصل فی شین شیب الضم وکسرت لمجانسۃ الیاء منفطر خبر والباء سببیۃ ویمکن ان تکون بمعنی فی وانما قال منفطر ولم یقل منفطرۃ لتنزیل السماء منزلۃ الشئی لتغیرہا عن صفتہا وقال الفراء السماء یذکر ویؤنث۔

تفسیر قریش اپنے تکبر اور سرکشی میں آنحضرت صلعم کے مطیع نہیں ہوتے تھے اور ان کو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اس لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ہمنے تمہارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کے پاس بھیجا تھا پھر اسکی سرکشی کی سزا پانی میں غرق ہوا پھر تم فرعون سے زیادہ مالدار اور صاحب حشمت و شوکت نہیں ہو یا یوں کہو کہ نبوت کے مسئلہ کی ضرورت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب بدکاری اور بت پرستی ہوئی ہدایت کے لئے نبی آیا جیسا کہ پہلے فرعون کے پاس آئے تھے تمہارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا کیسا رسول شاھدا علیکم تم پر تمہارے نیک و بد کاموں کی شہادت دینے والا وہ خدا کی طرف سے گواہی دیتا ہے کہ یہ کام بُرے اور ناپسند ہیں اور یہ کام عمدہ اور قابل نجات ہیں یا یہ کہ وہ قیامت میں تمہارے اوپر گواہی دے گا جو کچھ تم نے کیا اور کرتے ہو وہ سچا گواہ آسمانی عدالت میں تم پر ثابت کر دے گا اور تم کو ملزم ٹھہرائیگا اگر بُرائی سے باز نہ آؤ گے اور نیک کام اختیار نہ کرو گے کما ارسلنا الی فرعون رسولا جیسا کہ فرعون کے پاس ہمنے رسول یعنی موسیٰ علیہ السلام بھیجا تھا اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جسطرح بنی اسرائیل نے انکی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی ملک شام کی سرزمین نصیب ہوئی وہاں کے سردار ہوئے اور فرعون نے سرکشی کی تو ہلاک ہوا اسی طرح اس نبی کے مطیع دنیا کی سلطنتوں اور بادشاہتوں کے مالک ہوں گے اور آخرت کے درجات حاصل کریں گے اور نافرمان اور سرکش خوار و ذلیل ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا قریش بدر میں مارے گئے سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے پھر فتح مکہ کے دن مغلوب ہوئے اور صحابہ دین اور دنیا کے سردار ہوئے اس جملہ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت سفر استثنا کے اٹھارھویں باب میں آنحضرت صلعم کی بابت منقول ہے اسمیں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بنی اسرائیل کو پہلے سے سناتے ہیں میں انکے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا انتہی ملخصاً عیسائی اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہیں اور نہ بھی عیسائی مصنفوں کے اقوال سے لائے ہیں مگر یہ بشارت بجز آنحضرت صلعم کے اور کسی پر صادق نہیں آتی کس لئے کہ اصل بشارت میں موافق عبرانی ترجمہ کے انکے بھائیوں میں سے نبی برپا کرنا فرمایا ہے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے جو بنی اسمٰعیل ہیں جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت دینے کا وعدہ بھی ہوا ہے اگر اسکا مصداق حضرت عیسیٰ یا اور کوئی اسرائیلی نبی ہو تو بنی اسرائیل میں سے برپا ہوا سمجھا جائیگا۔ نہ بنی

ؔ اس تقدیر پر اس بشارت کا مصداق بنی اسمٰعیل میں سے برپا ہونا چاہئے اور بنی اسمٰعیل میں بجز آنحضرت صلعم کے اور کوئی اب گذرا نہیں ۱۲ منہ

اسرائیل کے بھائیوں میں سے دوسرے اس نبی کی نسبت یوں فرمایا کہ وہ موسیٰ کے مانند ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی موسیٰ کی مانند نہیں گذرا بلکہ ہر ایک انکا شریعت میں متبع تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی بھی مشابہت حضرت موسیٰ سے نہیں تھی کسلیئے کہ حضرت موسیٰ ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے بیوی اولاد رکھتے تھے ایک فرومانده قوم کو سرکشوں کے پنجوں سے چھڑا کر لائے اور اسکو ایک ملک کا سردار کر گئے برخلاف حضرت عیسیٰ کے کہ وہ بقول نصاریٰ آدم زاد ہی نہ تھے بلکہ خدا (یعنی خدا کے بیٹے (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً) اور نہ ان کے بیوی بیٹے تھے نہ قوم کو رومیوں کی قید سے آزاد کرا گئے اور نیز حضرت موسیٰ کے جانشین انکی نسل کے غیر لوگ ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون انکے بعد انکا خلیفہ ہوا حالانکہ آپکی اولاد بھی موجود تھی اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد آپکے جانشین حضرت ابوبکر ہوئے باوجودیکہ آپ کے اقارب و اولاد بھی تھی جن کے عہد میں عرب غیر قوموں پر فتحیاب ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل شام اور فلسطین پر قابض ہوئے اور دونوں کی شریعت میں بھی حلت و حرمت طہارت نجاست قوانین عبادت احکام معاملات اور دستور عبادات میں بہت مشابہت ہے حضرت عیسیٰ کے پاس کوئی نئی شریعت ہی نہ تھی بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اسلئے فرماتے تھے کہ میں توریت کا ایک شوشہ بھی مٹانے نہیں آیا اور نہ شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں اور جو بعد میں پولوس وغیرہ نے شریعت بنائی تو اس میں ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں حضرت موسیٰ نے جہاد کیئے اسی طرح آنحضرت صلعم نے بھی کیئے وہ لوگوں میں صاحب شوکت اور ذو وجاہت تھے ایسا ہی آنحضرت صلعم بھی برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ محض فقیرانہ اور عاجزانہ پیرایہ میں تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی مخالف قتل نہ کر سکا اپنی موت سے مرے ایسا ہی آنحضرت صلعم برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ سے مارے گئے الغرض پیدائش سے لیکر شریعت و احکام اور زیست کے حالات اور موت اور بعد میں جانشینوں تک کے حالات میں حضرت موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جیسی مشابہت ہے اسکا دسواں حصہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں :-

پھر فرماتا ہے اگر اے قریش تم ہمارے نبی الرحمۃ کی وجہ سے دنیاوی ہلاکت سے بچ گئے یا جیسا کہ تم ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ ہم دنیا میں ہر قسم کی مصیبت اٹھا سکتے ہیں تو کیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیباً اس دن سے کیونکر بچو گے (اگر تم کافر رہے اور کفر ہی میں مر گئے) جو لڑکوں کو بوڑھا کر دیگا یعنی قیامت کا دن علماء فرماتے ہیں یہ کنایہ ہے اس دن کی شدت اور درازی سے کہ غم کے مارے لڑکے بوڑھے ہو جائیں گے یا وہ اسقدر بڑا دن کفار پر ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہو جاویں گے کسلیئے کہ وہ بڑا دراز دن ہوگا بیضاوی فرماتے ہیں ہذا علی الفرض والتمثیل اور فرض کے طور پر ہے کہ اگر لڑکے بھی ہوں گے تو غم کے مارے بوڑھے ہو جائیگے کیونکہ غم والم سے بوڑھاپا جلد آتا ہے مطلب یہ کہ بڑا اندوہناک روز ہوگا السماء منفطر بہ اور آسمان پھٹ جائیگا۔ یجعل الولدان حشر کے وقت کا حال ہے اور السماء منفطر بہ نفخہ اول کا ہے اور دونوں کا ایک ہیبت ناک متصلاً حادثہ ہے سب کو ایکدن (یعنی وقت مصیبت) بیان فرمانا پوری تشریح ہے اور ان باتوں میں اے آدم زاد کچھ شک و شبہ نہ کر کسلیئے کہ کان وعدہ مفعولا اسکا وعدہ جو اس نے رسول کی معرفت کیا گیا ہے تمکو آنیکے بابت اور جزا و سزا کی بابت ضرور ہو کر رہیگا اب جو تم کو سمجھایا اور ڈرایا جاتا ہے ان ہذہ تذکرۃ یہ محض تمہاری نصیحت اور خیر خواہی اور تمکو آگاہی کی جاتی ہے ورنہ اور کچھ غرض نہیں فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً تم اپنے تک تقرب حاصل کرنے کی راہ فرماتے ہیں پھر جو چاہے ہمارے دربار لطف میں جگہ پانے اور ہمارے پاس آنیکا رستہ اختیار کرلے وقت ہے ورنہ دوسرے رستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے سو در فیض الٰہی وا ہے آئے جسکا جی چاہے :: خلاف اسکے رہ دوزخ ہے جائے جسکا جی چاہے

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ

بیشک آپکا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپکے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات سے (نماز تہجد میں) کھڑے رہتے

يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ

ہیں اور اللہ ہی رات اور دن کا صحیح اندازہ کیا کرتا ہے اس نے معلوم کر لیا ہے کہ تم اسکا تحفظ نہ کر سکو گے سو اس نے تم پر مہربانی کی (نصف و ثلث کی قید اٹھادی)

عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَ

تو جس قدر قرآن (نماز تہجد میں) پڑھا جا سکتا ہے پڑھا کرو اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ خدا کے فضل (روزی) کی تلاش میں زمین پر

آخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

سفر بھی کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں کبھی لڑینگے پھر جو کچھ تمہیں اس میں سے آسان ہو وہ پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ

اللہ کے لئے قرض حسنہ دیا کرو اور اپنے لیے جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے تو اسکو اللہ کے پاس (جاکر) بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے

هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ع ۲

اور اللہ سے بخشش مانگا کرو بیشک اللہ (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے

ترکیب۔ انک الجملۃ مفعول لعلم و نصفہ و ثلثہ بالنصب عطفا علی ادنی کما قرء بہ ابن کثیر و الکوفیون بالجر عطفا علی ثلثی اللیل کما قرء الجمہور وطائفۃ بالرفع عطفا علی الضمیر فی تقوم وجری الفصل مجری التوکید ان لن تحصوہ مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف ای انہ لن تحصوہ وکذا ان سیکون یبتغون حال من الضمیر فی یضربون وما تقدموا الخ الجملۃ مبتداء تجدوہ خبر خیرا قرء الجمہور بالنصب علی انہ مفعول ثان لتجدوا وہو فصل او بدل او تاکید وقری بالرفع علی انہ خبر ہو والجملۃ فی محل النصب علی انہا مفعول ثان لتجدوا اعظم بالنصب عطفا علی خیرا و بالرفع لکونہ خبرا ثان اجرا منصوب علی انہ تمیز من اعظم +

تفسیر آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھ صحابہ تہجد کی نمازیں کبھی آدھی رات کے قریب اٹھتے جیسا کہ قم اللیل الا قلیلا سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی تہائی رات سے جیسا کہ او انقص منہ سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی دو ثلث رات سے اٹھتے تھے جیسا کہ او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور نماز پڑھتے اور نمازوں میں قرآن مجید درد و سوز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ رتل القرآن ترتیلا سے سمجھا جاتا ہے اور یہ کمی زیادتی صحت و مرض اور غلبہ شوق و فرحت اور خواب و بیداری سے تھی اب عام ہے کہ یہ شب بیداری آپ پر اور اصحاب پر فرض ہو یا بطور ندب یا آپ پر فرض اور لوگوں پر ندب علی اختلاف اقوال العلماء مگر تا نزول تک آپ اور آپ کے اصحاب اسی شب بیداری کے پابند رہے اور کم از کم ایک ثلث رات شب بیداری کو بہت ہی ضروری سمجھتے ہے اور اسی لئے رات کا اندازہ ستاروں سے کیا کرتے تھے اس حالت محمودہ کو خدا تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنہار کہ اللہ جانتا ہے کہ اے محمد آپ اور آپ کے ساتھی دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات سے اٹھتے ہیں اور صحیح اندازہ رات دن کا اللہ ہی کرتا ہے کہ دراصل اب آدھی رات رہی یا ثلث یا دو ثلث مگر تم بھی اپنے قرینہ سے ان اوقات کی پابندی کرتے رہو اور اپنے اندازہ کے موافق دو ثلث و نصف و ثلث رات میں اٹھتے ہو اس کے بعد اس پابندی کو بھی اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے کس لئے کہ یہ جو ثلث و نصف و ثلث کی پابندی تم سے ہمیشہ نبھ بھی نہ سکے گی کیونکہ بیماری بھی لگی ہوئی ہے اور سفر و جہاد بھی پیش آنیوالے

پھر بیمار و مسافر اور مجاہدوں کے ہارے تھکے سے رات میں اٹھنا ایک شاق امر ہے اس لئے دو ثلث اور نصف اور ثلث کی قید بھی تمہارے لئے کوئی لازمی بات نہیں بلکہ جسقدر تم سے ہو سکے اتنی رات جاگو اور جسقدر قرآن بآسانی تم سے نماز میں پڑھا جاوے پڑھ لیا کرو اس مضمون کو ان آیات میں ارشاد فرماتا ہے علم ان لن تحصوہ ضمیر تحصوہ کی قیام لیل کی طرف پھرتی ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس پابندی کو نباہ نہ سکو گے فتاب علیکم اسنے تم پر مہربانی کی اسلئے حکم دیا کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن - کہ جسقدر قرآن پڑھنا تمہیں آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو یا جسقدر نماز تہجد تم سے ادا ہو سکے کر لیا کرو چونکہ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے اسلئے اسکو قراءت قرآن سے تعبیر کیا جیسا کہ رکوع و سجود سے کرتے ہیں) اور یہ پابندی کس لئے تم سے اٹھا دی - علم ان سیکون منکم مرضیٰ و آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ و آخرون یقاتلون فی سبیل اللہ کہ اس کو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہونگے اور کسی کو سفر بھی درپیش ہوگا اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے تجارت[1] اور علم سیکھنے اور سکھانے کے لئے اور ہجرت کیلئے بزرگان دین سے ملنے کیلئے غرباء و مساکین یا درماندوں کی چارہ جوئی حاجت براری کے لئے ہر ایک سفر پر اللہ کے فضل و رحمت کی طلب کا سفر اطلاق ہو سکتا ہے اور نیز جہاد بھی پیش آنیوالا ہے یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں اس حکم کی پابندی کہ اسقدر رات سے اٹھو اور اتنا قرآن پڑھو ایک امر مشکل ہے اسلئے پھر بار دگر تم کو سنایا جاتا ہے کہ فاقرؤا ما تیسر منہ کہ جسقدر تم سے بآسانی پڑھا جاوے اسقدر پڑھو +

ف

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیات ان ربک یعلم الخ پہلے حکم قم اللیل الخ کے ایک برس بعد نازل ہوئی ہیں اسقدر عرصہ تک آنحضرت صلعم اور صحابہ اسی پابندی خاص سے شب بیداری کرتے رہے اور راتوں کے جاگنے اور نماز میں کھڑا رہنے سے پاؤں بھی ورم کر آئے تھے جسپر قریش نے طعنہ کے طور پر کہا تھا کہ محمد پر قرآن کیا اترا مصیبت میں پڑ گیا اسکا جواب سورہ طٰہٰ میں دیا گیا کہ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الخ اس بنا پر یہ آیت اول آیات کی کہ جنمیں دو ثلث و نصف و ثلث کی پابندی تھی ناسخ ہیں خاص پابندی کے لئے نہ تہجد کے لئے کیونکہ فاقرؤا ما تیسر منہ باواز بلند کہہ رہا ہے کہ تہجد میں قرآن پڑھنا ہنوز باقی ہے صرف اسقدر ہے کہ جسقدر تم سے ہو سکے پابندی نہیں اس آیت سے تہجد کو منسوخ قرار دینا تحکم ہے ہاں اگر فاقرؤا سے نفس قرآن پڑھنا نماز میں یا نماز کے باہر مراد لیا جاوے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس سے نماز تہجد کا بقا نہیں سمجھا جا سکتا مگر فاقرؤا سے نفس سیاق آیات کی منافی ہے کس لئے کہ اول سے نماز تہجد اور اسمیں قرآن پڑھنے کا ذکر چلا آیا ہے اور لطف یہ ہے کہ پھر ان علماء کے اقوال پر اس قرآن پڑھنے کو بھی منسوخ ماننا پڑتا ہے بعد کی آیت واقیموا الصلوٰۃ سے پس صاف معنی آیات کے یہی ہیں کہ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی پابندی اٹھا دی ہے اور تہجد گذاروں کے شوق و فرصت پر چھوڑ دیا ہے اور حکم تہجد بدستور باقی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض اور امت پر مندوب[1]

اسکے بعد نئیں حکم اور دیتا ہے فقال واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسنا کہ نماز قائم کیا کرو زکوٰۃ دو - اللہ کو قرض حسنہ دو محققین علماء فرماتے ہیں کہ نماز پنجگانہ نماز کی فرضیت شب معراج میں ہوئی اور یہ سورہ شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور نیز اسوقت تک زکوٰۃ مفروضہ بھی نہ تھی کیونکہ زکوٰۃ مدینہ میں آکر فرض ہوئی ہے پھر آیت میں اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے +

---

[1] مندوب مستحب و مسنون کریں تو ثواب نہ کریں تو کچھ عذاب نہیں ۱۲ منہ

فاقرؤا ما تیسر من القرآن

کہ گو پنجگانہ نماز اور زکوٰۃ معینہ واجب نہیں ہوئی تھی مگر مطلقاً نماز اور زکوٰۃ تھی اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ رکوع و سجود قیام و قعود میں دعا کرنا فرض تھا اور اسی کو نماز کہتے تھے کہ اسوقت دن میں کفار کا ہجوم رہتا تھا صرف تہجد کی نماز تھی ممکن ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ میں اسی طرف اشارہ ہو کہ حسب رتم سے قرآن پڑھا جا سکے پڑھو اور نماز تہجد ادا کئے جاؤ پابندی دو ثلث اور ثلث اور نصف کی نہیں اور خیرات کرنا بھی اسوقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی معیّن نہ تھی جیسا کہ بعد میں ہوئی سو آتوا الزکوٰۃ سے وہی خیرات مطلقہ مراد ہے اور اقرضوا اللہ قرضاً حسناً آتوا الزکوٰۃ کی تاکید ہے جسمیں یہ بتلانا مقصود ہے کہ خیرات دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے بایں معنی کہ خدا اسکا بدلہ نفع کے ساتھ تمکو دنیا اور آخرت میں دیگا گویا وہ تمہارا اس دیے ہوئے مال کی ضمانت کرتا ہے تاکہ تم کو اطمینان ہو ورنہ وہ قرض لینے سے پاک ہے اسکو کوئی حاجت نہیں اور قرضاً حسناً میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ ناپاک اور حرام کا مال منظور و مقبول نہیں اور یہ بھی کہ فقیر کو طعنہ نہ دو اور دیگر کسی کو شرمندہ نہ کرو اسی لئے حکم ہے کہ مخفی طور پر دے اور خلوص نیت سے دے ان سب باتوں کو یہ لفظ شامل ہے اسمیں خیرات کے سب آداب کی طرف اشارہ ہے لہذا اس کے بعد اطمینان دلاتا ہے فقال وما تقدموا لانفسکم من خیر کہ جو نیکی تم اپنے لئے کر گئے اور آگے بھیجو گے تجدوہ عند اللہ ہو خیراً واعظم اجراً اسکو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بڑھکر پاؤ گے رائیگاں رہجائیگی ہم گن گن اور جمع کر کے رکھتے ہیں مرکر جب آؤ گے بہتر اور بڑھ کر پاؤ گے ایک پیسہ کے دس پیسے کا ثواب بلکہ زیادہ کا موجود ہے لانفسکم میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس عبادت و خیرات میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں تمہارے ہی لئے فائدہ ہے +

اسکے بعد فرماتا ہے واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور معافی مانگا کرو کیونکہ وہ معاف کرنیوالا اور مہربان ہے اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ نماز و خیرات پر غرور نہ کرو اسکے بعد بھی معافی مانگا کرو جو مقتضائے عبودیت ہے اور نماز و زکوٰۃ میں جو کوئی قصور و فتور ہو جائے تو معاف کیا جاوے آخر کار ہمارے فضل پر مدار ہے +

ف

علماء اصول نے فاقرؤا ما تیسر من القرآن پر ایک دلچسپ بحث کی ہے وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ ما کے لفظ کو عام رکھکر فرماتے ہیں نماز میں قرارت قرآن مطلق فرض ہے کوئی آیت اور کوئی سورۃ ہو اور چونکہ سورہ الحمد کے باب آگیا ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کہ الحمد بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اسلئے الحمد کا پڑھنا اور اسکے ساتھ اور کوئی سورۃ یا آیت ملانا جیسا کہ اور احادیث سے ثابت ہے واجب ہے نہ فرض اور دونوں میں ایک باریک سا فرق ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ما تیسر کے عموم سے بقرینہ احادیث صحیحہ سورۂ فاتحہ مراد ہے اسلئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہی ما تیسر من القرآن ہے +

ف

اس سورۃ میں رسالت اور قیامت اور نیز توحید کا کامل ثبوت عجیب پیرایہ میں کیا گیا اور دار آخرت میں کار آمد باتوں کی تاکید اور تعلیم بھی کردی کہ شب بیداری کرو نماز پڑھو خیرات دو یہی باتیں وہاں کار آمد ہیں اور مخالفوں کی ایذا پر صبر اور تحمل کرو کس لئے کہ دنیا کی عافیت اسی میں ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ
دین دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ فرعون کی شہ زوری جیسے
موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی۔ اسی طرح
کفار عرب کی بھی نہ چلے گی

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُۙ قُمْ فَاَنْذِرْۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْۙ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُۙ

اے کپڑے میں لپٹے ہوئے کھڑے ہو کر ڈر سناؤ اور اپنے رب کی بزرگی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور میل کچیل دور کرو اور بدلہ پانے کی غرض سے احسان نہ کرو

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْؕ

اور اپنے رب کے لئے صبر کرو

ترکیب ۔ المدثر اصلہ المتدثر ادغمت التاء فی الدال للمجانسۃ وقرء الجمہور بالادغام ۔ والدثار ما یلبس فوق الشعار والشعار ما یلی الجسد ومنہ قولہ علیہ السلام الانصار شعار والناس دثار فانذر الفاء فیہ وفیما بعدہ لافادۃ معنی الشرط کانہ قال ما یکن من شئی فانذر وکبر ۔ وقال ابن الجنی ہو کقولک زیدا فاضرب فالفاء زائدۃ وربک وثیابک والرجز منصوب بفعل محذوف یفسرہ ما بعدہ تستکثر بالرفع علی انہ حال وبالجزم علی انہ جواب النہی وبالنصب علی تقدیر لتستکثر قیل علی تقدیر ان ولقاء عملہا ۔

تفسیر ۔ بخاری ومسلم وغیرہما نے نقل کیا ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا سب سے پہلے یا ایہا المدثر نازل ہوئی اسیو یحیی بن کثیر نے کہا کہ لوگ سب سے پہلے اقرء کا نازل ہونا بیان کرتے ہیں ابوسلمہ نے کہا میں نے بھی یہ بات جابر بن عبداللہ سے پوچھی تھی تب اسنے کہا میں آپکو وہی بات سناتا ہوں جو مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی آپنے فرمایا کہ میں غار حرا میں گوشہ نشین تھا جب نیچے اترا تو آواز آئی میں نے دائیں بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا تب اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا آسمان و زمین کے درمیان اس سے مجھے دہشت معلوم ہوئی اور گھر میں آیا اور یہ کہا کہ دثرونی دثرونی کپڑا اوڑھاؤ کپڑا اوڑھاؤ تب یہ سورۃ نازل ہوئی والرجز فاہجر تک ۔

علماء نے حدیث میں غور کر کے فیصلہ کردیا ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرء نازل ہوئی مالم یعلم تک اور پھر کچھ دنوں وحی بند رہی پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی اسکے بعد مزمل ۔ بعض کہتے ہیں مزمل نازل ہونیکے بعد مدثر نازل ہوئی ۔ مگر بالاتفاق ہے کہ یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں وہی توحید وغیرہ کے مطالب ہیں ۔

مناسبت ۔ اس سورۃ کی سورۂ مزمل سے یہ ہے کہ سورۂ مزمل میں اپنے آراستہ کرنیکا حکم تھا کہ رات کی نماز و تلاوت سے پہلے خود کامل ہو جاؤ اسکے بعد اس سورۃ میں لوگوں کو کامل کرنیکا حکم دیا گیا بقولہ فانذر کس لئے کہ جبتک آپ کامل ہو لے تو دوسروں کی تکمیل کا انذار و تبشیر سے بیڑہ اٹھانا زیبا نہیں اس کے سوا دونوں کے مطالب میں بھی کچھ مناسبت ہے وہاں ابتداء یا ایہا المزمل کہہ کر کی تھی یہاں یا ایہا المدثر کہہ کر کیا ہے اور دونوں کے معنی قریب قریب ہیں وہاں رات میں نماز و تلاوت کا حکم تھا یہاں اسکے شروط کپڑے اور جسم کی پاکی بتائی گئی وہاں بھی قیامت کا ہولناک واقعہ بیان ہوا تھا کہ لڑکوں کو بوڑھا کردینے والا دن آنیوالا ہے یہاں اسکی نسبت فرمایا گیا یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ وہ دن بڑا سخت ہے کافروں پر آسان نہیں ہاں خاتمہ میں تھا اللہ غفور رحیم اس سے بخشش مانگو یہاں بھی خاتمہ یہی ہے ہو اہل التقوی و اہل المغفرۃ کہ اسی سے ڈرنا چاہئے اور وہ بخشش والا ہے

فقال یا ایہا المدثر کہ اے کپڑے پہنے ہوئے شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہو اور اسکے اوپر جو کپڑا ہو اسکو دثار کہتے ہیں اور اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے کہ مدثر عام مفسرین اس کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کیوجہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی نام سے پیار سے یاد فرمایا ۔ جیساکہ حضرت علی ؓ ایکبار مٹی پر سوئے ہوئے تھے کہ آپنے پیار سے فرمایا قم یا ابا تراب اب اس

کپڑا اوڑھنے کے چند وجوہ علماء نے بیان فرمائے ہیں (۱) فرشتہ کو دیکھکر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی جس لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی حالت میں تھے کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی حالت پر محبت سے خطاب کیا گیا (۲) کفار قریش نے جمع ہو کر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنیکے لئے لفظ ساحر تجویز کیا اور پکار دیا تو اس سے آپ کو رنج ہوا اور طبع مبارک پر کسل طاری ہو جانے کپڑا اوڑھ کر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کر کے فرمایا اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو (۳) آپ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے اسی حالت میں یہ سورۃ نازل ہوئی جسمیں جتلایا جاتا ہے کہ کپڑا اٹھا کے اتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم یعنی آمادہ ہو ایک گروہ علماء کا یہ کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے (۱) یہ کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جیسا کہ کہتے ہیں البسہ اللہ لباس التقویٰ و زینہ برداء العلم (۲) یہ کہ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہو جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کبتک مخفی رہیگا کھڑا ہو اور لوگوں کو متنبہ کر کیلئے کہ دنیا گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے (۳) یہ کہ اے خلق عظیم اور رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہنکر چپ کیوں بیٹھے ہو اور لوگوں کو متنبہ کرو۔ دین حق کی منادی کرو۔

قم فانذر کھڑا ہو یعنی اس مرتبہ پر مستحکم و آمادہ ہو یا خواب سے اٹھ۔ قم کے یہ دو معنی ہو سکتے ہیں۔ پھر کھڑے ہو کر کیا کر۔ فانذر لوگوں کو ڈرا جیسے کہ آپ نذیر تھے بشیر بھی تھے مگر ابتدائی حالت میں بشارت کا موقعہ نہ تھا کس لئے کہ دنیا بدکاری اور بت پرستی کے گرداب میں پڑی ہوئی تھی اس لئے مقدم یہی بات تھی کہ ان کو ہلاکت کے کاموں سے ڈرایا اور بچایا جاوے۔ اس کے بعد اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئیگا۔ اور لوگوں کا خدا تعالیٰ کی کیطرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت اور مصائب دنیا کی خبر دینا (جو بدکاری اور بت پرستی کا ثمرہ ہوتا ہے) بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہیں ہوتا کہ خداوند عالم کی عظمت و جبروت بیان کیجائے اس لئے حکم ہوا اور ربک فکبر کہ اپنے رب کی عظمت و شوکت بیان کر اور اسکے آثار جبروت قدرت کا اظہار کر تاکہ مشرکین کے دلوں سے (اسکی قدرت و یکتائی منکر) بتوں اور خیالی معبودوں کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کیطرف مائل ہوں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ نافرمانی پر جو بلا آئیگی اسکو ہمارے معبود دفع نہ کر سکیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آپ کو حق سبحانہ نے مرتبہ نبوت و تبلیغ عطا کیا اس لئے اس خوشی پر تکبیر کہنا فرمایا شادمانی کیوقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اسلئے آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپکے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ کی بیوی نے اور اسی لئے اہل اسلام میں یہ عام دستور ہو گیا ہے کہ خوشی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور اسی لئے نماز عیدین اور حج میں تکبیر باآواز بلند کہی جاتی ہے بلکہ دشمنوں کے مقہور کرنے کیلئے اور آفات کو دور کرنے کے لئے بھی تکبیر اکبیر کا حکم رکھتی ہے عظمت و ہیبت الٰہی مخالف کے دلوں کو ہلا دیتی ہے مصیبت کو دفع کرتی ہے اسی لئے صحابہؓ جہاد میں اور ہر خوشی کے موقعہ پر اس آواز کو بلند کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ نماز میں تکبیر کہنا مراد ہے تحریمہ کے وقت اور رکوع و سجود کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے گو اس سورۃ کے نازل ہونے کیوقت نماز پنجگانہ فرض نہ تھی مگر نوافل تھا انہیں میں تکبیر کہنا مامور بہ تھا۔ ہر ایک معنی چسپاں ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے۔

لیکن تکبیر کا اثر طہارت کیحالت میں زیادہ ہوتا ہے اسلئے اسکے بعد حکم ہوتا ہے وثیابک فطہر کہ اپنے کپڑے پاک کر علماء کے اسکی تفسیر میں چند اقوال ہیں اول ثیاب اور طہر حقیقی معنی پر محمول کیے جاویں یہ معنی کہ ظاہری کپڑوں کو ظاہری نجاست کے دور رکھ اور جب کپڑوں کو دور رکھنا فرمایا تو بدن جو کپڑوں کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے بدرجہ اولیٰ نجاست سے دور رکھنا اور پاک رکھنا مراد ہوگا اس سے ظاہر ہوا کہ ناپاک کپڑوں اور ناپاک بدن سے نماز درست نہیں کسلئے کہ نوافل و ذکر میں مومن کو ہمیشہ

تکبیر کی حکمت

طہارت ظاہر و باطن ہے

مشغول رہنا اور عالم قدس سے مناسبت پیدا کرنا چاہئے تاکہ مرنیکے بعد اس جماعت میں شامل ہو جاوے اور کپڑے اور بدن کی نجاست ظاہری اس مناسبت میں خلل انداز ہے۔ گوہ، موت، منی، قے، خون، خنزیر، شراب، مردار ناپاک چیزیں ہیں اور اسی طرح حیوانات کا گوہ موت بھی ناپاکی ہے اور کتا وغیرہ نجس جانور اور انکی پس خوردہ چیزیں بھی ان سے ہر وقت دور رہنا چاہئے خصوصاً نماز کے وقت تو فرض ہے یہ حکم آپکو اسلئے دیا کہ مشرکین اپنے بدن اور کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے تھے اس لئے آپکو اور آپکی امت کو پاکیزگی اختیار کرنیکا حکم دیا گیا۔ اور یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ آپ پر نجاست ڈالدیا کرتے تھے اسلئے حکم ہوا کہ انکی حماقت کا خیال نہ کریں کپڑے کو پاک کر لیا کریں (دوم) کپڑے کو حقیقی معنی پر اور طہارت کو مجازی پر یعنی باطنی پاکی پر محمول کریں یہ معنی کہ اپنے کپڑوں کو معنوی نجاست سے پاک کریں غصب اور چوری کے کپڑے اسی طرح ناجائز کمائی کے اور وہ کہ جنپر تصاویر ہوں اور اسیطرح دامن نیچا اور ریشمی جو مردوں کیلئے درست نہیں معنوی ناپاکی رکھتے ہیں مسلمان کو دور رہنا چاہئے خصوصاً یاد الٰہی کیوقت ایسے کپڑے دور پھینکدینے چاہئیں اسی طرح مرد کیلئے زنانہ لباس اور زنانہ آرائش اور عورت کیلئے مردانہ لباس بھی معنوی نجاست ہے (سوم) یہ کہ کپڑوں کے مجازی معنی اور طہارت کیلئے حقیقی لئے جاویں کپڑوں سے آپکی ذات وصفات واخلاق مراد ہیں کہ آپ انکو نجاست سے دور رکھیں کپڑا بولکر شخص مراد لینا محاورہ ہے عرب کہتے ہیں الکرم فی بردیہ وطاہر الذیل ونقی الثوب جیسا کہ کہتے ہیں پاک دامن۔ اپنے بدن کو استنجا وغیرہ سے پاک رکھیں اور بول و براز منی وغیرہ سے پاک رکھیں کیونکہ طہارت ظاہری کو طہارت قلبی میں بڑا اثر ہے (چہارم) دونوں کے معنی مجازی لئے جاویں تب یہ معنی ہونگے کہ اپنے دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک رکھو یہ اسلئے فرمایا کہ جب کفار نے آپکو ساحر کا لقب دیا اور آپ کو رنج ہوا تو یہ بدخلقی اور انتقام کا مقتضی تھا جس سے منصب انذار میں فرق آجانیکا موقعہ تھا اسلئے آپکو حکم دیا کہ آپ انکی حماقت سے وعظ نہ چھوڑیں اور انکے اخلاق رذیلہ اور کج خلقی کو دلمیں جگہ نہ دیں اور یہ حکم اسلئے دیا کہ اوّل میں آپ کو مدثر فرمایا اور دثار لباس اور کپڑوں کو کہتے ہیں اسلئے ارشاد فرمایا کہ جو جامہ آپ پہنے ہوئے ہیں اس جامہ نبوت کو ان داغ دھبوں سے پاک رکھیں تاکہ تکبیر کا اثر نمایاں ہو اور تکبیر کا مقتضا بھی یہی ہے کس لئے کہ اللہ کی کبریائی کا سب سے اوّل تکبیر کہنے والیکے دل اور اخلاق پر اثر ہونا چاہئے جس کیلئے اس کا جامۂ انسانیت شہوات ولذّات اور غضب وکبر کے دھبوں سے پاک ہو جانا لازمی بات ہے اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے والرجز فاہجر رجز بالکسر عذاب کما فی قولہ رجزا من السماء اور بالضم بمعنی قبیح ومستقذر۔ یہ ثیابک فطہر کا تکملہ ہے اگر اسجگہ بدن اور کپڑے کی ظاہری طہارت مراد تھی تو یہاں طہارت باطنی مراد ہے اخلاق رذیلہ سے غرض یہ کہ ظاہر و باطن کو پاک رکھ اور منجملہ نجاسات قلبیہ کے جو ہادی دین کیلئے دھبہ لگانیوالی بات ہے طمع دنیا ہے اسلئے بالتخصیص اس سے بھی منع کیا فقال ولا تمنن تستکثر یعنی قرآن مجید کی تعلیم وتبلیغ احکام الٰہی کا کسی پر احسان نہ جتلا کہ لوگ مریدوں معتقدوں کی کثرت کرکے مال وجاہ پیدا کرے اور لوگوں سے کچھ حاصل کرے یا کسی کو کچھ دے اور حاجت براری اس نیت سے کرے کہ وہ اسکے بدلہ میں مجھے زیادہ دیگا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی طمع ہے بعض اسکے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ دے اسکو بہت نہ سمجھ یا یہ کہ کسی پر احسان جتانے کو نہ دے۔ ان سب مکارم اخلاق تعلیم کرنے کے بعد اس شخص کیلئے جو منصب انذار پر بیٹھے لوگوں کی بدگوئی اور ایذا پر صبر بھی ضرور ہے ورنہ ارشاد وتعلیم کا دروازہ بند ہوتا ہے اسلئے اسکے بعد یہ بھی فرما دیا ولربک فاصبر کہ اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کر اس میں بندوں کی دولت وثروت کا لحاظ نہ کر بلکہ خاص اللہ کی رضامندی کا۔ اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ کے لئے اوامر وفرائض کا بوجھ اٹھا ان پر قائم رہ+

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝

پھر جبکہ صور پھونکا جاویگا تو وہ دن مشکل کا دن ہوگا منکروں پر آسان نہ ہوگا مجھے اور اسکو چھوڑ دو کہ جسکو میں نے اکیلا پیدا کیا

وَّجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِیْنَ شُہُوْدًا ۝ وَّمَہَّدْتُّ لَہٗ تَمْہِیْدًا ۝ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ کَلَّا ؕ اِنَّہٗ کَانَ

اور اسکو بڑھنے والا مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے دیے اور اسکے لئے ہر قسم کی تیاری کی پھر امید رکھتا ہے کہ اسکو اور بھی دونگا ہرگز نہیں کیونکہ وہ ہماری

لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝ سَاُرْہِقُہٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّہٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝

آیتوں کا مخالف رہا ہے میں اسکو ابھی جھنجھٹ پر چڑھاتا ہوں کیونکہ اسنے سوچا اور اندازہ کیا پھر غارت ہو اس نے کیسی تجویز کی پھر غارت ہو کیسی تجویز کی پھر اسنے دیکھا

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۝ اِنْ ہٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ ۝ وَمَاۤ

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا پھر پیٹھ پھیر لی اور تکبر کیا پھر کہنے لگا یہ تو ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے یہ تو ہو نہ ہو آدمی کا کلام ہے ہم اسکو ابھی جہنم میں پہنچائیں گے اور تو (اے

اَدْرٰىکَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَیْہَا تِسْعَۃَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَۃً ۪ وَّ

مخاطب) کیا جانے کیا ہے جہنم وہ نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے آدمی کو ادھ موا کر دیتی ہے اس پر انیس شخص مقرر ہیں اور ہم نے دوزخ پر فرشتے ہی رکھے ہیں اور انکی

مَا جَعَلْنَا عِدَّتَہُمْ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۙ لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِیْمَانًا وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ

تعداد کافروں کے لئے آزمائش بنائی ہے تاکہ جنکو کتاب دی گئی ہے وہ یقین کریں اور ایمانداروں کا ایمان بڑھے اور تاکہ اہل کتاب اور ایماندار شک نہ کریں

اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا مَثَلًا ؕ کَذٰلِکَ یُضِلُّ

اور تاکہ جنکے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کافر یہ کہیں کہ اللہ کی اس بیان سے کیا غرض ہے؟ اور اللہ اسطرح سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے

اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ہُوَ ؕ وَمَا ہِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ ۝ ع

اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور آپکے رب کے لشکر کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور یہ تو محض لوگوں کی نصیحت ہے ۔

ترکیب ۔ فاذا الفاء للسببیۃ کانہ قیل اصبر علی اذاہم فبین ایدیہم یوم ہائل یلقون فیہ عاقبۃ امرہم ۔ والعامل فی اذا مادل علیہ قولہ فذلک لانہ اشارۃ الی النقر ای وقت النقر وقیل مادل علیہ عسیر ای یعسر نقر نفخ الناقور علی وزن فاعول من النقر بمعنی التصویت فذلک اشارۃ الی وقت النقر مبتدا ویومئذ بدل منہ او ظرف لخبرہ یوم عسیر خبرہ غیر یسیر تاکید وقال الاخفش اذا المبتدا و الخبر فذلک والفاء زائدۃ یومئذ ظرف لذلک وقیل ہو فی موضع رفع بدل من ذلک او مبتدا ویوم عسیر خبرہ والجملۃ خبر ذلک وعلی یتعلق بعسیر او ہی نعت لہ او حال من الضمیر الذی فیہ ومن مفعول معہ او معطوف علی الضمیر المنصوب وحیدا حال من الیاء ای ذرنی وحدی معہ فانی اکفیہ او من التاء ای ومن خلقتہ وحدی لم یشرکنی فی خلقہ احد او من العائد المحذوف ای ومن خلقتہ فریدا لا مال لہ ولا ولد وہذا ذم فانہ کان ملقبا بہ فسماہ اللہ تعالی بہ تہکما واشتہر انہ واراد انہ وحید ولکن فی الشرارۃ او عن ابیہ لانہ کان زنیما لا یبقی صفۃ لسقر او حال منہ والعامل فیہا معنی التعظیم لواحۃ بالرفع ای ہی لواحۃ و بالنصب مثل لا تبقی او حال او علی الاختصاص ۔ تسعۃ عشر مبتدا وہذہ الکلمۃ مرکبۃ وکلا الجزئین مبنیان علی الفتح وقری عشر بالاسکان لتوالی الحرکات وقری اعشر جمع عشیر علیہا خبر مقدم ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ولربک فاصبر کہ اللہ کے لئے مخالفوں کی بیجا تکالیف پر صبر کیجئے اب اس صبر کا انجام بیان کرتا ہے اور آپکو اطمینان دلاتا ہے فقال فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر ۔ کہ دنیا چند روزہ ہے ایکدن آنیوالا ہے جو

لے جھنڈے پر چڑھانا محاورہ ہے بدنام کرنے اور بلا میں مبتلا کرنیکا ۔ ۲ جن میں ذرا بھی آدمیت ہے ان کو بدی کرنے پر بہیں سے جہنم دکھائی جاتی ہے وہ بدی کر کے پشیمان ہوتے ہیں اسکی مثیبں انکے دلوں کو جلاتی ہیں اسلئے برے کام نہیں کرتے ۱۲ منہ

کافروں پر سخت ہوگا کچھ آسانی ان کے لئے نہوگی وہ دن وہ ہے کہ جبدن صور پھونکا جاویگا۔ اس روز یہ لوگ اپنے کئے کی سزا پالیں گے اور آپ کو صبر کا بدلہ ملیگا +

منجملہ ان ایذا دینے والوں کے کہ جنکی ایذا پر آپ کو صبر کرنیکا حکم دیا گیا۔ ایک شخص ولید بن مغیرہ تھا چونکہ وہ بڑا مالدار تھا اس کی اولاد بھی بہت تھی اور بڑا عزت دار کہلاتا تھا اس کو لوگ وحید یعنی یکتا اور یگانہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے اب آئندہ آیات میں اس کی ایذا کا اور جو کچھ خداوند تعالےٰ نے اسپر فضل و کرم کیا تھا اسکا ذکر کرکے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلاتا ہے اور عام ایمانداروں کو متنبہ کرتا ہے کہ دنیاوی مال وجاہ او لاد و حشمت اسکا فضل و کرم ہے اسکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اسکے گھمنڈ میں خدا تعالیٰ اور اسکے فرستادوں سے مقابلہ کرے جسکا انجام دنیا کی بربادی اور آخرت کا ابادی جہنم ہے اخیر رکوع تک اسی کا حال ہے اور کچھ جہنم کے داروغونکا جو ملائکہ ہیں۔ یہ اسلئے کہ ولید کو اپنے زر و اقارب کی حمایت کا بڑا غرور تھا وہ کہتا تھا مجھے جہنم میں کون عذاب دے سکتا ہے؟ اسی لئے بیان کیا گیا کہ وہاں بڑے طاقتور فرشتے معیّن ہیں اور وہ انیس ۱۹ ہیں اور ان کی یہ تعداد اس لئے بیان کی گئی کہ اہل کتاب کو اور ایمانداروں کو یقین کامل ہو اور کافر ادھی تمسخر کرکے مصیبت اور آزمائش میں پڑیں کس لئے کہ یہ نکتہ انکی ناقص سمجھ سے باہر ہے یہ خلاصہ مطلب ہے آیات کا ولید بن مغیرہ کی بابت ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ ایکبار آنحضرت صلعم کیخدمت میں حاضر ہوا آپنے اسکو کچھ قرآن سنایا جس سے اس کا دل نرم ہوا یہ خبر ابوجہل کافر کو بھی پہنچی تب ولید کے پاس آکر کہنے لگا اے چچا آپکی قوم چندہ کرکے آپ کو دینا چاہتی ہے اس نے کہا قریش کو معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں مجھے اسکی حاجت نہیں تب اس نے کہا آپ محمد کی شان میں کوئی ایسی بات کہیے جس سے آپکی قوم کو معلوم ہو کہ آپ انکے منکر ہیں اس نے کہا کیا کہوں مجھ سے زیادہ کوئی شعر سے بھی واقف نہیں ہر قسم کے اشعار سے واقف ہوں جنوں کے اشعار بھی مجھے معلوم ہیں خدا کی قسم اس کا کلام شعر نہیں بلکہ اسمیں شیرینی اور برکت ہے وہ غالب ہے مغلوب نہیں ابوجہل نے کہا خدا کی قسم آپ کی قوم ہرگز خوش نہ ہوگی جبتک کہ انکے حق میں کوئی بری بات نہ کہیں گے۔ تب اس نے کہا مجھے مہلت دو کہ فکر کرکے تجویز کروں تب اس نے فکر کرکے تجویز کی یہ جادو ہے جو کسی سے سیکھا ہے اسپر آیات ذرنی ومن خلقت وحیدا الخ نازل ہوئیں (اخرجہ الحاکم والبیہقی فی الدلائل) ان آیات اسی کی طرف اشارہ ہے مگر روئے سخن تمام ناشکر دولتمندوں کیطرف ہے اور اسی لئے اسکا نام نہیں لیا گیا ولید کی تخصیص نہیں +

فرماتا ہے چھوڑ مجھے اور اسکو کہ جسکو مینے خود پیدا کیا نہ اسکے جھوٹے معبودوں نے یا یہ معنی کہ جسکو مینے یگانہ پیدا کیا اس میں اسپر تعریض بھی ہے کہ جب پیدا ہوا تھا کیا ساتھ لایا تھا اکیلا تھا اولاد مال کچھ نہ تھا یہ سب مینے دیا۔ یا یہ کہ وہ اپنے آپکو وحید کہلاتا تھا اسی لقب سے اسکو استہزاء یاد کیا کہ آپ بڑے یگانہ اور یکتائے روزگار ہیں۔ اور اسمیں یہ بھی تعریض ہے کہ باپ نہیں اکیلا ہے یہ چوٹ ہے اسپر کس لئے کہ قریش میں یہ زنیم یعنی بد نسل مشہور تھا مدتوں تک اسکا باپ کہتا رہا کہ میرا نطفہ نہیں۔

وجعلت لہ مالا ممدودا اور اسکو بہت مال دیا زجاج کہتے ہیں مال ممدود سے مراد ہے مال غیر منقطع مد کے معنی درازی کے ہیں جو فرد ھنے سے علاقہ رکھتا ہے علماء فرماتے ہیں ولید کے پاس بہت مال تھا تجارت سے بھی بہت نفع حاصل ہوتا تھا اور طائف میں اسکے باغ اور زمینیں تھیں اونٹ گھوڑے بھیڑ بکری ہر قسم کا مال تھا انسے نفع حاصل ہوتا تھا اور ہر ایک میں سے نفع آتا تھا وبنین شہودا (یہ مالا پر عطف ہے جعلت کا مفعول ہے) کہ بیٹے اسکے لئے بیٹے دئیے کیسے جو حاضر رہنے تھے دولت کیوجہ سے باہر جانے اور غائب رہنے کی

نوبت نہ آتی تھی مجلسوں میں باپ کے ساتھ جب یہ دیدار و بیٹے آتے تھے تو ایک شوکت مجلس پر نمایاں ہوتی تھی سعید بن جبیر کہتے ہیں تیرہ بیٹے تھے مقاتل کہتے ہیں سات تھے سب لڑکے ہی تھے لڑکی نہ تھی۔ انمیں ہشام اور خالد بن ولید اور ولید بن الولید مسلمان ہو گئے تھے ومہدت لہ تمہیدا اور ہم نے عزت و مال وجاہ کو اس کیلئے فرش کر دیا تمام قریش اسکی عزت کرتے تھے اور اسی لئے اسکو وحید۔ اور ریحانۃ قریش سے ملقب کرتے تھے تمہید کے معنی بچھانیکے ہیں اور اسی لئے مہد الصبی ہے، ان سب خوبیوں کے بعد باوجود اس کفر و عناد و ناشکری کے پھر بھی امید کرتا ہے ثم یطمع ان ازید کہ ہم اس کو دنیا میں یا آخرت میں اور زیادہ دینگے وہ کہتا تھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو سب سے زیادہ جنت میں مستحق ہوں کیلئے کہ سردار اور عزت والا ہوں نہ یہ غریب و مفلس مسلمان فرماتا کلا یہ ہرگز نہ ہوگا کسلئے انہ کان لایاتنا عنیدا کہ وہ ہماری آیات قدرت کا مخالف رہا ہے کبھی انمیں غور نہیں کیا اور اپنے اوپر جو نعمتیں ہیں ان کو بھی اسکا فضل نہیں سمجھا بلکہ اپنے بخت کی یاوری جانتا رہا اور آیات قرآنیہ کا بھی دیدہ و دانستہ مخالف رہا ہے کسلئے کہ جب قریش نے اس سے پوچھا کہ محمد کیلئے کونسا لقب تجویز کرنا چاہیئے تاکہ ایام جمع میں جو لوگ آویں یہ سنکر اس سے دور رہیں تو اس نے سوچ کر کہا کہ وہ شاعر نہیں کسلئے کہ میں شعر سے واقف ہوں اور نہ مجنون ہے کس لئے کہ وعظ و پند مجنوں کا کام نہیں اور نہ کاہن ہے کس لیئے کہ کاہن کی کوئی بات جھوٹی کوئی سچی ہوتی ہے اسکی تمام باتیں سچ نکلتی ہیں اور جادوگر بھی نہیں کسلئے کہ جادو کے منتر اوّل تو بیشتر مہمل ہوتے ہیں اور پھر ان میں یہ انوار اور دلکشی کہاں اور نیز جادوگر طامع ہوتے ہیں اسکو شاہ وگدا کی کوئی پروا نہیں طمع اسکے پاس بھی نہیں پھٹکتی اور نیز جادوگر ناپاک اور سیاہ باطن ہوتے ہیں اسکے انوار باطن اسکے چہرہ پر چمکتے ہیں مگر جب قریش نے اصرار کیا سوچ سلچ کر منہ بنا کر کہا تو معلوم ہو گیا وہ جادوگر ہے مگر یہ جادو نہیں بابکہ سحر بابل کسی سے اسکے ہاتھ لگ گیا ہے کس لئے یہ جادو ہی کی تاثیر ہے کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے باپ کو خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے باوجودیکہ قرآن مجید کو من اللہ جانتا تھا مگر جانکر اسکے مٹانے میں کوشش کرتا تھا اور ایسے شخص کو عنید کہتے ہیں اسکے عناد کا بدلہ بجائے اسکی طمع خام کے اسکو یہ ملیگا سارہقہ صعودا کہ ہم ابھی اسکو مصیبت کے پہاڑ پر چڑھائینگے۔ مفسرین کہتے ہیں یہ ایک محاورہ ہے تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کرنے کا جیسا کہ اس آیت میں یسلکہ عذابا صعدا البعض کہتے ہیں صعود جہنم میں ایک پہاڑ ہے اس پر چڑھایا جاویگا اسکی دنیاوی عزت و بلندی کے مقابلہ میں جسکی اس نے شکر گزاری نہ کی تھی جس حدیث میں صعود کو جہنم کا پہاڑ بیان کیا ہے اس احمد و ترمذی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و حاکم اور ابن مردویہ و بیہقی نے روایت کیا ہے ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، اسکو ابن لہیعہ نے دراج سے ہی روایت کیا ہے اور کسی سے ثابت نہیں اور ابن کثیر ابن جریر کی روایت میں کلام کرتے ہیں:: اسکے بعد اسکے عناد کی کیفیت بیان فرماتا ہے انہ فکر و قدر کہ اسنے باوجود قرآن اور نبی صلعم کو برحق جاننے کے محض قریش کے کہنے سوچ اور فکر کر کے تجویز کی کہ یہ جادو ہے اسلئے اسکی اس سوچ اور تجویز پر پھٹکار بھیجتا ہے فقتل کیف قدر لعنت ہو اسپر مارا جاوے وہ اسنے کیونکر یہ تجویز آنحضرت صلعم کی بابت کی ثم قتل کیف قدر پھر اسپر لعنت ہو وہ مارا جاوے باوجود عقل و فہم کے اسنے ایسی بیہودہ اور بے اصل بات کیونکر تجویز کی دوبارہ اس کلمہ کو تاکید اور اظہار غضب کے لئے استعمال کیا یا اسلئے کہ باوجودیکہ پہلے جان چکا تھا ایک بار اس لئے لعنت کا مستحق ہوا اور بار دگر اسلئے کہ اسنے سوچا اور اسکے فکر نے یہ فتویٰ نہ دیا مگر عناد کیوجہ سے جادو کہدیا اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ثم نظر اسنے پھر حضرت کے حالات میں نظر کی اور کوئی بات جادوگری اور کہانت اور جنوں کی نہ پائی اور جب اسکی طبیعت اور ذہن نے اسکو جواب دیدیا اور طعن کا کوئی رستہ نہ ملا ثم عبس تو پھر ترش روئی کی دلکسبر اور تیوری چڑھائی ثم ادبر حق اس پر ظاہر ہوا مگر اسنے اس سے منہ پھیر لیا واستکبر اور

اور سرداری اور مال کے غرور میں آکر فقال ان ہذا الا سحر یوثر یہ کہدیا کہ یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے بابل یا عجم سے یا پہلے ساحروں سے سیکھا ہے حال کا جادو نہیں بڑا قدیم جادو ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے یہ خدا کا کلام نہیں۔ ان ہذا الا قول البشر بلکہ یہ آدمی کا کلام ہے۔ اس عناد کی سزا یہ ہے کہ ساصلیہ سقر کہ ہم اسکو ابھی سقر میں داخل کرینگے یہ جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جسمیں اس قسم کے معاندین ڈالے جاوینگے پھر سقر کی ہولناک حالت بیان کرنے کے لئے جیساکہ محاورہ عرب ہے فرماتا ہے وما ادراک ماسقر کہ اے محمد یا اے مخاطب آپ کیا جانتے ہیں کہ سقر کیا ہے پھر اسکی چند صفتیں بیان فرمائی ہیں (اوّل قول) لاتبقی ولاتذر کہ کسی جنس کو جو اس میں داخل ہونے کے قابل ہے باقی نہیں چھوڑنے گی یا یہ کہ ہڈی اور گوشت پوست کو باقی نہ چھوڑے گی جلادیگی اور پھر جلانے سے وہ چھوٹ نہ جائیں گے بار دگر جسم تیار ہوگا اور جلے گا۔ بلا آباد یہی معاملہ رہیگا دوم لواحۃ للبشر آدمیوں کو بڑی دور سے دکھائی دینے والی ہے کمافی قولہ وبرزت الجحیم آخرت میں دور سے نظر آویگی اور جو آنکھیں رکھتے ہیں انکو یہیں سے دکھائی دیتی ہے یا یہ معنی کہ جھلس دینے والی ہے مجاہد کہتے ہیں عرب بولتے ہیں لاحہ الحر والبرد والحزن والسقم اذا غیرہ (۳) اسکے داروغہ جو اسپر معین کئے گئے ہیں انیس شخص ہیں علیہا تسعۃ عشر ان انیس فرشتوں کی تعداد بیان کرنے کی وجہ تو وہی ہے جو آیندہ آیات میں حق سبحانہ بیان فرماتا ہے کہ کافروں کی آزمائش اہل کتاب کی تصدیق ایمانداروں کے ایمان کا استحکام مگر تعداد میں جو کچھ حکمت ہے اسکی بابت علماء کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ دوزخ غضب و قہر الٰہی کا مظہر ہے جیسا کہ جنت رحمت کا مظہر ہے اور تمام کارخانوں کے انجام کیلئے روحانیات و ملائکہ متعین ہیں۔ عرش کرسی سات آسمان چار عنصر آب آتش ہوا خاک (۱۳) اور تین موالید ثلثہ حیوانات نباتات و جمادات اور پھر حیوانات میں سے انسان اشرف ہے اسکی بنیاد اور اجزار کا ان تین لطیفوں پر ہے طبع کا محل اس کا جگر ہے قلب کہ فرحت و سرور اور حیات کے کارخانے اس سے متعلق ہیں اور دماغ کو حس و ادراک اس سے متعلق ہے یہ سب انیس چیزیں ہوئیں ان انیس چیزوں کے موکلات ملائکہ میں عذاب دوزخ کے سرانجام دینے کو بھی وہی انیس ملائکہ موکل ہونگے انہیں جو موکل عرش ہے وہ مالک ہوگا اسکو وہاں کے کارخانہ کا بادشاہ سمجھنا چاہئے اور کرسی کا فرشتہ اس کا دیوان اور اسی طرح ہر آسمان کا فرشتہ ایک ایک خدمت پر معین ہوگا اور اسی طرح عناصر کے فرشتے اپنے اپنے موافق سرانجام دینگے معدنیات کا فرشتہ لوہے کی زنجیریں ڈالے گا نباتات کا زقوم کا درخت کھانیکو دیگا حیوانات کا سانپ بچھوؤں کو ڈسنے کیلئے متعین کریگا طبع کا موکل پیاس بھوک دیگا کہ الجوع الجوع اور العطش العطش کرینگے قلب کا فرشتہ خوف اور غم اور بعد رنج دیگا دماغ کا فرشتہ جو عقل کا محل ہے ان کو ان کی گذشتہ خطاؤں پر متنبہ کریگا اور ان کے خیالات فاسدہ و تخیلات باطلہ کی کہ جس میں وہ گرفتار تھے قلعی کھولیگا جس پر حسرت اور افسوس پر افسوس ہوگا:

دوسرا قول ارباب حکمت کا قول ہے کہ نفس انسانیہ کا خراب اور درست ہونا اس کے قویٰ کی خرابی و اصلاح پر موقوف ہے اگر اس کے قویٰ نیک اور عمدہ باتوں میں صرف ہوتے ہیں تو نفس ناطقہ کمال کو پہنچتا ہے اور بعد مفارقت بدن اس کمال کے سبب عالم قدس میں آرام پاتا ہے اور اگر برے کاموں میں صرف ہیں تو اسفل چیزوں میں داخل ہوکر جہنم میں جاتا ہے کیونکہ اسفل اور خبیث چیزوں کا وہی مقام ہے اور انسان میں انیس قوتیں ہیں کیونکہ دس تو قوائے حیوانیہ میں پانچ ظاہرہ جنکو حواس خمسہ کہتے ہیں آنکھ ناک دیکھنا سونگھنا چھونا سننا چکھنا اور پانچ باطنہ ہیں حس مشترک وغیرہ اور سات قوائے طبعیہ میں جاذبہ ماسکہ ہاضمہ دافعہ غاذیہ نامیہ مولدہ اور دو قوت اور ہیں ایک قوت غضبیہ دوسری شہویہ سب انیس ۱۹ ہوئیں:

پس جب منشا فساد یہ انیس قوتیں نفس کی نظام ہے کے گھر میں ہر ایک قوت کی ناشکری میں ایک فرشتہ عذاب کیلئے معین ہوگا تاکہ انیس قسم کا عذاب ہو اور ہر قوۃ کا اثر بھگتے دنیا کے عمدہ نظاروں کے بدلہ ہیبتناک چیزیں دیکھنی پڑیں مزیدار اور پر شہوت نعمات کے بدلہ رنجدہ باتیں سہنی پڑیں علی ہذا القیاس ٭

تیسرا قول

تیسرا قول علماء الکلام کا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہونگے ایک دروازہ پر کہ جسمیں سے مسلمان گنہگار جاوینگے صرف ایک ہی فرشتہ نگہبان ہوگا اس لئے کہ ان تین باتوں میں سے صرف ایک ہی ترک کی تھی اور وہ تین یہ ہیں اعتقاد بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان اور باقی چھ دروازوں پر تین تین فرشتے ہونگے ہر ایک فرشتہ ایک ایک بات کی پرسش کریگا عذاب دینے کیلئے اسلئے انیس ہوئے ٭

چوتھا قول

چوتھا قول اہل نجوم کا ہے وہ کہتے ہیں دن رات کے چوبیس گھنٹے یا گھڑی یا ساعت ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی برکت سے پانچ گھنٹوں کو تو معاف کیا جائیگا باقی ہر ایک گھنٹے کے ضائع کرنے پر ایک فرشتہ عذاب کیلئے معین ہوگا بعض علما فرماتے ہیں کہ اسکی مصلحت یہی جانتا ہے اس لئے اور کفار مکہ مضحکہ کرتے تھے چنانچہ ابو الاسد نے قریش سے کہا کیا غم ہے قیامت کیدن دس کو داہنی لات سے دھکیلدونگا اور نو کو بائیں سے اور ہم تمکو جنت میں لیکر چلے جاوینگے اور ابوجہل نے کہا کہ اے قریش تمہاری اسقدر جماعت ہے کیا ہم بیس سو آدمی کا بھی مقابلہ نہ کرسکیں گے اس بیہودہ داعیوں کو دوزخ کے داروغوں کی حالت بیان کرنے کیلئے یہ بھی فرمایا گیا وما جعلنا اصحاب النار الا ملائکۃ کہ ہم نے دوزخ پر آدمی کوئی معین نہیں کئے بلکہ فرشتے جنکی قوت کو بنی آدم کی قوت سے نسبت نہیں ایک فرشتہ لاکھوں کروڑوں کو کافی ہے وہ بیہودہ غیر جنس پر غالب ہوں مروت رحم بھی نہ کریں گے وما جعلنا عدتہم الا فتنۃ للذین کفروا اور انکی تعداد کو کم سمجھ کر مسخرہ کرنا یا انکار ہوگا اس میں انکی تقدیر ہی میں انکا گمراہ ہونا بھی ٹھہر چکا ہے۔ اسکے بعد ظاہر کرتا ہے کہ اس تعداد کے بیان کرنے میں چار فائدے ہیں (اول) لیستیقن الذین اوتوا الکتاب تاکہ اہل کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا یقین کامل ہو کسلئے کہ وہ فرشتوں کی طاقت کے قائل تھے سدوم اور عمورہ لوط علیہ السلام کی بستیوں کو دو فرشتوں نے ہلاک کر دیا تھا توریت سفر پیدائش کے ۱۹ باب میں یہ دفعہ موجود ہے اور اسکے علاوہ اور بہت واقعات ہیں جن سے فرشتوں کی طاقت معلوم ہوتی ہے اور اس بات کے بھی اہل کتاب قائل تھے کہ جہنم میں کفار و بت پرست ڈالے جاوینگے اس بات میں بھی اس آیت سے آخرت کے معاملہ میں انکو تقویت اور یقین ہونا ایک معقول بات ہے کس لئے کہ یہود و نصاریٰ کا ایک فرقہ قیامت اور وہاں کے عذاب اور حشر برپا ہونے کا منکر تھا اور انکو صدوقی کہتے تھے چنانچہ اس معاملہ میں انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی خاوندوں والی عورت کی بابت ایک سوال بھی کیا تھا کہ اگر قیامت برپا ہوگی تو وہ کس کو ملے گی انجیل متی باب ۲۲۔ اور ایک فریق قیامت کا قائل تھا یہ بیان ان کے اعتقاد دار آخرت اور وہاں کے عذاب و ثواب کو تقویت دینے والا ہے اسلئے ان کو اسکے یقین کرنے میں کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے اور اسکے ساتھ آنحضرت صلعم کی نبوت کا بھی خدا نے اہل کتاب کو یقین کرنیکا موقع ہے جسنے ایک مختلف فیہ مسئلہ آخرت کا فیصلہ کر دیا ٭

(۲) ویزداد الذین آمنوا ایمانا تاکہ ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو جاوے یعنے اور بھی تقویت ہو جاوے کسلئے کہ ابتک قرآن میں جہنم کی زیادہ تشریح نہ تھی اس سے اُن کے اعتقاد میں اور بھی قوت ہو جاوے گی کس لئے کہ اجمال کے بعد تفصیل علم اور یقین کو قوی کرنے والی بات ہے (۳) ولا یرتاب الذین اوتوا الکتاب والمؤمنون تاکہ اہل کتاب اور ایمانداروں کو آخرت کے بارہ میں شک نہ ہو یا یہ کہ آنحضرت صلعم کی نبوت میں شک نہ ہو۔ ان کو شک نہ تھا مگر اور اہل شک پر اسمیں تعریض ہے اسلئے یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے۔

(۴۱) ویقول الذین فی قلوبہم مرض والکافرون ماذا اراد اللہ بہذا مثلا تاکہ جنکے دلوں میں شک ہے اور منکر ہیں یہ کہیں کہ اس مثل یعنے بیان سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ یعنی وہ اس میں نکتہ چینی کرکے اور زیادہ گمراہ ہوں اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے کذلک یضل اللہ من یشاء ویہدی من یشاء کہ اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یا اسکے لئے اسباب ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے یا اسباب گمراہی پیدا کر دیتا ہے۔ ہدایت و گمراہی اسکی طرف سے ہے یعنی جسطرح جہنم اور اسکے کارکنوں کے بارے میں ایسا کسی کو سمجھ میں آنے اور ایمان لانے سے ہدایت ہوئی اور کسی کو سمجھ میں نہ آنے اور انکار کرنے سے گمراہی ہوئی ہر معاملہ میں ایسا ہی کرتا ہے کسی کو اسباب کے سر سے مطلع کرتا ہے اور اس کے دل میں اسباب کی تہ تک پہنچنے کی قابلیت پیدا کرتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتی اسلئے شک اور تردد میں پڑکر انکار و تمسخر سے پیش آتے ہیں یہی وہ ضلال مبین ہے +

پھر فرماتا ہے کہ انیس تو سردار ہیں باقی ہر ایک کے متعلق جسقدر تعداد کثیر تابع ہے وہ بیشمار ہے وما یعلم جنود ربک الا ہو وہ بیشمار لشکر تیرے رب کے ہیں جنکو اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے ابی ذر رضی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان چرچر بولتا ہے اور بولنا چاہیئے کس لئے کہ کوئی اُنگلی دھرنے کی جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں ایک فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو عالم محسوس میں ٹڈیوں اور چیونٹیوں اور مچھر وغیرہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کی تعداد پر عقل حیرت میں آجاتی ہے پھر عالم روحانی کی وسعت اور وہاں کے رہنے والوں کی تعداد اسکے سوا اور کون جان سکتا ہے؟ پھر فرماتا ہے وماہی الا ذکری للبشر کہ جہنم انسان کے لئے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے اسکے حالات سنکر غضب و قہر الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آویں نہ یہ کہ سنکر انکار کریں اور تمسخر سے پیش آویں بعض مفسرین کہتے ہیں ماہی کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے جو جہنم کی کیفیت بیان کر رہی ہیں کہ یہ آیات بشر کیلئے پند و نصیحت ہیں +

ف اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت مکہ میں نہ اہل کتاب تھے نہ وہاں کوئی منافق تھا کہ جن کے دلوں میں شک کا مرض ہو پھر ان آیات میں اہل کتاب کا ذکر آتا ہے کہ تا اہل کتاب یقین کریں اور ان کے اور ایماندار دل کے دلوں میں شک پیدا نہ ہو اور اسی طرح منافقوں کا ذکر آتا کہ تا جن کے دل میں شک ہے اور کفار یہ کہیں کہ اگر یہ کلام اللہ کا کلام ہے تو اس کے اس بیان سے کہ جہنم پر انیس فرشتے ہیں کیا مراد ہے۔ ایک بے موقع ذکر معلوم ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو معلوم تھا کہ یہ دین مکہ کے پہاڑوں ہی میں بند نہ رہیگا۔ بلکہ دنیا میں پھیلے گا اور یہ بھی معلوم تھا کہ نبی علیہ السلام مدینہ میں تشریف لیجائیں گے وہاں منافق بھی ہونگے اور اہل کتاب بھی۔ اور اس سورۂ مبارکہ سے بھی مطلع ہونگے اسلئے انکا ذکر بطور پیشین گوئی کے آگیا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز تھا۔ اگر آپ کو من جانب اللہ اس دین اور وحی کے دنیا میں پھیلنے کا کامل وثوق نہیں دلایا گیا تھا تو آپ اس حالت میں کہ مکہ میں بھی آپ کو امن نہ تھا اور وہیں کے سرکشوں کو زیر کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ کس طرح سے معلوم ہو گیا تھا کہ اہل کتاب اور منافقوں تک بھی اس کی نوبت پہنچے گی؟ خصوصًا فریبی اور متفنی آدمی تو کبھی بھی ایسی حالت میں اپنی کامیابی پر پورا بھروسا نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ ایسی باتیں کہہ سکتا ہے کہ جس پر اسکا تمسخر ہو اور لوگ اسکے درپے ہو جائیں عقل سلیم ہرگز ہرگز باور نہیں کر سکتی +

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۙ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۙ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۙ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۙ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۙ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن

نہیں نہیں قسم چاند کی اور رات کی جبکہ ڈھلے اور صبح کی جبکہ وہ روشن ہو جائے البتہ دوزخ ایک بڑی چیزوں میں سے ہے انسان کے ڈرانے کو تم میں سے ہر ایک کیلئے خواہ

يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۙ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۚ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۙ عَنِ

کوئی اسکے آگے ہوئے یا پیچھے ہٹے ہر شخص اپنے اعمال کے سبب گروی ہے مگر دائیں طرف والے کہ وہ باغوں میں گنہگاروں سے پوچھیں گے

الْمُجْرِمِينَ ۙ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۙ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۙ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۙ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ

کہ تم کو کیا چیز دوزخ میں لائی وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور باتیں بنانیوالوں کے ساتھ

الْخَائِضِينَ ۙ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۙ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۙ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۙ

ہم بھی باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کو موت آپہنچی پھر انکو کسی سفارش کرنیوالے کی سفارش فائدہ نہ دے گی

مع

عند المتقدمین

الثلث

ترکیب کلا ردع لقول الکفار انا نقدر علی مقاومۃ خزنۃ النار والقمر الواو للقسم انہا الخ ہذا الکلام جواب القسم والضمیر لسقر او تعلیل لکلا والقسم معترض للتاکید الکبر فی الکشاف انہا جمع الکبری جعلت الف التانیث کتاء التانیث کما جمعت فعلۃ علی فعل جمعت فعلی علیہا نذیرا بالنصب حال من الضمیر فی انہا قالہ الزجاج وقال الکسائی انہ حال من قولہ قم حال کونک نذیرا للبشر وقال الفراء مصدر بمعنی الانذار منصوب بفعل مقدر وقیل تمیز لاحدی لتضمنہا معنی التعظیم وقیل مفعول لہ ای لاجل انذار البشر وقری بالرفع علی انہ خبر بعد خبر او بحذف المبتداء لمن شاء بدل من قولہ للبشر والتقدیر انہا نذیر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر ونظیرہ قولہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع وقیل ان یتقدم فی محل الرفع بالابتداء ولمن شاء خبر مقدم علیہ کقولک لمن توضا ان یصلی والمعنی التقدم والتاخر مطلقان لمن شاءہما منکم۔ رہینۃ اسم بمعنی الرہن کالشتیمۃ بمعنی الشتم ولیست بصفۃ لرعایۃ النفس لان وزنہا فعیل یستوی فیہ المذکر والمونث فلو کانت صفۃ لقیل رہین الا اصحاب الیمین الاستثناء للمتصل لان المستثنی المومنون الخالصون من الذنوب فی جنات فی محل الرفع علی انہ خبرہ مبتداء محذوف ای ہم فی جنات والجملۃ مستانفۃ او حال من اصحاب الیمین ویمکن ان یکون ظرفا لقولہ یتساءلون حتی غایۃ لامور اربعۃ لم نک الخ

تفسیر کفار کی بیہودہ باتوں کا رد کر کے اب اور دوسرے قسم کے دلائل قیامت برپا ہونے پر اور دنیا میں نبی بھیجنے پر قائم کرتا ہے اور ایک عجیب موثر بیان سے اہل جہنم کی حالت کی تصویر کھینچتا ہے اور الفاظ کے اندرونہ پہلو میں جہنم پر ۱۹ فرشتوں کے ہونے کا سر بھی رموز معاملات سے بتاتا ہے ان چند آیات میں مسئلہ حشر، وہاں کی کیفیت اور دخول نار کے سبب اور مسئلہ نبوت اور دنیا کا ابتداء اور انتہا اور انسان کا انجام کار جو اس کے اس دنیا میں آنیکا نتیجہ ہے اور سعادت و شقاوت کے اسباب کن مختصر الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ عقل دنگ ہوتی ہے اور ضمناً مذاہب باطلہ کا رد بھی ہے۔ فقال کلا نہیں نہیں ضرور قیامت برپا ہوگی اور ضرور جہنم کے اوپر انیس[۱۹] فرشتے مقرر ہیں اور تمہارا زور کام نہ آویگا۔ اور تم جو کہتے ہو نبی کی کیا حاجت بھیجنا بیکار ہے نہیں نہیں اسکی بہت ضرورت ہے۔ اب ان باتوں کے ثبوت میں چند چیزوں کی قسم کھا کر بیان کرنا عرب کیلئے کافی تھا کیلئے کہ وہ قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولتے تھے اور اسکو معیوب سمجھتے اُنکا سبب تصور کرتے تھے اسلئے فرماتا ہے والقمر واللیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر یہ تین چیزیں کہ انکی ایک چیز ہے کچھ ایسی ویسی بات نہیں جسکو تم ہلکا سمجھ رہے ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جواب قسم محذوف ہو کیونکہ وہی جواب قسم ہے جسکی بابت مخاطبین سے ردوبدل ہو رہی ہے اس قرینہ سے اسکو حذف کرنا عین بلاغت ہے اور انہا لاحدی الکبر ان تینوں چیزوں کی بابت ہو کہ جن کی قسم کھائی ہے یعنی ہم ان چیزوں کی اسلئے قسم کھاتے ہیں کہ یہ بڑی چیزوں میں سے ہیں اور نذیر اللبشر بھی ان تینوں چیزوں کی نسبت ان کے

[۱] کوئی اولاد کی کوئی معشوق کے سر کی کوئی مال کی قسم کھاتا ہے کوئی غلام اور مستورہ کی۔ منہ

واقعی حال کو بیان کرنا ہے یا یہ کہ ہم انکی قسم انسان کے متنبہ کرنیکو کھاتے ہیں یا یہ معنی کہ محمد صلعم کو انسان کے متنبہ کرنے کو بھیجا ہے یا یہ کہ قیامت کا واقعہ انسان کے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کو بیان کیا ہے ::

عرب کے یقین دلانیکو تو صرف ان چیزوں کی قسم کھانا کافی تھا مگر اور لوگوں کے لیے خود ان تین چیزوں میں قیامت اور آنحضرت ؐ کی نبوت کا ثبوت ہے گویا یہ اشیاء ان دونوں مسئلوں کیلئے دلائل ہیں ذرا ان کے حالات میں غور کرے تو خود بخود قیامت کا برپا ہونا آنحضرت ؐ کا نبی مرسل ہونا ثابت ہو جاوے اب اختیار ہے کہ ان کے حالات کو قضایا بنا کر نتیجہ نکالا جاوے یا یونہی طبیعت صافیہ سمجھ جاوے یہ تینوں چیزیں وجود قیامت پر اسلیئے دلیل ہیں چاند اسلیئے کہ اسکے نور کا گھٹنا بڑھنا اسکے کمال قدرت کی دلیل ہے اور یہ نمونہ ہے دنیا کو آباد کر کے بگاڑنے اور پھر دوسری بار زندہ کرنے کا ۔ چاند رفتہ رفتہ روشنی زیادہ دیتا جاتا ہے آخر جب کامل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد سے نقصان شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ بالکل غائب ہو جاتا اس کے بعد پھر چاند نمودار ہوتا ہے اور اگلے مہینہ میں روشنی کا نیا نقشہ جماتا ہے اسی طرح دنیا نے تدریجا ترقی کی اور کرتی جارہی ہے جب پوری ترقی اور اسکی حد پر پہنچ جاوے گی تو رفتہ رفتہ انحطاط شروع ہوگا خوب لوگ اور خوبیاں اُٹھتی جاینگی آخر ایک روز فنا ہو جاویگی اور اس تاریکی عدم کے بعد اسکو دوسری زندگانی کا لوٹنا جاویگا جو پھر فنا ہوگا اور اسی لیئے چاند قیامت کی نشانی ہے کہ نبوت قیامت کے قریب اسکا شق ہونا پہلی کتابوں میں مذکور ہے جیسا کہ فرمایا تھا اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر چاند اسلیئے دلیل ہے کہ یہ رات کو روشن کرتا ہے جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بھی اندھیری ہو رہی تھی اس حکیم نے اپنے فضل سے نبی آخر الزمان بھیجا جو تاریکی دور کرنیوالا چاند ہے دلیل اذا دبر والصبح اذا اسفر میں تو صاف صاف ایما ہے کہ رات کی اندھیریاں بیٹھ پھیر چلیں ظلمت کا زمانہ ختم ہوتا جاتا ہے اور صبح ہدایت روشن ہوتی جاتی ہے اس لیئے حضرت کو کہیں چراغ روشن سے کہیں چاند سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ایام جاہلیت کو رات سے اور قیامت کیطرف اسلیئے اشارہ ہے کہ دنیا مع اپنے چاند اور ستاروں کے تمام ہوا چاہتی ہے اذا دبر اس کا وجود عارضی اور چند روزہ ہے اور جاہلیت کے بعد تو اول اول خلش سے صافی نہیں اسلیئے رات سے تشبیہ ہے آنحضرت صلعم کی بعثت اسکی صبح ہے اخیر زمانہ اور تنویر کے لحاظ سے اسکے بعد آفتاب برآمد ہونیوالا ہے جس سے دار آخرت اور اس ابدی جہان کیطرف اشارہ ہے وہاں ہر ایک کو اصلی روشنی میں اپنے نیک و بد کا اس کو علم و جہل کی حقیقت معلوم ہو جائیگی ۔ یہ جہاں رات ہے ابھی جو کچھ نور ہے تو وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہدایت وارشاد کا نور ہے حق و باطل میں امتیاز کرنیکو اسی قدر روشنی کافی ہے کہ جسقدر چاند سے رات میں پیدا ہوتی ہے مگر انکشاف کلی قیامت کیدن ہی ہوگا جس کی صبح نمودار ہونیکی اسلیئے فرماتا ہے انہا لاحدی الکبر یہ ایک بڑی بات ہے نذیرا للبشر بشر کو خوب غفلت سے بیدار کرنیوالی ہے جاگو جاگو اے لذات و شہوات کے متوالو خدا کیطرف سے بیدار کرنے والا پکار رہا ہے مگر جاگے کون؟ وہی تو بشر ہو مگر جو بشریت سے خارج ہو کر حیوانیت میں داخل ہو گیا ہو جس کو رات دن کھانے پینے سونے جماع کرنے یا باہم لڑنے کے سوائے اور کوئی کام نہیں کیا جائیگا؟

فرماتا ہے لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر اب جو چاہے تم میں سے آگے آئے سعادت کے رستہ میں بڑھکر قدم رکھے جو چاہے پیچھے ہٹے ، ورجہنم کے عمیق گڑھے میں جا گرے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ۔ قد تبین الرشد من الغی مگر جو پیچھے ہٹے وہ نہ سمجھے کہ میں دار آخرت کی دار و گیر سے آزاد ہو جاؤنگا میرے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی کسیلیئے کل نفس بما کسبت رہینۃ

ف کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ۲۴ باب درس ۲۳ میں ہے اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ جبکہ رب الافواج کوہ صیہون اور یروشلم میں اپنے بزرگوں کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کریگا ۱۲ منہ

ہر شخص امیر غریب شریف و وضیع اپنے اعمال میں گروی ہے چھٹکارا نہیں۔ الا اصحاب الیمین مگر داہنے والے ماخوذ نہیں داہنے والوں سے مراد وہ گروہ ہے جو قیامت کو تخت رب العلمین کے داہنی طرف کھڑا ہوگا اور ان کو ان کے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں دئے جاویں گے اور روز میثاق بھی وہ داہنی طرف تھے اور یمین یمن سے ماخوذ ہے جس کے معنی برکت اور بہتری کے ہیں یعنی اہل خیر ایماندار نیکوکار وہ اپنے اعمال میں ماخوذ نہ ہونگے کس لئے کہ انکے اعمال قابل مواخذہ ہی نہیں اور وہ اصحاب الیمین اس روز روشن میں کہ جسکی صبح نمودار ہونیوالی ہے کہاں رہینگے فی جنات باغوں میں جہاں اپنے اعمال ایمان کے پھل کھاینگے اور یہ انکی اس گرمی و محنت کا نتیجہ ہے جو خزاں کہ دنیا میں انہوں نے اٹھائی تھیں۔ یتساءلون عن المجرمین ماسلککم فی سقر گناہگاروں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے تم کو جہنم میں پہنچایا۔ فی جنات یتساءلون کا ظرف بھی ہو سکتا ہے کہ ان باغوں میں رہ کر مجرموں سے پوچھیں گے اس عالم میں اہل جنت کو اہل النار دکھائی دینگے کیونکہ حجاب جسمانی جو قرب و بعد کا دنیا میں فرق پیدا کردیتا ہے اٹھ جاویگا۔ دوزخی ان کو جواب دینگے لم نک من المصلین کہ ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے اہل صلوٰۃ کی جماعت میں نہ تھے ولم نک نطعم المسکین اور نہ فقیروں محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے یعنے نہ بدنی اور روحانی عبادت کرتے تھے اور نہ مالی عبادت کرتے تھے۔ نماز بدنی و روحانی عبادت ہے۔ کھانا کھلانا مالی۔ اہل تزکیہ کے نزدیک بدنی خدمت مالی خدمت سے آسان تر ہے اسلئے اول نماز کو پیشتر ذکر کیا بعد میں کھانا نہ دینا یہ دونوں کام قوت عملیہ کی تکمیل کے رکن ہیں کس لئے کہ تعظیم امر اللہ جو نماز میں ہے اور شفقت بر خلق خدا جو خیرات میں ہے تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک عمدہ کام ہیں۔ اسکے بعد دو کام قوت نظریہ کے فاسد کرنیوالے اور بتائے وکنا نخوض مع الخائضین اور خدا اور رسول کی باتوں میں اور غوطہ لگانیوالوں کے ساتھ ہم بھی غوطہ لگاتے تھے۔ غوطہ لگانے سے مراد باتیں چھانٹنا انکار کرنا شک و شبہات پیدا کرنا ہے وکنا نکذب بیوم الدین اور ہم روز جزا کو بھی جھٹلایا کرتے تھے کہتے تھے قیامت نہ ہوگی ابھی وہاں کی کیا خبر ہے کون دیکھکر آیا ہے اب تو مزے کرلو۔ یہ دونوں باتیں قوت نظریہ کے خراب کرنیوالی بہت کچھ تھیں۔ اعمال نیک بھی کئے ایمان بھی نہ لائے تھے۔ اور یہ بات کبتک رہی حتیٰ اتنا الیقین یہانتک کہ انکو موت آگئی اور مر گئے کسی سمجھانیوالے کی بات کو نہ مانا اپنی اسی جہالت پر اڑے رہے ۔

موت کو یقین اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی بابت دنیا میں کسی کو بھی شک نہیں ملحد خدا پرست جاہل۔ عالم بدکار نیک سب اس کے قائل ہیں اور یہ بھی ہے کہ مرنے کے وقت وہ پردہ جو اس جہان میں پڑا ہوا ہے اٹھ جاتا ہے پھر وہاں کی ہر بات دکھائی دینے لگتی ہے یقین آجاتا ہے مگر کیا فائدہ ایمان و عمل کا وقت جاتا رہا اس لئے خود ہی فرماتا ہے فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین کہ اس روز سفارش کرنیوالوں کی سفارش کام نہ آوے گی۔ کس لئے کہ شفاعت یا ایمان و اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ ان کے پاس ہیں نہیں یا حضرات انبیاء و اولیاء کرتے ہیں۔ ان سے بیزاری پیدا کرلی تھی۔ وہ ان سے بیزار تھے ان آیات میں انسان کا انجام بتایا گیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ دار آخرت میں کار آمد یہ باتیں ہیں نماز خیرات ایمان اطاعت خدا و رسول اور ان کے برخلاف کرنے سے سقر میں داخل ہونا یقینی ہے ۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيدُ

پھر انکو کیا ہو گیا جو نصیحت سے منہ موڑ لیتے ہیں　گویا وہ لدے ہیں　جو شیر سے بدک کر بھاگے ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن

یہی چاہتا ہے　کہ اسکو کھلی ہوئی کتابیں دی جاویں　نہیں نہیں وہ آخرت سے ڈرتے نہیں　نہیں یہ قرآن ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے

شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

اسکو یاد رکھے　اور کوئی بھی یاد نہیں رکھ سکتا مگر جبکہ اللہ ہی چاہے　وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے　اور وہی بخشنے والا ہے

ع ۲

ترکیب

معرضین حال من الضمیر فی متعلق الجار والمجرور فما مبتدا لہم کانہم الجملۃ حال من الضمیر فی معرضین علی الاول اخرلی مستنفرۃ قرء الجمہور بالکسر بمعنی نافرۃ او استنفر مثل سخر واستسخر واعجب واستعجب وقری بالفتح قال ابو علی الفارسی الکسر اولی فرت الخ حال بتقدیر قد والقسورۃ عند الاکثر الاسد فعولۃ من القسر وہو القہر والغلبۃ سمی بذلک لانہ یقہر السباع وقیل جماعۃ الرماۃ قال الازہری اسم جمع للرماۃ لا واحد لہ من جنسہ وقیل ذکر الناس واصواتہم وقیل ظلمۃ اللیل بل یرید عطف علی مقدر یقتضیہ المقام کانہ قیل لا یکتفون بتلک التذکرۃ بل یرید الخ کلا بل لا یخافون اضراب انتقالی لبیان ہذہ اللغۃ وقیل کلا بمعنی حقا کلا ردع لہم عن اعراضہم عن التذکرۃ والضمیر فی انہ تذکرۃ للتذکرۃ والتذکیر باعتبار کونہ تذکیرا ونحوہ ۔

تفسیر: جب قیامت کے مصائب کا یہ حال ہے کہ کسی کی سفارش کفار کو کام نہ آوے گی اور وہ دن آنے والا ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے فما لہم عن التذکرۃ معرضین تو ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے جو اس روز کیلئے کار آمد نصیحتوں سے منہ پھیرے بیٹھے ہیں اور منہ بھی کس طرح پھیرتے اور بھاگتے ہیں کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں جنگل میں شیر کو دیکھ کر یا آواز اور شور وغل سنکر بدکتے ہیں ایسا بھاگتے ہیں نفع نقصان کچھ نہیں دیکھتے نہ سوچتے ہیں نصیحت اور بھلائی سے منہ پھیرنا کبھی کم فہمی اور بیعقلی سے ہوتا ہے کہ اس کے فوائد اسکی سمجھ میں نہیں آتے جیسا کہ کم عمر بچے تحصیل علم سے بھاگتے ہیں اور کبھی طبعی نفرت سے ہوتا ہے باوجودیکہ فوائد معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ بیمار دوا پینے سے اعراض کرتا ہے اور کبھی کسی وہم اور خیالی اندیشہ سے جیسا کہ فصد سے جبین وہم ہوتا ہے کہ مر جاؤں اور کبھی عادات ورسوم کی پابندی اور خبیث لذت اور الفت امر ناقابل سے ہوتا ہے جس لئے اس کے خلاف کسی کی نصیحت سننا نہیں چاہتا جیسا کہ عوام جہال اپنے باطلات اور رسوم ابد کیخلاف سننا گوارا نہیں کرتے اور فساق وفجار کی ناپاک خواہش انکی عقل پر غالب آجاتی ہے وہ شراب زنا لواطت یا اور برے کام نہیں چھوڑتے ان چار صورتوں میں عقل سلیم مغلوب ہو جاتی ہے اس لئے انکو جنگلی گدہوں سے تشبیہ دینا اور ناصح مشفق کو شیر سے جسکی نصیحت کو اپنی قوت متوہمہ کے سبب مضر اور خطرناک جانتا ہے بہت ٹھیک تشبیہ ہے۔ ایک پانچویں صورت اور بھی اعراض کی ہے کہ اس کا تکبر اور غرور نہیں رخصت دیتا کہ کسی اور سے ستفید ہو حالانکہ اس کی بھلائی سمجھتا ہے اس لئے فرماتا ہے بل یرید کل امری منہم ان یوتی صحفا منشرۃ بلکہ اس لئے بھی نہیں مانتے کہ ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ اس پر آسمان سے بند اور ملفوف نہیں بلکہ فرامین شاہانہ کے طور پر کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدا پاک سے ہمکلام اور مخاطب ہونیکی ہوس رکھتا ہے۔

جیسا کہ بعض حکماء کہتے ہیں نبی کی ضرورت نہیں ہر ایک کا واسطہ اسکے رب سے کافی ہے +

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کفار قریش کہتے تھے کہ ہم آپ کو جب مانیں گے کہ ہر ایک کے پاس آسمان سے ایک فرمان آئے جسمیں لکھا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین کیطرف سے فلاں بن فلاں کیطرف ہے کہ تو محمد کا کہنا مان یہی مضمون ایک اور روایت میں بھی ہے کہ حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہ ہوگا کس لئے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونیکی قابلیت نہیں کیونکہ نفوس انسانیہ کے درجات متفاوت ہیں بعض کو عالم علوی سے مناسبت ہے اور بعض کو نہیں۔ دنیاوی کاروبار میں ایک عمدہ کام کی ہر ایک صلاحیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ عالم ملکوت کے اسرار پر مطلع ہونے کی +

یہ تو انکی خرمستی کی باتیں ہیں بلکہ بات یہ ہے بل لا یخافون الآخرۃ کہ وہ آخرت کے معاملات سے ڈرتے نہیں کسلئے کہ انکا ان باتوں پر ایمان نہیں اگر ان کو کچھ بھی ان پیش آنیوالی مصیبتوں کا خوف و اندیشہ ہوتا جیسا کہ دنیاوی امور میں ہوتا ہے اور اسکی چارہ جوئی کیلئے ہر ایک کے پاس دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تو حضور رسالت پناہ علیہ السلام کیخدمت میں حاضر ہوکر انکے دفعیہ کی تدبیر پوچھتے۔

پھر اعادہ کرتا ہے کلا کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہرگز نہ ہوگا انہ تذکرۃ یہ قرآن ایک نصیحت ہے فمن شاء ذکرہ جو چاہے اسکو یاد کرے نصیحت سے مستفید ہو کس لئے کہ اسکا اسی کو نفع ہے اور جو چاہے نہ مانے جہنم میں جاوے مگر وما یذکرون الا ان یشاء اللہ اس کو یاد بھی وہی کرتے ہیں جنکو یاد کرانا اللہ چاہتا ہے کس لئے کہ ہو اہل التقوی و اہل المغفرۃ وہی متقی بناتا ہے اور وہی متقی بنا کر بخش دیتا ہے یا یوں کہو وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے تمام نفع و نقصان کی ڈوریاں اسی کے ہاتھ میں ہیں پھر جب اس سے کوئی ڈرتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے وہی بخشنے کے قابل ہے اسکے ڈر کے ساتھ بخشش لگی ہوئی ہے۔ انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے انا اہل ان اتقی فلا یجعل معہ الہ فمن اتقانی فلم یجعل معی الہا فانا اہل ان اغفر لہ (رواہ احمد والدارمی والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والبزار وابو یعلی) کہ میں ہی اس قابل ہوں کہ مجھ سے ڈرے پس میرے ساتھ کوئی شریک نہ بنایا جاوے پھر جو مجھ سے ڈریگا میرے ساتھ اور معبود نہ ٹھہرائے گا تب میں اسکو بخشدونگا اسحدیث کو ترمذی وابن ماجہ و نسائی وغیرہ محدثوں نے نقل کیا ہے)

یعنے یہاں تقوی کا سے اعلی مرتبہ مراد نہیں کہ جس میں تمام صغائر و کبائر سے مجتنب رہنا شرط ہو کس لئے کہ اول تو ہر ایک بندہ سے اس قسم کا تقوے مشکل ہے ای عبد لک لا الما[1] دوم ایسے تقوی کرنے والے پر مواخذہ ہی نہیں بلکہ شرک سے بچنا مراد ہے اور اس سے وہ اس کے دربار میں راہ پالنے کے قابل ہو جاتا ہے اس کے بعد اور باقی گناہوں پر اسی کی طرف رجوع کرنے سے مغفرت ہے۔ یعنے اگر شرک نہیں تو قابل مغفرت ہے +

سورۃ کی ابتداء میں تھا کہ اے مدثر کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا اخیر میں کلام کو تمام اسپر کیا گیا اس سے ہی جسکا اور انجام کار بڑی نصیحت کا تقوی ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا ہے اور بعد اس کے اور مراتب ہیں جس کا انجام مغفرت ہے حاصل یہ کہ تو خلعت نبوت پہنکر چھپ نہ رہ بلکہ متقی بنانے میں کوشش کر اور متقیوں کے لئے میری بخشش تیار ہے ابتداء و انتہاء کلام میں ایسی مناسبت رکھنا کمال بلاغت ہے +

---

[1] کونسا تیرا ایسا بندہ ہے جس نے گناہ نہیں کیا ۱۲ تواب حقانی غفرلہ +

سورۂ قیامہ مکہ میں نازل ہوئی اس   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ   میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۭ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ

قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے پشیمان ہونے والے نفس کی کیا آدمی سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں

عِظَامَهٗ ۭ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓي اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔــلُ

جمع نہ کریں گے؟ ہاں ہاں ہم اسکے پوروں کے ٹھیک کر دینے پر قادر ہیں بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ سامنے ڈھٹائی کرے پوچھتا ہے کہ کب

اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

قیامت کا دن پھر جبکہ نظر چندھیا جاوے اور چاند گہنا جاوے اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جاویں اس دن آدمی کہے گا

يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِۨ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ

کہاں ہے بھاگنے کی جگہ ہرگز نہیں کہیں پناہ نہیں آپ کے رب ہی کی طرف ٹھکانا ہے اس دن انسان کو بتادیا جاویگا کہ جو کچھ کیا اور

وَاَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰي نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝

کیا چھوڑ گیا بلکہ ہر ایک انسان اپنے حال کو آپ دیکھ رہا ہے پڑا بہانے کیا کرے۔

ترکیب لا اقسم قیل لا زائدۃ کما زیدت فی قولہ لئلا یعلم وقیل لیست بزائدۃ وجیئت فی معناہا وجہان احدہما انہ نفی للقسم بہا الوضوح الامر والثانی ان لا رد لکلام مقدر لانہم قالوا انت مفتر ایحسب الہمزۃ للاستفہام الانکاری وان مخففۃ من المثقلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف وجواب القسم محذوف یدل علیہ ہذہ الجملۃ ای لنجمعن العظام بلی ایجاب لما بعد النفی المنسحب الیہ الاستفہام والوقف علیہ حسن ویبتدی الکلام بقولہ قادرین وانتصابہ علی الحال من الفاعل ای نجمعہا قادرین وقیل المعنی بل نجمعہا نقدر قادرین بنان جمع لبنانۃ لیفجر اللام زائدۃ وصیغۃ ان مقدرۃ ای انہ لیکذب امامہ ظرف ای لیکفر فیما یستقبل یسئل تفسیر لیفجر ایان خبر مقدم یوم القیامۃ مبتدا مؤخر والجملۃ فی محل النصب علی الحال فیجوز ان یکون استفہاما ویجوز ان یکون ایجابا یقول الانسان جواب اذا برق البصر وجمع الشمس والقمر ولم یقل جمعت لان التانیث مجازی فالہ الدرایۃ ربک خبر والمبتدا المستقر یومئذ منصوب بفعل دل علیہ المستقر الانسان مبتدا بصیرۃ خبرہ وعلی متعلقۃ بالخبر والتاء فی بصیرۃ للمبالغۃ کما فی العلامۃ ولو وصلیۃ معاذیرہ قال الواحدی المعاذیر جمع معذرۃ یقال معذرۃ ومعاذر ومعاذیر وقال صاحب الکشاف المعاذیر لیس جمع معذرۃ وانما ہو اسم جمع لہا کالمناکیر فی المنکر وجمع المعذرۃ معاذر قال المبرد والزجاج المعاذیر الستور واحدہا معذار۔

تفسیر یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے جمہور اسی کے قائل ہیں اور ابن عباس اور ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے اس کی چالیس آیات ہیں اس میں ہر سورۃ پر قیامت کی قسم کھائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اسکا نام سورۂ قیامہ ہوا۔

مناسبت اس کی سورۂ مدثر سے یہ ہے کہ سورۂ مدثر میں یہ قیامت کے ظاہری واقعات کی ابتدا مذکور تھی لقولہ فاذا نقر فی الناقور اور انتہا بھی لقولہ ساصلیہ سقر وکل نفس بما کسبت رہینۃ الخ اور اس سورۃ میں قیامت کے باطنی واقعات کی ابتداء اور انتہا مذکور ہے۔ ابتدا یہ کہ عقل اس روز متحیر ہو جائیگی لقولہ فاذا برق البصر الخ اور انتہا دیدار الٰہی یا

اس سے محرومی کے بعد سیاہ روئی حسرت وندامت ہے بقولہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بہا فاقرۃ۔ اور یہ بھی ہے کہ مدثر کے اخیر میں فرمایا تھا ہو اہل التقوی و اہل المغفرۃ کہ وہی ڈرنے اور بخشنے کے قابل ہے یہ اس کی شان ہے کہ اس سے خوف کیا جاوے اور وہی معافی دیتا ہے مگر دنیا چند روزہ جو دار العمل اس تقوی اور مغفرت کے آثار قویہ ظاہر ہونیکی جگہ نہیں بلکہ ایک دوسرا جہان ہے جو ابدی ہے اور اس کی ابتداء قیامت سے ہے اسی لئے قیامت کی قسم کھاتا ہے اور اس کے بعد نفس لوامہ کی بھی یعنے اچھے لوگوں کی جان کی بھی جو اپنے برے کاموں پر ملامت کرتے ہیں اور دراصل ایسے ہی لوگ متقی ہیں۔ یہ اسلئے کہ اس روز وہ لوگ مغفرت کے آثار دیکھیں گے اور بھی الفاظ اور معانی میں باہم مناسبتیں ہیں جو غور کرنے سے ظاہر ہوسکتی ہیں اور صحابہ کبار کے عجیب اذہان صافیہ تھے کہ ترتیب سور کے وقت انپر یہ مناسبات ظاہر تھیں +

فقال لااقسم بیوم القیامۃ ولااقسم بالنفس اللوامۃ کہ ہم قسم کھاتے ہیں قیامت اور نفس لوامہ کی کہ انسان اس روز اپنی تقصیرات پر حساب کریگا اور بسخت نادم ہوگا۔ نفس لوامہ میں اسطرف اشارہ ہے کہ جس طرح اچھے[۱] لوگ دنیا میں اپنی تقصیرات پر حسرت وندامت کرتے ہیں کیونکہ انکو چشم بصیرت ہے برے بھلے میں امتیاز کرتے ہیں نفس کی خواہش سے اگر کوئی تقصیر ہوجاتی ہے تو فوراً نادم بھی ہوجاتے ہیں ان اندھے جاہلوں کی طرح اسیر اڑتے نہیں اسی طرح یہ اندھے اس روز حسرت وندامت کریں گے کیونکہ اس روز روشن میں انکی آنکھیں کھل جائیں گی فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید اس روز روئیں گے دانت پیسیں گے مگر کیا فائدہ آج اگر روتے اور ندامت کرتے تو فائدہ تھا +

نفس سے مراد جان یا روح انسانی ہے اور وہی مدرک ہے اور وہی دراصل انسان ہے اور یہ جسم آلتاب کمالات کے لئے اس کا آلہ ہتھیار یا اوزار ہے پھر نفوس انسانیہ اپنی استعداد وفیضان کے لحاظ سے کئی قسم پر ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے نفوس قدسیہ مطمئنہ ہیں کہ ان کو حق سبحانہ کی قربت سے اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ ان کے بعد صالحین ہیں ان کے قلوب کو بھی ذکر الٰہی سے اطمینان ہے مگر نہ اتنا اور ان میں اپنی تقصیرات پر ملامت کرنیکی صفت غالب ہے اسلئے انکے نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں ولم یصروا علی مافعلوا وہم نادمون۔ بندہ ہماں بہ کہ زتقصیر خویش + عذر بدرگاہ خدا آورد + ورنہ سزاوار خداوندیش + کس نتواند کہ بجا آورد + بدکار اور فاسقوں کافروں کا نفس امارہ ہے وہ ہل من مزید کہتا رہتا ہے ہر وقت لذات وخواہشات حب وبغض وکینہ وانتقام کا حکم ہی دیتا ہے ندامت وملامت تو درکنار بلکہ وہ ان لائق باتوں پر اصرار کیا کرتا ہے۔ نفس مطمئنہ کو تو قیامت کے ہولناک واقعات سے بحکم وہم من فزع یومئذ آمنون اطمینان ہی ہوگا اور امارہ سقر کا ابندھن ہی البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف درجا میں اسکو تعلق ہے اسلئے قیامت کی قسم کے بعد اسکی قسم کھانا اسکی خوبی اور قیامت کے روز فلاح مندی بتلا کر اسکو تسلی دینا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ نفس لوامہ وہ کافر کا نفس اور وہ شخص ہے جو قیامت کے دن اپنے برے کاموں پر اپنے تئیں ملامت کریگا اور وہ کفار کا نفس ہے اسلئے وہ لااقسم بالنفس اللوامہ میں لا کو زائد نہیں کہتے بلکہ نفی کیلئے اور یوں معنی بیان

[۱] وہ نیکی کرکے بھی ملامت کرتے ہیں کہ ہم کی اچھی طرح سے نہیں کی اور بدی کرکے بھی اس لئے کہ نیکوں کی بدی کر نیکے بعد ان کے دل کو ایک سخت صدمہ ہوتا ہے ۱۲ منہ

کرتے ہیں کہ ہم قسم کھاتے ہیں قیامت کی اور نہیں قسم کھاتے نفس لوامہ کی کسلیئے کہ وہ ناپاک اس قابل نہیں ♦
کفار منکرین قیامت کے مقابلہ میں قیامت کی قسم کھانا بظاہر مصادرہ علی المطلوب تھا مگر قیامت کا آنا اکیلئے بدلائل ہے
ثابت کردیا گیا تھا اسلیئے اسکے بعد انکے شک کو اور بھی رفع کرتا ہے انکے دو قسم کے شبہات تھے اول جہالت کیوجہ سے دوم شہوت
اور محبت دنیا کیوجہ سے کہ وہ قیامت اور حساب کے نام لینے کو بھی مخل عیش سمجھتے ہیں اول شبہ کو بیان کر کے اسکا رد کرتا ہے فقال ایحسب
الانسان الن نجمع عظامہ کیا انسان (یعنی وہ انسان جو قیامت کے منکر ہیں) یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی بوسیدہ ہڈیوں کو پھر جمع
نہ کرسکیں گے مشرکین مکہ کا قیامت کے بطلان پر کسی دلیل و برہان پر اعتماد نہ تھا وہ اسی شبہ سے باطل کرتے تھے کہ ہم دیکھتے
ہیں انسان مرجاتا ہے اسکی ہڈیاں اور گوشت پوست خاک میں ملجاتا ہے ہوا اڑا کر لیجاتی ہے سر کے ذرات سو کر کہیں اور
گئے ہاتھ پاؤں کے ذرے ذرے سو کر کہیں دور جا پڑے اب بار دگر یہ سب کیونکر جمع ہو سکتے ہیں اسلیئے کہتے تھے ہیہات
ہیہات لما توعدون یہ بات کب ہو سکتی ہے اور اسی استبعاد کو ایک شاعر جاہلیت نے بھی بیان کیا ہے ؎
حیات ثم موت ثم نشر ♦ حدیث خرافۃ یا ام عمرو ♦ کہ جینے مرنا پھر زندہ ہونا ایک لغو بات ہے اے ام عمرو یہ اس
شاعر کی بیوی یا معشوقہ ہے جس سے کلام کر رہا ہے اسکے جواب میں فرماتا ہے بلی ہاں ہم جمع کریں گے پھر فرماتا ہے
قادرین علی ان نسوی بنانہ کہ ہم اسکی انگلیوں کے پوروں کے درست کرنے پر قادر ہیں۔ انسان کے بدن میں سب
بدن تیار ہونیکے بعد آخر انگلیوں کی کھال تیار ہوتی ہے یہ اسکی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور نیز یہاں گوشت اور چربی ہے
اور اسکے اندر عروق و شرائن و اوردہ ہیں اور پھر اعصاب و رباطات و عضلات و مفاصل ہیں اور اسی لئے تمام بدن
میں حکماء کے نزدیک اسکا مزاج بہ نسبت اور اعضاء کے زیادہ معتدل ہے اور گرمی سردی رطوبت یبوست کے
دریافت کا مادہ زیادہ ہے پھر جب انکو بار دگر درست اور ٹھیک کر دینا فرمایا تو تمامی اعضاء کا بھی بار دگر ٹھیک کر دینا
سمجھا گیا۔ آسمان و زمین کی پیدائش اور انسان کا اول بار منی کے قطرے سے بننا وغیرہ ہزاروں اسکی قدرت کاملہ کے نمونے
ان لوگوں نے دیکھے تھے اور سب دیکھتے ہیں پھر جو ایسا قادر و حکیم ہے کہ جس نے اول بار اسکو ایسی چیزوں سے پیدا کر دیا وہ بار دگر
پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اس بات کو عقول صافیہ اور اذہان سلیمہ کے حوالے کر دیا کہ وہ خود سمجھ سکتے ہیں اور یہی ایک
بڑی قوی دلیل حشر کے برپا ہونے پر ہے اس لئے فرماتا ہے کہ یہ انکار و تعجب در اصل کچھ نہیں ہے بل یرید الانسان لیفجر امامہ
بلکہ اس انکار سے اسکی غرض یہ ہے کہ پہلے تو جو کچھ کیا تھا سو کیا تھا۔ آئندہ بھی دل کھول کر بدکاری پر بدکاری کرے کسلیئے کہ
اب قیامت اور وہاں کی بازپرس کا کھٹکا تو اس نے اس انکار سے ہی نکال دیا۔ اس فسق و فجور کا نشہ اسکو قیامت کا لفظ
بھی منہ پر نہیں لانے دیتا اور نہ اسکے دلائل میں غور و فکر کی مہلت دیتا ہے اسلیئے دلیر ہو کر پوچھتا ہے یسئل ایان یوم القیامۃ
کہ کب ہے قیامت کا دن؟ یسئل سے یہاں تک دوسرے شبہات کا رد ہے جو شہوات پر مبنی ہے ♦
بعض مفسرین امامہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہیں تب یہ معنی ہونگے کہ قیامت کا انکار کر کے کل سامنے بدکرداری کرنا چاہتا
ہے جو پوچھتا ہے کہ ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن یہ انسان کی کمال بے شرمی اور بیحد دلیری ہے کہ اپنے مولا کی روبرو گستاخانہ
سوال کرتا ہے کسلیئے کہ اسکو ڈرنا اور اپنے حال کی اصلاح کرنی چاہئے کوئی طبیب حاذق خبر دے کہ یہ مرض تجھکو لاحق ہے علاج کر
ورنہ مرجائیگا پھر یہ برے جاہل کا کام ہے کہ اس سے پوچھے کب اور کس تاریخ مرونگا اسکے بعد قیامت کے علامات و حالات بیان
کرتا ہے جنکے سننے سے دل لرزتا ہے فقال فاذا برق البصر کہ جب آنکھیں چندھیا جاویں۔ یہ اس روز کی تجلی نورانی سے

ہوگا جبکہ تخت رب العلمین عدالت کیلئے فرشتے اٹھا کر لائینگے اس قہر و جبروت کی تجلی کو آنکھیں دیکھ نہ سکینگی آفتاب کے سامنے آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں پھر وہ تجلی تو اس سے لاکھوں درجہ بڑھکر ہوگی جسکے آگے بجلی کی چمک بھی کوئی چیز نہیں جیسا کہ سورۂ زمر میں آیا ہے واشرقت الارض بنور ربہا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قیامت صغریٰ موت کے وقت ہوگا جبکہ اس عالم ناسوتی پر پردہ پڑ جائیگا اور دوسرے عالم کا پردہ اٹھ جائیگا تو وہاں کے ہولناک حالات دیکھکر کافر و فاسق کی آنکھیں حیرت و دہشت کے مارے اوپر چڑھ جائینگی وہ شہوت کا نشہ جس سے انکار قیامت کرتا تھا اتر جائیگا موت کے بعد اسکو قیامت کبریٰ کا آپ یقین ہو جائیگا یہیں سے اسکا وقت شروع ہے اور ایماندار نیک لوگوں کی آنکھیں عالم ملکوت کی تجلیات دیکھ کر خیرہ ہو جائینگی اور اولیائے کرام و انبیاء عظام کی اسکی تجلی ذاتی سے جو عین وصال ہے۔ یہ قیامت کی پہلی علامت تھی اسکے بعد دوسری علامت بیان فرماتا ہے وخسف القمر کہ چاند گہنا جائیگا یعنے بے نور ہو جائیگا یہ قیامت کبریٰ کے قریب ہوگا بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی موت کے وقت ہوگا کس لیے کہ قمر سے مراد قمر عقل ہے اسوقت عقل ماری جائیگی (تیسری علامت) وجمع الشمس والقمر چاند اور سورج جمع کئے جاوینگے یہ بھی قیامت کے وقت نفخ صور پر ہوگا کہ دونوں بے نور کر کے عدم کے گڑھے میں ایک جا پھینک دئے جاوینگے اور نفخ صور دوم پر نیا آسمان نئی زمین نئے چاند اور سورج پیدا ہونگے جو انکو بھی علامات موت قرار دیتے ہیں انکے نزدیک قمر و شمس کے جمع ہونیسے بطور کنایہ کے روح آفتاب اور قمر دل کا جمع ہونا مراد ہے کہ پھر اسوقت دل پر ادھر اُدھر کے خیالات طاری ہونگے بلکہ صرف روحانی یا ذات و صفات کا اجتماع مراد ہے جو دار دنیا میں عوارض کے سبب اختلاف تھا ذات کا تقاضا معرفت تھا صفات شہوانیہ و غضبیہ اسکو دور پھینکتے تھے اب یہ اختلاف نہ رہے گا ؂

اسوقت آدمی کی عجب حالت ہوگی ویقول الانسان یومئذ این المفر اور کہیگا آج بھاگ کر جانیکی کوئی جگہ ہے کہاں جاؤں جو اس مصیبت سے امن پاؤں فرماتا ہے کلا نہیں نہیں لاوزر کوئی امن و پناہ کی جگہ اسدن نہ ہوگی جیسے آج پناہ کی جگہ پیدا نہیں کی اسکو اسدن نہ ملیگی۔ الی ربک یومئذن المستقر اس روز تیرے رب کے پاس ٹھہرنے کی جگہ ہوگی مشتاقان دیدار خود بخود آوینگے اور اشرار و فجار کو بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے دربار میں لاوینگے پھر وہاں حساب و کتاب شروع ہوگا۔ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم و اخر اس روز آدمی کو بتا دیا جاویگا کہ اسنے کیا نیک کام آج کے دن کیلئے آگے بھیجے تھے یعنے کئے تھے اور کیا نہیں کئے تھے یا قدم سے مراد نیک و بد کام ہیں جو اسنے کئے تھے اور آخر سے وہ نیک و بد باتیں ہیں جو دنیا میں پیچھے چھوڑ آیا کہ اسکے بعد بھی نیک کاموں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے جیسا کہ بنائے مسجد و مدارس و رسم نیک اور بندگان خدا کی اصلاح و فلاح کی تدابیر اسیطرح برے کاموں کا عذاب ملتا رہتا ہے رسم بد چھوڑ آیا تھا یا دنیا کو برباد و ہلاک کرنیوالی بات قائم کر آیا تھا یا کسی میں جھگڑے و عداوت کا بیج بو آیا تھا یا قدم سے وہ اعمال مراد ہیں جو پہلے کئے جاتے ہیں اور آخر سے وہ جو انکے بعد ظہور میں آتے ہیں فرماتا ہے بتلانیکی کوئی ضرورت نہوگی محض الزام و اکرام مقصود ہوگا ورنہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ آدمی خود اپنے حال اور نیک و بد اعمال سے واقف ہوگا اور اب بھی منصف مزاج واقف ہو سکتے ہیں ولو القی معاذیرہ پڑا حیلے بنایا کرے۔ یا پردہ اپنے ڈالے اور چھپائے مگر کچھ بھی نہ چھپا سکیگا نہ کوئی حیلہ بہانہ کام آویگا۔ وہاں یہ حجتیں اور الٹے فریب تقریریں کچھ کام نہ آئیں گی ؂

۱؎ کتاب [illegible] ۲۲ میں بھی اسطرف اشارہ ہے کہ چاند اور سورج خداوند کی عدالت کے روز بے نور ہو جاوینگے ۱۲ منہ

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ

آپ جبرئیل کے پڑھنے کے ساتھ قرآن کے ساتھ اسکو شتاب سے اپنی زبان نہ چلایا کریں کیونکہ قرآن کا جمع کرنا اور اسکا پڑھوا دینا ہمارا ذمہ ہے پھر تو آپ اس کے پڑھنے کو سنتے رہیں پھر اسکا

إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝

بیان کرا دینا ہمارا ذمہ ہے نہیں نہیں بلکہ تم تو لوگو (دنیا) جلد آنے والی کو چاہتے اور دیر میں آنیوالی (آخرت) کو چھوڑتے ہو اسدن بہت سے چہرے ترو تازہ اپنے

إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝

رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور بہت سے منہ اسدن اداس ہو گئے خیال کرتے ہونگے کہ انپر کوئی کمر توڑنے والی مصیبت ڈالی جاویگی نہیں نہیں جبکہ جان گلے تک پہنچ جاویگی

وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝ ع ١٧

اور لوگ کہتے پھریں گے کوئی جھاڑنے والا ہے اور وہ سمجھ چکا ہوگا کہ اب جدائی ہے اور ٹانگ سے ٹانگ مرنیوالے کی لپٹی پڑی ہوگی اسدن تیرے رب ہی کی طرف روانگی ہوگی

ترکیب جمعہ وقرآنہ اسم ان علینا خبرہا۔ قال الفراء القراءۃ والقرآن مصدران فاذا شرط قرأناہ ای اتممنا قرأتہ علیک فاتبع جواب الشرط ای استمع قرائتہ وکررہا وقیل اعمل بہ کلا للردع عن العجلۃ وقیل کلا بمعنی حقا۔ وجوہ مبتدا وجاز الابتداء بالنکرۃ لحصول الفائدۃ ناضرۃ خبرہ ویومئذ للظرف للخبر ناضرۃ ناعمۃ حسنۃ یقال شجر ناضر ای حسن ناعم ونضارۃ العیش حسنہ وقیل مضیئۃ مسفرۃ مشرقۃ ناظرۃ خبر بعد خبر الی ربہا متعلق بہ وقیل وجوہ مبتدا وناضرۃ صفۃ لوجوہ ویومئذ ظرف لناضرۃ وناظرۃ خبر تظن الجملۃ صفۃ باسرۃ فی الصحاح بسر الرجل وجہہ بسورا ای کلح وقیل متغیرۃ شدید العبوس والباسل ابلغ من الباسر لکنہ غلب فی الشجاع اذا اشتد کلوحہ فاقرۃ داہیۃ تکسر الفقار اذا شرط والجواب الی ربک یومئذ المساق التراقی جمع ترقوۃ وہی فعولۃ لا تفعلۃ وہی عظم بین ثغرۃ النحر العاتق یمینا وشمالا ولکل انسان ترقوتان ویکنی ببلوغ النفس التراقی عن قرب الموت وقیل ہذا وما بعدہ معطوف علی بلغت من مبتدا وراق خبرہ۔ اصلہ راق فعلل۔ فہو اسم فاعل اما من رقی یرقی بالفتح فی الماضی والکسر فی المضارع فہو من الرقیۃ وہی کلام معہ للاستشفاء واما من رقی یرقی بالکسر فی الماضی والفتح فی المضارع فہو من الرقی بمعنی الصعود ومنہ الترقی۔

تفسیر پہلے ذکر تھا کہ انسان جلد باز ہے اور یہ جلد بازی خواہ دینی کاموں میں ہو خواہ دنیاوی اس حکمت کے خلاف ہے جو اس نے باوجود اسکے دم میں پیدا کر سکنے کے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا کفار قیامت کے بارہ میں جلد بازی کرکے پوچھتے تھے کہ ایان یوم القیامۃ اسی طرح بمقتضائے بشریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے تھے ادہر جبرئیل علیہ السلام نے وحی سنانا شروع کی اُدہر اسکے ساتھ ساتھ شوق میں آپ بھی پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ کبھی بھول نہ جاؤں اور نیز یہ بھی شوق تھا کہ جلد مطلع ہو کر لوگوں کو مطلع کردوں اسلئے قیامت کے بیان میں بطور جملہ معترضہ کے لا تحرک بہ لسانک سے لیکر ثم ان علینا بیانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جلدی سے منع کیا اور تلقی وحی کا ادب وقاعدہ سکھا دیا اور تسلی کردی کہ آپ کو بھولنے نہ دینگے اور ہم خود اسکو لوگوں پر ظاہر کرینگے اور یہ جملہ معترضہ اس سلسلہ بیان میں ایسا ہے کہ جیسا کوئی معلم کسی کو تعلیم کرتا ہو اور اثناء درس میں شاگرد ادہر اُدہر متوجہ ہوتا ہو تو وہ اسکو بیچ میں ٹوکدے اور کہدے کہ ادہر اُدہر متوجہ ہو پھر کیا اسکے کلام میں بے ربطی کا باعث تصور ہو سکتا ہے ایسے موقع پر یہ الزام قائم کرنا معترض کی کم فہمی اور اسلوب بلاغت وطرز خطاب سے محض بیخبری کی دلیل ہے۔ اور ممکن ہے کہ آیات میں انسان کے عذر بیجا کا ہو کہ اسلئے عذرات میں اپنی زبان چلاتا ہے تیرے اعمال ہم نے جمع کرنے اور تجھکو سنوانے اور پڑھوانے آخرت میں جو بعد میں آوے گی اور تم لوگ جلدی کی چیزوں کو سامنے کی چیزوں پر ترجیح دیتے ہو۔ بخاری ومسلم وغیرہما نے ابن عباسؓ سے اس آیت لا تحرک بہ لسانک کے متعلق یوں روایت کی ہے کہ نبی صلعم کو وحی کے

لہ ترش روئی ۱۲ منہ ۲ہ دلیل صفت بلاضی ۱۲ منہ ۳ہ منہ حجۃ ۱۲ منہ

وقت ایک گرانی معلوم ہوتی تھی اسلئے آپ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے تاکہ بھول نہ جائیں اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ کہ آپ قرآن سیکھنے میں جلدی کر کے زبان نہ ہلاویں بلکہ متوجہ ہو کر تمام وحی کو سن لیا کریں اسیطرح ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون آیا ہے لاتعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ الآیہ کسلئے ان علینا جمعہ کہ ہمارا ذمہ ہے اسکا تیرے دل میں جمع کر دینا تاکہ آپکے سینہ سے کچھ بھی فراموش نہ ہوگا اور اسبات کا بھی ذمہ ہے وقرآنہ کہ تیری زبان سے پڑھوا دیں یا یہ معنی کہ اس متفرق کلام کو جمع کر دیں سب ایکجا مجتمع ہو جاویگا تب قرآن بمعنی قرات نہ ہوگا بلکہ بمعنی قرآن فاذا قرأناہ پھر جب ہم آپ کو جبرئیل کے ذریعہ سے پڑھکر سنا دیں تو فاتبع قرآنہ آپ اس کو چپ ہو کر سنیں یا یہ معنی کہ اسپر چلیں اور اسکے تابع ہوں اسکے موافق عمل کریں اور اسی پر موقوف نہیں بلکہ ثم ان علینا بیانہ پھر یہ بھی ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اسکو آپ سے بیان بھی کرا دیں گے یا یہ کہ آپ اسکے اشکالات اثناء وحی میں نہ پوچھیں بعد میں ہم خود آپ کو الہامی طور پر بتا دیں گے +

ف اس جگہ سے علماء کا ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے وہ یہ کہ بوقت خطاب کسی مجمل بات کا بیان اگر بعد میں کر دیا جاوے تو درست ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے بعض کہتے ہیں نہیں ف قفال کہتے ہیں ان آیات کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ قیامت کیدن جسکا ذکر چلا آتا ہے انسان کو اسکے اگلے پچھلے اعمال بتلاتے ہوئے اور اسکو عذاب کرتے ہوئے یہ کہیگا کہ اپنی کتاب یعنی نامہ اعمال پڑھ جب وہ پڑھنے لگیگا تو زبان لڑکھڑا ایگی جلدی جلدی پڑھیگا تب حکم ہوگا کہ اسکے پڑھنے میں جلدی نہ کرسلئے کہ اپنی حکمت سے یا اپنے وعدہ کے موافق ہمنے ذمہ کر لیا ہے کہ تیرے اعمال جمع کریں اور تجھ سے پڑھوا دیں یا تجھکو سنوا دیں پھر جب سنا دیں تو سن اور اسکے تابع ہو یعنی اقرار کر کہ پھر اس عقوبت کی شرح اور اسکے اسرار بھی بیان کئے دیتے ہیں اس تقدیر پر تمام کلام مسلسل ہے ف خدا پاک نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرا دیا کس لئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتیں سورتیں ہو کر نازل ہوا ہے اب سب یکجا بہ ترتیب موجود ہے اور آپ کے سینہ میں بھی جمع کرا دیا اور تمام قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپکی برکت سے بہت سے صحابہؓ بھی حافظ تھے اور بعد امت میں بھی اب تک لاکھوں حافظ ہیں جو ایک ایک حرف اور زبر و زیر پر حاوی ہیں یہ عہد آدم علیہ السلام سے اب تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا انشاء اللہ اور یہ اعلیٰ ہو امعجزہ ہے جسکی آنکھیں ہوں دیکھے کان ہوں سنے دل ہو سمجھے یا سکے بعد پھر قیامت اور اسکی نسبت انسانی طبیعت کا تعلق بیان فرما کر خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے فقال کلا نہیں ہرگز نہیں جلدی نہ کر مگر کیا کیجئے انسان جلد باز ہے جس لئے تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اے بنی آدم تم جلدی کی بات پسند کرتے ہو دیر اور بعد میں آنیوالی چیز کو چھوڑتے ہو اسمیں آنحضرت صلعم کو بھی تنبیہ ہے اور نیز یہ بھی آئندہ بیان آخرت کی تمہید بھی ہے اور سلسلہ ارکفار سے کلام بھی ہے کیونکہ وہ جلد بازی کر کے پوچھتے تھے کب ہے قیامت کا دن؟ اسکے جواب میں یہ جملہ ہے کہ کیوں جلدی کرتے ہو ٹھہرو وہ دن بھی آتا ہے اور نیز انسان غفلت شعار کو اسکی ناعاقبت اندیشی پر ملامت بھی ہے خصوصًا کفار کو جو عاجلہ یعنی دنیا اور اس کے عیش و نشاط فانی کو پسند کرتے ہیں اور اسپر فریفتہ ہو کر آخرۃ پیچھے آنیوالی یعنی قیامت یا موت کو چھوڑ بیٹھے اسکا سامان اور اسکا انجام کچھ نہیں کرتے حال کا سبز باغ دیکھکر آدمی فریفتہ ہو جاتا ہے انجام نہیں سوچتا اب اس آخرت کا کچھ حال سن لو جسکو دنیا پر فریفتہ ہو کر چھوڑے بیٹھے ہو وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ کہ بہت سے منہ یعنی ایماندار نیکوں کے منہ جو دنیا میں آخرت کی تیاری میں رات دن مصروف ہوتے ہیں تازہ اور روشن ہونگے فرحت و سرور کیوجہ سے یا اس تجلی خاص سے کہ جسکا اثر بدن انسانی پر بھی نمایاں ہوگا اور دنیا میں بھی خدا پرست چہروں پر ایک خاص نور رونق ہوتی ہے اور وہی اپنے رب کو

دیکھتے ہونگے یعنی دیدار الٰہی کی دولت سے سرفراز ہونگے اور اسی کی خوشی میں انکے منہ چودھویں رات کے چاند کیطرح چمکتے ہونگے
ف اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قیامت کے دن اور بعدہٗ بہشت میں بھی ایماندار نیک بختوں کو دیدار الٰہی ہوگا
بخاری و مسلم و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ترمذی و ابن جریر وغیرہ محدثین نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا
یارسول اللہ کیا ہم قیامت میں اپنے ربکو دیکھینگے آپنے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہو کچھ شک کرتے ہو یا کوئی
مانع ہوتا ہے عرض کیا نہیں یارسول اللہ آپنے فرمایا پھر تم اسیطرح قیامت کے دن اپنے ربکو دیکھوگے۔ ابن کثیر کہتے ہیں
بحمد اللہ صحابہ میں یہ مسئلہ متفق علیہ تھا اور تابعین اور انکے بعد اسلام میں بھی سب کا اسپر اتفاق ہے۔

دیدار الٰہی کی بحث

شیعہ اور معتزلہ کہتے ہیں عیاناً دیکھنا جسمانی چیز فنک لئے ہوتا ہے اور وہ جسمانیت سے پاک ہے اسلئے عیاناً دیکھنا محال اور آیت کے
معنی میں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کس لئے کہ نظر اور چیز ہے جو آیت میں آئی ہے اور رویت دیکھنا اور چیز ہے نظر دیکھنے کا
آلہ ہے جیسا کہ کان سننے کا یہ ممکن ہے کہ نظر کریں اور وہ چیز دکھائی نہ دے اور سننا چاہیں اور رسائی نہ دے خصوصاً نظر
کے بعد الیٰ کا لفظ کلام عرب میں انتظار اور توقع کے معنی دیتا ہے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اپنے رب کی توقع کرتے ہونگے
کس لئے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ صاف آگیا ہے لاتدرکہ الابصار کہ اسکو کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور وہ لطیف و خبیر
ہے ممکنات میں سے لطیف چیزیں دکھائی نہیں دیکتیں جیسا کہ ملائکہ و جن اور ہوا پھر وہ توسب سے زیادہ لطیف ہے ان آنکھوں سے کیونکر دکھائی

لطیف ج

اہلسنت کہتے ہیں نظر رویت کے معنی میں بہت مستعمل ہے اشعار عرب اور آیات قرآنیہ اسپر دال ہیں اور الیٰ کے ساتھ بھی دیکھنے کے
معنی میں مستعمل ہے اور آیت لاتدرکہ الابصار میں ان جسمانی آنکھوں کے دیکھنے کی نفی کی ہے جو عالم ناسوتی میں مکدرات کے دیکھنے
کیلئے مخصوص ہیں نہ عالم آخرت میں جہاں نور آنکھیں عطا ہونگی اور نیز نفی ادراک کی ہے جو ہر طرف سے گھیر لینے کو کہتے ہیں نہ دیکھنے کی
طرفین کے دلائل علم کلام کی کتابوں میں بہت کچھ مذکور ہیں جسکو اسپر زیادہ واقف ہونا ہو وہ شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہما
کتابیں دیکھے و وجوہ یومئذ باسرۃ اور بہت سے منہ اسروز ترش اور بگڑے ہوئے یا سیاہ ہونگے قیامت کی دہشت اور سخت
سزاؤں کے خوف سے اور بجائے کسی نیک توقع اور دیدار الٰہی کے تظن ان یفعل بہا فاقرۃ یہ یقین ہوگا کہ ابھی ہمپر کوئی
مصیبت پڑنی ہے کسلئے کہ آنکھوں کے سامنے جہنم جوش مارتی ہوگی فرشتے طوق و زنجیر لئے اس قیدخانہ میں داخل کرنے
کیلئے پولیس کے سیاہ پوش گارد کی طرح تیار کھڑے ہونگے اسوقت ادہر ادہر دیکھیگا کہ کوئی چھڑانیوالا پیدا ہو کلا یہ ہرگز
نہوگا اسکے بعد قیامت صغریٰ کا حال بیان فرماتا ہے جو انسان کے ہر وقت دروازہ پر کھڑی ہے یعنی موت جسکا ذائقہ چکھے بغیر
چھٹکارا نہیں۔ اس صورت میں کلا کو آئندہ کلام میں شامل کیا جاوے اور اسکے معنی ضرور کے لئے جاویں تو ممکن ہے فقال کلا اذا
بلغت التراقی ضرور ضرور جب جان گلے تک پہنچ جاویگی یہ نزع کے وقت کا ذکر ہے جبکہ جان نکلنے کو ہوتی ہے گویا کہ حلق تک آ
گئی یہ اسحالت بیکسی کی تصویر کھینچی جاتی ہے وقیل من راق اور لوگ کہیں گے کوئی جھاڑنے یا علاج کرنیوالا ہے جاہل
عرب ٹونے ٹوٹکے تعویذ گنڈے جھاڑ پھونک کے بڑے قائل تھے اسلئے انہیں کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا
اسوقت وارث جھاڑنے والے کی تلاش میں پھرتے ہیں کہ کوئی جھاڑے منتر سے اسکو ہوش میں لائے وظن انہ
الفراق مگر وہ بیمار قریب الموت علامات موت اور ملائکہ کو دیکھکر یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے۔ پیارے فرزند
اور محبوبہ بیوی اور یہ گھر کہ جس کی تعمیر میں سرگرم رہا کرتا تھا اور یہ املاک و جائداد و مال خزانے ہاتھی گھوڑے اور یہ
احباب و رجائی دوست جو ہر وقت شریک جلسہ رہا کرتے تھے اور یہ مادر مہربان جس نے گود میں پالا تھا اور یہ شفیق

باپ کہ جو جان بھی نثار کرنے کو تیار تھا اور یہ ساتھ کھیلے ہوئے بھائی بہنیں جو باہم مل کر ایک گھر میں پرورش پائی اور مل کر ہنستے بولتے تھے ہائے آج مجھ سے چھوٹتے ہیں الفراق الفراق الوداع الوداع ۔ کوس رحلت بکوفت دست اجل ٭ اے دو چشمم وداع سر بکنید ٭ اے کف دست و ساعد بازو ۔ ہمہ تودیع یکدگر بکنید ٭ بر من افتادہ دشمن کام ٭ آخر اے دوستاں گذر بکنید ٭ روز گارم بشد بنادانی ٭ من نہ کردم شما حذر بکنید ٭ آخر روح پرواز کر گئی والتفت الساق بالساق - اور پنڈلی سے پنڈلی مل گئی - مردے کے پاؤں اور ٹانگیں ملا دیتے ہیں اور سیدھا جت ہٹا دیتے ہیں ۔ بعض علماء فرماتے ہیں ساق سے مراد سختی اور شدت ہے عرب ساق بول کر شدت اسوجہ سے مراد لیا کرتے ہیں کہ تیاری کیوقت پنڈلی پر سے کپڑا اٹھا لیا اور دامن چھڑا لیا جاتا ہے - ایسے وقت کافر پر دو شدت پیش آتی ہیں ایک لذات دنیا اور اقارب واموال کا بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا دوسرے وہاں کی باز پرس اور گوناگوں عذاب میں مبتلا ہونا ایک شدت سے دوسری شدت اور ایک مصیبت سے دوسری مصیبت مل گئی ٭

اسی طرح من راق میں بھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد کا حال ہے فرشتے باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اسکو کون اوپر چڑھا کر لیجاتا ہے کس لئے کہ ایماندار کی روح کو اوپر لیجانے کیلئے خوش رو و خوش خلق ملائکہ متعین ہیں اور کافر کی روح کے لئے ہیبت ناک بد خلق متعین ہیں ٭

امام احمد و نسائی نے ابو برار ابو ہریرہ و براء بن عازب سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمیں نیک و بد کی کیفیت مذکور ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو رحمت کے فرشتے آتے ہیں نہایت خوشرو گویا انکے منہ آفتاب ہیں اور انکے پاس جنت کا کفن اور خوشبو بھی ہوتی ہے تو وہ جہاں تک میت کی نظر جاتی ہے آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ملک الموت آکر نہایت نرمی کے ساتھ جان قبض کر کے ان کو دیدیتا ہے وہ اسکو لیکر عالم بالا کو جاتے ہیں اور اس کے روح سے خوشبو آتی ہے اثناء راہ میں ملائکہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے تو اسکا تعظیم سے نام لیتے ہیں یہاں تک کہ حق سبحانہ کے حضور میں پیش ہوتا ہے تب حکم ہوتا ہے کہ اسکو علیین میں لیجاؤ جہاں اور مومنین کی ارواح رہتی ہیں یہ وہاں آتا ہے وہاں کے لوگ اس سے اپنے دنیا کے قرابت داروں کا حال پوچھتے ہیں اگر سنتے ہیں کہ فلاں مر گیا اور یہاں نہیں آیا تو کہتے ہیں کہ جہنم میں گیا اور کافر کے پاس سیاہ رنگ بری شکل کے ملائکہ آکر بیٹھ جاتے ہیں ملک الموت شدت سے جان قبض کر کے انکے حوالہ کرتا ہے وہ اس ناپاک او بدبودار روح کو اوپر لیجاتے ہیں اول آسمان تک جا کر اوپر جانیکی پروانگی مانگتے ہیں اسکے لئے اوپر جانیکا حکم نہیں ہوتا (لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ) پھر حکم ہوتا ہے کہ اسکو عالم سفلی کے گڑھے میں لیجاؤ پھر وہ اسکو پھینکدیتے ہیں کہ جہنم میں آگرتا ہے انتہی ملخصاً مسلم نے بھی اسکے قریب قریب روایت کی ہے جب یہ سب سامان موت مہیا ہو چکتے ہیں اور ملائکہ روح قبض کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں الی ربک یومئذ المساق آج تیرے رب کے پاس جانا ہے چلیے وہاں سامنے ہونا ہے اب تجھکو وہاں کی حاضری سے کوئی روک نہیں سکتا۔ مومن کو بعزت واحترام سمٰوات پر حضوری ہوتی ہے کافر کی آسمان اول سے نیچے ہی پیشی ہو جاتی ہے اور اسکے بعد جنت میں جو عالم قدس ہے اور کافر جہنم میں رہتا ہے یہ عالم آخرت کی حالات جو کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام نے مکاشفہ مکالمہ اور الہام سے بیان فرمائے ہیں سب صحیح ہیں سر مو تفاوت نہیں انکے خلاف جو کہتا ہے غلط کہتا ہے -

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝

پھر نہ اس نے خیرات ہی دی نہ نماز ہی پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ بھی پھیر لیا پھر اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا اے انسان تجھ پر افسوس پر افسوس پھر تجھ پر افسوس اور افسوس

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ

کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ یونہی آزاد چھوڑ دیا جائیگا کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا پھر لوتھڑا بنا پھر خدا نے اسکو بنا کر ٹھیک کیا

فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝ ع ۲ / ۱۸

پھر اس سے مرد عورت کا جوڑا بنایا پھر کیا وہ خدا مُردہ زندہ کر دینے پر قادر نہیں ہے

ترکیب۔ فلا صدق اے لم یصدق لا بمعنی لم والعرب تقول لا ذہب اے لم یذہب وہذا کثیر فی کلام العرب قالہ الکسائی والاخفش وقیل لا بمعنی ما وہو معطوف علی قولہ یسئل ایان الخ والضمیر الفاعل فی لا صدق ولا صلی للانسان المذکور فی قولہ ایحسب الانسان الخ یتمطی حال من فاعل ذہب یتمطی فیہ قولان الاول ان اصلہ یتمطط اے یتمدد لان المتبختر یمد خطاہ فقلبت الطاء فیہ یاء کما قیل فی تقضی اصلہ تقضض (والثانی) من المطا وہو الظہر لانہ یلویہ فعلی الاول الالف مبدلۃ من طاء وعلی الثانی من واو اولے لک فیہ قولان انہ اسم فعل مبنی علی السکون ومعناہ ولیک ما تکرہ والفاعل ضمیر مستتر یعود علی ما یفہم من السیاق وہو الہلاک علیہ بالمکرہ واللام زائدۃ کما فی قولہ ردف لکم والثانی انہ علی وزن افعل من الویل بعد القلب کادنے من دنو وقیل وزنہ فعلی من آل یؤل والالف للالحاق لا للتانیث وعلی التقدیر من ہو اعلم فلذا لم ینون فعلی ہذا اولی مبتداء ولک خبرہ سدی حال والالف مبدلۃ من واو ومعناہ المہمل ومنہ ابل سدی اے ترعی بلا راع الم یک الخ مستانفۃ واردۃ لابطال الحسبان المذکور یمنی بالیاء والضمیر یرجع الی المنی فیکون فی موضع جر صفۃ للمنی وبالتاء والضمیر للنطفۃ وہی الماء القلیل یقال نطف الماء اذا قطر وجمعہا نطاف و نطف فیکون فی موضع النصب الذکر والانثی بدل من الزوجین ✦

تفسیر۔ اب اس روح کی حالت بیان فرماتا ہے کہ خدا پاک کے پاس جانے کے بعد اس سے کیا معاملہ پیش آئے گا اور اس کو کیا کہا جائیگا مومن کا حال چھوڑ دیا گیا کس لئے کہ بالفعل ان سرکش کافروں کا انجام کار بیان کرنا اہم مقصد تھا اسلئے کفار و بت پرست اور گناہگاروں کا حال بیان فرماتا ہے فقال فلا صدق ولا صلی کہ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو کہا جائیگا تو نے دنیا میں نہ مالی عبادت کی یعنی خیرات نہ دی نہ فقیروں محتاجوں کو کچھ دیا جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا خلق خدا پر رحم نہ کھایا اور نہ جانی عبادت کی نہ نماز پڑھی نہ خدا کے سامنے رکوع و سجود کیا نہ عاجزی اور دعا کی ثم ذہب الی اہلہ یتمطی۔ بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا خدا کی طرف کے داعی سے منہ موڑ لیا۔ یا یوں کہو تصدیق نہ کی اللہ اور اسکے رسول کی باتوں پر ایمان نہ لایا نہ اعمال اچھے کئے نماز سے بیخبر رہا اولی لک فاولی ثم اولے لک فاولی اس کے بعد غصہ سے اسکو کہا جائیگا کمبختی ہو تیری پھر کمبختی ہو تیری یعنی تیری زندگی پر پھٹکار اور مرنے پر پھٹکار اور یہاں زر درو خالی ہاتھ آنے پر پھٹکار پھر تیرے جہنم میں جانے پر پھٹکار۔ یہ کلمہ زبان عرب میں ایسے موقع پر بولا جاتا ہے۔ چار بار بولا گیا چار موقعوں کے لحاظ سے اسکے بعد اسکو اس اندوہناک اور تاریک قید خانہ میں ڈال دیا جائیگا۔ جہاں آگ کی لپٹیں اور طرح طرح کے عذاب ہیں اس قیامت صغریٰ (موت) کے واقعہ کا بیان سنا کر حشر برپا ہونے پر ایک دلیل قائم کرتا ہے اس انداز میں کہ اسکو ادنیٰ فہم کے لوگ بھی سمجھ سکیں فقال ایحسب الانسان ان یترک سدی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسکو بیکار اور آزاد اور نکما چھوڑ دیا جاویگا؟ ہرگز نہیں اسیطرح اور چند آیات ہیں جو حشر برپا ہونیکی دلیلیں ہیں

دلیل اول اثبات قیامت

تقریر اس کی یہ ہے کہ انسان کو قدرت واسباب وعقل عطا کئے گئے ہیں اور ان چیزوں کا عطا کرنا اسبات کا مقتضی ہے کہ اس کو چند نامناسب باتوں سے منع کیا جاوے اور چند ضروری باتوں کا حکم دیا جاوے اور یہ اسبات کا تقاضا کرتا ہے کہ امور منہی عنہا پر عذاب اور مامور بہا پر ثواب ہے جس کا محل دار آخرت ہے کیا آدمی کا اس جہان میں آنا عقل وحواس پانا اور پھر چند روز گزر کر دنیا سے غائب ہو جانا اس حکیم و کریم کا کوئی عبث فعل یا کوئی کھیل ہے؟ ہرگز نہیں پھر کیا یہ ساری باتیں ایک نئی زندگانی کے لئے سامان واسباب فراہم کرنے کیلئے نہیں؟ ضرور ہیں۔ پھر انسان نکما اور بیکار اور شتر بے مہار کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو چاہے سو کرے دنیا کے جائز اور ناجائز مزے اڑایا کرے جانوروں کی طرح سوائے جماع کرنے کھانے پینے کے سوا اسکو کچھ کام نہ ہو ضرور ضرور وہ کسی کام کے لئے یہاں آیا ہے اسکی فطری بناوٹ اور اس کے عقل وحواس اس پر دلالت کرتے ہیں ❖

اور اثبات نبوت کی بھی یہ دلیل ہو سکتی ہے کس لئے کہ جب انسان شتر بے مہار نہیں چھوڑا گیا تو ضرور اسکے لئے کوئی روحانی معلم ہونا چاہیے جس پر اس جہان کے اسرار منکشف کئے گئے ہوں اور وہ اسکو ان کی مناسب باتیں تعلیم کرے اور ایسا شخص نبی ہوتا ہے پھر اسکا اتباع بھی ضروری ہے ❖

دوسری دلیل

دوسری دلیل حشر برپا ہونے پر یہ ہے الم یک نطفۃ من منی یمنی کہ وہ انسان کیا ایک منی کا قطرہ نہیں تھا؟ ضرور اسکی ابتدا یہی ہے اسکو کافر و مومن سب جانتے ہیں پھر کیا وہ قطرہ خود بخود انسان بن گیا اسمیں یہ تناسب اعضاء پیدا ہو گیا یا کسی مادہ بے خبر اور طبیعت بے شعور نے یہ عقل و حواس عطا کر دیے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسی نے اسکو بترتیب بنایا کس لئے کہ ثم کان علقۃ فخلق فسوی قطرہ منی سے خون کا لوتھڑا بنا پھر بتدریج اسکے اعضاء بنے پھر اعضاء بھی ایسے بنائے کہ جن کی تشریح و تناسب میں عقل حیران ہے ہر ایک عضو اسکی کمال صنعت وقدرت کی با آواز بلند گواہی دے رہا ہے پھر خود انسان کا تو یہ کام نہیں کہ از خود بنجاوے از خود ہوتا تو یکبارگی ہوتا بلکہ کسی نے بنایا ہے پھر کیا یہ اسکے ماں باپ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں انکو تو خبر بھی نہیں کہ اندر پیٹ میں کیا ہو رہا ہے پھر کیا یہ مادہ اور طبیعت کا کام ہے؟ جیسا دہری اور طبعی کہتے ہیں یہ بھی نہیں کسلئے کہ فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی اسنے ایک قطرہ منی سے مرد بھی پیدا کئے اور عورت بھی مادہ مساوی برابر تھا طبیعت کا مقتضی یکساں تھا پیٹ بھی وہی پیٹ تھا اور نطفہ بھی اس شخص کا نطفہ ہے پھر یہ عورت اور مرد کا تفاوت کیونکر ہو گیا؟ اور لطف یہ ہے کہ ایک ہی حمل میں ایک لڑکی ایک لڑکا کبھی دونوں لڑکے کبھی دونوں لڑکیاں یہ تفاوت کیوں ہوا اور کسنے کیا؟ بیشک اس حکیم مطلق نے اور یہ بھی اسکی کمال قدرت وصنعت اور انسان پر رحمت کی دلیل ہے کسلئے کہ اگر سب عورتیں ہی ہوتیں یا سب مرد ہی ہوتے تو انسانی توالد و تناسل اور اسکے عیش اور زندگی کے لطف کا خاتمہ ہو جاتا ایک نطفہ اور اسی سے یہ اعضاء مختلف الآثار کس مرجح کا کام ہے پھر جسنے یہ سب کچھ کر دیا تو الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی کیا وہ مُردوں کو حشر میں زندہ کر دینے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہے اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں عبد بن حمید و ابن الانباری و ابو داؤد و ترمذی و بیہقی و ابن المنذر و حاکم وغیرہ محدثین نے باسناد مختلفہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے بعد یہ فرماتے تھے بلی کہ کیوں نہیں آپ ضرور قادر ہیں اور اسی طرح سورۃ والتین کے بعد بلی وانا علی ذلک من الشاہدین اور سورۃ مرسلات کے بعد آمنا باللہ کہتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ کہو کس لئے کہ یہ آداب تلاوت میں سے ہے بعض علماء فرماتے ہیں نماز کے باہر ان مواقع میں یہ الفاظ کہے نماز میں نہیں بعض کہتے ہیں نماز میں بھی مضائقہ نہیں کس لئے کہ ان الفاظ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن اول قول احوط ہے ❖

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ

بے شک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اسکا کہیں کچھ بھی ذکر نہ تھا بیشک انسان کو منی کے ایک لچھے سے بنایا

نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

کہ اسکو آزمائیں سو اسکو سنتا دیکھتا کردیا بیشک اسکو رستہ دکھا دیا پھر کچھ شکر گزار اور کچھ کافر ہو رہے ہیں بیشک ہم نے بھی کافروں کیلئے

سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ

زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے بیشک نیک لوگ ایسا پیالہ پئیں گے کہ جس میں چشمۂ کافور کی آمیزش ہوگی (ایک خاص) چشمہ سے اللہ کے نیک

بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

بندے پئیں گے (اور خوب) لونڈھائیں بہائیں گے

ترکیب ہل ہہنا عند القراء والکسائی وسیبویہ وابو عبیدہ بمعنی قد کما فی قولہ ہل اتاک حدیث الغاشیۃ وکقولہ علیہ السلام ہل بلغت وقال قوم بمعنی الاستفہام التقریری والاول اولی من الدہر بیان لحین او صفۃ لم یکن الخ محلہ النصب علی الحال من الانسان وقیل محلہ الرفع علی انہ صفۃ لحین امشاج بدل او صفۃ من نطفۃ قیل ہی جمع مشیج او مشج کعدل وشریف جمعہما اعدال واشراف والمشج فی اللغۃ الخلط یقال مشج یمشج مشجا او اخلاط انما وقع الجمع صفۃ لمفرد لانہ فی معنی الجمع لان النطفۃ ماخوذۃ من اشیاء مختلفۃ او جعل کل جزء من النطفۃ نطفۃ والمراد نطفۃ الرجل ونطفۃ المرأۃ وقال صاحب الکشاف الامشاج لفظ مفرد ولیس بجمع بدلیل انہ وقع صفۃ للمفرد ونظیرہ مرتبۃ اشعار اے قطیع بکسرہ وثوب اخلاق نبتلیہ فی موضع الحال ای خلقناہ مبتلین لہ یعنی مریدین ابتلائہ فاما شاکرا واما کفورا فی انتصابہما اقوال الاول شاکرا وکفورا حالان من الہاء فی ہدیناہ السبیل ے ہدیناہ السبیل حالتی کونہ شاکرا وکفورا والثانی انتصابہما باضمار کان والتقدیر سواء کان شاکرا او کان کفورا والثالث معناہ انا ہدیناہ سبیل لیکون اما شاکرا واما کفورا واما علی ہذا القول کقول القائل قد نصحت لک ان شئت فاقبل وان شئت فاترک والقول الرابع ہو المطابق لمذہب اہل السنۃ ان تکون اما فی ہذہ الآیۃ کما فی قولہ اما یعذبہم واما یتوب علیہم والتقدیر انا ہدیناہ السبیل ثم جعلناہ تارۃ شاکرا وتارۃ کافرا اما عند الجمہور بکسر الہمزۃ فہی عند الکوفیین کما حکاہ مکی ان شرطیۃ زیدت بعدہا ما فالمعنی انا ہدیناہ الطریق ان شکر وان کفر واختارہ الفراء ولا یجوز عند البصریین لان ان الشرطیۃ لا تدخل علی الاسماء الا ان یضمر بعدہا فعل ولا یصح ہہنا اضمار الفعل لانہ لا یلزم رفع شاکرا وکفورا فتامل وقرء ابو السمال وابو العجاج بالفتح فعلی ہذا فہی اما عاطفۃ الا ان تنوین سلاسل لغۃ لبعض العرب وہی التنفیسیۃ ویصرفون ماسلاسلا عند البعض منصرف لان مثل ہذا الجموع تشبیہ الاحاد لانہم قالوا صواحبات یوسف فلما جمعوہ جمع الاحاد المنصرفۃ جعلوہا فی حکمہا فصرفوہا وعند البعض غیر منصرف لکونہ صیغۃ منتہی الجموع والسلاسل جمع سلسلۃ والاغلال جمع غل واما الالحاق الالف فی الوقف فہو کالحاقہا فی قولہ الظنونا والرسولا الابرار فی الصحاح جمع البر الابرار وجمع البار البررۃ کان مزاجہا کافورا الجملۃ فی محل جرصفۃ لکاس عینا ان قلت الکافور اسم النہر فی الجنۃ کان عینا بدلا منہ وان شئت قلت لنصبہ علی الاختصاص والتقدیر اعنی عینا وان قلت الکافور علی المعنی والمستعمل فیہ فکان عینا بدلا من محل کاس علی حذف مضاف کانہ قیل یشربون خمرا خمر عین او حذف المضاف واقیم المضاف الیہ مقامہ وقیل نصب عینا باضمار فعل یفسرہ ما بعدہ اے یشربون عینا یشرب بہا الجملۃ صفۃ لعینا وقیل الباء

زائدۃ وقیل یشرب بمعنی یتلذذ یفجر وبہا صفۃ اخری لعینا

تفسیر اس سورۃ کا نام اسی کے الفاظ کی وجہ سے سورہ دہر اور سورہ الانسان اور سورہ ہل اتی اور سورہ امشاج بھی ہے اس کے نزول میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ و مقاتل و کلبی کہتے ہیں مکہ میں نازل ہوئی اور اسی طرف بیضاوی اور زمخشری گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدینے میں نازل ہوئی۔ بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا سے آخر تک تو قطعی مکی ہے اور باقی میں احتمال ہے کہ مدینے میں نازل ہوئی ہو یا مکے میں۔ اور آیت یوفون بالنذر جو بعض اہلبیت کرام کی مدح میں بیان کی گئی ہے اسبات کا قرینہ ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

مناسبت اسکی پہلی سورہ قیامہ سے یہ ہے کہ اسمیں دو فریق کے معاملہ کا ذکر تھا جو قیامت میں پیش آئیگا ایک وہ جن کے منہ روشن ہوں گے اور دوسرے وہ کہ جن کے منہ سیاہ ہوں گے تتمہ کے طور پر اس سورہ میں فریق اول کے اور بھی حالات بیان کئے گئے۔ اور یہ بھی ہے کہ سورہ قیامہ میں صرف قیامت اور نفس لوامہ کی قسم سے ابتداء کلام تھی یہاں قیامت پر انسان کے حادث ہونے سے استدلال ہے اور یہ بھی ہے کہ ان سورہ میں اکثر یہی مسائل زیر بحث ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی توحید اور اسکی قدرت کاملہ کا ثبوت (۲) قیامت کا برپا ہونا اور وہاں کے حالات (۳) انسان کی ابتدا و انتہا اور اس کے اس جہان میں آنیکی وجہ (۴) انسان کے اسباب سعادت و شقاوت کہ یہ چیزیں ہیں جن سے اسکو سعادت یعنی وہاں کی حیات جاودانی اور سلطنت ابدی نصیب ہوگی اور یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کے سبب بدبخت شقی ہوکر جہنم کے عمیق گڑھے میں زنجیروں میں باندھکر اوندھے منہ ہمیشہ کیلئے ڈالا جائیگا۔ پھر ان مسائل کو عجب انداز سے بیان کیا ہے اور عجیب دلکش طرز سے بلالحاظ تقدیم و تاخیر یکے بعد دیگرے پر اثر الفاظ اور روح کو جنبش دینے والے فقرات میں بیان فرمایا ہے اور ہر ایک بحث پر دوسرے مسئلہ کا لحاظ رہا ہے یعنی اگر اس بیان اور کلام کے ایک پہلو میں ایک مسئلہ کا ثبوت ہے تو دوسرے پہلو میں دوسرے کا۔ اگر خداپاک کسی مفسر کی روح پر وہی فیضان مصطفوی ڈالے تو وہ کچھ ان مطالب کی تفسیر کر سکتا ہے اور اسی لئے قرآن کو دریا بے کنار کہا جاتا ہے اور اس کا ظہر اور بطن اور ہر حد کا مطلع بیان کیا گیا ہے۔

مطالب سورہ قیامہ میں بھی انہیں مسائل پر انہیں طرز میں بحث تھی اس سورہ میں بھی اور اس کے بعد کی سورۃ میں بھی علی ہذا القیاس اور اسی لئے باہم لفظی بھی بہت کچھ مناسبتیں پیدا ہیں جو شخص اس رمز پر واقف ہوگا اسکو ہر قسم کی روایات سے ایک خاص شان نزول تلاش کرنے کی حاجت نہ ہوگی کس لئے کہ ان مسائل کی ضرورت ہی سبب نزول ہے۔ اور آیات میں انسانی نیک و بد فطرت کا فوٹو کھینچا جایا کرتا ہے عام لوگ اسکو کھینچ تان کر کے رطب و یابس روایات کے ذریعہ سے ایک شخص کا قصہ یا واقعہ بنا دیتے ہیں جسکا جسکی طرف رجحان ہوا اور جو ان کے بنانی کیلئے جھنڈے پر چڑھ گیا۔ نقال۔

ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا کہ بیشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گذر گیا ہے کہ اسکا کوئی ذکر بھی نہیں تھا شیئا سے وجود فی الخارج کی نفی کردیگئی کسلئے کہ تبادر معنی شے کے جبکہ اسکو وجود ذہنی اور لفظی کی قیود سے مبرا کہا جاوے تو موجود فی الخارج کے ہیں اور مذکورا وجود لفظی اور ذہنی کی نفی کرتا ہے کہ انسان کا وجود نہ کسی کے ذہن میں تھا۔ نہ کسی کی زبان پر ذکر تھا۔ اب جب اس قید کو بھی ملحوظ رکھ کے نفی کرینگے تو وجود ذہنی اور وجود لفظی کی نفی دلالت مطابقی سے اور خارجی وجود کی نفی دلالت

نقصی سے سمجھی جائیگی۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علم الٰہی میں بھی انسان کا وجود نہ تھا کیونکہ علم الٰہی کا مرتبہ بالاتر ہے حاصل یہ کہ انسان پر ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ اسوقت نہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اسکا تذکرہ تھا کوئی حضرتؑ کے نام سے بھی واقف نہ تھا اسکا ثبوت کہ نسل انسان ایک وقت دنیا پر نہ تھی اور اسکی پیدائش کی ایک ابتدا ہے اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے کیونکہ انکے ہاں آفرینش انسان کا زمانہ ابتک تخمیناً سات ہزار برس کا ہے اور اس بات کا نصف دنیا سے زائد کو یقین ہے۔ اہل ہند و اہل فارس اگرچہ لاکھوں برس کی تعداد بیان کرتے ہیں مگر پھر بھی ایک ابتدا معلوم ہوتی ہے البتہ حکمائے یونان اور دیگر فلاسفہ ہر نوع کو قدیم زمانی کہتے ہیں علی سبیل البدلیہ اسکے افراد کو قدیم زمانی کہتے ہیں خصوصاً دہریہ۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ تجددات و انقلابات جہان میں ہو رہے ہیں سب گردش زمانہ اور اوضاع فلکیہ و تاثیرات سیارات سے ہوتے ہیں پھر کہتے ہیں بعض ان اوضاع میں سے رات دن میں بعض مہینے میں بعض فصل میں بعض ایک برس میں بعض قرنات میں مبدل ہوجاتے ہیں اور بعض بہت دراز زمانہ میں انکو ادوار کہتے ہیں اس سے انقلابات عظیمہ اور انواع مختلفہ پیدا ہوتے ہیں آبادیاں جنگل اور جنگل آبادی خشکی دریا اور دریا خشک جنگل ہو جاتے ہیں اور اسی طرح بنی آدم اور دیگر انواع حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور جو پیدا تھے مٹ جاتے ہیں اور ایک نوع بدلکر دوسری نوع بنجاتی ہے انسانوں سے بندر اور بندروں سے انسان ترقی کرکے ہوجاتے ہیں انکے عقول کو حق سبحانہ کیطرف رسائی نہیں ہوتی انکے مذہب کا ابطال صرف ایک اس بات سے ہوسکتا ہے کہ نسل انسانی کا ایک زمانہ میں بالکل نہ پایا جانا حال کی تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے۔ حال کے محققوں نے کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیوں پر پتھروں میں سیپیاں اور گھونگے دیکھے ہیں جس سے علم جیالوجی کے واقفکاروں کو کامل یقین ہے کہ کسی زمانہ میں تمام ہندوستان سمندر کا سطح تھا اور سمندر کا پانی ان چوٹیوں کے اوپر تک تھا پھر گھٹتے گھٹتے یہ زمین کھل گئی پھر جب کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں سمندر کے پانی میں غرق تھیں تو پھر مساحت اور ارتفاع کے لحاظ سے قیاس ہوسکتا ہے کہ کوئی بھی ملک ایسا نہ تھا جو پانی سے ڈھکا ہوا نہو پھر جب ایسا ہوگا تو نسل انسانی کا زمین پر قطعاً وجود نہ ہوگا اور اسیطرح سب سواحل کو اور ملکوں کے پہاڑوں پر بھی سمندر کے نشان معلوم ہوئے ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ نسل انسانی ایک زمانہ میں دنیا پر نہ تھی تو ثابت ہوگیا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنا دہر اور اسکے کسی وضع کا مقتضی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہے۱؎ اگر یوں کہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی تھی اور تا نزول رہکر نیست ہوگئی پھر بار دگر پھیلی اور اسی طرح پھر نیست ہوگئی اور پھر زمین پر آباد ہوگی اور یہی تسلسل رہیگا اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی کا وجود نہ ہونا کس دلیل سے معلوم ہوا؟ کیا اس سے پہلے کے کچھ آثار باقیہ پائے گئے یا قواعد زیج و تقویم سے معلوم ہوا یا کسی دیکھنے والے مخبر صادق نے خبر دی؟ پھر جب انمیں سے کوئی بات بھی نہیں تو محض عقلی ڈھکوسلا اور وسوسہ شیطانی ہے شیئاً مذکوراً کا لفظ ان سب باتوں کیطرف اشارہ کر رہا ہے بعض کہتے ہیں کہ انسان سے مراد نوع نہیں بلکہ ہر ایک انسان تب مطلب صاف ہے اس آیت میں خدا تعالیٰ کی ذات کا ثبوت دہریوں کا رد ہے اور نیز توحید کا بھی ثبوت ہے کس لئے کہ جمیع افراد انسانیہ حادث ہے انکو کارخانہ قدرت اور قضا و قدر میں کچھ دخل نہیں اور نیز دوسرے پہلو میں قیامت کا بھی ثبوت ہے کہ ہم بار دگر پھر نیست کرنے پر قادر ہیں اور حشر میں پھر زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

ف دہر زمانہ دراز حین اسکا ایک ٹکڑا۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے جب وہ دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے میں ہوں دہر میرے ہاتھ میں سب کچھ ہے میں رات دن کو پلٹتا ہوں متفق علیہ۔ یعنی دہر کی طرف اسکا حوادث کو منسوب کرنا بیعقلی ہے وہ دہر کیا کرتا ہے جو کچھ کرتا ہوں میں ہی کرتا ہوں۔ انجام کار دہریہ بھی جب اس سے دہر کی حقیقت دریافت کیجئے تو

ف انسان کی ابتدا

ف دہریوں کا اعتقاد اور اسکا ابطال

۱؎ کیونکہ انکے نزدیک قدم نوع بنے تنفقد دہر ہے اور وہ باطل ہوگیا ۱۲ منہ

اللہ جل جلالہ کیطرف آرہتا ہے صرف لفظوں کا فرق رہجاتا ہے یہی اسکی گمراہی ہے کہ پھر بھی وہ حق سبحانہ کا انکار کرتا ہے اور مادی
وطبعی لوگوں کا بھی اسی کے قریب قریب مذہب ہے وہ دہر کی جگہ مادہ کو بیٹھا کرتے ہیں نئے فلسفہ نے آجکل یورپ میں دہریت
والحاد اور مادیت کا دریا بہا رکھا ہے انکے کہربائی تجربات انکی آنکھوں پر حجاب ہو رہے ہیں اس اندھیری رات میں ادہر ادہر ٹکریں مارتے پھرتے
ہیں اسکے بعد نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ بتلاتا ہے جو خاص اسی کے قبضہ و تصرف کی بات ہے فقال انا خلقنا الانسان من نطفۃ
امشاج کہ اور کسی نے نہیں بلکہ خود ہمنے انسان کو منی کے لچھے سے پیدا کر دیا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پچھے کی سورتوں ۵
میں بیان ہو چکی کہ ان کو مٹی سے بنایا اس لئے ان کو چھوڑ دیا گیا مقصود نسل انسانی کا پھیلانا بتلانا ہے گرچہ مبدء
ان کا آدم ہیں حضرت آدم کی نسل قطرہ منی سے شروع ہوتی ہے منی کو امشاج چیپ اور لچھ کہنے میں انسان کی حقیقت بیان
کرنا ہے کہ آپ جو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور خدا کا انکار کرکے کہیں دہر کو کہیں مادہ کو خالق کہتے ہیں آپ کو
علم و شعور ہی کیا ہے آپ پہلے اپنی اصل کو تو بیان کر دیجئے کہ وہ منی جس میں چیپ تھا اور وہ نر و مادہ کی منی رحم میں بلکہ لچھ سا
ہو گیا تھا وہ کون کون سی غذاؤں کے کھانے سے بنی تھی اور رحم میں اسپر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے تھے اور اس
سے پہلے آپ کیا تھے آپکا نام و نشان بھی نہ تھا پھر جب آپکو ان باتوں کا علم نہیں تو آپ کس اعتماد پر دہر اور مادہ کو خالق کہتے
ہیں؟ اور اگر کوئی بھی خالق نہیں تو آپ خود بخود کیونکر بتدریج بن گئے فعل بغیر فاعل کے اور حادث بغیر محدث کے کیونکر ہو گیا؟
اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہی نطفہ کا لچھ تو ہے جسمیں انسانکی تمام قوتیں اور اعضاء ودیعت ہیں بھلا اب کوئی بتلا تو دے کہ
نطفہ کے کونسے جزو میں سے کونسی قوت اور کونسا عضو ودیعت رکھا گیا ہے؟ اور یہ بھی کہ آپ ایسی حقیر اور ناپاک چیز سے بنے
ہیں جو کپڑے پر لگے تو دہوئی جائے پھر یہ غرور یہ باتیں؟ اب انسانکے دنیا میں پھیلانے اور پیدا کرنیکا راز بھی بتلاتا ہے نبتلیہ کہ ہم
اس کو آزمائیں کہ دنیا کی اندھیری میں کیا کرتا ہے اور ہماری طرف بھی متوجہ ہوتا ہے یا لذات و شہوات ہی پر فریفتہ
رہتا ہے اور اسی لئے فجعلناہ سمیعا بصیرا اسکو ہم نے دیکھنے سننے والا بھی کر دیا۔ کان دئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی
باتیں سنکر ایمان لائے اگلے مشرکوں کے حالات۔ اور ان کی آفات سنکر عبرت کرے ان بیہودہ کاموں سے بچے آنکھ دی
ہیں کہ آیات قدرت دیکھکر ایمان لائے برے بھلے کو دیکھے اور امتیاز کرے لوگوں کے غلط افسانوں ہی پر اڑا نہ رہے دنیا کی
دوا روی اور اسکی بے ثباتی دیکھکر اپنے چلنے کی بھی فکر کرے۔

ف انسان کمبخت بڑی مصیبت میں ہے لذات و شہوات دنیا اسکے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کرکے اپنی طرف کھینچنا چاہتے
ہیں عقل سلیم دار آخرت کی طرف کھینچ رہی ہے ملہم غیبی بڑا پکار رہا ہے کہ او نادان ادہر نہ جا آگے جہنم کا عمیق گڑھا ہے۔ ادہر
بیماری فکر معاش موت احباب و اقارب رنج و الم اور بھی کھائے جاتے ہیں اور مہلت ایسی تھوڑی سے
فکر معاش عشق بتاں یاد رفتگاں ÷ اس اتنی سی زیست پہ کوئی کیا کیا کرے ÷ اسی لئے بعض حضرات اکابر نے یہ
کہدیا کہ کاش ہم اسی حالت میں رہتے کہ شیئا مذکورا نہ ہوتے ÷ اس آزمائش کی پھر تشریح کرتا ہے انا ہدیناہ السبیل کہ ہمنے
انسان کو کان آنکھ دیکر بری بھلی سب راہیں دکھا دیں اور بتا دیں کہ یہ برا رستہ ہے وہ دیکھ سیدہا جہنم کو جاتا ہے اور یہ رستہ سیدہا
جنت کو جاتا ہے اور تجھے دونوں پر چلنے کا قدرت و تقدرت نے اختیار دیا ہے فاما شاکرا و اما کفورا پھر جو کچھ شاکر ہو گئے جنت کی راہ چلے
گئے اور کچھ کافر ناشکر ہو گئے جہنم کی راہ پر چلے یا یوں کہو انکو خواہ شاکر ہو یا کافر یہ بھی یاد رہے انا اعتدنا للکافرین سلاسل و اغلالا و
سعیرا کہ ہمنے کافروں ناشکروں کیلئے زنجیریں اور طوق کان اور آنکھ کی ناشکری اور ان کو اچھے کاموں کی استعمال نہ کرنے پر اور

دہکتی آگ دل اور عقل کو راہ راست پر کام ہیں لانے پر تیار کر رکھی ہے ذرا مرنیکی دیر ہے اور جو شاکر ہیں ان ہی ابرار ہیں کسلئے کہ شکر منعم کے احسان کا بدلہ ہے ہاتھ پاؤں سے دل سے ادا کرنیکو کہتے ہیں اور اسیکا نام نیکی ہے جسمیں مخلوق خدا کیساتھ بھلائی خیرات صدقات ہمدردی بھی آگئی کیونکہ نعمتوں کے بدلہ کی اسکو کیا حاجت ہے؟ اسکی مخلوق کی حاجت براری اسکے قائم مقام ہے اور اسی لئے آیا ہے کہ جو کوئی فقیر مسکین ذو حاجت کو دیتا ہے یا کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو گویا ہماری عیادت کرتا ہے اور ہمکو دیتا ہے اور نماز و عبادت و ذکر بھی آگیا کس لئے کہ جان و تن کو امی کی طرف جھکانا اس نعمت کا بدلہ ہے۔ اور بری باتوں سے پرہیز بھی آگیا کس لئے کہ جو کام کرتا ہے درحقیقت وہ ان اعضاء اور دل کی قدردانی نہیں کرتا پھر ان نیکو کیلئے آخرت میں کیا ہے؟ فرماتا ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا کہ نیکوں کو جنت میں شراب طہور کا وہ پیالہ پینے کو ملیگا جسمیں چشمہ کافور کی آمیزش ہوگی یا اسکا مزاج کافوری ہوگا کوئی گرمی اور سوزش نہوگی تاکہ حشر کی گرمی سب دور ہو جائے ان آیات میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں منکر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں کسی کے گلے میں محبت زر کی زنجیر ہے کسی کے زن و فرزند کی کوئی باغ اور کھیتی اور تعمیر مکانات کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے کوئی ملک گیری کی زنجیر میں پابند ہے الغرض علائق دنیا کی زنجیریں انکے لئے تیار ہیں تا زیست ان سے چھٹکارا نہیں کہ ذرا بھی معرفت و عبادت کیطرف متوجہ ہو سکیں اور ان کے گلوں میں طوق بھی پڑے ہوئے ہیں کسی کے گلے میں نوکری کا طوق ہے کہ امیروں اور بادشاہوں کی خدمت اور حاضر باشی سے دم بھر کی مہلت نہیں کسی کے گلے میں شراب اور فاحشہ عورتوں کی محبت کا طوق پڑا ہوا ہے۔ کسی کے گلے میں دنیا طلبی اور حب جاہ و مال کا طوق ہے جو ایک دم بھی اسکو خدا کی طرف پھرنے اور متوجہ ہونے نہیں دیتا اور ان کیلئے دہکتی آگ بھی تیار ہے وہ کیا؟ عداوت و حسد کی آگ ناکامی کی آگ حرص و شہوت کی آگ یا فوائد متوہمہ کے فوت ہو جانیکی آگ۔ یہ آگ ہر وقت دل میں جلتی رہتی ہے محبت الٰہی اور رغبت دار آخرت کو وہاں گنجائش نہیں ہوتی مرنے کے بعد بھی زنجیر اور یہی طوق اور یہی آگ جہنم میں لوہے کی بڑی زنجیر اور گرانبار طوق اور دہکتی آگ ہو جاویگی جسطرح یہاں چھٹکارا نہ تھا وہاں بھی ان سے رستگاری نہوگی۔ برخلاف ابرار و اہل ایمان کے کہ ان کو شراب محبت الٰہی کا پیالہ پلایا جاتا ہے جس میں کافور کا اثر ہے جس سے وہ باوجود علائق دنیاویہ کے سب سے آزاد رہتے ہیں ان کے دلوں سے یہ آگ ہر وقت بجھاتی ہے۔ یہی پیالہ جنت میں شراب طہور کی شکل میں متشکل ہو کر سامنے آئیگا اور اس پیالہ ہی پر بس نہیں بلکہ عینا یشرب بہا عباد اللہ وہ اللہ کے نیک بندے ایک چشمہ کو پئیں گے یعنے ان کے لئے چشمہ تیار ہے جو جاری ہے کبھی بند نہیں ہوتا نہ اسمیں کمی ہوتی ہے نہ ہوگی اور نہ صرف پئیں گے بلکہ یفجرونہا تفجیرا کہ اسکو بہا دینگے جسطرح چاہیں گے کام میں لا دینگے۔ دنیا میں جو نہ صرف ایک ہی جام پیتے ہیں بلکہ چشمہ محبت الٰہی سے پیتے اور اسکو بہاتے ہیں اور ان کے ہر کام میں اور ہر بات میں اور ہر شان میں محبت الٰہی کا نشانہ ہے وہاں چشمہ کافور کا بھی اسی طرح دل کھول کر استعمال کریں گے اور وہ کافور یہ دنیا کا کافور نہیں بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جس کو اس کافور سے کسی خاص مناسبت میں مناسبت ہے سردی اور سپیدی تقویت دل و دماغ ہیں۔

سلہ اے سبحان اللہ آنحضرت صلعم نے صحابہ کو کیسی ہی کافوری شراب کا پیالہ بلکہ چشمہ پلایا کیا کہ اس کے نشے میں دنیا سر دھنتی اور پھر اسکو کیسا بہایا جسکی نالیاں ہند و چین اور ترکستان اور عرب کے خشک میدانوں تک گئیں اور وہاں بھی لاکھوں کو مست و بیخود کر دیا بلکہ پھر انہوں نے ساقی بنکر اوروں کو پلایا کہ جسکا نشہ ابتک نہیں اترا ان کے مزارات مقدسہ سے ابتک وہی مستی کی بو آتی ہے اور کفار کا زنجیروں اور طوق اور دہکتی آگ میں گرفتار ہو کر ہر ایک کو دکھائی دیتا ہے ۱۲ منہ

یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَیُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝

(ابرار وہ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں کہ جسکا شر پھیل رہیگا اور وہ اس کی محبت پر فقیر اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا کرتے ہیں (اور کہتے ہیں)

اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ فَوَقٰهُمُ

ہم جو تمکو کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لئے نہ ہمکو تم سے بدلہ پانا مقصود ہے اور نہ شکر گذاری ہم تو اپنے رب سے ایک اداس (اور) ہولناک دن سے ڈرتے ہیں پھر انکو اللہ اس

اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًا ۝ مُّتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی

دن کے شر سے بھی محفوظ رکھیگا اور انکے سامنے تازگی اور خوشی لائیگا اور انکے صبر کے بدلے انکو جنت اور ریشمی پوشاکیں دیگا وہاں چھپر کھٹوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے

الْاَرَآئِکِ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ۝ وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ۝

نہ وہاں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی اور انکے سائے اپنر جھکے پڑتے ہونگے اور پھلوں کے گچھے بہت ہی پاس لٹک رہے ہوں گے

ترکیب - یوفون جملہ مستانفہ لبیان حال الابرار النذر فی اللغۃ الایجاب والمراد ہنا ما اوجب اللہ علی العباد او ما اوجب العبد علی نفسہ من فعل الخیرات وترک المنکرات والوفاء الاتیان بما اوجب المستطیر اسم الفاعل من باب الاستفعال ماخوذ من الطیران العرب تقول استطار الحریق اذا انتشر ویطعمون الجملۃ معطوفۃ علی السابقۃ انما نطعمکم الخ الجملۃ فی محل النصب علی الحال بتقدیر القول ای قائلین انما الخ عبوسا تعبس وتکلح فیہ وجوہ الناس من شدتہ وہولہ فالمعنی انہ ذو عبوس القمطریر اشد ما یکون فی الایام واطولہ فی البلاء قال مجاہد ان العبوس الشفتین و القمطریر بالجبہۃ والحاجبین۔ متکئین حال من ہم فی جزاہم والعامل جزی الارائک جمع اریکۃ وہی بیت یزین بالثیاب والاسرۃ والستور لا یرون الجملۃ فی محل النصب علی الحال من مفعول جزاہم او من الضمیر فی متکئین فعلی الاول حال مترادفۃ وعلی الثانی متداخلۃ او صفۃ اخری لجنۃ۔ ودانیۃ من الدنو بمعنی القرب قرء الجمہور بالنصب عطف علی ما قبلہا حال مثلہا او صفۃ لمحذوف معطوف علی جنۃ وقری بالرفع علی انہ خبر والمبتدا ظلالہا والجملۃ فی حیز الحال والمعنی لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا والحال ان ظلالہا دانیۃ۔ وعلی تقدیر النصب ظلالہا مبتدا علیہم الخبر وذللت الجملۃ حال من دانیۃ او معطوفۃ علی دانیۃ وعلی تقدیر رفع دانیۃ علی جملۃ اسمیۃ والقطوف جمع قطف بالکسر وہو العنقود خوشہ۔

تفسیر - یہاں سے ان ابرار کے اوصاف وحالات بیان فرماتا ہے جن کے سبب وہ ابرار کہے گئے (۱) یوفون بالنذر کہ وہ نذر پوری کیا کرتے ہیں نذر بیان (ومنہ نذرت للہ کذا النذر بالضم والکسر (صراح) وفا پورا کرنا۔ قتادہ ومجاہد کہتے ہیں اس کے معنی طاعت وعبادت کے ہیں لغوی اور شرعی معنی کے لحاظ سے اسمیں مفسرینؒ کے تین قول ہیں۔

(اول) نذر شرعی کہ بندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو اپنے اوپر واجب کر لے کہ میں اللہ کے لئے یوں کرونگا۔ یا یہ کام نہ کرونگا اب عام ہے کہ یہ نذر کسی آنیوالی مراد کے حاصل ہونے یا بلا کے دفع ہونے پر کی ہو جیسا کہ عام دستور ہے یا نہیں مگر اس قسم کی نذر کی بابت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل (متفق علیہ) کہ نذر نہ مانا کرو کس لئے تقدیر الٰہی کو نذر ماننا کچھ ٹال نہیں سکتا جو ہونا ہے ہو کر رہے گا ہزار نذر مانا کرو اس حیلہ سے بخیل کا مال خدا پاک باہر نکلوا دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو بغیر نذر ماننے کچھ بھی للہ نہ دیتا ہو اور وہ نذر کو تقدیر الٰہی کے پلٹنے کا وسیلہ بنائے یہ اس بخیل کے مال صرف ہونے کا سبب ہے نذر ممنوع کاموں میں بھی جو

اسکی قدرت ہو نذر مانی چاہیئے کیونکہ مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ معصیت میں اور جن کاموں کے کرنیکی قدرت نہیں رکھتا نذر کا پورا کرنا نہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اس قسم کی نذر کو پورا نہ کرے مگر کفارہ لازم ہوگا۔ کیونکہ ابوداؤد و ترمذی نے روایت کی ہے کہ لانذر فی معصیۃ اللہ وکفارتہ کفارۃ الیمین اور اسی طرح ابن ماجہ و ابوداؤد نے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے من نذر نذرا لا یطیقہ فکفارتہ کفارۃ یمین[1] امام شافعی فرماتے ہیں یہ نذر دراصل نذر نہیں کفارہ واجب نہیں نہ اس کو پورا کرے۔ باقی اور سب نذروں کا پورا کرنا واجب ہے کس لئے کہ اللہ تعالیٰ ابرار کی شان میں فرماتا ہے یوفون بالنذر اور ایک جگہ یوں فرمایا ہے ولیوفوا نذورہم کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ پھر جو اپنی مانی نذر کے پورے کرنے میں آمادہ ہے وہ خدا پاک کے واجب کردہ احکام و عبادات پر بدرجۂ اولیٰ سرگرم ہے دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں نذر سے مراد واجبات ہیں عام ہے کہ از خود بندہ نے اپنے اوپر واجب کر لئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے واجب کئے ہیں تیسرا قول کلبی کا ہے کہ نذر سے مراد عہد ہے عہد وفا کرنیکی قرآن میں تاکید ہے عام ہے کہ باہمی جائز عہد ہو یا خدا تعالیٰ کا عہد جو نبیوں کی معرفت بندہا ہے شریعت و احکام کی بجاآوری کا (۲) یخافون یوما کان شرہ مستطیرا کہ وہ اسدن کے شر سے بھی ڈرا کرتے ہیں کہ جسکا شر پھیل پڑیگا گرمی اور سردی کا جسطرح دنیا میں ایک عام اثر ہوتا ہے اسیطرح قیامت کا شر اور اسکا ہول اور دنیا کے زیر و زبر ہونیکا حادثہ اور پھر نفخ صور اور اس کے بعد قبروں سے نکلنے کا حادثہ ایک عام وحشت انگیز حادثہ ہوگا وہ ابرار اسدن کے حادثۂ عظیمہ سے ڈرا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس دن کی تیاری میں نذریں پوری کرتے ہیں اور اپنے جان و مال کو انہوں نے دنیا میں نذر اللہ کر دیا ہے اس لئے ویطعمون الطعام کھانا کھلاتے ہیں علی حبہ محض اللہ ہی کی محبت سے نہ ریاکاری اور شہرت کے لئے یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ باوجودیکہ اس کھانے کی ان کو رغبت و محبت ہوتی اور حاجت دامنگیر ہوتی ہے پھر بھی وہ کھلا دیتے ہیں کسکو؟ مسکینا فقیر کو ویتیما یتیم کو واسیرا قیدی کو۔ اگلے زمانہ میں قیدیوں کو شاہی خزانہ سے کھانا نہیں ملتا تھا وہ اپنی محنت مزدوری کر کے کھاتے تھے اسمیں اکثر سختی گذرتی تھی فاقہ کشی پر فاقہ کشی ہوتی تھی اس لئے ان کا کھلانا بھی اس حالت بیکسی میں بڑا عمدہ کام تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں اسیر سے مراد وہ بے بس لوگ ہیں جو خود کوئی کام نہیں کر سکتے یا وہ لڑکے اور عورتیں اور غلام ہیں جو ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہیں اور انکو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا بیچارے ادہر اُدہر بھٹکتے پھرے ہیں اس میں بے زبان جانور بھی داخل ہیں جو ایسے موذیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور دانہ پانی نہیں ملتا۔ اور مُسرا اپنا کچھ احسان بھی نہیں جتلاتے بلکہ یہ کہتے ہیں انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا کہ ہم تو خالص اللہ کے لئے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں کہ وہ خوش ہو جاوے اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے نہ ہمکو تم سے بدلہ مقصود ہے نہ یہ کہ تم شکرگذاری کرو ہماری تعریف و مدح کرتے پھرو اور یہ بھی کہتے ہیں انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اسدن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گذار ہوگا اس روز کیلئے یہ ذخیرہ کرتے ہیں یہ کچھ ضرور نہیں کہ اللہ کے نیک بندے یہ باتیں ہر مسکین و یتیم و اسیر کے سامنے زبان سے کہتے ہوں بلکہ ممکن ہے کہ زبان حال سے کہتے ہوں اللہ انکے دلمیں یہ مضمون ہو اور انکی اس نیت اور حسن اخلاص کو خدا پاک انکے قول سے تعبیر کرتا ہو اور ایسا ہوتا ہے اور یہی نحوی ہے۔ یوفون بالنذر

[1] یمین خدا کے نام یا صفات کی قسم کھانا کہ ایسا کرونگا یا نہ کرونگا۔ اور نذر بغیر قسم کے کوئی کام واجب کر لینا کہ تین روزے اللہ کیلئے رکھونگا یا صدقہ اسقدر دونگا وغیرہ اگر برے کاموں کی بابت یا غیر مقدور کی بابت نہیں تو وفا کرنا لازم ہے ورنہ گنہگار ہوگا اور ترک میں کفارہ ہے دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینا یا بردہ آزاد کرنا ورنہ تین روزے رکھنا

سے لیکر بیان تک کی آیات کے بارے میں ابن مردویہ نے ایک طویل قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسنین رض کی بیماری میں نذر مانی تھی کہ تین روزے رکھوں گا جب صاحبزادوں کو شفا ہوئی اور روزے رکھنے شروع کئے اور کھانے کیلئے بہزار دقت شمعون خیبری یہودی غلہ فروش سے کچھ جو لاکر روٹیاں پکائیں شام کو افطار کرکے جب کھانے بیٹھے اور آپکے ساتھ حضرت فاطمہ رض اور آپ کی لونڈی فضہ بھی روزہ دار تھیں تو ایک مسکین نے سوال کیا پانچوں روٹی اسکو اٹھا دیں دوسرے روز ایک یتیم نے آکر سوال کیا تیسرے روز جب کھانا تیار کرایا تو ایک اسیر نے آکر سوال کیا اور تین روز پے درپے پانی پر روزہ رکھا اسپر یہ آیات ان کی مدح میں نازل ہوئیں یہ ممکن ہے کس لئے کہ حضرات اہلبیت کرام ایسے ہی تھے مگر اول تو اس روائیت کی صحت میں کلام ہے دوم اول سے آخر تک سلسلہ وار عموماً ابرار انسان کی بابت کلام چلا آرہا ہے فوقاہم اللہ شر ذلک الیوم کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو شر سے بچاکر نعمتوں سے محروم رکھیگا بلکہ ولقاہم نضرۃ وسرورا انکو فرحت اور خوشی عطا کریگا اور دیدار الٰہی کی فرحت سے شادماں ہونگے یہ جنت روحانی تھی اسکے بعد جنت جسمانی کا ذکر کرتا ہے وجزاہم بما صبروا جنۃ وحریرا کہ ان کے صبر کے بدلہ میں جو نذر کے وفا کرنے اور اسیروں اور یتیموں اور فقیروں کے کھلانے میں تکالیف برداشت کرتے تھے جنت دیگا اور اسمیں ریشمی لباس پہننے کو دیگا اور نہ یہ کہ صرف ایسے کپڑے اور خوشی ملیگی بلکہ انکے رہنے کے لئے اور بیٹھنے اور سونے کیلئے متکئین فیہا علی الارائک چھپر کھٹ اور طاقی پلنگ ملیں گے جنپر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے لایرون فیہا شمسا ولا زمہریرا جنت میں نہ دھوپ دیکھیں گے کس لئے کہ وہاں عرش کا سایہ ہوگا آفتاب کی روشنی کی وہاں حاجت نہ ہوگی اور نہ وہاں سردی ہوگی ایک معتدل موسم ہوگا جو بہت ہی بہار کا موسم ہوگا نہ خزاں کا ڈر نہ برسات کی کیچڑ نہ جھڑ نہ پسو نہ مکھی نہ سردی دنیا میں جو نہایت پر بہار موسم باغوں میں ہوا کرتا ہے اور جو عمدہ ملکوں میں ہوتا ہے یہ وہاں کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے ودانیۃ علیہم ظلالہا اور جنت کے سائے ان پر جھکے ہونگے گرچہ وہاں آفتاب نہ ہوگا اور نہ اس کی دھوپ مگر اور اجرام نورانیہ بھی پرتو افگن ہوتے ہیں کبھی طبیعت انسانی ہمیشہ یکساں حالت سے گھبرا جاتی ہے اسلئے کبھی اسکے تبدل و تغیر میں سرور پاتا ہے اس لئے ان کیواسطے بڑے دراز سائے ہوں گے جن کے نیچے تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے اور آپس میں باتیں کرینگے اور دنیا کے تذکرے بھی آئیں گے اور بے ثمر درختوں کے سائے نہ ہوں گے بلکہ وذللت قطوفہا تذلیلا انکے پھل انکے بس میں ہونگے۔ سایوں کے ساتھ پھل بھی جھکے ہوئے ہوں گے جن کے لینے اور توڑنے میں کوئی دقت نہ ہوگی +

اصل یہ ہے کہ دنیا کی ہر ایک صفت نیک ان کیلئے جنت میں ایک نعمت بنکر سامنے آئے گی ان کی فرحت و خوشی ان کے دل غمناک اور اندوہگین کے خوف و خطر کا نتیجہ ہے۔ وہاں ان میں اس کے بدلے خوشی بھر دی جائے گی اور انکے صبر کی تپش اور خدا کی راہ میں سختیاں اٹھانے کا ثمرہ جنت اور نرم لباس ہے۔ اور وہ خود خدا کے آگے جھکے ہوئے تھے وہاں جنت میں درخت میوہ دار ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور یہ میوے ان کے اعمال صالحہ و معارف الٰہیہ اور اس کے اشواق و مواجید ہیں +

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَ

اور ان پر چاندی کے برتن اور شیشے کے آبخوروں کا دور چل رہا ہوگا شیشے بھی چاندی کے شیشے جو ایک خاص انداز پر ڈھالے گئے ہونگے اور

يُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

وہاں انکو پیالہ پلایا جائیگا جسمیں زنجبیل کی آمیزش ہوگی وہاں اس چشمہ میں سے جسکا نام سلسبیل ہوگا پئیں گے اور انکے پاس سدا رہنے والے لڑکے (خادم)

مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَالِيَهُمْ

گھومتے ہونگے جب (اے مخاطب) تو ان لڑکوں کو دیکھیگا انکو خیال کریگا بکھرے ہوئے موتی ہیں (صفائی اور خوبصورتی میں) اور جب تو وہاں کی نعمتیں دیکھیگا تو بڑی نعمت اور بڑی بادشاہت دیکھیگا ان پر

ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝

نعمت اور شاہی سامان نظر آویگا بہشتیوں پر سبز ریشمی باریک اور دبیز کپڑے ہوں گے اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور الٰہی ان کو شراب طہور پلائے گا۔

1 ع 19

إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ۝

(کہا جاویگا) یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے اور کوششیں مقبول ہو گئیں۔

ترکیب۔ آنیہ جمع اناء کلکساء و اکسیہ و غطاء و اغطیہ والاصل آانیۃ بہمزتین الاولی مزیدۃ للجمع و الثانیۃ فاء الکلمۃ فقلبت الثانیۃ الفاً من فضۃ بیان لآنیۃ واکواب جمع کوب وہو الکوز الکبیر (کوزہ بے دستہ۔ صراح) عطف علی آنیۃ کانت قواریرا الجملۃ صفۃ اکواب والقوارير جمع قارورہ (شیشہ) قرء نافع والکسائی قواریرًا بالتنوین فی الموضعین مع الوصل و مع الوقف بالالف کسلاسلا و قرء حمزۃ بعدم التنوین فیہما و عدم الوقف بالالف بصیغۃ منتہی الجموع والثانی بدل من الاولی و قری برفع الثانی علی تقدیر ہی قواریر قدروہا صفۃ لقواریر عینا منصوب علی انہا بدل من کأس واذا رایت ثم ظرف فی موضع النصب علی الظرف یعنی فی الجنۃ و فی مفعول رایت اختلاف قیل مقدر و قیل لا عالیہم قرء نافع و حمزۃ باسکان الیاء و کسر الہاء علی انہ خبر مقدم و ثیاب مبتداء موخر و قرء الباقون بفتح الیاء و ضم الہاء لتحرک ما قبلہا علی انہ ظرف کانہ قیل فوقہم ثیاب فنصبہ علی الظرفیۃ و قیل نصب علیہ علی الحال اما من ہم فی قولہ یطوف علیہم او من الولدان ای اذا رایتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا فی حال علو الثیاب ابدانہم والجملۃ صفۃ اخری لولدان و قری علیہم خضر بالرفع نعت لثیاب و بالجر نعت لسندس لکونہ اسم جنس واستبرق بالرفع عطفا علی ثیاب و حلوا عطف علی یطوف علیہم۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے بیان سابق کا کہ جنت میں جنتیوں کے لئے کھانے پینے کا بھی شاہانہ سامان ہوگا صرف میووں ہی پر بس نہیں ہوگی برتن اور آبخورے اور لوٹے وغیرہ ظروف چاندی کے ہوں گے مگر بھی چاندی جس کی چمک اور صفائی آئینہ جیسی ہوگی شیشہ دنیا میں مٹی کے مادہ سے ہوتا ہے وہاں کے شیشہ کا مادہ چاندی ہوگا ایسی چیز دنیا میں کسی کے پاس نہیں کہ مادہ تو چاندی ہو اور صفائی میں شیشہ ہو اور پھر وہ برتن بیڈول نہوں گے بلکہ قدروہا تقدیرا ایک عجیب صنعت اور انداز سے بنائے اور ڈھالے جاوینگے اور ہر ایک برتن میں وقت حاجت کی رعایت ہوگی جسقدر پانی اور کھانا مطلوب ہو اور جس موقع کیلئے ہو اتنا ہی اس میں آوے اور سونے کے بھی برتن ہونگے جیسا کہ سورۂ زخرف میں آیا ہے یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب ہر موقع و محل کے مناسب کہیں طلائی کہیں نقرئی برتن ہونگے اور یطاف میں اشارہ ہے کہ کبھی کبھی نہیں بلکہ اکثر اوقات انہیں برتنوں کی آمد و رفت رہیگی خادمان ہمیرو لائیں گے

بجا لائینگے عیش و نشاط کا ایک تار بندھا رہیگا ان کے صبر کا بدلہ ہے جو دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاتے تھے اور فقیرانہ گذر کرتے تھے اور ایسے لذیذ کھانوں کے بعد یا ساتھ کھانا جلد ہضم ہونے کے لئے ویسقون فیہا کاسا کان مزاجہا زنجبیلا ان کو ایک ایسی عمدہ چیز کا پیالہ پلایا جائیگا کہ جسکا مزاج اور کیفیت یا آمیزش سونٹھ کی ہوگی تاکہ حرارت غریزی جوش میں آجاوے اور عیش و نشاط کا لطف تازہ ہو اور شوق دیدار الٰہی بڑھے تاکہ شوق کے بعد جو چیز ملے اس کی قدر اور لذت زیادہ ہو اوّل مرتبہ کافوری شراب کا پیالہ پلایا جانا فرمایا تھا کہ حشر کی گرمی اور ہموم و غموم کی تپش بالکل جاتی رہے بعد شراب زنجبیل کا پلایا جانا کہ ایک دوسری گرمی پیدا ہو جو لذات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے کس لئے کہ جب انسان کی اصل گرمی کم ہو جاتی ہے تو پھر نہ ہضم جید ہوتا ہے نہ کسی مہ جبین کے وصال کا شوق باقی رہتا ہے نہ دل میں چوچلے اور اچھل کود کی امنگ رہتی ہے ایک مٹی کا مجسمہ ہو کر رہجاتا ہے جیسا کہ بڑھاپے میں ہوتا ہے مگر وہ زنجبیل دنیا کی زنجبیل نہیں کہ جسمیں سوزش اور کسی قدر مضرت ہو بلکہ عینا فیہا تسمٰی سلسبیلا وہ جنت میں ایک چشمہ ہوگا جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ سل سبیل کے معنی ہیں پوچھ رستہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اسکو پی کر شوق بڑھیگا۔ اور ساقی سے محبوب کا رستہ پوچھیگا۔ یہ دنیا میں شراب شوق الٰہی اور اس کی گرمی کا اشارہ ہے جو خاصان خدا کو نصیب تھا۔ اور اس شراب کو اور ان لذیذ نعمتوں کو کون لائیں لیجائیں گے؟ ویطوف علیہم ولدان مخلدون لڑکے جنکا لڑکپن ہمیشہ باقی رہیگا جوان اور بوڑھے نہ ہونگے ہمیشہ اسی حالت پر رہیں گے۔ لڑکوں میں ایک شوخی شرارت نزُت پھرت اور بھولاپن ہوتا ہے ایسی نشاط کی مجلسوں میں انکا کھانے پلانے میں کام کرنا عجب لطف دیتا ہے اور نیز وہ ان کے خلوتخانوں میں انکی محبوب بیبیوں کیساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے میں آجاسکتے ہیں ناگوار نہیں معلوم ہوتے نہ وہ عورت ہوتے ہیں اسلئے نہ مرد انکو ان کا آنا برا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کو برخلاف جوان مرد و عورت کے اذا رأیتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا وہ ایسے حسین اور نازک ہوں گے کہ ان کو خدمت میں ادہر اُدہر آتے جاتے کھڑے بیٹھے جو کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا لڑی کے موتی بکھر گئے ہیں موتی تو اس لئے کہ وہ ایسے خوبصورت ہوں گے اور بکھرے ہوئے اسلئے کہ وہ کاروبار میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہوں گے ان کے حسن اور سرنے پھرنے کی بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تشبیہ ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ نعمتیں بیان کیں طلائی برتن وغیرہ کچھ انہیں پر موقوف نہیں بلکہ واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا کہ جب تو دیکھنے والے جنت میں نظر کریگا تو ہزاروں نعمتیں اور بڑی سلطنت اور شاہانہ تکلفات و تجملات دیکھیگا جو دنیا میں عمدہ باغات اور سنگ مرمر کے طلائی اور جواہرات کے کام کئے ہوئے مکانات اور بڑے بڑے عیش و نشاط کے سامان اور بہاریں بڑے بڑے بادشاہوں کو حاصل ہیں وہ لاکھوں حصہ بھی وہاں کی نعمتوں کا نہیں جو ایک ادنیٰ سے شخص کو جنت میں ملیں گی۔

اب ان کی پوشاکوں کا حال بیان فرماتا ہے عالیہم ثیاب سندس کہ انکے اوپر خلعت کے طور پر چمکنے والے اور صاف ریشم کے مہین کپڑے خضر سبز رنگ کے ہونگے کہ ان کی سرسبزی کی دلیل ہو واستبرق اور ریشم کے دبیز کپڑے بھی ہونگے کاشانی مخمل وغیرہ جس طرح دنیا میں ہے یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ شاہانہ لباس ہوگا۔ یہ ان کے صفات حمیدہ ہیں جو اس دن لباس بنکر ظہور کرینگے لفظ عالیہم میں اسی طرف اشارہ ہے وحلوا اساور من فضۃ اور ان کو چاندی کے

سوال ۵ کنگن پہنانے کی وجہ — جواب

کنگن پہنائے جاویں گے۔ سورۂ کہف میں ہے یحلون فیہا من اساور من ذہب کہ سونے کے کنگن پہنائے جائینگے ممکن ہے کہ کسی کو سونے کے کسی کو چاندی کے ہر ایک کی رغبت یا مرتبے کے لحاظ سے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے دوسرے وقت سونے کے پہنائے جاویں۔ بعض فرماتے ہیں کہ چاندی کے خادمان جنت کے کنگن ہونگے اور حلوا کی ضمیر انہیں کی طرف ہے اور اہل جنت کے سونے کے۔

زیور عورتوں کی زینت ہے مرد کیلئے عیب ہے پھر جنت میں پہنائے جانیکی وجہ؟ اسکے جواب میں علماء کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ دراصل یہ چاندی اور سونے کا زیور وہاں کے خادموں اور عورتوں کو پہنایا جائیگا مگر لفظ میں جانب تذکیر کو غلبہ دیکر مذکر کے صیغے اسلئے لائے گئے کہ ان کی عورتوں اور خادموں کو پہنانا انہیں کی خوشنودی کا باعث ہے گویا انکو پہنایا گیا (۲) یہ کہ مشرقی ملکوں میں قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ میں چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اس کے ہاتھ میں ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ مہذب ملکوں میں تمغہ۔ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت میں ان کی سرداری کا تمغہ ہوگا نہ زینت کیلئے زیور (۳) یہ کہ یہ کنایہ ہے انکے ان انوار برکات سے جو دنیا میں انہوں نے ان متبرک ہاتھوں سے نیک اعمال کئے تھے یہ ان کی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ میں کنگن معلوم ہوگا۔

شراب طہور

وسقاہم ربہم شرابا طہورا اور انکا رب انہیں شراب طہور پلائیگا۔ طہور کہ جس میں نہ نشہ ہے نہ سر درد اور نہ خمار۔ لافیہا غول ولاہم عنہا ینزفون وہ ان سب قباحتوں سے پاک ہوگی اہل دل کہتے ہیں شراب طہور کنایہ ہے شراب وصال سے کہ ان کو وہاں اس معشوق ومحبوب حقیقی کا لے کیف وصال نصیب ہوگا جس کے نشہ میں وہ ابد الآباد مسرور رہیں گے۔ نعماء جسمانیہ کے بعد نعمائے روحانیہ کا ذکر کیا کہ اسکے آگے وہ سب ہیچ ہیں۔ اور سقاہم ربہم میں سقا کو ربہم کی طرف منسوب کرنے میں جو کچھ لطف ہے وہ اہل دل پر مخفی نہیں کہ وہ خود اپنے دست مبارک سے یہ جام بھر بھر کر پلائینگے پھر اس کے آگے اور کیا نعمت ہوگی۔

اہل ظواہر کہتے ہیں خادم پلائیں گے مگر وہ اسی کے حکم سے پلائیں گے اس لئے ان کا پلانا گویا خود اسی کا پلانا ہے۔

اہل جنت سے کہا جائیگا ان ہذا کان لکم جزاء کہ یہ بہشتی تمہاری جزا اور تمہاری دنیاوی کوششوں ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا اس میں اطمینان دلایا جاتا ہے کہ تمہاری نیکی اور پرہیزگاری رائیگاں نہ جائیگی جیسا کہ منکر کہتے ہیں بلکہ اسکا بدلہ تیار ہے تمہارے مرکر وہاں جانیکی دیر ہے وکان سعیکم مشکورا اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی اس کی قدر دانی کی گئی اکارت نہیں گئی برخلاف بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کی بیکار کوشش کے کہ وہ ان کا آگ کے آگے سر جھکانا ٹھنڈے پانیوں میں نہانا بتوں کے لئے نذر نیاز کرنا عمر بھر ترک دنیا کرنا ہاتھ پاؤں کو سکھا دینا اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر مار ڈالنا۔ دریا میں غرق ہونا آگ میں جلکر مر جانا گوشت اور نعماء الٰہیہ کو چھوڑنا نکاح نہ کر کے تجرد میں گدائی کر کے گذر کرنا سب رائیگاں جاویگا بلکہ اس بت پرستی اور مخالفت رسول پر اور الٹا عذاب ہوگا محنت برباد گناہ لازم

کیونکہ وہ محنت تعلیم شیطانی خدا سے

روکنے والی انتہی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ

(اے نبی) ہمنے ہی آپ پر قرآن ٹہیر ٹہیر کر اتارا ہے پھر آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا کریں اور ان میں سے کسی بدکار اور ناشکر کا کہا نہ مانا کریں اور اپنے رب کا نام صبح و شام

اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝

یاد کیا کریں اور کچھ رات سے اسکے لئے نماز بھی پڑھا کریں اور بڑی رات سے اسکی تسبیح کیا کرو

ترکیب انا نحن نزلنا مبتداء وخبر وقال الزجاج او نہنا او لہ من الواو لا نہا بدل علی ان کل واحد اہل ان لا یطاع بخلاف الواو لانہا تدل ان لا یطاع کلاہما وجاز ان یطاع احدہما وقال الفراء او بمعنی لا کانہ قال ولا کفورا بکرۃ من اول النہار الی الزوال و الاصیل من الزوال الی الغروب وہما منصوبان علی انہما ظرفان لاذکر ومن اللیل من للتبعیض والفاء دالۃ علی معنی الشرطیۃ والتقدیر مہما یکن من شئ فصل من اللیل ای فی اللیل لیلا منصوب علی انہ ظرف لسبحہ ۔

تفسیر۔ اس سورۃ کی ابتدا میں یہ بتلایا گیا تھا کہ آدمی معدوم تھا عدم سے وجود میں لایا گیا ایک قطرۂ منی سے بنایا گیا جسمیں اسکی تمام قوتیں اور کل ظاہر ہونیوالے اوصاف و حالات و دیعت رکہے گئے تھے جسکی طرف لفظ امشاج میں اشارا تھا اور یہ بیکار اور عبث نہیں عالم ہستی میں لایا گیا بلکہ امتحان اور آزمائش کیلئے نبتلیہ اور اس امتحان میں پورا نکلنے کے اسباب (کان آنکھ عقل) بھی اسکو عطا ہوئے اور عقل زیادہ کار آمد تھی اسلئے اسکو جدا گانہ ذکر کیا انا ہدیناہ السبیل پھر اس امتحان میں کچھ کامل (شاکر) کچھ ناقص (ناشکر) نکلے پھر ناقصوں کی سزا مختصر سے الفاظ میں بیان کرکے کاملوں کی جزاء حیات جاودانی اور وہاں کے عیش ونشاط بڑی تفصیل سے بیان فرمائے تاکہ معلوم ہو کہ رحمت کا پلہ جھکا ہوا ہے ۔

اسکے بعد کاملوں کو چند باتوں سے جو مضر ہیں منع کرنا چاہتا ہے اور چند نافع چیزوں کے عمل میں لانیکی وہ ناصح مشفق تاکید فرماتا ہے مگر اس مشقت عمل کی آسانی کے لئے اول تو جزا و سزا دار آخرت کی بیان فرمادی تھی دوم اور بھی آنحضرت صلعم اور آپ کی پاک باز جماعت کو اطمینان دلاتا ہے تاکہ بڑے فراخ حوصلہ اور اطمینان قلب سے عمل کریں انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا کہ لوگوں کی آسانی کیلئے خود ہم نے اے محمد تجھپر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن نازل کیا ہے یہ محمد نے از خود نہیں بنالیا ہے نہ یہ جن کا قول ہے نہ کسی کاہن کا۔ وہ ناقص جو اس میں شبہ کرتے ہیں اور اسکے بیان دار آخرت پر تمسخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کس نے دیکھا ہے کیا انکا یہ وسوسہ شیطانی جو راہ سعادت کا روڑا ہے ٹھیک ہے یا ہمارا فرمانا جو ہم رب العالمین علام الغیوب ہو کر اس میں تاکید سے کہتے ہیں کہ بیشک ہم نے قرآن نازل کیا ہے کہ تم اس پر عمل کرو اس کے وعدوں کے موافق ضرور حیات جاودانی پاؤ گے اور مخالفت سے جہنم کے تاریک گڑھے میں جاؤ گے۔ فاصبر لحکم ربک پس اے محمد اور اس کی جماعت اپنے رب کے حکم کی پابندی کرو یا اس حکم ربی کا انتظار کرو جو تمہارے غلبہ کے لئے چلا آتا ہے اس کی راہ دیکھو آپ معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کس نے بھیجا ہے؟ اسکے بعد دو باتوں سے منع فرماتا ہے۔ اور دونوں کو ایک ہی جملہ میں جمع کرتا ہے فقال ولا تطع منہم آثما او کفورا کہ تو ان میں سے کسی گنہگار بدکار کا کہنا نہ مان نہ کسی ناشکر کا۔ آثم گنہگار ہر گناہ کے مرتکب کو آثم کہتے ہیں خواہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ خواہ شرک خواہ کفر اور کفور ان میں سے خالص گنہگار کو کہتے ہیں جو ناشکر ہو ہر کفور آثم ہے مگر ہر آثم کفور نہیں پھر بعض علماء کہتے ہیں اسمیں کسی کی خصوصیت نہیں کوئی ہو بعض کہتے ہیں آثم سے ولید کیطرف اور کفور سے عتبہ کیطرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں آثم سے عتبہ کی طرف اور کفور سے ولید کیطرف اشارہ ہے اور بعض کہتے ہیں دونوں کا مصداق ایک شخص مراد ہے یعنی ابوجہل۔ ان لوگونکی اطاعت دینی باتوں میں ممنوع ہے

إِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَا

بیشک یہ لوگ جلد آنیوالی (دنیا) کو پسند کرتے ہیں اور بھاری دن کو پیٹھ پس پشت پھینک رہے ہیں انکو ہم نے پیدا کیا اور ان کی گرہ مضبوط باندھی اور ہم

أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۝ إِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ

جب چاہیں ان جیسے ان کے بدلے اور لے آسکتے ہیں یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا رستہ اختیار کرلے

سَبِيلًا ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يُدْخِلُ مَنْ

اور تم جب ہی چاہو گے جبکہ اللہ چاہیگا کیونکہ وہ سب کچھ جانتا اور بڑا حکمت والا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت

يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظّٰلِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لئے تو اس نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے

ترکیب یذرون معطوف علی یحبون وکلاہما خبر ان یوما مفعول یذرون ورائہم ظرف لہ اذا شئنا شرط ومفعول شئنا محذوف یدل علیہ الجواب وہو بدلنا الا ان یشاء اللہ ای الا وقت مشیئۃ اللہ او الا فی حال مشیئۃ اللہ والظالمین منصوب بفعل محذوف یفسرہ مابعدہ ای اعد۔

تفسیر کس لئے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں ف یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار و مشرکین کی فرمانبرداری وجانثاری اسلامی احکام کے مقابلہ میں سخت ممنوع ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔

اس کے بعد تین چیزوں کا حکم دیتا ہے فقال واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا کہ صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کرو (۲) ومن اللیل فاسجد لہ اور رات میں اسکو سجدہ کیا کرو (۳) وسبحہ لیلا طویلا اور بڑی رات سے اس کی تسبیح اور تقدیس کیا کر ان آیات میں مفسرین کے دو قول ہیں اول یہ کہ ان آیات میں نماز پڑھنا مراد ہے بکرۃ سے صبح کی نماز اور اصیلا سے ظہر و عصر کی نماز اور ومن اللیل فاسجد لہ سے مغرب و عشاء مراد ہے۔ اور سبحہ لیلا طویلا سے تہجد دوم یہ کہ اسوقت نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی تہجد کی نماز اور رات میں عبادت کرنا تھا ان آیات میں مقصود ہر حال میں عبادت کی ترغیب ہے جیسا کہ اس آیت میں یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا اور تسبیح و تہلیل دعا و استغفار و سجود ہی اسوقت نماز تھی اوقات مخصوصہ میں عام مفسرین کے نزدیک مراد نماز پنجگانہ اور تہجد ہے۔ تہجد گو امت کیلئے فرض نہ ہو مگر مسنون ہے اور آنحضرت صلعم کیلئے اسکے پڑھنے کا حکم تھا اسلئے بلفظ امر تعبیر کیا گیا۔ لیلا طویلا میں اشارہ ہے کہ تمام رات سونے اور عیش و نشاط ہی کیلئے نہیں بلکہ اسکا کچھ حصہ یاد الٰہی کے لئے بھی ہونا چاہیے اور کچھ نہ ہو تو پچھلی تہائی رات کو تو اٹھکر دربار الٰہی میں حاضر ہو نہ کہ دن چڑھے تک مدبروں کیطرح بستر پر کروٹیں لیا کرے۔

ف

یہاں خدا تعالیٰ کا نام یاد کرنا بتلاتا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقول بشریہ کو اس کی صفات تک رسائی ہے مگر اسکی حقیقت ذات تک رسائی نہیں انہیں اسماء و صفات سے اسکا علم حاصل ہوتا ہے اسکو کبھی اذکر ربک سے تعبیر کیا اور کبھی واذکر ربک فی نفسک سے اور کبھی واذکر اسم ربک سے۔

اوقات مخصوصہ میں خدا پاک کی عبادت کرنا تسبیح و تہلیل میں مصروف ہونا دعا مانگنا گریہ وزاری کرنا وغیرہ جنکا حکم دیا گیا بقولہ واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا الخ انہیں لوگوں کا کام ہے جو دار آخرت کے قائل ہیں اس لئے وہاں کے لئے یہ توشہ ساتھ لیتے ہیں اور دار آخرت کا یقین ہی ہے جو انسان کو اس طرف ابھارتا ہے برخلاف کفار و مشرکین کے کہ وہ ادھر متوجہ ہی

نہیں ہوتے نہ ان کو اس عبادت و شب بیداری میں کچھ حلاوت ملتی ہے کس لئے کہ ان ھؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراءھم یوما ثقیلا یہ تو دنیا اور اس کی لذات و شہوات پر فریفتہ ہیں شب و روز مال و زر زن و فرزند اسباب دنیا کے جمع کرنے میں مصروف ہیں انہیں باتوں میں ان کو مزہ اور حلاوت معلوم ہوتی ہے انہیں کاموں کو کام سمجھتے ہیں اور انہیں چیزوں میں کامیابی حاصل کرنے کو خوش نصیبی اور فوز عظیم جانتے ہیں اور دار آخرت میں چھوڑے بیٹھے ہیں ۔ اول تو اسکا یقین ہی نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو اس کے لئے تدابیر نہیں نہ کوشش ہے نہ دل میں رغبت ہے نہ طبیعت میں میلان اور ان دونوں حالتوں میں دار آخرت کو جو بڑا بھاری اور مصیبت ناک دن ہے مصائب کی وجہ سے) چھوڑنا اور پیچھے پھینک دینا ہے +

اور انکا یہ عذر کہ ہم میں دار آخرت کی قدرت نہیں کاروبار دنیا سے فرصت نہیں نماز پنجگانہ خصوصاً صبح اور عشاء اور تہجد بھلا ہم سے کیونکر ادا ہو سکتی ہے وہ سونے کا وقت ہے، محض غلط ہے کس لئے کہ نحن خلقناھم وشددنا اسرھم ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے بنیاد و جسم کو مضبوط کیا ہے ہٹے کٹے ہیں نیک و بد نفع و نقصان کی سمجھ بوجھ ہے بدبخت اکثر اپنی کمزوری اور ناچاری کا عذر کیا کرتے ہیں اور وہ دراصل ان کی سستی اور کاہلی سے ہوتی ہے ان کے جواب میں یہ آیت ہے +

مگر بعض بد نصیب ازلی ہوتے ہیں نیک کام کیسا ہی آسان ہو انکو پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور برا کام کیسا ہی مشکل ہو اُن پر آسان ہوتا ہے۔ ناچ تماشہ میں رات بھر جاگیں آنکھ نہ جھپکے عبادت الٰہی میں دو گھڑی بھی بیٹھ نہ سکیں یہ آیت ان کے سرشت کا بھی حال بیان کرتی ہے کہ یہ بدبخت عاجلہ دنیا اور اس کے عیش و نشاط لذات و شہوات کو پسند کرتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں کس لئے کہ ہم نے ان کو پیدا کیا ہے انکی سرشت بد سے ہم خوب واقف ہیں۔ وشددنا اسرھم اور ان کی قوت شہوانیہ کو قوی کر دیتا ہے کتوں اور خنزیروں جیسی قوت بہیمیہ ان میں بہت رکھی گئی ہے رات دن چرتے اور جفتی کرنے کے سوا انجام کار سوچنے اور فکر کرنے کی ان میں قابلیت ہی نہیں اور جو کچھ ہے تو مہلت نہیں اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ فذرھم یاکلوا ویتمتعوا کما تاکل الانعام والنار مثوی لھم ایسے ناپاک اور زمین کو اپنے گھنونے کاموں سے گندہ کرنیوالے اپنے قیام دوام کا دعویٰ نہ کریں اور نہ اس مہلت چندروزہ پر نازاں ہوں کس لئے کہ واذا شئنا بدلنا امثالھم تبدیلا ہم جب چاہیں انکو مٹا کر ویسی ہی شکل و صورت و قوت میں اور لوگ پیدا کر سکتے ہیں اور ایسا ہی کرتے بھی ہیں قوم نوح برباد ہو کر اور قومیں پیدا ہوئیں ہر صدی پر بلکہ پچاس برس کے بعد دوسرا ہی نقشہ جم جاتا ہے پہلوں میں سے صدی دو صدی کے بعد انسان تو کیا انکے استعمال کے جانور بلکہ اکثر مکانات بھی نہیں رہتے اس قرن کی کشتی بھری ہوئی عدم کے عمیق گڑھوں میں پڑی ہوتی ہے۔ اور دوسرے لوگ بستے ہوتے ہیں اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان کے بدلے اپنے پیغمبر اور لوگ ہم تیرے لئے پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ عتبہ کے بدلے اس کے بیٹے حذیفہ کو اور ولید کے بدلے اسکے بیٹے خالد کو معین دین بنا دیا امثالھم کے بعض مفسرین نے اشکالھم کے معنی بھی لئے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ ہم جب چاہیں ان کی صورت بدل دیں مسخ کر دیں یا فراغ دستی اور اقبال سے خواری اور ذلت کی حالت میں کر دیں جس سے ان کی وہ صورت بدل جائے ڈرتے رہنا چاہیئے +

پھر یہ قریش اس بات پر مغرور نہوں کہ ہم آنحضرت صلعم کے اقارب اور اہل وطن ہیں جب ہم نے اسکو قبول نہ کیا تو اور کوئی کیا قبول کریگا کس لئے کہ ہذہٖ تذکرہ یہ آیات پند و نصیحت ہیں کوئی برادری کا حصہ نجرا نہیں کہ آنحضرت صلعم خواہ مخواہ تمہارے سمجھانے کیلئے مجبور ہوں۔ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ پھر جو کوئی ہو عرب یا عجم یا قریب یا بعید جو چاہے ان آیات سے اپنے رب تک پہنچنے اور اس کی مہمانسرا جنت میں حیات جاودانی حاصل کرنے کا رستہ اختیار کرلے خدا تعالیٰ تمام جہان اور تمام قوموں کا خدا ہے اس کا دین بھی سب کے لئے برابر ہے سب کے لئے اس کی رحمت کی راہیں کشادہ ہیں بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی کوئی خصوصیت نہیں ✦

مگر یہ جاننا بھی درحقیقت اے بندگان خدا تمہارے بس میں نہیں وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ تم جب ہی چاہ سکتے ہو کہ جب اللہ بھی چاہے اور قاعدہ توفیق تمہیں اوپر کھینچکر لے چلے ہر چند قوت و قدرت ہر ایک میں رکھی ہے تاکہ دار امتحان کا معاملہ معطل نہ ہو لیکن عزت اسی کی توفیق ہے ان اللہ کان علیما حکیما یدخل من یشاء فی رحمتہ بیشک اللہ خبردار حکمت والا ہے جس میں صلاحیت اور نور ازلی دیکھتا ہے اس کو اپنی رحمت یعنی راہ راست بہلاتا ہے۔ دین حق سمجھاتا ہے۔ ورنہ بڑے بڑے عاقل ہوشیار برفن پر گو مالدار خوبصورت یوں ہی وادی ضلالت میں ٹکرا ٹکرا کر مر گئے۔ اور جہنم کے عمیق گڑھے میں جا پڑے اور غریب کم مایہ کو کھینچ لیا اس میں قریش پر تعریض ہے کہ تمنے کیا دین حق کو قبول نہیں کیا دین حق نے تم کو ردی جانکر پھینکدیا۔ اور تمہاری سرکشی اور بدکاری کی ناپاکی نے بارگاہ قدس میں آنے کے قابل نہ رکھا۔ اس پر بھی بس نہیں۔ یہ تو دنیا میں تمہارے نامقبول اور مردود ہونے کی وجہ ہے مگر آخرت میں والظالمین اعد لہم عذابا الیما ظالموں کیلئے اس نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے مرنے کی دیر ہے ✦

سورہ کی ابتدا اس بات سے تھی کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ جسمیں یہ نیست و نابود تھا پھر اس کو اس قادر مطلق نے منی کے قطرے سے پیدا کیا اور عقل و حواس دئے پھر کس نے ان عقل و حواس سے کام لیا اپنی ابتدا انتہا کو سوچا راہ راست اختیار کی وہ سعادت کی کرسی پر بیٹھا۔ دار آخرت میں حیات جاودانی اور سلطنت کا مالک بنا اور جس نے ان سے کام نہ لیا۔ لہو و لعب لذات و شہوات میں غرق رہا اور انبیاء علیہم السلام کا مقابل ہوا اسکے لئے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔

ابتداء کلام کو انتہاء کلام سے کمال ارتباط ہے اور یہ کمال درجہ کی بلاغت ہے۔ اگر یہی سورہ مبارکہ بغور و تامل دیکھی جائے تو انسان کی ہدایت کے لئے اعتقادیات سے لیکر عملیات تک کامل رہبر ہے جس میں دار آخرت کی ترغیب روح کو اس جہان کی نعمتیں بیان فرما کر کامل تشویق اور بدکاروں سرکشوں منکروں کو وہاں کے مصائب یاد دلا کر تخویف دلائی گئی ہے اور اصول حسنات نماز و خیرات بھی تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ ان تمام مقاصد کا جب کوئی خداترس طبیعت پر نقشہ جمادے تو فوراً ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ مطالب عالیہ کس کس دلکش عبارت میں بیان کیے گئے نہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے نہ شہوات برانگیختہ کرنے والے شاعرانہ خیالات ہیں ✦

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اس بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ فَالۡمُلۡقِیٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو خوشگوار چلتی ہیں پھر تیز اور تند چلنے لگتی ہیں اور وہ بادلوں کو پھیلا دیتی ہیں پھر وہ انکو پھاڑ کر بالکل الگ کر دیتی ہیں پھر ان کی جو ڈالنوں ہیں

ذِکۡرًا ۙ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ

نصیحت ڈالتی ہیں دفع عذر کیلئے یا ڈرانے کیلئے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہو کر رہیگا۔

ترکیب۔ والمرسلات الواو للقسم عرفا مصدر فی موضع الحال اے متتابعۃ او مفعول لہ اے ارسلت للاحسان والمعروف فالعاصفات الفاء للعطف وکذا ما بعدہا معطوف علی المرسلات عصفا مصدر مؤکد یقال عصف بالشئی اذا اباده واہلکہ یقال ناقۃ عصوف وعصفت العرب بالقوم اے ذہبت بہم ذکرا مفعول بہ نشرا او فرقا مصدران عذرا او نذرا قیل مصدران یسکن وسطہا او یضم وقیل جمع عذیر ونذیر فعلی الاول منتصبان علی المفعول لہ او علی البدل من ذکرا وبذکر او علی الثانی حالان من الضمیر فی الملقیات ای معذورین ومنذرین انما اصلہ ان ما ما المعنی الذی والخبر الواقع والجملۃ جواب القسم لذا صارت ربان للتاکید۔

تفسیر یہ سورہ حسن و عکرمہ و عطاء و جابر کہتے ہیں نزدیک مکہ میں نازل ہوئی اور جمہور کا اسی طرف رجحان ہے۔ قتادہ کہتے ہیں مگر یہ آیت واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون مدینہ میں نازل ہوئی اور بخاری و مسلم وہ روایت جو ابن مسعود سے ہے اسی کی مؤید ہے۔ وہ یہ کہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے کہ سورہ مرسلات نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے منہ سے لے رہا تھا اور ہنوز آپ کا دہن مبارک تر ہی تھا کہ ایک سانپ ہم پر کود پڑا آپ نے فرمایا اس کو مارو ہم مارنے دوڑے لیکن وہ چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو حق سبحانہ نے تم سے بچا لیا جس طرح تم کو اس سے بچا لیا۔

اور شیخین وغیرہما نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ میں اس سورۃ کو پڑھ رہا تھا ام الفضل نے سنکر کہا اے فرزند تیرے اس پڑھنے نے مجھے یاد دلا دیا کہ اخیر جو کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا وہ یہی سورۃ تھی کہ آپ اس کو مغرب کی نماز میں پڑھ رہے تھے۔

ربط اس سورۃ کو سورۂ دہر سے یہ ہے کہ اس کی ابتدا میں کافروں کے لئے عذاب شدید کی تہدید تھی۔ بقولہ انا اعتدنا للکافرین سلاسل واغلالا وسعیرا اور اس کے اخیر میں ظالموں کیلئے عذاب الیم تیار کرنا فرمایا ہے۔ کفار کو اس عذاب میں شک تھا۔ کس لئے کہ دنیا میں اسکا ظہور نہیں تھا۔ آخرت کے منکر تھے اس سورۃ میں چند چیزوں کی جو اس کے کمال قدرت کے نمونہ اور تغیرات عالم کے اسباب ہیں قسم کھا کر یہ ثابت کرتا ہے کہ اس عذاب کا گھر اور موقع دار آخرت ہے نہ دار دنیا۔ الحاصل اس سورہ میں مسئلہ معاد پر کلام کو تمام کیا تھا اس سورہ کی ابتدا میں مسئلہ معاد کو ایک نئے اسلوب سے ثابت کیا اور نئے نئے اسلوب سے ایک مدعا کو بار بار دلکش عبارت میں بیان فرمانا دلوں پر نہایت اثر رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مضمون کو متعدد سورتوں میں اعادہ کیا گیا ہے۔ والمرسلات عرفا الخ اس سورہ میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرماتا ہے انما توعدون لواقع کہ جسکا تم سے وعدہ لیا جاتا ہے دار آخرت میں منکروں کے لئے انکے اعمال بد پر عذاب اور نیکوں کیلئے اعمال صالحہ پر ثواب ہو کر رہے گا۔ اسمیں کوئی شبہ اور شک نہیں یہ مسئلہ کہ روح جسم چھوڑنے کے بعد ایک خاص پیکر میں

باقی رہتی ہے اور اسکو جسمانی وفت کی باتیں یاد رہتی ہیں اور اسکے دنیاوی اعمال و اعتقادات اسکے سامنے عذاب و ثواب رنج و راحت بنکر پیش آتے ہیں جمیع اہل ادیان کے نزدیک ثابت ہے البتہ دہری اور کچھ جہلا اور ناتربیت یافتہ دماغ اس کے منکر ہیں اور تھے جیسا کہ عرب کے جاہل اور قریش تھے اسی وجہ سے ان کے مقابلہ میں اس مسئلہ کے ثبوت کیلئے قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے اور اس سے زیادہ جہلاء کے نزدیک جو دروغ گوئی کو عیب سمجھتے تھے اس شخص سے جسکی نسبت انکو راستبازی کا پورا تجربہ تھا۔ اور کوئی صورت یقین دلانے کی نہیں۔

ان پانچ چیزوں میں قدماء مفسرین کے کہ جنہیں جلیل القدر صحابہ و تابعین بھی ہیں مختلف اقوال ہیں **اول قول** یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں مرسلات عرفا وہ فرشتے جو وحی کیساتھ حضرات انبیاء علیہم السلام پر لگاتار بھیجے گئے (عرفا اے ارسالاً متتابعاً۔ یتبع بعضہا بعضاً کعرف الفرس[1]) یا عرفا کے معنی ہیں نیکی اور بھلائی کے لیے (ضد المنکر و انتصابہ علی ہذا الوجہ علی انہ مفعول لاجلہ یعنی انتظام دنیا اور مصالح دینی کیلئے ملائکہ جو بھیجے جاتے ہیں اور ان سے تدابیر وابستہ ہیں ہم انکی قسم کھاتے ہیں فالعاصفات عصفا پھر ان ملائکہ کی قسم جو ہلاک کرتے ہیں اور عالم میں تغیر عظیم پیدا کرتے اور تہلکہ ڈالدیتے ہیں والناشرات نشرا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو چھپی باتیں کھول کر دنیا میں جو امور آئندہ مخفی ہوتے ہیں ان کے اظہار و نشر کیلئے ملائکہ کی ایک جماعت ہے اقبال و بداقبالی قحط و ارزانی تمام امور مخفیہ جو ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں پھیل جاتے ہیں قضا و قدر نے ان کیلئے ملائکہ معین کر رکھے ہیں اس میں ادیان حقہ اور وحی کا پھیلانا آگیا۔ فالفارقات فرقا پھر ان فرشتوں کی جو ہر ایک معاملہ میں فرق و امتیاز کردیتے ہیں مذاہب حقہ و باطلہ میں فاتح و مفتوح قوموں میں سعادت مندوں اور نحسوں میں غریبوں اور خدا پرستوں میں فرق کرنیوالے اور اسیطرح عہد جوانی بڑھاپے اور لڑکپن اور حیات و ممات اور ایک قرن سے دوسرے قرن میں فرق کرنا ظلمات کو نور سے الگ کرنا اشیاء عنصریہ میں قوت نامیہ کیسا ایک کام ہیں اور اسی طرح اجزاء متشابہ انسان و حیوانات و نباتات میں فرق کرکے پتے اور پھول اور شاخ و ثمر کو جدا کردیا اور ہر ایک کو اس کے خواص کمال میں دوسرے سے امتیاز دیا اسی طرح انسانی نطفہ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا پھر اسی میں سے سر اور پاؤں ناک اور آنکھ وغیرہ اجزاء جدا جدا نمودار کرنا سب اسی جماعت کے متعلق ہے انکی بھی قسم کھاتا ہے فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا پھر ان فرشتوں کی قسم جو مخلوق کی تکمیل کے بعد ان میں ذکر ڈالدیتے ہیں۔ ذکر الٰہی اور اپنے خالق کے وجود اور قدرت کاملہ پر گواہی دینا بھی ذکر ہے پھر یہ ذکر دو قسم پر ہے غیر اختیاری جسکو تسبیح قہری کہتے ہیں یہ ذکر ان ملائکہ نے ہر مخلوق کی سرشت میں ڈالدیا ہے نباتات حیوانات پرند چرند وحوش وطیور سب اسی کے ذکر میں مصروف ہیں ؎ بذکرش ہرچہ بینی در خروش است ✲ دلے داند دریں معنی کہ گوش است دوسری قسم ذکر اختیاری ذوی العقول کا جیسا کہ اہل ایمان انسان و جن و ملائکہ و اس کا باخدا مسلمانوں کے دل میں اس ذکر کا القاء بھی ملائکہ کی طرف سے ہے ان کے حق میں بازپرس آخرت سے یہ ذکر عذر ہوگا اور نجات پاویں گے اور یہی ذکر اس غافل رہنے والوں کے لئے عذاب آخرت کا ایک خوفناک پیغام یا تنبیہ ہے یا یہ کہ ذکر سے مراد قرآن و وحی ہو اور ذکر کا اطلاق قرآن و وحی پر بھی ہوا ہے جیسا کہ ان آیات میں ص والقرآن ذی الذکر وانہ لذکر لک ولقومک و ہذا ذکر مبارک تب یہ معنی ہونگے کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو قرآن لاتے ہیں یعنی نازل ہوتے ہیں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور قسم ان ماننے

[1] عرف الفرس گھوڑے کی ایال یعنی اسکے گردن کے بال اور اسی طرح عرف الدیک مرغ کا تاج گھوڑے کی ایال میں بال مجتمع ہوتے ہیں ایک قطار میں یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں گو یا یہ لفظ اس معاورہ سے ماخوذ ہے ۱۲ منہ

مختلف اقوال اس آیۃ کی تفسیر میں

والوں کیلئے عذر ہے یعنی اسکے سبب وہ جمیع معاتبات سے معذور اور مغفور ہوں گے اور نہ ماننے والوں کیلئے نذر خوف و اتمام حجت ہے"
ان پانچ اقسام کے فرشتوں کی قسم کھانے میں عالم کی آفرینش اور ہر چیز کے وجود کی ابتدائی حالت اور پھر اسکی قوت و کمال تک پہنچ جانے کی نہایت اور پھر ممکنات کے اکتساب خیر و شر اور اس کے بعد تک کی حالت اور پھر بقاء عالم کے اسباب اور ہر چیز کی نشو و نما کی کیفیت کہ عالم عدم سے عالم ظہور میں ایک چیز کیا کیا صورتیں پیدا کرتی ہے اور اس پر کیا کیا انقلابات ہوتے ہیں اور پھر سب کی پیدائش کا نتیجہ دار آخرت کی تیاری (جو ہوشیار کے لئے عذر اور اس سے غافل کے لئے نذر ہے) کس عمدہ اسلوب میں بتائی گئی ہے دوسرا قول جمہور مفسرین کا ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوا ہے۔ ہر چند فرشتے مخلوق میں عمدہ اور بہتر ہیں مگر ہوا کو بھی اس عالم کی بقا اور فنا اور کاروبار میں عجب دخل ہے سننا دیکھنا چکھنا چھونا سونگھنا ہوا ہی پر موقوف ہے کس لئے کہ آواز جب متکیف ہوتی ہے تو ہوا کے ذریعہ سے کان کے سوراخ تک پہنچتی ہے اور دیکھنے میں شعاع آنکھوں سے نکلتے ہیں اور ہوا چونکہ عنصر لطیف ہے ان کا حائل نہیں اس لئے چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور سونگھنے میں ہوا ہی متکیف ہو کر ناک کے رستہ سے وہ کیفیت پہنچاتی ہے اور چھونے میں بھی ہوا کو دخل ہے کس لئے کہ حرارت و برودت رطوبت و یبوست اشیاء کو مسام میں سے گھستی ہے اور نیز اندرونی کیفیت ہوا ہی کے ذریعہ سے جلد تک پہونچتی ہے اور نیز ہوا ہی پر جانداروں کی زندگانی کا مدار ہے سانس بند ہوا اور مرا اور نباتات کی بالیدگی وغیرہ بھی ہوا ہی کے ذریعہ سے ہے دریا میں کشتیوں کو ہوا ہی لئے پھرتی ہے اور ہوا میں لطافت بھی ہے اس وجہ سے اس کو فرشتوں سے کمال مناسبت ہے پس والمرسلات عرفا سے وہ ہوائیں نرم نرم مراد جنکے چلنے سے دل خوش ہوتا ہے اور انہیں سے روئیدگی ہوتی ہے اور ابر اٹھتا ہے اور عاصفات عصفا سے مراد آندھیاں اور سخت ہوائیں ہیں جن سے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہیں دریا میں طوفان ہوتا ہے صحرا میں درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں درخت سبز پژمردہ ہو جاتے ہیں لفظ فا گویا اسطرف اشارہ ہے کہ نرم نرم چلنا اور سخت چلنا یکے بعد دیگرے ایک ہی چیز کا کام ہے اور دونوں ایک ہی چیز کے ہر دو وصف ہیں۔ نرم نرم چلنے کے بعد وہی ہوا تند اور تیز ہو جاتی ہے اور اسکی یہ حالت بتلاتی ہے کہ دنیا میں انقلاب ہے اور نیز جو راحت کا سامان ہے وہی آفت بنجاتی ہے مال اولاد عورت وغیرہا تمام اسباب عیش و فرحت میں یہی بات ملحوظ ہے والناشرات نشرا قسم ہے ان ہواؤں کی جو دنیا میں پھیلاتی ہیں۔ بادلوں کو بھی ہوا ہی پھیلاتی ہے اگر نہ پھیلیں اور لگاتار ایک ہی جا برسا کریں تو طوفان برپا ہو جاوے اور نیز ہر چیز کے اجزاء لطیفہ کو ایک جائے سے دوسری جائے لیجاتی ہے کارخانہ جمع و تالیف نقل و تحویل کیفیات اجزاء لطیفہ اشیاء کا جس پر ایجاد و احداث اشیاء عجیبہ مربوط ہے ہوا ہی پر منحصر ہے فالفارقات فرقا یہ قسم ہے ان ہواؤں کی جو بالکل جدا کرتی ہیں یہ بھی ہوا کا کام ہے کہ دانہ کا گھاس سے جدا کرنا اور پانی کا کدورت سے صاف کرنا اس کے سبب سے ہے اور اجزاء نباتیہ و حیوانیہ کا باہم جدا ہونا ہوا ہی کے نشو و نما سے ہے سبز و ترشی کے اجزاء بھی ہوا ہی جدا کرتی ہے متکبروں اور پر غرور اجسام کے اجزاء مرنیکے بعد ہوا ہی اڑاتی ہے سر پر غرور کے اجزا کہیں پڑے ہوتے ہیں اور نازنین ہاتھوں کے کہیں اس میں بھی انقلاب عظیم عالم کیطرف اشارہ ہے کہ جس طرح جمع و تالیف ہواؤں کے وسیلہ سے تھا تفریق و انتشار بھی اخر انہیں کے سبب سے دیکھ لیا یہاں بھی فا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ناشرات اور فارقات ایک ہی چیز کے دو وصف یکے بعد دیگرے ہیں وہی ناشرات بعد میں فارقات ہو جاتی ہیں جس ہوا کی تازگی سے سر دردان اور دلکش صورت لئے پھرتے تھے آج اسی نے انکے سینے ادھر اور سر ادھر بکھیر دیئے صبا نے اسکے کوچے سے اڑا کر خدا جانے ہماری خاک کیا کی۔ غبار کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہئے کہ یہ ذرّے کس کس

دوسرا قول اکثر کا ان سے ہوائیں مراد ہیں

جسم کے ہیں اکسیر حیات ہیں کیا کیا بہاریں تھی؟ فالملقیات ذکراً پھر قسم ہے ذکر پہنچانیوالی ہواؤنکی۔ ذکر سے مراد کلام اللہ کا وجود لفظی ہے جسکو قرآن متلو کہتے ہیں۔ اس ذکر کے پہنچانے میں ہوا کو دخل ہے کس لئے کہ لفظ ایک کیفیت ہے جو آواز کو عارض ہوتی ہے اور پھر ہوا کے ذریعہ سے کان میں پہنچتی ہے پس یہ ہوا لوگوں کے کانوں میں قرآن پہنچانے کیلئے ایک خادم ہے۔ اور حقیقت جبرائیل علیہ السلام کا ایک شعبہ ہے اور اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہواؤں پر موکل ہیں۔ اس ذکر کے کانوں میں پہنچنے سے ایک تغیر اور انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے پھر یا سعادت کیطرف مائل ہوتا ہے اگر روح نے اسکو قبول کرلیا اور یا شقاوت کی طرف مائل ہوگیا اگر قبول نہ کیا جیسا کہ فرماتا ہے عذراً یعنی کلام الہی کا پہنچانا یا اس لئے ہے کہ وقت بازپرس کے وہ کہے کہ یہ کام میں نے خدا کے فرمودہ کے موافق کیا یہ کام اس کے فرمانے کی وجہ سے چھوڑ دیا بہر حال اسکے عذر اور سند اور دستاویز ہے یہ عذر ہونا خاص اس کلام الہی کی بابت ہے جو متضمن اوامر و نواہی یا اعتقادیات ہو جیسا کہ ذات و صفات سے متعلق اور تمام کی نسبت یہی ہو سکتا ہے کس لئے کہ قصص و حکایات تصدیق کے سوا عبرت و نتائج حاصل کرنے کا بھی موقع دیا جاتا ہے اور نذراً اور یہ شقی ازلی ہے تو اس کو کلام الہی ہے محض ڈرانے کیلئے سنایا جاتا ہے اور ان پانچوں قسم کی ہوائیں ملائکہ منتظمان عالم کی ہر ایک صفت کی رعایت بھی ملحوظ ہے کیلئے کہ صفت اول مرسلات عرفاً میں حقیقت میکائیلی ملحوظ ہے کیونکہ پرورش عالم انہیں کے متعلق ہے اور منجملہ اسباب پرورش کے ہواؤں کا نرم نرم چلنا بھی ہے کہ جن سے نشو و نما ابدان ہوتا ہے صفت دوم عاصفات میں حقیقت عزرائیلی ملحوظ ہے کیونکہ عالم کا درہم برہم کرنا یا انقلاب عظیم انہیں کے ساتھ وابستہ ہے اور اس انقلاب کے اسباب میں سخت ہواؤں کا چلنا بھی ہے جو بڑے بڑے نشانوں کو مٹاتی ہے اور صفت سوم و چہارم ناشرات و فارقات میں صفت اسرافیلی ملحوظ ہے کس لئے کہ نفخ ارواح کا ابدان میں اور نیز حق و باطل میں امتیاز اور نیز دنیا میں ارواح کو ابدان سے متعلق کرنا انہیں کے سپرد ہے یہ ہوائیں بھی انہیں کے کام میں کارآمد ہیں صفت پنجم فالملقیات ذکراً حقیقت جبرائیلی کا شعبہ ہے چونکہ یہ صفت بلند مرتبہ ہے اسلئے فاء تعقیب اس پر لائے گویا یوں فرمایا کہ صفات سابقہ کے بعد اس صفت کی قسم کھلاتے ہیں بخلاف فاء تعقیب فالعاصفات فالفارقات کے کس لئے کہ وہ تعقیب ایک فعل کی دوسرے فعل کے لئے ہے نہ تعقیب قسم کیلئے گویا تین چیزوں کی قسم ہے اول نرم نرم چلنے اور سخت چلنے والی ہواؤں کی دوم پھیلانے اور فرق کرنیوالی ہواؤں کی سوم ذکر پہنچانیوالی ہواؤں کی۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے ایک قسم کی چیزیں مراد نہیں بلکہ متعدد پھر اسمیں کئی قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ پہلی چاروں چیزوں سے ہوائیں مراد ہیں اور پانچوں سے ملائکہ جو ذکر یعنی کلام الہی دنیا میں لاتے ہیں بعض کہتے ہیں اول دونوں صفات سے مراد ہوائیں ہیں اور اخیر تینوں سے ملائکہ۔ اور ملائکہ ہوا میں کمال مناسبت ہے لطافت کی وجہ سے قرائت کہتے ہیں کہ ان پانچوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں کہ اہل ایمان کے دل کو نرم کرتی ہیں اپے درپے نازل ہوتی ہیں کفار مشرکین پر آندھی کا اثر رکھتی ہیں اور آثار ہدایت و انوار سعادت کو جہان میں منتشر کرتی ہیں پھر اہل حق و باطل میں فرق ظاہر کر دیتی ہیں پھر ایمانداروں کے دل میں یاد خدا پیدا کرتے ہیں اگر عمل کیا تو حجت ہیں ورنہ خوف کا پیغام بعض نے ان سے حضرات انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہیں حضرت صوفیہ فرماتے ہیں کہ مرسلات عرفاً سے مراد دواعی و الہامات ربانیہ ہیں کہ سالک کے نفع کیلئے پے درپے اسکے دل پر وارد ہوتے ہیں اور عاصفات سے مراد جذب و کشش الہی کے جھونکے ہیں کہ اسکے دل کو جب ماسوائے اللہ سے اکھیڑ دیتی ہیں اور ناشرات سے مراد اشغال و اذکار ہیں کہ تمام جوارح میں انوار پھیلا دیتی ہیں اور فارقات سے مراد واردات الٰہیہ ہیں کہ وجود ماسوٰی کو فنا کر کے وجود حقیقی و مجازی میں فرق کر دیتے ہیں اور ملقیات ذکراً سے علوم و معارف ہیں جو بقا حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں محبت کے طریق سے جو عذر ہے یا خوف کے طریق سے جو نذر ہے

تفسیر اول

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۙ لِاَیِّ یَوْمٍ

پھر وہ کب ہوگا جبکہ ستارے ماند ہو جاویں گے اور جبکہ آسمان پھٹ جاویں گے اور پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جبکہ رسولوں کے لئے وقت مقرر کیا جاوے کس دن کیلئے

اُجِّلَتْ ۙ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۙ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۙ اَلَمْ نُهْلِكِ

دیر کیگئی فیصلہ کے دن کیلئے اور تو کیا جانے کیا ہے فیصلہ کا دن؟ خرابی ہے اسدن جھٹلانیوالوں کی کیا ہم نے پہلوں کو غارت

الْاَوَّلِیْنَ ۙ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ۙ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۙ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۙ

نہیں کر دیا۔ پھر ہم ان کے پیچھے پچھلوں کو لاتے ہیں ہم گنہگاروں سے ایسا ہی کرتے ہیں اسدن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

ترکیب۔ فاذا ہذہ وما بعدہا کلہا شرط جوابہا محذوف تقدیرہ بان الامر او فصل طمست یقال طمس للشی اذا درس و ذہب اثرہ نسفت یقال نسفت الشی والفسنۃ اذا اخذتہ بسرعۃ وقیل جعلت کالحب الذی ینسف بالمنسف قال المبرد نسفت قلعت من مواضعہا اقتت الہمزۃ بدل من الواو المضمومۃ وکل واو مضمومۃ لضمۃ لازمۃ یجوز ابدالہا بالہمزۃ وقد قری بالواو لای یوم اجلت الامور او الرسل الجملۃ استفہامیۃ والاستفہام للتعظیم والتعجب مقولۃ یقول مقدر ای یقال قیل ہو جواب لاذا والراجح انہا فی محل النصب علی الحال من الضمیر فی اقتت لیوم الفصل الجار متعلق باجلت والجملۃ بیان لما قبلہ ویل المبتدأ یومئذ نعت لہ او ظرف لہ للمکذبین خبرہ وقرت ہذہ الآیۃ فی ہذہ السورۃ عشر مرات علی تعداد منتہی الویل ثم نتبعہم الجمہور علی الرفع ای ثم نحن نتبعہم ولیس بمعطوف لان العطف یوجب ان یکون المعنی اہلکنا الآخرین بعد الاولین ولیس

تفسیر۔ یوم جزا کے واقع ہونیکی خبر دیکر اسکے علامات واسباب بیان کرتا ہے فقال فاذا النجوم طمست جبکہ ستارے بے نور ہو جاویں یا گھر جاویں اسی بات کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے اذا النجوم انکدرت کہ جب ستارے دھندلے ہو جاویں انکی روشنی جاتی رہے اور ایسا ہی ہوگا بھی اول بے نور ہو جاویں گے جسطرح بڑھاپے میں انسان کی تازگی جاتی رہتی ہے اسکے بعد گر پڑیں گے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے اذا الکواکب انتثرت جبکہ ستارے جھڑ جاویں گے یہ اسوقت ہوگا کہ جب انکا مدبر یا روح یا نفس یا فرشتہ موکل ان سے الگ ہو جاویگا جو انکو حرکت دے رہا ہے اور وہ الیسا ہے جیسا کہ بدن انسانی کیلئے روح یا نفس ناطقہ اسکا علیحدہ ہونا ہے کہ انکا مردہ اور بے نور ہو کر گر پڑنا ہے (دوسری علامت) واذا السماء فرجت اور جبکہ آسمان پھٹ جاویں۔ فلسفہ قدیم کے نزدیک آسمان اور ستاروں کا گرنا اور پھٹنا محال ہے۔ جن دلائل کے بھروسہ پر حکماء نے یہ کہا ہے انکا نقص علماء کلام نے ثابت کر دیا ہے۔ فلسفہ حال کے نزدیک آسمان کوئی چیز نہیں ایک فضاء وسیع ہے جسمیں ستارے اور ماہتاب لاکھوں کوسوں کے فاصلہ پر ایک خاص مدار پر حرکت کرتے ہیں اور مشتری الیاجل رفتار ہے کہ ایک گھنٹہ میں کئی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتا ہے اور یہ اجرام علویہ زمین سے کئی حصے بڑے ہیں اور زمین بھی ان کے رہنے والوں کو ایک چھوٹا ستارہ حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان کے نزدیک ان سب باتوں کا موجد و محرک مادہ ہے جس کو وہ قدیم کہتے ہیں جو نہ دکھائی دے سکتا ہے نہ کسی حس سے محسوس ہو سکتا ہے مگر جب الہامی عقل کی دوربین صفائی سے صحیح النظر ذرا بھی دیکھیگا تو فوراً المیان لے آئیگا یہ مادہ کا کام نہیں کیونکہ اگر مادہ ہی سب باتوں کی علت فاعلیہ ہے تو مادہ سب کا یکساں ہے پھر اس نے سب جگہ یکساں کام کیوں نہیں کیا اور سب کو ایک صورت کیوں نہیں دی اور پھر صورت اور مادہ دونوں غیر عقل و غیر مدرک ہیں ان میں اس نظام قائم کرنیکی کیا عقل کہ ہزاروں برسوں سے یہ کارخانہ چلا آتا ہے کوئی ستارہ دوسرے سے ٹکرا نہیں جاتا۔ اور غیر محسوس چیز کے تم قائل نہیں پھر قائل ہوئے تو کیوں نہیں دو چار قدم آگے بڑھکر یہ دیکھتے کہ وہ غیر محسوس سب کا موجد مادہ کا تقسیم کرنیوالا انہی صورتیں بنانیوالا خدا تعالیٰ ہے اور جس فضاء وسیع کو تم مانتے ہو وہی تو آسمان ہے یہ اور بات کہ لطافت کی

ف چھاج پھٹکنے والا امر

اول علامت قیامت

دوسری علامت قیامت

فلسفہ حال و قدیم کا رد

وجہ سے اس کا جسم کما ینبغی تم کو کسی دُوربین سے محسوس نہیں ہوتا نہ ہو گا پھر کیا یہ ناممکن ہے کہ وہ خالق ان ستاروں کو باہم ایک وقت ٹکرا کر چوراچورا کردے اور آسمان پھٹ جاوے؟ بیشک ممکن ہے

تیسری علامت۔ واذا الجبال نسفت کہ جب پہاڑ اُڑتے پھریں اور زمین سے اُکھڑ جاویں قیامت کے دن جو پہاڑوں پر واقعہ گذریگا اسکا قرآن مجید میں متعدد الفاظ میں بیان ہوا ہے ان سب کی مطابقت اس طور پر ہے کہ اوّل زلزلۂ عظیم کے سبب پہاڑ آپس میں ٹکرا کر چوراچورا ہو جاویں گے جیسا کہ فرمایا وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ پھر اس چورا ہونے کے بعد اس زبر زبر ہونے سے ریزہ ریزہ ہو جاویں گے جیسا کہ فرمایا وکانت الجبال کثیبا مہیلا اور فرمایا فکانت ہباءً منبثا پھر ہوا کی شدت اور تموج سے انکا غبار بادلوں کی طرح اڑتا پھرے گا۔ جیسا کہ فرمایا۔ وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب اور اس اُڑنے میں پہاڑوں کی رنگتوں کے سبب ایک رنگت سرخی نما معلوم ہوگی جیسا کہ فرمایا وتکون الجبال کالعہن المنفوش پھر زمین پہاڑوں سے صاف ہو جائیگی جیسا فرمایا ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ۔ یہ تینوں علامت نفخ صور کے بعد ہوں گی یہاں تک کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا اس کے بعد خدا تعالٰے ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریگا اور بنی آدم زندہ ہوں گے اور حساب کے لئے دربار قائم ہو گا اب اسوقت کے حالات فرماتا ہے فقال واذا الرسل اقتت اور جب کہ رسولوں کے لئے میدان حشر میں وقت مقرر کیا جائے تاکہ باری باری ہر ایک رسول اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی اُمت کی کوشش کرے ان سب شرطوں کا جواب جو لفظ اذا سے مذکور ہیں محذوف ہے جو قرینہ سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ کہ جب یہ باتیں ہوں گی تب وہ عہد پورا ہو جاویگا جو تم سے رسول حساب و کتاب آخرت کی بابت کرتے ہیں اور تم اپنی غفلت یا حب دنیا اور لذات و شہوات کی کوری سے انکار کرتے ہو۔

اس بیان کو سنکر بھی منکرین قیامت یہ کہتے تھے کہ پھر یہ کس دن کیلئے یہ دیر کی گئی ہے لای یوم اجلت کہ کسدن کیلئے ان باتوں کے آنے میں دیر کیگئی ہے کیوں ابھی نہیں ہو جاتیں؟ اسکے جواب میں فرماتا ہے لیوم الفصل کہ فیصلہ کے دن آنیکے لئے دیر کی گئی ہے جب وہ دن آئیگا تو یہ سب چیزیں واقع ہوں گی اور اس دن کی تاخیر کا راز ایسا نہیں کہ تمہاری ناقص سمجھ میں آجاوے اس مضمون کو اس آیت میں بیان فرمایا وما ادراک ما یوم الفصل کہ اے مخاطب تو اس فیصلہ کے دن کی حقیقت کیا جانے اور کیا کیا اسرار اسکی تاخیر میں ہیں؟ اور یوں بھی اس عالم کی تخریب اور بار دگر بنا تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر سمجھ میں آوے یا نہ آوے وہ دن مصیبت کا ضرور آنیوالا ہے جس میں ویل یومئذ للمکذبین اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ہو سکے تو کچھ اس کا بندوبست کرو۔

اعادہ ویل کی وجہ

واضح ہو کہ یہ جملہ اس سورۃ میں دس جگہ ارشاد ہوا ہے اسکی وجہ چند ہیں اوّل یہ کہ فصحائے عرب اپنے کلام میں چند جملوں کے بعد ایک خاص جملہ بولتے تھے پھر چند جملوں کے بعد اسی کا اعادہ کرتے تھے اور یہ جملے گویا اس کے اولہ متعددہ ہوتے ہیں جس سے مخاطب کے دل پر ہر بار اثر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ مخمس و مسدس میں ہر بار اخیر میں وہی مصرعہ یا شعر ذکر کیا جاتا ہے دوم یہ کہ ان منکرین قیامت کو دس وجہ سے اس روز مصیبت پیش آویگی ہر ایک وجہ کیلئے اس کلام کا اعادہ کیا گیا واضح ہو کہ انسان میں مبدء فیاض نے تین قوتیں رکھی ہیں جنکی اصلاح سے سعادت اور فساد سے شقاوت دارین نصیب ہوتی ہے۔ اوّل قوت نظریہ جس پر اعتقادات و ادراک صحیح کا مدار ہے کفار نے اس کو بگاڑ رکھا تھا کئی وجہ سے اوّل خدا کی

ذات پاک دائم اسکی صفات بیں بیہودہ خیالات پیدا کر رکھے تھے۔ سوم ملائکہ کرام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ہمارے کاروبار کرنے کو ہی مستقل مالک ہیں چہارم مرکر بار دگر جینے اور اعمال پر حساب ہو کر حشر میں جزاو سزا کے منکر تھے۔ پنجم مخلوقات کو قضا و قدرت میں شریک جانتے تھے ششم حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کا انکار اور ان کے اوامر عبادت و صلہ رحمی سے سرتابی تھے دوسری قوت شہویہ ہے اسمیں افراط اس درجہ تھی کہ بیاہم کی حد تک پہنچ گئے تھے اور تفریط بھی تھی کہ حلال اشیاء کو حرام جانتے تھے یہ دو وجہ ہوئیں تیسری قوت غضبیہ ہے اس میں بھی افراط یہاں تک تھی کہ ظلم و تعدی میں درندوں سے بڑھ کر تھے اور تفریط بھی یہاں تک تھی کہ محارم الٰہیہ اور اسکی گستاخی میں دست درازی کرنے والے پر غصہ تو کیا جوں بھی کان پر نہیں چلتی تھی۔ یہ بھی دو وجہ ہوئیں پس یہ دس سبب ان میں ایسے تھے کہ جن میں سے ہر ایک کیوجہ سے ویل کے مستحق تھے اور اسی لئے قیامت میں ہر ایک سبب کے بدلے ایک قسم کا عذاب ہو گا اس لئے دس بار یہ جملہ آیا یا یوں کہو کہ اس طرح سے ویل ہو گا خواہ اس کا سبب ایک ہو یا متعدد ۔

واضح ہو کہ ان کے دس عذاب مذکورہ بالا میں سے بعض کا بیان ذکر ضمنی کر کے اسکا جواب دینا ہے۔ چنانچہ قیامت کی بابت انکو سخت انکار تھا اور کہتے تھے کہ بھلا یہ تو دیکھا اور سنا بھی گیا ہے کہ ایک حادثہ ایک مکان یا شہر یا خاندان پر آیا اور وہ برباد ہوا مگر یہ نہیں کہ تمام دنیا اور آسمان و زمین سب ایک بار برباد ہو جاویں اسکا جواب یہ ہے الم نہلک الاولین کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کر دیا ہے؟ اپنے سے سو دو سو برس پہلے کے لوگوں کو خیال کرو اور ان کے اسباب معاش اور مکانوں کو بھی غور کرو اس تمامی دنیا میں اب کوئی ایک بھی باقی ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں پھر یہ سب مخلوق فنا ہو گئی یا نہیں اور اسی طرح تمہارے بعد آنیوالے اور تم فنا ہو جاؤ گے ثم نتبعہم الآخرین ان کے پیچھے لگاتے ہیں ہم فنا ہونے میں پچھلوں کو کہ پچھلے قرون بھی یوں ہی ہلاک ہو گئے کذلک نفعل بالمجرمین یہاں تک کہ پچھلے قرنوں میں قریب قیامت کے کوئی نیک بندہ باقی نہیں رہیگا جو قیامت برپا ہونے میں حاجب ہو سب بدکار اور گنہگار ہی رہجاوینگے جسطرح کہ پہلے اور بعد کے قرنوں کو ہمنے فنا کر دیا یکبارگی انکو بھی ہلاک کر دینگے صور پھونکنے سے بس یہی سلسلہ قیامت کا ہے جس کا ایک سرا اب بھی موجود ہے اور پہلے سے چلا آتا ہے پھر اس میں شک و شبہ کی کیا بات ہے ۔

ان آیات میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اے کفار قریش تم اپنے زور و زر پر غرور کر کے کیوں حکم آسمانی کا مقابلہ کرنے ہو کیا تم نے نہیں سنا کہ ہمنے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے بھی زیادہ قوت و شوکت میں تھے عاد کا حال تم کو معلوم ہے اور ان کے بعد میں ہمنے پچھلوں کو ہلاک کیا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم نے قوم ثمود کو ہلاک کیا اور قریات لوط علیہ السلام کو الٹ دیا ہماری عادت ہے کہ مجرموں کیساتھ الیسا ہی کیا کرتے ہیں پھر تم کیا چیز ہو جو اس سرکشی اور مقابلہ میں ہمارے سامنے ٹھیر وگے؟ اس میں ان کفار قریش کو اور ان جیسے اور بدکاروں کو رب العلمین کی طرف سے ایک اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو لرزنا چاہئے کوئی بدکار قوم دنیا میں ہلاکت کی سزا سے نہیں بچی ہے اور اب بھی اس کا یہ قانون برابر جاری ہے۔ اسدن سے پہلے ہر عاقل کو درست ہو جانا چاہئے کس لئے کہ اگر وہ روز آگیا تو پھر ویل یومئذ للمکذبین اس روز اس دن کے جھٹلانے اور اس سے غافل رہنے والوں کو خرابی ہے۔ وہ کیا؟ عذاب الٰہی جسمیں نئی قسم کا دکھ ہو گا ۔

أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

کیا ہم نے تم کو ایک بیقدر پانی کی بوند سے نہیں بنایا پھر اس کو ایک محفوظ جگہ (رحم) میں رکھا ایک اندازہ معلوم تک تو ہم نے اندازہ کیا پھر ہم کیا ہی اچھے اندازہ کرنے والے ہیں خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کیلئے سمیٹنے والی نہیں بنایا اور اس میں اونچے پہاڑ گاڑ دیئے اور تم کو میٹھا پانی پلایا اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے

ترکیب

الی قدر الجار متعلق بجعلنا بمعنی اثبناہ فقدرنا قرا نافع وعبداللہ بن عامر بالتشدید والباقون بالتخفیف علی الاول من التقدیر اندازہ کردن وعلی الثانی من القدرۃ کفاتا قیل ہو جمع کافت کالصیام والصیام وقیل مصدر مثل کتاب وحساب والتقدیر ذات کفت ای جمع ومعنی الکفت فی اللغۃ الضم والجمع یقال کفت الشیء اے ضممتہ ویقال جراب کفیت وکفت اذا کان لا یضیع شیئا مما یجعل فیہ وقال صاحب الکشاف ہو اسم ما یکفت کقولہم الضمام والجماع لما یضم ویجمع احیاء وامواتا منصوبان اما علی انہما مفعول کفاتا اے الم نجعل الارض کفات احیاء واموات فاذا نون نصب ما بعدہ واما علی انہما المفعول الثانی لجعلنا اے جعلنا بعض الارض احیاء بالنبات وکفاتا علی ہذا حال واما علی انہما حالان من الارض او من الضمیر بتقدیر تکفتکم احیاء وامواتا شامخات الرواسی الثوابت والشامخ الطوال وکل عال فہو شامخ۔

تفسیر منکرین حشر ونشر کا زیادہ انکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا کہ آخر وہ مر کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اس کے اجزاء بدن منتشر ہو جاتے ہیں پھر انکا باہم جمع کرنا اور یکے از اول اس قالب میں سیکڑوں ہزاروں برس کے بعد جان ڈالنا اور اسکی زندگی چند روزہ کے حالات افعال و اقوال یاد دلانا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً قرآن کہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ان کی قوت نظریہ کے فساد کو جس کا منشا غلط فہمی تھا انسان کی ابتدائی حالت سے ثابت فرماتا ہے اور اس ابتدائی حالت پر انکو یقین تھا اور ہونا بھی چاہیے اور سب کو یقین ہے۔ فقال الم نخلقکم من ماء مہین کہ کیا ہمنے تمکو اے بنی آدم ذلیل اور بیقدر اور بدبودار پانی سے نہیں بنایا یعنی منی سے؟ اسکو سب مانتے ہیں اور مسلم الثبوت بات ہے کہ انسان کی آفرینش منی سے ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ منی کن کن غذاؤں سے بنی ہے اور کس طرح سے کس حکیم مطلق نے انسان کے تمام عضووں اور متعدد استحالوں کے بعد یہ قطرہ بنا کر اس کے محل میں تیار رکھا ہے پھر دوسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ اس قطرہ میں تمام وہ قوتیں ودیعت رکھی گئی ہیں جو اس سے بننے والے شخص میں ہونگی اور تمام اجزاء انسانیہ کا بھی مادہ اسی ایک چیز مساوی الحقیقت والصورۃ میں رکھا ہوا ہے کوئی حکیم دانش مند تمیز نہیں کر سکتا کہ اس قطرہ کے کونسے حصے سے سر بنیگا کس سے دل کس سے جگر تیسری بات حیرتناک یہ ہے فجعلناہ فی قرار مکین کہ ہمنے اپنی قدرت کاملہ سے اس نطفہ کو ہوا خارجی اور تغیرات داخلی سے بچا کر مرد کے آلہ تناسل کے محفوظ نل سے اسکے ٹھیرنے کی جگہ عورت کے رحم یا بچہ دان میں پہنچایا اور وہاں کس حکمت بالغہ سے رکھا کہ جس سے بڑے بڑے حکیم حیرت میں ہیں رحم کی تشریح اور اس کے انثیین کی حالت اور اسکے نلیوں کی کیفیت اور انمیں نطفہ کا جا کر نئی نئی صورتیں پیدا کرنا اور اسمیں اعضاء اور دیگر چیزیں نمودار ہونا اور انمیں قوتوں کا رکھا جانا جو کتب طب قدیم وجدید میں مذکور ہے اسکے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے چوتھی بات حیرتناک یہ ہے الی قدر معلوم اسکو اس رحم میں ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کمتر چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس اور بعض کے نزدیک چار برس اور کثیر الوقوع نو مہینے ہیں چونکہ یہ مدت مختلف ہے اسلئے عام وشامل لفظ بیان فرما دیا ایک خاص مدت کا نام نہیں لیا۔

انسان کی ابتدائی حالت سے حشر پر استدلال

پھر اس مدت میں ہمنے اسکے اعضا بنائے اور اسکی تکمیل کے تمام اسباب جمع کیئے اور ان سب باتوں کے کرنے پر ہم قادر ہوئے فقدرنا فنعم القادرون پھر دیکھو ہم کیسے قادر ہیں جب وہ کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ کے زور سے اسکو کشاں کشاں اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے پھر جب یہ ثابت ہوا کہ ہم بڑے قادر ہیں اور ہماری بے انتہا قدرت کا تم نمونہ دیکھ چکے تو کیا اس کے اجزائے متفرقہ کو جمع کر کے بار دگر اس میں روح پھونکنے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہیں۔ تم کوتاہ بینوں ابتدائی حالت پر انتہائی کا قیاس کیوں نہیں کرتے؟ پھر کس لئے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی انسانی تکمیل کا تتمہ ہے کہ جسطرح اسکو اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے اور وسیع جگہ میں رکھا اسیطرح یہ جہان اس دوسرے جہان کی نسبت ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کی نسبت جسطرح حمل کی حالت کا تصور حمل میں نہیں معلوم ہوتا بلکہ باہر آنے کے بعد اسی طرح تم اس دنیا کے پیٹ میں حمل کی حالت میں ہو یہاں کا تصور بھی یہاں نہیں معلوم ہوتا بلکہ اس حمل سے باہر آنیکے بعد معلوم ہوگا۔ یعنی دوسرے جہان میں صرف اتنا فرق ہے کہ حمل مادری میں تم کو اپنی تکمیل کی قدرت نہ تھی اس حمل دنیاوی میں تمکو قدرت دی ہے پھر جیسے اعمال و اقوال بد اور عقائد فاسدہ کے قصور رہیں گے اس جہان میں ویل یومئذ للمکذبین اس فیصلہ کے دن ان ناقصوں کی خرابی ہوگی جو اس دن کو جھٹلاتے ہیں ؎

ف بعض علماء نے لفظ قدرنا کو تشدید سے پڑھا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ حالت حمل میں اندازہ کیا یعنی اسکے اعضا ظاہر یہ اور قوی باطنیہ کو ایک خاص اندازہ پر بنایا نہ دنیا کے کاریگروں کی طرح کچھ مصالح اندازہ سے بچ رہا ہو یا اس مصنوع میں کوئی کمی رہ گئی ہو اور یہ بھی معنی ہیں کہ رحم میں ٹھیرنے اور تکمیل کر کے باہر آنیکا زمانہ جو ہمنے اندازہ کر لیا تھا اسمیں وہ تکمیل ہوگئی جیسی شکل جیسا قد بنانا تھا بنا دیا اور پردے سے باہر لے آئے۔ یہ تو حمل مادری میں اسکا قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان ہی کی آفرینش سے متعلق تھا جسمیں غور کرنا اپنی ذات سے خدا کا پہچاننا ہے جیسا کہ عرفاء کہتے ہیں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا کہ میں کیا تھا اور کیونکر بنا اس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا کس لئے کہ مصنوع سے صانع کا علم آنا لازمی بات ہے اور ان دلائل کو دلائل النفس کہتے ہیں اسکے بعد حمل دنیاوی میں جو کچھ انسان اسکی قدرت کے نمونے دیکھتا ہے اور نہ صرف وہ اسکی قدرت بے انتہا کے نمونے ہی ہیں بلکہ اسنے حمل دنیاوی میں جو کچھ انسان کی پرورش بھی ہوتی ہے اور اسکے لئے رحمت ہیں انکو ذکر کرتا ہے اور ان دلائل کو دلائل آفاق کہتے ہیں فقال الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا کہ کیا ہمنے زمین کو تمہارے لئے سمیٹنے والی اور جگہ دینے والی نہیں بنایا؟ زندوں کے لئے بھی اور مُردوں کے لئے بھی یعنی زمین میں وہ صلاحیت رکھی کہ جس سے تمہاری معاش اور بود و باش کا زندگی میں کام چلتا ہے اور مرنیکے بعد اسمیں دفن ہوتے ہو یا یوں کہو زمین تمہارے اسباب معاش اور بود و باش کیلئے ہم نے بنا دی ہر سبزی کی حالت میں بھی اور اسکی خشکی کی حالت میں بھی۔ زمین سرسبز کو زندہ سے اور خشک کو مُردہ سے تعبیر کیا ہے قرآن میں احیا الارض بعد موتہا وجعلنا فیہا رواسی شامخات اور اس زمین میں ٹھیرے ہوئے بلند پہاڑ بنائے جن کے منافع بے شمار ہیں از انجملہ یہ ہے واسقینٰکم ماء فراتا کہ پہاڑوں سے شیریں پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہیں ندیاں بنکر بہتے ہیں جنکا پانی پی کر انسان زندگی بسر کرتا ہے اور یوں بھی بارش اور کنوؤں کے ذریعہ سے شیریں پانی پلاتا ہے اب ان میں سے ہر ایک چیز کی قدرتی بناوٹ اور ان کے منافع میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس قادر حکیم کا کام ہے جو بار دگر دنیا کو فنا کر کے قائم کر سکتا ہے پھر ان نا شکروں کے لئے ویل یومئذ للمکذبین خرابی ہے انکو جو اس کی قدرت اور نعمت کو جھٹلاتے ہیں ؎

دوسری دلیل حشر پر

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۭ اِنَّهَا

(کہا جاویگا) جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اسکی طرف چلو اس سایہ کی طرف چلو کہ جس کی تین شاخیں ہیں جو نہ سرد سایہ ہے اور نہ تپش سے بچاتا ہے وہ (آگ)

تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۚ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۭ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۚ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۙ وَلَا يُؤْذَنُ

بڑے بڑے انگارے پھینک رہی ہے جیسا کہ زرد اونٹ خرابی ہے اسدن جھٹلانیوالوں کی یہ وہ دن ہے کہ جسمیں بات بھی نہ کر سکیں گے اور نہ ان کو

لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۚ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۚ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

عذر کرنے کی اجازت ہوگی خرابی ہے اسدن جھٹلانیوالوں کی یہ ہے فیصلہ کا دن کہ جسمیں تم کو اور تم سے پہلوں کو اکٹھا کر لیا پھر اگر تمہارا کوئی داؤں ہے

فَكِيْدُوْنِ ۚ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۧ

تو مجھ پر چلاؤ خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کی

ع ۲

ترکیب۔ ذی ثلث شعب نعت لظل وکذا الاظلیل نعت لہ بشرر قرء الجمہور بفتح الشین وقری ابن عباس وابن مقسم بشرار بکسر ہا مع الف بین الرائین قال الواحدی شررۃ شرر وشرارۃ وہو ما تطایر من النار متبددا الی کل جہۃ واصلہ من شررت الثوب اذا اظہرتہ وبسطتہ للشمس والشرار ینبسط تبددا کالقصر فیہ قولان الاول ان المراد منہ البناء المسمی بالقصر والثانی انہا جمع قصرۃ ساکنۃ الصاد کتمرۃ وتمر وجمرۃ وجمر قال المبرد یقال للواحد من الحطب الجزل الغلیظ قصرۃ والجمع قصر عن ابن عباس قال ہو خشب کنا ندخرہ للشتاء نقطعہ وکنا نسمیہ القصر وہذا قول سعید بن جبیر ومقاتل والضحاک قرء الجمہور باسکان الصاد وقری بفتحہا وہو جمع قصرۃ وہی اصل النخلۃ والشجرۃ جمالات قرء حمزۃ والکسائی وحفص جمالۃ جمع جمل والجمہور جمالات بکسر الجیم وہی جمع جمال وہی الابل اوجمع جمالۃ وقرء ابن عباس جمالات بضم الجیم وہو قراءۃ یعقوب ولہ وجوہ منہا انہا من الشئ المجمل یقال اجملت الحساب وجاء القوم جملۃ ای مجتمعین والمعنی ان الشررۃ ترتفع کانہا شئ مجموع غلیظ اصفر ہذا قول الفراء ہذا مبتداء یوم لاینطقون خبرہ وقری بفتح المیم فہو منصوب علی الظرفیۃ ولایؤذن لہم معطوف علی الخبر فیعتذرون فی رفعہ وجہان احدہما انہ نفی کالذی قبلہ والثانی انہ مستانف وقیل اصلہ فیعتذروا لکن زیدت النون لتوافق رؤس الآیات فان کان لکم شرط فکیدون بحذف الیاء الجملۃ جواب۔

تفسیر۔ دلائل النفس و آفاق سے قیامت کا برپا ہونا ثابت کر کے اسکے بعد قیامت میں جو کچھ منکرین کی حالت ہوگی جسکو کئی بار بلفظ ویل تعبیر کیا تھا اس کو بیان فرماتا ہے فقال انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون کہ منکرین کو قبروں سے اٹھانے کے بعد جبکہ آفتاب کی تپش کے مارے دماغ ابلتے ہونگے اور ایماندا روں کے لیے عرش کا سایہ ہوگا۔ دران کے لئے نہ ہوگا اور یہ حیرت و شدت میں ہول گے فرشتے یوں کہیں گے چلو اس چیز کی طرف جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے وہ کیا؟ حساب اور اعمال بد پر عذاب ثواب۔ چلو اس کو دیکھ لو یہ سن کر نہایت گریہ وزاری سے کہیں گے کہ ہر دست ہم کو سایہ ملے کچھ تو اس بلا سے نجات پاویں فرشتے کہیں گے۔ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب چلو اس سایہ کی طرف جس کی تین شاخیں نمودار ہیں وہ دور سے سایہ نمودار ہوگا وہاں آویں گے تو کچھ اور ہی پاویں گے وہ کیا؟ لا ظلیل ولا یغنی من اللہب نہ در اصل سایہ ہے کہ جس میں ٹھنڈک ہو اور نہ پیر دتی تپش اور لو کے دفع کرنے میں کار آمد ہے۔ پھر وہ کیا ہے؟ جہنم کا دہواں ہے اور جب دہواں گرم اور بہت ہوتا ہے اور اسکا لقمہ اٹھتا ہے تو اوپر سے اس کی کئی شاخیں ہو جایا کرتی ہیں کچھ ادہر کچھ ادہر اسی سایہ کو سورۂ واقعہ میں یوں بیان فرمایا ہے وظل من یحموم لا بارد ولا کریم کہ وہ سیاہ دہوئیں کے سایہ میں ہونگے جو نہ ٹھنڈا ہے نہ انہیں کوئی آرام ہے۔

علماء فرماتے ہیں اس دھوئیں کی ایک شاخ انکے داہنے ایک بائیں ایک سر پر محیط ہوگی یعنے ہر طرف سے گھیر لیگا اور سراس کا علماء نے یوں ارشاد کیا ہے کہ عالم مثالی میں ان کے اعمال فاسدہ و عقائد باطلہ جس کی تاریکی میں ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ دھوئیں کی صورت میں ظاہر ہوں گے انسان کے اندر تین لطیفے غیبی ہیں ان کی اصلاح جماعت ملائکہ میں ملا دیتی ہے اور فساد سے شیاطین کے زمرہ میں ملجاتا ہے اول جو بائیں طرف ہے منجملہ اس کے فساد کے ایک یہ ہے کہ قوت غضبیہ حد سے بڑھ جاوے اور ظلم و تعدی کرنے لگے اس لئے ایک دھواں اسجانب سے نکل کر محیط ہوگا دوم جگر جو داہنی طرف ہے اس کے فسادوں سے ایک یہ ہے کہ قوت شہوانیہ بڑھ جاوے اور فسق و فجور میں ڈوب جاوے اسلئے ایک دھواں اس طرف سے نکل کر محیط ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام قوای شہوانیہ کا خزانہ اور جڑ جگر ہے کس لئے کہ خون یہیں بنتا ہے اور اس سے تمام جگہ پھیلتا ہے اور انسان کی قوت اکل و شرب جماع کا دارومدار اسی خون پر ہے بدن میں خون ہے تو سب کچھ سوجھتی ہے سوم دماغ جو قوت ادراکیہ کا چشمہ ہے اگر یہ خراب ہوگیا اور اوہام باطلہ اور عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوا تو تیسری شاخ دھوئیں کی اسیں سے نکل کر محیط ہوگی یا یوں کہو کہ حس و خیال و وہم ہی روح کو انوار قدس سے متور ہونے میں مانع ہیں اور ہر ایک کی ان تینوں میں سے ایک ایک ظلمت ہے اسلئے ہر ایک ظلمت دھوئیں کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ صوفیہ کرام کے نزدیک قوت غضبیہ و شہویہ دونوں کا منشا اول ہے مگر غضب اس کی داہنی جانب سے اور شہوت بائیں سے تعلق رکھتی ہے اس لئے کہتے ہیں کہ قوت غضبیہ کا دھواں دائیں جانب سے اور شہوانیہ کا بائیں سے احاطہ کریگا۔

یہ دھواں حساب سے فارغ ہونے تک محیط رہیگا اس کے بعد جہنم میں ڈالدیے جائیں گے۔ اور جہنم کے کنارے پر کھڑے کر کے ان سے حساب لیا جائیگا۔ بعض کہتے ہیں یہ کیفیت جہنم میں پیش آئے گی اس کے بعد جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے جہاں سے یہ دھواں اٹھتا ہوگا فقال انھا ترمی بشرر کالقصر کہ جہنم سے محل جیسے چنگاریاں اڑیں گی۔ قصر کے معنی میں علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔ اول تو یہی کہ قصر سے مراد محل ہے یعنی بڑا مکان جس کی جمع قصور ہے دوم یہ کہ قصرہ کی جمع ہے اور قصرہ لکڑیوں کے انبار کو کہتے ہیں جو جلانے اور تاپنے کے لئے رکھی جاتی ہیں ابن عباس سے اس کے جو کسی نے معنی پوچھے تو انہوں نے بھی یہی بتایا کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کم یا زیادہ لکڑیوں کو جمع کرتے اور اسکو قصرہ کہا کرتے تھے (رواہ البخاری) اس لئے یہ معنی ہوں گے کہ اس قدر بڑی چنگاریاں باہر پھینکیں گی جیسا کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ قصر درخت کے تنہ کو کہتے ہیں اور سعید بن جبیر و ضحاک کہتے ہیں بڑے درخت کے تنہ کو قصر کہتے ہیں ایسی چنگاریاں اڑیں گی جیسے کہ بڑے درخت کا تنہ کہ جیسے وہ قائم ہوتا ہے کانہ جمالۃ صفر وہ شرارہ یعنی چنگاریاں گویا زرد اونٹ ہیں کہ قطار میں ایک کے بعد دوسرا چلا آتا ہے چنگاریوں کو زرد اونٹوں سے کئی باتوں میں تشبیہ دی گئی ہے اول رنگت میں پے در پے جلد جلد ایک کے بعد دوسرے کے آنے میں۔ چنگاریاں جو جہنم سے اڑیں گی آگ ہوں گی اور آگ روشن زرد ہوتی ہے اور ایک کے بعد دوسری آوے گی لگاتار جیسا کہ قطار میں ایک اونٹ کے بعد دوسرا متصلاً آتا ہے۔ اور بڑے بھی ایسے ہوں گے جیسا کہ اونٹ اور یہ بھی ہے کہ اس قسم

جسامت کی چنگاریاں گول نہیں ہوتیں بلکہ لمبی اور آگے سے پتلی اس حالت میں اس کی نوک کو اونٹ کی گردن سے اور باقی کو جسم سے پوری تشبیہ ہے۔ بخاری میں ابن عباسؓ کا قول منقول ہے کہ جمالات سے مراد حبال السفن کشتی کے رسّے ہیں تجمع حتی تکون کاوساط الرجال جو باہم ملائے جانے سے اونٹ کی دربیانی کاٹھی کے برابر ہو جاویں۔ اور بھی اس کے معنی علماء نے بیان کئے ہیں اول تقدیر پر جمالۃ جمل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اونٹ اور ت تاکید کیلئے زیادہ کر کے جملۃ بھی کہتے ہیں۔

زرد اونٹوں سے چنگاریوں کی تشبیہ دینے کی وجہ

چنگاریوں کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور یہی لطیفہ ہے کہ وہ کفار کہ کو دنیا میں بڑی حسرت دنیا اور اس کے تجملات کی تھی اور آرزو کرتے تھے کہ سفر میں بھی ہمارے خیمے اور سامان عیش اونٹوں پر لد کر ساتھ چلا کریں ان کی یہ حسرت اس روز ان چنگاریوں کی شکل میں ظاہر ہوگی جو زرد اونٹوں کی قطار سے مشابہ ہوں گی اور زرد اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مرغوب ہے گویا یہ دکھایا جاوے کہ لو تمہارے سایہ کرنے کے سامان لے کر یہ زرد اونٹ جہنم سے قطار باندھے نکل رہے ہیں لو آموجود ہوئیں ہیں تمہارے لئے سفری اور حضری دونوں قسم کا سایہ ہے پھر جب ان کو اونٹوں کی قطار کا دھیان آوے گا تو کیسی حسرت ہوگی اور روح کو دو گنا عذاب ہوگا۔ نعوذ باللہ منہا۔ اس لئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اس روز جھٹلانے والوں کی خرابی ہے کہ ایک تو سایہ کی جگہ جہنم کے گرم دھوئیں کا سایہ جس میں جی بھی گھٹے اور ٹھنڈک بھی نہ ہو دوسرے یہ کہ بوچھاڑ کہ جن سے مفر نہیں ہیٹھ وکمر او پر گر رہی ہیں۔ تیسرے ان چنگاریوں کی قطار سے زرد اونٹوں کی قطار کا دھیان آنا یہ کیا کم خرابی ہے نعوذ باللہ منہا۔

ایسی مصیبت جانگداز کے وقت خلاصی کی یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ چرب زبانی سے انکار کرے یا عذر و معذرت کرے سو یہ دونوں باتیں بھی وہاں ان کو میسر نہ آویں گی کس لئے کہ ہذا یوم لا ینطقون یہ وہ دن ہوگا کہ جس میں اس وقت بات نہ کر سکیں گے حیرت و دہشت میں بدحواسی ہوگی۔ چرب زبانی و انکار بھی منہ سے نہ نکلے گا سن ہو جاوے گا۔ ولا یؤذن لہم فیعتذرون اور نہ ان کو عذر و معذرت کی بھی اجازت ہوگی یہ ایک اور خرابی ہوگی اس لئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اس دن جھٹلانے والوں کی یہ ایک اور خرابی ہوگی۔ قرآن مجید میں اس موقع پر کافروں کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت نہ ملنا مذکور ہے۔ مگر دوسری جگہ یوں آیا ہے ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون تم قیامت میں اپنے رب کے پاس جھگڑو گے اور بہت

اشکال

آیات ہیں جن میں کفار کا کلام کرنا روز قیامت ثابت ہے اس کا جواب ابن عباسؓ نے یوں دیا ہے کہ

جواب

قیامت کا دن ایک بڑا دن ہزاروں برس کے برابر ہوگا کلام نہ کرنا کسی خاص وقت اور خاص جگہ میں ہوگا اور کرنا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ میں اس لئے کچھ منافات نہیں۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ کلام کرنے سے مراد اور عذر کرنے سے مراد معقول کلام اور معقول عذر کرنا ہے۔ سو وہ میسر نہ ہوگا۔ رہی بکواس سو وہ دراصل کلام اور عذر نہیں اس لئے منافات نہیں اب ایک اور مصیبت ہے کہ ہذا یوم الفصل یہ دن فیصلہ کا ہے اور فیصلہ کے وقت مجرم کو مہلت نہیں دی جاتی کہ چند

لذت کو بہ بلا مل جاتی۔ دوم فصل کے معنی فرق کے بھی ہیں کہ نیک بدوں میں جدائی کردیجائیگی وہ ان سے جدا یہ اُن سے جدا اب یہ بھی توقع جاتی رہی کہ ان بزرگواروں سے شفاعت کرائیں اور انکی عرض و معروض پر رستگاری ہوجاوے۔ تیسری مصیبت جمعنٰکم والاولین کہ ہم نے تمہیں اور پہلوں سب کو جمع کرلیا اب یہ روسیاہی اور ذلت تمام خلائق اولین وآخرین کے سامنے ہوگی اور نیز معاصروں سے قرابت و محبت کے رشتے منقطع ہوں گے اسی طرح اگلے بھی جن سے رشتہ قرابت وعقیدت تھا جدا ہوجاوینگے۔ اب یہ بھی اُمید نہیں کہ حضرت آدم وحضرت نوح وحضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہم السلام کچھ عرض کرینگے کس لئے کہ ان میں اور اُن میں بھی جدائی ہوجاویگی مصیبت کیوقت ایک یہ بھی ارمان ہوا کرتا ہے کہ گذشتہ ناموروں کو جن کی جناب میں عقیدت ہوتی ہے یاد کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر وہ ہوتے تو مشکل کشائی ہوجاتی ہم فلاں بزرگ کو پوجتے تھے اگر وہ ہوتے تو یوں کرتے اور اس لئے اب بھی بوقت مصیبت ہر قوم کے مشرک اپنے اپنے معتقد علیہم کو پکارتے ہیں ہنود کہتے ہیں یا ہنومان مدد بھیروں کی دہائی علیٰ ہذا القیاس یہودی اور پارسی اور نصاریٰ خصوصاً رومن کیتھولک بھی پکارا کرتے تھے اور عرب کا تو تمام دستور تھا سینکڑوں معبود تھے بوقت مصیبت انہیں کو پکارتے تھے اور جہلاء اہل اسلام بھی بزرگان دین ہی کو پکارا کرتے ہیں صبح وشام اُٹھتے بیٹھتے یہی ورد رہتا ہے اللہ جل شانہ سے جانے کیا بدگمانی ہے اس کی دہائی اور اس کے شریک نام کو کم پکارتے ہیں فرماتا ہے اس روز وہ بھی سب جمع ہوں گے فان کان لکم کید فکیدون اگر اُن کی مدد سے کچھ داؤں کرسکتے ہو یعنی ہمارے عذاب کو ٹال سکتے ہو تو ٹالو اور مجھ سے داؤں کرو اور کوئی حیلہ باقی نہ چھوڑو مگر کیا کرسکینگے وتقطعت بہم الاسباب ان کے سب وسائل منقطع ہوجاویں گے پھر اس وقت ویل یومئذ للمکذبین جھٹلانے والوں کی ضرور خرابی ہوگی۔

اس خرابی سے بڑھ کر اور کیا خرابی ہوگی کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی تمام اُمیدیں منقطع ہوگئیں تمام دنیا میں عمر بھر جن کو پکارتے اور ان کی پرستش کرتے تھے آج ان کی طرف منہ بھی نہیں کرتے اور ان کی بات بھی نہیں سنتے پھر کبھی حسرت ہے اور کبھی غصہ ہے کہ ناحق حق وعلا کو چھوڑ کر ہم نے ان کی پرستش کی آج تو سوائے اس کے اور کسی کی بھی سلطنت اور حکومت نہیں دکھائی دیتی اور اس سے دنیا میں کچھ بھی واسطہ نہ رکھا نہ اسکو کامل قاضی الحاجات سمجھا نہ قادر مطلق جانا۔ اس کی طرف سے غافل رہنے کی جو کچھ حسرت ہوگی وہ بھی ایک روحانی عذاب ہوگا جس کو لفظ ویل حاوی ہے۔

ف بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت فان کان لکم کید فکیدون ممکن ہے کہ دنیا میں رسول کی طرف سے ہو کفار کے لئے کہ یہ بات ہونیوالی ہے اب میں نے تم کو مطلع کردیا اگر تم ناخوش ہو تو جو تم سے میرے لئے مکر وفریب ہوسکے کرلو مگر پہلے معنی چسپاں زیادہ ہیں کس لئے کہ قیامت میں جب حقوق العباد کی بابت کفار سے مطالبہ ہوگا تو ان سے کہا جاویگا جو کچھ دنیا میں تم حیلہ بازی اور مکر سے حق تلفی کیا کرتے تھے تو اب کرلو یہاں کوئی حیلہ بازی نہ چلے گی۔

لہ یہ کافروں اور مشرکوں کے لئے ہے مگر ایمانداروں کے لئے بزرگان دین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جو رحمت الٰہی کا مظہر ہے اس سے باطل نہیں ہوتی وہ ضرور ہوگی اور وہ دوسری بات ہے ۱۲ منہ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

بیشک پرہیزگار ٹھنڈی چھاؤں اور چشموں اور دلپسند میووں میں ہوں گے (کہا جاویگا) تو مزے سے کھاؤ پیو یہ جزا ہے ان کاموں کی جو تم کیا

تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا

کرتے تھے نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں خرابی ہے اسدن جھٹلانیوالوں کی (اے کفار) کھاؤ اور برت لو

قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝

تھوڑے دنوں کیونکہ تم مجرم ہو خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

ترکیب

ان اسمہا المتقین فی ظلال خبرہا وعیون وکذا فواکہ عطف علی الخبر ومما یشتہون من بیانیہ یا موصولہ یشتہون صلتہ والعائد محذوف اے یشتہونہ والجملۃ مجرور بمن وہی متعلقۃ بمحذوف نعت لفواکہ ۔ کلوا واشربوا ۔ فی محل الحال من ضمیر المتقین فی الخبر بتقدیر القول اے مقولا لہم کلوا واشربوا ۔ ہنیئاً منصوب علی انہ صفۃ مصدر محذوف اے اکلا ہنیئاً وشربا ہنیئاً دہن، گوارشدن طعام وشراب یقال ہنئت الطعام ای تہنئت بہ ومنہ قولہ تعالیٰ فکلوہ ہنیئا مریئا من باب فتح یفتح وکرم یکرم ۔ من الصراح، بما الباء للسببیۃ کلوا وتمتعوا قلیلا اے زمانا قلیلا الجملۃ حال من المکذبین اے الویل ثابت لہم فی حال ما یقال لہم کلوا وتمتعوا ایذانا بانہم فی الدنیا کانوا احقاء بان یقال لہم ذلک وعلل ذلک بکونہم مجرمین دلالۃ علی ان کل مجرم مالہ الا الاکل والتمتع الا ایاما قلائل ثم الخلود فی العذاب ابدا ویجوز ان یکون کلاما مستانفا خطابا للمکذبین فی الدنیا من الکشاف ۔

تفسیر

اب ایک اور مصیبت کفار پر پیش آویگی وہ یہ کہ ان المتقین فی ظلال وعیون وفواکہ مما یشتہون پرہیزگار ایماندار اس روز ٹھنڈی چھاؤں میں ہونگے برخلاف اس کے کفار گرم دھوئیں کی چھاؤں میں ہوں گے اور وہ آتش دوزخ کی چنگاریاں میں جلتے ہوں گے مگر ایماندار اس کے بدلے چشموں میں نہاتے پانی پیتے عیش کرتے ہوں گے کفار کو زقوم اور پیپ اور لہو کھانے کو ملیگا یا غصہ اور غم مگر ایمانداروں کے لئے میوے ہوں گے اور میوے بھی وہ کہ جنکو دل چاہیگا وہی حاضر ہوں گے اور کفار کو لعنت ملامت ہوگی برخلاف ان کے ایمانداروں کو یہ کہا جاویگا کلوا واشربوا ہنیئاً بما کنتم تعملون کہ خوب کھاؤ پیو مزے کرو اپنے ان نیک عملوں کے بدلے جن کو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یہ کلمہ الیسا ہے جیسا کسی معظم و مکرم مہمان کو کہا جاتا ہے کہ کھائیے ہر چند تمہارے اعمال نیک چند روزہ تھے اور ان کا بدلہ اور اجرت اسقدر نہیں مگر ہم کریم ہیں انا کذلک نجزی المحسنین ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ایک نیکی کے بدلے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ اور فانی کے بدلے باقی عطا کرتے ہیں یہ کیفیت عرصات کی ہے کفار کے جہنم میں فیصلہ ہو کر جانے سے پہلے پھر جب کفار ایمانداروں کے لئے عرصات میں یہ انعام واکرام دیکھیں گے اور اپنے لئے یہ خرابی اور ذلت اور عذاب دیکھیں گے تو اپنے مقابلہ میں اپنے دشمنوں کی عزت واکرام دیکھ کر کس قدر رنج وغم ہوگا اور نیز اسبات سے بھی کہ ہم نے ایسے کریم کی کیوں نافرمانی کی جو آج ایسے صلے دے رہا ہے یہ اور بھی رنج ہوگا کما قال ویل یومئذ للمکذبین کہ

خرابی ہے اس روز جھٹلانیوالوں کی۔ آیت میں اہل سعادت کا انجام بھی بیان کردیا تاکہ بیان پورا ہو جاوے ظلال یعنے سائے فرمایا جو جمع کا لفظ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل ایمانداروں کے لئے متعدد سائے ہوں گے اول عرصات میں عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا پھر پلصراط سے گذرنے کیوقت اعمال صالحہ اور صدقات کا پھر جب بہشت میں جاویں گے تو طوبیٰ کا سایہ ہوگا اور پر بہار درختوں کا اور جب اپنے منازل و مکانات سکونت میں آویں گے تو جنت کے عمدہ محلوں اور وہاں کے چھپر کھٹوں اور نگیروں کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھ کر رحمت الٰہی کا سایہ ہوگا جو ایک سایہ ہزار سایوں سے بہتر ہوگا اور اسی طرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے عین ایک چشمہ عیون بہت سے وہاں چشمے اور نہریں جاری بھی ان کے لئے متعدد ہوں گی جو ان کے معارف اور اعمال صالحہ کا مظہر ہوگا اقسام اقسام کے اعمال و معارف تھے ویسے ہی چشمے بھی اقسام اقسام کے ہوں گے۔ کسی میں کافور کی آمیزش کسی میں زنجبیل کی کسی میں شہد کی شیرینی کسی میں دودھ کی خاصیت۔ یہ دنیا میں ان کے روزہ کی تشنگی برداشت کریگا اور دین میں کوشش کرنے کا ثمرہ ہوگا۔ اور اسی طرح فواکہ جمع کا لفظ ہے فاکہ کی معنی جسکے معنی ہیں میوہ سو وہاں انکا ہر ایک عمل اور ہر ایک کوشش ایک ایک لذیذ پسند میوے کی صورت میں ظاہر ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ بما کنتم تعملون فرمایا جاویگا کہ یہ تمہارے نیک عملوں کا بدلہ ہے +

ایک اور مصیبت اُنپر پیش آویگی وہ یہ کہ تمسخر کے طور پر ان کفار سے کہا جاویگا۔ کلوا وتمتعوا قلیلا انکم مجرمون کہ چند روز کھا پی لو آخر تو تم مجرم ہو۔ یہ ان کی دنیاوی حالت کو یاد کر کے ان پر تعریض کی جاوے گی کیونکہ منکرین قیامت دنیا ہی کو سمجھتے تھے اور کہتے تھے ابھی قیامت قیامت سُنا کرتے ہیں وہاں کے ادہار کے لئے کیوں آج نقد عیش و عشرت کو چھوڑے کھاؤ حرام و حلال جو ملے اور ہر طرح کا مزا کرو شراب و زنا وغیرہ لذتوں سے کون محروم رہے یہ خشک دماغ جو قیامت کے بھروسہ پر بیٹھے ہیں ناحق ان مزوں سے محروم رہتے ہیں قیامت کس نے دیکھی ہے دن بھر روزہ میں بھوکا پیاسا مرنا کس عقل کا کام ہے پھر کیا بار دگر دنیا میں آنا ہے یہ مزے کیوں چھوڑیں بعض شعراء نے جو انہیں لوگوں کی ذریت میں سے ہیں ان باتوں کو اشعار میں بھی نظم کیا ہے۔ تب وہاں ان سے فرشتے انہیں کی بات کو انہیں کے دنیاوی خیالات یاد دلانے کے لئے اس میں نمک مرچ ملا کر یوں کہیں گے کہ کھاؤ مزے کرلو چند روز آخر تم مجرم ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کلام دنیا میں کفار کی طرف بالفعل ہے کہ اے کفار تم جو قیامت کے منکر ہو دنیا ہی کی لذت پر دلدادہ ہو تھوڑے دنوں کھا لو عیش کرلو آخر تم مجرم ہو جیسن الیمی اور سزا ابدی میں گرفتار ہو گے اس لئے ویل یومئذ للمکذبین اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔ اور اس خرابی سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ دنیا کے مزے یاد کریں گے اور حسرت آمیز آنسوؤں سے روئیں گے کہ ہائے چند روز عیش و نشاط کے سبب جو اب خواب و خیال ہوگئے ہمیشہ کا عذاب دردناک اور دکھ بھری زندگانی خریدی جہاں موت بھی نہیں کہ مرکر اس بلا سے چھوٹ جائیں یہ لذیذ قسم کی خرابی تھی جس کو عذاب کہنا چاہئے خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی ایک دوسری سے بڑھ کر ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ ان مصائب میں مبتلا ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ کیوں وہ ایسی ایسی مصیبتوں میں گرفتار ہوں گے فقال +

ع ۱ / ۲۲

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لو جھکو تو نہیں جھکتے اسدن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے پھر اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے

ترکیب واذا شرط لا یرکعون اے ہم لا یرکعون الجملہ جوابہ فبای الباء تتعلق بیؤمنون بعدہ ظرف لیؤمنون والجملہ استفہامیۃ والاستفہام استقراری۔

تفسیر فقال واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون یعنے وہ ایسے سرکش اور حق کیطرف سے پھرے ہوئے ہیں کہ جب دنیا میں کہا جاتا ہے (رسول یا اسکے نائب کہتے ہیں) خدا کی طرف جھکو اس کے احکام مانو نواہی سے بچو تو نہیں جھکتے۔ مومن و کافر میں ایک یہ بھی بڑا امتیاز ہے کہ مومن مصیبت کے وقت راحت کے وقت بیماری میں تندرستی میں افلاس میں تونگری میں ہر حال میں خدا کی طرف جھکتا ہے اس کا مرکز اصلی وہی ہے جب کسی مانع نے روک بھی لیا تو جب مانع اٹھ گیا ادھر ہی چلا آیا اسکی طرف اس کو قرار آتا ہے برخلاف کافر کے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رکوع سے مراد نماز میں جھکنا ہے جو خاص علامت فرمانبرداری کی ہے کہ ہم نے آپ کے آگے سر جھکا دیا۔ پیٹھ ٹیڑھی کر دی آپ کو چاہیے کہ ہم پر احکام کا بوجھ دھر دیجیے ہم بجا لانے کو مستعد ہیں اور اسی لئے دنیا میں بادشاہوں کے سامنے خم ہونا اور سلام کرنا اطاعت و انقیاد کی علامت ہے اور یہ رکوع نماز میں اسلامیوں کے شعار میں داخل ہو گیا گویا جب ان کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تاکہ زمرۂ اسلام میں داخل ہوں تو نہیں مانتے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت قوم ثقیف کے معاملہ میں نازل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اظہار اسلام کیا آپنے فرمایا نماز پڑھو اور نماز تعلیم فرمائی انہوں نے کہا ہم رجوع نہ کریں گے کیونکہ اس میں عار ہے کیونکہ آدمی زاد سیدھا پیدا کیا گیا اور جب پیٹھ کا ئے بیل کی طرح کرے تو برا معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود کہ اس دین میں کچھ خیر نہیں کہ جس میں نہ رکوع ہے نہ سجود +

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ کفار سے اسوقت کہا جائیگا جبکہ تجلی الٰہی ہو کر کشف ساق ہوگا۔ اور لوگوں کو سجدہ کا حکم ہوگا۔ پھر جو دنیا میں سجدہ نہیں کرتے تھے وہاں بھی نہ کر سکیں گے تختے کیطرح پیٹھ اور گردن اکڑ جانے کی رکوع و سجود میں خم نہ ہو سکیں گے حاصل کلام یہ ہے کہ کفار جب قیامت میں رکوع و سجود کرنیوالوں کو دیکھیں گے۔ کہ طرح طرح کے انعام و اکرام ان پر ایک آسان عمل سے ہو رہے ہیں تو سخت رنج و افسوس ہوگا۔ کہ ہائے ہم نے کس لئے اس حکم کو نہ مانا ویل یومئذ للمکذبین یہ ایک اور خرابی ہوگی جو دسویں خرابی ہے۔

پھر جب ان کفار کو دار آخرت کا حال اس طرح معلوم کرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ منکروں کے لیئے یہ خرابیاں اور ماننے والوں کے لئے یہ نعمتیں ہیں تو پھر اگر اس کو سنکر بھی ایمان نہ لائے تو فبای حدیث بعدہ یؤمنون پھر کس بات پر ایمان لائیں گے اس بیان کے بعد؟ مفسرین کہتے ہیں کہ بعدہ کی ضمیر بیان واضح قرآن کی طرف راجع ہے جو قرینہ حال سے سمجھا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ جب اس آیت تک پہنچے تو اسکے بعد کہے آمنا باللہ وبما انزل +

تم بحمد اللہ سبحانہ المجلد السابع فی ۱۵ رمضان المعظم ۱۳۵۸ھ یوم الاثنین بعد صلوۃ العصر فی ایام الشتاء

صححہ عبد الہادی عفی اللہ عنہ

کتاب منزل کی اسلامی مطبوعات

قرآنی اخلاق — مصنفہ عبد الصمد قیمت ۱۲ر
اسلام کے عالمگیر اصول — مصنفہ بدر الدین بدر — تین روپے
اسلام میں امامت کا تصور — ۸ر
خطبات بدر — ۸ر
دو قرآن — غلام جیلانی برق — ۸ر
جہانِ نو — دو روپے
اسلام میں نظریہ جہاد — حیدر زمان صدیقی — دو روپے
موازنہ صلیب و ہلال — ۸ر
سکھ عہد اسلامی — مصنفہ عبد اللہ گیانی قیمت ۸ر
مقالات قرآنی — علامہ عبد اللہ العمادی — آٹھ روپے
اسلام کا تمدنی اور سیاسی نظام — مصنفہ نکہت شاہجہانپوری قیمت پانچ روپے
اسلام کا معاشیاتی نظام — مصنفہ حیدر زمان صدیقی قیمت دو روپے
اسلامی نظریہ سیاست — مصنفہ حیدر زمان صدیقی قیمت عہ
مقالات قرآنی — مولانا علامہ عبد العمادی زیر طبع
مرد مومن — ڈاکٹر میر ولی الدین قیمت ۱۲ر
الفاروق — شبلی نعمانی — ۸ر

کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

اسلامیات

سیرت نبوی پر بہترین کتاب ہر صاحب علم اور ہر لائبریری میں ہونا لازمی ہے
سید الانبیاء خاتم النبیین محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشہور عالم کتاب

رحمۃ للعالمین — از قاضی محمد سلیمان صاحب سلیمان منصور پوری
قیمت ہر سہ جلد مبلغ سترہ روپے۔ جلد اول مجلد چار روپے جلد دوم مجلد روپے آٹھ آنے جلد سوم مجلد روپے آٹھ آنے۔ بلا جلد چودہ روپے

خاتم النبیین — مصنفہ مولانا نذیر احمد صاحب سیماب بی اے مبلغ اسلام قیمت دو روپے
الصدیق — مصنفہ مولانا نذیر احمد صاحب سیماب بی اے مبلغ اسلام۔ قیمت صرف ایک روپیہ
سیرۃ الفاروق — از جناب مولانا نذیر احمد صاحب سیماب منشی فاضل۔ قیمت ایک روپیہ۔
ذو النورین — مصنفہ جناب نذیر احمد صاحب سیماب بی اے منشی فاضل۔ قیمت صرف دس آنے
اسد اللہ — مصنفہ منشی نذیر احمد سیماب بی اے۔ منشی فاضل۔ قیمت دو روپے چار آنے۔
سیرت سیدنا حسین رض ابن علی رض — مصنفہ جناب نکہت شاہجہانپوری بی اے آنرز ان پرشین قیمت مجلد ۲ روپے
تذکرہ حسینی — مصنفہ صاحبزادہ مولانا مولوی علم الدین صاحب القادری کراچوی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔
سوانح عمری حضرت غوث الاعظم — مصنفہ جناب نذیر احمد سیماب بی اے منشی فاضل۔ قیمت ایک روپیہ۔
تذکرۃ الاولیاء اردو۔ قیمت تین روپے
قصص الانبیاء کلاں قیمت تین روپے
الفاروق — مصنفہ شبلی نعمانی۔ قیمت تین روپے۔
سوانح خواجہ معین الدین چشتی — از سید الیاس رضوی قیمت صرف ایک روپیہ

شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

اہل سنت وجماعت حنفی المذہب کو صحیح العقائد بنانے والی

بہارِ شریعت

۱۷ حصص

از فاضل اجل صدر الشریعۃ حضرت مولانا مولوی مفتی حکیم امجد علی صاحب مد ظلہ العالی

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بہارِ شریعت نے شائع ہوتے ہی قبولیت عامہ کا درجہ حاصل کر لیا اور مختلف حصوں کے کئی کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ قدر دانوں تک پہنچے اور آنکھوں پر جگہ پائی۔ اس میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مسائل فقہ بیان کرنے سے پہلے آیات قرآنیہ بعدہ احادیث صحاح ستہ و دیگر کتاب صحاح سے لکھی گئی ہیں جس سے ہر جزو کو بیان کرنے کے بعد کتب فقہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب علما اور عوام میں یکساں مقبول ہے علماء کے لئے عموماً اور مفتیان کرام کے لئے خصوصاً یہ بہت ہی نافع کتاب ہے کہ انہیں نوٹ بک کا فائدہ پہنچاتی ہے۔ جو مسئلہ بھی دیکھنا ہو اس میں دیکھ لیں اور حوالہ دیکھ کر اس کتاب سے حوالہ نقل کر لیں اور بڑی بڑی کتابوں کی ورق گردانی سے وقت بچا لیں۔

اس کتاب کے پہلی مرتبہ مکمل سترہ حصے مکمل زیور طبع سے آراستہ ہوگئے ہیں جو تقریباً ۲۰۰۰ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں

قیمت کامل ۱۷ حصص بلا جلد پچیس روپے (۲۵) قیمت کامل ۱۷ حصص مجلد خوبصورت ڈائی دار جلدوں میں اکتیس روپے الگ الگ حصے بھی مل سکتے ہیں۔ تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

خلاصہ مضامین حصص کتاب بہارِ شریعت کامل ۱۷ جلد

اوّل اس میں عقائد ضروریہ مثلاً توحید رسالت حق و ملائکہ جنت و دوزخ کا بیان ہے جس کا جاننا تمام مسلمانوں پر فرض ہے (حصہ ۱) دوم اس میں مسائل طہارت جیسے غسل وضو تیمم حیض و نفاس کے بیان میں (حصہ ۲) سوم نماز کی ترکیب اور ان کی شرائط و ارکان سنن مستحبات واجبات و مکروہات نماز کے بیان میں (حصہ ۳) چہارم وتر و نوافل، نماز عید و جمعہ و جنازہ غسل و کفن و دیگر مسائل ضروریہ متعلقہ نماز کے بیان میں (حصہ ۴) پنجم روزہ رمضان و روزہ نوافل و فضائل رمضان المبارک، مسائل زکوٰۃ میں (حصہ ۵) ششم حج و طواف و حاضری و زیارت مدینہ طیبہ کے بیان میں (حصہ ۶) ہفتم نکاح اور اس کے رسوم و دیگر مسائل متعلقہ نکاح میں (حصہ ۷) ہشتم اس میں طلاق و خلع و رضاعت اور مسائل ظہار وغیرہ کا بیان ہے (حصہ ۸) نہم غلام آزاد کرنا اور قسم و نذر اور شرابی و زانی پر حد قائم کرنے اور جہاد کے بیان میں (حصہ ۹) دہم گرا پڑا مال پانے اور مفقود الخبری یعنی وہ شخص جو لاپتہ ہو اور مسائل شرکت اور وقف کے بیان میں ہے (حصہ ۱۰) یازدہم اس میں مسائل خرید و فروخت یعنی اسلامی طریقہ تجارت کا بیان (حصہ ۱۱) دوازدہم کفالت حوالہ اور مسائل قضا یعنی قاضی و جج بننے اور اس کے احکام نیز گواہی اور وکالت کے بیان میں (حصہ ۱۲) سیزدہم دعوے و اقرار اور مصالحت کے بیان میں (حصہ ۱۳) چہاردہم اس میں مضاربت اور ودیعت اور عاریت و ہبہ کے بیان میں (حصہ ۱۴) پانزدہم اکراہ۔ غصب۔ شفعہ۔ تقسیم مزارعت بمعاملہ۔ ذبح قربانی و عقیقہ کے بیان میں (حصہ ۱۵) شانزدہم اس میں کھانے پینے لباس و برتن تکبر و غرور تعلیم و دیگر مسائل ضروریہ کے بیان میں (حصہ ۱۶) ہفدہم اس میں تحری احیاء و موات۔ شکار و دیگر ضروری مسائل ہیں (حصہ ۱۷) جملہ الگ الگ حصے بھی مل سکتے ہیں۔ قیمت ۱۷ حصص مکمل بلا جلد پچیس روپے (۲۵) قیمت ۱۷ حصص مکمل مجلد بہارِ شریعت اکتیس روپے (۳۱) کتاب کم تعداد میں شائع کی گئی ہے۔ اس لئے آپ جلد اپنا آرڈر دے دیں

شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار۔ لاہور

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام سلطان محمد پرنٹر چھپکر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشر نے کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا۔)

دین و دنیا کا مکمل نصابِ تعلیم

یعنی

جدید مکمل و مدلل

بہشتی زیور

جس میں الف، با، تا، سے لے کر جملہ فقہی مسائل۔ آدابِ معاشرت۔ انسانوں اور جانوروں کے حقوق۔ ہر وقت کے کار آمد طبی نسخے۔ سچے قصص و حکایات سوانح حیات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔ فن قرأت، بری رسموں کی خرابیاں۔ غرضیکہ انسانی تعلیمی ضرورت کی سب ہی چیزیں موجود ہیں۔ اس مرتبہ ہم نے امور ذیل کا خاص اضافہ کیا ہے:-

(۱) متن میں جس قدر ضمائم قدیمہ و جدیدہ تھے سب موجود ہیں۔

(۲) جہاں جہاں فقہی مسائل آئے ہیں مثل سابق مدلل و مبرہن بہشتی زیور ان کے حوالہ جات و عبارات عربی کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔

(۳) حصہ اول پر مختصر حالات حضرت مؤلف کا جدید اضافہ کیا گیا ہے۔

(۴) حصہ چہارم کے حواشی متعلقہ حقوق شوہر پر عورتوں کے جو حقوق مردوں پر ہیں ان کا جدید اضافہ کیا گیا ہے۔

(۵) حصہ ششم پر طب نبوی از روئے فلسفہ و حکمت نقل کی گئی ہے۔

(۶) حصہ ہفتم پر معمولاتِ محمدیہ فلاسفروں و اطباء کی نظر میں چڑھائے گئے ہیں۔

(۷) حصہ ہشتم پر بہت سے حالات صحابہؓ و صحابیاتؓ مزید درج کئے گئے ہیں۔

(۸) حصہ نہم پر نایاب طبی معلومات کا خاص اضافہ کیا گیا ہے۔

(۹) حصہ دہم پر کھانا، پکانا جو ہر مہذب عورت کے لئے لازمی امر ہے۔ عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانوں کے بہت سے طریقے لکھے گئے ہیں۔

(۱۰) دستکاری جس کا ذکر بار بار اشعار بہشتی زیور میں کیا گیا ہے اب تک اس قدر آسان جس کو ہر عورت اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے کر سکے بہشتی زیور میں نہ تھی۔ اس مرتبہ ہم نے کشیدہ کاری کا حصہ دہم میں کافی صفحات پر مستقل اضافہ کیا ہے گویا اب یہ جدید بہشتی زیور صرف ہاتھ پاؤں کا زیور ہی نہیں رہا بلکہ عقل و دماغ، قلب بصر، گوش و بینی تمام اعضائے جسمانی و روحانی کا علمی زیور بن گیا ہے۔ اصل حلاوتِ مضامین آپ پڑھنے کے بعد محسوس فرمائیں گے۔ قیمت قسم اول بارہ روپے ۱۲ء۔ قسم دوم دس روپے ۱۰ء

نوٹ:- جدید بہشتی زیور کے ہر صفحہ پر لفظ "جدید" لکھا ہوا ہے۔ لہذا خریدتے وقت لفظ "جدید" ضرور ملاحظہ فرمالیں

ملنے کا پتہ:- شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ تاجران کتب کشمیری بازار۔ لاہور

JAMMU ... UNIVERSITY LIBRARY No.......

سید الانبیاء خاتم النبیین محبوب خدا صلعم کی سیرت پر مشہور عالم کتاب

رحمت للعالمین

مصنفہ

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری

فاضل مصنف نے اپنی اس مشہور و معروف اور بلند پایہ تصنیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [کی] سیرت مبارکہ کے تمام پہلوؤں پر انتہائی بالغ نظری سے روشنی ڈالی ہے۔ واقعات کی تحقیق [و] استناد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ سیرت کے علاوہ دوسرے اہم مذہبی مسائل پر بھی سیر [حا]صل بحث کی گئی ہے۔ قرآن کریم کا دوسرے آسمانی صحیفوں سے موازنہ اور غیر مسلموں کے [اع]تراضات کے جوابات وغیرہ کتاب کی افادی حیثیت میں معتدبہ اضافہ کر رہے ہیں۔ صرف [تی]ن جلدوں میں سیرت نبوی پر بحر بے پایاں بند کر کے صحیح معنوں میں کتاب کو "دریا در کوزہ" [کا] مصداق بنا دیا گیا ہے۔ انہی خصوصیات کی بنا پر اس کتاب کو جملہ حلقوں میں نہ صرف پسند ہی کیا [گ]یا ہے بلکہ اس کو نہایت مستند تسلیم کیا گیا ہے۔

مصنف کا طرز بیان سلجھا ہوا اور طریقہ استدلال سنجیدہ ہے۔ اتنی دلچسپ۔ مکمل اور اعلٰے [سیرت] النبی یقیناً آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔

- کتابت خوشخط
- طباعت دیدہ زیب
- کاغذ عمدہ دبیز
- جلد پائیدار مضبوط ولائتی کپڑا
- خوبصورت رنگین گردپوش

ہر قسم کے قرآن مجید و کتب مذہبی درسی ادبی و تاریخی وغیرہ ملنے کا پتہ
سید احمد کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

شیخ غلام علی اینڈ سنز، ناشران کتب کشمیری بازار لاہور

اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے محروم نہ رکھئے

مولینا نذیر احمد سیماب بی۔ اے۔ منشی فاضل کا تصنیف کردہ

ALLAMA IQBAL LIBRARY
27540

اُردو سلسلہ تعلیم الاسلام

بازار میں ضروری مذہبی امور کے متعلق بچوں کیلئے کوئی سلسلہ نہ تھا اور موجودہ طریقہ تعلیم ہر لحاظ سے غلط ثابت ہو چکا ہے۔ ہم نے جدید طریقۂ تعلیم کے مطابق "اُردو سلسلہ تعلیم الاسلام" آٹھ حصّوں میں تیار کروایا ہے۔ جو بچوں کے لئے بے حد دلچسپ اور مفید ہے۔ اس میں اسلامی تعلیم کے اہم مسائل نہایت شستہ اور آسان زبان میں درج کئے گئے ہیں۔

		قیمت
اسلام کا قاعدہ	یہ قاعدہ تمام نقائص سے پاک ہے زیر زبر کی شناخت اور ہجے سکھائے گئے ہیں۔	۰-۲-۰
اسلام کی پہلی	حدیث اور قرآن مجید کیا ہیں۔ ان کو کیوں ماننا چاہئے۔ یہی مثالوں سے سمجھایا گیا ہے	۰-۳-۰
اسلام کی دوسری	ایمان کی صفتوں اور نماز کا ذکر ہے۔ خدا کی توحید اور رسالت کا کیوں اقرار کرنا چاہئے۔ وضو اور نماز کے فوائد۔	۰-۵-۰
اسلام کی تیسری	بقیہ نماز کا بیان۔ روزے کی وجہ تسمیہ۔ ضرورت وغیرہ کا مکمل بیان۔	۰-۸-۰
اسلام کی چوتھی	اس کتاب میں زکوٰۃ اور حج کا مفصل ذکر ہے۔	۰-۸-۰
اسلام کی پانچویں	اس کتاب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح اور پیدا ہونے سے لیکر موت تک زندگی کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔	۰-۹-۰
اسلام کی چھٹی	اس کتاب میں نکاح اور اس کے متعلقات طلاق اور عدت وغیرہ کا بیان ہے۔	۰-۹-۰
اسلام کی ساتویں	اس کتاب میں احکام اسلام کے مطابق تجارتی کاروبار۔ بیع۔ امانت۔ رہن وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔	۰-۱۰-۰
اسلام کی آٹھویں	اس کتاب میں مسائل پر مفصل بحث کی گئی ہے۔	۰-۱۰-۰
	قاعدہ سے آٹھویں تک یک جا منگانے پر رعایتی قیمت چار روپے (للعہ)	

شیخ غلام علی اینڈ سنز ناشران کتب کشمیری بازار لاہور

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب

THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. ______ Book No. ______

Vol. ______ Copy ______

Accession No. ______

ALLAMA
IQBAL LIBRARY
UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN

...e Jammu & Kashmir
University Library,
Srinagar.

1. Overdue charge of *one anna* per-day will be charged for each volume kept after the due date.

2. Borrowers will be held ...sponsible for any dam- ...done to the book ...in their possession.